میری پسندیدہ بستی

قادیان دارالامان

درویشان قادیان



عبدالرشید آرکیٹیکٹ

میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان
درویشان قادیان
عبدالرشید آرکیٹیکٹ

میری پسندیدہ بستی

قادیان دارالامان

درویشان قادیان



The Architect
Abdul Rashid

Dip. Arch. RIBA Dip. TP
Chartered Architect and Town Planner
E-Mail: contact.arashid@gmail.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّــاصر

وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

امام جماعتِ احمدیہ

اسلام آباد۔ ٹلفورڈ

Z 11-05-2023

مکرم عبد الرشید صاحب آرکیٹیکٹ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

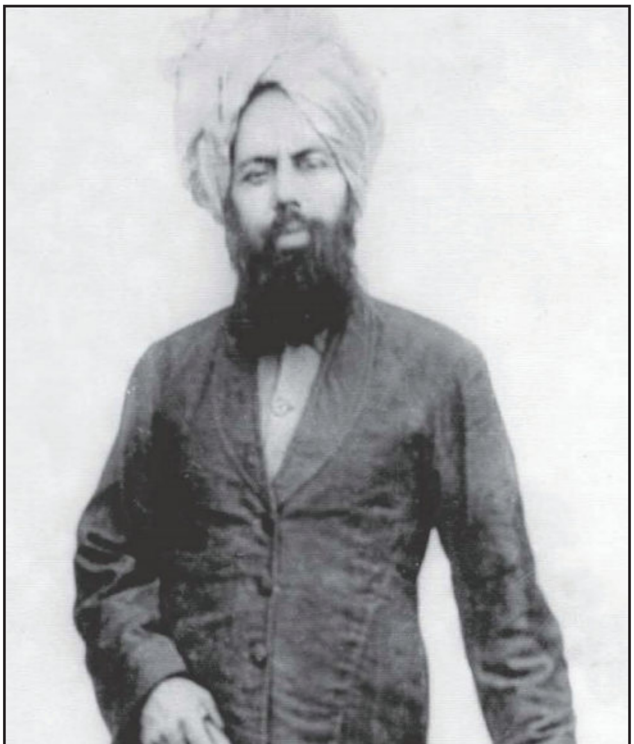
درویشان قادیان پر آپ کی کتاب مل گئی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی اشاعت جماعت کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور تمام پڑھنے والوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اللہ آپ کی کوششوں میں آئندہ بھی برکت دیتا رہے اور ہر آن آپ کا حامی وناصر ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفة المسیح الخامس

مقدس فوٹو



حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

''امریکہ کے ایک مشہور شہر میں میرا لیکچر ہوا۔لیکچر کے بعد مجھے ایک شخص ملا۔جس نے بتایا کہ میں بھی ہندوستانی ہوں۔ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہوں۔میں نے گورنمنٹ کے خلاف تقریر کی تھی جس کی وجہ سے مجھے جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔مگر ریاست کا جیل خانہ چنداں مضبوط نہ تھا۔ میں وہاں سے نکل بھاگا۔افغانستان پہنچا۔وہاں مسلمان ہو گیا۔پھر ایران آیا۔اور ایران سے ترکی پھر امریکہ۔یہاں میں ایک کارخانہ میں ملازم ہوں۔انگریز لیڈی سے شادی بھی کر لی ہے۔اللہ کا فضل ہے۔بڑی اچھی گزرتی ہے۔یہ تمام باتیں کرنے کے بعد کہنے لگا۔چونکہ میں بھی ہندوستانی آپ بھی ہندوستانی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ کل آپ میرے گھر کھانا کھائیں۔میں نے وعدہ کر لیا۔دوسرے دن حسب وعدہ وقت مقررہ پر اس شخص کے مکان پر پہنچ گیا۔دعوت میں اس نے کچھ معززین بھی بلائے ہوئے تھے۔جو وہاں پہلے سے موجود تھے۔کھانا کھا چکنے کے بعد مجھے فرمائش کی گئی کہ میں کوئی لیکچر دوں چنانچہ میں نے لیکچر دیا۔کچھ دین کی خوبیاں بیان کیں۔پھر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے دعوے سمجھائے۔تقریر ختم ہونے پر اس شخص کی بیوی میرے پاس آ گئی اور کہنے لگی آپ بار بار احمدؑ کا نام لیتے تھے۔میں نے کہا۔ہاں۔پھر اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ چند دن پہلے ہمارا ایک دوست میرے شوہر سے پوچھنے لگا کہ احمدؑ نام کا کوئی نبی ہندوستان میں ہوا ہے۔میرے شوہر نے کہا نہیں۔اس جواب کو سن کر اس کا چہرہ مرجھا گیا۔اور وہ مایوس ہو گیا تھا۔اگر آپ اجازت دیں۔تو میں اس کو بلا لوں۔ میں نے کہا خوشی سے بلائیے۔اس نے فون کیا۔اس شخص کے گھر میں اپنا ٹیلی فون اور اپنی موٹر کار تھی۔وہ شخص گھبرایا ہوا جلد اپنی کار میں آیا۔اور میرے پاس بیٹھ کر اپنی ڈائری میرے سامنے کر دی جس پر لکھا تھا۔۔۔

Prophet Ahmad India

میں نے اس سے کہا۔اس سے آپ کا کیا مطلب ہے پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ایک رات میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آئے ہیں۔جو میری رہنمائی کر رہے ہیں۔مجھے بتا رہے ہیں۔دیکھو یہ راستہ چلو یہ نہ چلو۔اس سے تمہیں فائدہ ہو گا۔اور اس سے تمہیں نقصان۔جب وہ فرما چکے۔تو میں نے ان کا نام پوچھا تب انہوں نے کہا تھا۔میں احمد ہوں۔ہندوستان سے آیا ہوں۔پھر وہ شخص کہنے لگا۔وہ چہرہ میں ابھی تک نہیں بھولا۔اسے میں نے حضرت مسیح موعودؑ کا فوٹو دکھایا۔جسے دیکھ کر وہ بے اختیار بول اٹھا۔ہاں ہاں یہی۔اور پھر یہی تصویر اس کے لئے احمدیت قبول کرنے کا باعث ہوئی تھی۔''

(صادق بیتی ص29۔الفضل 25 اپریل 2002)

قادیان دارالامان

درویشان قادیان

آپ کے دور میں
حضرت اقدس مسیح موعود
علیہ السلام کاالہام
"داغ ہجرت" پورا ہوا۔
اور آپ نے باذن الٰہی
قادیان سے ہجرت فرما کر
ربوہ کے عظیم الشان مرکز کا
قیام فرمایا۔



ارشاد حضرت مصلح موعودؓ
"تم لوگ جن کو اس موقعہ پر
قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا
ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار
کرو گے تو تاریخ احمدیت میں
عزت کے ساتھ یاد کئے
جاؤ گے اور آنے والی نسلیں
تمہارا نام ادب واحترام سے لیں
گی اور تمہارے لئے دُعائیں
کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے
جو دوسروں نے نہیں پایا۔"
(پیغام برموقع جلسہ سالانہ قادیان 1947ء)

"اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو مَیں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دُور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ مَیں بھی اِس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائینگے اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چُنتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کا خانۂ اعمال بھرتا چلا جائے اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کر دے۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن

آپ لوگ دعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔ اللّٰھمّ اٰمین (11 مئی 1948ء بحوالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ نمبر 5)



درویشان قادیان کے لئے
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
کا ایک جماعتی عہد

برموقع مجلس مشاورت مارچ 1948ء

”میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو جماعت احمدیہ کا مرکز مقرر فرمایا ہے۔ میں اس کے اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔“

(تاریخ احمدیت جلد بارہ۔ص376)

فہرست مضامین

پیش لفظ

خاکسار جب 1966ء میں لندن سے جلسہ سالانہ کے لئے ربوہ گیا تو جلسہ سالانہ کے بعد پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم کے بعد پہلی بار قادیان بھیجانے کا موقعہ ملا۔ اس وقت مکرم ڈاکٹر ولی شاہ صاحب جو لندن سے میرے ساتھ آئے تھے وہ بھی میرے ساتھ تھے۔ایک دن ہم دونوں نے صبح واہگہ بوڈر کراس کیا۔ ہندوستان کی طرف سے گورنمنٹ کی بس کے ذریعے امرتسر پہنچے۔ وہاں سے دوسری بس لے کر بٹالہ اور پھر وہاں سے بس تبدیل کر کے عصر کے قریب قادیان پہنچے۔محلہ احمدیہ میں مکرم عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ مرحوم جو اس وقت امیر جماعت احمدیہ تھے سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے مہمان خانہ میں رہائش کا انتظام کر دیا۔ اور ساتھ یہ بھی اعلان کروادیا کہ دو نوجوان ربوہ سے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے بعد قادیان آئے ہیں تو آج مغرب کے بعد مسجد مبارک میں احباب سے خطاب کریں گے۔مغرب کی نماز پر مسجد مبارک مردوں سے اور بیت الذکر و بیت الفکر عورتوں سے ہمیں سننے کے لئے بھر گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مرحوم نے جلسہ سالانہ ربوہ میں جو فرمایا تھا۔ خاکسار نے اس کے متعلق عرض کیا اور مکرم ڈاکٹر ولی شاہ صاحب نے لندن میں جماعت کے حالات کے متعلق معلومات دیں۔

اس وقت پاکستان اور ہندوستان کا بوڈر ہفتے میں صرف دو دن کھلتا تھا اس لئے ہم اگلے دن واپس پاکستان چلے گئے۔ایک رات جو قادیان میں گزاری اس کے لئے حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم نے ہمارے لئے بیت الفکر میں سونے کا انتظام کروادیا۔ تاکی بیت الدعا کا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔اس Visit سے پہلے ہمیں درویشوں کے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ اور نہ ہی ان کے حالات سے کچھ واقفیت تھی۔ اور ہمیں اتنا محبت اور پیار ملا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہر کوئی اس طرح پیش آیا جیسے ہم ان کو برسوں سے جانتے ہیں۔وہاں مجھے صحابی مولوی اللہ دین صاحبؓ مرحوم ملے جب ان کو پتہ چلا کہ میں شاہدرہ ٹاؤن لاہور کا رہنے والا ہوں (میرے والد صاحب وہاں سکول ٹیچر تھے) کیونکہ مولوی صاحب مرحوم بھی شاہدرہ ٹاؤن کے رہنے والے ہیں۔ اس لئے مجھے مل کر اتنے خوش ہوئے جو بیان سے باہر ہے پھر میرا بازو پکڑا اور دارالمسیح میں اپنے ایک چھوٹے سے کمرہ میں لے گئے۔ مجھے ایک چارپائی پر بٹھادیا اور اپنے ہاتھ سے حلوا بنا کر مجھے زبردستی کھلوایا۔ اگرچہ حلوے کا رنگ تھوڑا سا کالا تھا لیکن حلوا اس قدر میٹھا ، محبت سے بھرا ہوا اور مزے دار حلوا تھا کہ پہلے ایسا حلوا نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی کھایا۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے مجھے نمائندہ کی حیثیت سے 1989ء میں بعض تعمیراتی کاموں کے لئے قادیان بھجوایا۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا۔ کہ آپ نے درویشوں کے گھروں میں جانا۔ ان کو میرا اسلام کہنا اور پوچھنا کہ ان کو کسی قسم کی کوئی کمی تو نہیں۔ اس سال حضرت میاں وسیم احمد صاحب مرحوم نے مجھے دارالمسیح ٹھہرایا۔ میں ہر روز پانچ چھ درویشوں کے نام اور گھروں کا پتہ مکرم مستری دین محمد صاحب مرحوم سے لے لیتا اور پروگرام کے مطابق ان کے گھروں میں گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی میں نے عرض کرنا کہ میں حضور انور کے ارشاد پر آپ کو ملنے آیا ہوں۔حضور انور نے مجھے فرمایا تھا کہ میری طرف (حضور کی طرف) سے آپ کو السلام علیکم کا تحفہ پیش کروں اور آپ سے پوچھوں کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ ہر درویش نے فوراً اونچی آواز سے بڑی خوشی سے جواب دیا۔ حضور نے ہمیں یاد فرمایا ہے۔ وعلیکم السلام۔ حضور کو میری طرف سے عرض کر دینا کہ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ مجھے کسی چیز کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضور میری بالکل فکر نہ کیا کریں بلکہ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ جتنے درویشوں کے گھروں میں گیا ہر ایک نے یہی جواب دیا۔ میں تو درویشوں کے جواب سے حیران تھا کیونکہ مجھے تو ظاہری طور پر ان کے گھروں کی حالت اتنی تسلی بخش نظر نہیں آتی تھی۔ اب مجھے احساس ہوا کہ یہ تو بہت ہی خاص لوگ ہیں اس لئے ان کو درویش کہتے ہیں۔

ابھی تک مجھے 1947ء سے 1989ء کے خطرناک حالات جن میں سے درویش گزرے ہیں کا علم نہیں تھا۔ سارا مشرقی پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا۔ البتہ قادیان کی مقدس بستی کے صرف مختصر سے حصے میں جہاں ہمارے مقدس مقامات واقع ہیں یہ تین سو تیرہ درویش اپنی بے سروسامانی، اپنی بے دست و پائی، اپنی کم مائیگی، اپنی کمی تعداد کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ایسی رحمت الٰہی کے بے تابی سے منتظر تھے جو معجزہ بن جائے۔ جو رہتی دنیا تک احمدیت کا سرمایہ فخر بن جائے۔ ظاہری حالات تمام تر مخالف تھے اور جب پنجاب کے ایک کروڑ مسلمان بہ نوک شمشیر پنجاب سے یا تو نکالے جا چکے تھے یا لاکھوں کی تعداد میں قتل کئے جا چکے تھے تو کیا کوئی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ قادیان کے ایک چھوٹے سے قصبے میں تین سو تیرہ درویشوں کے لئے کوئی امن ہو سکتا تھا۔ لیکن جب رحمت ایزدی پشت پناہی کا ارادہ فرمالیتی ہے تو مایوسیوں کی تاریکیوں کے پردے پھاڑ کر معجزات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور تین سو تیرہ درویش تاریخ کے اس شدید ترین ابتلاء میں سے محض تائید و نصرت الٰہی سے سرخرد ہو کر نکلے۔

اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مقامات مقدسہ کی خدمت کے لئے چن لیا۔حضرت مصلح موعودؓ درویشوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

’’آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا تعالےٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چنتا۔‘‘ (الفرقان درویشان قادیان نمبر ص5)

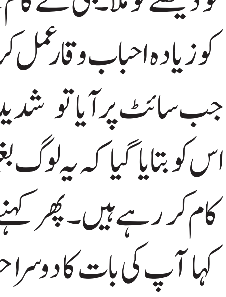
ایک ہندو اخبار نے درویشوں کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا:۔

’’یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل تلافی جرم تھا مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی مسلمان باقی نہ رہا اور یا تو پاکستان چلے گئے اور یا قتل کر دئے گئے تو۔۔۔قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے۔۔جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں کے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے۔اور جن کو بلا خوف تردید مرد مجاہد قرار دیا جاسکتا ہے۔اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔

ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہیئے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔اب بھی جب کبھی قادیان کے درویشوں کے اسوہ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہیئے۔‘‘ (اخبار ریاست دو دسمبر 1957ء)

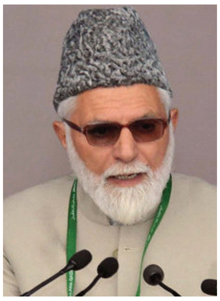
جب کبھی خلیفۃ المسیح احباب جماعت کو کسی قربانی کے لئے ارشاد فرماتے ہیں تو افراد اپنے گھروں کے آرام کو نظر انداز کرتے ہوئے اور اپنے دنیاوی مفادات کو قربان کرتے ہوئے اپنے محبوب امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے رضائے الٰہی کی خاطر فوراً جمع ہوجاتے ہیں۔دشمنانِ احمدیت کو اس کی سمجھ نہیں آتی۔ان کو یہ علم نہیں کہ خدائی فیصلے عقل کے پابند نہیں ہوتے۔اسی طرح کا ایک واقعہ خاکسار جب جرمنی میں ناصر آباد کی مسجد کا کام کروا رہا تھا تو دیکھنے کو ملا۔بجلی کے کام کے لئے میں نے ایک جرمن کو بجلی کے کام کا ٹھیکہ دے رکھا تھا۔مسجد کی تعمیر کا کام ہم نے وقار عمل سے مکمل کیا۔ہفتہ اتوار کو زیادہ احباب وقار عمل کرنے کے لئے آتے تھے۔شدید سردی کے دن تھے۔برف بہت پڑی ہوئی تھی۔لیکن کام تو ہر حالت میں کرنا تھا۔یہ جرمن جب سائٹ پر آیا تو شدید سردی میں احباب کو کام کرتے دیکھ کر بہت حیران ہوا۔کہنے لگا جرمن تو کسی قیمت پر بھی ایسی سردی میں کام نہیں کرتے۔جب اس کو بتایا گیا کہ یہ لوگ بغیر کسی اجرت کے کام کر رہے ہیں۔اسے یقین نہیں آتا تھا۔بار بار مجھ سے پوچھتا کہ یہ سچ ہے کہ یہ لوگ بغیر کسی معاوضہ کے کام کر رہے ہیں۔پھر کہنے لگا اگر یہ سچ ہے جو آپ بتا رہے ہیں۔تو پھر یہ لوگ یا تو پاگل ہیں یا کوئی غیبی طاقت ان کے پیچھے کام کر رہی ہے۔میں نے کہا آپ کی بات کا دوسرا حصہ درست ہے۔خدا تعالیٰ کسی کو بلا وجہ نہیں چنتا۔یہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور نظام خلافت کی برکات کی روشن مثال ہے۔

دسمبر 2011ء میں ۔ہفتہ روزہ بدر قادیان۔نے ایک درویشان قادیان نمبر شائع کیا۔جس میں اکثر درویشان کے زندگی کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔اس سے پہلے مکرم فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم نے کچھ درویشوں کے زندگی کے حالات۔وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔بڑے اچھے طریق سے شائع کئے ہوئے تھے۔اسی طرح اس کا دوسرا ایڈیشن مکرم بدر الدین صاحب عامل درویش نے بھی شائع کیا تھا۔ان سب کو ایک کتاب کی شکل میں پرنٹ کیا جا رہا ہے۔میری پہلی کتاب۔میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان۔میں درویشی دور کے کچھ حالات درج کئے گئے ہیں لیکن ان حالات کی اہمیت کے پیش نظر میں نے یہ ضروری خیال کیا کہ ان سب حالات کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا جائے تاکہ احباب کو پڑھنے میں آسانی ہوجائے۔اگر آپ اور درویشوں کے متعلق مذید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو۔ہفتہ روزہ بدر قادیان 2011ء۔درویشان قادیان نمبر۔کا مطالعہ کریں۔



جب میں چھوٹا تھا تو پڑھا کرتے تھے کہ تاج محل کی بلڈنگ دنیا میں ایک بڑا اعجوبہ ہے۔اب جب مجھے درویشوں کے حالات پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔1947ء میں ایک کروڑ مسلمان مشرقی پنجاب میں یا تو پاکستان چلے گئے باقی قتل کر دئے گئے تو ان درویشوں کو قادیان کے چھوٹے سے قصبہ میں کس نے بچایا؟ یقیناً اس میں خدائی طاقت کا ہاتھ ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں،یہ اس صدی کا تاج محل سے بھی بڑا اعجوبہ ہے۔

عبدالرشید آرکیٹیکٹ لندن۔ 14اگست 2018ء



تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ لنڈن جنھیں خلافت کے زیر سایہ جماعتی تعمیرات خصوصاً مساجد کی تعمیر اور رینویشن کے سلسلہ میں مختلف ممالک میں خدمات انجام دینے کی توفیق حاصل ہوتی رہی ہے۔آپ کو خلافت رابعہ اور پھر خلافت خامسہ کے در میں بھی قادیان دارالامان میں تشریف لاکر یہاں کے مقامات مقدسہ کی رینوویشن اور متعدد عمارات کے تعمیری کام میں اپنی خدمات پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مسجد بیت الھادی نئی دہلی اور اس کے ملحق دارالتبلیغ کی عالی شان عمارت کی تعمیر کے سلسلہ میں بھی محترم چوہدری صاحب موصوف سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی ہدایات پر شروع سے آخر تک دہلی تشریف لاتے رہے۔اس طرح آپ کی ہی نگرانی میں یہ کام بھی تکمیل پایا۔الحمد للہ ذالک۔ محترم چوہدری صاحب کے موصوف کی آپکے سپرد خدمات کے باعث قادیان آمد و رفت کے نتیجہ میں قادیان دارالامان سے آپکو جو لگاؤ پیدا ہوا۔اور آپ کے دل میں جو محبت اس بستی اور اس کے مقامات مقدسہ کے ساتھ دوبالہ ہوئی اس لگاؤ اور محبت کے نتیجہ میں آپ کی قلم سے۔"میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان"۔رقم ہوئی۔اور آج محترم چوہدری صاحب موصوف کی جس تصنیف کا ذکر ہو رہا ہے وہ آپکی اس کتاب۔"میری پسندیدہ بستی"۔کا دوسرا حصہ ہے جسے آپ نے۔"درویشان قادیان"۔کا عنوان دیا ہے۔

دور درویشان کا آغاز سال 1947ء کے ان پر آشوب ایام میں ہوا جب برصغیر دو مملکتوں پاکستان اور بھارت میں تقسیم ہوا۔اس تقسیم کے وقت جو حالات پیدا کئے گئے ان کی وجہ سے اس علاقہ میں آباد دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمان کے درمیان ایسی نفرت کی خطرناک خلیج پیدا ہو گئی۔جس کے نتیجہ میں لوگوں کو نقل مکانی کرنا پڑی اور نقل مکانی کے دوران لکھو کھا انسان قتل و غارت گری کی نظر ہوا۔

نفسا نفسی کے اس عالم میں سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان دارالامان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے پیش نظر احمدی نوجوانوں کو قربانی کرتے ہوئے آگے آنے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء کی خاطر ان پر خطر ایام میں قادیان میں رہائش اختیار کرنے کی تحریک فرمائی۔چنانچہ اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بیشمار احمدی نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔اور پھر جن نوجوانوں کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس عظیم کام کے لئے منتخب فرمایا انہوں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس عہد کے ساتھ کہ کیسے بھی حالات پیش آئیں اور کیسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے وہ قادیان کو نہیں چھوڑیں گے چاہے انہیں اپنی جانیں بھی قربان کرنا پڑیں۔ان ہی جانثار نوجوانوں کو درویش کا لقب دیا گیا۔قادیان کے ان جانثار درویشان نے اپنے عہد کو جس شاندار رنگ میں نبھایا اس کا اظہار سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے اس خراج تحسین سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے مکتوب محررہ 20 دسمبر 1948ء میں فرمایا۔یہ مکتوب 23 نومبر 1993ء کے الفضل میں طبع ہوا۔حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔

"یہ کام آپ نے شاندار طور پر کیا جس کے لئے دنیا بھر کے احمدی آپ لوگوں کے ممنون ہیں۔اور آنے والی نسلیں بھی آپ کی ممنون رہیں گی۔۔۔۔۔۔ پس وہ عظیم الشان خدمت جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی ہے۔اس کا تقاضا ہے کہ آپ اب اگلا قدم اٹھائیں اور قادیان کے خاموش مرکز کو زندہ مرکز میں تبدیل کریں۔۔۔۔۔۔ہندوستان اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے اندر پھر سے انسانیت کو قائم کیا جائے۔پھر سے صلح اور آشتی کو قائم کیا جائے۔پھر سے خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں پیدا کی جائے۔اور یہ کام سوائے آپ کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔احمدیت ایک نور ہے۔احمدیت صلح کا پیغام ہے۔احمدیت امن کی آواز ہے تم اس نور سے دنیا کو منور کرو۔تم اس پیغام کی طرف لوگوں کو بلاؤ تم اس آواز کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند کر دو۔خدا تمہارے ساتھ ہو"۔(بحوالہ کتاب درویشان قادیان۔ص90)

قارئین کرام اسی قربانی کے سراپا اور بے مثال گروہ میں شامل درویشان کرام کے حالات و افکار پر مشتمل مضامین کو محترم چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ آف لنڈن نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کتابی شکل دیکر پیش کیا ہے۔جس کے پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہر پڑھنے والے کے ایمان و یقین میں تازگی آئے گی۔اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔آمین۔

خاکسار عنایت اللہ

ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن و وقف عارضی قادیان۔ 21 مارچ 2019ء

ایک تعارف



درویشان قادیان میں سے ہر ایک جداگانہ رنگ رکھتا تھا لیکن سب میں مشترکہ جو صفت تھی، وہ تھی زندہ دلی۔ کئی سال گزرے ایک سیٹھ صاحب قادیان آئے محلہ احمدیہ اور اس کا بازار اور چند دکانیں دیکھ کر کھڑے اپنے عزیز سے کہنے لگے کہ یہاں کوئی دلچسپی کے سامان ہیں، نہ بارونق بازار اور نہ کوئی پارک وغیرہ۔ آخر یہ لوگ کس طرح اپنے شب و روز اس تنگ اور محدود ماحول میں بسر کرتے ہیں۔ ان کے وہ عزیز جو درویشان قادیان کے مزاج اور ان کی محفلوں سے واقف تھے کہنے لگے۔ سیٹھ صاحب ان کو اور کسی دلچسپیوں کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ ہی خود بڑے دلچسپ اور زندہ دل ہیں۔ اس بازار میں جو ایک چھوٹی سی چائے کی دکان ہے اس میں تھوڑی دیر بیٹھ کر دیکھیں۔ ان درویشوں کی باتوں سے ہی آپ کی کوفت دور ہوجائے گی۔

پھر جہاں تک مساجد کی آبادی کا تعلق ہے زندگی کے آخری لمحات تک یہی خواہش ہوتی تھی کہ مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کی جائے۔ مغرب کی اذان کے بعد ایک درویش مسجد مبارک کے گیٹ کے ساتھ والی دکان کے تھڑے پر بیٹھے ہوئے تھے کسی نے پوچھا کہ کیا سانس لینے کے لئے بیٹھے ہو؟ کہنے لگے نہیں! سانس ختم ہونے لگے ہیں۔ پھر مسجد مبارک کی سیڑھیاں چڑھ کر جانے کی طاقت محسوس نہ ہونے پر وہیں سے گھر واپس چلے گئے اور نصف گھنٹے کے اندر مولائے حقیقی سے جا ملے۔

313 درویشوں کا جو انتخاب تھا وہ بھی نہایت پر حکمت تھا ان میں فوج کے ریٹائرڈ صوبیدار بھی تھے۔ حولدار بھی تھے۔ مستری بھی تھے۔ حجام بھی تھے۔ دھوبی بھی تھے۔ چند ایک گریجویٹ اور ایم۔اے کی ڈگری یافتہ بھی تھے لیکن۔ زیادہ تعلیم یافتہ چند ہی تھے۔ مگر تقسیم ملک کے بعد جب قادیان میں صدر انجمن اور تحریک جدید اور وقف جدید کے ادارہ جات نے کام کرنا شروع کیا تو ناظر سے لیکر مددگار کارکن تک سب انہی درویشوں میں مہیا ہو گئے اور سالہا سال تک انہوں نے وقف کی روح سے خدمت کی توفیق پائی۔

پھر اللہ نے وہ دن بھی دکھایا کہ بعض درویشان اور کم تعلیم یافتہ مددگار کارکنان جنہوں نے نہایت معاشی تنگی کے باوجود اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی تو ان میں سے بعض قادیان کے ادارہ جات میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کئے گئے اور بعض بیرون ممالک میں جا بسے۔ چنانچہ بعض درویشوں کی اولاد لندن، جرمنی، امریکہ، کینیڈا، جاپان، آسٹریلیا وغیرہ میں سیٹ ہوگئی اور ان ضعیف العمر درویشوں کے لئے موقع تھا کہ اپنے بچوں کے پاس جا کر آباد ہوں اور آرام و آسائش سے زندگی کے بقیہ دن گزاریں لیکن اکثر درویشان نے بچوں کے مطالبہ پر کہہ دیا کہ آئندہ ایسی بات نہ کرنا۔ ہم نے درویشی قبول کی ہے اب جینا مرنا قادیان کی سرزمین سے ہی وابستہ ہے۔ چنانچہ بعض درویشان جنکی بیویاں وفات پا چکی تھیں اور بچے سب بیرون ممالک میں مقیم تھے بڑھاپے کی عمر میں آخری سانس تک اکیلے قادیان میں رہتے رہے اور اب بہشتی مقبرہ میں آرام یافتہ ہیں۔

بہرحال درویشان قادیان کا یہ ایک مختصر سا تعارف ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مکرم چوہدری عبد الرشید صاحب آرکیٹیکٹ آف لندن کو جنہوں نے مرحوم درویشان قادیان کے مطبوعہ ذکر خیر کو اکٹھا کر کے اپنی تالیف۔ میری پسندیدہ بستی قادیان دار الامان۔ کی جلد دوم میں شائع کرنے کی توفیق پا رہے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ازدیاد علم و ایمان کا موجب ہوگا۔

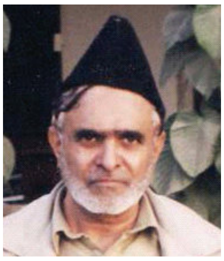
خاکسار

محمد انعام غوری

ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان

28اپریل 2019

بسم اللہ الرحمن الرحیم



الٰہی نوشتوں کے مطابق جماعت احمدیہ کو اپنے دائمی مرکز قادیان دارالامان سے تقسیم ہند کے وقت 1947ء میں ہجرت کرنی پڑی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ مشرقی پنجاب میں فتنہ و فساد اور قتل و غارت کے سخت ترین حالات پیدا ہو چکے تھے۔ ایسے وقت میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے احباب جماعت کو قادیان دارالامان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت اور آبادی کی خاطر قادیان جانے کی تحریک فرمائی۔ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مخلصین جماعت نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ چنانچہ 313 احباب کو قادیان میں رہنے کی سعادت ملی۔ قادیان جانے کے لئے ان عشاق کی ایک عجیب والہانہ کیفیت تھی۔ لوگ تو وہاں سے جانیں بچانے کی خاطر قافلہ در قافلہ پاکستان کی طرف رواں دواں تھے لیکن یہ عاشق قادیان جانے کے لئے بے تاب اور بے قرار تھے۔ ایک واقعہ مثالاً عرض ہے کہ تحصیل لودھراں ضلع ملتان کے دو بھائی چوہدری عبداللہ صاحب اور چوہدری عبدالرحمان صاحب پسران چوہدری نور محمد صاحب اس بات پر اصرار کر رہے تھے کہ ایک کہتا میں قادیان جاؤں گا تم گھر رہو۔ دوسرے کی ضد تھی کہ نہیں میں نے جانا ہے تم گھر کے کام سنبھالو۔ جب اتفاق نہ ہوا تو طے ہوا کہ قرعہ اندازی کر لیتے ہیں۔ قرعہ ڈالہ گیا تو چھوٹے بھائی عبدالرحمان صاحب کا نام نکلا۔ بڑے بھائی نے کہا نہیں دوبارہ قرعہ ڈالو۔ چنانچہ تین دفعہ قاعہ ڈالا گیا اور تینوں دفعہ چھوٹے بھائی عبدالرحمان صاحب کا نام نکلا۔ بڑے بھائی نے کہا۔ میں بڑا ہوں اس لئے میرا فیصلہ ہے کہ قادیان میں نے جانا ہے۔ اس طرح بڑے بھائی قادیان چلے گئے اور فرائض منصبی ادا کر کے وہیں اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ و منھم من قضیٰ نحبہٗ۔

قادیان سے پاکستان کے لئے آخری قافلہ 26 نومبر 1947ء کو روانہ ہوا اور اسی تاریخ سے ان 313 بزرگوں کا درویشی کا دور شروع ہوا۔ خاکسار نے ان میں سے بہت سے بزرگوں کو قادیان میں عبادات اور دعاؤں میں زندگی گزارتے خود مشاہدہ کیا۔ ایک دفعہ خاکسار بہشتی مقبرہ قادیان میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کے لئے حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک درویش دنیا و مافیہا سے بے خبر ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے ہیں۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ خاکسار دعا کے بعد واپس آ گیا کوئی تین چار گھنٹے کے بعد جب واپس بہشتی مقبرہ گیا تو درویش بھائی اسی طرح ہاتھ اٹھائے دعا کر رہے تھے۔ اور یہ ایک درویش کی بات نہیں خدا کے فضل سے بھاری اکثریت ایسی ہی تھی۔

یہ بزرگ عشق و محبت اور خلوص کے جو جذبات لیکر قادیان گئے تھے وہ جذبات زیادہ ہی ہوئے کم نہیں۔ ہمارے ایک درویش بھائی عطاء اللہ صاحب تھے جو حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب ہلالپوریؓ کے عزیز تھے۔ ان کے بیوی بچے پاکستان میں تھے اور یہ اکیلے قادیان میں۔ تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں ٹیچر تھے۔ ریٹائر ہوئے۔ عمر زیادہ ہوگئی تو بیمار رہنے لگے۔ زیادہ تکلیف ہوئی تو ایک دو نوجوانوں کو ان کی خدمت پر متعین کیا گیا۔ خاکسار ان کو ملنے گیا تو ان کی حالت دیکھ کر ان سے عرض کیا۔ آپ کی عمر بھی زیادہ ہے اور بیمار بھی ہیں اگر آپ پاکستان اپنے بیوی بچوں کے پاس جانا چاہیں تو نظارت خدمت درویشاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت میں اجازت کی درخواست کرے۔ مکرم ماسٹر عطاء اللہ صاحب کے نحیف جسم میں قوت پیدا ہوئی اور بولے نہیں ہرگز نہیں۔ آپ میری فکر نہ کریں۔ مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں۔ میں قادیان چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ پھر اس فدائی نے زندگی کا بقیہ عرصہ وہیں گزارا اور وہیں خدا کے حضور جا پہنچے۔ اسی مقدس بستی کی خاک میں ان کی خاک بھی شامل ہوگئی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔ یہ درویشان معمولی نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے غیر معمولی اور بے مثال قربانیوں کی تاریخ رقم کی ہے۔ یہ ہمارے محسن ہیں۔ جنہوں نے ہم سب کی جگہ عظیم ذمہ داریاں ادا کی ہیں۔ ان کے بارہ میں مکرم چوہدری عبدالرشید آرکیٹیکٹ صاحب نے کتاب "درویشان قادیان" تحریر فرمائی ہے۔ ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ درویشان قادیان کی اولادوں سے خاکسار کی عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ ہمت کر کے ان کے نیک اعمال کو زندہ رکھیں اور حسنات میں ان کے وارث بننے کی بھرپور کوشش فرمائیں۔ وَبِاللہِ التَّوْفِیْق۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے درویشان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ "آپ وہ لوگ ہیں جو ہزاروں سال احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے۔ اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔" (رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر)

خاکسار اللہ بخش صادق، ربوہ 13 دسمبر 2018ء

بچپن کی یادیں



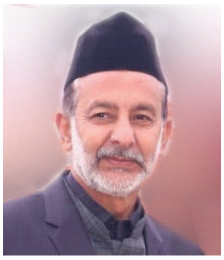
خاکسار کا تعلق کیرالہ کے گاؤں کوڈالی سے ہے۔میرے والد فخرالدین صاحب مرحوم تبلیغ وتجارت کی غرض سے سکندر آباد میں عبداللہ بھائی الہ دین صاحب مرحوم کے پاس ٹھہرتے تھے اور وہاں سے سیدھا قادیان آتے تھے۔اور یہ سلسلہ خلافت اولیٰ کے وقت سے جاری تھا۔خلافت ثانیہ میں یہ تحریک درویشان عمل میں آئی اور مکرم فخرالدین صاحب مرحوم درویش بن گئے۔والد صاحب مرحوم مجھے اور میری والدہ صاحبہ کو لیکر قادیان میں 1950ء میں مستقل طور پر آگئے۔اس وقت قادیان میں صرف پانچ فیملیاں آباد تھیں۔ان کے علاوہ باقی تمام درویشان ہی تھے۔1951ء سے درویشان کی بیویاں پاکستان سے آنا شروع ہوئیں اور جن درویشوں کی شادیاں نہیں ہوئی تھیں ان کی شادیاں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ہوئی اس طرح عرصہ چار پانچ سالوں میں اکثر درویشان مجرد کی فہرست سے نکل کر فیملی والے بن گئے اور یہاں سے ہی اصل تکلیف کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔درویشان کی اکثریت مالی اعتبار سے بہت کمزور تھی لیکن اس غربت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے ان درویشان نے اور جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں سے عورتیں قادیان آئی تھیں انہوں نے بھی کمال صبر کے ساتھ اپنی زندگی گزاری۔مزے کی بات یہ ہے کہ تمام عورتیں جو ہندوستان بھر سے شادی ہو کر آئی تھیں یہ ایک دوسرے کی زبان سے بالکل ناواقف تھیں۔

غربت کا یہ حال تھا کہ ایک درویش ہوٹل میں چائے پی رہے تھے میں نے اس سے پوچھا آپ روز چائے پیتے ہیں۔گھر والوں کا خیال کیوں نہیں رکھتے۔مرحوم اپنی طبیعت میں مذاق کا ذوق رکھتے تھے۔میرا یہ سوال سن کر مجھ سے کہا۔بیٹھ جا پُتر۔چنانچہ ان کے حکم پر خاکسار بیٹھ گیا اور مجھ سے سوال کیا کہ یہ چائے کتنی قیمت کی ہے؟۔میں نے کہا ایک ٹکے کی ہے۔اس وقت روپئے میں 16 آنے ہوتے تھے جس کے 32 ٹکے بنتے تھے۔مرحوم نے کہا یہ میں اس چائے سے روز صبح کا ناشتہ کرتا ہوں اور اس سے زیادہ سستا ناشتہ نہیں ہوسکتا۔میں چائے کا عادی ہوں اور صبح مجھے چائے چاہئے۔اس کے بعد دوپہر میں گھر جاتا ہوں جہاں 2 آنے کی پتلی دال بنتی ہے اور اس میں اتنا پانی ڈالا جاتا ہے جس سے سارا خاندان ایک ایک روٹی کھاتا ہے اور شام کا کھانا بھی اسی سے چلے گا۔مرحوم نے بتایا کہ میرے بچے صبح روٹی کے ساتھ مرچ پیس کر کھاتے ہیں جس کی وجہ سے سارے بچوں کی لیڑین میں خون آتا ہے۔یہ سب سننے کے بعد میں نے معذرت کی تو مرحوم نے کہا مجھے تمہارے اس سوال سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی کیونکہ میری اولاد بھی یہی کہتی ہے کہ ابا کب تک آپ کا ایسا ناشتہ ہوتا رہے گا؟

خاکسار اکثر شکار کے لئے قادیان کے اطراف میں جایا کرتا تھا۔ہرچوال نہر کے کنارے شیشم کے بے شمار پودے لگے ہوتے تھے۔خاکسار نے متعدد مرتبہ ایک درویش کو دیکھا کہ موصوف درخت کے آخری کنارے پر چڑھے ہوئے ہیں اور سوکھی لکڑیاں توڑ رہے ہیں۔دیکھنے والا انسان کو اس اونچائی کو دیکھ کر پریشان ہوجاتا تھا۔میرے ساتھ چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم جن کی کتاب درویشان کے تعلق سے چھپی ہے۔وہ پھول جو مرجھا گئے۔اس بزرگ کو بُلا کر کہا۔آپ اتنی اونچائی پر نہ چڑھا کریں،چوٹ لگ جائے گی۔کیونکہ آپ پہلے ہی سے ایک پیر سے معذور ہیں موصوف درویش نے جواب دیا۔چوہدری صاحب رات کی روٹی کے لئے چولہا اسی سے جلے گا۔ایک درویش کے بیٹے نے مجھے سنایا کہ ہم آپ کے پڑوسی ہوا کرتے تھے۔میں آپ کے گھر سے بچی کھچی سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے لاکر پانی میں بھگو کر گزارہ کرتا تھا اور آج اللہ کے فضل سے اس کے دو بیٹے ایک ڈاکٹر اور ایک انجینئر ہے۔ہندوستان کے صوبہ جات میں جن درویشوں کی شادیاں ہوئی تھیں اپنے حالات کے مطابق چند لوگوں کو ہی دعوت میں بلایا جاتا تھا۔ہدایت ہوا کرتی تھی کہ چمچ اور پلیٹ اپنی اپنی ہی لیکر آیا کریں۔یہ بہت ابتدائی دور کی باتیں ہیں۔

بعض درویشان اچھے گھروں سے تعلق رکھتے تھے لیکن درویشی میں زندگی گزارنے کے لئے ان کو ہر کام کرنا پڑا۔ایک درویش احمدیہ چوک میں جوتوں کی مرمت کیا کرتا تھے۔میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ ان کی قومیت یہ نہیں تھی بعض درویش تہجد کے بعد قادیان سے دوتین میل کے فاصلہ پر اینٹوں کے بھٹوں پر جا کر مزدوری کیا کرتے تھے اور دفتر ٹائم پر پہنچ جاتے تھے۔روٹی کمانے کے لئے ان بزرگان نے کبھی کسی کام کو عار نہیں سمجھا اور با عزت رنگ میں اپنی درویشی مکمل کی۔دور درویشی میں بعض خاندان باغ حضرت مسیح موعودؑ کے پتے اکٹھا کرتے تھے اور اپنا کمرہ بھر لیتے تھے جو کہ سال بھر چولہے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔بعض صحابی بوڑھے تھے یا غیر صحابی تھے جن کی بیوی اور بچے نہیں تھے۔ان سب کو نواب محمد علی صاحبؓ کے مکان کے نیچے رکھا گیا تھا۔ایک درویش اپنے بچوں کو ساتھ لیکر جمعہ کے دن ان کو نہلایا کرتے تھے۔یہ ان کی بہت بڑی نیکی تھی۔اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزاء خیر عطا فرمائے۔ رفیق احمد مالاباری۔ 25 جولائی 2019ء۔قادیان

بچپن کی چند حسین یادیں



خاکسار کے والد صاحب محترم عبدالقدیر صاحب چٹھہ درویش مرحوم کا تعلق موضع مولیکے ضلع گوجرانوالہ پاکستان سے اور والدہ صاحبہ محترمہ امتہ القیوم صاحبہ مرحوم کا تعلق چک نمبر 35 جنوبی ضلع سرگودھا پاکستان سے تھا۔ تقسیم ملک سے قبل دونوں کو قادیان میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ پارٹیشن کے وقت محترم والد صاحب اپنی شادی کے سلسلہ میں اپنے گھر آئے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مقامات مقدسہ کی حفاظت اور ان کو آباد رکھنے کیلئے قادیان جانے کی تحریک کی تو محترم والد صاحب نے ہمارے دادا صاحب محترم چوہدری سردار خان صاحب چٹھہ مرحوم کے مشورہ سے اپنا نام بھی لکھوا دیا۔ مختلف گروپوں میں خدام کو قادیان بھجوایا جاتا تھا۔ چند ماہ میں محترم والد صاحب کو بھی قادیان آنے کا موقعہ مل گیا اور آپ ہماری والدہ صاحبہ کو شادی کے کچھ ماہ بعد گاؤں میں چھوڑ کر قادیان آ گئے۔ اس وقت ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ یہاں پہنچ کر محترم والد صاحب کو حفاظتی ڈیوٹیوں کے علاوہ اسٹور وغیرہ میں بھی خدمت کا موقعہ ملتا رہا۔ حالات کچھ سازگار ہونے پر غالباً 53-1952 میں محترمہ والدہ صاحبہ کو قادیان آنے کا موقعہ ملا اور وہ بھی قادیان آ گئیں۔ دونوں میاں بیوی کا تعلق زمیندار فیملیوں سے تھا اور دونوں کے گھروں میں کھانے پینے اور رہنے کے لئے ہر طرح کی سہولتیں موجود تھیں۔ بلکہ خاکسار کے نانا جان محترم ہدایت اللہ صاحب مرحوم اپنے گاؤں کے نمبردار بھی تھے۔ لیکن یہاں آ کر شروع کے دور میں تو گھریلو سہولتیں تو نہ ہونے کے برابر تھیں بلکہ کھانے پینے کی اشیاء کی بہت کمی تھی۔ لیکن اکثر یہ ذکر کیا کرتے تھے کہ کبھی کبھی گھر کے حالات یاد کر کے محسوس ہوتا تھا کہ حالات بہت مشکل ہیں لیکن ساتھ ہی ذہن میں آتا تھا کہ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ اپنے خاندان میں سے ہم کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ہم کو مرکز احمدیت کی حفاظت اور اس کو آباد رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے۔

خاکسار کی پیدائش 1964 کی ہے۔ ہم نے بچپن میں دیکھا ہے کہ اکثر درویشوں کے گھروں میں رہنے سہنے اور کھانے پینے کی اشیاء کی بہت کمی تھی اور جن فیملیوں کے بچے زیادہ تھے ان گھروں میں بچوں کو پیٹ بھرنے کے لئے پوری طرح کھانا بھی نہیں ملتا تھا۔ اس کے باوجود کبھی کسی درویش یا ان کی اہلیہ کی طرف سے کوئی شکوہ یا شکایت سننے یا دیکھنے کو نہیں ملتی تھی۔ پہلے 1965 کی جنگ اور پھر 1971 کی جنگ کی وجہ سے پاکستان کے بارڈر بھی کافی عرصہ بند رہے اور پاکستان آنا جانا بند ہو گیا۔ خط آنے پر کئی ماہ لگ جاتے تھے۔ پاکستان میں فیملی میں کسی غمی خوشی کی اطلاع بھی نہیں ملتی تھی۔ خاکسار کو یاد ہے ہماری دادی جان کی وفات کی اطلاع بھی غالباً ڈیڑھ ماہ بعد محترم والد صاحب کو بذریعہ خط ملی تھی۔ فیملیوں کو ہی اپنا رشتہ دار سمجھا ہوا تھا اسی وجہ سے ہم اپنے والد صاحب کے علاوہ درویشان کو چاچا جان اور والدہ صاحبہ کے علاوہ درویشان کی بیگمات کو خالہ جی کہہ کر بلاتے تھے۔ بلکہ ہر ایک فیملی ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں بھی بالکل قریبی اور خونی رشتہ داروں کی طرح شامل ہوتے تھے۔

تقسیم ملک سے قبل قادیان کی آبادی کی اکثریت احمدی تھی اور گردونواح کے دیہات میں بھی احمدیوں کے علاوہ دوسری مسلم آبادی بہت تھی۔ یہ سب لوگ پاکستان ہجرت کر گئے اور پاکستان سے غیر مسلم سکھ اور ہندو آبادی قادیان اور گردونواح کے دیہات میں ہجرت کر کے آ گئے۔ کیونکہ اس وقت دونوں طرف سے جہاں شریف النفس افراد نے بہت مدد کی وہاں ہی دونوں طرف سے شرارتی عناصر کی طرف سے قتل و غارت اور لوٹ مار بھی کی گئی۔ ہجرت کر کے قادیان اور گردونواح کے دیہات میں جو غیر مسلم سکھ اور ہندو فیملیاں آئیں ان میں سے بہت سی فیملیاں ایسی تھیں جن کا ہجرت کے دوران مالی اور جانی نقصان ہوا تھا۔ اس وجہ سے ان درویشان کا ان حالات میں قادیان میں رہنا واقعی بہت مشکل تھا۔ اس بارے میں خاکسار کو ایک قادیان کے ایک معزز سکھ فیملی کے بزرگ نے خود بتایا کہ جب ہم لوگ پاکستان سے قادیان آ کر آباد ہوئے۔ تو آپ کے بزرگان (درویشان) تھوڑی تعداد میں ادھر رہتے تھے۔ ان کو دیکھ کر ہماری آنکھوں میں خون اُتر جاتا تھا کہ ہم اپنا سب کچھ لٹا کر مشکل سے جان بچا کر یہاں پہنچے ہیں اور یہ لوگ یہاں آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی مار کر یہاں سے نکالنا چاہتے تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اور ان بزرگوں کے اخلاق اور پیار نے ہم کو مجبور کر دیا کہ یہ ویسے نہیں جن لوگوں نے ہم کو ہجرت کے وقت نقصان پہنچایا ہے۔ بلکہ یہ تو الگ ہی مخلوق ہیں اور باوجود محدود وسائل کے اور کسم پرسی میں بھی ہر ایک کی مشکل میں مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہر کام ایمانداری سے کرتے ہیں وغیرہ۔ اس غیر مسلم سکھ بزرگ کی باتوں کی

تصدیق بعد میں محترم ستنام سنگھ باجوہ سابق وزیر پنجاب کی بیگم صاحبہ محترمہ گوربچن کور باجوہ آف قادیان (والدہ محترمہ پرتاپ سنگھ باجوہ سابق وزیر ایم پی قادیان) نے بھی کئی مرتبہ خاکسار کے سامنے بیان کیا کہ آپ کے بزرگان بہت پیار محبت اور عقیدت رکھنے والے لوگ تھے۔

مالی حالات بہت اچھے نہ ہونے کے باوجود بہت ایماندار تھے۔ اسی وجہ سے محترم ستنام سنگھ باجوہ اور وہ خود گھر کے زیور وغیرہ یا اور کوئی قیمتی اشیاء کہیں جاتے وقت محترم حضرت میاں وسیم احمد صاحب یا خاکسار کے والد چوہدری عبدالقدیر صاحب کے پاس امانتاً رکھوا دیتے تھے۔ اور ضرورت پڑنے پر واپس لے لیتے تھے۔ موصوفہ نے یہ بھی بتایا کہ 1987 میں اپنی وفات سے قبل آپ کے والد صاحب محترم چوہدری عبدالقدیر صاحب ہمارے گھر تشریف لائے اور کچھ زیورات جو موصوف کے پاس امانتاً رکھے تھے۔ واپس لوٹاتے ہوئے بتایا کہ میں کل پاکستان جارہا ہوں اس لئے آپ کی امانت واپس کرنے آیا ہوں موصوفہ نے بیان کیا کہ انہوں نے ان کو کہا کہ آپ نے چند دن بعد واپس آجانا تھا پھر واپس کر دیتے اتنی جلدی کیا تھی تو موصوف نے جواب دیا بہن جی زندگی کا کیا پتہ ہے اس لئے آپ کی امانت اپنے ہاتھ سے خود واپس کرنے آیا ہوں۔ وہ اس پر جذباتی ہوجاتی تھیں کہ واقعی پاکستان جا کر چند یوم کے بعد ان کی اچانک وفات ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اور ان کی Dead Body قادیان لائی گئی۔

اس طرح محترم والد صاحب مرحوم چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش کے نام قادیان میں چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کوٹھی کے قریب مین روڈ پر کچھ قیمتی اراضی بھی تھی۔ جس کے بارے میں ہماری فیملی کے کسی فرد کو کوئی علم نہیں تھا۔ اپریل 1987 میں لاہور میں وفات سے ایک دن قبل موصوف نے خاکسار کو میو ہسپتال کے آئی سی یو وارڈ میں بلوا کر خاص طور پر بتایا کہ قادیان میں میرے نام پر کچھ اراضی ہے۔ جو کہ میری نہیں ہے کسی دوست کی امانت ہے اس پر میری فیملی کے کسی فرد کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ ان کے سپرد کرنی ہے وغیرہ۔ اگلے دن ان کی وفات کے بعد قادیان آنے پر بھی محترم والد صاحب نے یہی تحریر کیا ہوا تھا کہ یہ فلاں کی امانت ہے میرے ورثا کا اس زمین پر کوئی حق نہیں ہے وغیرہ۔ بعد میں ہماری فیملی کو یہ اراضی محترم میاں وسیم احمد صاحب مرحوم امیر مقامی کے ذریعہ اس کے اصل مالک کے سپرد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد اللہ۔

اسی طرح خاکسار نے بچپن میں یہ بھی دیکھا کہ محلہ احمدیہ کے اردگرد ایک بڑی صاف پانی کی ڈھاب تھی جس میں لوگ نہاتے تھے۔ اور اس میں مچھلی بھی تھی وہ بھی پکڑتے تھے۔ بہت سارے درویشان غربت کے اس دور میں روز کچھ مچھلی پکڑتے تھے جہاں وہ گھر میں پکانے کے کام آتی تھی باقی وہ فروخت کر کے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ درویشان کے اکثر بچوں نے اس ڈھاب میں تیرنا بھی سیکھا۔ گرمیوں میں یہ ڈھاب سوکھ بھی جاتی تھی۔ اس کی چکنی مٹی برتن وغیرہ بنانے کے علاوہ گھروں کی چھتوں پر لپائی کے کام آتی تھی۔ بعد میں لوگوں نے اس ڈھاب میں گھر کی نالیوں کا گندا پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ اب تو چھ سات سال قبل سرکار کی طرف سے اس ڈھاب کو بند کر کے باقاعدہ Covered نالہ پائپ ڈالکر بند کر دیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے 1984 میں ربوہ سے لندن شفٹ ہونے کے بعد قادیان اور انڈیا کے تعمیر نو کے معاملات اور دوسرے کاموں کے سلسلہ لندن سے نمائندگان جائزہ کیلئے آنے شروع ہوئے۔ جس میں خاص طور پر محترم چوہدری عبدالرشید آرکیٹیکٹ آف لندن کا ذکر ضروری ہے۔ کیونکہ موصوف کے جائزہ کے لئے آنے کے بعد ہی قادیان کے خستہ حال مکانوں عمارتوں وغیرہ کی حالت بدلنی شروع ہوئی اور قادیان میں نئی عمارات، گیسٹ ہاؤسز اور رہائشی مکانات بننے شروع ہو گئے۔ الحمد اللہ۔ اس کے بعد 1991 میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا قادیان کا بابرکت دورہ ہوا۔ اس وقت پنجاب میں دہشت گردی کی وجہ سے حالات بہت خراب تھے اور ہر طرف قتل و غارت کے واقعات عام تھے اس وجہ سے ساری دنیا کی جماعتیں۔ جماعتی انتظامیہ بہت پریشان تھی کہ ان حالات میں دورہ کیسے مکمل ہوگا۔ لیکن سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی ڈر خوف یا رکاوٹ کے تشریف لائے اور دہلی سے قادیان اور گردونواح کا دورہ کیا۔ حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف جماعتی ادارہ جات وغیرہ کا جائزہ لیا بلکہ قادیان کے درویشان وغیرہ کے گھروں میں بھی تشریف لے گئے اور خود سارے حالات دیکھے۔ اس دورہ سے واپسی کے بعد تو قادیان کے حالات بڑی تیزی سے بدلنے لگے۔ بلکہ اس بابرکت دورہ کے بعد پنجاب میں پھیلی ہوئی دہشت گردی بھی ختم ہونا شروع ہوگئی اور کچھ عرصہ میں حالات پر امن ہو گئے۔ الحمد اللہ۔ حقیقت میں حضور انور رحمہ اللہ کا یہ بابرکت دورہ قادیان اور پنجاب کے حالات بدلنے میں سنگ میل ثابت ہوا۔

عبدالواسع چٹھہ

میونسپل کونسلر قادیان 11 فروری 2023

صبروشکر کی پیکر، میری پیاری درویش والدہ اور خالائیں

(امۃ النصیر بشریٰ، پرنسپل تعلیم الاسلام سینئر سیکنڈری اسکول قادیان)

ہو فضل تیرا یاربّ یا کوئی ابتلاء ہو
راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہو

ہم دورِ اوّل زمانہ رسول ﷺ کے بارے میں سنتے رہے اور پھر دورِ آخر الزماں مسیح ومہدی علیہ السلام کے بارے میں بھی سنتے رہے اور پھر خدا تعالیٰ نے اُن خوش قسمت اولادوں میں شامل کرلیا جنہوں نے دورِ درویشی اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی اور دل و دماغ میں دورِ درویش کی یادیں نقش ہو گئیں جنہیں یاد کرکے اور جنہیں بیان کرکے دِل کی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی صرف دیکھنے والا محسوس کرکے محو ہوسکتا ہے۔

خاکسار کو مکرم فتح محمد صاحب گجراتی درویش کی بیٹی اور مکرم بشیر احمد صاحب کالاافغاناں درویش کی بہو ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للہ۔ خاکسار اِن درویشوں کی بیویوں یعنی میری درویش والدہ اور درویش خالاؤں کے نام یہ مضمون ہدیہ کرتی ہے۔ و باللہ توفیق۔

1947ء میں پاکستان سے 313 درویش حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر حفاظت قادیان دارالامان کے لئے آئے جن میں میرے والد صاحب بھی اپنی بیوی اور چار بچوّں کو گجرات پاکستان میں چھوڑ کر تقریباً 41 سال کی عمر میں قادیان کی حفاظت کے لئے آگئے۔ پارٹیشن کے فسادات ختم ہوجانے کے بعد حضرت المصلح موعودؓ کے ارشاد پر جو اپنی بیویاں قادیان لاسکتے ہیں لے آئیں اور جو نہیں لاسکتے اور غیر شادی شدہ ہیں وہ ہندوستان میں ہی شادی کرلیں۔ میرے والد صاحب اور مکرم عظیم صاحب درویش مرحوم اُڑیسہ کی جماعت میں رشتہ دیکھنے کے لئے گئے۔ اُڑیسہ کے مولوی صاحب جس گھر میں میرے والد صاحب کو لے کر گئے اُن کی بھی ایک حیرت انگیز کہانی تھی۔ میرے نانا جان مکرم ناصر الدین صاحب آف پنکال اُڑیسہ کے 3-2 بچےّ پیدا ہوکر فوت ہوگئے تھے۔ میری والدہ صاحبہ محترمہ صغیرہ بیگم کی پیدائش متوقع تھی اور میرے نانا جان اور نانی صاحبہ پنکال کے جنگل میں دُعاؤں کے لئے چلے گئے اور منّت مانی کی یا اللہ اس بار ہمارا بچہّ عمر دراز والا ہو اور جو بھی بچہّ ہوگا اسے ہم قادیان کے لئے وقف کردیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری والدہ صاحبہ کی ولادت ہوئی اور کچھ دنوں تک وہ لوگ جنگل میں ہی رہے اور پھر میری والدہ نے تقریباً 75 سال کی عمر پائی اور اس کے بعد تین اور بچےّ بھی لمبی عمر والے پیدا ہوئے۔

بہرحال 18 اپریل 1954ء کو میرے والد صاحب میرے نانا جان کے گھر رشتہ کے لئے پہنچے اور اُس وقت میری والدہ صاحبہ تقریباً 14 سال کی تھیں اور قرآن مجید پڑوس سے پڑھ کر آرہی تھیں۔ فوراً نانا جان کو اپنی منّت یاد آئی اور انہوں نے میرے والد صاحب کے ساتھ میری والدہ کے رشتہ کے لئے ہاں کردی۔ اور 5 دن بعد چند کپڑوں کے ساتھ رخصتی کردی اُس وقت میرے والد صاحب کی عمر تقریباً 45 سال کی تھی۔ اور پہلے شادی ہوئی تھی، جن سے چار بچےّ پاکستان میں تھے۔ والد صاحب قادیان میں درویش تھے اور میری والدہ 14 سال کی تھیں۔ لیکن نانا اور نانی کا ایمان و تقویٰ ایسا مضبوط کہ یہ عمر کا فرق کوئی معنی نہ رکھتا تھا۔ والدہ صاحبہ کو ایک ہی نصیحت کی کہ تم بہت خوش قسمت ہو، درویش کی بیوی بن رہی ہو۔ قادیان جارہی ہو۔ ہر حال صد شکر سے اپنے خاوند کے ساتھ زندگی گزارنا مورخہ 27 اپریل 1954ء کو 3 دنوں کے سفر کے بعد والد صاحب والدہ صاحبہ کو لے کر قادیان آگئے۔

میری والدہ بتاتی تھیں کہ مجھے نہ زبان آتی تھی، نہ پکانا آتا تھا لیکن قادیان میں پڑوس کی عورتیں ہر روز مجھے پکانا سکھاتیں۔ قادیان کے طور طریقے سکھاتیں اور بس پھر کیا تھا۔ میرے لئے دوسری درویشوں کی بیویاں ہی سب کچھ تھیں صبر شکر ایسا آیا کہ جیسے گھٹی میں ہو۔ درویشوں کی اولادیں ہونے لگیں۔ ماحول بچوّں سے پر رونق ہوگیا۔ سب ایک دوسرے کی بہنیں بن گئیں اور ہر بچےّ کی اپنی ماں امّی اور دوسری عورتیں سب خالائیں ہوگئیں۔

سب کے گھر ایسے لگتے تھے جیسے اپنے ہی گھر کے دوسرے کمرے ہیں۔ بہت پیار محبت، مل جل کر رہنا، مل بانٹ کر کھانا، مل جل کر پڑھنا، ایک دوسرے کے گھر بوقت ضرورت سب کام بھی کرلیتے۔ بہت خلوص، پیار محبت، صبر شکر کا سبق والدین کا پڑھایا ہوا بہت یاد آتا ہے۔ جیسے ایک Reel Rewind

کر دی جائے۔ محلّہ کی خالہ صغیرہ کے گھر بڑے سے صحن میں دھریک کی ٹھنڈی چھاؤں کے نیچے گرمی کی چھٹیوں میں تین چار چارپائیاں بچھا کر 5-6 ہماری محلّہ کی لڑکیاں سویٹر بنانے کے لئے، اون سلائیاں لے کر سیکھنے کے لئے بیٹھ جاتیں۔ اور خالہ جی اپنا سویٹر بناتیں اور ہمیں بھی سکھاتیں اور گپیں بھی چلتیں۔ اسی طرح دوسرے محلوں میں بھی بچیوں کو خالائیں کچھ نہ کچھ ہاتھ سے بنانے کا ہنر سکھاتیں اور ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا دَور بھی چلتا۔

میری والدہ اور محلے کی خالائیں اپنے گھر کا سارا کام نماز تہجد، نماز فجر اور تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہو کر چائے پی کر جو صبح کا کام شروع کرتیں اور تقریباً 9 بجے تک فارغ ہو کر بیت الدعا کے لئے نکل جاتیں اور نہ جانے کیا کیا خدا سے مانگتیں۔ جس کا پھل آج اُن کی اولادیں کھا رہی ہیں۔ شکر الحمد للہ۔ اور یہ اُن کا معمول ہوتا۔

رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر دیکھنے کے شوق میں محلہ کی خالائیں ہمارے گھر میں اکٹھی ہو کر دیر تک جاگتیں اور قرآن کریم پڑھتیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری والدہ کے بھی اور تمام درویش خالاؤں کے چار سے آٹھ تک بچّے ہوئے اور سب ایک دوسرے کے گھر دورانِ زچگی، زچہ بچہ کے ساتھ ساتھ باقی فیملی کا بھی خیال رکھتیں۔ بعض اوقات ان کے گھر والے بھی وہیں کھانا تناول کرتے۔ اخلاقیات اور تربیت سکھانے کا سب درویش خالاؤں میں ایسا اچھا انداز ہوتا کہ کسی کام کو نہ کرنا مشکل ہو جاتا۔

مجھے یاد ہے ایک بار ابھی میری شادی نہیں ہوئی تھی اور میں اسکول میں ٹیچر بھی تھی۔ بچّوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتی تھی اور پرائیویٹ طور پر MA Urdu کے امتحان دینے کی تیاری بھی کر رہی تھی اور علاوہ ازیں لوکل لجنہ کی سیکریٹری مال بھی تھی۔ میں نے سوچا فی الحال صدر صاحب لجنہ اماء اللہ قادیان سے سیکریٹری مال کے کام کی معذرت کر لیتی ہوں۔ میں نے بڑی ہمت جُٹا کر ڈرتے ڈرتے صدر صاحبہ محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ سے کہا خالہ جی کام بہت ہے میں ابھی سیکریٹری مال کا کام چھوڑنا چاہتی ہوں۔ خالہ جی نے کہا! ''چپ کر کے دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ اور دُرود شریف پڑھو، سب ہو جائے گا کوئی کام نہیں چھوڑنا۔'' خاکسار جی بول کر چپ چاپ دفتر سے باہر آ گئی اور کام کو جاری رکھا۔ محترمہ عائشہ خالہ جو یوپی سے بیاہ کر قادیان آئی تھیں۔ انہیں کھانا پکانے کا بہت شوق تھا لیکن دورِ درویشی کہ ہر حال میں صبر شکر کے ساتھ تھوڑا بہت جو ہے اُسی سے گزارہ کرنا ہے۔ Recepies تو بہت آتی ہیں لیکن سامان نہیں۔ اور ہمارے گھر بھینس اور ٹھیکہ پر کھیت ہونے کی وجہ سے دودھ اور اناج بہت ہوتا۔ برسات کے موسم میں میری والدہ چاول، دودھ، آٹا اور گُڑ عائشہ خالہ کے گھر لے جاتیں اور پھر وہ گُل گُلے اور چیلا بناتیں اور پھر اُن کی فیملی اور درویش خالائیں اپنا اور اپنے بچوں کی تفریح کا پروگرام بناتیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب بھی درویشوں کے بچوں بچیوں کے اسکول کے سالانہ ریزلٹ نکلتے والدین تو خوش ہوتے ہی، محلّے والے بھی بہت خوش ہوتے اور مبارک بادیاں ملتیں اس کے علاوہ ممبران مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ قادیان میں سے ایک گروپ جس میں خاص طور سے حضرت سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ آپا جان صدر لجنہ اماء اللہ بھارت محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ بڑی اُستانی جی صدر لجنہ اماء اللہ قادیان، خالہ رشیدہ صاحبہ سیکریٹری خدمت خلق، خالہ امۃ الرحمٰن صاحبہ سیکریٹری مال، خالہ معراج سلطانہ صاحبہ سیکریٹری تبلیغ قابل ذکر ہیں۔ درویشوں کی بچیوں کی خوشی میں شامل ہونے کے لئے اُن کے گھروں میں جاتیں۔ جس کا انتظار سب پاس ہونے والی بچیوں کی درویش مائیں کر رہی ہوتی تھیں۔

اصلیت میں نہ کسی کا کوئی رشتہ دار تھا، نہ مائکا، نہ سسرال تھا، نہ خالہ، نہ چاچا تھے لیکن حقیقت میں سب کا سسرال بھی قادیان دارالامان، سب کا مائکہ بھی قادیان دارالامان، سب کے چچا بھی درویش، سب کی خالائیں بھی درویشوں کی بیویاں۔

آج چند گنتی کی درویش خالائیں حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صحت و تندرستی والی عمر سے نوازے اور جو اِس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اللہ تعالیٰ انہیں اگلے جہان میں جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ اور تمام کی اولادوں کو اپنی رضا کی راہوں پر چلاتے ہوئے بے شمار فضلوں سے نوازے اور ہمیں بھی صبر و شکر کا دامن تھامتے ہوئے پُرسکون زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

دورِ درویشاں اور درویش

تمہاری شان درویشی پہ قرباں تاجداری ہے
کہ محبوب خدا کے آستانہ کے پاسباں تم ہو



اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو 1894ء میں ایک الہام ”داغ ہجرت“ کے ذریعہ ایک پُر خطر انقلاب سے آگاہ فرمایا تھا۔ کہ کسی وقت مسیح موعود کی جماعت کو ایک عظیم ابتلاء سے گزرنا پڑے گا۔ اس اندوہ ناک ابتلاء کا ظہور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ 1947ء تاریخ عالم میں ایک اہمیت کا حامل سال ہے جس میں ہندوستان میں ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ یہ وہی پُر آشوب سال تھا جس میں داغ ہجرت کا الہام ماہ اگست میں پورا ہوا۔ اور جماعت احمدیہ کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑی۔ جماعت احمدیہ کے اولوالعزم خلیفہ مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی روحانی فراست سے مستقبل کے حالات کو بھانپتے ہوئے اُس وقت عارضی طور پر 313 نوجوانوں کو مرکز احمدیت قادیان کی حفاظت کی خاطر قادیان میں ٹھہرنے کا ارشاد فرمایا۔ اسلام کی ناموس کی حفاظت کی خاطر جس طرح دَور اوّل میں 313 صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اپنی جانیں بازی میں لگا دی تھیں اُسی طرح 313 نوجوانوں نے جماعت کے مقدس مقامات کی حفاظت کی خاطر اپنی زندگیوں کی قربانیاں پیش کیں۔ 16 نومبر 1947ء کو جو نوجوان خدمت گزار قادیان میں ٹھہرے رہے انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے درویشان قادیان کا خطاب دیا۔



مکرم منظور احمد چیمہ صاحب درویش: ”تحریک گئی حضرت صاحب کی، پنڈ (گاؤں) پہنچی چٹھی کہ حفاظت مرکز کی خاطر آ جائیں۔ جب میرے والد صاحب کہنے لگے کہ حضرت صاحب کی یہ چٹھی ہے اور حضرت صاحب کا یہ ارشاد ہے۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اگر تم نہ جاؤ تو میں دوسرے کو کہہ دوں؟ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے! حضرت صاحب کا ارشاد ہے تو میں جاؤں گا۔“

قادیان میں 313 نوجوانوں کا اپنے آقا کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے ٹھہرنا کسی معجزہ سے کم نہ تھا جب کہ حالات نہایت مخدوش، مکدور اور خطرناک تھے۔ گویا کہ یہ نوجوان موت کے حلقہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی قادیان میں رہنے کا ارشاد فرمایا۔

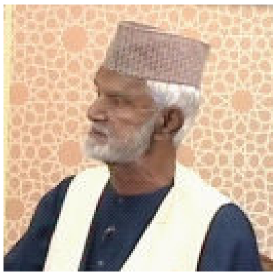


حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب: اور چونکہ حضرت صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) کو یہ بھی پتہ لگ گیا تھا کہ اب ہمیں چھوڑنا پڑے گا۔ اس لئے حضرت صاحب نے یہ اعلان فرمایا تھا خاندان میں جماعت میں یا پبلک میں کوئی اعلان ہو مجھے یاد نہیں۔ لیکن اتنا اچھی طرح پتہ ہے کہ میرے بچوں میں سے ایک بچہ اور باقی حضرت خلیفۃ المسیح، حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی نرینہ اولاد میں سے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اولاد میں سے ایک بچہ قادیان میں ہمیشہ رہے گا۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حقیقی معنوں میں دین کو دنیا میں مقدم کیا گویا غسّال کے ہاتھوں میں جیتے جی اپنی جانیں سونپ دیں۔ درویشی پھولوں کی سیج نہ تھی۔ نان و نفقہ کے ذرائع محدود جو کھانا پینے کی اشیاء تھیں اُسی میں گذر بسر کرنا۔ تنگی، تُرشی اور قید و بند کے حالات میں ہر طرح کے خطرات کو برداشت کرتے ہوئے ایک دوسرے کا سہارا بن کر زندگی گذارنی پڑتی تھی۔ قادیان میں رہنے کا اُن کا ایک ہی مقصد تھا وہ ہے مقامات مقدسہ کی حفاظت۔ باہمت نوجوانوں کو ان حالات نے بھی متزلزل نہ کیا۔ بلکہ یہ نوجوان بڑی جوانمردی سے وقت کے مصائب اور مشکلات برداشت کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہوئے خلیفۃ المسیح کے ہر ارشاد پر مرحبا صد مرحبا کے نعرے لگاتے تھے۔

زہے قسمت کے دنیا میں فدائے قادیاں تم ہو
مسیحائے محمد کے نشانوں میں نشاں تم ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی مسلسل ہدایات اور ارشادات کی پیروی میں درویشان قادیان کی روزانہ زندگی کا یہ معمول ہوا کرتا تھا کہ ایک دو گھنٹے قرآن کریم کے درس اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کو پڑھنے میں صرف کئے جائیں، تہجد کی ہر شخص عادت ڈالے، ہفتہ میں دو روزے رکھے۔ رمضان المبارک کی تراویح کی طرح سارا سال ہی نماز تہجد مسجد میں ہوا کرتی تھی۔



بشیر احمد کالا افغاناں صاحب درویش: ''اس وقت یہ تھا کہ ساری رات جاگنا ہے تہجد پڑھنی ہے۔عشاء کے بعد بھی ہوتی تھی صبح کے وقت بھی تہجد ہوتی تھی۔ وہ دونوں تہجدیں پڑھنی، نفل اشراق پڑھنے چاشت پڑھنے، سو سو نفل میں روز پڑھتا رہا ہوں۔حضور کی طرف سے آیا تھا کہ دو مہینے کے زائد روزے رکھیں۔ایک مہینے کے فرض اور دو مہینے کے زائد رکھیں۔ میں اور قریشی فضل حق نے مسجد مبارک میں بیٹھ کر روزے رکھے۔لنگر سے سوکھی روٹیاں لے کر اسے کوٹ کر وہی کھاتے تھے۔ جو حال ہمارا ہوتا تھا وہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بہر حال روزے رکھنے ہوتے تھے۔ حضور کا ارشاد تھا کہ روزے رکھو یہ بہت ضروری کام ہے۔''



مکرم شیخ مجاہد احمد صاحب شاستری منیجر اخبار بدر قادیان: ''نماز تہجد میں اُٹھانے کے لئے آخر شب ایک بزرگ درویش میاں مولا بخش صاحب مرحوم ضعیفی کے باوجود حلقہ کی گلیوں میں بلند اور نہایت سریلی آواز میں پاکیزہ اشعار پڑھ کر منادی کیا کرتے تھے۔ نماز فجر کے بعد اجتماعی طور پر تمام درویشان کی مزار مبارک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضری ہوا کرتی تھی۔ منتظمین کی طرف سے روزانہ بدل بدل کر درویشان کی مقامات مقدسہ کی حفاظت کی ڈیوٹیاں لگا کرتی تھیں۔ان ڈیوٹیوں کے ساتھ ساتھ درویشان نے اپنے فرائض میں اس بات کو بھی شامل رکھا کہ جو بھی وسائل تھے ان وسائل کے اندر رہتے ہوئے انہوں نے ان مقامات کی مرمّت کا بھی انتظام کیا۔ چنانچہ بہشتی مقبرہ جو اس وقت خالی تھا چاروں طرف سے اس کی حفاظت کے لئے درویشان نے وقار عمل کر کے مسلسل کئی مہینے وقار عمل کیا اور ایک کچی مٹی کی دیوار تعمیر کی تا کہ اس کی حفاظت ہو جائے۔''



مکرم مستری منظور احمد صاحب درویش: ''جب وہ دیوار بنی ہے آرڈر ہوا کہ سب درویش بہشتی مقبرہ پہنچ جائیں۔ وہاں چلے گئے تو اس وقت بہشتی مقبرہ کے اندر بھی کافی درخت تھے۔ باہر وہ پرانا باغ ہوتا تھا۔ بڑے بڑے درخت تھے۔ اور بہشتی مقبرہ کے اندر بھی آموں کے اور دوسرے درخت تھے۔ سارا بھرا ہوتا تھا تقریباً میں نے بانس لے کے ان کے اوپر پھٹیاں لگا کے وینگنے بنائے۔ ایک آدمی آگے اور پیچھے اور اس میں گارہ رکھ کر وہ اُٹھا کے لا کے اس میں پھینکنا۔ پانچ فٹ چوڑی بنیاد اس کی اور اوپر سلوپ کرتے کرتے اوپر جا کے تین فٹ۔ قریباً سات فٹ اونچائی۔ مٹی جو ڈلتی تھی، رمبہ کے ساتھ کاٹ کاٹ کے درست کرتے جانا، اس طرح کر کے دیوار بنائی ہے۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوب 11 مئی 1948ء میں اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ

''اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو مَیں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دُور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ مَیں بھی اِس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائینگے اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چُنتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کا خانۂ اعمال بھر تا چلا جائے اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کر دے۔ اللّٰھمّ اٰمین

آپ لوگ دعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔

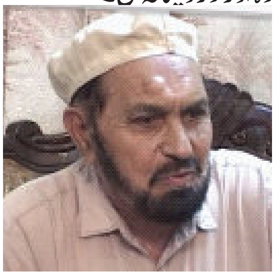
اللّٰھمّ اٰمین (11 مئی 1948ء بحوالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ نمبر 5)

مکرم منظور احمد چیمہ صاحب درویش: ''یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہماری قربانی کتنی ہے۔ یہ تو صحیح بات ہے کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکات سے رکھا ہے۔ ورنہ ہمارے پاس کیا طاقت تھی اور ہم کیا چیز تھے۔''

درویشان قادیان کی زندگی کا لمحہ لمحہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور افضالِ الٰہیہ کے نزول کا مشاہدہ کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کا پختہ اور زندہ تعلق تھا۔ جس کے معجزانہ نشانات وہ لمحہ بہ لمحہ اپنے ساتھ محسوس کرتے تھے۔

مکرم بشیر احمد صاحب کالا افغاناں درویش مرحوم: ''یہاں مسجد میں مَیں نے روزے بھی رکھے ہیں تین مہینے کے۔ اور سو نوافل بھی روزانہ کے پڑھتا رہا ہوں۔ ان دنوں میں خوابیں بھی بہت آتی تھیں۔ ایسی خوابیں آتی تھیں جو صبح پوری ہو جاتی تھیں۔ میرے ساتھ ایسے واقعات ہوتے رہتے تھے۔ میں ایسے چلّہ کشی کرتا رہتا تھا۔ میری دُعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی تھی کہ دیکھو جو تم تہجد کے لئے اُٹھتے ہو اس میں تمہاری خوبی نہیں ہے بلکہ تہجد کے لئے ہم آپ کو اُٹھاتے ہیں۔''

ایک درویش کی زندگی قربانی کی مجسم پیکر ہے۔ قادیان کے حالات اطمینان بخش ہونے کے بعد بھی اُن کی زندگی سادہ اور درویشانہ تھی۔



مکرم خواجہ احمد حسین صاحب درویش: ''دیکھو جی درویشی میں تو ہمارے پاس نہ کپڑے تھے، نہ جوتے تھے، نہ کچھ تھا۔ تو بس وہی ایک آدھی چادریں کوئی ملتی تھیں کسی طرح سے، اس کی یاد ہے کہ وہ چادر لے کر میں نے اس کی ایک تنگ سی کوئی قمیص بنائی، ایک چادر بنائی، اس طرح سے ہم گزارہ کرتے تھے، بازار میں ہم نہیں جا سکتے تھے، بعد میں ہم نے بازار میں آہستہ آہستہ جانا شروع کر دیا۔ ہماری حالت یہ تھی کہ جب ہم نے بازار جانا ہے تو کبھی کسی کی ٹوپی پہن لی، جوتی پہن لی دوسرے دوست کی، ذرا بازار سے ہو آؤں، ایسی صورت تھی۔''

قادیان کی محبت اُن کے دلوں میں اس قدر راسخ ہو گئی تھی کہ اس بستی سے جُدائی اُن کو کبھی منظور نہ تھی۔ درویشان قادیان نے اپنے ماں باپ، بھائی بہنوں، عزیز و اقارب اور بعض نے ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے بیوی بچوں کی جُدائی قبول کی۔ دُنیا و مافیہا کو خیر و آباد کہہ کر بہت دُکھ درد پریشانیوں اور مصائب کا سامنا کیا اور درویشی کو سینے سے لگائے رکھا۔



مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب درویش: ''میری بیوی نے الگ ہونے کی درخواست دے دی۔ وہ مرکز میں پہنچی ربوہ، ربوہ نے قادیان بھیج دی۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ یہ صورت حال ہے، جانا ہے؟ میں نے کہا اگر وہ آجائیں تو بہتر ہے ورنہ میں جانے کو تیار نہیں۔ ہزاروں لاکھوں روپیہ خرچ کر کے لوگ لاشیں قادیان میں لاتے ہیں۔ میں اس وقت اپنی لاش باہر لے جاؤں۔ یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ جو اس کی مرضی ہے کرے۔ آنا ہے تو آجائے۔ یا الگ ہونا ہے تو الگ ہو جائے۔ میں قادیان نہیں چھوڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علیحدگی سے بھی بچا لیا۔ ایسے حالات پیدا کئے۔ اس نے کہا: اب میں راضی ہوں میں جیسی بھی ہوں الگ نہیں ہوتی۔ آپ رہیں میں خوش ہوں کیونکہ آپ نے میری درخواست کو ردّ نہیں کیا۔''

اب زمانہ درویشی پر ایک لمبا عرصہ گزر چکا ہے۔ ان میں سے اکثر فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ کا کامل نمونہ پیش کر کے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اور اسی مرکز احمدیت قادیان کی مٹی اُن کی آخری آرام گاہ بنی ہے جسے بہشتی مقبرہ کہتے ہیں۔

مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری صاحب، مینیجر اخبار بدر قادیان: 1991ء کا وہ مبارک دن آیا جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان کی اس مقدس بستی میں آئے۔ حضور کا قادیان میں آنا، درویشان کا ملاقات کرنا، اور حضور کے پاس گلے مل کر اپنے جذبات کو بیان کرنا، یہ ایسا واقعہ ہے کہ جس کی منظر کشی آسان نہیں ہے۔ 40 سال سے زائد کا عرصہ جو ضبط کے باندھ تھے وہ ٹُوٹ گئے اور آنسوؤں کی شکل میں بہنے لگے۔ حضور کی طرف سے تسلی اور تشفی بھی دی جا رہی تھی۔ حضور اُن کی انتہائی دلجوئی کر رہے تھے، اُن کے گھروں میں جا رہے تھے۔ حضور کی محبت تھی جس نے اُن کے زخموں پہ مداوے کا کام کیا اور جو ہجر کی گھڑیاں تھیں وہ دُور ہوئیں۔

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اِک اپنا بھی تو گھر تھا

درویشان قادیان کے ساتھ خلفائے احمدیت کی دلی محبت رہی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورہ ہند کے دوران موجود درویشان کرام سے انتہائی محبت کے ساتھ ملاقات کی۔

سادہ اور غریب تھی جنتا   لیکن نیک نصیب تھی جنتا
فیض رسان عجیب تھی جنتا   ہر بندہ بندہ پرور تھا
اپنے دیس میں اپنی بستی میں   اِک اپنا بھی تو گھر تھا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 10 جنوری 1992ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں بیان فرمایا:



"اور جو بھائی ہماری قربانی دینے والے ایک لمبے عرصے سے ان مقدس مقامات کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہم ان کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ہیں۔ اور ان کو یقین دلاتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی احمدی بستا ہے وہ آپ کی قدر کرتا ہے اور آپ کو عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔"

سن 2005ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے تو آپ نے جماعت احمدیہ کے ان بطلان جلیل کو گلے لگا کر اُن کی بے مثال قربانیوں پر خراج تحسین پیش فرمایا۔

اَسیں شکر ہزاراں کرنے آں   لکھ حمد ثناواں کرنے آں
ہتھ جوڑ سلاماں کرنے آں   اَج خوشیاں دی برسات ہوئی
دین عید تے شب شب رات ہوئی   جی آیاں نُوں جی آئیں نوں

اللہ تعالیٰ نے پھر مبارک دَور دکھایا جب 2005ء میں ہمارے پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان کی اس مقدس بستی میں تشریف لائے۔ درویشان کی اکثریت جو 313 تھے اُن میں سے اکثر تو فوت ہو چکے تھے۔ چند ایک درویشان جو 20 سے کم تھے وہ بطور نمائندہ درویشان کے کھڑے تھے اور وہ اِس بات کی عملی تصویر تھے ہم اُن درویشان کو جو فوت ہو گئے ہیں اُن کی نمائندگی میں اپنے پیارے آقا کا قادیان میں استقبال کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ درویشوں کی اولادوں کو قادیان کے رہنے والے جو ہیں ہر فرد کو اُن قربانی کرنے والے درویشوں کی یادیں زندہ کرنے کی رکھنے کی توفیق دے اور اِس وقت جو درویشان اُن کے پاس ہیں چند ایک رہ گئے ہیں اُن کی خدمت کی اُن کو توفیق دے۔ قادیان میں رہنے والا ہر احمدی اس مقام کو سمجھے جو دیارِ مسیح میں رہنے والے کا ہونا چاہئے۔ جب بزرگ اُٹھتے ہیں تو نئی نسل کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں۔ اور جو زندہ قومیں ہیں انکی نئی نسلیں جو ہیں پھر ان ذمہ داریوں کو باحسن نبھانے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔ پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ قادیان کے رہنے والے سب واقفین زندگی عہدیداران پہلے سے بڑھ کر پیار محبت اور بھائی چارے کا ایک دوسرے سے سلوک کریں گے۔ اور یہ سلوک کرتے ہوئے نیکی اور تقویٰ میں ترقی کریں گے۔ قادیان کا رہنے والا ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد ہونے کے ناطے اُس کا حق ادا کرے گا۔"



(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

قادیان میں خلفائے احمدیت کی واپسی کی آرزو لئے جو درویشان کرام اس جہان فانی سے کوچ کر گئے تھے اُن سب کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس مقام مقدس قادیان کو ایک بار پھر اُس کے والیان کے سپرد کر دیں۔ اور اُن کی حسرت یوں تھی:

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

ویڈیو دیکھنے کے لئے کوڈ Scan کریں۔   (بشکریہ ایم ٹی اے انڈیا اسٹوڈیوز)

https://www.youtube.com/watch?v=jVwYWsNRCMc

قادیان کا تاریخی پس منظر

بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں بٹالہ کے قریب قادیان آباد ہے۔حضرت بانی سلسہ احمدیہؑ کے مورث اعلیٰ حضرت مرزا ہادی بیگ 1530ء مطابق 938 ہجری میں مغل بادشاہ محمد ظہیرالدین بابر کے عہد حکومت میں دوسو نفوس کے ہمراہ جو طابع خدام اور اہل وعیال میں سے تھے ایک معزز رئیس کی حیثیت سمرقند سے ہندوستان کے اس علاقعہ میں داخل ہوئے۔ یہ علاقہ لاہور سے تقریباً ساٹھ میل دور شمال مشرق میں ایک جنگل کی صورت میں موجود تھا۔آپ نے یہاں اسلام پور کے نام سے ایک ریاست کی بنیاد ڈالی جو 1802ء تک قائم رہی۔اسلام پور قاضی ماجھی کہلانے والی ریاست حضرت مسیح موعودؑ کے پڑدادا مرزا گل محمدؒ کے زمانہ میں بھی 85 گاؤں پر مشتمل تھی۔سکھوں کے مسلسل حملوں کی وجہ سے اکثر علاقے ہاتھ سے جاتے رہے۔اپنے دینی ماحول کی وجہ سے یہ بستی اس علاقہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔حضرت مسیح موعودؑ کے پڑدادا مرزا گل محمدؒ کے زمانہ میں ایک سو کے قریب علماء صلحاء اور حفاظ قرآن قادیان میں موجود تھے جن کے وظیفے مقرر تھے۔متعلقین اور ملازمین میں سے ہر ایک پنجگانہ نماز کا عادی تھا۔گردونواح کے اکثر افغان مسلمان بوجہ یہاں کے لوگوں کے تقویٰ اور طہارت کے اس کو مکہ کہتے تھے۔ یہ بستی پر امن و مبارک جگہ تصور کی جاتی تھی۔ جہاں سچائی تقویٰ اور عدالت کا دور دورہ تھا۔

آپؑ کے دادا مرزا عطا محمدؒ صاحب کے زمانہ میں مشیت ایزدی کے تحت اس علاقہ میں سکھ غالب آ گئے۔اور آپ کے قبضہ میں صرف قادیان کی بستی رہ گئی۔ جو ایک قلعہ کی صورت میں تھی جس کے چار بُرج تھے ان پر نگہبانی کے لئے اپنی فوج کے سپاہی اور چند توپیں بھی تھیں۔فصیل بائیس فٹ چوڑی تھی جس پر تین چھکڑے بآسانی چل سکتے تھے۔اور ارد گرد وسیع اور گہری خندق تھی جو بعد میں پانی بھر جانے کی وجہ سے ڈھاب کے نام سے مشہور ہوئی۔

قادیان کی خود مختار ریاست قریباً پونے دوسو سال قائم رہی اور اس میں قرآن مجید کا غیر معمولی چرچا رہا۔ یہاں کسی زمانہ میں سو سو حفاظ قرآن اور علماء وصلحاء ہر وقت موجود رہتے تھے۔مگر جب سکھ اس قدیم النظیر خطہ پر قابض ہو گئے تو عالیشان مساجد یا تومسمار کر دی گئیں یا دھرم سالہ میں بدل دی گئیں۔قادیان کا اسلامی کتب خانہ (جس میں قرآن شریف کے 500 قلمی نسخے تھے) جلا دیا گیا اور کئی اسلامی یادگاروں کے آثار تک معدوم کر دئے گئے۔باغوں کو کاٹ دیا اور وہاں موجود کُتب خانہ جلا دیا۔ قادیان کے لوگ جن میں حضرت مسیح موعودؑ کے بزرگ بھی شامل تھے ملک بدر کر دیئے گئے۔سکھ حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ کے آخری زمانہ میں آپ کے والد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو قادیان کے پانچ گاؤں واپس مل گئے۔اس علاقہ کا نام وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام پور قاضی سے صرف قاضی رہ گیا جو یہاں کے لوگوں کے استعمال میں قادی اور پھر قادیان ہو گیا۔

اس بظاہر معمولی سی اور زمانے کی گردشوں سے روندی ہوئی بستی میں دنیاوی لحاظ سے اہمیت رکھنے والی کوئی خصوصیت نہ تھی مگر اس کو خالق ارض و سماء کی پیار کی نگاہوں نے نئی دنیائیں تخلیق کرنے والی بنیادی اینٹ بنا دیا۔صدیوں پہلے سے اس بستی کے اللہ کی مقدس نشانی ہونے کے ثبوت ملتے ہیں۔ احادیث مبارکہ میں متعدد بار اس بستی کا ذکر ملتا ہے جس سے اس کا حدود اربعہ بھی متعین ہوتا ہے۔

يَخْرُجُ نَاسٌ مِّنَ الْمَشْرِقِ فَيُوَطِّئُوْنَ لِلْمَهْدِيِّ سُلْطَانَهٗ (کنزالعمال جلد 7۔ص186)

ملک عرب سے مشرق کے علاقہ کے لوگ مہدی کی روحانی بادشاہت کو اپنے ملک میں قائم کریں گے۔

يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُّقَالُ لَهَا كَدْعَهْ وَ يُصَدِّقُهُ اللهُ تَعَالٰى وَ يَجْمَعُ اَصْحَابَهٗ مِنْ اَقْصَى الْبِلَادِ عَلٰى عِدَّةِ اَهْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِاءَةٍ وَّ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا وَّ مَعَهٗ صَحِيْفَةٌ مَّخْتُوْمَةٌ فِيْهَا عَدَدُ اَصْحَابِهٖ بِاَسْمَاءِهِمْ وَ بِلَادِهِمْ وَ خِلَالِهِمْ

(جواہر الاسرار قلمی مصنفہ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی ارشادات فریدی جلد 3۔ص70)

مہدی ایک بستی سے مبعوث ہوگا جس کا نام کدعہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کرے گا اور بدری صحابہ کی طرح مختلف علاقوں کے رہنے والے تین سو تیرہ جلیل القدر صحابہ اسے عنایت فرمائے گا جن کے نام اور پتے ایک مستند کتاب میں درج ہوں گے۔

اَصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِی اَحْرَزَ هُمَا اللهُ تَعَالٰی مِنَ النَّارِ عِصَابَۃٌ تَغْزُ الْهِنْدَ وَ عِصَابَۃٌ تَکُوْنُ مَعَ عِیْسَی اِبْنِ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔ (نسائی کتاب الجہاد، ص496 مسند احمد کنز العمال)

میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ آگ سے محفوظ رکھے گا، ایک وہ جماعت ہے جو ملک ہند میں جنگ لڑے گی اور دوسری جماعت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے مددگاروں کی ہوگی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَیْنَمَا کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللهُ الْمَسِیْحَ بْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دَمِشْقَ ۔ (صحیح مسلم جلد 2 کتاب الفتن باب ذکر الدجال)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی حالت میں خدا تعالیٰ مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائے گا۔ تو وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر نازل ہوں گے۔ (اس حدیث سے مراد دمشق کے مشرق میں نزول مسیح ہے خاص دمشق نہیں)

یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَرَآءِ النَّهْرِ یُقَالُ لَهُ الْحَارِثُ حَرَّاثُ۔ (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ ص471)

ایک شخص نہر کے ورلے سے ظہور کرے گا اسے جٹ زمیندار کہا جائے گا۔

ان ارشادات گرامی کی رو سے دمشق سے مشرق کی طرف ملک ہند میں دریا یا نہر کے کنارے واقع ایک بستی کدعہ نام کی نشان دہی ہوتی ہے جس میں امام مہدی ظہور فرمائیں گے وہ زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں گے اور انہیں صحابہ کی طرح تین سو تیرہ رفقاء دیئے جائیں گے جن کے نام اور پتے مستند کتاب میں محفوظ ہوں گے۔ مشرقی پنجاب کا نقشہ دیکھیں تو قادیان دریائے راوی اور دریائے بیاس کے درمیان میں ہے اور مادھو پور سے نکلنے والی دو بڑی نہروں نہر بٹالہ اور نہر قادیان کے بھی درمیان میں واقع ہے۔

چودھویں صدی ہجری شروع ہوتے ہی اس بستی پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا۔ یہ ویرانہ اہل اللہ اور سعید فطرت لوگوں سے آباد ہو گیا۔ بیوت الصلوٰۃ۔ پرنٹنگ پریس۔ لنگر خانہ۔ تعلیمی ادارے کھل گئے۔ نئی تعمیرات شروع ہو گئیں۔ احمدیت کا پیغام پھیلنے کے ساتھ قادیان کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہو گئی۔ دین حق کی اشاعت کا مرکز اعلائے کلمہ حق کے لئے مجاہد تیار کرنے لگا۔ الٰہی جلسوں اور ہمہ وقت عبادات کے نور سے منور یہ بستی حقیقی معنوں میں دار الامان بن گئی۔ (المعراب 1991-1891۔ مجلہ صد سالہ لجنہ اماء اللہ کراچی۔ ص18-17)

احمدیت کا آغاز ہمارے خاندان میں میرے والد بزرگوار ماسٹر غلام محمد صاحب آف شاہدرہ ٹاؤن لاہور سے ہوا۔ جب آپ 1930ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ خاکسار کو پہلی دفعہ قادیان میں ایک شادی کے موقع پر آنے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً پانچ یا چھ سال کی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس شادی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی تشریف لائے تھے اور خاکسار کو حضورؓ نے بڑی شفقت کے ساتھ اپنی گود میں بٹھا لیا تھا۔

اس کے بعد دوسری دفعہ 1966ء میں خاکسار لندن سے جلسہ سالانہ ربوہ پر آیا تو ایک رات کے لئے قادیان بھی جانے کی توفیق ملی۔ رات بیت الدعا میں ہی گزار کر واپس لندن چلا گیا۔ قادیان کو کسی تفصیل میں دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔ اپریل 1986ء میں خاکسار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر دہلی مسجد کے ڈیزائن کے سلسلہ میں ہندوستان آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر المومنینؒ کا یہ ارشاد میری زندگی میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ہی قادیان میں تعمیراتی کاموں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا جس کی وجہ سے مجھے ان تعمیراتی کاموں کی نگرانی کے لئے مسلسل، بعض دفعہ لندن سے ایک سال میں تین تین بار قادیان آنے کا موقعہ ملا اور حضورؒ کی خاص توجہ سے تعمیراتی لحاظ سے قادیان میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ 1988ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے لئے روانہ ہونے سے قبل خاکسار نے لندن میں حضرت امیر المومنینؒ سے ملاقات کی تو حضور نے فرمایا کہ آپ اس دفعہ ایک آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ میرے نمائندہ کی حیثیت سے بھی جا رہے ہیں۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بلوا کر اس کے متعلق ناظر اعلیٰ صاحب قادیان کو خط بھی لکھوا دیا۔ حضورؒ نے قادیان کے متعلق ہدایات دینے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ درویشوں کے گھروں میں جا کر میری

طرف سے ان کو میرا ذاتی سلام کہنا۔ ان کے ذاتی حالات دریافت کرنا اور پوچھنا کہ اگر کوئی تکلیف ہو تو بتائیں۔ قادیان میں خاکسار درویشوں کے ناموں سے بالکل واقف نہ تھا۔ قادیان میں مکرم عبدالسلام صاحب درویش مرحوم سے تین چار درویشوں کے نام ہر روز لکھ لیتا اور باری باری ان کے ہاں عصر کی نماز کے بعد حاضر ہو جاتا۔ سارے درویشوں کے گھروں میں جانا تو ممکن نہ تھا لیکن پھر بھی مَیں اپنے قیام کے دوران تقریباً بیس یا پچیس گھروں میں جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ذاتی طور پر مجھے درویشوں کے گھریلو حالات سے بالکل کوئی واقفیت نہ تھی۔ جس درویش کے گھر بھی گیا السلام علیکم کہنے کے بعد عرض کرتا کہ حضورؓ کے ارشاد پر حاضر ہوا ہوں اور حضورؓ کی طرف سے آپ کو السلام علیکم کا تحفہ پیش کرتا ہوں اور حضورؓ یہ بھی پوچھتے تھے کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ بلا امتیاز سب نے بڑے زور سے وعلیکم السلام کے بعد کہا کہ ہم حضورؓ کے بڑے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں یاد رکھا۔ ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور ہر درویش کے تقریباً یہی الفاظ تھے کہ حضورؓ کو ہمارا اسلام عرض کرنا اور بتانا کہ ہم بہت خوش ہیں۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ ہمارے متعلق بالکل فکر نہ کیا کریں اور اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ میں تو ان کی خوشی کے انداز سے حیران تھا کیونکہ میرے خیال کے مطابق ان کے گھروں کی حالت اور ذاتی حالات، جہاں تک انسان اندازہ لگا سکتا ہے، اچھے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ لیکن ایک بھی درویش کے منہ سے شکایت کا ایک لفظ بھی سننے کو نہ ملا۔ مَیں نے ہر درویش کو صحیح معنوں میں درویش پایا۔

قادیان جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہے۔ اس کو 1947ء میں پارٹیشن کے بعد ایک مشکل وقت سے دو چار ہونا پڑا۔ ہمارے درویش بھائی محلہ احمدیہ کے علاقہ میں لمبے عرصہ تک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے۔ جو ذمہ داری ان کو مقدس مقامات کی حفاظت کی سونپی گئی تھی انہوں نے اس کو نڈر انداز میں اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر جس مکمل اور احسن طریقہ سے ادا کیا، اُن کو سوچ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ ہمیں درویشان قادیان کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ اے درویشانِ قادیان! میں تو تہہ دل سے آپ کو سلام کا تحفہ پیش کرتا ہوں اور میں یہ نعرہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

درویشان قادیان ـ زندہ باد۔ زندہ باد

''1947ء کے بعد جن مخلصین کو حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک مبارک پر قادیان میں مقدس مقامات کی حفاظت وآبادکاری کے لئے قیام کی توفیق ملی انہیں ''درویش'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ اس زمانہ میں خواب آئی تھی جبکہ نہ میں کوئی شہرت اور دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ کوئی جماعت درویشوں کی تھی۔ مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر اور اپنی طرز زندگی کو سراسر مسکینی اور درویشی کی طرف تبدیل کر قادیان میں میری ہمسائیگی میں آ کر آباد ہو گئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دلوں سے اپنے وطنوں اور اپنے املاک کی محبت دور کر چکے ہیں اور عنقریب وہ بھی اسی خاک قادیان کو موت تک اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہی درویش ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے الہامات میں قابل تعریف کہا ہے اور یہی ہیں جن کو درویشی نے مغلوب نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے درویشی کو اپنے لئے پسند کیا اور ایمان کی حلاوت کو پا کر تمام حلاوتوں کو دامن سے پھینک دیا۔'' (تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 ص 262-261)

اگست 1947ء میں جب ہندوستان کی آزادی کا اعلان ہوا۔ تو قادیان میں احمدیوں کے لئے یہ دور بڑا خطرناک تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنے خطابات میں متواتر جماعت کو آگاہ کر رہے تھے۔ حضور انور نے 8 اگست 1947 کے خطبہ جمعہ میں متنبہ کیا:۔

''موجودہ ایام میں ہماری جماعت ایسے سخت خطرات میں سے گزر رہی ہے کہ اگر تمہیں ان خطرات کا پوری طرح علم ہو اور پوری طرح اس کی اہمیت معلوم ہو تو شائد تم میں سے کمزور دل لوگوں کی جان نکل جائے۔۔۔۔۔۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قادیان پر سخت ہولناک دن آنے والے ہیں جن کا مقابلہ انسانی طاقت نہ کر سکے گی جیسے تاج محل کے نیچے ایک سرکنڈا رکھ کر اسے اس کے سہارے کھڑا کیا جائے بلکہ اس سے بدتر حالات آنے والے ہیں''

(ہفت روزہ بدر قادیان ص 40 دسمبر 2011)

درویش خورشید احمد صاحب پر بھاکر فرماتے ہیں:۔ ''مورخہ 3 اکتوبر 1947ء بروز جمعہ باقاعدہ منصوبہ کے تحت بہت بڑا منظم حملہ قادیان پر ہوا جس نے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ وہ منظر خاکسار نے چوہدری حاکم خان صاحب پنیار چک 9 پنیار ضلع سرگودھا کے دومنزلہ مکان کی چھت پر سے دیکھا۔حملہ آوروں کا جم غفیر آریہ سکول سے لے کر قادیان سے بٹالہ جانے والی سڑک پر جمع ہوا۔ وہ سارا لشکر نہایت چمکدار ہتھیاروں سے لیس تھااور نیزے بلم برچھے گنڈاسے کلہاڑے لوہے کے راڈ، تلواروں اور بندوقوں سے لیس ہو کر حملہ کے لئے تیار بر تیار تھااور کسی اشارے کا منتظر۔ اتنے میں ایک بم دھماکا ہوا۔ دھماکے کی آواز سنتے ہی سارے حملہ آور قادیان کے ارد گرد بنی ہوئی فصیل کے باہر کے مکانات کو روندتے ہوئے فصیل تک آ پہنچے۔ آناً فاناً دیوار کو توڑ پھوڑ دیا بعض جگہ سے دیوار کو کود پھلانگ کر محلہ دارالرحمت مسجد فضل سے لے کر آریہ سکول اور ریلوے سٹیشن تک اندر گھس آئے پھر قتل وغارت لوٹ مار کا بھیانک منظر دیکھا۔۔۔۔۔۔ یہ زمانہ درویشان قادیان کے لئے انتہائی صبر آزما اور غائت درجہ ابتلاء کا زمانہ تھا جس میں ایسے ایسے خطرناک اوقات بھی آئے جبکہ ان سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا یقینی نظر آتا تھا''

(ہفتہ روزہ بدر قادیان ص41 دسمبر 2011)

درویشان قادیان نے اپنی ساری زندگی احمدیت کے دائمی مرکز کے استحکام اور بقا کے لئے قربان کر دی۔ ہر درویش کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی جا سکتی ہے۔ ذرائع آمد محدود مگر حوصلے بلند۔مخصوص حالات مگرعزم جواں۔ رشتہ ناطہ اعلیٰ تعلیم کے حصول روزگار وغیرہ میں روکیں۔ مقامات مقدسہ پر فدا ان کی زندگیاں۔متوکلانہ قناعت کے جذبہ سے سرشار اور احمدیت کے شاندار مستقبل پر زندہ یقین کے ساتھ فعال رہے اور آج بھی ہیں۔ جب کبھی خاکسار نے میاں وسیم احمد صاحب مرحوم کا شکریہ ادا کیا کہ پارٹیشن کے بعد آپ درویشوں نے بڑے خطرناک حالات سے گزر کر قادیان میں مقدس مقامات کو ہمارے لئے محفوظ رکھا۔میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے مقدس مقامات کی حفاظت نہیں کی بلکہ مقدس مقامات کی وجہ سے ہم محفوظ رہے۔

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب قادیان کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''قادیان کس وجہ سے ہمیں اس قدر پیارا ہے اور وہ کونسی باتیں ہیں جس کی وجہ سے ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ ہم اسے چھوڑ سکیں۔مقدس مقامات جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں ایسی جگہیں ہوتی ہیں جن سے انسان کی روح کا تعلق ہوتا ہے اور اس کی روح اس وقت تک ایک لمحہ کے لیے بھی چین نہیں لے سکتی جب تک وہ انہیں پا نہ لے۔ اور یہ مقدس مقامات خواہ کسی مذہب یا فرقہ کے ہوں ہر ایک کا ایک ہی جذبہ ہوتا ہے مگر جب ہم ان مقدس مقامات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ بعض مقامات اس لیے مقدس ہیں کہ وہاں کسی قوم کا برگزیدہ پیدا ہوا۔ پھر بعض اس لئے کہ وہاں کسی برگزیدہ انسان نے پرورش پائی یا پھر اس مقام کے ساتھ کسی خاص واقعہ یا کسی خاص معجزہ کا تعلق ہوتا ہے... یا پھر وہاں اس بزرگ کا وصال ہو یا وہاں اس کا مزار ہو۔جس کو لوگ عزت کی نظر سے دیکھتے ہوں وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ اور اکثر مقدس مقامات ایسے ہوتے ہیں کہ ان باتوں میں سے کسی ایک یا دوسری وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت ہوتی ہے۔ مگر قادیان ایک ایسی جگہ ہے جو کہ جماعت احمدیہ کے لیے ان سب وجوہ کی بنا پر مقدس ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ پھر اسی جگہ آپ نے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا زمانہ گزارا۔ گویا ان کی عمر کا بیشتر حصہ یہاں گذرا۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔حضورؑ بہت خلوت پسند تھے اس لئے آپ باہر جانا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر بحالت مجبوری جانا بھی پڑتا تو وہ بھی اپنے دل پر جبر کر کے۔ اس لئے تھوڑا بہت وقت جو آپ کا قادیان سے باہر گزرا وہ آپ کی منشاء کے خلاف تھا۔ اس لئے یہاں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ حضورؑ کی قریباً تمام زندگی اسی بستی میں گزری۔

اور اس بستی کے چپہ چپہ نے ان برکات کو پایا جو کہ ایک جلیل القدر نبی سے کسی کو مل سکتی ہیں۔ پھر نہ صرف حضورؑ کی زندگی ہی یہاں گذری بلکہ اس بستی میں حضورؑ نے وہ سب دعائیں کیں جن سے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے پھر بنی نوع انسان پر رجوع کیا۔ اور پھر اسی سرزمین نے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو قبول اور پورا ہوتے دیکھا۔ اور یہی وہ سرزمین ہے جو کہ ان ہزارہا معجزات اور نشانات کی گواہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ کو چنا جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہمیشہ کے لئے آرام کرے۔... یہ وہ سرزمین ہے اور وہ بستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اور بہت سی وجوہ کی بنا پر خاص طور پر برکت دی ہوئی ہے۔ اس برکت کی وجہ سے اس نے اپنے مسیح کے لئے اسے چنا جس کی خبر نہ صرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی بلکہ قریباً دنیا کے ہر نبی نے بھی دی۔''

(روزنامہ الفضل فروری 1948ء)

"قادیان کی بنیادی تعمیر کا آغاز 1530ء میں ہوا۔ گویا اس وقت 1942ء تک قادیان کو آباد ہوئے چار سو بارہ برس ہوئے۔ ہندوستان میں اس وقت مغلیہ سلطنت کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ شہنشاہ بابر ہندوستان کے تخت پر متمکن تھا۔ اس وقت تیموری خاندان کا ایک امیر دو سو خدام و چشم اور اہل و عیال کو لے کر وارِدِ ہندوستان ہوا۔ شہنشاہ ہند بابر کے دربار سے اسے جاگیر دار منصب کے ساتھ ایک علاقہ کی مجسٹریٹی یعنی قضاء کا عہدہ سپرد کیا گیا۔ یہ رئیس مرزا ہادی بیگ کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ وہ پنجاب کے اس علاقہ میں جو ماجھا کے نام سے اب تک مشہور ہے اتر پڑا اور اس نے قادیان کی زمین کو جو بالکل ایک جنگل اور سنسان پڑی ہوئی تھی اپنی جاگیر کا مرکز قرار دیا۔ اور یہاں ایک چھوٹی سی گڑھی تعمیر کی۔ جس کا ابتدائی نام اسلام پور قاضی رکھا۔ جو بعد میں بدلتے بدلتے قاضی ماجھی ہو گیا۔ اور پھر قادیان ہو گیا۔ اس طرح قادیان کی بنیادی تعمیر عہد بابری میں برلاس مغلوں کی ایک جماعت کے وارِدِ ہند ہونے پر رکھی گئی۔"

قادیان کے متعلق مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "چونکہ اس مسیح کا پیدا ہونا حق اور باطل کی تفریق کے لئے دنیا پر ایک آخری حکم ہے جس کے رو سے مسیح موعودؑ حکم کہلاتا ہے۔ اس لئے ناصرہ کی طرح جس میں تازگی اور سرسبزی کے زمانہ کی طرف اشارہ تھا۔ اس مسیح کے گاؤں کا نام اسلام پورہ قاضی رکھا گیا۔ تا قاضی کے لفظ سے خدا کے اس آخری حکم کی طرف اشارہ ہو۔ جس سے برگزیدوں کو دائمی فضل کی بشارت ملتی ہے اور تا مسیح موعودؑ کا نام جو حکم ہے اس کی طرف بھی ایک لطیف ایماء ہو۔ اور اسلام پور قاضی ماجھی اس وقت اس گاؤں کا نام رکھا گیا تھا جبکہ بابر بادشاہ کے عہد میں اس ملک ماجھ کا ایک بڑا علاقہ حکومت کے طور پر میرے بزرگوں کو ملا تھا اور پھر رفتہ رفتہ یہ حکومت خود مختار ریاست بن گئی۔ اور پھر کثرت استعمال سے قاضی کا لفظ قادی سے بدل گیا اور پھر تغیر پا کر قادیان ہو گیا۔ غرض ناصرہ اور اسلام پور قاضی کا لفظ ایک بڑے پر معنی نام ہیں۔ جو ایک ان میں سے روحانی سرسبزی پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا روحانی فیصلہ پر جو مسیح موعودؑ کا کام ہے۔" (ستارہ قیصریہ ص 119)

"اس قصبہ (قادیان) کی جگہ میں جو اس وقت جنگل پڑا ہوا تھا اور جو لاہور سے تخمیناً پچاس کوس گوشۂ شمال مشرق میں واقعہ ہے فروکش ہو گئے۔ جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا۔ اس قوم کے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مورث اعلیٰ حضرت میرزا ہادی بیگ صاحب کو اسلام سے بہت محبت تھی۔ اور وہ اپنی دینی اور عملی حالت کے لحاظ سے ایک ممتاز بزرگ تھے۔ یہ بات یہاں آ کر اپنے آباد کردہ قصبہ میں بھی انہوں نے ملحوظ رکھی۔ ممکن تھا کہ آج کل کے دنیا پرستوں کی طرح اس گاؤں کا نام ہادی پورہ یا برلاس پورہ رکھ لیتے۔ مگر ان کی دینداری اور زاہدانہ طبیعت نے پسند کیا کہ اس کا نام اسلام پورہ رکھیں۔ چونکہ یہ علاقہ جس میں میرزا ہادی بیگ نے اپنے رہنے کے لئے گاؤں آباد کیا۔ ماجھا کہلاتا تھا جس کا طولانی علاقہ ساٹھ کوس ہے۔ اور شاید یہ نام اس واسطے رکھا گیا ہو کہ اس ملک میں بھینسیں بکثرت ہوتی ہیں اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔ یہ بستی جو حضرت میرزا ہادی بیگ صاحب نے آباد کی اور جس کا نام اسلام پور رکھا۔ یوماً فیوماً ترقی کرنے لگی۔ اور اس کے اردگرد کثرت سے دیہات آباد ہو گئے۔ اور میرزا ہادی بیگ کی نیک چلنی، حسن اخلاق، دینداری اور اسلامی غیرت و محبت کا تمام گردونواح میں عام شہرہ ہو گیا۔ اور شجاعت و طاقت کی ہیبت تمام علاقوں پر چھا گئی یہاں تک کہ اس سارے علاقہ کی حکومت اسی خاندان کے ہاتھ آ گئی۔ اور اسلام پور جو اب قادیان کہلاتا ہے اس سارے علاقے کا جو 60 میل تک پھیلا ہوا تھا صدر مقام ٹھہرا۔ اور یہیں صدر عدالت یعنی دار القضاء تھا۔ اس لئے لوگوں نے اس قصبہ کا نام اسلامپور قاضی ماجھی مشہور کر دیا۔ چونکہ زبان محاورہ اختصار پسند ہوتی ہے اس لئے رفتہ رفتہ لوگ اسلام پور چھوڑ کر کچھ عرصہ تک اس کو قاضی ماجھی کے نام سے پکارتے رہے اور پھر امتداد زمانہ نے قاضی ماجھی کی بجائے صرف قاضی نام باقی رہنے دیا۔ اور چونکہ ض کے تلفظ میں اہل ہند و پنجاب عموماً "د" سے کام چلاتے ہیں اس لئے قاضی کی بجائے قادی ہو گیا۔ پھر اس سے بگڑ کر قادیان بنا۔ اور آج کل اسی جگہ کو قادیان کہتے ہیں۔

"نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا تھا۔ کہ مہدی قصبہ کدعہ سے پیدا ہو گا۔ وہ اسی قصبہ قادی کا پتہ ہے۔ جو لوگ کشفی زبان اور اجنبیت رسم الخط کی حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کدعہ اور قادی ایک ہی ہیں۔ یہ قصبہ کدعہ۔ قادیان۔ درجے طولانی خط استوا میں واقع ہے۔ اور یہ وہی طول بلد ہے۔ جس میں دمشق ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دمشق سے اس کی سمت مشرقی ہے۔ اگرچہ مرزا ہادی بیگ صاحب کے وہم و گمان میں بھی یہ امر نہ تھا کہ وہ اس قدر دور دراز سفر طے کر کے ایک جنگل میں کیوں قیام کرتے ہیں۔ لیکن جس مصلحت الٰہی نے انہیں اس مقام پر آباد ہونے کی تحریک کی۔ تا کہ اس حدیث نبی کریم ﷺ کا منشاء پورا ہو جائے۔ جس میں آپ نے فرمایا تھا۔ مسیح موعودؑ کا نزول جانب مشرق دمشق سے ہو گا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ از کلمہ منارہ مشرقی عجب مدار۔ چوں خود ز شرق است تجلی نیرم" (حضرت عرفانی صاحبؓ۔ حیات النبی جلد اوّل ص۔ 22-21)

نقشہ آبادی جدید وقدیم قادیان









23 مارچ 1889ء ،بمقام لدھیانہ، انڈیا (پہلی بیعت)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام







حضرت الحاج مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 27 مئی 1908ء تا 13 مارچ 1914ء انتخاب بمقام بہشتی مقبرہ قادیان، انڈیا

نیا مقامِ ظہورِ قدرتِ ثانیہ جو 2008ء میں تعمیر کیا گیا





14 مارچ 1914ء تا 8 نومبر 1965ء انتخاب بمقام مسجد نور قادیان، انڈیا

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

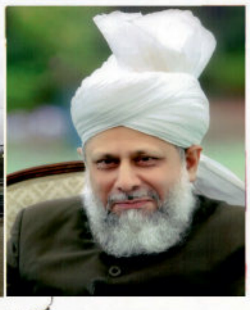






حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ
8 نومبر 1965ء تا 9 جون 1982ء انتخاب بمقام مسجد مبارک ربوہ، پاکستان

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ
10 جون 1982ء تا 19 اپریل 2003ء انتخاب بمقام مسجد مبارک ربوہ، پاکستان





حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

22 اپریل 2003ء انتخاب بمقام مسجد فضل لندن، یوکے

خلفاء احمدیت کے ساتھ درویشان قادیان کی یادگار تصاویر



حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جلسہ سالانہ ربوہ 1969ء کے موقع پر ہندوستان سے جانے والے درویشان قادیان وبعض دیگر افراد جماعت کا ایک گروپ فوٹو بمقام مسجد مبارک ربوہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ درویشان قادیان بمقام مسجد اقصیٰ قادیان جنوری 1992ء



دائیں سے بائیں نیچے بیٹھے ہوئے: مکرمیاں محمد سلیمان دہلوی صاحب، ماسٹر محمد اسماعیل صاحب، محمد دین بدر صاحب، طیب علی بنگالی صاحب، دین محمد ننگلی صاحب، بشیر احمد حافظ آبادی صاحب، عبدالکریم صاحب، ولی محمد صاحب، سائیں عبدالرحمان صاحب، مرزا محمد زمان صاحب، عزیز احمد منصوری صاحب، محمد شریف ڈوگر صاحب، شریف احمد شیخوپوری صاحب، محمد نذیر ننگلی صاحب، صوفی غلام احمد صاحب، محمد اسماعیل ننگلی صاحب، شیخ محمد ابراہیم صاحب۔ **کرسیوں پر بیٹھے ہوئے:** چوہدری محمد عبداللہ صاحب، منظور احمد چیمہ صاحب، عبدالحق فضل صاحب، قریشی محمد شفیع عابد صاحب، ممتاز احمد ہاشمی صاحب، بدرالدین عامل صاحب، چوہدری مبارک علی صاحب، ملک صلاح الدین صاحب ایم اے، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ (چوہدری اللہ بخش صادق صاحب ربوہ) عبدالحمید عاجز صاحب، فضل الٰہی خان صاحب، ملک بشیر احمد ناصر صاحب، برکت علی انعام صاحب، عبدالقادر دہلوی صاحب، مرزا منور احمد صاحب، بشیر احمد خادم صاحب، منظور احمد گھنو کے صاحب۔
کھڑے پہلی لائن: ۔محمد ایوب بٹ صاحب، ملک محمد بشیر صاحب، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب، محمد یوسف گجراتی صاحب، خواجہ عبدالستار صاحب، عطاء اللہ خان صاحب، امیر احمد صاحب، بشیر احمد بانگروی صاحب، شیخ عبدالقدیر صاحب، گیانی عبداللطیف صاحب، قاضی عبدالحمید صاحب، خواجہ احمد حسین صاحب، چوہدری عبدالسلام صاحب، مولوی غلام نبی صاحب، بشیر احمد ٹھیکیدار صاحب، بشیر احمد مہار صاحب، مستری محمد دین صاحب، محمد موسیٰ صاحب، بشیر احمد کالا افغانہ صاحب، محمد احمد کالا افغانہ صاحب، مولوی محمد یوسف صاحب، مظہر حسین صابر صاحب۔ **کھڑے ہوئے دوسری لائن:** ۔حکمت اللہ صاحب، مرزا محمد اقبال صاحب، منظور احمد مبشر صاحب، عبدالحمید مومن صاحب، مولوی فیض احمد صاحب، چوہدری سکندر خان صاحب، غلام قادر صاحب، بشیر احمد گھٹیالیاں صاحب، محمد اسحاق صاحب، خورشید احمد پربھاکر صاحب، مستری منظور احمد صاحب، غلام حسین صاحب، ڈاکٹر غلام ربانی صاحب، عمرالدین صاحب، محمد عمر علی صاحب، محمد صادق ننگلی صاحب، ظہور احمد گجراتی صاحب، عمرالدین دہلوی صاحب، سید شہامت علی صاحب۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ درویشان قادیان بمقام گلشن احمد قادیان 16 دسمبر 2005ء



حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ درویشان قادیان بمقام گلشن احمد قادیان 16 دسمبر 2005ء

(کرسیوں پر) دائیں سے بائیں: طیب علی صاحب، محمد عمر علی صاحب، قریشی محمد شفیع عابد صاحب، خورشید احمد پربھاکر صاحب، عبدالقادر دہلوی صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت مرزا وسیم احمد صاحب، مستری منظور احمد صاحب، عطاء اللہ خان صاحب، محمود احمد عارف صاحب، بشیر احمد مہار صاحب، منظور احمد چیمہ صاحب

(کھڑے ہوئے) دائیں سے بائیں: بشیر احمد کالا افغانہ صاحب، شیخ عبدالقدیر صاحب، غلام قادر صاحب، عبدالحمید مومن صاحب، محمد موسیٰ صاحب، محمد احمد کالا افغانہ صاحب، خواجہ احمد حسین صاحب، ایوب بٹ صاحب، مظہر حسین صابر صاحب، سید شہامت علی صاحب، خواجہ عبدالستار صاحب، منظور احمد مبشر صاحب، محمد یوسف صاحب، عبدالسلام صاحب، فیض احمد صاحب، چوہدری مبارک علی صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، یونس صاحب، عمر دین صاحب، نذیر احمد صاحب













عیدالاضحیہ کے دن مسجد اقصیٰ قادیان میں احباب جماعت ودرویشان قادیان کا ایک یادگار گروپ فوٹو (5 مئی 1962ء)



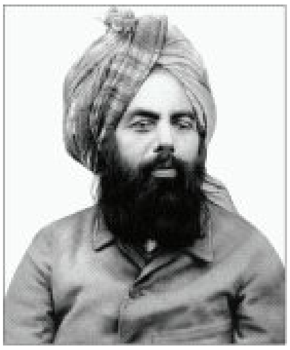
درویشان قادیان برموقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ بھارت 2008ء



درویشان قادیان (1990ء)

قادیان کی عالمی حیثیت

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے)



دنیا میں بڑے بڑے شہروں یا قصبوں کی مقبولیت کی کوئی خاص وجہ ہوتی ہے بعض تجارت کا مرکز ہونے کی وجہ سے ، بعض دار الحکومت یا بادشاہ کی دار السلطنت کی وجہ سے ، بعض تاریخی مقامات کی بناء پر بعض اونچی اونچی عالیشان عمارات کے حوالہ سے بعض مشہور علمی اداروں کے مرکز ہونے کی وجہ سے اور بعض منفرد سیر وتفریح باغات ، عجائب خانوں ، چڑیا گھر جیسے اداروں کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل کر لیتے ہیں لیکن آپ حیران ہونگے کہ قادیان کا مندرجہ بالا وجوہات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(i)''قادیان کے ہندو موھن لال فرماتے ہیں ''مرزا صاحبؑ سے پہلے قادیان کی حالت بہت خراب تھی دودھ والا جب سارا دن دودھ نہ بیچ سکتا تھا تو رات کو اس کا دہی بنا لیتا تھا جب دوسرے دن وہ دہی بھی نہ فروخت کر سکتا تو اس کی پکوڑیاں بنا لیتا لوگ ان دنوں میں غیر تعلیم یافتہ تھے مرزا صاحب کی وجہ سے حالات بہت تبدیل ہو گئے ہر چیز اب یہاں مل جاتی ہے دنیا کے ہر خطہ سے لوگ یہاں آتے ہیں اور احمدیوں کی وجہ سے ہمیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے قادیان ایک عالمی حیثیت کا حامل ہے۔ اب دنیا کے کسی حصہ سے صرف۔ قادیان ہندوستان۔ لکھ کر ڈال دیں۔ خط بغیر کسی روکاوٹ کے قادیان پہنچ جائے گا۔ اس کی تصدیق ایک خط سے بھی ہوتی ہے جو ایک جرمن خاتون نے 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھا تھا جو آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔''

تقریباً نوے سال قبل کا واقعہ ہے ایک جرمنی کے مشہور شہر میونخ کے محلہ پاسنگ۔ passing۔ میں ایک معزز خاتون کیرولا مین رہتی تھیں جو جرمنی النسل تھیں اور ان کا خاوند ایک انگریز تھا موصوفہ تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آسمانی پیغام کسی ذریعہ سے پہنچا تو وہ آپ کی خدمت اقدس میں خط لکھنے کے لئے کئی ماہ تک بیقرار رہیں مگر آپ کا پتہ کہیں سے نہ مل سکا۔ آخر کسی شخص نے آپ کا یہ ایڈریس دیا۔ بمقام قادیان علاقہ کشمیر ملک ہند۔ مسز کیرولا مین نے اس پتہ پر حضور کے نام جو عقیدت و اخلاص سے لبریز خط تحریر کیا اس کا اردو ترجمہ اخبار۔ بدر۔ 14 مارچ 1907ء کی زینت ہے لکھا ہے۔ ''بیان کیا گیا ہے کہ آپ خدا کے بزرگ مامور ہیں اور مسیح موعود کی قوت میں ہو کر آئے ہیں اور میں دل سے مسیح کو پیار کرتی ہوں۔ ہمارے لارڈ مسیح کے واسطے جو اس قدر جوش آپ کے اندر ہے اس کے واسطے میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں اور مجھے بڑی خوشی ہو گی اگر آپ چند سطور اپنے اقوال کی مجھے تحریر فرما دیں۔۔ اگر چہ آپ شاندار قدیمی ہندوستانی قوموں کے نور کے اصل پوت ہیں۔ تاہم یہ میرا خیال ہے کہ آپ انگریزی جانتے ہونگے۔ اگر ممکن ہو تو مجھے اپنا ایک فوٹو ارسال فرماویں۔ کیا دنیا کے اس حصہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتی ہوں۔''

(روزنامہ الفضل۔ سالانہ نمبر ص5۔ 28 دسمبر 2001)

''آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار''

(ii) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان کی بستی ایک گمنام سا علاقہ تھی جس میں روزمرہ کی ضروریاتِ زندگی بھی میّسر نہ تھی پکی سڑکیں، بجلی، ریل گاڑی، ڈاکخانہ یا ٹیلی فون کی بنیادی سہولتوں کا نام ونشان تک نہ تھا لیکن اس کے باوجود اب احمدیت کے تعلق سے دنیا کے ہر ملک میں نہ صرف لوگ اس بستی سے واقف ہیں بلکہ ان کے دلوں میں قادیان کا ایک خاص مقام ہے اور اس بستی کی زیارت کا بڑی شدت سے انتظار کرتے رہتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

اکیسویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔لیکن ابھی بھی اس قصبہ میں وہ بنیادی سہولتیں جو ایک شہر میں موجود ہونے کی وجہ سے کشش کا باعث ہوتی ہیں ان سے خالی ہے۔ اس کے باوجود ہر احمدی لندن نیویارک یا پیرس جانے کی بجائے اس قصبہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ میں غیر معمولی روحانی کشش ہے۔اس مقام پر روح کو ایسا سکون ملتا ہے۔جو بیان سے باہر ہے۔آپ مسافر ہوتے ہوئے بھی یہاں ایسا محسوس کرتے ہیں کہ یہ آپ کا اپنا گھر ہے لوگ آپ کے واقف نہیں۔لیکن ایسے ملتے ہیں جیسے آپ ایک ہی خاندان کے ممبر اور ایک دوسرے کو سالوں سے جانتے ہیں۔گلیاں چھوٹی چھوٹی ہیں لیکن آپ جب ان میں سے گذرتے ہیں آپ ایسے محسوس کرتے ہیں کہ ان دیواروں نے آپ کو دنیا کے خطرات سے محفوظ کر رکھا ہے۔محبت اور پیار سے آپ کا خیر مقدم کرتی ہیں چلتے چلتے آپ زیادہ سے زیادہ جگہوں پر قدم رکھنے کی تمنا کرتے ہیں۔کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس جگہ سے بھی گزرے ہوں۔

ہر رہ کو دیکھا ہے محبت کی نظر سے　　　شاید کہ وہ گزرے ہوں اسی رہ گزر سے

21ویں صدی کے ہزاروں شہر اپنی ہزار ہا کششوں میں قادیان سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔لیکن جو قادیان پہنچا وہ اس کا ایسا ہوا کہ بس اسی کا ہو گیا۔ قادیان ہمیں اپنے مالوں اپنی جانوں اور اپنی عزتوں سے زیادہ عزیز ہے۔اور یہاں کی خاک پاک ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے وطن سے بہت زیادہ محبوب ہے۔یہ وہ سرزمین ہے جہاں ہماری پیاسی روحوں نے معرفتوں و نور کے چشمہ سے آبِ حیات پیا۔اور تشنگی بجھائی یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے دل و دماغ کی اُلجھنوں اور ہماری فکر و نظر کی بے راہ رویوں کو جگمگاتی ہوئی اُمید کا سہارا ملتا ہے۔اور دنیوی حرص و ہوس کی جگہ تسکین و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔یہاں کے روحانی نور کی شعائیں مشرق و مغرب میں مردہ قلوب کو زندگی کا پیغام دیتی ہیں۔قادیان کا نام سنتے ہی ہر ایک شخص خواہ وہ کہیں کا باشندہ ہو چوکنا ہو جاتا ہے اور جتنا اس بستی سے اس کا تعلق ہوتا ہے اس کے مطابق اس کے دل میں خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ایک احمدی جب یہ نام سنتا ہے تو اس کا دل پگھل جاتا ہے اور ایک ایسا درد اس کے دل میں اُٹھتا ہے کہ جس کو وہ برداشت نہیں کر سکتا۔قادیان ایک روحانی بستی ہے۔
اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

زمین قادیاں اب محترم ہے　　　ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

’’قادیان ایک مبارک بستی ہے۔جس کو اللہ نے اسلام کا مرکز بنایا ہے تا کہ اسلام کی دوسرے مذاہب پر سبقت ظاہر کی جائے۔خدا تعالیٰ نے اپنا خاص فضل عطا فرمایا جب حضرت مسیح موعودؑ 13فروری 1835ء کو یہاں قادیان میں پیدا ہوئے اور یہی وہ بستی ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فرزند دفن ہے۔‘‘　(مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان کی بستی ایک فصیل کے اندر تک محدود تھی۔میری نظر میں قادیان کی اہمیت اور سب ترقیات مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت وجود اور روحانیت کے اعتبار سے ہے۔احمدیت ترقی کر کے دنیا کے ہر حصہ پر محیط ہو رہی ہے۔
مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لَفَاظَاتُ الْمُوَائِدِ کَانَ اَکُلِیْ　　　وَصِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامَ الْاَھَالِیْ

ایک دن تھا کہ دستر خوان کے بچے کھچے ٹکڑے میری غذا تھی اور آج میں قوموں کو کھلانے والا ہو گیا ہوں۔

قادیان اب اپنی روحانی برکات کی وجہ سے ایک عالمی مرکز بن گیا ہے۔

دنیا کے ہر بڑے مذہب کے پیروکار اپنے اپنے نبی کے دوبارہ اس دنیا میں واپس آنے کے منتظر ہیں۔لیکن یہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔کہ جو وجود ایک بار اس دنیا سے رحلت کر جائے۔اس کا اپنی اصل صورت میں واپس آنا نظام قدرت کے خلاف ہے۔خدا تعالیٰ نے ہر مذہب کے آنے والے نبی کی صفات کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے وجود میں جمع کر دیا تا کہ اس آخری زمانہ میں اس وجود سے سارے مذاہب کو اکٹھا کر دیا جائے۔ورلڈ آرڈر کی جو باتیں آج ہو رہی ہیں اُس کی تعلیم پہلے ہی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم میں موجود ہے۔

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہوں اور ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں“

(لیکچر سیالکوٹ: 33)

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

”میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں...... سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعے سے ظہور ہو۔“ (تتمہ حقیقۃالوحی ص85)

بحار الانوار (جلد 12۔ص 202) میں امام باقرؒ فرماتے ہیں:

”یَقُوْلُ (اَلْمَهْدِیُّ) یَا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْمَاعِیْلَ فَهَا اَنَاذَا اِبْرٰهِیْمُ وَاِسْمَاعِیْلُ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مُوْسٰی وُ یُوْشَعَ فَهَا اَنَاذَا مُوْسٰی وَ یُوْشَعُ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عِیْسٰی وَ شَمْعُوْنَ فَهَا اَنَاذَا عِیْسٰی وَ شَمْعُوْنُ اَلَا وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَهَا اَنَا ذَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔“

یعنی امام مہدی کہے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیم اسمٰعیل کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیم اور اسماعیل ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰ و یوشع کو دیکھنا چاہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰ اور یوشع ہوں اور اگر تم میں سے کوئی عیسیٰ وشمعون کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ عیسیٰ اور شمعون میں ہوں اور اگر کوئی تم میں سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین علیؓ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد صلی اللہ علی وسلم اور امیر المؤمنین میں ہوں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بھی لکھا ہے۔

”وَجَبَ نُزُوْلَهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ“

(تفسیر عرائس البیان جلد1ص262)

کہ آخری زمانہ میں پہلا مسیح واپس نہیں آئیگا۔ بلکہ اب وہ ایک نئے وجود کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا۔ پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا کمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ایک انسان کو مسیح بنا سکتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی اگلے مقام پر لے جا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدر تھا۔ کہ وہ دجالی فتنہ سے جو پہلے مسیح کی بگڑی ہوئی امت کی طرف سے کھڑا کیا جانا تھا۔ جس کی بنیادیں پہلے مسیح کی خدائی پر مستحکم اور استوار کی جانی تھیں اس کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قوت قدسی سے ایک محمدی مسیح کھڑا کرے جو اس فتنہ کو عصائے محمدی سے پاش پاش کر دے اور الوہیت باطلہ وتثلیث نادرہ کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دے۔

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(درثمین اردو)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی پیشگوئیوں کے عین مطابق وہ آنے والا قادیان کی سرزمین میں ظاہر ہوا۔ اور اپنی باطل شکن صدا سے تثلیث باطلہ کے قصر عظیم المنظر میں اضمحلال پیدا کر گیا۔

وہ آیا جس کی آمد دیکھنے کو نگاہ شوق سوئے آسماں ہے

مسیح وقت آیا قادیاں میں جبھی تو قادیان دارالاماں ہے

مبارک وہ جو اسے قبول کریں اور اس کے دامن اطاعت کے ساتھ وابستہ ہو کر افواج باطل کے ازہاق کا ہمت آفرین کام کریں۔

قادیان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

اِنَّا اَنۡزَلۡنَاہُ قَرِیۡباً مِّنَ الۡقَادِیَانِ۔ وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنَاہُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ۔ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلاً۔



یعنی ہم نے نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر از معارف و حقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ سے اترا ہے۔ خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی۔ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔ یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حدیث......میں اشارہ فرما چکے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنے کلامِ مقدس میں اشارہ فرما چکا ہے۔ چنانچہ وہ اشارہ حصہ سوم کے الہامات میں درج ہو چکا ہے اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے۔

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص 498 حاشیہ در حاشیہ 3)

جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے۔ ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ کہ

اِنَّا اَنۡزَلۡنَاہُ قَرِیۡباً مِّنَ الۡقَادِیَانِ

تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے؟ تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے۔ اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔" (ازالہ اوہام ص 76,77)

اس الہام پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیشگوئی کے پہلے لکھا گیا تھا......اب ایک نئے الہام سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ قادیان کو خدائے تعالیٰ کے نزدیک دمشق سے مشابہت ہے تو اس پہلے الہام کے معنی بھی اس سے کھل گئے......اس کی تفسیر یہ ہے کہ

اِنَّا اَنۡزَلۡنَاہُ قَرِیۡبًا مِّنۡ دِمَشۡقَ بِطَرَفٍ شَرۡقِیٍّ عِنۡدَ الۡمَنَارَۃِ الۡبَیۡضَاءِ

"کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے۔" (ازالہ اوہام ص 75-73 حاشیہ)

جو کچھ براہین احمدیہ میں قادیان کے بارے میں کشفی طور پر میں نے لکھا یعنی یہ کہ اس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ درحقیقت یہ صحیح بات ہے کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ

معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے۔ اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے۔ پس جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا۔ ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ برکاتِ اسلامی کے زمانہ تک، جو مسیح موعود کا زمانہ ہے، پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہا زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے۔ مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے۔ جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے۔

مُبَارَکٌ وَّ مُبَارِکٌ وَکُلُّ اَمۡرٍ مُّبَارَکٍ یُّجۡعَلُ فِیۡہِ۔

اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا۔ قرآن شریف کی آیت بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ کے مطابق ہے۔ پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔" (از اشتہار منارۃ المسیح مورخہ 28 / مئی 1900ء ص حاشیہ)

”حضرت اقدسؑ ایک روز فرماتے تھے۔ ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا۔ اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے اونچی اونچی دومنزل یا چومنزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دوکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں۔ اور موٹے موٹے سیٹھ، بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے۔ بیٹھے ہیں۔ اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں، روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ اور قسما قسم کی دوکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں۔ یکے، بگھیاں، ٹمٹم، فٹن، پالکیاں، گھوڑے، شکرمیں، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔“ (تذکرہ۔ 919)

” ایک عرصہ ہوا میں نے خواب دیکھا تھا کہ گویا میر ناصر نواب ایک دیوار بنا رہے ہیں۔ جو فصیل شہر ہے میں نے اس کو جو دیکھا۔ تو خوف آیا۔ کیونکہ وہ قدِ آدم بنی ہوئی تھی۔ خوف یہ ہوا کہ اس پر آدمی چڑھ سکتا ہے۔ مگر جب دوسری طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ قادیان بہت اونچی کی گئی ہے۔ اس لئے یہ دیوار دوسری طرف سے بہت اونچی ہے۔ اور یہ دیوار گویا پختہ بنی ہوئی ہے۔ فرش کی زمین بھی پختہ کی گئی ہے۔ اور غور سے جو دیکھا تو وہ دیوار ہمارے گھروں کے ارد گرد ہے۔ اور ارادہ ہے کہ قادیان کے گرد بھی بنائی جاوے۔ شاید اللہ رحم کر کے ان بلاؤں میں تخفیف کر دے۔“

(الحکم جلد 2 نمبر 36 مورخہ 10/اکتوبر 1906ء)

”عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَۃَ۔“

(جواہر الاسرار قلمی مصنفہ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی ارشادات فریدی جلد 3۔ ص 70)

”یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی کدعۃ نامی بستی سے ظاہر ہوگا۔ غالباً کدعۃ نہیں دراصل کدعہ ہے اور کدعہ سے مراد قادیاں (مشرقی پنجاب) ہے جو درحقیقت ”اسلام پور قاضی“ تھا۔ پھر کادی یا کادیں کے نام سے معروف رہا۔ اس طرح کدعہ دراصل قادیان ہی ہے۔“

یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ وَیَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔

(فرمایا) ”یہ الہام کوئی پچیس سال کے بعد پھر ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کسی زبردست اظہار کا پھر کوئی وقت قریب ہے۔“

(بدر جلد 1 نمبر 9 مورخہ یکم جون 1905ء ص 2)

(ترجمہ) اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے۔ وہ عمیق ہو جائیں گی۔ اور وہ مدد ہر ایک دور کی راہ سے تجھے پہنچے گی۔ اور ایسی راہوں سے پہنچے گی کہ وہ راہ لوگوں کے بہت چلنے سے جو تیری طرف آئیں گے گہرے ہو جائیں گے۔ (حقیقۃ الوحی ص 73)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔

(الف)” جب قادیان کی زندگی احمدیوں کے لئے اس قدر تکلیف دہ تھی کہ مسجد میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے آنے سے روکا جاتا۔ راستہ میں کیلے گاڑ دیئے جاتے تا کہ گذرنے والے گریں۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا مجھے دکھایا گیا ہے (کہ) علاقہ اس قدر آباد ہوگا کہ دریائے بیاس تک آبادی پہنچ جائے گی۔“ (الفضل جلد 16 نمبر 13 مورخہ 14 اگست 1928ء)

” جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آ کر آباد نہیں ہوتا یا کم از کم ایسی تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ مبادا وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے۔ اپنے گھروں، وطنوں اور املاک کو چھوڑ کر میری ہمسائیگی کے لئے قادیان میں بود و باش کرنا ”اصحاب الصفہ“ کا مصداق بنناہے۔“ (البدر یکم دسمبر 1903ء)

” یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے۔ کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔ اور جائز ہوگا کہ آئندہ ضرورتیں محسوس کر کے اس کام کے لئے کوئی مکان تیار کریں۔“ (الوصیت ص 28)

” حضرت اقدسؑ۔ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ دمشق کے مشرق کی طرف نازل ہوگا۔ قادیان دمشق سے عین مشرق

میں ہے۔" (ملفوظات جلد 8 ص 192)

"یروشلم سے مراد بیت المقدس نہیں بلکہ وہ مقام مراد ہے جس سے دین کے زندہ کرنے کے لئے الٰہی تعلیم کا چشمہ جوش مارے گا اور وہ قادیان ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں دار الامان ہے۔" (نزول المسیح حاشیہ ص 42)

" فرمایا کہ اس قادیان میں پانچ سو حافظ قرآن شریف کے رہتے تھے۔ اس وقت اس جگہ کا نام اسلامپور تھا۔ اب یہاں کیا ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی اس قدر تعداد حفاظ کی نہیں مل سکتی۔ اس جگہ کی اسلامی شوکت کو سکھوں نے خراب کر دیا تھا۔ یہاں بہت سے سکھ رہتے تھے جن میں سے بعض نے سید احمد صاحب کے ساتھ لڑائیاں کی تھیں مگر رفتہ رفتہ وہ سب مر گئے اور اب دوچار باقی ہونگے۔" (ملفوظات جلد 10 ص 7)

"جیسے روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا ویسے ہی اس مقام (قادیان ناقل) میں جو تجلیات اور انوار الٰہی کا مرکز ہے۔ کوئی سیاہ دل خائن بہت مدت تک ٹھہر نہیں سکتا۔" (بدر 25 اپریل 1907)

" اس مقام کو خدا نے امن والا بنایا ہے۔ اور متواتر کشوف و الہامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو اس کے اندر داخل ہوتا ہے وہ امن میں ہوتا ہے۔"

(اخبار البدر 26/ جون 1903ء)

"خدا نے اس ویرانے کو یعنی قادیان کو مجمع دیار بنایا ہے کہ ہر ایک ملک کے لوگ آکر جمع ہوتے ہیں"۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم جلد 21 صفحہ 95)

"ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلادے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔" (دافع البلاء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 231)

"حدیثوں میں کدعہ کے لفظ سے میرے گاؤں (قادیان) کا نام مراد ہے- اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود دمشق سے مشرق کی طرف ظاہر ہو گا سو قادیان دمشق سے مشرق کی طرف ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین)

"وہ قادر خدا قادیان کو طاعون سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔" (دافع البلاء)

"خدا تعالیٰ بہرحال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستّر (70) برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اسکے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کیلئے نشان ہے۔" (دافع البلاء)

" قادیان میں رہنا تو ایک قسم کا آستانہ ایزدی پر رہنا ہے۔ اس حوضِ کوثر سے وہ آبِ حیات ملتا ہے کہ جس کے پینے سے حیاتِ جاودانی نصیب ہوتی ہے جس پر ابدالآباد تک موت ہر گز نہیں آسکتی۔" (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد نمبر 6)

" خدا قادیان میں نازل ہو گا اپنے وعدہ کے موافق۔" (تذکرہ صفحہ 358 ایڈیشن 2006ء)

"یہ زمین تیری اور تیرے مریدوں کی ہے۔" (تذکرہ صفحہ 687 ایڈیشن 2006ء)

"خدا نے اس ویرانہ کو یعنی قادیان کو مجمع الدیار بنادیا۔ کہ ہر ملک کے لوگ یہاں آکر جمع ہوتے ہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 95)

"حافظ نبی بخش صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام موسم گرما میں بعد نماز مغرب مسجد مبارک کے شاہ نشین پر مع خدام حضرت خلیفہ اولؓ و مولوی عبد الکریم صاحب و خواجہ کمال الدین صاحب و ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ رونق افروز تھے۔ کسی کام کے لئے بٹالہ تار دینا تھا۔ اس وقت چونکہ قادیان میں تار گھر نہ تھا۔ حضور نے فرمایا بٹالہ جانے کے لئے کوئی تیاری کر لے۔ دو آدمی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم تیار ہیں۔ فرمایا ٹھہرو میں نیچے سے تار کی فیس لادیتا ہوں۔ ہر چند اصحاب متذکرہ بالا نے عرض کیا کہ حضور نیچے جانے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ ہم فیس ادا کر دینگے۔ اور صبح حضور وہ رقم واپس دے دیویں۔ مگر حضور نے نہ مانا اور فوراً نیچے چلے گئے۔ اور تار کی فیس دیکر ان کو روانہ کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کے زمانہ میں قادیان میں نہ تار تھی نہ ریل تھی۔ اور نہ ٹیلیفون تھا۔ مگر اب کئی سال سے یہ تینوں ہیں۔ تار کے متعلق بعض اوقات بڑی مشکل کا سامنا ہوتا تھا کیونکہ آنے والی تار بٹالہ سے قادیان تک ڈاک میں آتی تھی۔ اور جو تار قادیان سے بھجوانی ہو اس کے لئے خاص آدمی بٹالہ بھجوانا پڑتا تھا اور اس طرح عموماً تار کی غرض فوت ہو جاتی تھی۔" (سیرت المہدی 3 ص 41،42)

14اپریل1905۔ ''رویا میں دیکھا کہ میں قادیان کے بازار میں ہوں اور ایک گاڑی پر سوار ہوں جیسے کہ ریل گاڑی ہوتی ہے۔آگے ایک مکان نظر آیا۔اس وقت زلزلہ آیا۔مگر ہم کو کوئی نقصان اس زلزلہ سے نہیں ہوا۔'' (تذکرہ ص538)

''آپ فرماتے تھے کہ یہاں پر ریل بھی آئے گی'' (رجسٹر روایات صحابہ جلد 5 ص81 روایت شاہ محمد صاحب سکنہ قادیان)

''بٹالہ والی سڑک خراب اور تکلیف دہ ہونے کی شکایت پر حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ گھبراؤ نہیں۔کوئی دن وہ ہوگا جب یہاں گاڑی آجائے گی۔''

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 10 ص 212 روایت سردار بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری محمد حسین صاحب)(تذکرہ 784)

''میاں چراغ الدین صاحب ولد میاں صدر الدین صاحب قادیان نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور میاں صاحب (صاحبزادہ میاں محمود صاحب) کی انگلی پکڑ کر سیر کے لئے بسراواں تشریف لے گئے جہاں پر آجکل چھپڑ ہے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا کہ دیکھو میاں۔ گاڑی کی آواز آرہی ہے: پھر آپ یہ کہہ کر چل پڑے۔ خدا کے فضل سے آجکل گاڑی کی آواز آرہی ہے۔'' (تذکرہ ص813)

''غالباً 1902ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صبح سیر کے لئے تشریف لے گئے......جب ہم اس گاؤں کے بیچ میں پہنچے جو نواں پنڈ کے نام سے مشہور ہے...خلیفہ رجب الدین صاحب نے (مجھے کہا) کہ حضرت صاحب نے اس مقام پر جہاں سے ریلوے لائن گذرے گی۔اپنے سوٹا سے نشان کر دیا ہے۔ چنانچہ کئی سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلی باتوں کو پورا کیا۔''

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 4 ص 177) یہ پیشگوئی 1928 میں پوری ہوگئی جب پہلی بار قادیان میں ریل گاڑی آئی۔

19اپریل1904 کا الہام۔''فرمایا کہ میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا۔تو یہ الہام ہوا۔

فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا۔

''پس پیس ڈال ان کو خوب پیس ڈالنا۔'' فرمایا میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی۔ جو ایک سال ہوا بیت الدعاء پر لکھی ہوئی ہے۔اور وہ دعا یہ ہے۔''

يَارَبِّ فَاسْمَعْ دُعَائِيْ وَمَزِّقْ اَعْدَائَكَ وَاَعْدَائِيْ وَاَنْجِزْ وَعْدَكَ وَانْصُرْ عَبْدَكَ وَاَرِنَا اَيَّامَكَ وَشَهِّرْلَنَا حُسَامَكَ وَلَا تَذَرْ مِنْ الْكَافِرِيْنَ شَرِيْراً

اس دعا کو دیکھنے اور اس الہام ہونے سے معلوم ہوا کہ میری دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔پھر فرمایا۔''ہمیشہ سے سنت اللہ اسی طرح پر چلی آتی ہے کہ اس کے ماموروں کی راہ میں جو لوگ روک ہوتے ہیں۔ان کو ہٹا دیا جاتا ہے۔یہ خدا تعالیٰ کے بڑے فضل کے دن ہیں۔ان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان اور یقین بڑھتا ہے کہ وہ کس طرح ان امور کو ظاہر کر رہا ہے۔'' (الحکم۔24اپریل1904۔ص۔1)

قادیان میں آمد و رفت کی کثرت چاہیئے

'' ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں حالانکہ یہ ان کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں۔ پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔تعجب ہے کہ لوگ کس طرح شیطان کے بہکانے میں آجاتے ہیں مگر یہ سب ایمان کی کمزوری کے باعث ہوتا ہے۔بھلا مومن کیا اور شیطان کا بہکانا کیا۔معلوم ہوتا ہے جو بہکتا ہے وہ خود شیطان ہے۔ورنہ سوچ کر دیکھا جاوے کہ اب ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں کیا رہ گیا ہے۔یہ لوگ چاہتے ہیں کہ جو کچھ رطب و یابس ان کے ہاتھ میں ہے وہ ایک ایک حرف پورا ہو۔ حالانکہ نہ کبھی ایسا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔یہودیوں کی احادیث اس قدر تھیں کہ وہ نہ حضرت عیسیٰ پر حرف بحرف پوری ہوئیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر۔اور اسی لئے بہتوں نے ٹھوکر کھائی مگر بعض یہودی جو مسلمان ہو گئے تو اس کی یہ وجہ تھی کہ جس قدر حصہ ان احادیث کا پورا ہو گیا انہوں نے اس کو سچا مان لیا اور جو نہ پورا ہوا۔اس کو رطب و یابس جان کر چھوڑ دیا یا ان کے اور معنی کر لئے۔اگر وہ ایسا نہ کرتے تو پھر ان کو اسلام نصیب نہ ہوتا اور پھر اس کے علاوہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات بھی دیکھے۔ ہر ایک قوم کے پاس کچھ سچی کچھ جھوٹی، کچھ صحیح اور کچھ غلط روایات ہوتی ہیں۔اگر انسان اسی بات پر اڑ جائے کہ سب کی سب پوری ہوں تو اس طرح سے کوئی

شخص مان نہیں سکتا۔حکم کے یہی معنی ہیں ان میں سے سچی اور جھوٹی کو الگ کر کے دکھا دیوے۔ ہر ایک جو بیعت کرتا ہے اسے واجب ہے کہ ہمارے دعویٰ کو خوب سمجھ لیوے ورنہ اسے گناہ ہوگا۔'' (ملفوظات جلد 6 ص148)

''خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ فوج در فوج لوگ تیرے پاس آئیں گے۔ یَاتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق۔ دور دراز سے تیرے پاس لوگ آئیں گے۔ اور تحائف آئیں گے۔ پھر یہ بھی کہا کہ لوگوں سے تھکنا مت۔ اب کوئی سوچے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ کے یہ وعدے کس طرح پورے ہوئے۔ ان فہرستوں کو گورنمنٹ کے پاس دیکھ لے جو آنے والے مہمانوں کی مرتب ہو کر ہفتہ وار جاتی ہیں۔ اور ڈاک خانہ اور ریل کے رجسٹروں کی پڑتال کرے جس سے پتہ لگے گا کہ کہاں کہاں سے تحائف اور روپیہ آ رہا ہے اور قادیان میں بیٹھ کر دیکھیں کہ کس قدر ہجوم اور انبوہ مخلوق کا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی طرف سے بشارت اور قوت نہ ملے تو انسان تھک جاوے اور ملاقاتوں سے گھبرا اٹھے۔ اس نے یہ الہام کیا کہ گھبرانا نہ ویسے ہی قوت بھی عطا کی۔ کہ گھبراہٹ ہوتی ہی نہیں اور ایسا ہی انگریزی، اردو، عربی، عبرانی میں بہت سے الہامات ہوئے جو اس وقت سے چھپے ہوئے موجود ہیں اور پورے ہو رہے ہیں۔'' (ملفوظات جلد 5 ص19)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قادیان سے محبت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادیان سے بے انتہا محبت تھی۔ اس کا ذکر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قلمِ مبارک سے یوں تحریر فرمایا ہے:

''اپنا وطن کسے پیارا نہیں ہوتا کسی شاعر کا مصرعہ ہے کہ:-

''خار وطن ملک از سلیمان خوشتر''

حضرت مسیح موعودؑ کو بھی قادیان سے بہت محبت تھی۔ اور یہ محبت محض وطن اور جنم بھومی ہونے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ احسانِ باری تعالیٰ کی وجہ سے یہ محبت اور قدر آپ کے دل میں عام محبِ وطن سے بہت زیادہ بڑھ کر تھی۔ یہی مقام یہی گھر تھا جس میں آپ کو ذکر الٰہی کی توفیق ملی۔ اسی جگہ آپ نے عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے دُرود پڑھا دردِ دل پیدا ہوا اور خدمتِ اسلام میں قلم سے تلوار کا کام لیا۔ نورِ خدا نازل ہوا وحی صادق سے مولا کریم نے نوازا جس مقام پر کوئی کسی محبوب دوست کے ساتھ جاتا ہے پھر جب کبھی گذر ہو اسی جگہ وہ پیار او جود او راس کی باتیں یاد آجاتی ہیں۔ جب کبھی باہر جانے کا ذکر ہوتا یا آپ باہر جاتے تو ایک پنجابی کی مثال بڑے پیار سے دوہرایا کرتے تھے کہ جیہڑا لطف چوبارے۔ نہ بلخ نہ بخارے۔ آپ کو گھر سے محبت تھی۔ اس کی قدر تھی جو خود آپ سے بڑھ کر کون محسوس کرسکتا ہے۔ ہم مقدمہ کے سلسلہ میں جب گورداسپور تھے تو آپ قادیان کو بہت یاد کرتے تھے ہر وقت واپسی کی تڑپ رہتی تھی۔ ایک دن اوپر کی منزل میں آپ صحن میں ٹہل رہے تھے میں بھی پاس تھی اور حضرت امّاں جانؓ بھی۔ آپ نے قادیان کی یاد کی باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ آخری شاہ اودھ نے لکھنؤ کی یاد میں کہا تھا۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنؤ

فرمایا ہم اس کو اس طرح پڑھتے ہیں۔

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیان

''اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ۔ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے۔ ایک محمد ﷺ۔ دوسرا احمد ﷺ۔'' (تبلیغ رسالت جلد نہم ص90)

قادیان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بیانات



’’جس زمانہ میں حضرت مرزا صاحبؑ قادیان کے گاؤں میں ایک گوشہ نشین شخص تھے۔ اور ایک مہمان بھی کبھی آپ کے پاس نہ آتا تھا اور رات دن تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے گزرتی تھی۔ اس وقت خدا نے یہ الہام کیا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے۔ اور دور دور سے تحائف اور ہدیہ بھی تیرے لئے لائیں گے۔ اس وقت ممکن ہے خود ملہم کو بھی اس پر تعجب ہوا ہو۔ کہ مجھے تو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی جانے اور میں تو اس کو دوست رکھتا ہوں کہ خلوت میں بیٹھا رہوں اور اپنے خدا کی عبادت میں مصروف رہوں۔ یہ کیا بات ہے۔ کہ دور دور سے لوگ آئیں گے اور تحفے تحائف بھی لائیں گے مگر قدرت خداوندی اسی طرح سے ہے۔ کہ جو دنیا کو خدا کے واسطے لات مارتا ہے دنیا اسی کی خادم بنائی جاتی ہے۔ اور جو اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ وہ اس کے آگے بھاگتی ہے۔ اور اس کو ہمیشہ حسرت اور ناکامی کی حالت میں رکھتی ہے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد 4 ص 543)

’’اس عاجز انسان اور اس کی ہستی کو دیکھو کہ کیسی ضعیف اور ناتواں ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اس کے بنانے پر آتا ہے تو اس عاجز انسان کو اپنا بنا کر دکھا دیتا ہے۔ اور ایک اجڑی بستی کو آباد کرتا ہے۔ کیا تعجب انگیز نظارہ ہے۔ بڑے بڑے شہروں اور بڑے اکثر باز مدبروں کو محروم کر دیتا ہے حالانکہ وہاں ہر قسم کی ترقی کے اسباب موجود ہوتے ہیں۔ اور علم و واقفیت کے ذرائع وسیع مثلاً اس وقت دیکھو کہ کیسی بستی کو اس نے برگزیدہ کیا؟ جہاں نہ ترقی کے اسباب نہ معلومات کی توسیع کے وسائل، نہ علمی چرچے، نہ مذہبی تذکرے، نہ کوئی دارالعلوم، نہ کتب خانہ، صرف خدائی ہاتھ ہے۔ جس نے اپنے بندہ کی خود تربیت کی اور عظیم الشان نشان دکھایا۔ غور کرو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ لیکن غافل انسان نہیں سوچتا۔ افسوس تو یہ ہے کہ جیسے اور لوگوں نے غفلت کی ویسی ہی غفلت کا شکار مسلمان ہوئے۔ آہ! اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی مدارج پر خیال کرتے۔ اور خود بھی ان سے حصہ لینے کے آرزومند ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی کوثر عطا فرماتا۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد 4 ص 504-503)

’’ایک اور صحابی کا ذکر ہے۔ کہ چھپر بنا رہے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی فرمایا کہ بات قریب ہے۔ یعنی عنقریب تم حکمران ہونے والے ہو۔ اور ان چھپروں کی بجائے محلوں میں رہو گے۔ قادیان میں کیا ہے؟ لباس زبان منظر وغیرہ کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں! مگر خدا کا نام لینے والا ایک شخص پیدا ہوا۔ تو اس کے نفوس قدسیہ کے فیض سے تم (تین سو بندے بیٹھے ہو)‘‘ (حقائق الفرقان جلد 3۔ص 326)

’’میں نے بسا اوقات نصیحت کی ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پر عمل کرنے کے واسطے ضروری ہے۔ یہاں آ کر رہو۔ بعض نے جواب دیا ہے کہ تجارت یا ملازمت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی لیکن میں ان کو آج یہ سناتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تمام تجارتوں کو چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف آجاؤ! وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟ کیا ہم کنبہ قبیلہ والے نہیں؟ کیا ہماری ضروریات اور ہمارے اخراجات نہیں ہیں؟ کیا ہم کو دنیوی عزّت یا وجاہت بری لگتی ہے؟ پھر وہ کیا چیز ہے۔ جو ہم کو کھینچ کر یہاں لے آئی؟ میں شیخی کے لئے نہیں کہتا بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ میں اگر شہر میں رہوں تو بہت روپیہ کما سکوں لیکن میں کیوں ان ساری آمدنیوں پر قادیان کے رہنے کو ترجیح دیتا ہوں؟ اس کا مختصر جواب میں یہی دوں گا کہ میں نے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے۔ جس کو چور اور قزاق نہیں لے جا سکتا! مجھے وہ ملا ہے۔ جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنے والوں کو نہیں ملا! پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑ کر میں چند روزہ دنیا کے لئے مارا مارا پھروں؟ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے۔ میں نہیں رہ سکتا! ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں! پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے! پس میری دولت میرا مال، میری ضرورتیں اسی امام کے اتباع تک ہیں! اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں!‘‘

(تفسیر سورۃ الجمعہ حضرت مولوی نورالدین صاحب ص 63-62 ایڈیشن سوم)

’’میرے دل میں بارہا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو جو مہاجر تھے کیوں خلافت ملی۔ اور مدینہ والے صحابہؓ کو جو انصار تھے اس سے حصہ نہیں ملا۔ بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ انصار کی جماعت نے ایسے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب آپؐ مکہ سے تکالیف برداشت کرتے ہوئے پہنچے۔ مگر اس میں بھید یہی ہے کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑا نہیں۔ اس کی نصرت کے لئے خدا نے ان کو بہت کچھ دیا۔ مگر مہاجر جنہوں نے اللہ کے لئے ہاں محض اللہ ہی کے لئے اپنے گھر بار بیوی بچے اور رشتہ دار تک چھوڑ دیئے تھے۔ اور اپنے منافع اور تجارتوں پر پانی پھیر دیا

تھا۔ وہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔ میں سقیفہ کی بحث پڑھتا تھا اور مِنْکُمْ اَمِیْرٌ وَمِنَّا اَمِیْرٌ پر میں نے غور کی ہے۔ مجھے خدا نے اس مسئلہ خلافت میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے چونکہ اپنے گھر بار تعلقات چھوڑے تھے ان کو ہی اس مسند پر اول جگہ ملنی ضروری تھی۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا پس ایسے عذر بے فائدہ اور بیہودہ ہیں۔ اس وقت دنیا خطرناک ابتلاء میں پھنسی ہوئی ہے۔ پہلی بلاء جہالت کی ہے۔ تدبّر سے کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے اور نہیں سوچتے جب تدبّر ہی نہ ہو۔ تلاوت ہی نہ ہو تو اس پر عمل کی تحریک کیسے پیدا ہو۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کی جگہ بہت بڑا وقت قصوں کہانیوں اور لغویات میں بسر کیا جاتا ہے۔'' (حقائق الفرقان جلد 3 ص326)

''بعض لوگ جو یہاں آتے ہیں اور رہتے ہیں ان کو ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جو ان کی اپنی پیدا کردہ مشکلات سمجھنی چاہئیں مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے چارپائی نہیں ملی۔ یا روٹی کے ساتھ دال ملی۔ میں ایسی باتوں کو جب سنتا ہوں تو اگرچہ مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے۔ جو ان خدمات کے لئے مقرر ہیں۔ مگر ان سے زیادہ افسوس ان پر ہوتا ہے جو ایسی شکایتیں کرتے ہیں! میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا وہ اس قدر تکالیف سفر کی برداشت کر کے روٹی یا چارپائی کے لئے آتے ہیں؟ یا ان کا مقصود کچھ اور ہوتا ہے؟ میرے ایک پیر شاہ عبد الغنی صاحبؒ مدینہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص ہجرت کر کے مدینہ میں آیا۔ پھر اس نے ان سے کہا کہ میں یہاں نہیں رہتا۔ کیونکہ لوگ شرارتی ہیں۔ شاہ صاحب نے اس کو کہا کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئے تھے یا عربوں کے واسطے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئے تھے تو وہ تو ویسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے یقین کیا تھا اور اگر عربوں کے لئے تو وہ بیشک ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو! پس میں بھی ان احمقوں سے یہی کہوں گا جو اسی قسم کی شکایتیں کرتے ہیں کہ اگر تم اخرین منھم کے معلم کے لئے آئے تھے تو وہ اپنے خلق عظیم کے ساتھ ویسا ہی موجود ہے! اور اگر ہمارے لئے آئے ہو تو ہم ایسے ہی ہیں! کیا کھانا، کپڑا، چارپائی گھر میں نہیں ملتی تھی جو اس قدر تکلیف اٹھا کر اسی روٹی کے واسطے یہاں آئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ آتے تھے۔ ان کے لئے جانتے ہو کوئی مہمان خانہ تجویز ہوا تھا یا کوئی لنگر خانہ جاری تھا؟ کوئی نہیں! پھر بھی لوگ آتے تھے اور کوئی شکایت نہ کرتے تھے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آتے تھے اور وہی ان کی غرض ہوتی تھی! غرض یہاں آؤ! نہ اس لئے کہ روٹی یا بستر ملے! بلکہ اس لئے کہ تمہاری بیماریوں کا علاج ہو۔ تم خدا کے مسیح اور مہدی سے فیض حاصل کرو۔ (حقائق الفرقان جلد 4۔ص۔134-133)

''بھیرہ میں پہنچ کر میرا ارادہ ہوا کہ میں ایک بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولوں اور عالی شان مکان بنالوں۔ وہاں میں نے ایک مکان بنایا۔ ابھی وہ ناتمام ہی تھا۔ اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ میں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب کو دیکھوں۔ اس واسطے میں قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانے پر عمارت کا کام شروع تھا اس لئے میں نے واپسی کا یکہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آکر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپ نے اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا ہاں اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاو۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔ کل پرسوں اجازت لے لیں گے۔ اگلے روز آپ نے فرمایا آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔ میں نے حسب الارشاد بیوی کو بلوانے کے لئے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلدی نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب میری بیوی آگئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوالیں۔ تھوڑے دنوں بعد فرمایا کہ وہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلالیں۔ لیکن مولوی عبد الکریم صاحبؓ کو فرمایا کہ مجھ کو نور الدین کے متعلق الہام ہوا ہے۔ اور وہ شعر حریری میں موجود ہے

لَا تَصْبُوَنَّ اِلَی الْوَطَنْ فِیْہٖ تُھَانُ وَ تُمْتَحَنْ

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میری واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا اور پھر ہم قادیان کے ہو گئے۔

(منقول از مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 187-186 سن اشاعت فروری 2002ء قادیان)

اس وادی غیر ذی زرع میں ایک آواز ہے

''دیکھو قادیان کی زبان، یہاں کا لباس، یہاں کا کوئی منظر یا کوئی فضا اس نواح کے لوگوں کے اخلاق و عادات یا رسم و رواج کچھ بھی ایسا دلچسپ ہے جس سے لوگ اس طرح اس کے گرویدہ ہو کر اور دور سے اس طرح سمٹ آتے ہیں جیسے پروانے شمع پر؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ میرے خیال میں یہ بھی ایک وادی غیر ذی زرع ہے۔ اس وادی غیر ذی زرع میں زبان کا کمال تو تھا مگر یہاں تو وہ بھی نہیں۔ وہاں جتھا تھا جو ایک خوبی ہے، یہاں یہ بھی نہیں۔ صرف ایک آواز ہے جو خدا کے ایک برگزیدہ انسان نے خدا سے نصرت اور تائید کے الہام پا کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی دلکش دلآویز اور سریلی راگنی گائی

اور تم نے اس کو سن کر قبول کیا۔ پس اسی طرح اپنی آخرت کے واسطے بھی زاد راہ تیار کرنے میں سر توڑ کوششیں کرو۔ اور اس کے واسطے دعاؤں اور دردمندانہ دعاؤں سے سامان مہیا ہوں گے اور توفیق عطا کی جائے گی'' (خطبات نور صفحہ 310 مطبوعہ دسمبر 2003 ایڈیشن چہارم)

قادیان آنے کا مقصد

''میں یہاں کس لئے آیا ہوں۔ دیکھو بھیرہ میں میرا مکان پختہ ہے اور یہاں میں نے کچے مکان بنوائے اور ہر طرح کی آسائش مجھے یہاں سے زیادہ مل سکتی تھی۔ مگر میں نے دیکھا کہ میں بیمار ہوں اور بہت بیمار ہوں۔ محتاج ہوں اور بہت محتاج ہوں۔ لاچار ہوں اور بہت ہی لاچار ہوں۔ پس میں اپنے ان دکھوں کے دور کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اگر کوئی شخص قادیان اس لئے آتا ہے کہ وہ میرا نمونہ دیکھے یا یہاں آکر کچھ عرصہ یہاں رہ کر یہاں کے لوگوں کی شکایتیں کرے تو یہ اس کی غلطی ہے اور اس کی نظر دھوکہ کھاتی ہے وہ بیماروں کو تندرست خیال کر کے ان کا امتحان لیتا ہے۔ یہاں کی دوستی اور تعلقات۔، یہاں کا آنا اور یہاں سے جانا اور یہاں کی بود و باش، سب کچھ لاالہ الا اللہ کے ماتحت ہونی چاہیے، ورنہ اگر روٹیوں اور چارپائیوں وغیرہ کے لئے آئے ہو تو بابا! تم میں سے اکثر لوگوں کے گھر میں یہاں سے اچھی روٹیاں وغیرہ موجود ہیں پھر یہاں آنے کی ضرورت کیا ہے؟''

(خطبات نور صفحہ 160 مطبوعہ دسمبر 2003 ایڈیشن چہارم)

قادیان کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے چند ارشادات

(1914ء) '' میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتادیا ہے کہ قادیان کی زمین بابرکت ہے۔'' میں نے دیکھا کہ ایک شخص عبد الصمد کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت تم پر خلافت کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں۔'' (الفضل 14 مارچ 1944ء)

1908ء میں نے ایک دفعہ رؤیا دیکھا کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا ہوں کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور اس نے کہا۔ میں تم کو ابراہیم کے بارہ میں بتاؤں میں نے کہا میں ابراہیم کو جانتا ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ ایک ابراہیم نہیں کئی ابراہیم ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے کئی ابراہیم مجھے بتانے شروع کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اس نے کہا کہ وہ بھی ابراہیم تھے۔ پھر اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے متعلق کہا کہ وہ بھی ابراہیم تھے اور آپ کا نام اس نے ابراہیم بتایا۔ اسی طرح اور بیسیوں ابراہیم اس نے مجھ پر ظاہر کئے۔ (الفضل 9 مئی 1940ء)

1. حضورؓ فرماتے ہیں:

''نمائشی باتیں تو یوں بھی ناپسندیدہ ہوتی ہیں مگر کم سے کم اس وقت تک کے لیے ہمارے نوجوانوں میں یہ احساس زندہ رہنا چاہیئے جب تک کہ ہمارا مرکز ہمیں واپس نہیں مل جاتا۔ اس لئے قدرتی طور پر احمدی کے دل میں یہ بات تازہ رہے گی کہ میں نے اپنے مرکز کو واپس لینا ہے۔''

آگے فرمایا:- ''ہمارے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے ہمارا مقدس مقام دشمن کے قبضہ میں ہے۔ ہم نے وہ مقام لینا ہے اور ضرور لینا ہے اگر وہ صلح کے ساتھ دیدے تب بھی جس جد و جہد کی ضرورت ہے وہ بڑی بھاری سنجید گی اور بڑی بھاری قربانی چاہتی ہے اور اگر (کسی اور طریق سے) ہمارے مرکز کی واپسی مقدر ہے تب بھی ضروری ہے کہ آج سے ہی ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ ہماری جماعت صلح کی بنیادوں پر قائم ہے اور جہاں تک ہو سکے گا ہم صلح سے ہی اپنے مرکز کو واپس لینے کی کوشش کریں گے۔ اور (اللہ تعالیٰ) اپنے فضل و کرم سے ہماری وہ کوتاہیاں اور غلطیاں جن کی وجہ سے عارضی طور پر ہمیں اپنے مقام سے ہٹنا پڑا ہے۔ معاف کر کے پھر ہمیں وہ مقام دلادے تا دنیا کی نظروں میں عارضی طور پر جو اعتراض ہم پر عائد ہوتا ہے وہ دور ہو جائے اور قادیان جسے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کا مرکز مقرر فرمایا ہے وہ دنیا میں پھر اللہ تعالیٰ کے انوار اور اس کی برکات کی اشاعت کا مرکز بن جائے۔ اللھم آمین۔ (بحوالہ الفضل 30/ اپریل 1949ء)

2. ''ہم نے پھر اس ملک میں جانا ہے جس ملک میں خدا نے ہم کو پیدا کیا ہے ہم میں سے اگر کوئی اس بات پر راضی ہو گیا ہے کہ اسے اس ملک میں آکر زمین یا دوکان مل گئی ہے تو وہ بے غیرت اور بے حیا انسان ہے جب تک ایک احمدی سچے دل سے احمدی ہے اس وقت تک وہ کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ قادیان ادھر رہے اور ہم ادھر بیٹھے رہیں اگر ہمارے اندر غیرت اور ایمان کا اک شمّہ بھی پایا جاتا ہے تو خواہ دنیا کی بادشاہت ہمیں مل جائے ہم نے جانا وہیں ہے جہاں خدا نے ہم کو پیدا کیا اور جس کو خدا نے ہمارا مرکز قرار دیا۔'' (الفضل 17 مارچ 1949ء صفحہ 5)

3. ''ہمیں اس وقت خاص طور پر دعاؤں کی ضرورت ہے ہم اپنے مرکز سے نکالے گئے ہیں اور بظاہر واپس جانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ قادیان واپس لینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ خدا میں بے شک طاقت ہے اور وہ ہماری ضرور مدد بھی کرے گا۔ (انشاء اللہ) لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس محبت اور عشق کا اظہار کریں جو ہمیں قادیان سے ہے۔ ہمارے زخم ابھی تازہ ہیں اگر ہمارے اندر اس وقت بھی جوش پیدا نہ ہو تو وہ کب پیدا ہوگا؟ اگر ہمارے پاس طاقت نہیں ہے تو کیا ہوا۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اب اکثر خطۂ زمین پر حکومت کر رہے ہیں پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کونسی طاقت تھی کہ آپ کے ماننے والے اس وقت کروڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں ان کے پاس جو چیز تھی وہ صرف خدا کی مدد تھی۔ یہی مدد ہمیں قادیان واپس دلائے گی۔ خدا تعالیٰ ہمیں قادیان کل کی بجائے آج بھی دے سکتا ہے۔ مگر ہمارا ایمان کہتا ہے کہ خواہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر جائے۔ ہم نے قادیان کو واپس ضرور لینا ہے خواہ اس راہ میں ہمیں کتنی ہی قربانیاں کرنی پڑیں۔ ہمارے اندر اگر ایمان ہے ہمارے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہے تو ہمارا ہر وقت یہ عزم ہونا چاہیئے کہ ہم نے قادیان واپس لینا ہے۔''

(الفضل 5 اگست 1948ء صفحہ 2)

4. ''اس وقت خصوصیت سے دعاؤں کی ضرورت ہے ہم اپنے مقدس مقام سے نکالے گئے ہیں اور واپس جانے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اگرچہ ہمارے آدمی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں مگر وہ ہماری محبت کے قائم مقام تو نہیں ہو سکتے۔ کسی دوست کے روٹی کھالینے سے اپنا پیٹ تو نہیں بھر جاتا ان کی وہاں موجودگی سے ہماری عزّت تو ہوسکتی ہے ہمارا فرض تو نہیں پورا ہوتا یہ مان کر ہمارے کچھ بھائی وہاں موجود ہیں۔ دل کو تھوڑی بہت تسلی تو ہوجاتی ہے لیکن ہماری یہ خواہش کہ ہم بھی وہاں جاکر مقامات مقدسہ میں عبادات کریں اور ہم بھی انہیں جاکر دیکھیں یہ تو پوری نہیں ہوسکتی۔''

(الفضل 5 ستمبر 1948ء)

5... ''گو آج ہم قادیان نہیں جاسکتے گو آج ہم اس سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہمیں بار بار کہتا ہے کہ قادیان ہمارا ہے وہ احمدیت کا مرکز ہے اور ہمیشہ احمدیت کا مرکز رہے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) حکومت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی بلکہ حکومتوں کا کوئی مجموعہ بھی ہمیں مستقل طور پر قادیان سے محروم نہیں کرسکتا اگر زمین ہمیں قادیان لیکر نہ دے گی تو ہمارے خدا کے فرشتے آسمان سے اُتریں گے۔ ہمیں قادیان لیکر دیں گے قادیان خدا نے ہمارے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ اس لئے وہ ہمیں آپ قادیان لے کر دے گا۔'' (الفضل 27 دسمبر 1947ء صفحہ 1)

6۔ ''دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کرسکتی ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اترتے دیکھا ہے اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کا مل کر مقابلہ کرنا چاہیں تو وہ یقیناً ناکام رہیں گی اور وہ وقت ضرور آئے گا کہ جب قادیان پہلے کی طرح جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا خواہ صلح کے ذریعہ ایسا ظہور میں آئے... بہرحال یہ خدائی تقدیر ہے جو اپنے معین وقت پر ضرور پوری ہوگی قادیان ملے گا اور ضرور ملے گا۔''

(الفضل 20 اپریل 1949ء صفحہ 4)

7۔ ''ہمارے اندر اگر ایمان ہے ہمارے اندر اگر غیرت پائی جاتی ہے تو ہمیں یہ عزم کر لینا چاہئے کہ ہم نے قادیان کو واپس لینا ہے... ہماری جماعت پر فرض ہے خواہ وہ امریکہ میں بستی ہو یا انگلستان میں یا جرمنی میں یا سوئٹزرلینڈ میں یا افریقہ میں یا انڈونیشیا میں یا پاکستان میں یا عرب میں (سوائے ان لوگوں کے جو ہندوستان یونین کے باشندے ہیں کہ ان پر ہندوستان یونین کی فرمانبرداری فرض ہے) کہ وہ ہر جائز اور ممکن ذریعہ سے قادیان واپس لینے کی کوشش کرے... اگر تم میں یہ جذبہ نہیں تو بے ایمان ہونے کی صورت میں ہی زندہ رہو گے اور بے ایمانی میں ہی مرو گے۔''

(الفضل 15 ستمبر 1947ء)

8۔ ''ہندوستان کے بعض لوگوں کو قادیان کا اجڑنا پسند ہے آباد رکھنا پسند نہیں۔ ان (درویشوں) کو تو وہی کھانا کھلائیں گے جو اپنے مرکز سے محبت رکھتے ہیں اور جن کا یہ ایمان ہے کہ چاہے قادیان آج بہت سے احمدیوں سے کٹ گیا ہے لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب دُنیا کی اصلاح اور انصاف کا مرکز قادیان ہوگا وہی لوگ ہیں جو اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کریں گے۔ اور وہی اپنی جانوں کو وقف کر کے قربانی کیلئے پیش کریں گے۔''

(الفضل 19 جون 1949ء صفحہ 2)

9۔ ''میں خدا کے فرشتوں کے ذریعہ سے اپنی طرف سے اور ساری جماعت کی طرف سے قادیان... والوں کو وعلیکم السلام کہتا ہوں۔ درحقیقت وہ لوگ خوش قسمت ہیں۔ آنے والی نسلیں ہمیشہ عزت کی نگاہ سے اور احترام و محبت کے ساتھ ان کا نام لیا کریں گی اور ہزاروں لوگوں کو یہ حسرت ہوا کرے گی کہ کاش ہمارے آباء کو بھی یہ خدمت کرنے کی توفیق ملتی۔'' (الفضل 12 اپریل 1949ء)

10۔ ’’قادیان کے چھوٹ جانے کا صدمہ لازماً طبیعتوں پر ہوا ہے میری طبیعت پر بھی اس صدمہ کا اثر ہے میں نے جب قادیان چھوڑا۔عہد کرلیا تھا کہ میں اس کا غم نہیں کرونگا... بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب میں ایک عزم کر چکا ہوں تو میں اس عزم کو آنسوؤں کے ساتھ کیوں مشتبہ کر دوں۔ ہم اپنے آنسوؤں کو روکیں گے۔ یہاں تک کہ ہم قادیان کو واپس لے لیں۔ چاہے صلح سے ہمیں قادیان ملے (یا کسی اور طرح سے) بہر حال ہم نے اسے واپس لینا ہے... غرض میں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ میں قادیان کے چھوٹ جانے پر غم نہیں کروں گا... خدا تعالیٰ وہ وقت لے آئے گا جب تمہارے دبائے ہوئے جذبات طوفان کی شکل اختیار کریں گے اور وہ طوفان ہر قسم کی خس و خاشاک کو اڑا کے پرے پھینک دے گا لیکن جب تک وہ مرکز جماعت کو نہیں ملتا سب جماعت کو ایک دوسرے مرکز کی طرف منہ کرنا ہوگا کیونکہ مرکز کے بغیر کوئی جماعت نہیں رہ سکتی... تمہیں ضرور ایک دھکا لگا ہے۔ لیکن دھکوں کو سہنے کی عادت بہادر قوموں کو ڈالنی ہی پڑتی ہے۔ اور ایسے دھکوں کے نقصان دور کرنے کیلئے عمدہ تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں خدا تعالیٰ نے ایسے موقعوں کے مقابلہ کے لئے ایک تدبیر مرکز بنانے کی ہمارے سامنے رکھی ہے۔‘‘ (الفضل 5 جون 1949ء ص5)

11۔ ’’ اپنے دل و دماغ میں کبھی یہ وہم نہ آنے دو کہ قادیان مل جانے کی وجہ سے ربوہ اجڑ جائے گا... ربوہ کے چپے چپے پر اللہ اکبر کے نعرے لگ چکے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جاتا ہے۔ یہ بستی انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک خدا کی محبوب بستی رہے گی۔ یہ بستی انشاء اللہ تعالیٰ کبھی نہیں اُجڑے گی۔ بلکہ قادیان کی اتباع میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند سے بلند تر کرتی رہے گی۔‘‘

(الفضل 11/ جنوری 1957ء صفحہ 3)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک وصیت تحریر فرمائی جو کہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں اس طرح سے درج ہے کہ :-

’’ہمیں قادیان سے آئے ہوئے تیرہ سال ہو چکے ہیں۔ اور اب وہاں جانے کے دن قریب معلوم ہوتے ہیں۔ تمہیں بھی چاہیئے کہ اپنے اخلاص اور قوتِ عمل کو بڑھاؤ۔ تاکہ جب بھی قادیان میں تمہارا جانا مقدر ہے، وہ بابرکت ثابت ہو۔ قادیان ہمارا اصل مرکز ہے۔ اور وہی برکت پائے گا جو قادیان سے روحانی رنگ میں اتصال رکھے گا۔ عیسائیوں کو انیس سو سال گذر چکے ہیں۔ مگر اب تک وہ ہمت کر رہے ہیں۔ اور ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ تم کو انیس ہزار سال تک دنیا پر روحانی رنگ میں قبضہ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ مسیح محمدی اپنی ساری شان میں مسیح ناصری سے بڑھ کر ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو توفیق دے اور تمہاری ہمتوں میں برکت دے اور تم ہمیشہ خدا تعالیٰ کے قرب میں جگہ پاؤ۔‘‘

(فرمودہ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ 1960ء ماہنامہ مصباح دسمبر 1960ء ص 3)

میں نے چند دن ہوئے اپنا ایک الہام دوستوں کے سامنے بیان کیا تھا۔

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

اس میں صاف اشارہ تھا کہ ہماری جماعت دو حصوں میں منقسم ہو جائے گی۔ مگر اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ ہم تمہیں اپنا ایک نشان دکھائیں گے۔ اس طرح کہ تم خواہ کسی طرف بھی جاؤ۔ ہم تمہیں اپنی قدرت نمائی سے اکٹھا کر دینگے۔ آج اگر سر ریڈ کلف یا لارڈ مونٹ بیٹن قادیان کو پاکستان میں شامل کر دیتے تو کیا ہوتا۔ اور اس سے ہمارے ایمانوں میں کیا اضافہ ہوتا۔ بے شک قادیان کے پاکستان میں آنے سے ہم بعض پابندیوں سے آزاد ہوتے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کے سر پر تبھی معلوم ہوتا ہے۔ جب جماعت مخالف حالات میں ترقی کرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

میں جماعت کو صاف فرمادیا ہے کہ خدائی فیصلہ یہی ہے کہ ہم نے تمہیں اکٹھا کر دینا ہے۔ اور تمہاری یہ علیحدگی عارضی اور وقتی ہے......جو رؤیا دوستوں نے دیکھی ہیں مثلاً کسی دوست نے یہ دیکھا ہو کہ قادیان پاکستان میں چلا گیا ہے۔ تو اب قادیان کے مشرقی پنجاب میں جانے سے انہیں گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ تم نے قادیان کے پاکستان میں جانے سے یہی مراد لیا تھا کہ وہ پاکستان جو اس وقت معروف ہے۔ حالانکہ تمہاری خوابوں کی اس سے بھی اچھی تعبیر موجود تھی۔ اور وہ یہ کہ سارا گورداسپور احمدی ہو جائیگا۔ اور وہ پاکستان بن جائے گا۔ اور جو خدا تعالیٰ کے نزدیک حقیقی پاکستان ہے اب یہ

تمہارا کام ہے کہ تم اپنی خوابوں کے پورا ہونے کے لئے زور لگاؤ۔ جب یہ سارا علاقہ احمدی ہوجائے گا تو پاکستان خود بخود بن جائے گا...... جنہوں نے اپنی خوابوں کی تعبیر کی تھی کہ قادیان پاکستان میں شامل ہوگا۔ ان کی تعبیریں ابھی غلط نہیں ہوئیں۔ اور اپنے وقت پر جاکر سچی ثابت ہوں گی۔ ہم تم تو شطرنج پر ایک مہرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک لمبی اور نہ ختم ہونے والی تاریخ کا مالک ہے اور اسلام قیامت تک کی تاریخ کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے...... ہم نہیں جانتے کہ آئندہ کیا نتائج نکلنے والے ہیں۔ اور ہم میں سے کون زندہ رہ کر دیکھے گا...؟اور کون مرجائیگا...؟ لیکن فتح بہرحال احمدیت کی ہوگی۔'' (ملفوظات حضرت مصلح موعودؓبحوالہ الفضل5/فروری 1948 ص4،5)

''پس میں مشرقی پنجاب سے آنے والے سب لوگوں سے کہتا ہوں آؤ ہم بھی اپنے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تہیہ کرلیں کہ اپنے آبائی وطن کو لوٹیں گے اور ضرور لوٹیں گے۔لیکن بغض اور کینہ اور انتقام کے جذبہ کے ساتھ نہیں۔ بلکہ انسانیّت اور روحانیت کے تقاضوں کے جواب میں اور ہمدردی اور محبت کے جذبات لئے ہوئے۔ ان واقعات نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں۔ ان واقعات نے ہمیں بتادیا ہے کہ انسان کی ظاہری شکل تو وہی ہے جو پہلے تھی مگر اس کا باطن بدل چکا ہے۔ انسان کے جسم میں وحشی درندوں کی روحیں داخل ہوگئی ہیں۔ آؤ! ہم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح عزم کرلیں کہ ہم ان وحشی اور درندہ روحوں کو اپنے بھائیوں کے جسموں سے نکال دیں گے۔ ہم ضرور اپنے وطنوں کو جائیں گے۔ اس لئے نہیں کہ اپنی حکومت وہاں قائم کریں۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی حکومت وہاں قائم کریں۔جس طرح ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ جب تک خدا تعالیٰ کی حکومت مشرقی پنجاب کیا۔ ساری دنیا میں قائم نہ ہوگی، بہار، نواکھلی، امرتسر، گورداسپور، لدھیانہ، جالندھر، پٹیالہ، کپورتھلہ کے واقعات ہر جگہ پر اور بار بار ہوتے رہیں گے جنگل کے درندے ابتدائے آفرینش سے آج تک لڑتے ہی چلے آئے ہیں۔

انسانوں میں سے سچا انسان ہی صرف امن اور صلح سے رہنا جانتا ہے۔ وہ بھی لڑنے پر مجبور ہوتا ہے گو اس لئے کہ امن قائم کرے۔ پس اگر ہم امن چاہتے ہیں تو خواہ صلح سے یا جنگ سے جس طرح بھی ہو ہمیں خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم کرنی ہوگی۔ اگر اس کے لئے ہمیں جنگ بھی کرنی پڑی تو وہ جنگ جنگ نہیں ہوگی۔ وہ صلح کا پیغام ہوگا۔ وہ امن کی آواز ہوگی۔مرضیں ابھر پڑی ہیں۔ بیماریاں ظاہر ہوگئی ہیں۔ اور مرض کا ظاہر ہوجانا خوش قسمتی کی علامت ہے۔ اے دنیا کے سب سے بڑے طبیب روحانی سے منسوب ہونے والے لوگو! اٹھو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور سب دوسرے کاموں کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے اپنے مقصد اول کی طرف توجہ کرو۔ دنیا کا ہسپتال بیماروں سے پُر ہے۔ دنیا کا طبیب اعظم ہسپتال کے عملہ کو اپنی امداد کے لئے بلا رہا ہے۔ کیا تم اس کی آواز پر لبیک نہیں کہو گے؟''

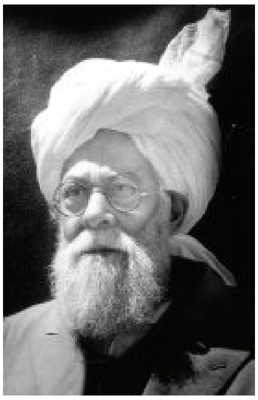
(پیغام حضرت المصلح الموعودؓ بنام مہاجرین مشرقی پنجاب۔۔تقریب عید میلاد النبیؐ بحوالہ الفضل 30/ جنوری 1948ء ص4)

''دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہمارے اصل مرکز قادیان سے دوامی طور پر جدا نہیں کرسکتی۔ ہم نے خدائی ہاتھ دیکھے ہیں اور آسمانی فوجوں کو اترتے دیکھا ہے۔ اگر ساری طاقتیں بھی خدائی تقدیر کا ملکر مقابلہ کرنا چاہیں۔ تو وہ یقیناً ناکام رہیں گی۔ اور وہ وقت ضرور آئیگا کہ جب قادیان پہلے کی طرح پھر جماعت احمدیہ کا مرکز بنے گا۔ خواہ صلح کے ذریعہ ایسا ظہور میں آئے۔ یا جنگ کے ذریعے۔ بہرحال یہ خدائی تقدیر ہے۔ جو اپنے معین وقت پر ضرور پوری ہوگی۔ قادیان ملے گا اور ضرور ملے گا۔'' (تقریر جلسہ سالانہ 16/اپریل 1949ء الفضل 20/اپریل 1949ء ص4)

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔'' (الوصیت۔ص6)

زمانہ درویشی کے پہلے جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روح پرور پیغام!

برادران جماعت احمدیہ مقیم قادیان! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ



1912ء میں جب میں حج کے لئے گیا تھا تو حج سے واپسی ایامِ دسمبر میں ہوئی تھی۔ جہاز دو دن لیٹ ہو گیا اور میں جلسہ میں شمولیت سے محروم رہا۔ اس کو پورے پینتیس سال ہو گئے۔ آج پورے 35 سال کے بعد پھر اس سال کے جلسہ میں شامل ہونے سے محروم ہوں۔ ہم قادیان کے جلسہ کی یادگار میں باہر بھی جلسہ کر رہے ہیں لیکن اصل جلسہ وہی ہے جو کہ قادیان میں ہو رہا ہے۔ اور پورے چالیس سال کے بعد پھر یہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہو رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں ہونے والا آخری جلسہ وہی تھا جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے آخری سال میں ہوا۔ آپؑ کی وفات کے بعد پہلا جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہوا اور 1911ء سے جلسے مسجد نور میں ہونے شروع ہوئے اور گزشتہ سال تک دارالعلوم کے علاقہ میں ہی جلسے ہوتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت آج پھر مسجد اقصیٰ میں ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے اس لئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونیوالے مشتاقوں کی تعداد کم ہو گئی ہے بلکہ شمع احمدیت کے پروانے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے قادیان نہیں آسکتے۔ یہ حالات عارضی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں پورا یقین ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام اور خدائے وحدہٗ لاشریک کا قائم کردہ مرکز ہے۔ وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا۔ اور پھر اس کی گلیوں میں دنیا بھر کے احمدی خدا کی حمد کے ترانے گاتے پھریں گے۔ پس خدا کے حکم کے ماتحت اس حکومت کے فرمانبردار رہو جس حکومت میں تم بستے ہو۔ یہی احمدیت کی تعلیم ہے جس پر گزشتہ ستاون سال سے ہم زور دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ تعلیم آجکل کے حالات سے بدل نہیں سکتی اور نہ آئندہ کے حالات کبھی بھی اسے بدل سکتے ہیں۔ دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس تعلیم پر عمل نہ کیا جائے کہ ہر ملک میں بسنے والے اپنی حکومت کے فرمانبردار رہیں اور اس کے قانون کی پابندی کریں۔ کوئی اس تعلیم کو مانے یا نہ مانے احمدی جماعت کا فرض ہے کہ ہمیشہ اس تعلیم پر قائم رہے۔ ملک کے قانون کے ماتحت اپنے حق مانگنے منع نہیں لیکن قانون توڑنا اسلام میں جائز نہیں۔ جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں احمدیت کی یہ تعلیم ہے کہ جس حکومت میں کوئی رہے اس کی اطاعت کرے پاکستان کے احمدی پاکستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان کے احمدی ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ اسی طرح جس طرح پاکستان کے رہنے والے ہندو پاکستان کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان میں رہنے والے عام مسلمان ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ یہی وہ بات ہے جس کی پاکستان کے لیڈر ہندوستان کے مسلمانوں کو تلقین کر رہے ہیں اور یہی وہ بات ہے جس کو ہندوستان کے لیڈر پاکستان کے ہندوؤں کو سمجھا رہے ہیں۔ پس احمدیت کی اس نصیحت پر ہمیشہ کاربند رہو کہ جس کی حکومت میں رہو اس کے فرمانبردار رہو۔

میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں

جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے رد نہیں کر سکتی۔ اور خدا کے حکم کو انسان نہیں بدل سکتا۔ سو تسلّی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دعاؤں اور روزوں اور انکسار پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو کہ کوئی مالک اپنا گھوڑا بھی کسی ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا۔ اسی طرح خدا بھی اپنے بندوں کی باگ انہیں کے ہاتھ میں دیتا ہے جو بخشتے ہیں اور چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور خود تکلیف اٹھاتے ہیں تا کہ خدا کے بندوں کو آرام پہنچے۔ ہر ایک مغرور، خود پسند اور ظالم عارضی خوشی دیکھ سکتا ہے مگر مستقل خوشی نہیں دیکھ سکتا۔ پس تم نرمی کرو اور عفو سے کام لو اور خدا کے بندوں کی بھلائی کی فکر میں لگے رہو تو اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں حاکموں کے دل بھی ہیں وہ ان کے دل کو بدل دے گا اور حقیقت حال ان پر کھول دے گا یا ایسے حاکم بھیج دے گا جو انصاف اور رحم کرنا جانتے ہوں تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب و احترام سے لیں گی اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کرو۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔

(الفرقان ربوہ اگست، ستمبر، اکتوبر 1963 ص 37-36)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے چند رؤیا و کشوف

فرمایا: میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں اور وہاں ایک بہت بڑی مسجد ہے۔ جس میں نماز پڑھانے کے لئے جا رہا ہوں۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ سینکڑوں آدمی لمبی لمبی قطاروں میں بیٹھے ہوئے امام کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں مسجد میں داخل ہوا اور مصلّٰی پر جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے نماز پڑھانی شروع کر دی۔ اس وقت ان حالات کا خیال کر کے کہ یہاں خدا تعالیٰ نے کتنے لوگوں کو جمع کیا ہوا ہے اور کتنی بڑی مسجد ہے جس میں لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ طبیعت میں نہایت ہی رقت پیدا ہوئی اور میں نے سورۂ فاتحہ اور قرآن شریف کی کوئی سورۃ یا اس کا کوئی حصہ نہایت ہی سوز اور جذب کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قرآن کریم کی تلاوت کے اثر سے تمام فضا معطر ہو رہی ہے۔ نماز پڑھاتے پڑھاتے جب میں سجدہ میں گیا تو معلوم ہوتا ہے کہ جوش کی حالت میں کلمات تسبیح بھی میں کسی قدر بلند آواز میں پڑھتا ہوں۔ تلاوت کی طرح بلند نہیں۔ لیکن اتنی آواز میں کہ وہ سنے جا سکتے ہیں۔ جب میں سجدہ میں گر رہا تھا تو یوں معلوم ہوا جیسے میری آنکھ کھل گئی لیکن اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ میں جاگ رہا ہوں میں نے کشفی حالت میں یہ دیکھا کہ گویا میں دو وجود ہوں۔ میرا ایک وجود نماز پڑھا رہا ہے۔ اور ایک وجود چارپائی پر لیٹا ہوا ہے۔ میرا وہ وجود جو نماز پڑھا رہا تھا۔ اس نے میرے پہلو میں سجدہ کیا اور اس کی تسبیح کی آوازیں مجھے آ رہی تھیں۔ اس کے بعد کشف کی حالت جاتی رہی۔'' (الفضل لاہور۔10 جون 1951ص3)

''میں نے دیکھا کہ میں قادیان میں ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات اور مسجد اقصیٰ کے درمیان میں سلسلہ کے لئے کچھ عمارات بنوا رہا ہوں۔ جتنا فاصلہ مسجد اقصیٰ اور ان مکانات کے درمیان میں ہے اس سے فاصلہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اور درمیانی زمین دس پندرہ یا بیس ایکڑ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس تمام زمین میں بنیادیں کھودی ہوئی ہیں اور جس طرح یورپ اور امریکہ میں بہت بڑے بڑے فلیٹس ہوتے ہیں اسی طرح کی عمارت کا کوئی نقشہ معلوم ہوتا ہے۔ اس جگہ پر سینکڑوں یا ہزاروں کمروں کی بنیادیں کھدی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اور عمارت کی بنیادیں زمین سے اوپر تک آ چکی ہیں۔ عمارت کا مسالہ نہایت قیمتی ہے اور وہ سیمنٹ یا پتھر کا معلوم ہوتا ہے۔ میں ایک جگہ کھڑا ہوا اس وسیع عمارت کے اوپر جو تیار ہو رہی ہے نظر ڈالتا ہوں کہ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔'' (الفضل لاہور۔10 جون 1951ص3)

''میں نے دیکھا کہ گویا حکومت پاکستان کی معرفت ہم نے قادیان میں جلسہ کرنے کی اجازت لی ہے اور ہندوستان کی گورنمنٹ نے ہم کو دس بارہ دنوں کے لئے قادیان جانے کی اجازت دے دی ہے۔ اور ہندوستان اور پاکستان سے احمدی بڑے جوش سے وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام والے مکان میں ہم ٹھہرے ہیں۔ لیکن وہ مکان بہت وسیع ہو چکا ہے۔ اس کی چوٹی بہت ہی بلند چلی گئی ہے اور اس کی کئی منزلیں ہیں۔ لیکن منزلیں اتنی زیادہ نہیں جتنی کہ اس کی چھتوں کی بلندی یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہر کمرہ کی چھت پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ ستر ستر فٹ اونچی ہے۔ اور ایک منزل سے دوسری منزل تک جانا کا راستہ ہے۔ سیڑھیوں کی تکلیف سے بچانے کے لئے لفٹ کی طرح کی ایک چیز جو میں نے اس دنیا میں نہ دیکھی ہے نہ سنی نہ بنائی گئی ہے۔ ربڑ کا بنا ہوا ایک موٹا سا کپڑا ترپالوں کی طرز کا اس مکان کی سیڑھیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس میں اس طرح بڑے بڑے جُفتے ڈالے گئے ہیں جس طرح (اکارڈین باجے ہارمونیم) میں ہوتے ہیں اور ڈھلوان کی طرز پر وہ فرش سے لے کر چھت تک کھینچا گیا ہے۔ جب آدمی اس کے ایک جفتے پر پیر رکھتا ہے اور ہاتھوں سے اوپر کے جفتے کو پکڑتا ہے تو اس سیڑھی میں ایسی لچک پیدا ہوتی ہے کہ آدمی کئی فٹ اوپر چڑھ جاتا ہے اور وہاں وہ ایک اور جفتے پر اپنے پیر رکھ دیتا ہے۔ اور اس سے اوپر کے جفتے کو پکڑ لیتا ہے۔ اس طرح چند جھٹکوں میں وہ چھت پر چڑھ جاتا ہے۔ جہاں تک میرا علم ہے ایسی سیڑھی آج تک ایجاد تو کوئی نہیں ہوئی لیکن عقل ضرور کہتی ہے کہ ایسی سیڑھی ایجاد کی جا سکتی ہے۔ کمرے بھی بہت بڑے بڑے اور وسیع ہیں۔ ساٹھ ستر سو فٹ کے چوڑے اور سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو فٹ کے لمبے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مستورات مہمانوں کا انتظام تو اس گھر میں کیا گیا ہے اور مرد مہمانوں کا باہر انتظام کیا گیا ہے۔ اس گھر میں جاتے وقت بہت سے مرد مجھے ملے جو مہمان کے طور پر آئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی بہت تھوڑے مہمان آئے ہیں بہت سے مہمان ابھی آنے باقی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شوق محبت میں لوگ دیوانہ وار چاروں طرف سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ میں اس نظارہ سے متاثر ہو کر مکان کے اندر یہ دیکھنے کے لئے کہ عورتوں کے لئے کیا

انتظام ہوا ہے مختلف کمروں میں پھرا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ مختلف جگہوں کی عورتیں آئی ہوئی ہیں اور کمروں کے مختلف حصوں میں اپنی جگہیں بنا رہی ہیں کسی نے کہا کہ مرد کم آئے ہیں۔ میں نے کہا نہیں یہاں تو تمہیں عورتیں ہی نظر آتی ہیں مرد باہر ہیں اور ابھی چاروں طرف سے لوگ آ رہے ہیں۔ ایک عجیب خوشی کی لہر احمدیوں میں پھیل رہی ہے اور اس خوشی میں کوئی تسبیح کے کلمے کہہ رہا ہے تو کوئی تحمید کے کلمے کہہ رہا ہے اور کوئی شعر پڑھ رہا ہے نیچے کے کمروں کو دیکھ کر میں نے اوپر کے کمروں کی طرف جانا چاہا اور اس وقت میں نے وہ سیڑھی دیکھی جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ کوئی سو فٹ کے قریب اونچی سیڑھی ہے جو نچلی منزل سے اوپر کی منزل کی طرف جاتی ہے اس کے ربڑ کے جفتوں پر جب میں نے پیر رکھ کر ذرا پیر کو دبایا تو یکدم اس سیڑھی نے مجھے اٹھانا شروع کیا اور نہایت سہولت کے ساتھ میں اوپر پہنچ گیا۔ وہاں بھی کچھ نظارہ میں نے دیکھا جو کچھ عرصہ تک تو مجھے یاد رہا لیکن خواب لکھوانے میں چونکہ دیر ہوگئی اس لئے اب وہ مجھے یاد نہیں رہا۔'' (الفضل لاہور۔10جون 1951ص 3)

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس مشاورت 1948ء میں تحریک فرمائی تھی کہ عشاق احمدیت قادیان کی جگہوں کو آباد کرنے کے لئے اپنے تئیں پیش کریں۔حضور کی اس آواز پر لبیک کہنے والوں کا ایک خوش نصیب قافلہ شروع مئی 1948ء میں صبح 8 بجے لاہور سے روانہ ہوا حضرت سیدناامام جماعت احمدیہ نے افراد قافلہ کو شرف مصافحہ بخشا اور اجتماعی دعا کے ساتھ الوداع کہا۔ اس قافلہ میں بارہ صحابی بھی تھے۔جن میں حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ (امیر قافلہ) اور حضرت بھائی عبدالرحمن صاحبؓ قادیانی جیسے قدیم اور ممتاز صحابہ بھی شامل تھے یہ قافلہ ٹرکوں کے ذریعے قادیان پہنچا ملٹری چوکی کے افسروں نے قریباً پون گھنٹہ میں آنے والوں کی اسم وار فہرست تیار کی جس کے بعد یہ قافلہ مجسٹریٹ صاحب ملٹری پولیس کی کافی تعداد چند سائیکل سواروں اور دو ایک شہسواروں کے جھرمٹ میں دارالشکر سے ہوتے اور فروٹ فارم، اسٹیشن، کوٹھی حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال سے گزرتے ہوئے دارالانوار کی بڑی سڑک سے داخل شہر ہوا۔ اور مولوی عبدالمغنی خان صاحب اور نیک محمد خان صاحب غزنوی کے مکان کے پاس جاکر رکا۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس قافلہ کی آمد کے موقعہ پر 5 مئی 1948ء کو مولانا عبدالرحمن صاحب جٹؓ کے نام ایک خصوصی مکتوب لکھا جس میں نصیحت فرمائی کہ جملہ درویشوں کو میری طرف سے بعد سلام یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ ان بزرگوں کی آمد کو ایک خدائی نعمت سمجھتے ہوئے ان کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اور ان کے علم وعمل کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔صحابہ کا مقدس گروہ دن بدن کم ہوتا جارہا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہم انہیں اپنے آپ کو ان کی صحبت سے محروم کرتے ہوئے آپ کے پاس بھجوا رہے ہیں۔ پس اس نعمت کی قدر کریں۔ اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے زیادہ زور دیں۔ اور باہم اتحاد اور تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ قائم کریں جو دین حق آپ سے چاہتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔ مگر جب تک ہمیں وہ واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور ان کے ساتھ آپ جیسے مخلص اور جان نثار درویشوں اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کے لئے نور ہدایت کا کام دیتی ہے۔ اگر آپ خلوص نیت اور سچی محبت اور پاک جذبہ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہریں گے اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے تو نہ صرف خدا کے حضور میں آپ کی یہ خدمت دیکھی جائے گی۔ بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے اس نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی۔

> ''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑے گا اور پھولے گا۔ اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی۔ اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے وہ جو کسی ابتلاء سے لغزش کھائے گا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہوں گے۔ اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔'' (الوصیت ص 3-4)

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشادات



” انیسویں صدی کی دوسری چوتھائی میں ہندوستان میں ایک بچہ پیدا ہوا اور اس نے ایک ایسے ماحول میں پرورش پائی۔ جو ماحول مذہبی اور دینی نہ تھا لیکن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ایک موجیں مارنے والے سمندر کی طرح جوش مار رہی تھی اور ایک جلا دینے والی آگ کی طرح اس کے دل میں بھڑک رہی تھی مگر دنیا اس سے واقف نہ تھی۔ اس کا خاندان (جو ایک رئیس خاندان تھا) اسے دنیاوی لحاظ سے ایک نکما وجود سمجھتا تھا۔ ان کے نزدیک نہ یہ دنیا کا فائدہ پہنچا سکتا تھا اور نہ خاندان کی عزت قائم رکھ سکتا تھا۔ اس لئے وہ اس سے کلیتاً لاپرواہی برتا کرتا تھا یہاں تک کہ دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑے اس کے کھانے کے لئے رکھ دئے جاتے تھے جیسا کہ خود اس پاک وجود نے فرمایا،

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیْ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 596)

کہ اس زمانہ میں دسترخوان کے بچے ہوئے ٹکڑے مجھے کھانے کے لئے دئے جاتے تھے۔ پس گھر والے بھی اس کو نہ پہچانتے تھے۔ وہ وجود اپنے خاندان سے بھی اوجھل اور پوشیدہ تھا۔ پھر جب ہم علاقہ کو دیکھتے ہیں تو اس میں اس مقدس وجود کا خاندان ایک رئیس خاندان تھا جو روساء اس پاک وجود کے والد کی ملاقات کے لئے آتے اور ان سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے وہ بھی نہیں جانتے تھے کے ان کا کوئی صاحبزادہ مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام سے بھی موسوم ہے۔ وہ ان کا متعارف نہیں تھا اور وہ اس سے متعارف نہیں تھے۔
پھر جس قصبہ میں وہ پاک وجود پیدا ہوا وہ قصبہ بھی غیر معروف تھا۔ اس قصبہ میں دنیا کی کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی۔ دور کی دنیا تو کیا خود اس ملک کی نگاہ سے بھی قادیان اوجھل اور چھپا ہوا تھا۔

" کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر “

(بحوالہ خطبات ناصر جلد اول صفحہ 14 مطبوعہ 2005ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ربوہ میں درویشان قادیان سے خطاب برموقع جلسہ سالانہ ربوہ 1967ء

ہندوستان میں گرانی:

(i) حضور نے ہندوستان میں گرانی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا آجکل ہندوستان میں جہاں آپ رہتے ہیں گرانی بہت ہے اور قلت غذائیت کا مسئلہ درپیش ہے اب تو یہاں پر بھی گرانی شروع ہوگئی ہے۔ مگر وہاں نسبتاً زیادہ ہے بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک سالی بہت ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ قادر ہے وہ بغیر بارش کے بھی فصلوں کی حالت درست کر کے قحط کی حالت کو دور کرسکتا ہے۔ آپ لوگ خدا کی توفیق سے قادیان میں رہائش رکھتے ہیں اور شعائر اللہ کو آباد رکھنے اور ان کی برکات سے خود بھی اور آپ کی اولادوں کو بھی متمتع ہونے کا موقعہ مل رہا ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے لئے قربانی دے رہے ہیں اگر یہ دعویٰ درست ہے تو جتنی تکالیف اس ملک کے دوسرے لوگ مجبور ہو کر برداشت کر رہے ہیں۔ اگر قادیان والوں کو اس سے زیادہ تکالیف کا سامنا رہا وہ لوگ محض مجبور ہیں انہیں نہ قربانی کا دعویٰ ہے اور نہ وہ اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کے امیدوار ہیں۔ اس کے برعکس آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا کی خاطر ہم لوگ قادیان میں ٹھہرے ہیں۔ اگر کبھی حالات پریشان کن صورت اختیار کر جائیں تو بڑے صبر سے کام لیں۔ بلکہ ضرورت کے وقت آپ لوگ زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کے لئے تیار رہیں۔ میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ وہ آپ کو اس کی توفیق دے دیگا۔

(ii) غذائی قلت کے مقابلہ کے لئے تدابیر

حضور نے فرمایا قادیان میں رہنے والوں پر بھی ایسے حالات آسکتے ہیں۔ کہ انہیں غذائی قلت کا سامنا ہو ایسے وقت ایک تو کم سے کم کھانا کھانے کی عادت ڈالنی چاہئے اس طریق سے بھی غذائی قلت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے دوسرے یہ کہ دیگر ضروریات کو چھوڑ کر صرف غذائی ضرورت کو مقدم کیا جائے مثلاً حالات کا موازنہ کر کے دیکھا جائے کہ نیا کپڑا بنوانا زیادہ ضروری ہے یا غذا خرید کر بھوک دور کرنا ہے۔ اگر آپ مثلاً سال بہ سال تین سال تک نیا کپڑا نہ خریدیں اور پیوند لگا کر کپڑے پہنتے رہیں تو یہ ایسی قربانی ہے کہ بغیر کسی خرابی پیدا ہونے کے آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔ آخر صحابہ کرام میں

سے بہت سے ایسے تھے پیوند لگے کپڑے پہن لیتے تھے۔ وہ ایسے شوقین نہ تھے جب خدا دیتا ہے تو ایسے وقت میں اچھا اور قیمتی کپڑا پہننا برا نہیں۔ حضور نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا غالباً 44ء کی بات ہے کہ ایک دفعہ میں دہلی گیا جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کھدر بک رہا تھا۔ جو 7/6 آنے گز تھا۔ میں نے تین اچکنوں کا کپڑا خرید لیا۔ قادیان آئے تو اچکن کی سلائی دریافت کی معلوم ہوا کہ دس روپیہ لیتے ہیں۔ آخر قادیان کے ایک بوڑھے درزی محمد حسین صاحب اچکن کے کپڑے کی قیمت کے برابر سلائی پر رضامند ہو گئے۔ چنانچہ دیر تک میں اس کو پہنتا رہا۔ حضور نے فرمایا 52ء میں مجھے ایک ماہ پچیس دن تک جیل میں رہنا پڑا۔ (اینٹی احمدیہ ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں بعض غلط رپورٹوں کی بنا پر اس وقت کی حکومت نے حضور انور کو اور جماعت کے بعض دوسرے اکابر لوگوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ بعد میں غلط فہمی دور ہو جانے پر سب کی باعزت رہائی عمل میں آئی۔ حضور کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف ہے۔) تو شروع میں بیس روز ہمیں "سی" کلاس میں گزارنے پڑے۔ جہاں دستور کے مطابق جیل ہی کے تنگ اور ادنیٰ قسم کے کپڑے پہننے ہوتے ہیں یہ کپڑے اکثر اتنے تنگ تھے کہ میں سانس لیتا تو ان کے ٹانکے کھل جایا کرتے تھے۔ بہر حال میں نے بڑی خوشی سے انکو پہنا۔ اس وقت مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ میں کوئی قربانی دے رہا ہوں۔ تو آپ خاص حالات کے وقت اگر تھوڑے کپڑے بنوائیں یا پہلے کے ہی تیار شدہ کپڑوں پر ہی گزارہ کریں تو یہ کوئی خاص قربانی نہیں مگر دور اندیشی ہے جس پر آپ لوگوں کو عمل کرنا چاہئے۔ اخراجات میں کمی کی صورتیں: حضور نے فرمایا اسی طرح مختلف قسم کے اخراجات میں کمی کا ایک ذریعہ صابن ہے کچھ نہ کچھ صابن پر بھی خرچ اُٹھ جاتا ہے۔ اگر ایسا تنگ وقت آن پڑے تو کھانا مقدم سمجھا جائے اور صابن کے ساتھ کپڑوں کی صفائی کو ثانوی حیثیت دی جائے۔ اسی طرح کفایت کا طریق برتا جا سکتا ہے۔

(iii) جہاں تک پانی کی قلت ہے وہاں اس بات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پانی کی کمی ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اسلامی تعلیمات میں بھی اس کے مطابق گنجائش موجود ہے۔ مثلاً وضوء کے وقت ہر عضو کو تین کی بجائے ایک بار بھی تر کر لینے سے وضو مکمل ہو جاتا ہے اسی طرح اگر پانی کو کم خرچ کر کے بھی پیسے بچائے جاسکتے ہوں تو ایسا کر لینا چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی خدا کی قدرت نے پانی بڑھانے کے معجزات دکھائے مگر سب کے ساتھ ایسا ہونا ضروری نہیں۔ تاریخ میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب قیصر کے ساتھ مقابلہ ہو رہا تھا تو خالد بن ولید کو حکم ملا کہ نصف فوج کو لے کر پہنچیں وہ وقت ایسا تھا کہ پانی نہیں ملتا تھا۔ اس وقت اونٹ ذبح کر کے اس کے معدہ میں پانی کا جو ذخیرہ ہوتا تھا صحابہ کرامؓ اس کا استعمال کرتے۔ آخر اس میں بساند بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اونٹ کے جسم کے اندرونی حصہ نے اس پر بہر حال اثر کیا ہو گا۔ مگر صحابہؓ نے اس پانی کو استعمال کیا۔ اسی طرح ایک طریق وہ ہے جس کا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ سارے کھانے اکٹھا کرو۔ پھر حضورؐ نے سب لوگوں میں حصہ رسدی تقسیم فرمایا۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایسے حالات آجائیں تو سب قسم کی باقی ضروریات کو چھوڑ کر کھانا ملنے کی ضرورت کو پورا کیا جانا ضروری ہو گا۔ وہاں ایسا انتظام بھی ہو سکتا ہے کہ مقررہ تنخواہیں اور گزارے بند کر دیئے جائیں۔ اور سب کو لنگر سے مقررہ مقدار میں کھانا دیا جائے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ کھانا کھانے کی کچھ ضرورت ہے اور کچھ عادت ہے اس میں فرق کرنا چاہیئے۔

(iv) خوراک دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ ہے جو عادت کے مطابق کھائی جائے مثلاً پیٹ بھر کر کھانا۔ ایک کھانے کی بجائے کئی کھانے کھا لینا۔ ایک خوراک وہ ہوتی ہے جو اس لئے کھائی جاتی ہے کہ ہماری زندگی قائم رہے اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاک نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ میں اس پر کہاں تک عمل کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ہمارے گھروں میں جو پھلکا پکتا ہے اس کے نصف تک اپنی خوراک کو لے آیا۔ میں نے دیکھا کہ اس سے میری صحت میں کسی طرح کمی نہیں آئی۔ میں کام بھی باقاعدہ کرتا ہوں۔ حضورؒ نے فرمایا: انسان کے معدہ کو ایک کھانے کی عادت ہوتی ہے۔ اور ایک اس کی لازمی ضرورت ہے۔ عادت کو کم کیا جا سکتا ہے۔ اور لازمی ضرورت کو بعض دوسرے طریقوں سے جو منفی کہلاتے ہیں پورا کیا جا سکتا ہے مثلاً قلتِ غذا کے وقت گاجر سے انسان پیٹ بھر سکتا ہے۔ گو اس میں غذائیت کم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے آسانی سے پیٹ بھر جاتا ہے۔ حضورؒ نے قادیان میں کھیتی باڑی کرنے والے دوستوں کو خصوصیت سے ہدایت دی کہ ان کو چاہیئے کہ کثرت کے ساتھ ترکاریاں اور آلو اُگائیں۔ تا اس قسم کی چیزوں کے ساتھ قلت غذا کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اور وقت آنے پر کسی طرح کی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ پھر ہمیں عقل اور دیگر ظاہری سامانوں کو عمل میں لانے کے ساتھ ساتھ خدا پر توکل بھی کرنا

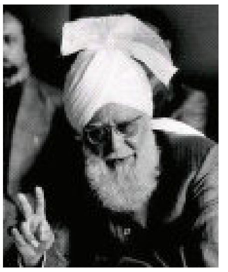
چاہیئے اور اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ قادیان میں کھانے کی کمی کے وقت کوئی تکلیف پیدا نہ ہو۔ ہمیں خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ دوسروں کے مقابلہ میں غذائی قلت کے ایسے حالات ہم پر نہیں آئے۔ جو ملک کے بعض دوسرے حصوں میں آئے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بعض لوگ اخباریں اور دوسری قسم کی امدادیں کرتے ہیں آپ کی نگاہیں ایسی امدادوں کی طرف بھی نہیں اُٹھنی چاہئیں، آپ لوگ ہر آن خدا کو اپنا رازق جانیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق رازق ہونے کا خیال تک نہ آنے دیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کا موجب بن جائیں گے۔ آپ کی ذمہ داری تو آپ کے ربّ نے لی ہوئی ہے۔ لوگ آپ کے رازق نہیں۔ وہ تو خود محتاج ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے اجر پانے کے لئے اور اس کو راضی کرنے کی غرض سے آپ کی مدد کرتے ہیں۔ آپ لوگ ان کی طرف نہ دیکھیں۔ بلکہ ہمیشہ اپنے ربّ کے شکر گزار بنے رہیں۔ اس حقیقت کو ہمیشہ اپنے پیشِ نظر رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوتا کہ جو تمہارے ساتھ حسن سلوک کرے اس کا شکر کرو تو خدا کی قسم ہم ایسے لوگوں کو شکر کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتے۔ یہ تو خدا کا حکم ہے کہ بندوں کا شکر کرو تا میرا شکر ہو۔ اس لئے ہم بندوں کا شکر کر لیتے ہیں۔ توحید خالص کا جو مقام ہے وہ اُسے دو جو لوگ ثواب کمانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں۔ وہ بھی خدا ہی سے اجر چاہتے ہیں۔ پس خدا کے سوا کسی کی طرف نگاہ نہیں رکھنی چاہیئے۔ اور اس قسم کا ذہنی ماحول ہمیشہ ہی قائم رہنا چاہیئے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ 47ء کے مخالف حالات میں محض خدا نے ہی آپ کو محفوظ رکھا اس وقت کوئی شخص اپنے زور سے نہیں بچ سکتا تھا۔ اگر وہاں کے احمدی محفوظ رہے تو یہ خدا کے فضل سے ہوا۔ اس میں کسی کا اپنا دخل نہیں۔ اس وقت اس علاقہ میں آگ لگی ہوئی تھی۔ ایسے حالات میں باہر سے آنے والے بیس تیس ہزار آدمیوں کو قادیان میں پناہ ملی۔ انہیں کھانا کھانے اور رہائش کی جگہ ملی۔ ایسے وقت میں کسی اَور نے نہیں بچایا بلکہ خدا نے اپنے حکم سے قادیان کی حفاظت کی۔ 47ء میں خدا تعالیٰ کی قدرت کے بڑے بڑے ہی ایمان افروز واقعات ظاہر ہوئے ضروری ہے کہ نئی پود کو ان واقعات سے آگاہ کیا جائے تا کہ ان کے ایمان پختہ ہوں۔

(v) حضورؒ نے اپنا روح پرور خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ 52 سال تک محبت اور پیار کے ساتھ اپنی جماعت کی تربیت کرتے رہے۔ حضورؓ لوگوں سے نذرانے قبول فرماتے مگر اسکے ساتھ اس کی قیمت بھی ادا فرماتے اس کی قیمت چہرے کی وہ سرخی اور دل کا وہ احسان ہوتا تھا جو دعا کی شکل میں نذرانے دینے والے کے حق میں ظاہر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے دینے کے ایسے ذرائع اور راستے ہیں کہ ان کے متعلق انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ جب دینے پر آتا ہے تو ایسے ایسے راستوں سے دیتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ خدا کے دروازے کو چھوڑ کر کسی عاجز بندے کے متعلق آپ کبھی خیال نہ کریں کہ وہ آپ کی ضرورت پورا کرنے والا ہوگا۔ خدا پر کامل توکل کا مقام حاصل کریں۔ ایسے ماحول میں صرف اسی کی طرف آپ کی نگاہیں اُٹھتی رہیں کسی اور طرف نہ جائیں پانچ سو سال بعد جب تاریخ دان تاریخ لکھیں تو آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے پیار و محبت کے سچے واقعات ان کے سامنے آئیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے محبوں سے پیار کر رہا ہے۔ یہ ایسی قیمتی چیز ہے کہ ایک دن کے پیار کے مقابلہ پر اگر ساری عمر سجدہ میں پڑے رہیں تو اس کا شکر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی ہستی ایسی نہیں جو بندوں سے اس طرح سچا پیار کرتی ہو۔ حضور نے اپنے خطاب میں آخر میں فرمایا کہ ایک اور بات کو یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ اگر کبھی کسی سے کوتاہی ہو جائے تو اس کی کوتاہی پر درگذر کیا جائے۔ جماعت احمدیہ یا مسلمان ایک بڑی مضبوط اخوت میں بندھے ہوئے ہیں۔ آپس میں محبت اور پیار کے ساتھ رہیں۔ دوسرے پر بدظنی نہ کریں غصہ میں آکر آپے سے باہر نہ ہو جائیں۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ دوسرے کی خاطر خود تکلیف برداشت کرتا جائے۔ ہر اس موقعہ سے بچیں جس سے دوسروں کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔ آپ اپنے آپ کو ہمیشہ انتہائی عاجزی اور تقویٰ کے مقام پر رکھیں تواضع عاجزی اور انکساری خدا کو مرغوب ہے اور یہی بندے کا اصل مقام ہے۔ ہمیشہ خدا کے عاجز بندے بن کر دن گذاریں۔ اور عجز وانکسار کے ساتھ اسی کے حضور جھکتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور آپ کی اولادوں کو بھی اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ خطاب کے اختتام پر فرمایا مجھے کئی دن سے نزلہ زکام اور کھانسی کی شکایت ہے اس کے باوجود میں خدا کے فضل سے تیس چالیس منٹ بولا ہوں۔ پہلے میں دعا کر لیتا ہوں اس کے بعد باری باری ملاقات ہو گی۔ لیکن جس طرح آپ کو گلے ملنے کی خواہش ہے میرا بھی دل چاہتا ہے کہ آپ سب سے گلے ملوں۔ مگر بیماری کی وجہ سے میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لئے صرف مصافحہ ہی کر سکوں گا۔ آؤ ہم سب مل کر دعا کریں اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو اور اس کی رحمتیں آپ کے شامل حال ہوں۔'' (بدر 14/ مارچ 1967ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا روح پرور پیغام برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1969ء

میرے نہایت ہی عزیز اور محترم بھائیو اور بہنو!   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ



میری روح پگھل کر آستانہ ربّ رحمان پر آپ کے لئے بہہ رہی ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ اس قادر و توانا کی رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ پر رہے۔ ابدی عید کی لازوال خوشیاں اور مسرتیں آپ کے نصیب میں ہوں۔ ہر امتحان کے وقت فرشتے قوت وسہارا بنیں۔ آمین۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہم نے اس حقیقت کو پایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب جہانوں کا نور ہیں۔ ہر شے کا حسن آپ کے حسن کا ہی انعکاس ہے۔ اللہ نور السمٰوٰت و الارض کا نور آپ ہی کے طفیل ہر شے تک پہنچا۔ اور آپ ہی ساری دنیا کے لئے رحمت ہیں۔ جس نے اس عالم موجودات کو زوال سے بچایا ہوا ہے۔ آپ ہی کے طفیل اس عالم موجودات کی ہر شے نے رب رحمن کی قدرتوں کے جلوے دیکھے۔ اور انسان نے اپنے محبوب خالق کا پیار پایا۔ اور اس کی بے پایاں رحمت سے حصہ لیا۔ نیز صلے اللہ علیہ وسلم ہی امن اور صلح اور سلامتی کے شہنشاہ ہیں۔ آپ کی لائی ہوئی تعلیم، ہدایت اور شریعت ہی بھٹکی ہوئی انسانیت کو ہلاکت اور تباہی اور قہرالٰہی کی بھڑ کتی ہوئی آگ سے واپس لوٹا کر رب مہربان کی پیار بھری نظروں کے ٹھنڈے سایہ میں لاسکتی ہے۔

ہمارا اس حقیقت پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہونا ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم بھی نوع انسان کے لئے رحمت بنیں۔ کسی کو دکھ نہ پہنچائیں۔ ہر ایک کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوں۔ مظلوم کی حمایت پر کمر بستہ رہیں۔ پیار محبت سے نیکی کی تعلیم دیتے رہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور آپ کے احسان کے جلوے دنیا پر ظاہر کرتے رہیں۔ دنیا کو سکھ پہنچانے کے لئے ہر دکھ سہنے کو ہمہ وقت تیار رہیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ درویشان قادیان! آپ مسیح محمدی کی پاک بستی میں محبت کی شمع کئے بیٹھے ہیں۔ راحبت کی یہ گرمی کم نہ ہونے پائے۔ اُکتا نہ جائیں۔ تھکیں نہ۔ مایوس نہ ہوں۔ تاوقتیکہ انجام بخیر ہو۔ اللہ آپ کا حافظ، آپ کا ناصر اس کی رحمت اس کی نصرت ہمیشہ شامل حال رہے۔

ملک ہند میں بسنے والے سب احمدی بھائیو! نوعِ انسان کی نجات اسلام میں ہے۔ اسلام سراپا رحمت ہے۔ اسلام محافظِ عزت و ناموس انسانی ہے۔ اسلام پاسبانِ حقوق انسانی ہے۔ اسلام سلامتی کی راہیں اور امن صلح اور آشتی کی دنیا ہے۔ امن، صلح اور آشتی کے اس پیغام کو گھر گھر پہنچائیں۔ اللہ آپ کو ہمت دے۔ سب کو ہی پیار و محبت کے اس پیغام کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ فقط   خاکسار مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث"   (بدر 16/ جنوری 1969ء)

درویش فنڈ میں خصوصی حصہ لینے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا روح پرور پیغام:

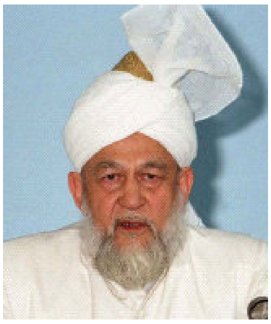
اہل ثروت مخلصین جماعت!

آپ اپنے لئے ذریعہ معاش کے انتخاب میں آزاد ہیں۔ خدا کے فضل سے ہر طرف وسیع میدانِ عمل موجود ہیں۔ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں اور اس کی دی ہوئی توفیق سے آپ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے گذر اوقات کے لئے ہر ممکن ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں برکت دیتا ہے جس کی وجہ سے آپ کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پورا کرنے میں خدا کے فضل سے بالعموم کوئی دقت نہیں۔

مگر کچھ ایسے دوست بھی ہیں جنہوں نے ایک مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ درویشانِ قادیان جو اپنے ذریعہ معاش کے انتخاب میں آپ کی طرح آزاد نہیں جن کا عمل قادیان کی مختصر سی بستی تک محدود ہے۔ وہ وہاں صرف اپنی نہیں ساری جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ہمارے دل ان کے لئے محبت اور احترام کے جذبات سے مملو ہیں۔ ہم ان کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے ہم سب کی نمائندگی کرتے ہوئے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اور دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ دنیا باوجود اپنی وسعتوں کے ان کے لئے محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کے ذرائع معاش محدود ہیں۔ مگر ضروریات انسانی ہم جیسی ہی ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ ہم انکی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھیں اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے خیرات کے طور پر نہیں بلکہ قدر دانی اور محبت کے جذبات کے ساتھ ان کی ہر طرح امداد کریں۔ تا وہ فارغ البالی اور بے فکری کے ساتھ مرکزِ سلسلہ اور شعائر اللہ کی حفاظت کے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں دن رات مصروف رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں اور زیادہ برکت دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔   (دستخط مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث)

(بحوالہ بدر اگست 1969ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات



(1) ''ہندوستان کا اپنا ایک حق تھا جسے ہمیشہ قائم رکھنا چاہئے تھا۔ ہندوستان وہ جگہ ہے جہاں خدا تعالیٰ نے آخرین کا پیغامبر بھیجا جو ہر مذہب کا نمائندہ بنکر آیا۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَرِی اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کہ ایک شخص دکھائی دیتا ہے مگر خدا کا پہلوان ہے جو تمام انبیاء کے چوغے اوڑھے ہوئے آیا ہے۔ اسی میں تمہیں کرشن دکھائی دے گا۔ اسی میں تمہیں بدھا دکھائی دے گا۔ یہ مسیح کی تمثیل بھی ہے اور مہدی بن کر بھی آیا ہے۔ انبیاء سے تمام دنیا میں جتنے بھی وعدے کئے گئے تھے وہ آج قادیان کی بستی میں اس ذات میں پورے ہو رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے مامور فرمایا ہے۔ پس اس پہلو سے ہندوستان کا ایک مرکزی اور دائمی حق ہے۔''

(بحوالہ مرکز احمدیت قادیان، مولفہ برہان احمد صاحب ظفر)

(2)۔ ''یہ بستی مجھے اتنی پیاری ہے، اتنی پیاری ہے کہ جی چاہتا ہے کہ ساری زندگی اسی خاک میں پھرتے ہوئے، انہی ہواؤں میں سانس لیتے ہوئے۔ اپنی انہی کوچوں میں قدم چلاتے ہوئے مسیح موعودؑ اور آپؑ کے پیاروں کی یاد میں اپنی زندگی یہاں صرف کروں''

(بحوالہ اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء)

(3) '' جماعت کو اگر قادیان کی واپسی میں اور جماعت کے عالمگیر انقلاب میں کوئی دلچسپی ہے تو اسکی تیاری کرنی ہوگی اور قادیان کے سلسلہ میں ابھی بہت کام باقی ہے... قادیان کی عظمت اور عزت اور جلال اور جمال کو بحال کرنے کیلئے ساری دنیا کی جماعتوں کو بہت محنت کرنی ہے اور ہندوستان کی جماعتوں کے کھوئے ہوئے وقار اور مقام کو دوبارہ بحال کرنے کے لئے ساری دنیا کی جماعتوں کو بہت محنت کرنی ہوگی۔''

(اخبار بدر 20-13 فروری 1992ء صفحہ 10)

(4) قادیان جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہے۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی ساری دنیا کا دارالخلافہ ہوگا۔ اور اقوام متحدہ کا مرکز۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہاں تمام قومیں سچے دل کے ساتھ محبت کے ساتھ ایک ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں انگریز احمدی مسلمان ہو یا امریکن احمدی مسلمان ہو یا جرمن احمدی مسلمان ہو یا ہندوستانی احمدی مسلمان ہو۔ اپنے درمیان سے سب فرق مٹتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پس اگر حقیقت میں دنیا میں اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی جانی ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر آپکو کہتا ہوں کہ یہ وہ سرزمین ہے جہاں آئندہ اقوام متحدہ کی بنیاد رکھی جائے گی۔''

(اخبار بدر 19/ مارچ 1992ء صفحہ 15)

(5) ''مجھے کامل یقین ہے کہ جس خدا نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قادیان آخرین کا امام بنا کر بھیجا تھا۔ وہ ضرور اپنے وعدے سچے کر دکھائے گا۔ اور ضرور بالآخر خلافت احمدیہ اپنے اس دائمی مقام کو واپس لوٹے گی''

(بحوالہ اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان 1991ء)

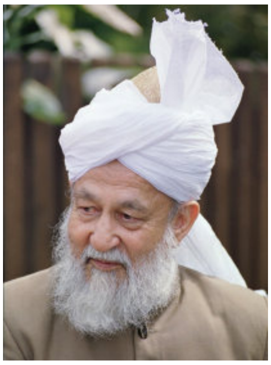
(6) جماعت احمدیہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں بستی ہو اسے قادیان سے ایک گہری محبت ہے۔ (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بحوالہ بدر 19 مارچ 1992ء)

(7) ''میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ خدا کے تعلق کے یہ سلسلے اسی بستی قادیان سے آج سے تقریباً سو سال پہلے شروع ہوئے تھے۔ یہی وہ بستی ہے جس کے ہم ہمیشہ احسان مند رہیں گے کیونکہ اس بستی کی راہ سے ہمیں مکے اور مدینے سے ملایا گیا اور اسی بستی کی راہ سے ہمیں چودہ سو سال کے فاصلے پاٹ دیئے اور آخرین ہوتے ہوئے بھی پہلوں سے جا ملے۔ اس لئے اس بستی کا ہمیشہ کے لئے احسان ہمارے دل پر رہے گا۔ لیکن احسان کا سوال نہیں ہم تو اس کی محبت میں گرفتار ہو چکے ہیں اور دنیا میں جہاں بھی ہوں ہر احمدی کے دل میں طبعاً قادیان کے لئے بے پناہ محبت اور جوش پایا جاتا ہے۔''

(خطاب 28 دسمبر 1991 بحوالہ 19 مارچ 1992ء)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا روح پرور اور بصیرت افروز پیغام

پیارے بھائیو، بہنو اور بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ



''الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ بھارت کو امسال پھر دائمی مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان میں سالانہ جلسہ کے منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ جلسہ بہت ہی مبارک ہے کیونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے ننانوے سال پہلے اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ یہ سال جو کہ صد سالہ جشن تشکر کا سال ہے اس جلسہ سالانہ کو ایک نئی تاریخی اہمیت عطا کر رہا ہے۔ اگرچہ ایک پہلو سے تو یہ جلسہ مرکزی جلسہ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ مرکزی جلسہ میں خلیفہ وقت کی شمولیت کا تصور شامل رہتا ہے۔ اور جب سے عارضی طور پر مرکز خلافت ربوہ پاکستان میں منتقل ہوا ہے باوجود اس کے کہ قادیان دائمی مرکز ہی ہے۔ عملاً عارضی طور پر مرکز سلسلہ ربوہ منتقل ہو چکا ہے۔ اور اس حادثہ ہجرت کے بعد سے جلسہ سالانہ ربوہ ہی مرکزی جلسہ کہلاتا ہے۔
اگرچہ قادیان کے اس جلسہ پر دونوں میں سے کوئی صورت بھی اطلاق نہیں پاتی لیکن قادیان کو ایسا امتیاز حاصل ہے جو قیامت تک قادیان ہی کا رہے گا اور جماعت احمدیہ کا فعال مرکز دنیا میں خواہ کہیں بھی عارضی طور پر منتقل ہو جائے قادیان کی یہ امتیازی شان کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مبارک بستی سے اسلام کے احیاء نو کی آواز بلند فرمائی اور اس مبارک بستی کو خدا تعالیٰ نے آخرین کے مرکز کے طور پر منتخب فرمالیا۔ یہ ایک ایسا امتیازی اعزاز ہے جو امتیازی بھی ہے اور اس پہلو سے قادیان کی مرکزیت کو ایک دوام حاصل ہے۔''

''قادیان کی مقدس بستی میں صد سالہ جشن تشکر کے سال میں جو جلسہ منعقد ہو رہا ہے میری بھی بڑی خواہش تھی کہ میں خود اس میں شرکت کی سعادت حاصل کرتا اور دنیا بھر میں بکثرت دوسرے احمدیوں کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی اس جلسے میں شریک ہوتے۔ جن مجبوریوں کے پیش نظر ایسا نہیں ہو سکا وہ آپ کے علم میں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی اس مشیت کے پس پردہ یہ حکمت بھی کارفرما ہو کہ موجودہ حالات میں قادیان کی بستی اتنے کثیر مہمانوں کی دیکھ بھال کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ قادیان سے آنے والے تخمینے دس ہزار مہمانوں تک کے تخمینے تھے لیکن اگر پاکستان سے احمدیوں کو آنے کی اجازت ملتی اور دنیا بھر (سے) جس طرح احباب خواہشمند تھے، یہاں حاضر ہوتے تو بعید نہیں تھا کہ ایک لاکھ سے اوپر بات نکل جاتی اور یہ بوجھ قادیان کی چھوٹی سی جماعت کے لئے تکلیف دہ ہو جاتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی حکمتیں نہاں در نہاں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ جب وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی خلیفہ کے زمانہ میں عارضی طور پر ہی نہیں بلکہ مستقلاً مرکزی نظام جماعت واپس قادیان منتقل ہو جائیگا۔ اور دائمی مرکز اور عارضی مرکز ایک ہو جائیں گے۔''

قادیان کا ماحول

''آج کی نشست میں حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے جنت نظیر معاشرے کی مثال قادیان کے ابتدائی دنوں کے حوالے سے بیان فرمائی۔ فرمایا:
گھر اگر بہت اچھا ہو وہاں بچوں کا دل لگے اور پیارا ماحول ہو اس کو جنت نشاں کہتے ہیں۔ قادیان کو پہلے زمانے میں اکثر قادیان جنت نشان لکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں معاشرہ بہت اچھا تھا۔ لوگ بہت پیار کرنے والے تھے۔ اور ہر ایک ہر ایک کو پوچھتا تھا۔ کوئی غریب ایسا نہ تھا جس کا ہمسائے خیال نہ رکھتے ہوں۔ کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا۔ کوئی اتفاق سے کسی کے علم میں نہ آئے۔ ورنہ سارے ہمسائے ہمسائے اپنے ہمسایوں کو نماز کے لئے لے جاتے اور ہر اچھی چیز میں پوچھتے۔ گھر میں کوئی اچھی چیز پکتی تھی۔ ساتھ والے ہمسایوں کو بھی دیتے تھے۔ اور جب کوئی اچھی چیز پکائی ہو تو گھر میں سب کہا کرتے تھے ذرا زیادہ بنا دینا۔ ہمسایوں کو بھی تحفہ دیں گے۔ فرمایا: یہ ساری باتیں جنت کی نشانیاں تھیں۔ بہت اچھا امن کا ماحول تھا۔ اس لئے قادیان کو جنت نشان کہتے تھے۔'' (الفضل 6 فروری 1999 ص 7)

''آپ نے جس چیز کی حفاظت کرنی ہے وہ قادیان کا تقویٰ ہے اور قادیان کا نور ہے! آج قادیان کو ایسے متقیوں کی ضرورت ہے جن کی کشش ماحول کو اپنی طرف بڑی قوت کے ساتھ کھینچنے لگے احمدی خواتین میں خدمت کا ایسا عظیم الشان جذبہ پایا جاتا ہے کہ دنیا کی کسی قوم کی عورتوں میں اس کی مثال نہیں مل سکتی!''

سید نا حضرت اقدس امیر المومنین رحمہ اللہ تعالیٰ۔خطاب برائے جلسہ سالانہ قادیان 1993ء بمقام مسجد روز ہل ماریشس تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت کی:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰبھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا۔ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ۔ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ۔ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ (الفتح۔30)

پھر فرمایا: آج ہماری یہ خوش بختی ہے کہ ہم قادیان دارالامان کے بین الاقوامی جلسہ سالانہ میں سیٹلائیٹ کے ذریعہ شرکت کر رہے ہیں اور اس ذریعہ سے تمام دنیا کے احمدی اور بہت سے احمدیت میں دلچسپی لینے والے بھی آج مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک مختلف ملکوں میں بٹے ہوئے مگر ایک جگہ ایک آواز پر ایک صورت پر اکٹھے ہو کر اس جلسہ میں شمولیت کر رہے ہیں۔ قادیان کی بستی وہ بستی ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"خدا نے اس ویرانے کو یعنی قادیان کو مجمع الدیار بنا دیا ہے کہ ہر ایک ملک کے لوگ آ کر جمع ہوئے ہیں۔"

قادیان مجمع الدیار: پس آج پھر ہم یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں کہ قادیان میں مختلف ممالک سے لوگ اکٹھے ہوئے ہیں لیکن ایک روحانی ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے انسانوں کو ان میں سے جو بصیرت رکھتے ہیں آج قادیان کے جلسہ میں اکٹھا کر دیا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں:

"ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے"

یہ ایک پیشگوئی ہے سوچنے کا مقام ہے کہ مذکر کی بجائے مونث کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا۔ چمک کر دکھادے گا کی بجائے چمک کر دکھلادیگی کیوں فرمایا۔ کلام الامام بہت گہرے مضامین اپنے اندر رکھتا ہے اور اسے غور سے سمجھنا چاہئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام قادیان کو ایک چھوٹی سی بستی کے طور پر پیش کر رہے ہیں جس کی دنیا کو کچھ خبر نہیں پس بستی کے لحاظ سے اسے مونث باندھا ہے یہ چھوٹی سی بستی جسے تم قادیان کہتے ہو آج اس کی کچھ حیثیت نہیں ہے مگر یقینا ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ سورج کی طرح چمک کر دکھلادے گی۔ چمک دکھلادے گی نہیں بلکہ چمک کر دکھلادے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے آج واقعۃً ان برقی لہروں کے ذریعہ قادیان سب دنیا پر سورج کی طرح چمک کر یہ بات ظاہر کر رہا ہے کہ یہ ایک سچے کا مقام ہے جسے خدا تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا۔ پس آج وہ مبارک دن ہے کہ آج یہ بار بار پوری ہونے والی پیشگوئی ایک اور نئی چمک کے ساتھ پوری ہو رہی ہے۔

قادیان میں اس وقت مختلف ممالک اور مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہیں بہت سے ایسے سکھ دوست کہ جب میں وہاں گیا تھا تو بڑی محبت کے ساتھ تشریف لائے تھے اور ہر قسم کے تعصّبات سے پاک ہو کر ہمارے جلسوں میں شرکت فرماتے رہے اور اسی طرح بہت سے ہندو دوست بھی تھے جو تشریف لائے۔ اس کے علاوہ جہاں تک جماعت کا تعلق ہے ہندوستان کے شمال اور جنوب میں بسنے والے اس ایک بستی میں کم از کم نمائندوں کی صورت میں ضرور اکٹھے ہوئے بہت دور کی بستیوں سے زیادہ احمدیوں کا آنا ممکن نہیں تھا لیکن جس جلسہ میں میں شریک ہوا۔ اس میں تو بڑی بھاری تعداد میں کثرت سے ایسے غریب علاقوں کے احمدی بھی شامل ہوئے جنہوں نے اپنے سفر کے لئے رقمیں قرض اٹھائیں اور بعد میں وہ بے چارے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس مشکل سے اس قرض کو اتارتے رہے مگر یہ جذبہ شوق تھا جو انہیں کشاں کشاں قادیان لئے چلا آیا۔ آج کے جلسہ میں اگرچہ ویسی صورت نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ غالباً اس جلسہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد بارہ تیرہ ہزار۔ لگ بھگ پہنچی ہو گی۔ لیکن جب میں شامل ہوا تھا تو اس وقت یہ تعداد چوبیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس تعداد میں ہزار ہا پاکستانی بھی شریک ہیں جو قادیان اس شوق سے جانا چاہتے تھے کہ میں بھی وہاں موجود ہوں اور اس طرح ہمارے مل بیٹھنے کے سامان ہوں مگر میں نے پہلے ہی وضاحت کر دی تھی کہ میرا وہاں خود اپنے جسم سمیت جانا سردست ممکن نہیں ٹیلی ویژن کے ذریعہ انشاء اللہ ہمارا رابطہ ہو گا سو یہ سب دوست وہاں پہنچے ہیں مگر اس غرض سے نہیں کہ ٹیلی ویژن پر مجھے دیکھ

سکیں کیونکہ وہ تو گھر بیٹھے بھی دیکھ سکتے تھے۔ اس غرض سے پہنچے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس بستی میں ہونے والے جلسہ میں بنفس نفیس شرکت کر کے وہاں سے برکتیں پائیں اور ایک زاید برکت یہ بھی ہے کہ اس عالمی جلسہ میں وہ مجھے بھی دیکھ رہے ہیں اور آپ کو بھی یہاں بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور خدا تعالیٰ نے سب دنیا کے احمدیوں کے مل جل کر بیٹھنے کا یہ سامان بنادیا ہے اہل قادیان کو سب سے پہلے تو میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے الفاظ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ:

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو　　دیار مہدی آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حرم　　تم اس زمین کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے الدار کی نگہبانی　　اسی کے حفظ اسی کی اماں میں رہتے ہو
فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر　　ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

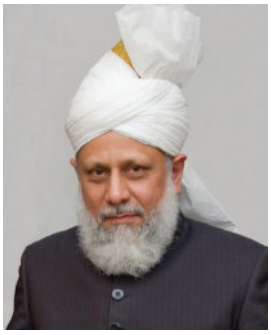
”یہ بہت ہی ایک مبارک اعزاز ہے جو آپ کو نصیب ہوا ہے اس اعزاز کے ساتھ بہت سی دقتیں اور تکلیفیں بھی وابستہ تھیں اور آج بھی وابستہ ہیں۔ بہت سی مشقتیں آپ نے وہاں جھیلیں بہت دکھ اٹھائے۔غربت کی ماریں بھی پڑیں طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے مگر ثابت قدمی کے ساتھ تمام دنیا کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے بڑی وفاداری کا اظہار فرمایا اور قادیان کی مقدس بستی کی آخری دم تک حفاظت کی اور حفاظت کرتے جارہے ہیں۔لیکن درحقیقت آپ حفاظت نہیں کر رہے خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق بخشی ہے کہ آپ کے نام تاریخ میں ہمیشہ ستاروں کی طرح چمکتے رہیں ورنہ فرشتے اللہ کی اس بستی کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ نے آپ کو جو یہ توفیق بخشی ہے تو یہ سعادت جو آپ نے پائی ہے مگر یاد رکھیں قادیان کی بستی جو اینٹ پتھر کی بستی ہے یہ اینٹ پتھر کی بستی تو پہلے سے وہاں موجود تھی اس کی اینٹوں میں تو کوئی کیمیاوی تبدیلی واقع نہیں اس کی گلیوں میں تو کوئی ایسے تغیر و تبدل کے آثار ہم نے نہیں دیکھے کہ جن سے معلوم ہو کہ نیک لوگوں کے گزرنے سے اینٹیں بدل چکی ہیں۔اصل میں اس بستی کے آثار وہ روحانیت اور تقویٰ ہے جنہوں نے ان گلیوں اور ان گھروں میں نشوونما پایا وہ تقویٰ جن سینوں میں نشوونما پاتا رہا اور ان کو رفعتیں بخشتا رہا وہی دراصل اس بستی کے آثار ہیں جن کی محبت میں لوگ کھنچے چلے آتے ہیں اور ہر سال قادیان کو دیکھنے کے لئے ترستی ہوئی نگاہیں وہاں پہنچتی ہیں اور سیراب ہوتی ہیں تو آپ نے دراصل جس کی حفاظت کرنی ہے۔ وہ یہ تقویٰ ہے۔بستی کی حفاظت کے سامان تو خدا نے فرمادئے۔اس کے فرشتے تو اس کی نگرانی اور حفاظت میں ہمیشہ مستعد رہے اور ہمیشہ مستعد رہیں گے آپ نے جس چیز کی حفاظت کرنی ہے۔ وہ قادیان کا تقویٰ ہے۔“

تمام آدم زادوں کے لئے ایک ہی رسول اور ایک ہی شفیع

نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔نجات یافتہ کون ہے؟ وہ یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کریم کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد 19 ص 13-14)

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قادیان کے متعلق ارشادات



’’قادیان کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ہر احمدی جو یہاں آیا ہے یاد رکھے کہ اس نے اس مقام اور تقدس کو مزید اُجاگر کرنا ہے۔ یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کرنے والے ہیں۔ یہی آپ کی خاموش تبلیغ ہے۔‘‘ (بحوالہ ہفت روزہ بدر 12-5 جنوری 2006ء صفحہ 9)

’’اس بستی میں پہنچ کر ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ مینارۃ المسیح دُور سے ہی ایک عجیب شان سے کھڑا نظر آتا ہے۔ بہشتی مقبرہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار ہے، دعا کر کے عجیب سکون ملتا ہے۔ سب جانے والے تجربہ رکھتے ہیں۔ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔‘‘

(بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 16 فروری 2006ء)

’’یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی ہے اور ہر احمدی کو اس سے ایک خاص تعلق ہے، ایک جذباتی لگاؤ ہے اور جوں جوں ہم قادیان کی طرف بڑھتے جارہے ہیں ان جذبات کی کیفیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ایک دنیادار کا جذباتی تعلق تو ایک وقتی جوش اپنے اندر رکھتا ہے لیکن ایک احمدی کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روحانیت کے مدارج طے کرنے کے راستے دکھائے ہیں اس کا آپ سے روحانیت کا تعلق ہے۔ اس کے جذبات میں تلاطم یا جذباتی کیفیت وقتی اور عارضی نہیں ہوتی اور نہ ہی وقتی اور عارضی ہونی چاہئے۔ اس بستی میں داخل ہوکر روحانی بجلی کی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے سب احمدیوں کو، یہاں آنے والوں کو، اس لہر کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالینا چاہئے اور یہاں کے رہنے والوں کی تو یہ سب سے زیادہ ذمہ داری ہے۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کے گلی کوچوں نے مسیحا کے قدم چومے۔ اور آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کی خاک نے مسیح دوراں اور امام الزمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے پاؤں دم بدم چومے ہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2005ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 6 جنوری 2006ء)

’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1991ء کے بعد سے جب سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دورہ فرمایا تھا قادیان میں عمارتوں کے لحاظ سے کافی ترقی ہوئی ہے، کچھ پرائیویٹ لوگوں نے بھی گھر بنائے وہاں کی آبادی نے بھی گھر بنائے، جماعت کی بھی عمارات بنیں۔ شہر کافی پھیل گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہاں کے رہنے والے احمدیوں کی اکثریت میں حالت کی بہتری کے باوجود ابھی تک سادگی پائی جاتی ہے اس لئے میں انہیں یہی زور دیتا رہا ہوں کہ اس سادگی اور سکون کو جو ابھی تک اُن درویشوں کے اثر سے قائم ہے جنہوں نے شعائر اللہ کی حفاظت کی خاطر اپنے گھر بار، جائیدادیں رشتہ داریاں چھوڑی ہیں، ان کے بچے اسے یاد رکھیں اور اس کی جگالی کرتے رہیں اور پھر نئے آنے والے بھی جو اَب وہاں آ کر آباد ہو رہے ہیں اس بستی کے تقدّس کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ (بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جنوری 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل، لندن 16 فروری 2006ء)

’’سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان آنے کے دوسرے روز

(16 دسمبر 2005) مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو سٹیلائیٹ رابطہ سے ایم ٹی اے پر لائیو نشر کیا گیا۔

تشہد تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا آج محض اللہ کے فضل سے اس کی دی ہوئی توفیق سے میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس بستی سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اور نمائندہ کے طور پر مخاطب ہوں آج کا دن عجیب خوشی اور روحانی سرور کا موقعہ ہے کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ایک اور نئی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے گو کہ یہ الہام بڑی شان کے ساتھ کئی بار پورا ہو چکا ہے مختلف پہلوؤں سے لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اس بستی سے اس وعدے کو پورا کرنے کا نشان دکھایا ہے آج یہاں سے پہلی دفعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہا ہے یہ ایم ٹی اے بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اور فضل فرماتے ہوئے انعام کے طور پر جماعت کو عطا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئے گئے وعدوں کا ایک عظیم الشان یہ ثمر ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ اس شان کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا ذریعہ بناتا رہے۔ ہمارا کام ہے نیک نیتی کے ساتھ خالصۃً اللہ کے ہوتے ہوئے دعاؤں اور استغفار کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے فرمایا:۔ میں جب سے بھارت آیا ہوں میرے سے کئی دفعہ پوچھا گیا ہے کہ اب آپ قادیان جار ہے ہیں آپ کیا محسوس کرتے ہیں تو میرا ہمیشہ یہی جواب ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی ہے اور ہر احمدی کو اس سے خاص تعلق ہے ایک جذباتی لگاؤ ہے اور جوں جوں ہم قادیان کی طرف بڑھتے جارہے ہیں جذبات کی اس کیفیت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔فرمایا ایک دنیادار کا جذباتی تعلق بھی ایک وقتی جوش ہی اپنے اندر رکھتا ہے لیکن ایک احمدی کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے روحانیت کا تعلق ہے آپ نے ہمیں روحانیت کے مدارج طے کرنے کے راستے دکھائے ہیں اس کا یہ جذبات میں تلاطم جذباتی کیفیت وقتی اور عارضی نہیں ہوتا اور نہ ہونا چاہئے اس بستی میں داخل ہو کر جو روحانی بجلی کی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اسے سب احمدیوں کو باہر سے آنے والوں اور رہنے والوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالینا چاہئے اور یہاں کے رہنے والوں کی سب سے زیادہ یہ ذمہ داری ہے آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ اس بستی کے رہنے والے ہیں جس کی خاک نے مسیح دوراں اور امام الزماں اور آنحضرت ؐ کے عاشق صادق کے پاؤں دم بدم چومے آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ میں سے ایک بڑی تعداد جنہوں نے مسیح پاک کی اس بستی کی حفاظت کیلئے ہر قربانی دینے کا عہد کیا تھا جنہوں نے اپنے اس عہد کو خوب نبھایا جو درویشان یہاں رہے ان میں سے اکثر جو اب موجود ہیں ایسی عمر کو پہنچ چکے ہیں جس عمر میں صحت کی وجہ سے اتنی فعال زندگی گذارنے کا موقعہ نہیں مل سکتا یا قابل نہیں رہتے عمر کے ساتھ، پھر اب قادیان کی احمدی آبادی میں سے ایسے بھی ہیں جو مختلف جگہوں سے یہاں آکر آباد ہوئے ہیں ان میں سے بھی ایک بڑی تعداد اس لئے یہاں آئی کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے دین کی خدمت کریں گے۔'' (ہفت روزہ بدر قادیان 27/20 دسمبر 2005، صفحہ 17)

درویشان قادیان کے نام حضرت اُمّ المومنین کا پیغام جلسہ سالانہ 1948ء کے موقعہ پر

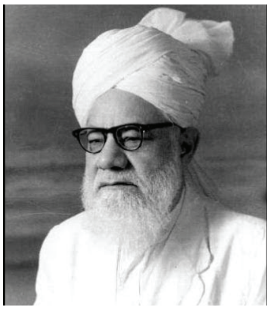
''مجھے آپ کی طرف سے درخواست پہنچی ہے کہ میں قادیان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کو کوئی پیغام بھیجوں۔سو میرا پیغام یہی ہے کہ میں آپ سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ آپ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہوں گے کہ ایک دوسرے کے متعلق مؤمنوں کا سب سے مقدم فرض یہ مقرر کیا گیا ہے۔آپ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ گزشتہ فسادات اور غیر معمولی حالات کے باوجود آپ کو خدا تعالیٰ نے قادیان میں ٹھہرنے اور وہاں کے مقدس مقامات کو آباد رکھنے اور خدمت بجالانے کی توفیق دے رکھی ہے۔ میں یقین رکھتی ہوں کہ آپ لوگوں کی یہ خدمت خدا کے حضور مقبول ہو گی اور احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے خاص یادگار رہے گی۔

میں 1884ء میں بیاہی جا کر قادیان میں آئی اور پھر خدا کی مشیت کے ماتحت مجھے 47ء میں قادیان سے باہر آنا پڑا۔اب میری عمر اسی سال سے اوپر ہے اور میں نہیں کہہ سکتی کہ خدائی تقدیر میں آئندہ کیا مقدر ہے مگر بہر حال میں خدا کی ہر تقدیر پر راضی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ خواہ درمیانی امتحان کوئی صورت اختیار کرے قادیان انشاء اللہ جماعت کو ضرور واپس ملے گا۔مگر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو موجودہ امتحان کو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ برداشت کر کے اعلیٰ نمونہ قائم کریں گے۔

چند دن سے قادیان مجھے خاص طور پر یاد آرہا ہے۔شاید اس میں جلسہ سالانہ کی آمد آمد کی یاد کا پرتو ہو یا آپ لوگوں کی اس دلی خواہش کا اثر ہو کہ میں آپ کے لئے اس موقعہ پر کوئی پیغام لکھ کر بھجواؤں۔میری سب سے بڑی تمنا یہی ہے کہ جماعت ایمان اور اخلاص اور قربانی اور عمل صالح میں ترقی کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش اور دعا کے مطابق میری جسمانی اور روحانی اولاد کا بھی اس ترقی میں وافر حصہ ہو۔آپ لوگ اس وقت ایسے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں جو خالصتاً روحانی ماحول کا رنگ رکھتا ہے۔آپ کو یہ ایام خصوصیت کے ساتھ دعاؤں اور نوافل میں گزارنے چاہئیں اور عمل صالح اور باہم اخوت و اتحاد اور سلسلہ کے لئے قربانی کا وہ نمونہ قائم کرنا چاہئے جو صحابہؓ کی یاد کو زندہ کرنے والا ہو۔خدا کرے ایسا ہی ہو۔آمین۔ (الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص 35-34)

زمانہ درویشی میں قادیان کا ماحول

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے قلم سے:



''مکرمی بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ اور دوسرے درویشان قادیان کے مضامین سے دوستوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ حالات کے نتیجہ میں آجکل قادیان کی زندگی کتنی روحانی فیوض سے معمور ہے۔ گویا اس کے لیل و نہار مجسم روحانی بن چکے ہیں۔ کیونکہ قادیان میں رہنے والے دوستوں کو دنیا کے دھندوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ روحانی مشاغل کے لئے وقف ہے۔ قرآن و حدیث کا درس، نوافل، نمازوں اور خصوصاً تہجد کا التزام، خشوع، وخضوع میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کا پروگرام، نفلی روزوں کی برکات اور دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت گھر اور بیت الدعا اور مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ذکر الٰہی کے مواقع یہ وہ عظیم الشان نعمتیں ہیں جن سے جماعت کا بیشتر حصہ آجکل محروم ہے اور قادیان کا ماحول ان نعمتوں سے بہترین صورت میں فائدہ اٹھانے کا موقعہ پیش کرتا ہے۔''

(الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص13)

اقتباس مکتوب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بنام محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ قادیان: ''۔۔۔۔۔پس اس نعمت کی قدر کریں اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیں اور باہمی اتحاد و تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ پیش کریں جو اسلام آپ سے چاہتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔ مگر جب تک وہ ہمیں واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور ان کے ساتھ آپ جیسے جاں نثار درویشوں کا وجود اس شمع کا حکم رکھتا ہے جو ایک وسیع اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کے لئے نور ہدایت کا کام دیتی ہے۔ اگر آپ خلوص نیت اور سچی محبت اور ایک جذبہ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہرے رہیں گے اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے۔ تو نہ صرف خدا کے حضور میں یہ آپ کی خدمت خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی۔ بے صبر انسان جلدی تھک جاتا ہے اور کچھ وقت کی انتظار کے بعد متیٰ نصر اللہ کی آواز بلند کرنے لگتا ہے۔ مگر یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ جب خدا کی نصرت قریب تر آ کر نئے میدان کا دروازہ کھولنے والی ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ان جانے والے اصحاب کو اپنی رضا کے رستہ پر چلاتے ہوئے اعلیٰ ترین انعامات کا وارث بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔ حضرت صاحب قادیان کے درویشوں کے لئے کچھ روغنی میٹھی روٹیاں بھجوا رہے ہیں۔ یہ روٹیاں تبرک کے طور پر ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اس رؤیا کی تصدیق میں ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور کے پاس ایک روغنی روٹی لایا ہے اور اسے پیش کر کے کہتا ہے یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس تبرک کو مبارک کرے۔ فقط

(الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963۔ص48)

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا۔ اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام دنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے.....سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا.....'' (تجلیات الٰہیہ۔ص23-21)

درویش برادران کے نام

(محترمہ سیدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے قلم سے)

دنیا میں بہت گھر ہیں اور ایک سے ایک اچھا
پر گھر تھا وہ کیا پیارا ہم جس میں ہوئے پیدا

''یہ عنوان کا شعر ابتدائے عمر میں پڑھا تھا لیکن اب تک یاد رہا۔ اور خصوصاً اب آکر تو یہ میرے قلب پر بہت ہی دردانگیز اثر چھوڑ جاتا ہے۔ وہ گھر چھوٹ گیا مگر اس کی یاد نہیں جاتی۔ ایک ایک کونہ ایک ایک جگہ، دل پر نقش ہے کئی بار خواہش پیدا ہوتی ہے کہ نئی پود جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ نہیں دیکھا بلکہ شاید اکثر کے والدین نے بھی، قادیان جاؤں اور ان کو گوشہ گوشہ دکھاؤں کہ اس جگہ آپ رہے۔ یہاں اکثر قیام رہا، یہاں یہاں ٹہلتے تھے لکھتے تھے یہاں آرام کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ مجھے بچپن کا زمانہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت یاد ہے۔ بیچ کی عمر کی باتیں اکثر بھول گئیں۔ اور اب تو بہت بھولتی ہوں مگر الحمد للہ وہ وقت سب یاد ہے اپنی عمر کے مطابق بلکہ اس سے زیادہ آجکل کے بچوں کو دیکھتے ہوئے۔ بہت کم عمری کے وقت کی بات ہے پلیگ پھیلنے سے پہلے ہم لوگ اکثر گرمی کے دن اور سردی کی راتیں نیچے گزارتے تھے۔ نیچے کے کمرے جو بعد میں محض مہمان خانہ کا ہی کام دیتے رہے ہیں اُن میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہے ہیں اور ساتھ ہم سب۔ غرضیکہ اس گھر کی ایک ایک جگہ متبرک ہے۔ کوئی میرے ساتھ پھر کر میرے سامنے دیکھے تو شاید آپ کے قدموں کی جگہ بھی بتلا سکوں۔ اوپر بھی جو نیا کمرہ بنا ہے حسب ضرورت آپ ضرور چند دن اس کو استعمال فرماتے تھے۔ گو زیادہ قیام آپ کا حضرت اماں جانؓ والے کمرے اور حجرے میں رہا ہے آخری سالوں میں۔ مگر آپ کے کم و بیش قیام سے کوئی جگہ ہی شاید خالی ہو۔ دارالبرکات (اُم طاہرؓ کے مکان) کے برآمدے میں جو چھوٹا کمرہ ہے جس کی کھڑکی مسجد اقصیٰ کو جانے والی گلی کی طرف کھلتی ہے اس میں بھی آپ چند دن رہے تھے۔ میرا یہ سب لکھنے سے یہ مطلب ہے کہ درویشان قادیان کے پاس یہ بظاہر سال خوردہ مکان ایک دولت ہے، ایک برکتوں کا خزانہ ہے، جس کی ہر اینٹ پر دعائے مسیح الزمانؑ مامور ربانی ہو چکی ہے۔ اس کی دیواروں پر آپ کی آواز نقش ہے۔ وہ درد بھری پکار جو آج بھی میرے کانوں میں گونجتی ہے ضرور اس کا نشان ان دیواروں پر ہے۔ آپ ان تمام گھروں میں بیت الدعاء میں خصوصاً اور کونے کونے میں عموماً دعائیں کریں، بہت دعائیں کریں، اس دعاؤں والے عاشق رب کی دعاؤں کا واسطہ دے کر دعا کریں کہ خدا تعالیٰ میرے بڑے بھائی جان کو شفا دے دے۔ تاریکی دور ہو کر ایک بار پھر روشنی ظاہر ہو جائے۔ احمدیت کو ترقی اور ہم سب کو اعمال نیک اور انجام نیک نصیب ہو۔ ہمیں خدا تعالیٰ پھر قادیان لے جائے۔ ہم حضرت اماں جانؓ کو وہاں لے جا کر حضرت مسیح موعودؑ کے پہلو میں لٹا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔ میری پیاری اماں جانؓ کی روح خوش ہو جائے۔ میں نے خواب میں آپ کو بڑے درد سے پکارتے سنا ہے کہ

''مجھے قادیان پہنچاؤ، مجھے قادیان پہنچاؤ۔''

ہم مجبور ہیں بجز دعا کے اب کوئی چارہ نہیں۔ قادیان میں رہنے والوں پر بھی خصوصاً یہ دعا کرنا فرض ہونا چاہئے مجھے امید ہے کہ درویش بھائی اس دعا پر بھی آئندہ خاص طور پر زور دیں گے۔

والسلام ۔ 'مبارکہ'

(الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ص 12-11)

> ''اگر میں آنحضرت ﷺ کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔''
>
> (تجلیات الٰہیہ۔ ص4)

میرے درویش بھائی

اے تخت گاہ احمد ہندی کے مکینوں! تم شوکت اسلام کی دولت کے امیں ہو
جس بدر نے اسلام چہرہ کو ضیا دی اس بدر کے اصحاب کے اظلال تمہیں ہو
درویش ہو درویش بنو جان محمدؐ مسجود کے سجدہ لئے وقف جبیں ہو
کچھ اتنی بڑھا رفعت وسعت کی امنگیں دنیا کا فلک تیری نگاہوں میں زمیں ہو
نزدیک ہو تم اس دل نزدیک کے نزدیک گو دور ہو تم مجھ سے مگر دور نہیں ہو

(مولوی محمد سعید صاحب)

(بحوالہ اخبار الرحمت 23 جنوری 1950ء۔ ہفت روزہ بدر درویشان قادیان نمبر 2011ء ص 61)

قادیاں کے درویشو!

تمہارا ناز بجا قادیاں کے درویشو کہ تم سے خوش ہے خدا قادیاں کے درویشو
دیار یار کی گلیاں نصیب ہیں تم کو تمہیں یہ قرب ملا قادیاں کے درویشو
سحر کو سنتے ہو مینارہ مسیحا سے اذاں کی مست ندا قادیاں کے درویشو
وہ مقبرہ کہ بہشتی کیا خدا نے جسے وہ خواب گاہ وفا قادیاں کے درویشو
یہاں مسیح وہ سوتا ہے جس نے مردوں سے مجھے بھی زندہ کیا قادیاں کے درویشو
اگرچہ دور ہے تنویر لیکن اس کے طفیل نہیں ہے تم سے جدا قادیاں کے درویشو
نماز پڑھتے ہو جب مسجد مبارک میں مرے لئے بھی دعا قادیاں کے درویشو

(روشن دین صاحب تنویر)

(بحولہ اخبار الرحمت 4 دسمبر 1950ء۔ ہفت روزہ بدر درویشان قادیان نمبر 2011ء ص 61)

"اے لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک جو اس کو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کے قیامت آجائے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین۔ ص 65-64)

درویش قادیاں

(مکرم عبدالغفور عبدل صاحب درویش)

قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے
تذکرہ تیرا خدا کی وحی الہام میں
نان پاکیزہ ہا نازل محض تیرے لئے
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

جرأت ، استقلال کا، عظمت کا تو منار ہے
جس پہ راضی اس کا مولا وہی دلدار ہے
ہر قدم مضبوط تیرا برسر مینار ہے
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

تحت گاہ اقدسؑ کا تو نگران ہے
درحقیقت قادیاں میں ہی تمہاری جان ہے
تو خدا کے فضل و احساں پر بڑا حیران ہے
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

عشق کی تاریخ کے ادوار تیرے سامنے
ہے بہشتی مقبرہ بھی باغ اماںؓ جان بھی
محبوب کی گلیوں کی ہر دیوار تیرے سامنے
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

آدھی صدی تم نے گزاری قادیاں میں بیٹھ کر
دھوپ چھاؤں میں نبھایا شوق سے عہد وفا
صد فی صد نمبر لئے ہیں امتحاں میں بیٹھ کر
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

جب تو آیا قادیاں میں عزم تھا تیرا جواں
دیں کی خدمت کا جذبہ تھا تیرے دل میں نہاں
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

جو تیرے ساتھی روانہ ہو گئے سوئے عدم
وہ شہیدان محبت صاحب حق الیقیں
اب بھی جنت میں ترقی پر ہے ان کا ہر قدم
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

درحقیقت قادیاں اک انقلابی شہر ہے
قادیاں میں ہر جگہ ذکر خدا بالجہر ہے
ہر سو تاریکی ہے عبدل۔قادیاں میں سحر ہے
قادیاں تیرا شہر ہے ہند تیرا دیش ہے

تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے
تیری قسمت کہ تو مامور خدا کا خویش ہے
کھا کے خوش ہو جا یہی تیرے لئے سندیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

صبر میں ہمت میں تیرا اک عجب کردار ہے
رنج و غم ہو یا خوشی چہرہ ترا گلزار ہے
رب اکبر کی عنایت تم پہ بیش از بیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

ابتداء سے تو مسیحؑ پاک کا مہمان ہے
یار کی گلیوں پہ تیری جان بھی قربان ہے
بیت الدعا، مسجد مبارک تیرے گردو پیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

مسجد اقصیٰ بھی اور مینار تیرے سامنے
حضرت مسیحؑ پاک کا الدار تیرے سامنے
تاجدار احمدیت تیرا خیر اندیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

اپنے آقا کے مقدس آستاں میں بیٹھ کر
مسکرائے شان سے دور خزاں میں بیٹھ کر
دیں کی خدمت کے لئے تو اب بھی پیش از پیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

تو ہوا حاضر ہتھیلی پر سجائے اپنی جاں
بے خبر تھا تو مگر قدرت تھی تم پر مہرباں
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

داستان عشق وہ بھی کر گئے اپنی رقم
داخل جنت ہوئے درجہ بدرجہ دم بدم
جنت الفردوس ہی ان کا حقیقی دیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

قادیاں کی ہر گلی کوچہ علم کی نہر ہے
صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ کا ورد آٹھوں پہر ہے
اب بھی نہ مانے جو وہ نا عاقبت اندیش ہے
تو مسیحؑ پاک کا دربان ہے درویش ہے

(بحوالہ احمدیت کا نور ہمارے گھر میں۔ تاریخ اشاعت یکم فروری 2005ء)

1947 کی پارٹیشن کے بعد قادیان ایک نظر میں

1947

25/ جولائی: شر پسندوں نے قادیان جانے والی گاڑی کو روک کر حملہ کر دیا۔ کئی افراد زخمی ہو گئے۔

12/ اگست: قادیان کی ریل بند کر دی گئی۔ جلد ہی ڈاک اور تار کا سلسلہ بھی کٹ گیا۔

12/ اگست: حضورؓ کو قادیان سے ہجرت کے متعلق الہام ہوا۔

14/ اگست: برّ صغیر دو آزاد مملکتوں میں تقسیم ہو گیا۔ پاکستان اور بھارت کا قیام عمل میں آیا۔

23/ اگست: قادیان کے شمالی جانب احمدی گاؤں فیض اللہ چک پر حملہ کیا گیا۔ اور قتل و غارت کے بعد گاؤں خالی کروا دیا گیا۔

قادیان کی غربی جانب احمدی گاؤں ونجواں پر شر پسندوں نے حملہ کر دیا۔ 50 افراد شہید اور 39 زخمی ہوئے۔ لوٹ مار کے بعد گاؤں خالی ہو گیا۔

1947ء، 20/ اگست: حضورؓ کے ارشاد پر محاسب صدر انجمن احمدیہ مرزا عبد الغنی صاحب صدر انجمن احمدیہ کا خزانہ لے کر بذریعہ ہوائی جہاز لاہور پہنچ گئے۔ جہاز کے پائلٹ سیّد محمد احمد صاحب تھے۔

25/ اگست: جماعت احمدیہ کے دونوں جہازوں کو قادیان آنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ جو قادیان اور پاکستان کے مابین رابطہ کا واحد ذریعہ تھا۔

29/ اگست: قادیان میں حضورؓ نے مسجد مبارک میں آخری جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضورؓ نے پانچ دعاؤں کی خاص تحریک کی۔

31/ اگست: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضورؓ کے ایماء پر یہ اعلان کروایا کہ قادیان کی جو عورتیں اور بچے پاکستان جانا چاہیں انہیں انتظام کے تحت جانے کی اجازت ہے۔ صبح ساڑھے آٹھ تا نو بجے مسجد میں اجتماعی دعائیں کی گئیں۔

31/ اگست: حضور ایک بجے دوپہر قادیان سے ہجرت کر کے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ نے مرزا بشیر احمد صاحب کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ حضور کیپٹن عطاء اللہ صاحب کی گاڑیوں میں ساڑھے چار بجے لاہور پہنچے۔

3/ ستمبر کولوائے احمدیت پاکستان منتقل کیا گیا۔ یہ بکس مرزا عبد الغنی صاحب لیکر آئے۔

8/ ستمبر قادیان کی پولیس چوکی کے انچارج نے احمدیوں کو قادیان خالی کرنے کے لئے کہا۔

9/ ستمبر قادیان کے گردونواح میں جیپ گاڑیوں کی آمد پر پابندی کی وجہ سے قادیان کے احمدیوں کی نقل و حرکت بالکل بند ہو گئی۔

11/12 ستمبر ماحول قادیان کے بہت سے دیہات خالی ہو کر قادیان پہنچ گئے۔ اور پناہ گزینوں کی تعداد آہستہ آہستہ 50 ہزار تک پہنچ گئی۔

12/ ستمبر حضور نے قادیان کی احمدی آبادی خصوصاً مستورات اور بچوں کو پاکستان لانے کے لئے دو سوٹرکوں کی تحریک کی۔ چنانچہ یہ سلسلہ دو ماہ تک جاری رہا۔ سب سے بڑا کنوائے 12/ اکتوبر کو آیا۔ جس میں 72 ٹرک شامل تھے۔ اور پاکستانی فوج کے میجر آرنس کی سرکردگی میں قادیان گیا تھا۔ میجر صاحب نے احمدی نوجوانوں کی شجاعت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ حضور ان قافلوں کی بحفاظت آمد کے لئے 25 روپے روزانہ صدقہ دیتے رہے۔

12/ ستمبر قادیان میں متعین فوج نے باہر جانے والے پناہ گزینوں کی تلاشی شروع کر دی اور لائسنس والا اسلحہ بھی چھیننا شروع کر دیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا مگر مرکزی جمعہ کی بجائے ہر محلہ میں الگ الگ جمعہ پڑھا گیا۔

13/ ستمبر چوہدری فتح محمد سیال ناظر مقامی دعوت الی اللہ۔ اور 12/ ستمبر کو سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

17/ ستمبر۔ الفضل قادیان کا آخری پرچہ شائع ہوا۔

19/ ستمبر۔ پولیس نے محلہ دار السعۃ قادیان خالی کرا لیا۔

20/ ستمبر۔ قادیان میں بہت سے لوگوں نے مرکز کے سپرد اپنی امانتیں رکھی تھیں۔ ان کو لے کر حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی لاہور پہنچ گئے۔

21/ ستمبر۔ قادیان میں کرفیو لگا دیا گیا۔ اور احمدیوں کی فجر۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

22/ ستمبر قادیان میں پولیس نے حضور اور دیگر احمدیوں کے مکانات کی تلاشی لی۔

23/ ستمبر۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ قادیان سے لاہور تشریف لے آئے۔ اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ امیر مقامی مقرر ہوئے۔

24/ستمبر۔ قادیان سے دفاتر کا عملہ۔ ریکارڈ اور دستاویز منگوانے کی کاروائی کا آغاز ہوا۔

24/ستمبر۔ قادیان میں پولیس نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی کوٹھی النصرۃ اور محلہ دار الشکر کے متعدد مکانوں کی تلاشی لی اور ہزاروں روپے کے زیورات اور نقدی پر قبضہ کرلیا۔

27/ستمبر قادیان میں پناہ گزینوں اور مقامی احمدیوں کے قریباً 5 ہزار مویشی (مالیتی 2 لاکھ روپے) پولیس اور سکھوں نے لوٹ لئے۔ نیز گڈے اور چھکڑے بھی لے گئے۔

29/ستمبر امرتسر میں سکھ لیڈروں کی کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیان کے تمام احمدیوں کو قتل کر دیا جائیگا۔

30/ستمبر پولیس نے مقامی خاکروبوں کو کام کرنے سے روک دیا۔ جس کی وجہ سے گھر نجاست سے اٹ گئے۔

یکم اکتوبر قادیان میں حضور کے مکان دار الحمد کو پولیس نے زبردستی خالی کرالیا۔

2/اکتوبر پولیس نے قادیان میں آٹا پیسنے کی چکیاں بند کر دیں۔ جس کی وجہ سے کئی دن گندم ابال کر کھانی پڑی۔

2/اکتوبر پولیس نے ڈگری کالج قادیان اور فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی عمارتوں پر قبضہ کرلیا۔

3/اکتوبر ہزارہا سکھوں نے پولیس کی معیت میں قادیان پر حملہ کر دیا۔ دو سو کے قریب احمدی وغیر احمدی شہید ہو گئے۔ احمدی نوجوانوں نے بے مثال شجاعت اور جانبازی کا مظاہرہ کیا۔

4/اکتوبر۔ قادیان میں حملہ شدہ پناہ گزینوں میں سے چالیس ہزار کا پہلا پیدل قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہوا۔ مگر 6 میل کے اندر کئی سو افراد شہید کر دیئے گئے۔ قادیان میں 7/احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ سٹار ہوزری کو لوٹ لیا گیا۔

5/اکتوبر۔ بیرونی پناہ گزینوں کا دوسرا قافلہ جس میں 10 ہزار مسلمان تھے قادیان سے روانہ ہوا۔ قادیان میں فوج نے احمدیوں سے بیگار لی۔

8/اکتوبر۔ تعلیم الاسلام کالج نیشنل سکھ کالج کے سپرد کر دیا گیا۔ نیز سپرنٹنڈنٹ پولیس نے قادیان کے تمام احمدیوں کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

9/اکتوبر قادیان میں احمدی مستورات کے رہائشی مکان پر بم پھینکے گئے۔

10/اکتوبر مسجد اقصیٰ قادیان پر بم پھینکے گئے مگر زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

14/اکتوبر۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ قادیان سے لاہور آ گئے اور حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کو امیر مقامی مقرر کیا گیا۔

14/اکتوبر۔ جامعہ احمدیہ قادیان کی عمارت پر ملٹری نے قبضہ کرلیا۔

15/اکتوبر قادیان میں پریس اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی لائبریری پر پولیس نے قبضہ کرلیا۔

18/اکتوبر۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فیصلہ فرمایا کہ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں 250 احمدی باری باری مقیم رہیں۔ اور باقی سب کو نکال لیا جائے۔ (بعد میں یہ تعداد 313 ہوگئی) رضا کارانہ طور پر قادیان میں رہنے کے لئے احمدیوں سے پوچھا گیا۔ مگر انکی کثرت کی وجہ سے مختلف شعبوں کے لحاظ سے قرعہ اندازی کرنی پڑی۔ احمدی آبادی کے علاقہ کی تعیین فوجی افسروں کے ساتھ طے پائی۔ چنانچہ 18 اکتوبر سے احمدی اپنے معین علاقہ میں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔

23/اکتوبر۔ حسین شہید سہروردی میجر جنرل تھمایا کے ساتھ قادیان آئے۔ اور احمدی بزرگان سے قادیان کے حالات معلوم کئے۔ ان کے ساتھ مسٹر گاندھی کے خاص نمائندے ڈاکٹر دنشامہتہ بھی تھے۔

26/اکتوبر۔ قادیان میں عید الاضحیٰ مولانا جلال الدین شمس نے پڑھائی۔ تیرہ سو احمدی شریک ہوئے۔ مسلمان فوجیوں کے اعزاز میں جماعت کی طرف سے عشائیہ دیا گیا۔

30/اکتوبر۔ قادیان میں مسجد دار الرحمت کے مینار گرا دیئے گئے۔ اور مسجد نور کو سکھوں نے اپنا جلسہ گاہ بنالیا۔

16/نومبر۔ مرزا ناصر احمد صاحب کی قیادت میں قادیان سے آخری کنوائے لاہور پہنچا۔ اور جس کے ساتھ قادیان کی اکثر احمدی آبادی پاکستان پہنچ گئی۔

16/ نومبر۔ قادیان میں حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب جٹؓ امیر مقامی اور مرزا ظفر احمد صاحب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس دن سے قادیان میں عہد درویشی کا آغاز ہوا۔ اور قریباً 313 احمدی قادیان میں اقامت پذیر ہوئے۔ ان میں 11 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ بھی تھے۔ درویشوں سے قادیان کی حفاظت اور وفاداری کا عہد لیا گیا۔

16 نومبر 1947ء قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں 221 نوجوان 57 درمیانی عمر اور 35 بوڑھے احباب تھے۔

16 نومبر 1947ء کو قادیان ٹھہرنے والے درویشوں میں 11 صحابہ تھے۔ اور بعد میں مزید 13 صحابہ تشریف لائے۔ جس سے صحابہ کی تعداد 24 ہو گئی۔

(ماخوذ از الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء ص 15)

ابتدائی دور میں درویشان کو لنگر خانہ سے کھانا اور پانچ روپیہ ماہوار درویشی وظیفہ ملتا تھا۔

28 نومبر 1947 کو بہشتی مقبرہ میں اجتمائی دعا ہونی شروع ہوئی۔

حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے ہر درویش کو 5 دسمبر 1947 کو حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑے کا ایک ایک ٹکڑا تبرک کے طور پر دیا گیا جسے محترم بابا شیر ولی صاحب نے تقسیم کیا۔

13/ دسمبر۔ قادیان میں بہشتی مقبرہ کی حفاظت کے لئے ارد گرد کی دیوار کی تعمیر کا پہلا مرحلہ شروع کیا گیا۔ کئی برس بعد پختہ دیوار کی گئی۔

جلسہ سالانہ قادیان 28-26 دسمبر مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ 253 درویش۔ 7 خواتین 3 احمدی اور 4 غیر احمدی۔ 62 غیر مسلم 100 احمدی باہر سے۔

ہجرت کے وقت قادیان میں احمدیوں کی 19 مساجد اور غیر احمدیوں کی 4 مساجد تھیں۔

1948

1948 یکم جنوری۔ قادیان میں سب دوکانداروں نے درویشوں کے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ اور ہر قسم کا سودا سلف بند ہو گیا۔ یہ بائیکاٹ 26 جنوری تک رہا۔

9 جنوری 1948 کو پہلی دفعہ درویشوں کی کبڈی بڑے باغ میں ہوئی۔

17 جنوری 1948 کو مکرم چاچا مولا بخش صاحب نے ٹین کا ڈبہ چھنکا چھنکا کر نماز تہجد کے لئے درویشوں کو جگانا شروع کیا۔

15 مارچ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب پاکستان سے 114 اصحاب کے ساتھ قادیان پہنچے۔ اور ان کی درویشانہ زندگی کا آغاز ہوا۔

5/ مئی حضور نے مجلس مشاورت میں تحریک فرمائی تھی کہ عشاق احمدیت قادیان کی جگھوں کو آباد کرنے کے لئے اپنے تئیں پیش کریں۔ چنانچہ 35 افراد پر مشتمل پہلا خوش نصیب قافلہ لاہور سے روانہ ہوا۔ جس میں 12 صحابہ مسیح موعودؑ بھی تھے۔

شہداء :

1. 4 ستمبر قادیان کے مشرقی جانب کے مختلف دیہات میں پولیس نے 17 احمدی شہید کر دئے۔
2. 6 ستمبر۔ حضرت محمد حسین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فسادات کے دوران اہلیہ سمیت شہید کر دیئے گئے۔
3. 6 ستمبر۔ قادیان کے جنوبی جانب مراد پورہ گاؤں میں میاں علم الدین صاحب شہید کر دئے گئے۔
4. 15 ستمبر۔ قادیان میں سکھوں نے محمد شریف احمدی کو شہید کر دیا۔
5. 17 ستمبر۔ حضرت بابو نذیر احمد صاحب امیر جماعت دہلی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فسادات میں شہید کر دئے گئے۔
6. 19 ستمبر۔ سید محبوب عالم صاحب بہاری کو قادیان میں شہید کر دیا گیا۔
7. ستمبر۔ حضرت چوہدری غلام محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دہلی کے فسادات کے دوران شہید کر دیا گیا۔
8. 14/ اکتوبر۔ سلطان عالم صاحب کو قادیان میں شہید کر دیا گیا۔
9. 14/ اکتوبر۔ مرزا احمد شفیع صاحب۔ زہرہ بی بی اور ایک چار سالہ بچی کو قادیان میں شہید کر دیا گیا۔

قادیان کے اندر نیز ہندوستان سے ہجرت کرنے والے پاکستان آنے والے بہت سے احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ جو نام میسر آ سکے ہیں درج ذیل ہیں:
عبد الجبار۔ ملک حمید علی۔ ماسٹر عبد العزیز۔ محمد رمضان۔ عالم بی بی۔ چراغ دین۔ جان بی بی منور احمد۔ نیاز علی۔ عبد المجید خان۔ بدر دین۔ گلاب بی بی۔
محمد اسماعیل۔ عبد الرحمن۔ چوہدری فقیر محمد۔ محمد منیر شامی۔ حمیدہ بیگم۔ عظیم احمد۔

1949

4 اپریل۔ بہشتی مقبرہ قادیان سے متصل تاریخی باغ پر ایک سکھ نے قبضہ کرلیا۔ جماعت کی اپیل پر 1949ء میں حکومت نے جماعت کے حق میں فیصلہ کیا۔
مگر باغ میں شامل دو باغیچوں کو کسی اور کے قبضہ میں دے دیا۔ 1953ء میں یہ فیصلہ بھی منسوخ ہو گیا۔
4اپریل1949 کو حضرت امیر صاحب (مولوی عبد الرحمن جٹ صاحبؓ) اور حضرت بھائی قادیانیؓ صاحب پہلی بار بٹالہ کو گئے۔
مورخہ 25/اگست 1949 کو بھائی عبد الرحمن صاحبؓ قادیانی نے بہشتی مقبرہ میں گول دائرہ باغ میں نشان دہی کی۔

1950

درویشوں کا پہلا ٹورنامنٹ 30مارچ سے 2اپریل 1950 کو ہوا۔ بٹالہ میں ایک ٹورنامنٹ 22مارچ1951 کو ہوا جس میں درویشوں نے شرکت کی۔
1950ء قادیان میں پہلی شادی مکرم مولوی عبد القادر صاحب دہلوی کی پیر بشیر احمد صاحب مہاجر کی ہمشیرہ محترمہ نور جہاں صاحبہ کے ساتھ مارچ 1950ء کو ہوئی۔
1950ء تقسیم ملک کے وقت 313 درویشان قادیان میں ٹھہرے تھے۔ اُن غیر معمولی پُرخطر حالات میں عورتوں اور بچوں کے قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ 1950ء کے بعد فتنہ وفساد کی آگ ٹھنڈی ہونے پر اور حالات قدرے ساز گار اور پُر امن ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ناظرِ خدمت درویشان کی ہدایت پر قادیان کی زندگی کو نارمل بنانے کے لئے درویشان کے اہل وعیال کو پاکستان سے یہاں بلوانے کی کوشش شروع کی گئی چنانچہ وزارتِ بحالیات دہلی سے قادیان میں مستقل رہائش کے لئے پرمٹ حاصل کر کے 25 جون1951ء کو 29 کس مستورات اور بچّوں کا پہلا قافلہ واہگہ بارڈر کے راستے قادیان میں آیا۔

1951

1951ء مارچ1951ء میں تعمیر پختہ چار دیواری بہشتی مقبرہ کی تحریک کا بھی آغاز کیا گیا۔ کئی سالوں میں یہ کام مکمل ہوا۔ جوں جوں رقم جمع ہوتی گئی دیوار کی تعمیر کا کام مکمل کیا جاتا رہا۔

1952

1952ء۔14اکتوبر میاں وسیم احمد صاحب کی شادی سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے ہوئی۔
20دسمبر قادیان سے ہفت روزہ بدر کا اجراء۔

1953

20 جنوری مقدمہ کسٹوڈین کا فیصلہ جماعت کے حق میں ہوا۔
15 مارچ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب شادی کے بعد اپنی بیوی کے ہمراہ قادیان تشریف لائے۔
15 /اپریل: نصرت گرلز سکول قادیان کا دوبارہ اجراء۔

1954

15 /اپریل: مدرسہ احمدیہ قادیان کا دوبارہ اجراء۔

1955

10/اپریل صاحبزادہ مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) کی قادیان میں تشریف آوری۔

1958

یکم مارچ قادیان میں وقف جدید انجمن احمدیہ کا قیام۔

1959

9/اپریل: گورنر پنجاب شری این۔ وی۔ گیڈیل کی قادیان میں آمد۔
23/نومبر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی قادیان میں تشریف آوری۔

1961

ستمبر: صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔
16 تا18 دسمبر جلسہ سالانہ قادیان کا انعقاد جس میں صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) نے بھی شمولیت فرمائی۔

1962

29/اپریل قادیان میں جلسہ پیشوایان مذاہب کا شایان شان انعقاد۔
28/جولائی وزیر اعلیٰ پنجاب کی قادیان میں آمد۔
30/اگست۔ طیب حسین صاحب ڈپٹی وزیر صحت پنجاب کی زیر صدارت قادیان میں شایان شان جلسہ سیرۃ النبیؐ کا انعقاد۔

1964

24 مارچ صاحبزادہ مرزا کلیم احمد ابن مرزا وسیم احمد صاحب کی ولادت۔
27/اپریل شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ لاہور کی قادیان میں آمد۔
21/مئی مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت ربوہ کی قادیان میں آمد۔
20/جون پہلا انتخاب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ بھارت۔
27/اگست: مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ صدر میونسپل کمیٹی قادیان منتخب

1965

15ستمبر: درویشان کی قادیان میں مقیم پاکستانی فیملیز کی لدھیانہ جیل میں منتقلی۔
18 تا23 ستمبر: اس سلسلہ میں جماعتی وفد کی وزیر اعظم ہند شری لال بہادر شاستری، مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات شریمتی اندرا گاندھی، مرکزی وزیر داخلہ شری گلزاری لال نندہ وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ جس کے نتیجہ میں23 ستمبر کو حکومت کی طرف سے ان فیملیز کو واپس قادیان بھجوانے کے احکامات صادر ہوئے۔
30/ستمبر: اخبار بدر دوبارہ چھپنا شروع ہوا۔
4 /نومبر: حضرت مصلح موعودؓ کی صحتیابی کے لئے قادیان میں نفلی روزہ رکھا گیا اور صدقہ کیا گیا۔
8نومبر: حضرت مصلح موعودؓ کے انتقال پر ملال کی خبر سنتے ہی تمام احباب جماعت مسجد مبارک میں جمع ہوئے جہاں مرزا وسیم احمد صاحب نے انہیں پُر اثر الفاظ میں صبر کی تلقین فرمائی۔ پھر دعا کی گئی۔ 11نومبر کو بھی حضورؓ کی وفات اور انتخاب خلافت ثالثہ کے سلسلہ میں اہم جلسہ منعقد ہوا۔

1966ء

24جون: لنگرخانہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعمیر نو کا انعقاد۔
3/دسمبر: 97/افراد پر مشتمل پاکستانی احمدی احباب کی جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت۔

1969ء

25 جنوری: شریمتی اندرا گاندھی کی قادیان میں آمد۔
اگست: تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی محکمہ تعلیم پنجاب کی طرف سے منظوری۔

1971ء

15مارچ: 20 امریکن طلباء کی قادیان میں آمد۔
26 نومبر: گیانی ذیل سنگھ صاحب بعدہ صدر جمہوریہ ہند کی قادیان میں آمد۔

1974ء

یکم جنوری: چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی رجسٹرار بین الاقوامی عدالت انصاف اور سیرالیون کے ایک پیراماؤنٹ کے ہمراہ قادیان میں آمد۔

1975ء

26نومبر : فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

1977ء

21جنوری مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کی وفات کے بعد میاں وسیم احمد صاحب کو امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ قادیان مقرر کر دیا گیا۔

1991ء

19 - دسمبر مغرب کی نماز کے وقت کے بعد خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے۔

14جنوری1992ء کو دہلی کے لئے روانہ ہوئے اور16-15جنوری کی شب کو دہلی سے واپس لندن تشریف لے گئے۔

حضورؒ کے قادیان تشریف لانے پر پہلی بار قادیان میں ڈائریکٹ ٹیلیفون اور فیکس کا نظام جاری ہوا۔اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر گھروں میں ڈائریکٹ ٹیلیفون کی سہولت موجود ہے۔خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے قادیان آنے پر جلسہ سالانہ کی حاضری تقریباً35ہزار کے قریب تھی۔

2005ء

11دسمبر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ماریشس سے دہلی پہنچے اور15دسمبر بعد دوپہر بذریعہ ریل قادیان تشریف لائے۔

سرائے طاہر کی تعمیر مکمل ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے دسمبر 2005ء میں افتتاح فرمایا۔

2006ء

15جنوری2006 کو واپس دہلی اور وہاں سے17جنوری2006 کو بذریعہ ہوائی جہاز واپس لندن تشریف لے گئے۔

2007ء

دارالمسیح میں خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے پہلی بار لفٹ انسٹال کی گئی۔

29 اپریل کو بروز اتوار رات پونے نو بجے امرتسر میں میاں وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی قادیان وفات پا گئے۔

2007ء اپریل میں میاں وسیم احمد صاحب کی وفات کے بعد مکرم محمد انعام غوری صاحب کو حضور انور نے ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان مقرر فرمایا۔

2008ء

27 مئی: صد سالہ خلافت جوبلی جلسہ کا بہشتی مقبرہ قادیان میں بڑے پیمانے پر انعقاد کیا گیا۔جس کی کاروائی بذریعہ MTAلائیو براڈ کاسٹ کی گئی۔

مسجد اقصیٰ کی توسیع کی گئی۔نور الدین لائبریری کی نئی عمارت تعمیر کی گئی۔

مسجد انوار کی تعمیر کی گئی۔

مقام ظہور قدرت ثانیہ بہشتی مقبرہ میں یادگار کی تعمیر ہوئی۔

2016ء

ہندوستان کی تقسیم سے پہلے قادیان کی آبادی تقریباً16-14ہزار کے قریب تھی۔جس میں اکثریت احمدیوں کی تھی۔1947ء میں پارٹیشن کے بعد احمدیوں کی تعداد صرف درویشان پر مشتمل تھی جو تعداد میں313 تھے(اب دورہ گئے ہیں)۔اب قادیان کی آبادی تقریباً 30 ہزار کے قریب ہے۔جس میں احمدیوں کی تعداد تقریباً پانچ ہزار کے قریب ہے۔باقی40فیصد ہندو ہیں اور60فیصد سکھ ہیں۔

2016ء قادیان میں2016ء کے جلسہ سالانہ میں انڈونیشیا سے201احباب (85مرد۔116عورتیں)تشریف لائے۔ اس میں سے180احباب (78مرد۔102عورتیں) ایک چارٹر فلائٹ نمبر Malindo.od27کے ذریعہ انڈونیشیا سے23دسمبر2016بروز جمعہ امرتسر کے ہوائی اڈہ پر شام تقریباً پانچ بجے تشریف لائے۔ تاریخ احمدیت میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ احباب کسی ملک سے قادیان میں جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے ایک چارٹرڈ فلائٹ سے تشریف لائے۔

قادیان کے متعلق منظوم کلام

(حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غار

کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرور روزگار

کھول کر دیکھو ”براہین“ جو کہ ہے میری کتاب
اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اس کو ایک بار

اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار

بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے
باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار

دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں
جن کا ہونا تھا بعید از عقل وفہم و افتکار

اس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
جس زمانہ میں ”براہیں“ کا دیا تھا اشتہار

پھر ذرا سوچو کہ چرچا مرا کیسا ہوا
کس طرح سرعت سے شہرت ہوگئی در ہر دیار

جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

تھے رجوع خلق کے اسباب مال و علم وحکم
خاندان فقر بھی تھا باعث عز و وقار

ایک ان چاروں سے میں محروم تھا اور بے نصیب
ایک انسان تھا کہ خارج از حساب واز شمار

پر رکھایا نام کافر ہوگیا مطعون خلق
کفر کے فتووں نے مجھ کو کردیا بے اعتبار

اس پر بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول
مرجع عالم بنا دیا مجھ کو اور دیں کا مدار

سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کے لئے
کر دئے اس نے تبہ جیسے کہ ہو گردو غبار

سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
کوئی بتلائے نظر اس کی اگر کرنا ہے وار

مکر انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر
پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار

ابن مریم ہوں مگر اترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزا

میں نے تجھے عیسیٰ کے جوہر سے پیدا کیا
تو اور عیسیٰ ایک ہی جوہر سے ہیں

میں تو آیا اس جہاں میں مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہر جہاد و کار زار

کیا شک ہے ماننے میں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

آسمان سے آ گیا وہ ابن مریم کا مثیل
تھا جو ختم المرسلین کا ایک فرزند جلیل

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قادیان کی یاد میں

ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں
مدعائے حق تعالیٰ مدعائے قادیاں

وہ ہے خوش اموال پر۔ یہ طالب دیدار ہے
بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں

گر نہیں عرش معلیٰ سے یہ ٹکراتی تو پھر
سب جہاں میں گونجتی ہے کیوں صدائے قادیاں

دعویٰ طاعت بھی ہوگا ادعائے پیار بھی
تم نہ دیکھو گے کہیں لیکن وفائے قادیاں

میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک
ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیاں

بن کے سورج ہے چمکتا آسماں پر روز و شب
کیا عجب معجز نما ہے رہنمائے قادیاں

غیر کا افسوں اس پہ چل نہیں سکتا کبھی
لے اڑی ہو جس کا دل زلف دوتائے قادیاں

اے بتو اب جستجو اس کی ہے امید محال
لے چکا ہے دل مرا تو دلربائے قادیاں

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے قادیاں

خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقام پاک کا
سوتے سوتے بھی یہ کہہ اٹھتا ہوں ہائے قادیاں

آہ کیسی خوش گھڑی ہو گی کہ بانیل مرام
باندھیں گے رخت سفر کو ہم برائے قادیاں

پہلی اینٹوں پرہی رکھتے ہیں نئی اینٹیں ہمیش
ہے تبھی چرخ چہارم پر بنائے قادیاں

صبر کر اے ناقہ راہ ھدیٰ ہمت نہ ہار
دور کر دے گی اندھیروں کو ضیائے قادیاں

ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب
دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں

منہ جو کچھ چاہے بن جائے کوئی پر حق یہ ہے
ہے بہاء اللہ فقط حسن و بہائے قادیاں

گلشن احمد کے پھولوں کی اڑا لائی جو بو
زخم تازہ کر گئی باد صبائے قادیاں

جب کبھی تم کو ملے موقع دعائے خاص کا
یاد کر لینا ہمیں اہل وفائے قادیاں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ بِغَیْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً (مسند احمد بن حنبل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں مرتا ہے
کہ اس کا کوئی امام نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔
حضرت حذیفہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا۔
جب دنیا میں بے دینی بہت بڑھ جائیگی اور وہ زمانہ بہت بُرا ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ! اس وقت پھر کیا کرنا چاہئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَلْزِمُ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَھُمْ

یعنی ایسے وقت میں مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ شامل ہو کر رہنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا کلام

اپنے دیس میں اپنی بستی میں اک اپنا بھی تو گھر تھا / جیسی سندر تھی وہ بستی ویسا ہی وہ گھر بھی سندر تھا
دیس بدیس لئے پھرتا ہوں اپنے دل میں اس کی کتھائیں / میرے من میں آن بسی ہے تن من دھن جس کے اندر تھا
سادہ اور غریب تھی جنتا لیکن نیک نصیب تھی جنتا / فیض رسان عجیب تھی جنتا ہر بندہ ۔بندہ پرور تھا
سچے لوگ تھے سچی بستی کرموں والی اچی بستی / جو اونچا تھا۔نیچا بھی تھا عرش نشیں تھا خاک بسر تھا
دھرتی تھی اس کی آکاشی اس کی پرجا تھی پرکاشی / جس کی صدیاں تھیں متلاشی گلی گلی کا وہ منظر تھا
کرتے تھے آ آ کے بسیرے پنکھ پکھیرو شام سویرے / پھولوں اور پھلوں سے بوجھل بستاں کا ایک ایک شجر تھا
اس کے سروں کا چرچا جاجا دیس بدیس میں ڈنکا باجا / اس بستی کا پیتم راجا کرشن کنھیامرلی دھر تھا
چاروں اور بجی شہنائی بھجنوں نے اک دھوم مچائی / رت بھگوان ملن کی آئی پیتم کا درشن گھر گھر تھا
گوتم بدھا بدھی لایا سب رشیوں نے درس دکھایا / عیسیٰ اترا مہدی آیا جو سب نبیوں کا مظہر تھا
آشاؤں کی اس بستی میں میں نے بھی فیض اس کا پایا / رات گئے مرے گھر کون آیا اٹھ کر دیکھا تو ایشر تھا
عرش سے فرش پہ مایا اتری روپا ہوگئی ساری دھرتی / مٹ گئی کلفت چھاگئی مستی وہ تھا میں تھا من مندر تھا
تجھ پر میری جان نچھاور اتنی کرپا اک پاپی پر / جس کے گھر نارائن آیا وہ کیڑی سے بھی کمتر تھا
رب نے آخر کام سنوارے گھر آئے برھا کے مارے / آ دیکھے اونچے منارے نور خدا تاحد نظر تھا
مولا نے وہ دن دکھلائے پریمی روپ نگر کو آئے / ساتھ فرشتے پر پھیلائے سایہ رحمت ہر سر پر تھا
عشق خدا مونہوں پر وسے پھوٹ رہا تھا نور نظر سے / اکھیئن سے مے پیت کی برسے قابل دید۔ہر دیدہ ور تھا
لیکن آہ جو رستہ تکتے جان سے گزرے تجھ کو ترستے / کاش وہ زندہ ہوتے جن پر ہجر کا اک اک پل دوبھر تھا
آخر دم تک تجھ کو پکارا آس نہ ٹوٹی دل نہ ہارا / مصلح عالم باپ ہمارا پیکر صبرو رضا رہبر تھا
سدا سہاگن رہے یہ بستی جس میں پیدا ہوئی وہ ہستی / جس سے نور کے سوتے پھوٹے جو انوار کا اک ساگر تھا
ہیں سب نام خدا کے سندر واہے گورو۔اللہ اکبر / مجھ پر بھی تھا اس کا سایہ جس کا میں ادنیٰ چاکر تھا

حضور کی یہ نظم پہلی بار جلسہ سالانہ قادیان 1991میں پڑھی گئی تھی۔

”کہ ہم کو قادیاں ملے“

ہیں لوگ وہ بھی چاہتے ہیں دولت جہاں ملے / زمین ملے مکان ملے سکون قلب و جاں ملے
پر احمدی وہ ہیں کہ جن کے جب دعا کو ہاتھ اٹھیں / تڑپ تڑپ کے یوں کہیں کہ ہم کو قادیاں ملے
غضب ہوا کہ مشرکوں نے بت کدے بنادئے / خدا کے گھر کہ درس وحدت خدا ۔جہاں ملے
چلے چلو ، تمہاری راہ دیکھتی ہیں۔مسجدیں / وہ منتظر ہیں خانہ خدا سے پھر اذاں ملے
بڑھے چلو براہ دیں خوشا نصیب کہ تمہیں / خلیفۃ المسیح سے امیر کارواں ملے
جیئو۔تو کامراں جیئو شہید ہو۔تو اس طرح / کہ دیں کو تمہارے بعد عمر جاوداں ملے
ہے زندہ قوم وہ نہ جسمیں ضعف کا نشاں ملے / کہ طفل طفل۔پیر پیر۔جسکا نوجواں ملے

یہ نظم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے لاہور کے جلسہ سالانہ پر پڑھی۔ (الفضل لاہور ۴ جنوری ۱۹۴۹)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(اہل قادیان کے نام پیغام)

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو — دیار مہدی آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں حرم — تم اس زمین کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے 'الدار' کی نگہبانی — اسی کے حفظ اسی کی اماں میں رہتے ہو
فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر — ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو
فضا ہے جس کی معطر نفوس عیسیٰ سے — اسی مقام فلک آستاں میں رہتے ہو
نہ کیوں دلوں کو سکون و سرور ہو حاصل — کہ قرب خطۂ رشک جناں میں رہتے ہو
تمہیں سلام و دعا ہے نصیب صبح ومساء — جوار مرقد شاہ زماں میں رہتے ہو
شبیں جہاں کی شب قدر اور دن عیدیں — جو ہم سے چھوٹ گیا اس جہاں میں رہتے ہو
کچھ ایسے گل ہیں جو پژمردہ ہیں جدا ہو کر — انہیں بھی یاد رکھو 'گلستاں' میں رہتے ہو
تمہارے دم سے ہمارے گھروں کی آبادی — تمہاری قید پہ صدقے ہزار آزادی
بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر — پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدا۔ہے آپ کو شوق لقائے قادیاں — ہجر میں خونبار ہیں یاں چشم ہائے قادیاں
سب تڑپتے ہیں کہاں ہے زینتِ دارالاماں — رونق بستان احمد دلربائے قادیاں
جان پڑ جاتی تھی جن سے وہ قدم ملتے نہیں — قالب بے روح سے ہیں کوچہ ہائے قادیاں
فرقت مہ میں ستارے ماند کیسے پڑ گئے — ہے نرالا رنگ میں اپنے سمائے قادیاں
وصل کے عادی سے گھڑیاں ہجر کی کٹتی نہیں — بار فرقت آپ کا کیونکر اٹھائے قادیاں
روح بھی پاتی نہیں کچھ چین قالب کے بغیر — ان کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے ہائے قادیاں
کیوں نہ تڑپاوے وہ سب دنیا کو اپنے سوز میں — درد میں ڈوبی نکلتی ہے صدائے قادیاں
اس گل رعنا کو جب گلزار میں پاتی نہیں — ڈھونڈنے جاتی ہے تب باد صبائے قادیاں
یادجو ہر دم رہے اس کو دعائے خاص میں — کس طرح دیں گے بھلا اہل وفائے قادیاں
کشتی دین محمد جس نے کی تیرے سپرد — ہو تیری کشتی کا حافظ وہ خدائے قادیاں
منتظر ہیں آئیں گے کب حضرت فضل عمر — سوئے رہ نگران ہیں ہر دم دیدہ ہائے قادیاں
مانگتے ہیں سب دعا ہوکر سرا پا آرزو — جلد شاہ قادیاں تشریف لائے قادیاں
شمس ملت جلد فارغ دورہ مغرب سے ہو — مطلع مغرب سے پھیلائے ضیا ئے قادیاں
آئیں منصور و مظفر کامیاب و کامراں — قصر تثلیثی پہ گاڑ آئیں لوائے قادیاں
پیشوائی کے لئے نکلیں گھروں سے مردو زن — یہ خبر سن کر کہ آئے پیشوائے قادیاں
ابر رحمت ہر طرف چھائے چلے باد کرم — بارش انوار سے پر ہو فضائے قادیاں
گلشن احمد میں آ جائے بہار اندر بہار — دل لبھائے عندلیب خوشنوائے قادیاں
معرفت کے گل کھلیں تازہ بتازہ نو بنو — جنکی خوشبو سے مہک اٹھے ہوائے قادیاں
مانگتے ہیں ہم دعائیں آپ بھی مانگیں دعا — حق سنے اپنے کرم سے التجائے قادیاں
علم و توفیق بلاغ دین ہو ان کو عطا — قادیاں والوں کا ناصر ہو خدائے قادیاں
راہ حق میں جب قدم آگے بڑھادے ایک بار — سر بھی کٹ جائے نہ پھر پیچھے ہٹائے قادیاں
خالق ہر دو جہاں کی رحمتیں ہوں آپ پر — والسلام اے شاہ دیں اے رہنمائے قادیاں

(یہ نظم حضرت المصلح الموعودؓ کے سفر یورپ 1924ء کے موقع پر کہی گئی)

درویشی دور کے آغاز کے حالات

مذہبی تاریخ میں درویش لفظ کا صحیح اطلاق ان خدا رسیدہ لوگوں پر ہوا ہے جنہوں نے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو خدا کے لئے قربان کر دیا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو کہ اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھوں میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت ہی چمکیلا تھا وہ نان اس نے مجھے دیا اور کہا ’’یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے‘‘ (تذکرہ ص18)

اوّلین صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا سے منقطع ہو کر درویشی کا رنگ اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں اصحاب الصفہ قرار پائے ۔ انبیاء کی جماعتوں پر ابتلاء کے مختلف دور آتے ہیں۔خلافت ثانیہ میں 1947ء کے وقت پر خطر انقلابات میں جماعت احمدیہ کے لئے بھی ایک عظیم ابتلاء ’’داغ ہجرت‘‘ کی صورت پیدا ہوئی۔ خدائی پیشگوئیوں کے مطابق جماعت کا کثیر حصہ نظام کے ماتحت ہجرت پر مجبور ہوا۔

’’14 اگست 1947ء کو برصغیر ہند کی تقسیم ہوئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بمشورہ جماعت 31اگست کو قادیان سے لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں سے تحفظ قادیان کی کاروائی کے لئے حکومت ہند سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا مدنظر تھا۔بعد میں حالات ناساز گار ہوجانے کی وجہ سے قادیان میں رہ کر دنیا بھر کی قیادت کرنا ناممکن تھا۔اس لئے آپ واپس تشریف نہ لا سکے۔مشرقی پنجاب سے جماعت احمدیہ کی ایک لاکھ کی نفری بھی ہجرت کر چکی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضور نے جماعت کے ایک حصہ کو قادیان میں رکھنے کا عزم فرمایا۔ جو ہندوستان میں اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھے۔‘‘

حضرت سیدنا مصلح موعودؓ جب سے ہجرت کے بعد لاہور تشریف لائے تھے اس فکر میں تھے کہ جن لوگوں نے قادیان میں مرکز کے سپرد اپنی امانتیں کر رکھیں تھیں وہ جلد سے جلد پاکستان میں پہنچ جائیں حالات سخت مخدوش تھے اور راستے پُرخطر۔مگر محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی خصوصی توجہ کی بدولت آخر 20 ستمبر 1947ء کو حضورؓ کی یہ دلی تمنا پوری ہوگئی جب کہ حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی یہ تمام امانتیں پاکستان کی طرف منتقل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل حضرت شیخ صاحب کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے:

’’میں صبح کو امانتوں کے ٹرنک دفتر سے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی کوٹھی پر لاتا جگہ نہ ملتی تو شام کو واپس خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں لے جاتا۔ آخر 20 ستمبر کو مجھے جگہ مل گئی۔ اور میں یہ ٹرنک لے کر قادیان سے روانہ ہوا۔ جب ہم قادیان سے ایک میل باہر آئے تو اس چھ بسوں والے قافلہ کو روکا گیا۔ اور سامان اور ٹرنک وغیرہ چیک ہونے کا انتظار کرنا پڑا... پھر بس کے اندر دوسرے سامان کو چیک کرنے لگا۔ اس میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے جستی ٹرنک اور بڑے بڑے صندوق تھے۔ ان میں کتابیں ہی کتابیں تھیں۔ وہ جس صندوق کو کھولتا اوپر سے نیچے تک چیک کرتا کہ کتابوں کے علاوہ کوئی اور چیز اسلحہ وغیرہ تو نہیں۔ جب وہ دو تین ٹرنک دیکھ چکا اور اُس کو اطمینان ہو گیا تو میری طرف آیا اور جہاں میرے والے امانتوں کے جستی ٹرنک تھے ان کو دیکھ کر از خود ہی کہنے لگا یہ بھی ریسرچ کا ہی سامان ہے۔ اور اُس نے قافلے کو جانے کی اجازت دے دی۔بسیں روانہ ہوئیں میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کیونکہ میرے ساتھ جو امانت کے ٹرنک جا رہے تھے ان میں لاکھوں روپیہ کی ڈبیاں اور پارسل تھے۔ کسی کے زر و جواہر، کسی کے زیورات، کسی میں پونڈ وغیرہ واللہ اعلم کیا کچھ نہ تھا۔ اور اس افسر کو شبہ بھی ہو جاتا کہ ان ٹرنکوں میں لاکھوں کا مال ہے تو ضرور روک لیتا۔ اور ٹرنک کھلواتا اور اندر سے ہر ایک ڈبہ کھولتا تو خدا جانے وہ لالچ میں آ کر کہتا ہم جانے نہیں دیں گے۔...... یہ کس قسم کا زمانہ تھا اور کیسی مصیبت کا وقت تھا جن لوگوں نے وہ مصیبت نہیں دیکھی وہ اس کا قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ اور میں نے چونکہ یہ نظارے دیکھے تھے اس لئے میرے دل پر یہی اثر ہے کہ یہ محض خدا کا رحم اور فضل تھا جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی توجہ اور دعاؤں سے مجھ پر ہوا۔ کیونکہ حضور یہ چاہتے تھے کہ امانتیں لاہور پہنچ جائیں اور اس پر زور دیتے تھے۔جیسا کہ میں نے سنا ہے یہ کہتے ہوئے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تھی تو حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ امانتیں جلد مدینہ بھجوائی جائیں یہ تڑپ تھی جو احمدیوں کا مال بچا کر لانے کا ذریعہ بن گئی۔ ورنہ بظاہر مجھے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ جب ہمارا قافلہ موضع تتلے کی نہر کے پل پر پہنچا تو بس کے کلینر نے شور کرنا شروع کر دیا۔سب نیچے چلو۔ سامنے بندوقیں لیکر مورچے بنائے بیٹھے ہیں۔قریب ہے کہ قافلہ پر حملہ کر دیں۔

ایک آفت سے تو مرمر کے ہوا تھا جینا پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

بسیں جب پل سے پار ہوئیں تو قافلہ کے انچارج حوالدار نے حکم دیا کہ بسیں اسی جگہ ٹھہر جائیں۔ اس نے اُتر کر اپنی برین گن سیٹ کی، اسی طرح اس کے ماتحت نے بھی سکھوں پر جو کھیتوں کی منڈیروں کی اوٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک قسم کا مورچہ بنائے بیٹھے ہوئے تھے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے بچالیا۔ قافلہ کے کسی فرد پر نہ لگیں۔ اور حوالدار اور اس کے ساتھی نے فائر کرنے شروع کئے۔ کہا جاتا تھا کہ تیس بتیس سکھ مارے گئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ واللہ اعلم غرض خدا خدا کر کے لاہور بارڈر پر پہنچے۔ تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا جنت میں آ گئے ہیں۔ رات کے دس بجے ہم جودھامل بلڈنگ پہنچے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ (تاریخ احمدیت جلد 11 ص 107-104)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ ایک مجلس عرفان میں فرماتے ہیں:

''جب قادیان پر حملہ ہوا تو گورنمنٹ کے کئی بڑے بڑے افسروں نے مجھے کہا کہ وہاں پر اپنے آدمیوں کو رکھنا اُصولی طور پر عقل کے خلاف ہے۔ ایک انگریز قادیان گیا اور وہاں سے آکر مجھے ملا اور کہنے لگا کہ میں اپنے لمبے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ اب قادیان میں محض قربانی سے کچھ نہیں بن سکتا وہاں پر آپ نے جو نوجوان بٹھا رکھے ہیں وہ اتنی قیمتی چیزیں ہیں کہ اُنہیں ضائع کر دینا بہت بڑا نقصان ہے میں نے ان سب کو یہی جواب دیا کہ بیشک دنیاوی نقطہ نگاہ سے اب قادیان میں بیٹھے رہنا بیوقوفی کی بات ہے لیکن مذہبی نقطہ نگاہ سے دو چیزیں ایسی ہیں جس کی بنا پر ہم کبھی قادیان نہیں چھوڑ سکتے اول تو ہمارا ایمان ہمیں کہتا ہے کہ حالات خواہ کچھ ہوں ہمیں اپنے شعائر چھوڑ کر نہیں آنا چاہئے۔ اگر ہمارے آدمی مارے جائیں تو ہمیں اور آدمی بھیجنے چاہئیں اور وہ بھی مارے جائیں تو اور بھیجنے چاہئیں۔ دوسرے ہمارے خدا کے وعدے ہیں کہ قادیان تمہیں ضرور ملے گا یہ وعدے بھی ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم قادیان نہ چھوڑیں۔ حضورؓ نے فرمایا دیکھو دنیا بظاہر یہی سمجھتی تھی کہ قادیان میں رہنا ہمارے لئے ناممکن ہے اور وہاں پر اپنے آدمیوں کو بٹھائے رکھنا بے فائدہ ہے لیکن اب آہستہ آہستہ یہی ناممکن بات ممکن ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ چنانچہ قادیان کے متعلق وہاں کی حکومت کا رویہ بھی اب آہستہ آہستہ بدلتا جا رہا ہے آج ہی مجھے اطلاع آئی ہے کہ بعض لوگوں نے مقبرہ بہشتی کے ملحقہ باغ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ حکومت نے اسے اس سے روک لیا ہے۔ ویسے بھی اب قادیان کا سوال روز بروز زیادہ اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ یہ باتیں بتاتی ہیں کہ اندر ہی اندر ہمارے خدا کی مخفی تدابیر کام کر رہی ہیں۔ یہ تدابیر ایک نہ ایک دن ہمیں لے جائیں گی۔ انشاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنے خطبہ فرمودہ 25 مارچ 1949 میں فرماتے ہیں ''قادیان سے ہجرت'' بیشک ہماری جماعت پر ایک بہت بڑا ابتلاء آیا ہے۔ بے شک ہمیں نظر آتا ہے کہ جماعت اپنے مرکز سے نکال دی گئی ہے۔ غیر مسلموں نے اس پر قبضہ کرلیا ہے۔ قادیان میں رہنے والوں کو محصور کرلیا گیا۔ ان کی جائیدادیں چھین لی گئیں اور سلسلہ کے ادارے بند کر دئے گئے۔ یہ سب کچھ نظر آتا ہے مگر ایمان کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ ہم ان حالات کو دیکھنے کے باوجود یہ کہتے چلے جائیں کہ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قادیان پر انڈین یونین کا قبضہ ہے۔ وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ قادیان پر سکھوں کا قبضہ ہے۔ وہاں ہمارا ہی قبضہ ہے۔ زمین ٹل جائے گی۔ آسمان ٹل جائیگا مگر ہمارا قبضہ اس مقام پر سے کبھی نہیں ٹلے گا کیونکہ ہم نے قادیان کی ترقی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے یہی کہا ہے کہ ہمارا ہی قبضہ رہے گا۔''

اہل وفائے قادیان کا مجاہدانہ عزم اور بے مثال مخلصانہ جذبات: قادیان مسیح محمدی کی خدانما بستی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں نشانوں کی تجلی گاہ تھی اور اسے اغیار کے حوالہ کر دینا اسلام و احمدیت سے غداری اور ایمانی خودکشی کے مترادف تھا۔ جس کا تصور کوئی کمزور سے کمزور ایمان رکھنے والا احمدی بھی نہ کرسکتا تھا۔ کجا یہ کہ اہل وفائے قادیان سے اُس کی توقع کی جاسکتی۔ ملت کے یہ فدائی اور شیدائی تو اس بارہ میں اس درجہ حساس واقع ہوئے تھے اور ان کے جذبہ اخلاص و محبت کا تو یہ عالم تھا کہ وہ اس مجاہدانہ عزم کے ساتھ مرکز احمدیت میں دھونی رمائے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے مگر قادیان میں اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔ اس حقیقت کا جائزہ لینے کے لئے ان ایمان افروز خطوط و مکاتیب کا مطالعہ کرنا کافی ہے جو اس زمانہ میں جوانانِ احمدیت نے سرزمین قادیان سے اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ یا اپنے دوسرے بزرگوں یا عزیزوں کے نام لکھے۔ اُن میں سے بعض کے ضروری حصے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

ایک مخلص احمدی نوجوان نے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا

''قسم ہے اُس خدا کی جس نے قادیان کو اشاعت اسلام کا مرکز بنایا ہے۔ ہماری وہ رات جو پہرہ پر گزرتی ہے اس دن سے زیادہ پرسکون ہوتی ہے جو گھر میں گزرتا ہے۔ ہمارے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ رات لمبی ہو جائے اور دن کم ہو جائے رات کو ہم پہرہ دار خدا کے وعدوں کا ذکر کر کے اور موجودہ نشانات کو یاد کر کے اپنے دلوں کو نہایت مضبوط اور طاقتور بنا لیتے ہیں۔... حضور ہماری استقامت کے لئے دعا فرمائیں۔''

ایک اور احمدی جوان نے اپنے والد کی خدمت میں لکھا

''...اب تک مجھے چار مواقع پیش آ چکے ہیں جن سے محض دست قدرت نے مجھے بچا لیا۔ مگر بفضلِ خدا چاروں مواقع پر خوف وہراس میرے پاس تک نہیں پھٹکے۔ بلکہ جوں جوں خطرہ بڑھتا جاتا۔ توں توں میرا دل اور مضبوط ہوتا جاتا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ الغرض جب میں اللہ کے انعامات کا خیال کرتا ہوں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں خوش وخرم ہوں۔ البتہ جب کبھی ان مقامات مقدسہ اور دیارِ حبیب کے فراق کا خیال کرتا ہوں تو دل سے آہ نکل جاتی ہے اور کہتا ہوں کہ میں اس مقدس بستی ہی کی حفاظت کرتے ہوئے اس امانت کو جو خدا تعالیٰ نے مجھے ودیعت کر رکھی ہے اس کے حضور پیش کر دوں۔ تا اس منحوس گھڑی کو جو بظاہر قریب سے قریب تر ہوتی نظر آ رہی ہے نا دیکھوں۔''

رشید احمد صاحب سیالکوٹی نے ایک خط اپنی والدہ صاحبہ کے نام لکھا جس میں لکھا

''اسلام اور احمدیت کا مرکز قادیان اس وقت خطرہ میں ہے۔ اور وہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ گو حفاظت خدا تعالیٰ نے کرنی ہے۔ ہم نے تو لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔ پس میں آپ کو مطلع کر دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں خنساء نامی عورت نے اپنے تینوں بیٹوں سے کہا کہ جاؤ بیٹا اسلام کی خاطر تم لڑو۔ یا تو تم لڑائی میں مارے جانا یا غازی ہو کر واپس لوٹنا۔ اسی طرح وہاں تو عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا میں تیرا بیٹا ماں سے کہتا ہوں کہ میں قادیان میں ہی رہوں گا اور تم سے اس وقت تک نہیں ملوں گا جب تک یا تو قادیان کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں یا قادیان کو واپس لے لوں۔ یا حضور کے حکم سے مجھے بلا لیا جائے۔... آپ خدا تعالیٰ سے میرے لئے ایسے ہی دعا کریں جیسا کہ ہمارا پیارا امام المصلح الموعودؓ اس وقت اپنی اولاد کے لئے کر رہا ہے۔ یعنی اگر ہمارے مقدر میں ہماری زندگی ہے تو اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت اور اسلام اور احمدیت پر استقامت بخشے۔ اور اگر شہادت ہی ہے تو خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں احمدیت اور اسلام پر شہادت دے۔''

آج پورے مشرقی پنجاب کے اندر بلکہ پورے ہندوستان کے اندر شاید ہی ایسی جگہ نظر آئے جہاں کہ حضرت محمد رسول ﷺ کے نام کا جھنڈا بلند ہو۔ اگر کوئی جگہ ایسی ہے تو صرف ایک ہی ہے اور یہ وہ بستی ہے جہاں پر خدا کے بندے ہمارے پیارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کا نام لے کر کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے محمد رسول ﷺ کے سچے دین اسلام کو اصل رنگ میں دنیا کو پیش کیا تھا اور یقیناً اس بستی کا نام قادیان دار الامان ہے۔'' (تاریخ احمدیت جلد 11 ص 131-127)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان نازک حالات میں بھی قادیان سے ہجرت نہیں کرنا چاہتے تھے ان خیالات کا اظہار انہوں نے اپنے ایک خط جو آپ نے مولوی عبد الرحمن صاحبؓ ناظر اعلیٰ قادیان کو لکھا میں ان الفاظ میں کیا:

''عزیزم مولوی عبد الرحمن صاحبؓ و اصحاب الصفہ قادیان

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ صحابہ اور کچھ لوگ جو جوارِ مسیح موعود علیہ السلام کو دنیوی زندگی پر فضیلت دیتے ہیں قادیان آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا قادیان آنا مبارک کرے۔ کچھ لوگ جو اور نہیں ٹھہر سکتے واپس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول کرے۔ اور باہر آ کر بھی نیکی پر قائم رہنے اور قادیان میں رہنے کے ثواب کو بڑھانے کی انہیں توفیق بخشے۔ اور ہمارے جلاوطنی کے دن چھوٹے کر دے آمین۔

اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں نا معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں۔ جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ وہ لوگ

ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چنتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے۔ اور برکتوں سے آپ کا خانۂ اعمال بھرتا چلا جائے۔ اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کر دے۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔

آپ لوگ دعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔

(الفرقان۔ درویشان قادیان نمبر۔ 1963ص5)

"آخری قافلہ 16نومبر 1947 کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور دیگر متعدد نونہالان خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قادیان سے پاکستان لے جا رہا تھا۔ تین سو تیرہ درویشان نے پیچھے رہ جانا تھا۔ بوقت روانگی مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نہایت درد بھرے الفاظ میں کہا۔ اے قادیان کی مقدس سرزمین۔ تو ہمیں مکہ مکرمہ اور مدینہ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ پیاری ہے۔ لیکن حالات کے تقاضا سے ہم یہاں سے نکلنے پر مجبور ہیں۔ اس لئے ہم تجھ پر سلامتی بھیجتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔"

(الفرقان درویشان نمبر 1963ص6)

بابا مولا بخش صاحب درویش نے با آواز بلند یہ شعر پڑھا جو الوداعی دعا میں مزید رقت پیدا کرنے کا موجب ہوا۔

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا　　　اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

313جری اور جواں مرد احمدی احمدیت کے مستقل مرکز کی حفاظت کے لئے کفر کے تھپیڑوں سے مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر لاء نے جو اس وقت قادیان میں تھے اس گھڑی کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

"آخری قافلہ یہاں سے 16/ نومبر 1947 ء کو گیا... جب یہ آخری مرحلہ طے ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر ایک سکون بخشا اور سب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب جو مقصد ہمارے رہنے کا ہے وہ پورا ہو۔ یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ پیچھے رہنے والوں میں ایک معجزانہ تبدیلی پیدا ہوگئی... وہ لوگ جو پہلے فرائض پر ہی اکتفا کرتے تھے بہت شوق سے نوافل پر زور دینے لگے۔ اور جو کہ پہلے ہی نوافل کے عادی تھے انہوں نے مزید عبادات پر زور دیا... کسی کے دل میں ذرا بھر انقباض نہیں کہ ہم کیوں ٹھہرے ہیں۔ بلکہ دل سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ خدا نے یہ فضل کیا کہ ہمیں یہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔" (الفضل 10جنوری 1948ء)

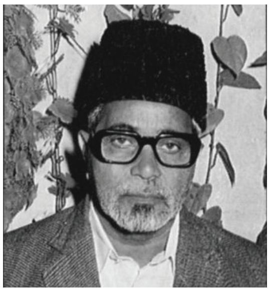
"گزشتہ سولہ برس میں بہت سے اوقات میں درویش بھائیوں کو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر زندگی کے لمحات بسر کرنے پڑے ہیں۔ مخالفین کی طرف سے سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ جھوٹی رپورٹیں کی گئیں۔ حکام کو اکسانے کے لئے ہر قسم کے حیلے کئے گئے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ وہ نان جو اللہ تعالیٰ نے محمدی مسیح کے درویشوں کے لئے مسیح پاک کو دیا تھا اس کے طفیل سوشل بائیکاٹ بھی بیکار ہو گیا۔ اور وہ وعدے جو الدار کے محافظین کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمائے تھے ان کے نتیجہ میں دشمنوں کی سب تدبیریں ناکام ہوئیں۔ اور آخر وہ گھڑی آگئی کہ پھر درویش بھائی سارے بھارت کو خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے میدان عمل میں آگئے۔ بزمِ درویشاں قائم کی گئی اور تبلیغ کے لئے نوجوان اور بوڑھے اِدھر اُدھر جانے لگے۔"

(الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء ص7)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
(حضرت مسیح موعودؑ)

درویشی کے آغاز کے حالات مکرم حکیم بدرالدین عامل صاحب درویش کے قلم سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ



مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ نے خواہش کی ہے کہ میں درویشی دور کے ابتدائی حالات کے بارہ میں کچھ لکھوں سو جاننا چاہئے کہ ان ایام کے حالات کو پورے طور پر سمجھنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ کن حالات میں اس دور کا آغاز ہوا ان حالات سے بھی پردہ ہٹایا جائے۔ تا معلوم ہو کہ کس قسم کے حالات سے نبرد آزما ہوتے ہوئے آخر درویشوں کا یہ خاندان اس مقام تک پہنچا۔ آزادی کا اعلان ہونے سے قبل ہی ہنسی خوشی بستے ہوئے دیہات چتا میں تبدیل ہونے لگے اور اپنے جلتے ہوئے مکانوں واملاک کو دیکھتے ہوئے عوام صرف بچوں کو سینوں سے لگائے امن کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور رستہ میں بعض کے بچے ماؤں سے چھین کر نیزوں پر اچھالے گئے۔ اور باپوں کے سامنے انکی جواں سال لڑکیوں کو ہانک کر لے جایا گیا۔ اور جس نے مزاحمت کی کوشش کی اسکی لاش بے گور وکفن رستوں پر پڑی نظر آئی۔ اور ہم نے کھیتوں میں پڑی بے کفن لاشیں دیکھیں۔ اگر کسی خاتون نے ہاتھ میں سونے کے کنگن یا چوڑیاں پہن رکھی تھیں تو انہیں اتارنے کی زحمت کون کرے اس کی کلائی ہی کاٹ ڈالی اور زیور حاصل کر کے کٹی ہوئی کلائی پھینک کر چلتا بنا۔

ہم نے جاتے ہوئے قافلے دیکھے ان پر حملے ہوتے دیکھے اُن کی لاشوں کے ڈھیر دیکھے ان کا گوشت۔ گوشت خور پرندوں کو کھاتے دیکھا۔ درندہ نما انسانوں کو لاشوں میں سے جلب زر کرتے دیکھا کسی لاش کے گلے میں طلائی ہار دیکھا تو اُسکی گردن کاٹ کر الگ کر دی اور گلے کا زیور اتار لیا۔ لاشوں کے ڈھیر دیکھے لاشوں میں سسکتے زخمی دیکھے اور پھر لاشوں میں سے ان زخمیوں کو خود نکال کر لائے اور بے علاج انکی موت کا منظر دیکھا۔ پھر ان مردوں کو کئی جگہ ایک ڈھیر کی صورت پڑے پایا۔ اور چند سالوں تک ان لاشوں سے پرندوں نے جب ہر ایک ایسا ٹکڑا تک جس کو کھایا جا سکتا ہو کھا کر ان لاشوں سے بے توجگی اختیار کر لی تو پھر کسی ٹھیکیدار کو رحم آیا اور ان ہڈیوں کو مویشیوں کی ہڈیوں کے ساتھ ویگنوں میں بھر کر کسی ہڈی پیسنے والے کارخانہ کو بھجوا دیا جہاں ان کو پیس کر کچھ کیمیکل نکالے گئے اور کچھ کھاد بنائی گئی۔ اور کھاد ہو کر مختلف شکلوں میں پھر یہ نمودار ہوئے۔ کسی شاعر نے کیا خوب اس حالت کا نقشہ اپنے اس شعر میں کھینچا ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں　　　خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

ان حالات میں جب قادیان کی آبادی پنجاب میں ایک جزیرے کی صورت میں رہ گئی تو پھر قادیان سے جماعت کی اکثریت کو ہجرت کر جانا پڑی۔ تین اگست کو تمام محلہ جات خالی کر کے محلہ جات دارالبرکات ۔شرقی وغربی دارالفضل۔ دارالسعت۔ دارالشکر۔ دارالرحمت اور دارالیسر کی تمام آبادی بورڈنگ تحریک جدید میں جمع کر دی گئی اور اندرون شہر کی سب آبادی موجودہ محلہ احمدیہ میں سمٹ کر آگئی۔ عورتیں بچے بورڈنگ تحریک جدید کی عمارت کے اندر رہتے تھے اور مرد گرداگرد کھلے آسمان کے نیچے جمع تھے بارشیں کثرت سے ہوئی تھیں۔ باہر پڑے بھیگتے تھے پانی جگہ بجگہ جمع تھا۔ اور اندر بورڈنگ میں بیت الخلاء والے کمرہ میں گندگی فٹ ڈیڑھ فٹ تک جمع ہوگئی تھی۔ مرد جو باہر تھے وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر اس میدان کے گرداگرد ہی فراغت پالیتے تھے گندگی کا یہ حال تھا۔ ادھر خوراک کے طور پر صرف ابلی ہوئی گندم، نہ نمک، نہ مسالہ، نہ گُڑ یا کوئی اور چیز صرف گندم ابلی ہوئی ایک مٹھی گندم صبح شام کو کھا کر پینے کو پانی بھی میسر نہ تھا کیونکہ نلکہ صرف ایک تھا اس سے صرف جان بچانے کیلئے پینے کا پانی مل سکتا تھا نہ ہاتھ منہ دھونے کیلئے پانی نہ نہانے کیلئے اور نہ کپڑے صاف کرنے کیلئے پانی میسر تھا۔ گندگی کی وجہ سے مکھی بیشمار تھی۔ خوراک ناقص۔ صفائی کی حالت کا اوپر ذکر ہو چکا ہے علاج معالجہ کی ایسی کوئی سہولت نہیں تھی ان حالات میں اللہ تعالیٰ کا دست غیب ہی حفاظت کر رہا تھا ورنہ اگر ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑتی تو کثرت سے لوگ لقمۂ اجل بن جاتے مگر کوئی ایک کیس بھی ایسا نہیں ہوا۔ چند آدمی پولیس کی گولی کا نشانہ بن کر تو جاں بحق ہوئے مگر بیماری سے کوئی ایک بھی فوت نہیں ہوا۔

اس تناظر میں قادیان سے ہجرت کر جانے والوں کا آخری کنوائے رخصت ہو رہا تھا اور 313 افراد اپنے سروں کی قربانی کا عزم لئے انہیں رخصت کر رہے تھے۔ مخالفین بھی جمع تھے اور وہ قہر آلود نظروں سے رہنے والوں کو ناپ تول رہے تھے۔ اور ہم کو بھی اپنی لاشوں کا ڈھیر پڑا ہوا عالم تصور میں نظر آرہا تھا۔ اور جب ہم نے موت کو اپنے لئے قبول کر لیا تھا تو پھر ڈر کیسا تھا۔ ہم کوئی کرایہ کے مزدور تو نہیں تھے کہ خطرات سے بھاگ نکلتے ہم تو بارگاہِ

محبت میں اپنے سروں کا نذرانہ لئے شوق شہادت میں مست ومخمور تھے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر بعض لوگ تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بھی ذکر کر چکے تھے کہ ان چند افراد کی قربانی دینے سے چند اں کوئی فائدہ نہیں ہو گا مگر پیارے آقا نے یہی پسند کیا کہ دنیا خواہ کچھ کہے ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بستی اور آپ کے مسکن و مدفن کو خالی نہیں چھوڑنا مخالف ہماری حیثیت کا اندازہ اور پیمانوں سے لگاتے تھے اور ہم اپنے عزم اور ارادہ پر قائم

یہ بارگاہِ محبت ہے خانقاہ نہیں یہاں پہ پھول نہیں سر چڑھائے جاتے ہیں

ایک دردانگیز دعا کے ساتھ قافلہ روانہ ہو پڑا اور ہم حد نظر تک ان کو جاتے دیکھا کئے۔ اور جب کنوائے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو ہم احمد یہ ایریا کی اور مخالف اپنے ٹھکانوں کی طرف چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہی تھا کہ جس پر بھروسہ کر کے ہم اس کے حضور سجدہ ریز تھے کہ ہمارے پیارے خدا ہم تیری رضا کی خاطر تیرے موعود خلیفہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مسیح آخر الزمان کے مرکز کی آبادی کیلئے ٹھہرے ہیں۔ ہم اپنی جانوں کا نذرانہ لئے حاضر ہیں۔ ہم کو اپنا عہد نبھانے کی توفیق دیجیو اور ہمارے بعد خود اس مقام کی حفاظت کیجیو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وغیوری نے یہ پسند نہیں کیا کہ یہ چند لوگ اس کے نام پر مارے جائیں۔ اس نے مخالفین کے دلوں میں رُعب ڈال دیا۔ ''نصرت بالرعب'' کے مصداق مخالفین میں سے ہی بعض نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ خبردار رات کو کوئی ان کے ایریا سے نہ گزرے جو گیا سو بس گیا اس کا پھر کہیں نام ونشان نہیں ملے گا۔ یہ حربہ ایسا کارگر ہوا کہ سورج غروب ہونے کے بعد کوئی بھی ہمارے ایریا سے نہیں گزرتا تھا۔ یوں ہم نے اپنے طور پر یہ انتظام کر رکھا تھا کہ پہرہ باقاعدگی سے چوبیس گھنٹے جاری رہے اور خاص کر رات کو اور آٹھ جگہ پر اذان دینے کیلئے مقرر کر رکھی تھیں کہ عشاء اور فجر کی اذانیں ان مقامات پر ہوں کرفیو کی وجہ سے یہ ضروری تھا تا علم ہو سکے کہ پورے ایریا میں درویشان خدا تعالیٰ کے فضل سے محفوظ ہیں۔ تاہم اس قدر تنگی کا دور آیا تھا کہ کپڑے جو جسم پر موجود تھے وہ جواب دے گئے تھے خریدنے کی نہ گنجائش تھی اور نہ بازاروں سے سودا سلف لینے کی سہولت۔ مَیں خود اور متعدد درویشان نے 1948ء کے ماہ مارچ اپریل میں سردی کا زور ختم ہوتے ہی اپنی رضائیاں ادھیڑ کر اس کے اندر سے قمیضیں سلوائیں گو یہ بڑی عجیب معلوم ہوتی تھیں مگر کوئی اس کا بدل میسر نہ تھا قیدیوں کی طرح اسی پر گذارہ کرتے رہے۔

مخالفین نے چند مرتبہ بیرونی دیہات سے بھی فسادی عناصر کو بلوایا تا ان چند افراد کا قصہ صاف کر دیا جائے اور آخر بعد مشورہ ان میں یہی طے پایا کہ اب تشدد آمیز کاروائی مفید نہیں ہو گی بلکہ مناسب یہ ہو گا کہ ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے تا سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یہ لوگ بھوک کا شکار ہو کر خود بھاگ جائیں گے۔ آخر کیوں وہ ان مٹھی بھر افراد کو جو پرامن طور پر رہنا چاہتے تھے نکالنے پر بضد تھے۔ ان کے پیش نظر وہ جائیداد تھی جو درویشان کے قبضہ میں تھی لگ بھگ 50 ایکڑ اراضی باغ اور تین سو مکانات جو اس وقت کی گری ہوئی قیمتوں سے گنی جائیں تو دو کروڑ سے کم نہ تھیں لہذا بائیکاٹ شروع ہوا اور کوئی مہینہ تک چلتا رہا ان کا خیال تھا کہ ان کے پاس چند روز کیلئے راشن ہو گا پھر بھاگنا شروع ہو جائیں گے ہمارے پاس خدا تعالیٰ کے فضل سے پانچ ہزار بوری گندم جلسہ سالانہ کیلئے سٹاک کی ہوئی اور ایک ہزار بوری جو ہم نے ان مکانات سے جمع کی تھی موجود تھی۔ دالوں کا بھی خاصہ سٹاک موجود تھا صرف سبزی دودھ اور آٹا پیسنے کا مسئلہ تھا۔ کیونکہ چکیاں سب ان کے قبضہ میں تھیں اور ہمارا آٹا پیسنے کو کوئی بھی تیار نہ تھا پس اس دوران پھر گندم ابال کر کھانے تک نوبت پہنچی اور یہ دو ہفتہ سے زیادہ نہ رہی۔ جب ان لوگوں نے استقلال دیکھا تو ان مہاجرین میں سے وہ طبقہ جن کی پاکستان سے بچ نکلنے میں احمدیوں نے مدد کی ہوئی تھی وہ اس بائیکاٹ کے خلاف ہو گیا اور آہستہ آہستہ یہ ختم ہو گیا۔

پھر مخالف عنصر نے سوچا کہ سرکاری مشینری کو ان کے خلاف بھڑکایا جائے۔ انہوں نے سرکار میں رپورٹیں کرنا شروع کر دیں کہ ان لوگوں کے پاس بہت سا اسلحہ ہے اور اس سے شہر والوں کو خطرہ ہے۔ سرکار اس کا بندوبست کرے ایسی رپورٹیں ملنے پر سنٹرل سرکار کی طرف سے گیانی کرتار سنگھ جی جو اس وقت مرکزی کیبینٹ میں منسٹر تھے قادیان آئے اور شہر کے معززین کو جمع کیا اور کہا کہ جب یہ لوگ اکثریت میں تھے تو آپ لوگ شور مچاتے تھے کہ ہمیں اکثریت سے بچاؤ اور اب یہ نہایت ادنیٰ اقلیت میں ہیں اور آپ لوگ شور مچاتے ہیں کہ ہمیں اقلیت سے بچاؤ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے پاس اسلحہ موجود ہے۔ اگر ان تین سو آدمیوں کے پاس ایک ایک توپ بھی ہو تو تب بھی ایسی حکومت جس کی فوجوں کی تعداد 37 لاکھ ہے اس کو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ عقل کے ناخن لو اور امن سے رہو۔ اس تنبیہہ کی وجہ سے ان عناصر نے سمجھ لیا کہ ہمارا یہ حربہ بھی کام نہیں آیا کچھ اور سوچنا چاہئے۔ پھر باہمی مشورہ سے طے پایا کہ ان لوگوں کے پاس تین سو کے قریب مکانات ہیں۔ کیوں نہ محکمہ کسٹوڈین کو اس طرف متوجہ کیا جائے اور ان سے

انکے مقبوضہ مکانات کا ایک بڑا حصہ خالی کرا لیا جائے۔ ان لوگوں کی شکایات پر سنٹرل گورنمنٹ نے ایک کمیشن مقرر کیا اور اس نے جائزہ لیکر ہمارے مقبوضہ مکانات میں سے بارہ مکانات پر قبضہ چھوڑ دینے کی تجویز کی اور باقی ایریا کے ارد گرد ریڈ لائن کھینچ دی۔ (یہ ایک بااختیار کمیشن تھا) اور فیصلہ کر دیا کہ اس ریڈ لائن کے اندر اب کوئی محکمہ بھی کوئی مداخلت نہیں کریگا اور یہ ایریا خالصتہً جماعت احمدیہ کے لئے مخصوص رہیگا اس ایریا میں صدر انجمن احمدیہ کی مملوکہ جائیدادیں بھی تھیں اور کچھ ایسے مکانات بھی تھے جن کے مالک ہجرت کر کے جا چکے تھے بعد میں سنٹرل گورنمنٹ سے قانونی طور پر صدر انجمن احمدیہ نے ان پرائیویٹ مکانات کو خرید لیا اور اب یہ ایریا جماعت احمدیہ کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔

مخالفین بھی کسی طرح مطمئن ہونے والے نہیں تھے اور نہ ہوا کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ ان کے ایریا میں سے کئی ایک جگہوں کو بند کیا گیا ہے یہ کھلوائی جائیں ایک لمبی مقدمہ بازی کے بعد اس تعلق میں بھی حکام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس ایریا میں جن گلیوں کی بند کئے جانے کی شکایت کی گئی ہے۔ وہ ایک خاندان کی ملکیت ہونے کی وجہ سے عام پبلک کیلئے شروع سے ہی بند ہیں۔ اور یہ مالکان کا قانونی حق ہے۔ البتہ ننگل سے آنے والے لوگوں کو چونکہ اس پل پر سے ڈھاب عبور کرنا پڑتی ہے۔ جو بہشتی مقبرہ کی سڑک پر موجود ہے۔ اس لئے پل سے بازار تک کا رستہ فراہم کیا جانا چاہئے اسلئے ڈھاب کے اندر پل کے ساتھ ہی ایک رستہ موجود ہے اس کو مرمت کر کے درست کر دیا جائے تو راہرو آسودگی سے اس رستہ سے گزر کر مسجد اقصیٰ کے مغرب والی گلی سے سیدھے بازار جا سکیں گے۔ جہاں تک مخالفین کا مسئلہ ہے یہ کہانی ختم ہونے والی نہیں۔ اور جاری و ساری ہے۔طوالت کی وجہ سے اس ذکر کو چھوڑتا ہوں۔ درویشی دور کی ابتداء میں ہی درویشوں پر ایک انقلابی دور آیا اور طبائع میں عبادات کی ایک خصوصی لہر دوڑ گئی اسبارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے نہایت پیار بھرے انداز میں جو نوٹ رقم فرمایا اس کی موجودگی میں مزید کچھ عرض نہ کرتے ہوئے ان حالات پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں جو منصۂ شہود پر نہیں آئے۔

تجرد کی زندگی بسر کرتے ہوئے ساڑے تین سال بیت چکے تھے اور ہم ایک عرصہ سے بچہ رونے کی آواز سننے کو بھی ترس گئے تھے۔ ریڈیو میں خبروں سے قبل ایک اشتہار آیا کرتا تھا جس میں ایک بچہ رونے کی آواز ہوتی تھی اور پھر بچہ کی ماں آکر اسکو ’’وُڈ ورڈ گرائپ واٹر‘‘ کا ایک چمچہ پلا دیتی تھی اور بچہ ہنسنے لگتا تھا۔ ہم لوگ خبروں سے قبل یہ اشتہار سننے کے لئے دوڑ کر جایا کرتے تھے کہ یہ گذر نہ جائے۔ یہ بات ہمارے دلوں میں تھی کسی کو اس کا کیا علم ہوسکتا تھا مگر ہمارا پیارا خدا تو دلوں کی چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ اس نے خلیفہ برحق سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے دل میں القاء فرمائی اور آپنے 1950ء میں ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کی جماعتوں کو تحریک کی جائے کہ وہاں سے کچھ خاندان ہجرت کر کے قادیان آجائیں اور جن درویشوں کے بیوی بچے پاکستان آچکے ہیں انہیں قادیان بھجوانے کیلئے جماعت کوشش کرے اور جو درویش مجرد ہیں۔ ابھی تک شادی نہیں ہوئی وہ ہندوستان میں شادیاں کرلیں تا متاہل زندگی کا آغاز ہو۔ یہ خبر کیا تھی ایک ایسی انجانی خوشی تھی جس سے دل سینوں میں اچھلے پڑتے تھے پھر ایک گہری سوچ میں پڑ جاتے کہ ہمارا تو کوئی بزرگ یہاں نہیں جو ہمارے رشتہ کیلئے سلسلہ جنبانی کرے۔ نہ ہماری کوئی جائیداد ہے نہ کوئی ذریعہ آمد ہے۔ نہ کوئی کاروبار ہے۔ بس لنگر خانہ سے دو وقت روٹی اور دیگر اخراجات کیلئے پانچ روپے ماہوار اس مال میں کون اپنی لخت جگر کو ایک فاقہ مست درویش کے پلے باندھ دیگا یہ سوچ سوچ کر دل بیٹھ جاتا ذہن ناممکن ناممکن کی آواز سننے لگتا۔ پھر دل اچھلتا کہ خدا تعالیٰ کے موعود خلیفہ نے یہ بات کہی ہے۔ ناممکن نہیں ہوسکتی۔

ایک رجائی طبیعت کے مالک درویش تیار ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے کچھ رقم اخراجات سفر کیلئے دی جائے تو میں کوشش کرتا ہوں انہیں تین سو روپے زاد راہ دیکر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کے ارشاد کی نقل دیکر روانہ کر دیا گیا۔ یہ درویش پہلے پنجاب کے نزدیک ترین مقام بجوپورہ گیا یہاں ایک نہایت مخلص احمدی خاندان آباد ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ کوئی درویش قادیان سے ان کے ہاں مہمان ہوا ہے۔ نہایت خوش ہوئے درویش کی عمدہ طور پر مہمان نوازی کی اور مہمان نوازی کے سب تقاضے پورے کرنے کے بعد رات کو آرام سے قبل گویا ہوئے کہ آپکی آمد ہمارے لئے باعث صد برکات ہے تاہم آپکے آنے کا اگر کوئی خصوصی مقصد بھی ہو تو مطلع فرمائیں درویش نے کانپتے ہاتھوں سے حضور انور کا وہ ارشاد جیب سے نکالا اور ان کو دیدیا زبان میں بولنے کی طاقت نہیں کہ کچھ کہیں آنکھوں سے آنسو رواں اور اپنی کم مائیگی کا احساس نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن! صاحب خانہ نے اس ارشاد کو بغور پڑھا اور کہا بیٹا حضور پرنور کے اس ارشاد کو پڑھکر دل چاہتا ہے کہ جو کچھ بھی میسر ہو آپکے قدموں میں رکھ دوں۔ مگر صورت حال

ہے کہ اپنے ہاں اس وقت کوئی جوان نہیں ہے۔ آپ حوصلہ نہ ہاریں اور بہت سے احمدی حضور پرنور کی آواز پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ اور کسی اور مقام پر کوشش کر دیکھیں وہ درویش اگلے روز ایک مقام انچولی میں گیا اور وہاں پر بھی اوپر ذکر آچکا واقعہ دہرایا گیا اور انہوں نے بھی حوصلہ دلایا۔حوصلہ تو بیشک دلایا گیا مگر دو مقامات سے ناکامی ہو چکی تھی اور قدم بھاری ہو گئے تھے اگلے مقام کیلئے نہیں اٹھتے تھے۔ مگر یہاں سے تو بہر حال جانا ہے دل میں آتا قادیان واپس لوٹ جاؤں۔ پھر خیال آتا کہ ایک مرتبہ صرف اور صرف ایک اور کوشش کر دیکھوں ممکن ہے اللہ تعالیٰ کا در اجابت اس مرتبہ وا ہو جائے۔ کرایہ بھی تو ختم ہونے کو ہے۔ ہر چہ بادا باد جو ہو سو ہو ایک اور کوشش کرتا ہوں مضموم دل کے ساتھ گرتا پڑتا ریلوے سٹیشن پہنچا اور ایک نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گیا اگلے روز اٹھا اور اپنے پاس نوٹ کئے ہوئے احمدیہ جماعتوں کے پتہ جات میں سے ایک نام سامنے آیا۔ راٹھ، مودھا۔ مسکرا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ڈگمگاتے قدموں سے راٹھ پہنچا یہاں ایک نہایت مخلص خاندان سلسلہ کا فدائی آباد تھا تینوں مقامات یعنی راٹھ مودھا۔ اور مسکرا میں ایک ہی خاندان کے افراد آباد تھے (احمدی احباب باقی آبادی مخالفین کی ہے) یہ معلوم کر کے کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درویشوں میں سے کوئی درویش ہمارے ہاں مہمان ہوا ہے زہے قسمت خورد و کلاں سب شاد و فرحاں انکی خوب خاطر و مدارات کی اور پھر بوقت فرصت خاندان کے بزرگوں نے عرض کیا کہ آپکا یہاں قدم رنجہ فرمانا ہمارے لئے باعث برکت و افتخار ہے تاہم اگر کوئی مخصوص مقصد بھی اس آمد کا ہو تو بلا جھجک فرمائیں یہاں تو آپکی آمد کی خوشی میں دل سینوں سے نکلے پڑتے ہیں۔

درویش گذشتہ دو مقام میں اس تجربہ سے گزر چکا تھا ہاتھ جیب کی طرف نہیں اٹھتا تھا خاموش رہا اور خاموشی کی ایک زبان ہوتی ہے۔ صاحب بصیرت اس کو پڑھ لیتے ہیں۔مہمان نواز خاندان نے انکی زبان پڑھ لی اور اصرار کیا کہ آپ گھبرائیں نہیں جو بھی آپکی آمد کی غرض ہے کہہ دیں ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم جو بھی ہمارے بس میں ہو گا کر گزریں گے۔ ان کے الفاظ پر ہمت بندھی اور درویش نے کانپتے ہاتھوں سے وہ تحریر نکالی اور اپنے کرم فرماؤں کے ہاتھ میں تھما دی اور اس اثنا میں اس کی آنکھوں سے یوں آنسو برسنے لگے جیسے ساون میں زمین کی حالت خستہ دیکھ کر بادلوں کو رونا آجایا کرتا ہے۔ سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا ارشاد پڑھ کر سب ایک گہری سوچ میں پڑ گئے اور درویش کو یہ کہہ کر کہ آپ آرام کریں کل ہم اسبارہ میں بتائیں گے۔ دوسرا روز ظاہر ہوا مہمان نوازی میں فرق نہ آیا مگر اِدھر اُدھر کے کاموں میں دن بیت گیا رات کو نمازوں اور کھانے کے بعد پھر خاندان کے بزرگ درویش کے پاس جمع ہوئے اور کہا! بیٹا ہم نے حضور انور کے ارشاد کو پڑھا پھر سوچا پھر پڑھا اور پھر سوچا بار بار پڑھا اور بار بار سوچا ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہمیں سمجھ میں آئے نہ آئے حضور کے ارشاد پر عمل میں ہی فلاح و برکت ہے۔ اور ہم نے بدل و جاں اس پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہمارے ہاں تین بھائیوں (احمدی بھائیوں) کے ہاں تین لڑکیاں قابل شادی موجود ہیں۔ ہم یہ تینوں بیٹیاں حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں دان کر دینا چاہتے ہیں۔ پس آپ بذریعہ تار قادیان سے اور دو درویشان کو بلوالیں ہم تینوں کو ایک ساتھ شادیاں کر دیں گے۔

اِدھر قادیان میں یہ فکر دامن گیر ہو رہا تھا کہ ایک ماہ ہو چکا ہے ایک درویش کو گئے اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں کہ کہاں ہے کس حال میں ہے۔ اس کو کس طرح ڈھونڈیں کہاں جائیں کس جگہ پتہ کریں انہی سوچوں میں تھے کہ ایک تار امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کے نام موصول ہوا۔جس کا مضمون یہ تھا کہ میں اس جماعت میں ہوں اور کہ یہاں تین درویشوں کیلئے رشتہ کا انتظام ہو گیا ہے۔ آپ دو مزید درویشوں کو یہاں بھجوا دیں۔ اور ان کے ہاتھ میرے بھی دو کس کا واپسی کا کرایہ دے دیں کیونکہ میرے پاس جو زادِ راہ تھا وہ مختلف مقامات میں پھرنے میں صرف ہو گیا ہے۔ اس تار کو پا کر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان نے دو اور درویشوں کو تیار ہونے کا حکم دیا اور اگلے دو تین روز میں انہیں مطلوبہ اخراجات دیکر روانہ کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے حضور پرنور کے ارشاد پر غیب سے سامان فراہم کر دیئے ورنہ اگر عام نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو بھلا کون ہے کہ جو اپنی جگر گوشہ بیٹی کو پال پوس کر ایک ایسے شخص کے پلے باندھ دے جس کا نہ مکان ہے نہ کاروبار ہے نہ ملازمت ہے۔ اور بچی کو شادی کے بعد کسی آسودگی کا امکان نظر نہیں آتا۔ اگر کچھ نظر آتا ہے تو فقیرانہ زندگی کا ہی منظر سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے پہلی بار یہ قدم اٹھایا۔ محض یہ خیال کر کے کہ شاید یہی عمل ہمارے لئے ذریعہ نجات ہو۔

گو اس سے قبل بھی چار شادیاں ہو چکی تھیں مگر انکی نوعیت اس سے الگ تھی حضور انور کے ارشاد پر ہندوستان کی جماعتوں میں تحریک کی گئی تھی کہ جو لوگ مع فیملی ہجرت کر کے قادیان آنا چاہیں وہ اپنے نام پیش کریں اس تحریک پر 16-15 خاندان یو پی سے ہجرت کر کے قادیان آگئے تھے ان میں

سے چارلڑکیاں جو ان قابل شادی تھیں ان کی شادیاں بھی درویشان سے ہوگئی تھیں۔ یہ لوگ جو قادیان آگئے تھے ان کا اوڑھنا بچھونا بھی درویشان کی طرح ہی تھا یعنی لنگر خانہ سے کھانا اور متفرق اخراجات کیلئے چند سکے اس لئے ان شادیوں میں ایک عمومیت کا پہلو آ گیا تھا۔ ایک دوسرے درویش نے انہی لائینوں پر بہار میں کوشش کی اور انکی کوشش بھی بارآور ہوئی اور وہاں بھاگلپور میں ایک فیملی میں انکا رشتہ طے پا گیا شادی کے بعد بچی کے والدین نے جب قادیان میں بچی کو اچھے روحانی ماحول میں پایا تو اپنی باقی بچیوں کے رشتے بھی درویشوں سے کر دیئے اور تین سگی بہنیں تین درویشوں کے ہاں بیاہی گئیں الحمد للہ۔

اس موقعہ پر اس امر کی وضاحت کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ

1۔ قادیان میں جو تین سو تیرہ افراد رہ پڑے تھے۔ ان کی چار اقسام تھیں۔ کچھ صدر انجمن احمدیہ کے گریڈ ڈ مستقل کارکنان تھے۔ جنہیں انکے مقررہ گریڈ کے مطابق تنخواہ ملتی تھی۔ انکی تعداد 22 تھی۔ دیہاتی مبلغین کلاس جو وظیفہ پاتی تھی 40 تھے۔

2۔ کچھ خدام ایسے تھے جنہیں حالات خراب ہونے پر خدمت کیلئے قادیان بلوایا گیا تھا ان کو بھی انکی مقررہ تنخواہ ملتی تھی۔ انکی تعداد 80 تھی۔

3۔ کچھ خدام باہر سے پاکستانی علاقہ سے اکثر اور کچھ ہندوستان کے دوسرے صوبہ جات سے تھے۔ انہیں عارضی طور پر بلوایا گیا تھا انہیں اس عارضی قیام کے عرصہ میں لنگر خانہ سے کھانا اور صابن تیل کیلئے -/5 ماہوار ملتے تھے انکی تعداد 65 تھی۔

4۔ قادیان کی آبادی میں سے جو لوگ بطور درویش رہ پڑے تھے انکو بھی لنگر خانہ سے کھانا۔ اور دیگر ضروریات کیلئے -/5 روپے ماہوار ملتے تھے۔ اوّل اوّل ان کا قیام بھی عارضی تھا بعد میں مستقل ہو گیا۔ ان کی تعداد 119 تھی۔

شادیوں کی اجازت آ جانے پر ظاہر ہے کہ پہلے وہی لوگ شادی کر سکتے تھے جنہیں ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ سب سے پہلے مکرم مولوی عبد القادر صاحب دہلوی کی شادی انڈیا سے آئی مہاجر فیملی میں طے ہوئی۔ پھر تین چار شادیاں انہی آئے خاندانوں میں ہوگئیں۔ پھر ہندوستان کی جماعتوں میں تحریک کے نتیجہ میں ہوتی چلی گئیں۔ جن درویشوں کے عیال پاکستان میں تھے انکو لانے کی کوشش بھی جماعت کی طرف سے جاری تھی۔ یہ کوشش کامیاب ہوئی اور اکثر فیملیاں یہاں آ گئیں۔ اور بارونق آبادی محسوس ہونے لگی۔ یہاں تک تو صرف ان ہی بھائیوں کو فائدہ ہوا جو تنخواہ دار تھے۔ سوال پیدا ہوا کہ جو لوگ لنگر خانہ سے کھانا اور -/5 روپے ماہوار پاتے ہیں ان کا کیا ہو۔

صدر انجمن احمدیہ نے بعد سوچ بچار طے کیا کہ ان لوگوں کو فیملی سکیل گذارہ دیا جائے۔ یہ طریق تحریک جدید کے تحت زندگیاں وقف کرنے والوں کیلئے پہلے سے رائج تھا۔ ہیڈ آف فیملی اتنے روپے اہلیہ اتنے اور پھر ہر بچہ کیلئے الگ الگ سکیل مقرر تھی۔ بالکل اس کے برابر تو نہیں تھی مگر اسی بنیاد پر ایک سکیل مقرر کی جس سے قوت لایموت میسر آ سکے۔ سکیم تیار کر کے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھجوائی گئی جسے حضور انور نے منظور فرمایا اور اس طرح ان افراد کے بھی گھر آباد ہونے کا مسئلہ حل ہو گیا اور جن کی فیملیاں پاکستان تھیں وہ منگوائی گئیں اور جنکی شادی ہندوستان میں ہونا تھیں یہاں پر انتظامات کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے درویشوں کو کثرت اولاد سے نوازا حالت اس قدر تنگی پر آ گئی کہ بجٹ میں اس قدر افراد کیلئے گزارہ ادا کرنا مشکل ہو گیا پھر صدر انجمن احمدیہ کے فیصلہ کے بعد اس لائن پر کہ قریش جنکی ذمہ داری شہر مکہ مکرمہ کو آباد رکھنے کی تھی وہ اس قدر اس عہد پر پابند اور کاربند رہے کہ اگر تجارت میں خسارہ اور ملک میں موسم کی خرابی کی وجہ سے قحط کی صورت پیدا ہو جاتی اور کوئی قبیلہ محسوس کرتا کہ اب وہ مزید بھوک برداشت کرتے ہوئے زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اور اگر وہ آبادی میں ہی رہ کر جان گنوا بیٹھا تو اس سے باقی قبائل میں بھی مایوسی پھیل جائیگی۔ اور یہ امر مکہ مکرمہ کی آبادی میں روک کا موجب ہوگا وہ رات کے اندھیرے میں چپ کر کے مکہ سے غائب ہو کر صحرا عرب کے کسی ویران گوشے میں چلا جاتا اور وہاں تمام جاں بحق ہو جاتے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ لہٰذا جب ہم نے قادیان کو آباد رکھنے کا عہد کیا ہے تو ہمیں ہر قسم کی قربانی اس مقصد کیلئے کرنا ہوگی۔

اس لئے جو درویش اپنا کوئی کاروبار کر کے اپنے بال بچوں کا گزارہ خود چلا سکتے ہوں وہ صدر انجمن احمدیہ سے اپنے گذارہ کا بوجھ کم کر دیں اور خود اپنے ذرائع سے کما کر اپنے بال بچوں کا خرچہ چلائیں۔ ہاں انجمن یہ یقین دلاتی ہے کہ عرب قبائل کی طرح یہ موقع نہیں آنے دیا جائیگا کہ کوئی درویش فیملی بھوک

کاشکار ہوجائے انجمن کی انتظامیہ کی اس پر نگاہ رہے گی اس تحریک پر 60 /50افراد آزادانہ کاروبار کر کے گذارہ چلانے پر آمادہ ہو گئے اور صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ سے اپنے گذارہ کی رقم کا بوجھ کم کر دیا۔ اور کمال وفاداری سے اس فرض کو نبھایا تا آنکہ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ کی پوزیشن بہتر ہونا شروع ہوئی اور فارغ درویشان کے حالات کا جائزہ لیکر جن جن کے بارہ میں محسوس کیا کہ وہ سخت مالی تنگی کا شکار ہیں۔ اور مزید انتظار سے حالت خطرناک صورت اختیار کرسکتی ہے ایسے درویشوں کو بتدریج انجمن کی طرف سے گذارہ دینا شروع ہو گیا بعض جنکی آمد کسی حد تک قابل برداشت تھی انہیں نصف فیملی سکیل گزارہ دیکر فارغ ہی رہنے دیا گیا۔ اور بعض ریٹائرمنٹ کی عمر تک جو کہ درویشوں کے لئے 70 سال محسوب کی گئی۔ اپنا آزاد کاروبار کر کے گزارہ چلاتے رہے۔

سب طرح کی احتیاطوں کے باوجود پھر بھی درویش اپنی تنگ دستی کو چھپاتے ہی رہے اور شکوہ شکایت سے پرہیز کرتے ہوئے وقت گزار ایوں تو تنگی کا منہ ہر ایک نے دیکھا اور ان ایام کو کس کس طرح گزار ا یہ ایک لمبی داستان ہے اور ہر ایک درویش کی الگ الگ ہے۔ تاہم چند درویش اس صبر و قناعت میں جان بحق ہو گئے انکا تذکرہ کئے بغیر چارہ نہیں۔

(1) مرزا بشیر احمد صاحب گجراتی کے گھر میں فاقہ کشی تک نوبت پہنچی تو اس امر کا انتظامیہ کو علم ہوا۔ فوراً کھانے پینے کا سامان پہنچایا گیا۔ مرزا صاحب اس وقت وضو کر کے نماز کیلئے تیار تھے۔ اہلیہ نے کہا کہ کھانا آ گیا ہے کھالیں۔ کہنے لگے تم سالن گرم کرو میں نماز پڑھ لوں۔ اہلیہ جلدی جلدی سالن گرم کر کے مرزا صاحب کا انتظار کرنے لگی۔ خاصی دیر تک مرزا صاحب نے سجدہ سے سر ہی نہیں اٹھایا۔ اہلیہ فکرمند ہوئی اور جا کر مرزا صاحب کو کندھے سے ہلا کر دیکھا مرزا صاحب اپنے پیارے خدا کی جنتوں میں پہنچ چکے ہوئے تھے۔

(2) قمرالدین صاحب دہلوی نے بھی زندگی کا اکثر حصہ فارغ رہ کر گزارہ ایک روز گھر میں سخت تنگی تھی کسی کو کانوں کان اس کی خبر نہ ہونے دی۔ صبح گھر میں جو کچھ موجود تھا بچوں کو کھلا دیا خود ایک کپ چائے پی کر اہلیہ کو کہنے لگے ایک چارپائی بننے کیلئے آئی ہے۔ میں بنتا ہوں تم رسی کھینچتی جاؤ کام جلدی ختم ہوجائے گا تو اس کی مزدوری جو ملے گی اس سے سامان خور دونوش لے آؤنگا۔ چنانچہ دونوں چارپائی بننے میں جُٹ گئے۔ تقریباً ساری چارپائی بنی جا چکی تھی ایک دو ڈورے ہی مزید ڈالنا تھے کہ قمرالدین صاحب نے چارپائی کے بازو پر سر رکھ دیا۔ اہلیہ نے سمجھا کہ بہت تھک گئے ہونگے ذرا دم لے کر باقی کام مکمل کریں گے۔ کام تو لب بام پہنچ ہی چکا تھا۔ چند منٹ کے بعد اہلیہ کو تشویش ہوئی کہ آپ نے سر پھر نہیں ہلایا۔ قریب ہو کر دیکھا تو قمرالدین صاحب لا متناہی سفر ایک ہی جست میں عبور کر کے وہاں پہنچ چکے ہیں۔ جہاں کسی چیز کی کمی نہیں نہ بھوک کا فکر نہ پیاس کا، مکان زمان کی قید سے آزاد اپنے پیارے بہت ہی پیارے ماں سے بھی زیادہ محبت کرنے والے محبوب کی بارگاہ میں سجدہ ریز۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں کے درجات کو بلند فرمائے اور انکی آئندہ نسلوں کے مستقبل کو روشن اور تابناک بنائے۔ آمین ثم آمین۔

حکیم چوہدری بدرالدین عامل بھٹہ۔ سابق جنرل سیکرٹری لوکل انجمن احمدیہ۔ قادیان۔ 15 نومبر 2004ء

313 جری اور جواں مرد احمدی احمدیت کے مستقبل مرکز کی حفاظت کے لئے کفر کے تھپیڑوں سے مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر لاء نے جو اس وقت قادیان میں تھے اس گھڑی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

''آخری قافلہ یہاں سے 16 نومبر 1947ء کو گیا...... جب یہ آخری مرحلہ طے ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر ایک سکون بخشا اور سب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب جو مقصد ہمارے رہنے کا ہے وہ پورا ہوا۔ یہ مبالغہ نہ ہو گا اگر یہ کہا جائے کہ پیچھے رہنے والوں میں ایک معجزانہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔...... وہ لوگ جو پہلے فرائض پر ہی اکتفا کرتے تھے بہت شوق سے نوافل پر زور دینے لگے۔ اور جو کہ پہلے ہی نوافل کے عادی تھے انہوں نے مزید عبادات پر زور دیا...... کسی کے دل میں ذرا بھر انقباض نہیں کہ ہم کیوں ٹھہرے ہیں۔ بلکہ دل سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ خدا نے یہ فضل کیا کہ ہمیں یہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔'' (الفضل 10 جنوری 1948ء)

زمانۂ درویشی کے ابتدائی حالات

(محترم چوہدری بدر الدین عامل بھٹہ صاحب درویش)



مندرجہ ذیل مضمون مکرم بدر الدین عامل بھٹہ صاحب درویش کی غیر مطبوعہ ڈائری سے لیا گیا ہے۔ڈائری کے اس اقتباس سے دور درویشی کے ابتدائی حالات پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔قارئین کی سہولت وافادیت کے پیش نظر اس میں جگہ جگہ سرخیاں لگائی گئی ہیں۔(مدیر ہفت روزہ بدر قادیان)

16 نومبر 1947ء کی صبح وہ فیصلہ کن صبح تھی کہ اس میں قادیان سے ہجرت کر کے جانے والوں کا آخری قافلہ روانہ ہو رہا تھا اور قافلہ کی روانگی کے بعد سوا تین سو افراد اپنے سروں کا نذرانہ لئے اس مقدس بستی کی آبادی کی خاطر رہ پڑنے والے تھے۔صبح جب روانگی کا وقت ہوا تو احمدیہ ایریا میں پہرہ پر متعین افراد کے علاوہ سب درویشان اور جانے والے سب مہاجرین پولیس گارڈ اور ملٹری کو وہاں موجود ہونا ہی تھا قادیان کے پرانے غیر مسلم افراد اور ان کے زیر اثر مخالف افراد بھی وہاں آموجود ہوئے تھے۔تا کہ کوئی نہ کوئی نقص تلاش کر کے روانگی میں رکاوٹ پیدا کر کے احمدیوں کو تکلیف دینے کا آخری موقعہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں۔جب سب روانہ ہونے والے افراد سوار ہو گئے اور دعا شروع ہوئی تو میاں مولا بخش صاحب باورچی نے یہ شعر پڑھا۔

اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار　　　یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا

یہ شعر سننا تھا کہ دعا میں ایک رقت اور سوز پیدا ہو گیا اور افراد کی چیخیں نکل گئیں پرسوز لمبی دعا کے بعد قافلہ روانہ ہو گیا اور درویشان مخالف افراد کی قہر آلود نظروں کے سایہ اپنے ایریا کی طرف روانہ ہو پڑے۔یہ افراد جو اپنے محبوب کے دیار میں موت کو خوش آمدید کہنے کا عزم لے کر رہ پڑے تھے بھلا مخالف نگاہوں کی کیا پرواہ رکھتے ان مخالفین کو معلوم نہیں کہ یہ مقام کیا ہے۔

یہاں پہ پھول نہیں سر چڑھائے جاتے ہیں　　　یہ بارگاہ محبت ہے خانگاہ نہیں

جو شخص موت کو اپنے لئے پسند کر لے بھلا اس کو دنیا کی کسی آفت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔بلکہ اس سے تو موت خوف کھانے لگتی ہے۔یہی ایام تھے کہ جن میں عبادات میں جو مزہ پایا تھا خداوند تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ان افراد کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور مخالفین کے دلوں میں ایک رعب ڈال دیا اور وہ ایسے خوف زدہ ہوئے کہ مہینوں تک غروب آفتاب کے بعد کوئی فرد بشر ہمارے ایریا سے گزرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔رات کو روز مغرب سے فجر تک کرفیو نافذ ہوتا تھا اور یہ آخر مارچ 1948ء تک جاری رہا۔ان ایام میں نماز عشاء اور فجر بارہ مقامات پر ہوتی تھی سرکل معین کئے گئے تھے۔اتنے مقامات پر اذان بھی ہوتی تھی اور اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ ایریا میں سب خیریت ہے۔ایریا کو چھ حصوں میں تقسیم کر کے جن کے مکانات باہمی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے دیواروں میں سوراخ کر کے ایک دوسرے سے اس طرح جوڑ دیئے گئے تھے کہ اگر کسی مقام پر رات کو کرفیو کے دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ ہو تو گلی اور بازاروں میں جائے بغیر وہاں مدد پہنچائی جا سکے۔1948ء کے وسط تک یہ انتظام جاری رہا۔پھر حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اسکو ترک کر دیا گیا۔

تین اہم کام

16 نومبر 1947ء سے آخر اپریل 1948ء تک تین اہم کام درویشان نے انجام دیئے جنکی تفصیل اس طرح ہے۔

1.1947ء کے شروع میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر قادیان کے گرداگرد ایک کچی حفاظتی دیوار بنانا شروع کی گئی تھی جو جون کے آخر تک بنتی رہی۔جولائی شروع ہوتے ہی زوردار بارشیں شروع ہو گئیں تھیں اور وجہ سے دیوار کی تعمیر رک گئی تھی موجودہ بس سٹینڈ سے شروع کر کے محلہ دار الرحمت کی تمام مغرب کی طرف کھلنے والی گلیوں کو بند کرتے ہوئے محلہ دار الرحمت اور دار الیسر کی درمیانی گلی میں بھی شمال کی طرف کھلنے والی گلیوں کو بند کرتے ہوئے بٹر روڈ کو کھلا چھوڑ کر دار العلوم کے شمال میں حضرت نواب صاحب محمد علی خان صاحبؓ کی کوٹھی کو اندر لیتے ہوئے ٹھیکری وال روڈ کو کھلا چھوڑ کر احمدیہ فروٹ فارم کو اندر لیتے ہوئے محلہ دار الفضل کے مشرق میں ریلوے روڈ کو کھلا چھوڑ کر محلہ دار البرکات کے مشرق میں چوہدری سلطان علی صاحب کے مکان کے ساتھ لگتی گلی کو چھوڑ کر پھر اسی مکان کے کونہ سے شروع کر کے چوہدری عبد الحکیم صاحب

کے مکان تک اور وہاں سے ڈاکٹر محمد طفیل صاحب (ویٹرنری ڈاکٹر) تک اور صلاح پور روڈ کو کھلا چھوڑ کر مکرم یحیٰ خان صاحب کے مکان سے شروع کر کے بھینی روڈ پر مکرم مرزا گل محمد صاحب کے مکان تک یہ دیوار بن چکی تھی اور بارشیں شروع ہوجانے کے باعث مزید تعمیر روک دی گئی تھی یہ دیوار دوفٹ چوڑی اور آٹھ فٹ بلند تھی۔ درویشی کا دور شروع ہوتے ہی موجودہ احمدیہ ایریا کو مدنظر رکھ کر بہشتی مقبرہ کے گرد اگرد حفاظتی دیوار بنانا ناگزیر ہو گیا تھا اس لئے اس کام پر توجہ مرکوز کی گئی درویشوں کی غالب اکثریت کو اس کام پر لگایا گیا اور سورج کی روشنی ظاہر ہونے سے غروب آفتاب تک گویا اندھیرا پھیلنے تک تعمیر کا کام جاری رہتا اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے نہ صرف بہشتی مقبرہ کے جنوب کی طرف پانچ فٹ چوڑی اور آٹھ فٹ بلند مشرق کی طرف دوفٹ چوڑی اور آٹھ فٹ اونچی اسی طرح مغرب کی طرف دیوار تعمیر کر لی گئی اور جنوب مشرقی کونہ پر اور جنوب مغربی کونہ پر ایک ایک دومنزل کے حفاظتی عملہ کے قیام کے لئے کمرہ جات بھی تعمیر کئے گئے اور بہشتی مقبرہ میں داخل ہونے والے پرانے گیٹ جو مشرق کی طرف تھا، بھی ایک حفاظتی کمرہ اور چھوٹی چار دیواری جو خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی قبور کے گرد پہلے سے موجود تھی اس کے شمال مشرقی کونہ پر بھی ایک دومنزلہ حفاظتی کمرہ تعمیر کیا گیا۔

.2 جو ایریا ہمارے قبضہ میں تھا اس میں تمام گھروں میں سامان جوں کا توں پڑا ہوا تھا اس سامان کو مستقبل کے لئے محفوظ کرنا ایک اہم کام تھا دیوار کی تعمیر کے دوران ہی کچھ عملہ اس کام پر لگا دیا گیا تھا اس میں آگے دو شقیں تھیں۔ (i) کھانے پینے کی اشیاء جیسے گندم، آٹا، چاول، مصالحہ جات، اچار، گھی، تیل وغیرہ کا اسٹاک (ii) چار پائیاں، فرنیچر، کپڑے، لحاف، بستر، صندوق، کھانے پینے کے برتن وغیرہ، نیز سلائی مشینیں، چکیاں، ہاون دستہ، سل اور وٹہ، جملہ قسم کا سامان، مزید برآں ادویات اور فرسٹ ایڈ میں کام آنے والا سامان۔ جو عملہ اس کام پر مقرر تھا اس نے بھی اعلیٰ کارکردگی دکھائی اور ایک ماہ کے اندر اندر کھانے پینے کی اشیاء مکرم مرزا گل محمد صاحب کے مکان میں اور ادویات وغیرہ مرزا رشید احمد صاحب کے مکان میں اور دیگر گھریلو سامان مدرسہ احمدیہ کی بورڈنگ کے کمروں میں نہایت سلیقہ سے اسم وار فہرستیں بنا کر جمع کر دیا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک ہزار بوری گندم جمع ہوگئی تھی۔ اور جلسہ سالانہ کے لئے خرید کردہ گندم جو مسجد اقصیٰ کے سٹوروں میں تھی وہ پانچ ہزار بوری الگ سے موجود تھی۔ پروگرام یہی بنا کہ جلسہ سالانہ والا اسٹاک دوائی ڈال کر محفوظ ہے۔ لہٰذا پہلے اس کھلے سٹاک کو کام میں لایا جائے۔

.3 تیسرا اہم کام یہ تھا کہ بارشوں کی کثرت اور دیکھ بھال کی کمی کے باعث بعض مکانات از خود گر گئے تھے اور بعض جن کی ہم حفاظت نہیں کر سکتے تھے خود گرا دیئے گئے تھے ان کے ملبہ کی ہمواری اور اس میں سے کار آمد بلڈنگ میٹریل کو محفوظ کر لینا تا مستقبل میں جب ضرورت پڑے تو اس کو کام میں لایا جاسکے اس کام پر جو عملہ مقرر کیا گیا تھا انہوں نے یہ مشکل اور کٹھن کام دو ماہ کے اندر کر دکھایا۔ ایک طرف درویشان مذکورہ کاموں میں مصروف تھے اور مخالفین اپنے طور پر ان کوششوں میں لگے ہوئے تھے کہ کسی نہ کسی طرح یہ چند لوگ بھی یہاں سے بھاگ نکلیں۔

درویشان کا محاصرہ اور بائیکاٹ

16نومبر 1947ء کو جب ہجرت کر جانے والوں کا آخری کنوائے رخصت ہو رہا تھا اور یہ لوگ قہر آلود نظروں سے ہم کو دیکھ رہے تھے۔ اور ہم بھی جانتے تھے کہ اب جب کے انہیں معلوم ہے کہ ہم اس قدر قلیل ہیں تو ضرور یہ اپنے دل کے بخار نکالنے کی کوشش کریں گے اس پر مستزاد یہ کہ قادیان میں جو لوگ آ کر آباد ہوئے تھے ان میں اکثر پاکستانی مسلمانوں سے زخم خوردہ تھے۔ جو حالات بعد میں معلوم ہوئے ان سے معلوم ہوا کہ مخالفین نے مضافات سے بھی لوٹ مار اور قتل و غارت کا شوق رکھنے والوں کو اس موقعہ پر دعوت دے رکھی تھی کہ وہ آئیں اور اس آپریشن میں ان کا ساتھ دیں۔ رات جب ان کی میٹنگ ہوئی تو مختلف آراء کے بعد کسی جاندیدہ نے بات کہی کہ سمجھ سے کام لو۔ اور تشدد کا رستہ اختیار نہ کرو۔ یہ چند لوگ جو ٹھہر گئے ہیں۔ آخر یہ بھی تو کچھ کر گزرنے کا عزم لے کر ہی ٹھہرے ہیں۔ جو شخص اپنی جگہ پر ہوتا ہے وہ محفوظ ہوتا ہے اور جو کھل کر حملہ کرتا ہے ہمیشہ اس کو زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے ایسا نہ ہو کہ تم ان چند کو مارنے نکلو اور خود اپنے دو چار ہزار افراد مروا کر تمہیں پتہ چلے کہ یہ غلطی ہوگئی ہے اور چونکہ یہ لوگ گورنمنٹ کی اجازت سے ٹھہرے ہیں سرکار کا عتاب بھی آپ پر ہی گرے۔ اس بات پر پھر سوچ میں پڑ گئے اور بالآخر یہ طے ہوا کہ ایک تو ان لوگوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے جب ان کو ضرویات زندگی نہ ملیں گی تو خود بخود بھاگ جائیں گے۔ دوسرے ان کے خلاف مسلسل سرکار کے پاس شکایات کی جائیں کہ ان لوگوں کے پاس بہت سا اسلحہ ہے۔ سرکار ان کی تلاشی لیکر ان سے اسلحہ برآمد کرے یہ سکیم پاس ہونے پر پورے شہر کی طرف سے بائیکاٹ کر دیا گیا پورے شہریوں نے سختی سے پابندی کی نہ تو کوئی چیز ہمارے پاس بیچتا تھا نہ چکیاں آٹا پیس کر دیتی تھیں اور نہ خاکروب گھروں کی صفائی کے

لئے آتے تھے بڑی آزمائش آن پڑی تھی جو آٹاپساہوا موجود تھاوہ چند روز میں ختم ہوگیا۔ اور ایک بار پھر وہ آزمودہ نسخہ یعنی گندم ابال کر کھانے کا کام آیا بس تھوڑا سا فرق تھا یہ کہ نمک مرچ میسر تھا اور پینے کا پانی حسب ضرورت مل جاتا تھا۔ ہاتھ کی چکیاں دو مسجد اقصیٰ میں اور ایک لنگر خانہ میں اور چند ایک پرائیویٹ مکانوں سے سٹور کردہ موجود تھیں جن سے ایک محدود مقدار میں آٹا بنایا جاتا تھا وہ بزرگوں کے میس میں اور بیماروں کو پرہیزی خوراک کے طور پر کام آتا تھا باقی تمام نوجوان درویش ابلی گندم پر گزارہ کرتے تھے۔

لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ

اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام درویشان کا کھانا لنگر خانہ میں ہی تیار ہوتا تھا لیکن طبایع کی مناسبت سے پانچ پانچ دس دس درویشوں کے گروپ بن کر مل کر کھانا کھاتے تھے۔ چونکہ 24 گھنٹہ پہرہ رہتا تھا اور جو درویش پہرہ پر ہوتے تھے وہ کھانے کے اوقات میں ڈیوٹی چھوڑ کر نہیں آسکتے تھے گروپ کی صورت میں جن کی اس وقت ڈیوٹی نہیں ہوتی تھی وہ سب کا کھانا لے آتے اور وقت پر مل کر کھاتے جو ڈیوٹی پر ہوتا اس کا کھانا محفوظ رکھتے۔ یہ ایک سہولت کا ذریعہ تھا اسی طرح ایک میس حضرت امیر صاحب امیر صاحب مقامی کے مکان میں تھا جس میں امیر صاحب کے ساتھ دیگر ممبران صدر انجمن احمدیہ مختار عام منشی محمد صادق صاحب اور بعض علماء سلسلہ مل کر کھانا کھاتے تھے اس میس میں بھی کھانا تو لنگر کھانہ سے ہی آتا تھا۔ مگر بعض اوقات سالن یا کوئی میٹھی چیز جیسے کھیر یا حلوا یا گڑ کے میٹھے چاول محدود مقدار میں پکوا لئے جاتے تھے دوسرا سپیشل میس الدار میں تھا یہ حضرت اُم ناصر حرم سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے مکان میں تھا اس میں حضرت صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب۔ مکرم ڈاکٹر میجر محمود احمد (شہید) حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء مکرم فضل الٰہی خان صاحب اور مولوی شیر ولی خان صاحب (کیپٹن شیر ولی) شامل تھے۔ اس میس کا بھی کھانا لنگر خانہ سے آتا البتہ کوئی نہ کوئی سپیشل آئیٹم بن جاتا تھا۔

ہجرت کے عمل کے دوران تین بھینسیں حضرت مرزا عزیز احمد صاحب اور حضرت مرزا رشید احمد صاحب کی الدار میں موجود تھیں چار بھینسیں حضرت المصلح الموعودؓ کی کوٹھی سے لائی گئی تھیں۔ ایک بھینس مکرم ومحترم مرزا گل محمد صاحب کی موجود تھی۔ اس طرح دو بھینسیں اور بھی تھیں جن کے بارہ میں معین طور سے معلوم نہیں ہوسکا کہ کس کی تھیں۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ ان دو میں سے ایک مرزا محمد حیات صاحب کاتب پینٹر نگران حلقہ مبارک اور ایک ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب کے قبضہ میں تھی اور ذکر کی جاچکی باقی سات بھینسیں احاطہ حضرت مرزا رشید احمد صاحب میں تھیں۔ ان بھینسوں کا دودھ میس نمبر 1 زیر نگرانی امیر صاحب مقامی اور میس نمبر 2 الدار زیر نگرانی مرزا خلیل احمد صاحب میں سرف ہوتا تھا۔

اس امر سے اب تک دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے کہ الحمد للہ اس سختی کے دور میں درویشان نے جو بھی صورت حال اور مشکل درپیش ہوئی خود برداشت کی اور اس کا المناک اثر اپنے بزرگوں تک نہیں پہنچنے دیا۔ ہم سب بشاشت قلبی سے ان تکالیف کو برداشت کرتے تھے اور یہ یاد کر کے دل میں ایک گونہ اطمینان ہوتا تھا کہ ہمارے اباء کو اسلام کے صدر اول میں مخالفین کے بائیکاٹ کے باعث شعب ابی طالب میں جو تکالیف اٹھانا پڑی تھیں ہماری یہ تکالیف تو ان کے مقابل پر کچھ بھی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ہماری ان حقیر مساعی کو قبول فرمالے۔ اس بائیکاٹ نے زیادہ طول نہیں کھینچا ایک ماہ چند یوم کے بعد بادل چھٹنا شروع ہو گئے۔

چنے لوہے کے بھی چبا جائیں گے

ان ایام کو گزارتے ہوئے ایک روز میں خود جس گروپ میں تھا (مل کر کھانے والوں کا گروپ) یہ پروگرام بنا کر روز دونوں ٹائم اُبلی ہوئی گندم کھانے میں کچھ تنوع پیدا کرنا چاہئے لھذا کیوں نہ آج چنے اُبال کر کھائے جائیں۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ مکانات سے سامان جمع کرتے وقت گندم بھی ملی تھی اسی طرح چنے بھی بعض مکانات سے ملے تھے۔ ہم نے ایک روز چنے لے کر ان کو پانی میں ڈال کر پکانا شروع کیا تھوڑی دیر بعد اس میں چند چنے نکال کر دیکھتے تو پتہ چلتا کہ ابھی کچے ہیں پھر اور پانی ڈال کر پکاتے پھر دیکھتے تو کچے اور سخت ہوتے اس طرح کرتے کرتے شام ہوگئی مغرب کی نماز کو جاتے ہوئے عبد الرحیم دیانت سے بات کی کہ ہم نے چنے اُبالے ہیں وہ گھنٹوں پکانے کے باوجود کچے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ چنے اس طرح نہیں پکائے جاتے بلکہ ان کو ایک روز قبل سوڈے میں بھگو کر رکھا جاتا ہے پھر وہ سوڈے والا پانی نکال کر نیا پانی ڈال کر پکانے سے ٹھیک طور پر پکتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر واپس آئے اور جو چنے ہم نے اُبالے تھے وہ پانی سے نکال کر اس پر نمک چھڑک کر ہم نے کھانے شروع کر دئے چند سال قبل جنگ عالم گیر ثانی کے دوران بھرتی کے لئے تحریک کرنے سرکاری پارٹیاں آیا کرتی تھیں وہ دیہات میں ڈرامے بھی کرتے تھے اور ایک

قوالی بھی کیا کرتے تھے اس میں ایک ترجیع بند ہوتا تھا چنے لوہے کے بھی چبائے جائیں گے ہم کہ سرکاری راشن پچائے ہوئے ہیں اس روز ہم سب (یہ کھانے میں اشتراک کے گروپ۔ہانڈی وال کہلاتے تھے) اور یہ گاتے جاتے تھے۔

چنے لوہے کے بھی چبا جائیں گے　　　کہ سرکاری راشن پچائے ہوئے ہیں

شرنا تھیوں کی حکومت سے شکایات

اے شمع تیری عمر مقدر ہے ایک رات　　　ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

کے مصداق ہم نے یہ دکھوں کی گھڑیاں بھی ہنس کر گزار دیں۔ادھر ایک طرف تو بائیکاٹ کے بادل چھٹے دوسری طرف شہر والوں کی مسلسل رپوٹوں پر سرکار بیدار ہوئی اور ایک وفد ایک مرکزی وزیر گیانی کرتار سنگھ صاحب کی قیادت میں قادیان آیا اس وفد نے شہر والوں سے بھی ملاقاتیں کیں اور ہمارے ایریا میں آ کر سلسلہ کے افسران سے بھی ملا اور ایریا کا دورہ کیا اور بعض مخصوص مقامات بھی جیسے مسجد اقصیٰ کے نیچے والے سٹور بھی دیکھے اور پھر شہر داروں کا ایک اجلاس بلا کر ان کو کہا کہ آپ لوگ شور کرتے ہیں کہ یہ جو چند لوگ اپنے مقدس مقامات کی آبادی کے لئے بیٹھے ہیں ان سے خطرہ ہے۔ان کے پاس اسلحہ ہے وغیرہ گورنمنٹ آپ کی شکایات کو بے وزن سمجھتی ہے بھلا ان چند افراد بھارت جیسے عظیم ملک اور اسکی رعایا کو کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔رہا اسلحہ کا سوال تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں کے پاس ایک ایک توپ بھی ہو تو پھر بھی ایسی عظیم سرکار کو جسکی فوجوں کی تعداد ہی تیس لاکھ ہے کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ہرگز کوئی خطرہ کی بات نہیں امن اور چین سے رہو۔نیز ہمارے حالات سن کر ایک چکی بھی جو مسجد اقصیٰ سے ملحق شمال مغربی دوکانوں میں تھی جماعت کو الاٹ کرنے کی ہدایت کی تا پھر آٹا کے حصول میں مشکلات نہ پیدا ہوں۔

ہم چکی چلا کر گندم پیس رہے تھے

عام محاورہ ہے دشمن بات کرے انہونی کے مصداق مخالف گورنمنٹ کی اس تنبیہ پر بھی کب خاموش رہنے والا تھا ہوا یوں کہ ایک شخص مظفر احمد ولد عبدالمجید صاحب ساکن ہرسیاں ضلع گورداسپور بھی درویشان میں شامل تھا اور آٹا چکی کا کام جانتا تھا جو چکی جماعت کو ملی اس کی چابی اس کے سپرد کی گئی۔یہ چکی کی دیکھ بھال کرتا تھا اور لنگر خانہ کے لئے آٹا پیسنے کا کام اس کے سپرد تھا ایک روز وہ ایریا سے غائب پایا گیا۔باہر بازار میں یہ افواہ سنی کہ یہ شخص فلاں آدمی کے پاس چکی فروخت کر کے رقم لے کر فرار ہو گیا ہے۔بڑی فکر دامن گیر ہوئی اس مسئلہ کے لئے ایک رات کا ہی وقفہ میسر تھا کیونکہ اگلی صبح وہ شخص جس کے بارہ کہا جاتا تھا کہ اس نے چکی خرید لی ہے۔اگر آ کر چکی کھول کر قابض ہو جاتا تو اس کا قبضہ ختم کرنا مشکل ہوتا اور جماعت ایک بار پھر آٹے کے قحط سے دوچار ہوتی اس کا قانونی حل یہی تھا کہ اگلے روز ہم خود پہل کرتے اور جا کر چکی کھول کر اپنا کاروبار شروع کر لیتے مگر مشکل تھی کہ چابیاں مظفر احمد کے پاس تھیں اور وہ غائب تھا۔چکی کو تین تالے لگے ہوئے تھے۔رات کو کڑا کرفیو رہتا تھا۔لیکن یہ بھی کام کرنا ہی تھا۔تین مستری جو تالہ کی چابی بنانے میں مہارت رکھتے تھے صوفی محمد علی صاحب،مستری عبدالغفور صاحب اور مستری محمد حسین صاحب نے ذمہ لیا کہ وہ ایک تالے کی چابی بنائیں گے اور ہم تین افراد نے یہ فرض سنبھالا کہ ہم چابی لگا کر وہ تالا کھول کر لے آئیں گے اور اسکی جگہ نیا تالا بھی لگا آئیں گے۔دو درویش ایک دفاتر کی چھت پر اور ایک مسجد اقصیٰ سے ملحقہ شمال مغرب دوکانوں کی چھت پر اور ایک مسجد اقصیٰ کے پیچھے والے خادم مسجد کے کواٹر کے اندر بھی ڈیوٹی پر تھے۔پروگرام یوں تھا کہ جب فوج کی ٹکڑی گشت پر چوک شوالہ سے چل پڑے تو چھت پر ڈیوٹی پر موجود افراد ہمیں اطلاع کر دیں۔تب ہم بڑے دفاتر کے ناظم قضاء والے کمرہ سے نکل کر گلی میں چلتے ہوئے چکی کے دروازے پر پہنچ کر چابی لگا کر تالا کھولنے کی کوشش کریں۔اور اگر کھل جائے تو اس کی جگہ نیا تالا لگا کر چلے آئیں واپسی کا راستہ خادم مسجد اقصیٰ کے کواٹر میں سے تھا۔چنانچہ پہلے چکر میں ہمیں سادہ چابیاں سیاہی لگا کر دی گئیں کہ یہ تالا میں داخل کر کے گھما کر کوشش کر کے واپس لے آئیں اس طرح سیاہی پر لیورز کے نشانوں کے مطابق چابیاں رگڑ کر دی گئیں تھیں پھر کوشش کی گئی مگر تالے نہیں کھلے۔تیسری مرتبہ جو کسر رگڑائی میں رہ گئی تھی وہ پوری کرنے کی کوشش کی گئی اس مرتبہ دو تالے تو کھل گئے مگر ایک پھر بھی نہ کھل سکا اس کی چابی پر پھر تینوں مستریوں نے مشورہ کر کے بڑی توجہ سے رگڑائی کی تو اس مرتبہ وہ تالا بھی کھل گیا اور ہم تینوں تالے تبدیل کر کے آ گئے۔رات دس بجے کے بعد یہ عمل جاری ہوا اور فجر کی اذان سے ایک گھنٹہ قبل کامیابی نصیب ہوئی۔اگلے روز وہ شخص جس کے بارہ میں بیان کیا جاتا تھا کہ اس نے چکی خرید لی ہے۔وہ آیا تو ہم چکی چلا کر اپنی گندم پیس رہے تھے۔اس شخص نے بڑا شور بھی کیا اور پولیس میں بھی گیا لیکن چونکہ ہم حق پر تھے اس کی کوئی چال بھی کامیاب نہ ہوئی۔یہاں یہ بات بھی کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مظفر احمد اس کے بعد کبھی نظر نہیں آیا اگر یہ

بھگوڑا ہوا ہوتا تو کبھی نہ کبھی کسی درویش کو نظر آتا اس شبہ کو بھی تقویت دیتا ہے کہ ممکن ہے اس کو اغوا کر کے مار دیا گیا ہو اور چابیاں اس سے چھین لی گئی ہوں۔ چونکہ یہ چکی اپنے زیر قبضہ ایریا سے الگ خالص غیر ایریا میں پڑتی تھی بعد میں جماعتی ضرورت کے پیش نظر پرانے زنانہ جلسہ گاہ (جس میں آزادی کے بعد 1948ء سے لیکر 1988ء تک سالانہ جلسہ بھی ہوتا آیا ہے) تبدیل کر لی گئی تھی اور یہ چکی جب پرانی اور بیکار ہوگئی تو اسی احاطہ کے مشرق میں مکرم مستری محمد حسین صاحب نے ایک نئی ورٹیکل چکی لگائی جو اب تک موجود ہے۔

یہ احمدیہ ایریا ہے

ان مخالفین نے یہ بھی شور مچا رکھا تھا اور سرکار کو بار بار لکھتے تھے کہ یہ آدمی تھوڑے ہیں اور ان کے قبضہ میں مکانات زیادہ ہیں یہ بھی ایک ابتلاء تھا یہ لوگ بار بار پولیس کو لیکر آتے تھے کہ فلاں فلاں مکان خالی ہے یہ ہمیں دلایا جائے۔ جب بھی کسی مکان پر دستک ہوتی۔ اندر سے تین چار درویش نکل آتے کہ ہم اس میں آباد ہیں۔ آخر سرکار نے پھر ایک ذمہ دار کمیشن مقرر کیا اور اس نے جائزہ لیکر الحکم سڑیٹ پر دس کے قریب مکان ہمیں خالی کرنے کے لئے کہا۔ جو جماعت کے افسران نے منظور کر لیا اور باقی ایریا کے گرد ریڈ لائن کھینچ دی گئی کہ یہ احمدیہ ایریا ہے اب اس میں تبدیلی نہیں ہوگی نہ بیرونی مداخلت ہوگی اور جب جائیدادوں کی پکی سیٹلمنٹ ہوئی تو اس ایریا میں صدر انجمن احمدیہ کی مملوکہ جائیداد کو چھوڑ کر باقی سب مکانات اور پلاٹس کی قیمت طے کر کے صدر انجمن احمدیہ سے وصول کر لی گئی اور اب یہ سب ایریا جس میں درویشان آباد ہیں صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت ہے۔

پاکدامنی کے مجسمے

اس زمانہ میں کئی آزمائشیں آئیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے درویش اس میں سرخرو ہو کر نکلے۔ 1948ء کے شروع میں ایک طائفہ کو کسی نے تحریک کی کہ قادیان میں تین سو تین سو افراد بالکل تجرد کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس نے سوچا کہ یہ تو بڑا نادر موقعہ ہے۔ وہ امرتسر سے آ کر محلہ احمدیہ میں ایک شخص رام سنگھ کے مکان کو کرایہ پر لے کر رہ پڑی (واضح رہے کہ احمدیہ ایریا میں پانچ گھر دفتر تحریک جدید والی گلی میں موجود تھے اور ایک گھر محلہ آرائیاں کو جانے والی گلی میں منشی عبد الحق صاحب بدوملی کے مکان کے عین سامنے تھا یہی مکان رام سنگھ کا تھا) اس کو یہاں رہتے ہوئے دو تین ماہ گزر گئے۔ ایک روز وہ تانگہ منگوا کر اپنا سامان اس میں رکھوا رہی تھی محلہ میں کام کرنے والی ایک خاکروبہ نے اس سے پوچھا کہ بی بی ابھی تھوڑا عرصہ ہوا آپ آئی تھیں اب اتنی جلدی واپس بھی جا رہی ہو۔ تو اس نے اس کو جواب دیا کہ یہ سب نامرد ہیں ان میں کوئی مرد کا بچہ نہیں۔ اس کے الفاظ درویشان کی پاک دامنی کے اظہار میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

درویشوں کی شادیاں

تجرد کی زندگی بسر کرتے ہوئے تین سال گزر گئے اور اب یہ ماحول اس قدر خشک اور ویرانی کا ماحول تھا کہ ہم بچہ رونے کی آواز تک سننے کو ترس گئے تھے۔ مگر اس کا اظہار صرف اور صرف اپنے پیارے رب ہی سے کرتے تھے۔ اور کسی سے نہیں وہی ہماری دلی کیفیات کو جانتا تھا۔ اور اسی نے خلیفہ برحق حضرت المصلح الموعودؓ کو ہمارے حالات کی اطلاع دی اور حضور انور کی طرف سے ارشاد وصول ہوا کہ ہندوستان سے افراد کو تحریک کر کے مرکز بلوایا جائے جو اہل و عیال سمیت قادیان میں آ کر آباد ہوں اور جن درویشان کے اہل و عیال پاکستان آ چکے ہیں انہیں جماعت واپس قادیان بھجوانے کا انتظام کرے اور جو درویش پہلے سے شادی شدہ نہیں ہیں وہ ہندوستان میں شادی کر لیں۔ اس طرح قادیان میں متاہل زندگی کے دور کا آغاز ہوا۔ چنانچہ 1950ء کے نصف آخر میں ہندوستان سے امروہہ اور شاہجہانپور اور ضلع بریلی سے 25 کے قریب خاندان ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور ان کے آنے سے گہما گہمی قادیان محلہ احمدیہ کے گلی کوچوں میں نظر آنے لگی۔ ان خاندانوں کے ہمراہ چند نوجوان لڑکیاں بھی تھیں جماعت کے شعبہ رشتہ ناطہ کی توجہ سے ان میں سب سے پہلا رشتہ عبد القادر صاحب دہلوی کا طے ہوا اور یہ شادی نہایت سادگی سے ہوگئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اس وقت شادی کرنے والے درویش کو 130 روپے شادی کے لئے امداد ملتی تھی اور درویش بھائی اپنے گزاروں میں سے جو حلقہ مسجد مبارک اور حلقہ مسجد اقصیٰ کے درویشان کو لنگر خانہ سے کھانے کے علاوہ پانچ روپے ماہوار ملتا تھا اس میں سے کتنی گنجائش نکلتی ہوگی بس ایک روپیہ یا دو دو روپے۔ سو ایک ایک دو دو روپے کی سلامیاں بھی مل کر ڈیڑھ سو روپے ہو جاتے تھے اور یوں سمجھ لیا جائے کہ ایک شادی ان دنوں ساڑھے تین چار سو روپے میں ہو جاتی تھی۔ آجکل آدمی سوچنے لگتا ہے کہ تین چار سو روپے میں کیسے شادی ہو سکتی ہے۔ اس وقت جب سرحد کے دونوں طرف پنجاب کی آدھی آبادی مہاجر اور آدھی مقامی تھی مہاجر تو اپنا سب کچھ گنوا کر کنگال ہو کر آئے تھے اور جو مقامی تھے وہ عرصہ دو سال بدامنی کا شکار رہ کر اقتصادی لحاظ سے توازن کھو

بیٹھے ہوئے تھے۔ رہا بدمعاش طبقہ ان لوگوں نے لوٹ مار سے جو کچھ حاصل کیا تھا اس پر یہ ضرب المثل صادق آتی ہے۔''مال حرام بود جائے حرام است''۔نتیجہ یہ تھا کہ دونوں طرف سخت بدحالی کا دور دورہ تھا۔احمدیہ محلہ کے اڑدس پڑوس میں غیر مسلم گھروں میں بھی شادیاں ہوتی تھیں اور ان کے ہاں گانوں کی ریکارڈنگ بھی ہوا کرتی تھی یہ گانا ان ایام میں کثرت سے گایا جاتا تھا۔

کل سنتی نے سوٹ سوایا تے روپئے لگے کل پندراں　　　چنناں سوٹ سوا دیں گانے جھٹ لنگناں

گویا کہ ان دنوں پندرہ روپئے میں ایک اچھا سوٹ بن جاتا تھا اسطرح درویش کو جو شادی فنڈ 130روپئے ملتا اس میں سے دلہن کے لئے دو تین سوٹ بنوا لیتا اور ایک دو اپنے لئے باقی رقم سے ولیمہ کی دعوت اس طرح پر ہوجاتی کہ ہر درویش اپنا کھانا لنگر سے لے کر آجاتا اور جس درویش کی طرف سے دعوت ولیمہ ہوتی وہ بھی توروٹی لنگر خانہ سے ہی لاتا تھا سب مل کر کھا لیتے ہاں اتنا ضرور کرلیا جاتا کہ کوئی میٹھی چیز جیسے زردہ حلوہ یا گڑ کے میٹھے چاول کھانے کے بعد منہ میٹھا کرنے کے لئے بنوائے جاتے اس ٹائپ کی چار شادیاں یوپی سے آئے خاندانوں میں ہوگئیں۔ ان کی فہرست ترتیب یوں ہے۔(1)مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی خادم حلقہ ناصر آباد کی پیر بشیر احمد صاحب کی ہمشیرہ نور جہاں صاحبہ سے (2) مستری محمد حسین صاحب خادم حلقہ مسجد مبارک کی منشی عبدالرحیم صاحب فانی جو کہ امروہہ سے ہجرت کر کے آئے تھے کی دختر ہاجرہ بیگم صاحبہ سے (3) مکرم محمد صادق صاحب ناقد دیہاتی مبلغ کی مکرم حافظ سخاوت علی صاحب جو شاہجہانپور سے ہجرت کر کے آئے تھے کی بڑی دختر عابدہ سلطانہ سے اور چوتھی(4) مکرم حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری کی چھوٹی دختر محمودہ بیگم صاحبہ سے مکرم میر رفیع احمد صاحب گجراتی خادم حلقہ مسجد اقصیٰ کی۔اسی عرصہ میں پاکستان سے آنے والی فیمیلیز میں بھی کامیابی ہوئی اور مکرم فضل الٰہی خان صاحب کی اہلیہ صاحبہ مع دو بچوں ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو ساتھ لئے قادیان پہنچ گئی تھیں۔

ہمارے پاس بہت کچھ ہے

16 نومبر 1947ء کو آخری کنوائے کی روانگی کے بعد صرف درویشان ہی قادیان میں تھے۔قادیان ایک محصور بستی کی طرح ہوگیا تھا ریل ڈاک تار سب مواصلاتی ادارے ٹھپ تھے چند مرتبہ لاہور سے جماعت احمدیہ کا طیارہ ڈاک لے کر آتا رہا وہ اوپر فضاء سے ہی اندازہ کر کے ڈاک کا تھیلا پھینک دیتا تھا۔ایک دو مرتبہ تو تھیلا نشانہ پر ٹھیک گرا اور اس میں سے آئی ڈاک سے درویشان کو اپنے عزیز و اقارب کی خیریت معلوم ہوئی۔ پھر ایک مرتبہ احمدیہ ایریا کے قریب والے گوردوارہ کے سامنے جا گرا جس سے غیر مسلم بھائیوں نے ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی قبضہ کرلیا اور تھیلا پولیس چوکی میں پہنچا دیا جنہوں نے آگے سنسر ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کر دیا بات تو کچھ نہ نکلی لوگوں کے باہمی خیر و عافیت خطوط ہی تو تھے پھر پولیس نے نگرانی شروع کر دی اور جونہی جہاز آتا پولیس جیپ میں فوراً موقعہ پر آ کر ڈاک پر قبضہ کر لیتی اور بالآخر پولیس نے ہوائی جہاز پر فائرنگ کرنا شروع کر دی اور اس طرح رابطہ کا یہ ذریعہ بھی ختم ہوگیا۔ اب تاوقتیکہ رابطے بحال ہوتے ہمیں جو کچھ ہمارے پاس تھا اسی میں گزارہ کرنا تھا۔ جائزہ لیا تو ہمارے پاس جلسہ سالانہ کے لئے خرید کردہ پانچ ہزار بوری گندم اور گھروں سے جمع کی گئی گندم ایک ہزار بوری گندم کل چھ ہزار بوری گندم 50 ٹین گھی، کچھ نمک مرچ اور مصالحہ جات اور ایک سو بوری دالیں بھی موجود تھیں البتہ کھنڈ صرف دس بوری اور کچھ گھی دیسی اور تیل بھی موجود تھا نقد ایک لاکھ اکیس ہزار روپئے بھی موجود تھے (1,21,000.0) یہ کل اثاثہ تھا جس پر ہم درویشوں نے درویشی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ یہ معلوم کر کے طبیعتوں میں کوئی فکر اور غم کی صورت پیدا نہیں ہوئی بلکہ ہمارا تاثر یہ تھا کہ ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ (درویشان قادیان نمبر۔ ہفت روزہ بدر قادیان 29.22.15 دسمبر 2011ء ص 33.36)

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

''ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے۔ یہ ہے کہ حضرت سیّد و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔ اب وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔'' (حضرت مسیح موعودؑ)

قیام صدر انجمن احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے مطابق دور درویشی کی اولین صدر انجمن احمدیہ قائم ہوئی۔حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ جٹ امیر مقامی اور محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بیرسٹر نائب امیر و ناظر اعلیٰ تھے۔ صاحبزادہ صاحب کی پاکستان کو اوائل مارچ 1948 میں مراجعت کے بعد تا وفات 21 جنوری 1977 مولانا عبد الرحمن صاحبؓ ہی دونوں عہدوں پر فائز رہے اس کے بعد سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم (وفات 29 اپریل 2007) تک امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ رہے۔

محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اور مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ حکومت کے ساتھ خط وکتابت کرتے تھے اور یہ دونوں اور حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب مقامی اور مضافات کے غیر مسلموں سے تعلقات بہتر بنانے کے لئے کوشاں رہے۔حکومت کی طرف سے ایک ٹکڑی فوج کی اور ایک مجسٹریٹ سردار امولک سنگھ جی قیام امن کے لئے متعین رہے۔محترم صاحبزادہ صاحب کی خاندانی وجاہت اور پروقار شخصیت سے مجسٹریٹ صاحب بہت متاثر تھے۔ قادیان کی آڑھتی ایسوسی ایشن کا سٹور گندم ضائع ہوگیا اور سرکاری طور پر صدر انجمن احمدیہ کے پرمٹ پر خرید کردہ ذخیرہ قبضہ میں لینے کے لئے انہی مجسٹریٹ صاحب کے پاس دعویٰ کیا گیا۔محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز نے ریکارڈ پیش کیا۔ دباؤ ڈالے جانے کے باوجود سردار صاحب نے منصفانہ فیصلہ دلیری سے صدر انجمن احمدیہ کے حق میں دیا۔

محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ناظر دعوۃ وتبلیغ نے حسب ہدایت قصر خلافت میں بطور لائبریری کتب جمع کرنے کا اہتمام کیا۔صاحبزادہ صاحب موصوف کے مرتبہ پروگرام کے مطابق 26 تا 28 دسمبر 1947 مسجد اقصیٰ کے قدیم حصہ کے برآمدہ میں جلسہ منعقد ہوا۔ بچوں سے تیار کردہ سٹیج پر حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب صدر اجلاس مع محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب تشریف فرما ہوئے تھے۔ سٹیج کے پردہ کے پیچھے تین احمدی اور چار غیر احمدی خواتین اور ایک ننھی بچی شامل تھیں۔ حاضرین دو سو ترپن درویش۔ دیگر پہرہ وغیرہ پر متعین تھے۔ اور باسٹھ ہندو اور سکھ تھے جو جلسہ کا علم ہونے پر آ گئے تھے۔ انچارج چوکی پولیس قادیان ایک کانسٹیبل سمیت نیز سکیورٹی آفیسرز بھی موجود تھے۔ ایک اونچے مکان پر ملٹری کی ایک پکٹ بھی تھی۔ ذیل کے عنوانات پر تقاریر ہوئیں۔عہد حاضر کے بارے میں اسلام اور احمدیت کی تعلیم، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری کی تعلیم، آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کا مصائب پر صبر اور توکل علی اللہ اور برکات دعا۔'' (تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 445-438)

''اجلاس اول میں حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ نے نہایت رقت بھری آواز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی۔ پھر اپنی تقریر میں بتایا کہ وہ وقت بھی تھا کہ جب میں پہلی بار قادیان آیا۔ اس وقت ہفتہ میں دو بار ڈاک آتی تھی۔ اب قادیان اس کے مقدس شعائر اس کی مساجد اور اس کا لنگر خانہ موجود ہیں۔ لیکن افسوس۔ ہمارا امام یہاں موجود نہیں۔ آنکھیں اپنے امام کو دیکھنے کے لئے ترستی ہیں۔ تاہم ایک گونہ خوشی ضرور ہے۔ کہ حضور نے اپنے پیغام سے ہمیں نوازا ہے۔ پھر آپ نے حضرت اقدسؓ کا پیغام برادران جماعت احمدیہ مقیم قادیان کے نام سنایا۔ اس میں افسوس سے یہ ذکر تھا کہ میں قادیان کے جلسہ سالانہ میں شرکت سے محروم ہوں نیز فرمایا۔ ہم قادیان کے جلسہ کی یادگار میں بھی جلسہ کر رہے ہیں۔ لیکن اصل جلسہ وہی ہے جو قادیان میں ہو رہا ہے۔ اور پورے چالیس سال کے بعد پھر یہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہو رہا ہے...... اس لئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مشتاقوں کی تعداد کم ہوگئی ہے۔ بلکہ شمع احمدیت کے پروانے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے قادیان نہیں آ سکتے۔ یہ حالات عارضی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں پورا یقین ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام اور خدائے وحدہ لاشریک کا قائم کردہ مرکز ہے۔ وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا۔ پھر اس کی گلیوں میں دنیا بھر کے احمدی خدا کی حمد کے ترانے گاتے پھریں گے...... خدا کے حکم کے ماتحت اس حکومت کے فرماں بردار رہو جس حکومت میں تم بستے ہو...... دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس تعلیم پر عمل نہ کیا جائے۔۔ یہی وہ بات ہے جو پاکستان کے لیڈر ہندوستان کے مسلمانوں کو......اور ہندوستان کے لیڈر پاکستان کے ہندوؤں کو سمجھا رہے ہیں۔۔۔ میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔۔ جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے رد نہیں کرسکتی۔۔ سو تسلی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ کوئی مالک بھی اپنا گھوڑا ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا...... تم نرمی اور عفو سے کام لو۔ اور خدا کے بندوں کی بھلائی کی فکر میں لگے رہو۔ تو خدا تعالیٰ جس کے ہاتھ میں حاکموں

کے دل بھی ہیں وہ ان کے دل کو بدل دے گا۔۔ یا ایسے حاکم بھیج دے گا جو انصاف اور رحم کرنا جانتے ہوں۔۔تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان رہنے کا موقعہ ملا ہے۔ اگر نیکی اور تقوی اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے۔ اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب اور احترام سے لیں گی۔ اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی۔ اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو۔ لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کرو۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ (مکتوبات اصحاب احمد جلد اول ص44 -46)

’’ابتداء میں بازار جانیوالے افراد کو اکٹھے کسی ایک کی نگرانی میں بھیجا جاتا۔ وقت روانگی اور واپسی درج کیا جاتا مبادا کوئی گم ہوجائے۔ عید گاہ تک اور پھر بالکل قریبی دیہات تک مولوی برکات احمد صاحب بعض افراد کو لے جانے لگے۔ ان حالات میں ڈی۔ایس۔پی بٹالہ نے آ کر وارننگ دی کہ ہم اس سے باز رہیں۔ یہ طریق ہمارے لئے پرخطر ہے۔‘‘ ...... ’’ایک دفعہ ایک اغوا شدہ بچی کا علم ہونے پر ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور خاکسار (شیخ عبدالحمید عاجز) دھاریوال گئے۔ کوشش میں بڑی تاخیر ہونے کی وجہ سے رات وہیں ٹھہرنا پڑا۔ دوسرے دن مولوی (برکات احمد) صاحب کئی افراد کے ہمراہ ہمیں تلاش کرنے نکلے اور بٹالہ میں ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ ہمارا تار ڈاک خانہ میں موصول ہونے کے باوجود نہیں پہنچایا گیا۔ قریب کے دیہات میں آمد و رفت کا طریق مولوی (برکات احمد) صاحب نے جاری رکھا۔ اور یہ راستہ کھل گیا۔ محترم باباشیر ولی صاحب آنریری کیپٹن افسر خدام حفاظت کی نیکی اور دلیرانہ طبیعت نے تمام میں دلیرانہ روح پھونک دی تھی۔ بہشتی مقبرہ اور محلہ احمدیہ کے شب و روز کے حفاظتی انتظامات کے علاوہ آپ نے بہشتی مقبرہ کے تحفظ کے لئے ایک کچی بہت چوڑی اور اونچی دیوار بنائی۔ نالیوں وغیرہ میں پھینکے گئے قرآن مجید جمع کر کے بے حرمتی سے بچانے کے لئے نذر آتش کئے جاتے تھے۔ احمدیہ محلہ سے برتن اور سامان جمع کئے گئے جو دفاتر کے لئے اور گھروں کی آبادی کے کام آئے۔ بہشتی مقبرہ اور بیرون محلہ کی مساجد کی صفائی کی جاتی تھی۔‘‘

’’1949ء میں قادیان کے درویشوں کو موقع ملا کہ وہ قادیان میں محصوریت کی زندگی سے نکل کر بٹالہ گورداسپور جالندھر امرتسر وغیرہ شہروں میں جانے لگے۔ ان دنوں مسلمانوں کا وجود اس قدر اچنبھا اور نادر تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر جوق در جوق ان کے ارد گرد جمع ہوجاتے اور ان شہروں میں اکثر اوقات ایسا نظارہ سامنے آتا کہ آگے آگے چند درویش صفت احمدی جا رہے ہیں اور ان کے پیچھے اور ارد گرد ہندوؤں اور سکھوں کا جم غفیر جلوس کی شکل میں جا رہا ہے۔ ان ایام میں کئی دفعہ ایسا بھی موقع آیا کہ ارد گرد اکٹھے ہونے والے لوگوں میں سے بعض سبّ وشتم سے کام لیتے بعض متحیرانہ نگاہوں سے دیکھتے، بعض مسلمانوں کے نادر الوجود ہونیکی وجہ سے ان سے محبت اور ملائمت سے پیش آتے۔‘‘۔۔ ’’ خدا تعالیٰ کی ابتلاؤں سے متعلق اس قدیم سنت کے مطابق درویشوں پر آنے والے مصائب و آلام کے یہ ایام بھی اپنے دامن میں آسمانی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا موجب بن گئے چنانچہ ادھر سولہ نومبر کا آخری کنوائے ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوا ادھر ان کے قلوب و اذہان کی کثافتیں دُھلنی شروع ہوگئیں اور رفتہ رفتہ ان میں ایسی پاک تبدیلی کے آثار پیدا ہو گئے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس زمانہ کی قادیان ایک دفعہ پھر پلٹ آئی۔ وہی روحانی جذب و تاثیر اور ذوق و شوق وہی دعاؤں اور عبادتوں کا شغف، وہی قرآن مجید کے مطالعہ کا التزام اور وہی اخوتِ اسلامی کے روح پرور نظارے جن کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئیں تھیں دوبارہ دکھائی دینے لگے۔‘‘ (الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء ص 49)

اہل قادیان کو اس دور میں ایک بڑے مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ جماعتی نظام کے ماتحت 313 احباب جماعت قادیان کی حفاظت کے لئے ٹھہرے رہے۔ ان کو درویشان قادیان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کا نازک حالات سے گزرنا قادیان کی تاریخ کا ایک اہم باب ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان حالات کو مکرم عبد الحمید صاحب عاجز نے اپنی کتاب ’’ کچھ باتیں کچھ یادیں ص۔47-30‘‘ میں قلم بند کیا ہے۔
جو احباب کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں:

[i]’’ملک کے سیاسی حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے۔ یہاں تک کہ آزادیٔ ملک کے ساتھ تقسیم کی نوبت آئی۔ ہر دو ملکوں سے نقل مکانی کے ساتھ شدید فرقہ وارانہ فسادات اور کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ اور بارڈر کے ہر دو جانب ناقابل بیان ظلم وستم کے واقعات گذرے یہ وہ دور تھا جب مذہب کے نام پر انسانی خون کو روا رکھا گیا۔ مذہب اور انسانیت کی تمام قدریں فراموش ہوگئیں۔ ہزاروں لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے۔ درندہ صفت انسانوں نے جس سفاکی اور بے حیائی کے ساتھ انسانی خون سے ہولی کھیلی اس کی مثال تاریخ انسانی میں مشکل سے ملے گی۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی پیش گوئی داغ ہجرت کا وقت تھا مگر مقامات مقدسہ کی آبادی خدمت اور حفاظت کے لئے تین سو تیرہ افراد بحیثیت درویش قادیان میں مقیم رہے۔ ان پرُ آشوب اور دردانگیز حالات کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جن کو ان سے گذرنا پڑا۔ یہ قیامت خیز حادثہ اپنی پوری شدت کے ساتھ ملک کی تاریخ میں شاید پہلی مرتبہ ایک عذاب کی صورت میں رونما ہوا کہ لاکھوں لوگ سرحد کی ہر دو جانب بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اپنے گھروں جائیدادوں اور ساز وسامان کو چھوڑتے ہوئے غربت و افلاس کی حالت میں ان گنت آلام ومصائب کا شکار ہو کر سرکاری کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تا کہ ان کو سرحد پار تک زندہ پہنچایا جا سکے۔"

[ii] "ظلم وستم اور وحشت و درندگی کا یہ المیہ اپنے جلو میں ایسے دردناک حادثات لایا کہ ماں باپ بچوں سے بیوی خاوند سے اور بہن بھائی سے جدا ہو گئے۔ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ اس طرح بربریت کا شکار ہوئے کہ اس کے تصور سے انسانیت شرمندہ او رسرنگوں ہو جاتی ہے۔ رشیوں منیوں گوروؤں اور خدا رسیدہ بزرگوں کے اس ملک میں ان گنت بچے یتیم ہوئے۔ ہزاروں عورتوں کا سہاگ لوٹا گیا۔ اور ننگ انسانیت مظالم روا رکھے گئے اور یہ سب کچھ مذہب کے نام پر ہوا۔ مسجدوں مندروں اور گوردواروں میں امن و محبت کا وعظ کرنے اور سننے والے اپنی تعلیم اور روایات سے یکسر مختلف راہ اختیار کر کے اس قدر سنگ دل ہو گئے اور ان کے دلوں سے انسانی قدروں کا احساس اس حد تک مٹ گیا کہ جیسے وہ شیطانی قوتوں کے دائرہ اور دباؤ کے زیر اثر دب کر رہ گئیں۔ تقسیم ملک کے اس تخریبی دور میں تبادلہ آبادی کے ساتھ جس طرح ہر خاندان اور ہر گھر بری طرح متاثر ہوا۔ اس کی دلخراش داستان خود کردہ را علاجِ نیست کی حقیقت کو بے نقاب کرنے والی ہے۔ اور آئینہ امروز میں فکر فردا کو اتارنے والا ادیب اور مؤرخ ان روح فرسا واقعات کی شدت کو کم کرانے کے لئے خواہ کس قدر تلمیح سے کام لے مگر ابن آدم کی یہ لغزش ہمارے جامہ اعمال سے خون کے ان دھبوں کو صاف کرنے میں نا کام رہے گی۔"

[iii] "ان ایام میں قادیان کے گرد و پیش کے دیہات سے ہزار ہا ستم رسیدہ مسلمان اپنا گھر بار چھوڑ کر قادیان میں پناہ گزیں ہوئے تا کہ ان کی جان بچ سکے اور وہ کسی نہ کسی طریق سے سرحد پار کر کے پاکستان جا سکیں۔ چنانچہ کئی روز تک ان بے سروسامان لوگوں کے لئے جماعت کی طرف سے راشن کا انتظام کیا گیا۔ ازاں بعد راستے کے مصائب برداشت کرتے ہوئے گرتے پڑتے پیدل یا ملٹری کنوائے کے زیر انتظام جا سکے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال حکمت و فراست سے قادیان کی احمدیہ آبادی کی ہر ممکن حفاظت کیساتھ نقل مکانی کا ایسا اعلیٰ انتظام فرمایا کہ کم از کم جانی اور مالی نقصان ہوا۔ عورتوں، بچوں اور عمر رسیدہ افراد کو مقدم رکھتے ہوئے قافلوں کی شکل میں ملٹری اسکارٹ کے ساتھ لوگ جانے شروع ہوئے محلوں سے احمدیہ آبادی پہلے کالج ہوسٹل میں جمع ہوئی۔ پھر سمٹ کر دار المسیح اس سے ملحقہ موجودہ احمدیہ ایریا میں آ گئی۔"

[iv] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی داغ ہجرت کا یہ وقت تھا۔ مگر مقامات مقدسہ کی آبادی خدمت اور حفاظت کے لئے تین سو تیرہ افراد کو یہاں ٹھہرنے کے لئے انتخاب کیا گیا۔ اس انتخاب میں کچھ علماء کچھ کارکنان اور ہر طبقہ کے افراد شامل تھے۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے نمائندے بھی شریک تھے۔۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی امارت اور نگرانی کے ماتحت محترم ملک غلام فرید صاحب ایم اے مکرم ملک صلاح الدین صاحب اور خاکسار کی ڈیوٹی رہی۔ حضرت میاں صاحب کے متعلق خطرہ پیدا ہوا تو ان کے بعد پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب اور پھر مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس امیر مقامی مقرر ہوئے۔ ایریا کی حفاظت کا انتظام حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی عمومی نگرانی میں مکرم چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ اور ان کے معاونین کے سپرد تھا۔ حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب ؓ فاضل امیر مقامی اور محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہاں تین تین ماہ کے وقفہ کے بعد مقیم افراد کا تبادلہ ہو سکے گا۔ قادیان سے آخری قافلہ 16/ نومبر 1947 کو روانہ ہوا۔ جس کے بعد یہاں ٹھہرنے والے افراد درویشان کہلائے۔ غالباً مارچ 1948 میں محترم مرزا ظفر احمد صاحب، خلیفہ منیر الدین اور ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب یہاں سے چلے گئے اور ان کی جگہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، مولوی عبد الوہاب عمر صاحب اور ڈاکٹر کیپٹن بشیر احمد صاحب یہاں تشریف لائے۔ حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب ؓ امیر مقامی کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ناظر اعلیٰ بھی مقرر فرمائے گئے۔ چند ماہ کے بعد مولوی عبد الوہاب صاحب عمر کو ان کی بعض مجبوریوں کی بنا پر واپس بھجوا دیا گیا۔ "

[v] ”دورِ درویشی کی ابتداء سے ہی مسجد مبارک میں نماز تہجد کا باجماعت انتظام تھا۔جس کے لئے شروع میں بابا مولا بخش صاحب باورچی اور اس کے بعد سید محمد شریف شاہ صاحب سیالکوٹی التزام کے ساتھ تہجد کے وقت ایریا میں چکر لگا کر اٹھایا کرتے تھے۔شب و روز عبادت کا یہ طریقہ تقسیم ملک کے کئی سال تک جاری رہا۔قادیان میں عورتیں اور بچے موجود نہیں تھے۔دفتری کام ابھی نہایت محدود قسم کے تھے اس لئے زیادہ تر وقت عبادات اور دعاؤں میں صرف ہوتا تھا۔“

[vi]”جلسہ سالانہ منعقدہ 26,27,28دسمبر 1947ء کے موقعہ پر ہندوستان کے احمدیوں کا ایک محدود قافلہ جو ایک سو سے کم تعداد پر مشتمل تھا پولیس کے ساتھ جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہونے کے لئے پہنچا۔اس قافلہ کے انچارج مکرم مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی تھے جو ان دنوں دہلی میں بطور مبلغ سلسلہ مقیم تھے۔اب تک ضرورت کے مطابق ہماری آمد و رفت قادیان کے اندر رہی تھی۔اخبار الفضل کا سابقہ دفتر جہاں تقسیم ملک کے بعد احمدیہ شفاخانہ کے باہر ایک دوکان میں دفتر بازار قائم کیا گیا تا کہ بازار میں جانے والے درویشان کا نام نوٹ کیا جاسکے۔عموماً دو تین درویش مل کر بازار جاتے اور اپنی ضرورت پوری کر کے جلد واپس آجاتے۔ان کی آمد و رفت رجسٹر دفتر بازار میں نوٹ کی جاتی۔“

[vii] ” قادیان کی آبادی مقامی احباب بیرونی خدام اور کارکنان صدر انجمن احمدیہ پر مشتمل ہے۔مقامی امیر مکرم مولوی عبد الرحمان صاحب جٹؓ مولوی فاضل ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ ہیں خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں سے حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء اور صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب یہاں مقیم ہیں۔جملہ درویشان پرانے قادیان کے ایک محدود حلقہ میں آباد ہیں جو مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ اور علاقہ بہشتی مقبرہ پر مشتمل ہے۔ان مقدس مقامات میں ٹھہرنے کا مقصد ان کو آباد رکھنا اور ان میں دعا اور عبادت سے روحانی فیض حاصل کرنا ہے۔اکثر صبح کی نمود سے کچھ وقت پہلے قریباً ساڑھے تین پونے چار بجے شب ایک بزرگ درویش میاں مولا بخش صاحب باورچی لنگر خانہ کی رقت بھری آواز اس محدود حلقہ میں سنائی دیتی ہے۔پرسوز اور پر درد لہجہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور حضرت امام جماعت خلیفتہ المسیح الثانیؓ کے اشعار کانوں سے اتر کر دل و دماغ کی خوابیدہ حسوں کو بیدار کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔“

[viii] ”چنانچہ اس پیغام بیداری سے درویش اٹھتے ہیں اگرچہ متعدد درویش کافی عرصہ پہلے سے ہی عبادت و دعا میں مشغول رہتے ہیں اور اپنے اپنے حلقہ کی مسجد میں باجماعت فجر سے پہلے سے ہی عبادت و دعا میں مشغول ہوتے ہیں۔مسجد مبارک میں مولوی شریف احمد صاحب امینی مولوی فاضل، مسجد اقصیٰ میں جناب مولوی غلام احمد صاحب ارشد مولوی فاضل اور مسجد محلہ ناصر آباد میں خواجہ محمد اسماعیل صاحب امامت کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔میاں سراج الدین صاحب مسجد اقصیٰ کے پرانے خادم مینار سے عبادت کے لئے بلانے کے لئے اللہ سب سے بڑا ہے کی آواز بلند کرتے ہیں وہ قادیان کے سکوت کو توڑتی ہوئی فضاؤں میں ایک خاص دل کشی پیدا کرتی ہے اسی وقت مسجد مبارک اور مسجد ناصر آباد سے بھی عبادت کے لئے بلاوا سنائی دیتا ہے فجر کے بعد تینوں مساجد میں سلسلہ کی کتب کا درس دیا جاتا ہے جو احباب بڑے شوق سے سنتے ہیں۔عبادت اور درس سے فارغ ہو کر درویش انفرادی طور پر تلاوت کرتے اور بہشتی مقبرہ میں دعا کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ہر جمعہ کے روز فجر کے بعد بہشتی مقبرہ میں اجتماعی طور پر دعا کی جاتی ہے۔احباب لنگر خانہ سے کھانا حاصل کرتے ہیں۔یہ کھانا نہایت سادہ دال روٹی پر مشتمل ہوتا ہے۔ہفتہ میں ایک دو دفعہ گوشت اور سبزی کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔“

[ix] ” کھانے سے فارغ ہو کر روزانہ وقار عمل کا پروگرام شروع ہوتا ہے۔یہ پروگرام محض رسمی یا تفریحی کام نہیں ہے بلکہ ایک تعمیری اور تاریخی پروگرام ہے جس میں تمام درویشوں کی حاضری ضروری ہوتی ہے۔درویشوں کی لگاتار کوششوں اور مسلسل محنتوں سے ایسے کام سرانجام دئے جارہے ہیں جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے ایک لمبے عرصہ تک تاریخی یادگار رہیں گے اور آنے والی نسلیں ان کے کاموں کو رشک کی نگاہوں سے دیکھیں گی اور ان کے لئے درد دل سے دعائیں کریں گی بہشتی مقبرہ کے ارد گرد تقریباً 5 فٹ چوڑی دیوار بنائی جارہی ہے اس کا نصف سے زائد حصہ مکمل ہو چکا ہے۔بہشتی مقبرہ میں چار پختہ کوارٹرز تیار کئے گئے جن میں دھوپ بارش اور رات کے وقت درویش آرام کر سکتے ہیں۔ان کوارٹروں کی تعمیر اگر عام حالات میں کی جاتی تو زمین کی قیمت کے علاوہ اس کام پر سات آٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوتا اور شاید کافی عرصہ اس رقم کی بجٹ میں منظوری حاصل کرنے کے لئے گزر جاتا۔مگر آفرین ہے ان درویشوں پر جنہوں نے تمام کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دے کر بغیر کوئی رقم خرچ کئے اس شاندار خدمت کو بجالانے کی سعادت حاصل کی۔“

[x] ”بہشتی مقبرہ‘ مساجد اور گلی کوچوں کی صفائی کا کام اور لنگر خانہ کے لئے لکڑی وغیرہ کا انتظام بھی وقارِ عمل کا ایک حصہ ہے علاوہ ازیں بہشتی مقبرہ کے ارد گرد باغ سے ملحقہ زمین میں ہل چلا کر سبزیاں وغیرہ کاشت کرنے کا کام بھی وقارِ عمل میں شامل ہے۔ وقارِ عمل کا کام خوش اسلوبی اور احسن طریق سے سرانجام دینے کے لئے ہم اپنے بھائی مولوی عبد الرحیم صاحب اور ان کے رفقاء کے خاص طور پر ممنون ہیں۔ دوپہر کو وقارِ عمل سے فراغت ہوتی اور آدھ گھنٹہ آرام کے بعد عبادت کرنے کے بعد کلام الٰہی کا درس دیا جاتا ہے۔ اور بعض ناخواندہ درویشوں کو نماز کا ترجمہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ اسی طرح باقی عبادات اپنے اپنے وقتوں پر باجماعت کی جاتی ہیں۔ اور فارغ اوقات سلسلہ کی کتب کے مطالعہ اور دعاؤں میں صرف کئے جاتے ہیں۔ ہفتہ میں دو دن (سوموار اور جمعرات) تمام درویش روزہ رکھتے ہیں اور وقت کا بیشتر حصہ نوافل اور دعاؤں میں گزارتے ہیں۔ بعض ایسے درویش بھی ہیں جو کئی روز تک متواتر روزے رکھتے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خاص دعاؤں اور توجہ کے اثر سے تمام درویشوں میں عبادت اور دعاؤں کے لئے ایک خاص شغف پیدا ہو چکا ہے۔ اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ عبادت اور ذکر الٰہی کا رنگ محض وقتی اور ہنگامی جوش پر مبنی نہیں بلکہ اپنے اندر عمل کی استواری اور قوت ارادی کی پختگی کے اجزاء لئے ہوئے ہیں۔ جملہ درویش حضور کی نصیحتوں کے مطابق زندگی کا نمونہ دکھانے میں کوشاں ہیں۔ اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس مختصر عرصہ میں اکٹھا رہنے کی وجہ سے درویشوں میں جذبہ اخوت و مؤدت بہت بڑھ گیا ہے۔ باہمی ربط اور دوستانہ تعلقات کا اثر اس قدر وسیع ہے کہ اگر ایک دوست کا باہر سے خط موصول ہوتا ہے تو دوسرے درویش بھائی اس دوست کے عزیز و اقارب کی خیر و عافیت کے متعلق بڑے شوق سے استفسار کرتے ہیں۔ جو احباب قادیان میں دعا کے لئے تحریر فرماتے ہیں ان کے متعلق مساجد میں اعلان کیا جاتا ہے اسی طرح بعض درویشوں کے عزیز و اقارب کی وفات پر یہاں جنازہ غائب ادا کی جاتی ہے۔ گزشتہ ایام میں درویشوں کے باہمی تعاون سے حقہ نوشی کے خلاف مہم جاری کی گئی تھی جو بہت حد تک کامیاب رہی اور کئی درویش جو عرصہ سے حقہ نوشی کی مرض میں مبتلا تھے اس مرض سے نجات پا گئے۔ اسی طرح ہمارے مکرم دوست ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے وصیت کی تحریک کو جاری کیا جس کے نتیجے میں کئی ایک درویشوں نے وصیتیں کرائیں۔ تحریک جدید کے وعدوں میں درویشوں نے جس اخلاص اور قربانی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قادیان میں کوئی ایسا درویش نہیں رہا جس نے تحریک جدید کے چودھویں سال میں حصہ نہ لیا ہو۔ اس امر پر حضور نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔“

[xi] ”چند ایک علم دوست درویشوں نے سلسلہ کی کتب کے وسیع مطالعہ اور تقریر و تحریر میں مشق پیدا کرنے کے لئے ایک ادبی مجلس بنام ”مجلس درویشاں“ قائم کی ہے جس کا اجلاس ہفتہ میں دو دفعہ منعقد ہوتا ہے۔ اور پروگرام کے مطابق ممبران مذہبی مضامین پر تقریروں کی مشق کرتے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے دار الامان کے درویش ایک محدود حلقے میں مقید ہیں۔ بازاروں میں آمد و رفت بھی خالی از خطرہ نہیں چونکہ ہر وقت حالات مخدوش ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے جن کے متعلق لوکل افسران بھی وقتاً فوقتاً ہمیں آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اشد مجبوری کے وقت نظارت امور عامہ کی تحریری اجازت سے تین چار درویش اکٹھے بازار جاتے ہیں اور اپنی ضرورت پوری کر کے جلد واپس آجاتے ہیں خدام میں سے بعض ایسے درویش بھی ہیں جن کی رخصتیں ختم ہو چکی ہیں بعض ایسے بھی ہیں جن کے کاروبار تباہ ہو رہے ہیں اور بعض کے خانگی حالات ان کے قریبی رشتہ داروں کی وفات اور دیگر کئی وجوہات کی بنا پر اگرچہ ظاہری طور پر تسلی بخش نہیں ہیں مگر یہاں ان کو ایک قسم کا اطمینان قلب حاصل ہے جو اور کہیں میسر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ خندہ پیشانی سے ہر مشکل اور تکلیف پر صبر و استقلال کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح بعض مقامی درویشوں کے اہل و عیال اور عزیز رشتہ داروں کی طرف سے بھی کئی افسوس ناک اور پریشان کن خبریں موصول ہوئی ہیں مگر مبارک اور خوش بخت ہیں وہ درویش جو اپنی زندگی کے اصل مقصد پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اور دنیوی آرام و آسائش کو نظر انداز کرتے ہوئے دیار محبوب میں آزمائش و امتحان کی پر کیف گھڑیاں گزار رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ذہنی پریشانیوں کی جگہ تسکین و اطمینان اور حرص و آرزو کے بدلے صبر و قناعت کی لاانتہا دولت حاصل ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس کو اس ابتلاء کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انعامات کے لئے چنا اور انہیں درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق بخشی۔ جملہ درویشوں کے قلوب اس یقین سے پر ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق موجودہ ابتلا کا دور رو نما ہوا ہے اسی طرح اس ابتلا کے ساتھ وابستہ ترقیوں اور کامیابیوں کی راہیں بھی عنقریب کھلنے والی ہیں۔“ (الفضل لاہور 26 فروری 1948)

[xii] قادیان سے بٹالہ پہلی مرتبہ آمد و رفت:

اپریل 1949ء میں صدر انجمن احمدیہ کے ڈیفینس بانڈز کی رقم مبلغ 6000 روپے دفتر خزانہ بٹالہ سے برآمد کرانے کے لئے پہلی مرتبہ ہمیں بٹالہ جانے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ ضلع کے ڈی سی اور ایس پی کی اجازت سے مقامی پولیس چوکی کے ایس ایچ او اور دو کانسٹیبل ہمارے ساتھ حفاظتی ایسکورٹ کے طور پر گئے۔ خاکسار کے ساتھ مولوی برکات احمد صاحب، مکرم فضل الٰہی خان صاحب اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب بھی تھے۔ بٹالہ دفتر خزانہ کے کام سے فارغ ہونے کے بعد قادیان سے جانے والی گاڑی کے وقت میں تین چار گھنٹے تھے۔ ہم نے ایس. ایچ.او. اور پولیس سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ بٹالہ ٹھٹھیاری دروازہ میں ہماری مسجد احمدیہ ہے وہاں تک ہم دعا کیلئے جانا چاہتے ہیں۔ وہ بھی تانگہ میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔ مگر ڈی ایس پی یا ایس پی نے حفاظتی ذمہ داری کی بناء پر اس کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ تحصیل کے دفتر سے ہم ریلوے اسٹیشن کی طرف پولیس کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ راستے میں چوک پر ایک سبزی اور ایک فروٹ کی دوکان تھی۔ وہاں جب ہم کچھ خریدنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ہمارے ارد گرد لوگ توجہ اور حیرانگی کی نظر سے ہمیں دیکھنے لگے۔ ایس ایچ او نے گھبرا کر ہم کو اپنے ہمراہ اسٹیشن چلنے کو کہا اور یہ مشورہ دیا کہ ہم نے جو کچھ خریدنا ہو سپاہی کے ذریعہ خرید لیں چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک حالات حکومت کے نزدیک بھی نارمل نہیں ہوئے تھے پولیس ہمارے چند منٹ بٹالہ چوک پر ٹھہرنے پر بھی حفاظت کی ذمہ داری لینے کو تیار نہ تھی۔ اس کے بعد شروع 1950ء تک جب بھی ہم میں سے کسی کو بٹالہ یا امرتسر یا گورداسپور جانا ہوتا تو ہمیں پولیس چوکی کی طرف سے ایک سپاہی مل جاتا ہمیں پولیس چوکی میں اپنی روانگی اور واپسی کی رپٹ درج کروانی پڑتی۔ اور ساتھ جانے والے کانسٹیبل کا خرچ آمد و رفت اور اخراجات خوراک بھی ادا کرنے پڑتے۔"

(کچھ یادیں کچھ باتیں۔عبدالحمید عاجز صاحب۔ص 40-39)

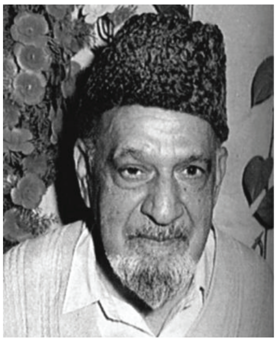
خدا تعالیٰ کے فضل سے اب قادیان میں جماعت کے لئے ابتلا کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ گذشتہ ایک سال میں صرف ہندوستان میں ہزاروں تعداد میں افراد نے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی ہے۔ قادیان میں ترقی کی ایک نئی روح پیدا ہو چکی ہے۔ ایک بار پھر اسلامی دنیا کی قادیان پر نظر جم گئی ہے۔ قادیان کے لئے اب خدا تعالیٰ کے فضل سے انگنت ترقیوں اور کامیابیوں کی راہیں کھل گئیں ہیں۔ قادیان پہلے ہی ایک خاص عالمی حیثیت کا حامل ہے اگر آپ دنیا کے کسی حصہ سے صرف۔ قادیان ہندوستان۔ لکھ کر خط ارسال کر دیں تو یہ خط بغیر کسی روکاوٹ کے قادیان پہنچ جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

"حوادث کے بارے میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ ہر طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئیں گے اور قیامت کا نمونہ ہوں گے اور زمین کو تہ و بالا کر دیں گے اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائیں گے خدا ان پر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے کہ یہ سب کچھ واقع ہو لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کر لیں گے اور ان راہوں کو اختیار کریں گے جو خدا کو پسند ہیں ان کو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ۔۔۔۔ **دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔** "

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20۔ص 302)

قادیان میں صدر انجمن احمدیہ کی جائیداد کو محفوظ رکھنے کا پس منظر



شیخ عبدالحمید عاجز صاحب نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیداد کے ساری کاروائی کی جو انہوں نے اپنی کتاب کچھ باتیں کچھ یادیں میں تفصیل سے بیان کی ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہے۔ ’’اب تک اگرچہ قادیان کے حالات بظاہر پر امن تھے مگر مخالف عنصر جماعت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھا چنانچہ اگست 1950ء میں میونسپل کمیٹی کی طرف سے جماعت کو چھ ہفتوں کا نوٹس ملا کہ مرکزی دفاتر ملحقہ مسجد اقصیٰ اور دارالمسیح کے اندر کے پرائیویٹ راستے جو سالہا سال سے بند چلے آرہے تھے انکو پبلک کے استعمال کے لئے کھول دیا جائے۔
اس ماہ پنجاب کے چیف منسٹر شری گوپی چند صاحب بھارگو کے بٹالہ تشریف لانے پر جماعت کا ایک وفد بٹالہ جاکر ان سے ملا جو مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم مکرم مرزا برکت علی صاحب انجینئر جو ان دنوں عراق سے رخصت پر آئے ہوئے تھے (داماد حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی) اور خاکسار پر مشتمل تھا ہماری طرف سے انکی خدمت میں گیٹوں کا معاملہ محلوں کی مساجد کی بحالی اور بعض دیگر مشکلات پیش کی گئیں اس سفر کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ قادیان سے بٹالہ تک کا یہ سفر ایک غیر مسلم کے تانگے پر کیا گیا۔ تانگے بان تانگے کو بہت دھیمی چال سے لیجارہا تھا جب ہماری طرف سے اس کو رفتار تیز کرنے کو کہا جاتا تو وہ یہ جواب دیتا کہ گھوڑے کی رفتار ہی اس قدر ہے اس وقت کے ریٹ کے مطابق اس کے ساتھ بٹالہ تک کے -/10 روپیہ طے کئے گئے تھے جب تانگا بٹالہ کے قریب پہنچا تو تانگے کو تیز کرنے پر تانگے والے کو کہا کہ آپ سارا راستہ تو یہ جواب دیتے آئے ہیں کہ گھوڑے کی رفتار ہی کم ہے اس لئے زیادہ تیز نہیں چل سکتا تو اس نے نہایت بے تکلفی سے جواب دیا کہ میں اس امید میں تھا کہ آپ رفتار کی تیزی کے ساتھ ساتھ کرایہ میں اضافہ کا بھی کہیں گے تب چال تیز کروں گا ہمیں اس کے انداز طلب پر تعجب بھی ہوا اور ہنسی بھی آئی اور اسے کرایہ طے شدہ رقم سے کچھ زیادہ دے دیا گیا۔
ستمبر 1950ء میں صدر انجمن احمدیہ کی ملکیتی جائیداد کے متعلق محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے یہ نوٹس ملا اور مقدمہ کا آغاز ہوا اس تعلق میں قادیان سے جالندھر کا پہلا سفر مکرم ملک صلاح الدین صاحب اور ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب درویش کے ہمراہ خاکسار نے 50-9-16 کو اختیار کیا واپسی پر 50-9-18 کو گورداسپور آئے اور بارشوں کی غیر معمولی شدت اور سیلاب کے باعث دھاریوال سے قادیان ہم تینوں کو پیدل سفر اختیار کرنا پڑا کئی جگہ پر تو ہمارے گلے تک پانی آجاتا تھا جس میں سے گزرنا پڑا دوبھر تھا الغرض رات کو ساڑھے نو بجے ہم قادیان پہنچے اور بعافیت پہنچنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مقدمہ کسٹوڈین کے تعلق میں پہلا سفر رانچی



جب محکمہ کسٹوڈین جالندھر کی طرف سے نوٹس آیا اور تا فیصلہ ثانی صدر انجمن احمدیہ قادیان کی بنکوں میں موجود رقم بھی برآمد کروانے پر پابندی لگادی گئی تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے تمام صورت حال سے حضور رضی اللہ عنہ کو اطلاع دیتے ہوئے دُعا اور راہنمائی کے لئے عرض کیا گیا۔ یہاں پر مقیم افراد اور کارکنان میں سے کسی کو بھی مقدمات کی پیروی کا تجربہ نہیں تھا چنانچہ ہم نے حضور کی خدمت میں اطلاع دیتے ہوئے ہندوستان میں مختلف احمدی وکلاء جن کا ہمیں علم تھا کے نام حضور کی خدمت میں تحریر کردئے۔ حالات ابھی ایسے تھے کہ ہم کسی دوسرے وکیل پر پوری طرح بھروسہ نہیں کرسکتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ رانچی کے وکیل سیّد محی الدین صاحب کے پاس جائیں چنانچہ انجمن نے مشورہ کرکے خاکسار کو وہاں بھجوایا۔ یہ واقعہ 10 جون 1951ء کا ہے
خاکسار نے رانچی جاکر جب اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو فوری طور پر محترم سیّد محی الدین احمد صاحب ایڈوکیٹ نے فرمایا: You are God sent ......اور حضورؓ کے فرمان کے پیش نظر سیّد موصوف نے بڑے جذبہ سے فرمایا کہ آپ وہ فائل لیکر آئے ہیں جو حضور رضی اللہ عنہ نے مجھے خواب میں دی۔ آپ نے اس کیس کو ہر دوسرے کام پر مقدم رکھتے ہوئے پیروی کا وعدہ کیا۔ کئی مرتبہ وہ اپنے خرچ پر 33 گھنٹوں کا سفر اختیار کرکے تشریف لائے اور نہایت عمدگی اور ذمّہ داری سے اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ انہوں نے کسٹوڈین کی کاروائی پر ایک ابتدائی اور بنیادی قانونی اعتراض کیا کہ صدر انجمن احمدیہ ایک مذہبی اور خیراتی ادارہ ہے جو 1906ء سے لگاتار کام کر رہا ہے۔ اس کے ممبران کی تبدیلی سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور انجمن کا وجود مجروح نہیں ہوتا۔ اس رجسٹرڈ ادارہ کی جائیداد کسی ممبر کی ذاتی جائیداد نہیں ہے بلکہ انجمن کے میمورنڈم اور بائی لاز کے مطابق اس کی آمدنی منظورشدہ اغراض

ومقاصد پر خرچ ہوتی ہے اس لئے محکمہ کسٹوڈین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کی جائیداد کے متعلق کسی قسم کی دخل اندازی کرے۔ اس بنیادی قانونی نکتہ کو طے کرنے کے لئے محکمہ کسٹوڈین کی انکوائری صرف اس بات تک محدود ہوگئی کہ وہ صدر انجمن احمدیہ کے قانونی وجود کا جائزہ لے۔ چنانچہ 1906ء کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ رجسٹرار سوسائٹیز کے دفتر میں داخل کی جانے والی 47-1946ء کے بعد ہر سال کے ممبران انجمن کی فہرست کی مصدقہ نقول اور انجمن کا باقاعدہ رجسٹرڈ ریزولیشن پیش کر کے یہ ثابت کیا گیا کہ انجمن احمدیہ متواتر کام کر رہی ہے چنانچہ ایڈیشنل کسٹوڈین جالندھر کی عدالت میں آخری بحث کے بعد 1953ء میں ہمارے حق میں فیصلہ ہوا کہ صدر انجمن موجود ہے بنکوں میں اس کی ضبط شدہ رقم پر سے پابندی ہٹائی جاتی ہے اور صدر انجمن احمدیہ کو اس کی ملکیتی جائیداد واپس دی جاسکتی ہے۔ البتہ جائیدادوں کے متعلق انجمن کی ملکیت کا الگ الگ ثبوت پیش ہونے پر فیصلہ ہوگا۔ اس مقدمہ کے دوران اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے بہت سے روح پرور نظارے دیکھنے میں آئے۔

مقدمہ جائیداد کی مسل کا معائنہ

52-2-9 کو قادیان سے جالندھر جاکر مقدمہ کسٹوڈین کی مسل معائنہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ میرے ساتھ مکرم مولوی برکات احمد صاحب، ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور غالباً منور علی صاحب فوٹو گرافر تھے۔ مسل کے معائنہ سے اخبار ٹریبیون مؤرخہ 49-9-6 کے حوالہ سے ہمارے علم میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔

نوٹس بابت مکانات احمدیہ ایریا اور پنڈت نہرو سے ملاقات

مقدمہ کسٹوڈین کا فیصلہ ہمارے حق میں ہونے کے بعد ہم نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادوں کی فہرست تیار کی اور ان کی ملکیت کے دستاویزات تلاش کرنے یا اُن کے مصدقہ نقول حاصل کرنے پر کافی لمبا عرصہ صرف ہوا۔ کاغذات مال کے نقول حاصل کرنے میں مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب مرحوم پٹواری نے کافی محنت کی اِسی طرح رجسٹری کی نقول لینے یا میونسپل ریکارڈ حاصل کرنے کے سلسلہ میں مکرم فضل الٰہی خان صاحب اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب نے کافی کاوش کی۔ 1953ء سے لیکر 1956ء تک جب صدر انجمن احمدیہ کی ملکیتی جائیدادوں کے ثبوت محکمہ کسٹوڈین میں داخل کر وادیئے گئے تو چونکہ کالج۔ ٹی ۔آئی سکول اور نصرت گرلز اسکول کی عمارتوں کے علاوہ کوٹھی دارالسلام اور متعدد عمارتوں کی واگذاری سے کئی اداروں اور ذمہ دار افراد کے قبضے متاثر ہوتے تھے۔ اس لئے ہمارے خلاف ایک محاذ کی صورت میں کئی قسم کی مخالفتیں شروع ہوئیں۔ اور احتجاجی جلسے بھی ہوئے اور مقامی ذمہ دار افراد نے محکمہ بحالیات کے افسروں سے ملکر 1957ء میں جماعت کے خلاف نئی سازش کر کے احمدیہ ایریا اور دارالمسیح میں واقع مکانات کے متعلق نیا نوٹس جاری کر وادیا۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ اس ایریا میں واقع جملہ مکانوں کا عرصہ دس سال کا کرایہ محکمہ کسٹوڈین کو ادا کیا جائے اور ان مکانوں کو کیوں نہ بذریعہ عام نیلامی فروخت کر دیا جائے چونکہ مقدس احمدیہ ایریا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام اور بزرگانِ سلسلہ کے مکانات تھے اور حکومت کو یہ معلوم تھا کہ اس جگہ کو کسی قیمت پر بھی جماعت احمدیہ کے افراد چھوڑنے پر تیار نہیں ہوں گے اس لئے ان کے متعلق نوٹس دینے پر جماعت اپنی جائیدادوں کی واپسی کا مطالبہ چھوڑ دے گی۔ ان مکانوں کے متعلق ہمارا موقف اس وقت یہ تھا کہ یہ ایریا۔ مساجد مہمان خانہ اور بہشتی مقبرہ سے ملحق ہونے کی وجہ سے 1947ء میں ہمیں مقدس ایریا کے طور پر الاٹ کیا گیا تھا اور عرصہ دس سالوں سے ہم مالک کی حیثیت سے ان کا میونسپل ٹیکس ادا کرتے آرہے ہیں۔ ہزار ہا روپے اس جائیداد کی مرمّت پر خرچ کئے ہیں اور اگر کثیر اخراجات کر کے ہم نے ان کو سنبھالا نہ ہوتا تو ان میں سے کافی مکان گر کر مٹی کا ڈھیر ہو چکے ہوتے۔ اس لئے ان مکانوں کے متعلق کرایہ کا نوٹس دے کر ان کو بذریعہ نیلامی فروخت کرنے کی دھمکی دے کر ہمیں پریشان نہ کیا جائے۔

حکومت کے اس نوٹس کا علم جب ہندوستان اور بیرونی جماعتوں کو ہوا تو ان کی طرف سے بھی حکومتِ ہند کے نام تشویش کی چٹھیاں اور میمورنڈم آنے شروع ہو گئے اور چونکہ یہ معاملہ خالص قانونی سطح پر حل ہونا مشکل نظر آتا تھا اس لئے ہم نے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو سے مرکزی وفد کی ملاقات کا وقت لینے کے لئے لکھا۔ چنانچہ مورخہ 58-4-30 کو ہمیں ملاقات کا وقت مل گیا۔ قادیان سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور خاکسار (شیخ عبد الحمید عاجز)۔ رانچی سے محترم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ، حیدر آباد سے محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم اور دہلی سے محترم مولوی بشیر احمد صاحب سابق مبلغ دہلی اس وفد کے ممبر تھے۔ پنڈت جی سے ہماری ملاقات قریباً پینتالیس منٹ تک ہوئی۔ محترم سیّد محی الدین صاحب ہمارے وفد کے چیف Spokesman تھے، انہوں نے صدر انجمن احمدیہ کے موقف کی اچھی طرح وضاحت کی۔

پنڈت جی کے ہاتھ میں دو تین ورق کی ایک ٹائپ شدہ رپورٹ تھی۔ سب باتیں سُننے کے بعد انہوں نے ہمیں یقین دلایا کہ ہمارے مقدس ایریا کے اندر Evacuee مکانات کو بذریعہ نیلامی غیراز جماعت افراد کی دخل اندازی سے محفوظ رکھا جائے گا مگر ساتھ ہی انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ جن مکانوں کے متعلق محکمہ کی طرف سے ہم کو نوٹس دیا گیا ہے چونکہ ان کے مالکان ملک چھوڑ چکے ہیں اس لئے جماعت کا ان پر مالکانہ حیثیت کو مستقل طور پر قائم رکھنے کے لئے ہمیں ان کی برائے نام ریزرو قیمت ادا کر دینی چاہئے تا کہ آئندہ کبھی کسی جانب سے ان کی ملکیت کے متعلق تنازعہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ اس موقع پر خاکسار نے عرض کیا کہ تقسیم کے بعد ہمارے ذرائع آمد مسدود اور محدود ہو چکے ہیں اور جن جائیدادوں کے متعلق ہمیں نوٹس دیا گیا اور ریزرو قیمت دینے کا سوال ہے وہ جائیدادیں نہ صرف ہندوستان کے احمدیوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے مقدّس ہیں اس لئے حکومت کو ان کی ریزرو قیمت ادا کرنے کے لئے ہمیں چندہ کی خصوصی تحریک شروع کرنی پڑے گی اور جوں جوں رقم آتی جائے گی ہم ادائیگی کرتے چلے جائیں گے۔ اس لئے طے شدہ قیمت کی ادائیگی کے لئے ہمیں لمبے عرصہ کی مہلت دی جانی مناسب ہے۔

اس پر پنڈت جی ایک لمحہ کے لئے خاموش ہونے کے بعد فرمانے لگے کہ کھنّہ جی سے تفصیلات طے کرلیں (شری مہر چند کھنّہ جو ان دنوں وزارتِ بحالیات کے وزیر تھے)۔ پنڈت جی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی بین الاقوامی حِس متاثر ہوئی ہے مگر انہوں نے اپنی طرف سے براہِ راست جواب دینا ضروری نہ سمجھا چنانچہ اگلے روز ہمارا وفد کھنّہ صاحب سے ملا تو انہوں نے اپنے ساتھ سیکریٹری بحالیات شری دھرم ویر صاحب آئی سی ایس جوائنٹ سیکریٹری مسٹر جونسن Mr. Johnson ڈپٹی چیف سیٹلمنٹ کمشنر شری I.N. Chib اور ڈپٹی وزیر بحالیات مسٹر ہاسکر صاحب کو گفتگو میں شریک رکھا۔ پانچ سال میں مساوی اقساط میں پیش کش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر حکومت کی طرف سے دی گئی رعایت کے باوجود جماعت کی طرف سے دوسرے ملکوں میں بدنامی کی گئی تو ان کو بھی پریس نوٹس جاری کرنا پڑے گا کہ انہوں نے جماعت کو یہ یہ سہولیات دی ہیں۔ ان ملاقاتوں کا خلاصہ اخبار بدر مورخہ 58-5-1 میں شائع ہو چکا ہے۔

احمدیہ ایریا میں مکانات کی قیمت کے متعلق پنڈت جی کے الفاظ Nominal Reserve Price کے تھے یعنی برائے نام ریزرو قیمت مگر قیمت کا جائزہ لینے کیلئے محکمہ کے انجینئیرز اور اوورسیر کا ایک گروپ قادیان آیا انہوں نے تمام ایریا کے مکانات کا جائزہ لیا۔ رقبہ کی پیمائش کی اور اس کی ریزرو قیمت -/673000 لگائی اور اس پر مزید -/110000 روپے گذشتہ دس سالوں کا کرایہ لگا کر ہم سے کل -/783000 روپے کی رقم کا مطالبہ کیا گیا جو اس وقت کی جائیداد کی قیمت کے لحاظ سے اور ہمارے مالی حالات کے مدنظر بہت زیادہ تھا چنانچہ ہم نے قادیان کے بعض مکانوں کی ریزرو قیمت اور نیلامی کی قیمت جسے حکومت منظور کر چکی تھی کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کی جائیدادوں کی مارکیٹ ریٹ محکمہ کی ریزرو قیمت سے کم و بیش 40% فی صد ہے اور ہم نے جو گذشتہ دس سالوں میں احمدیہ ایریا کے ان مکانوں کے ہاؤس ٹیکس کی رقم بطور مالک کے ادا کی ہے اور جو غیر معمولی مرمتوں پر خرچ کیا ہے اس کو محسوب کرتے ہوئے قابلِ ادا مطالبہ بہت کم باقی رہ جاتا ہے اور اس کے مقابل پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جو قیمتی جائیدادیں مثلاً کالج بلڈنگ دوسکولوں کی وسیع عمارت۔ نور ہسپتال اور زرعی اراضیات ان کا عرصہ دس سالوں کا کرایہ ہی واجب الادا قیمت احمدیہ ایریا سے بہت زیادہ بنتا ہے چنانچہ ہماری طرف سے قابل ادا اور قابل وصول رقم کا جب حساب پیش کر کے حکومت سے مطالبہ کیا گیا تو محکمہ بحالیات نے یہ عذر کیا کہ انہوں نے جب کرایہ وصول ہی نہیں کیا تو اپنے خزانہ سے کس طرح ادا کر سکتی ہے البتہ وہ احمدیہ ایریا کے کرایہ کا مطالبہ بھی ختم کرتی ہے۔ اسی طرح اداشدہ ہاؤس ٹیکس کی رقم بھی کم کر دی گئی اور مرمتوں کے حساب میں ہمیں کچھ چھوٹ دی گئی اور پنجاب کے چیف سیٹلمنٹ کمشنر شری آر۔ ایس۔ پھُلکا آئی۔ اے۔ ایس کی رپورٹ پر حکومت کو جائیدادوں کی ریزرو قیمت کا 42 فیصد زیادہ سے زیادہ مارکیٹ ریٹ پرائس بھی تسلیم کرنا پڑا۔ اس طرح ایک لمبی خط و کتابت اور کئی مرتبہ محکمہ کے اعلیٰ افسران سے تبادلہ خیال اور حساب فہمی کے بعد حکومت کا اصل مطالبہ قیمت احمدیہ ایریا مبلغ 224700/- روپے باقی رہ گئی جسے پانچ مساوی اقساط میں ادا کرنا تسلیم کر لیا گیا۔ اور 1963ء سے 1968ء تک کل رقم ادا کرنے کے بعد احمدیہ ایریا کی جائیدادوں کا ملکیتی سرٹیفکیٹ حاصل کر کے اسے باقاعدہ رجسٹری کروالیا گیا۔

اب احمدیہ ایریا کی جملہ جائیدادیں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہیں بلکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے ہم ناتجربہ کاروں کو اس اہم معاملہ میں کامیابی بخشی۔ 1958ء میں وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کی اپنی ملکیتی جائیدادیں بھی قسط وار واگذار ہونی شروع ہوگئیں۔ ان جائیدادوں کو واگذار کرانے کے لئے ہر جائیداد کی ملکیت کا قانونی ثبوت مہیا کر کے پیش کرنا ایک لمبی محنت اور لگاتار کاوش چاہتا تھا جس کے لئے ہمارے ہر طبقہ کے درویش بھائیوں نے حسب ضرورت تعاون کیا۔ اس تعلق میں مکرم محترم برادرم ملک صلاح الدین صاحب۔ مکرم فضل الٰہی خان صاحب، مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب مرحوم، مکرم چوہدری عبد الحق صاحب پٹواری مرحوم اور مکرم محمود احمد صاحب عارف اور چوہدری محمود احمد صاحب مبشر کی اَن تھک خدمات خاص طور پر احباب جماعت کے شکریہ اور دعاؤں کی مستحق ہیں۔ اس طویل کاروائی میں قدم قدم پر روکیں پیدا ہوتی رہیں۔ اور مشکلات سامنے آئیں مگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت جماعت کے شاملِ حال رہی اور بالآخر انجمن کی ملکیتی جملہ جائیدادیں جن کا ثبوت فراہم ہوسکا ہم کو مل گئیں۔ جائیدادیں واگذار ہوجانے کے بعد بھی بعض جائیدادوں کا قبضہ حاصل کرنے میں روکیں پیدا ہوئیں۔ قادیان میں اراضی ریتی چھلّہ میں ہم نے دو بنک کی بلڈنگ، گودام اور متعدد دوکانیں تعمیر کروائیں جس کے نتیجہ میں اس وقت سالانہ چار لاکھ روپے سے زائد سکنی اور زرعی جائیدادوں کی آمد ہو رہی ہے۔“ (کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں۔ شیخ عبد الحمید عاجز۔ ص63-43)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ضروری ہدایات احباب قادیان کے لئے

حضرت مصلح موعودؓ نے 29 اگست 1947ء کو مسجد مبارک میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ یہ حضورؓ کا قادیان میں آخری خطبہ تھا جس میں حضرت اقدس نے اہل قادیان کو خصوصیت سے مندرجہ ذیل ہدایات دیں۔

1۔ حالات خواہ کچھ ہوں مومن کو بہر حال انصاف، انکسار، محبت، شفقت اور رحم پر قائم رہنا چاہئے اور اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک رکھنا چاہئے کہ نیک نمونہ دشمن کو بھی خیر خواہ بنا سکتا ہے۔ ہمیں ہر ہندو اور سکھ عورت اور بچے کی اپنی بہن اور بچے کی طرح حفاظت کرنی ہے۔

2۔ ایک خاص حد تک ظلم برداشت کرنے کے بعد اسلام نے ظلم کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی اور دنیا کی کوئی حکومت اسے ناجائز قرار نہیں دے سکتی۔ ظالم کے مقابلہ کے وقت ایک مومن دس دس اشخاص پر بلکہ بعض اوقات ساٹھ ساٹھ، ستر ستر اشخاص پر غالب ہوتا ہے۔ پس ظلم کا بہادری کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئے۔ خطرے کے وقت بھاگنا خود ہلاکت کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

3۔ قادیان میں پناہ گزینوں کی کثرت ہے۔ اس لئے ضروریات زندگی گندم، لکڑی، مٹی کی تیل کو چاندی کی طرح سنبھال کر رکھنا چاہئے اور کم سے کم استعمال کرنا چاہئے۔

4۔ دعاؤں میں کمی نہیں آنے دینی چاہئے۔ حالات خواہ کچھ ہوں لیکن بندے کا کام یہی ہے۔ کہ وہ دعا مانگتا چلا جائے اور پھر خدا تعالیٰ جو کچھ کرے اس پر راضی رہے۔

اس تعلق میں حضورؓ نے آنحضرت ﷺ کی مندرجہ ذیل اہم دعاؤں کو خصوصیت سے پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔

1۔ اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

2۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَاءِ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے جس کے ہوتے ہوئے نہ زمین میں کوئی چیز ضرر پہنچا سکتی ہے اور نہ آسمان میں اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

3۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَ شَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ۔

اے اللہ میں بلا کی شدت سے، شقاوت کا شکار بننے سے تقدیر کے برے مقدر سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

4۔ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَ اٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ اے اللہ ہماری کمزوریوں کو پردہ پوشی فرما اور ہمارے خطرات کو امن سے بدل دے۔

5۔ اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِیْ وَ خَیَالِیْ وَ اٰمَنَ بِكَ فُؤَادِیْ وَ اَقَرَّ لَكَ لِسَانِیْ فِیْھَا اَنَا ذَابَیْنَ یَدَیْكَ یَا عَظِیْمُ یَا غَافِرَ الذَّنْبِ الْعَظِیْمِ۔ اے اللہ میرا جسم بھی اور خیال بھی تیرے لئے سجدہ کر رہے ہیں اور میرا دل تجھ پر ایمان رکھتا ہے اور میری زبان تیرے احسانوں کی مقر ہے۔ اب میں تیرے سامنے ہوں۔ اے باعظمت بادشاہ۔ اے گناہ عظیم بخشنے والے خدا۔ (الفضل یکم ستمبر 1947ء۔ ص1)

حضرت مصلح موعودؓ کا سفر ہجرت

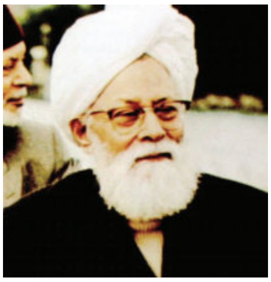
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب دیکھا کہ مشرقی پنجاب میں رہ کر اشاعت اسلام کا کام جاری رکھنا ناممکن ہے تو آپ قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ جس سے جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ یہ سفر حضورؓ نے جماعتی مشورہ کے بعد 31 اگست 1947ء کو فرمایا۔
حضورؓ نے روانگی سے قبل اپنے لخت جگر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کو قصر خلافت کا بالائی کمرہ سپرد فرمایا۔ اور انہیں اپنے بعد اس میں قیام پذیر ہونے کی ہدایت فرمائی۔ ازاں بعد حضورؓ کیپٹن ملک عطاء اللہ صاحب آف دوالمیال کی اسکورٹ میں تقریباً ایک بجے کے قریب احمدیہ چوک قادیان سے موٹر میں سوار ہوئے اور پھر سوا ایک بجے کوٹھی دارالاسلام قادیان میں پہنچے جہاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور نواب زادہ میاں عباس احمد خاں (جو حضور کے ساتھ ہی کوٹھی دارالاسلام میں آئے تھے) اور ان کے علاوہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے بعض اور افراد نے حضورؓ کو الوداع کہا اور حضورؓ یہاں سے بذریعہ موٹر کار روانہ ہو کر ساڑھے چار بجے کے قریب شیخ بشیر احمد صاحب امیر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے مکان پر بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اس تاریخی سفر میں حضرت ام متین صاحبہ اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب) بھی حضورؓ کے ہمراہ تھیں۔

(الفضل۔ 18 جون 1948ء)

الوداعی پیغام

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی روانگی سے ایک روز قبل یعنی 30 اگست 1947ء کی رات کو قادیان و جماعت ہائے احمدیہ ضلع گورداسپور کے نام حسب ذیل الوداعی پیغام لکھا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو اپنے پیچھے امیر مقامی مقرر کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ میرے قادیان سے روانہ ہونے کے بعد یہ پیغام جماعت تک پہنچا دیا جائے چنانچہ آپ نے اس کی نقلیں کروا کے مغرب اور عشاء کی نمازوں میں قادیان کی تمام مساجد میں بھجوا دیں جو پڑھ کر سنادی گئیں۔ پیغام یہ تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔



"میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ تمام پریذیڈنٹان انجمن احمدیہ قادیان و ملحقہ جات و دیہات ملحقہ قادیان و دیہات تحصیل بٹالہ و گورداسپور کو اطلاع دیتا ہوں کہ متعدد دوستوں کے متواتر اصرار اور لمبے غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قیام امن کی اغراض کے لئے مجھے چند دنوں کے لئے لاہور جانا چاہیے۔ کیوں کہ قادیان سے بیرونی دنیا کے تعلقات منقطع ہیں۔ اور ہم ہندوستان کی حکومت سے کوئی بھی بات نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہمارا معاملہ اس سے ہے لیکن لاہور اور دہلی کے تعلقات ہیں۔ تار اور فون بھی جا سکتا ہے۔ ریل بھی جاتی ہے، اور ہوائی جہاز بھی جا سکتا ہے۔ میں مان نہیں سکتا کہ اگر ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو صاحب پر یہ امر کھول دیا جائے کہ ہماری جماعت مذہباً حکومت کی وفادار جماعت ہے تو وہ ایسا انتظام نہ کریں کہ ہماری جماعت اور دوسرے لوگوں کی جو ہمارے اردگرد رہتے ہیں حفاظت نہ کی جائے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ حکام پر یہ اثر ڈال رہے ہیں کہ مسلمان جو ہندوستان میں رہ گئے ہیں ہندوستان سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں اپنے جذبات کے اظہار کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ اِدھر اعلان ہوا اُدھر فسادات شروع ہو گئے۔ ورنہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مسلمان مسٹر جنّاح کو اپنا سیاسی لیڈر تسلیم کرنے کے باوجود ان کے اس مشورے کے خلاف جاتے کہ اب جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ہیں انہیں ہندوستان کا وفادار رہنا چاہیے۔ غرض ساری غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ یکدم فسادات ہو گئے۔ اور صوبائی حکام اور ہندوستان کے حکام پر حقیقت نہیں کھلی۔ ان حالات میں میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی جگہ جانا چاہیے جہاں سے دہلی و شملہ سے آسانی سے تعلقات قائم کئے جا سکیں۔ اور ہندوستان کے وزراء اور مشرقی پنجاب کے وزراء پر اچھی طرح سے معاملہ کھولا جا سکے۔ اگر ایسا ہو گیا تو وہ زور سے ان فسادات کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

[i]اسی طرح لاہور میں سکھ لیڈروں سے بھی بات چیت ہوسکتی ہے۔ جہاں وہ ضرورۃً آتے جاتے رہتے ہیں اور اس سے بھی فسادات دور کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ان امور کو مدّ نظر رکھ کر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں چند دن کے لئے لاہور جاکر کوشش کروں۔ شاید اللہ تعالیٰ میری کوششوں میں برکت ڈالے۔ اور یہ شور وشر جو اس وقت ہو رہا ہے دور ہوجائے۔ میں نے اس امر کے مدّ نظر آپ لوگوں سے پوچھا تھا کہ ایسے وقت میں میرا جانا عارضی طور پر زیادہ مفید ہو تو اس کا فیصلہ آپ لوگوں نے کرنا ہے یا میں نے؟ اگر آپ لوگوں نے کرنا ہے تو پھر آپ لوگ حکم دیں میں اسے مانوں گا لیکن میں ذمہ داری سے سبکدوش ہوں گا۔ اور اگر فیصلہ میرے اختیار میں ہے تو میں نے چند دن کے لئے اپنی اسکیم کے مطابق کوشش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ لوگ دُعائیں کرتے رہیں اور حوصلہ نہ ہاریں۔ دیکھو مسیح کے حواری کتنے کمزور تھے مگر مسیح انہیں چھوڑ کر کشمیر کی طرف چلا گیا اور مسیحیوں پر اس قدر مصائب آئے کہ تم پر ان دنوں میں ان کا دسواں حصہ بھی نہیں آئے لیکن انہوں نے ہمّت اور بشاشت سے ان کو برداشت کیا۔ اُن کی جدائی تو دائمی تھی مگر تمہاری جدائی تو عارضی ہے اور خود تمہارے اور سلسلہ کے کام کے لئے ہے۔ مبارک وہ جو بدظنی سے بچتا ہے اور ایمان پر سے اس کا قدم لڑکھڑاتا نہیں۔ وہی جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ سے انعام پاتا ہے۔ پس صبر کرو اور اپنی عمر کے آخری سانس تک خدا تعالیٰ کے وفادار رہو۔ اور ثابت قدمی، نرمی اور عقل اور سوجھ بوجھ اور اتحاد و اطاعت کا ایسا نمونہ دکھاؤ کہ دنیا عش عش کر اٹھے۔ جو تم میں سے مصائب سے بھاگے گا وہ یقیناً دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو گا اور خدا تعالیٰ کی لعنت کا مستحق۔ تم نے نشان پر نشان دیکھے ہیں اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا منور جلوہ دیکھا ہے تمہارا دل دوسروں سے زیادہ بہادر ہونا چاہئے۔ میرے سب لڑکے اور داماد اور دونوں بھائی اور بھتیجے قادیان میں ہی رہیں گے۔ اور میں اپنی غیر حاضری کے ایام میں عزیز مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنا قائم مقام ضلع گورداسپور قادیان کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ اُن کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو اور ان کے ہر حکم پر اسی طرح قربانی کرو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِىْ فَقَدْ اَطَاعَنِىْ وَمَنْ عَصٰى اَمِيْرِىْ فَقَدْ عَصَانِىْ۔ یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کریگا۔ اور جو میری اطاعت کرے گا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کریگا۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کرے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا۔ وہی مؤمن کہلا سکتا ہے دوسرا نہیں۔

[ii]اے عزیزو! احمدیت کی آزمائش کا وقت اب آگے آئے گا۔ اور اب معلوم ہوگا کہ سچا مؤمن کون سا ہے۔ پس اپنے ایمانوں کا ایسا نمونہ دکھاؤ کہ پہلی قوموں کی گردنیں تمہارے سامنے جھک جائیں اور آئندہ نسلیں تم پر فخر کریں۔ شاید مجھے تنظیم کی غرض سے کچھ اور آدمی قادیان سے باہر بھجوانے پڑیں مگر وہ میرے خاندان میں سے نہ ہوں گے بلکہ علماء سے ہوں گے۔ اس سے پہلے بھی میں کچھ علماء باہر بھجوا چکا ہوں۔ تم اُن پر بدظنی نہ کرو۔ وہ بھی تمہاری طرح جانوں کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں لیکن خلیفۂ وقت کا حکم مجبور کرکے انہیں لے گیا۔ پس وہ ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ ہاں وہ لوگ جو بوجہ بزدلی آنوں بہانوں سے اجازت لیکر بھاگنا چاہتے ہیں وہ یقیناً کمزور ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کے گناہ بخشے اور سچے ایمان کی حالت میں جان دینے کی توفیق دے۔

اے عزیزو! اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہے اور مجھے جب تک زندہ ہوں سچے طور پر اور اخلاص کے ساتھ تمہاری خدمت کی توفیق بخشے اور تم کو مؤمنوں والے اخلاص اور بہادری سے میری رفاقت کی توفیق بخشے۔ (آمین)''

والسلام خاکسار (دستخط) مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح 30.8.47 (الفضل 8 جون 1948ء ص3)

قادیان سے ہجرت

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''انبیاء کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رؤیاء نبی کے زمانہ میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے۔''

(بدر جلد نمبر 1 نمبر 23، مجریہ 7 ستمبر 1905ء)

18/ستمبر 1894ء کو حضور علیہ السلام کو الہام ہوا ''داغ ہجرت'' (تشحیذ الاذہان جون/جولائی 1908ء ص14)

حضرت مصلح موعودؓ کے ہجرت کے متعلق ارشادات

''مجھے بتایا گیا کہ تم ایک ابراہیم بھی ہو'' (الفضل 7 مارچ 1944ء)

ابراہیمی مشابہت کے لئے ضروری تھا۔ کہ ہمیں بھی ہجرت کرنا پڑے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہمیں قادیان چھوڑنا پڑا۔ (الفضل 10 جون 1959ء)

''جماعتی طور پر ایک بہت بڑا ابتلاء 1947 میں آیا اور الٰہی تقدیر کے ماتحت ہمیں قادیان چھوڑنا پڑا۔ شروع میں میں سمجھتا تھا کہ جماعت کا جرنیل ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ قادیان میں لڑتا ہوا مارا جاؤں ورنہ جماعت میں بزدلی پھیل جائے گی اور اس کے متعلق میں نے باہر کی جماعتوں کو چٹھیاں بھی لکھ دی تھیں۔ لیکن بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کے مطالعہ سے مجھ پر یہ امر منکشف ہوا کہ ہمارے لئے ایک ہجرت مقدر ہے اور ہجرت ہوتی ہی لیڈر کے ساتھ ہے۔۔۔۔۔ پس میں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ کی مصلحت یہی ہے کہ ہماری ہجرت یقینی ہے اور فیصلہ کیا گیا کہ مجھے قادیان چھوڑ دینا چاہئے۔'' (تاریخ احمدیت جلد دس۔ص 48-746)

درویشوں کے متعلق فرمایا:۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی عقل کو اپنے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے موت کی گہری نیند سلا کر اور اپنے جنون کو بروئے کار لا کر اپنی جانیں اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیں۔ کس کے حکم سے؟ کس کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں؟ اپنے اس محبوب ترین موعودؓ خلیفہ وقت کے اشارے پر جسے عرش اعلیٰ سے۔ مصلح موعودؓ۔ جیسا عظیم الشان خطاب ملا تھا اور جس نے اپنی جماعت کی بے مایہ اور کمزور چڑیوں سے اعدائے احمدیت میں سے بڑے بڑے ناموں شہبازوں کے سر کچلوائے تھے۔ تقسیم ملک کے وقت حضورؓ نے احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کے مقدس مقامات کی خدمت اور حفاظت کے لئے تین سو تیرہ احباب کا مطالبہ فرمایا۔ یوں تو اس وقت لاکھوں افراد کی جماعت کا ہر فرد اپنے محبوب امام کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے بے قرار تھا لیکن عدد بہر حال تین سو تیرہ تھا جس کا اعلان فرمایا گیا تھا۔ اسی تاریخی، مبارک اور بابرکت عدد میں شامل ہو کر ہندوستان میں جب لاکھوں خونخوار تلواریں لہرا رہی تھیں۔ جب سارے متحدہ ہندوستان میں ہر طرف لاکھوں صلیبیں بے گناہوں کو موت سے ہمکنار کرنے کے لئے تیار تھیں۔ ان خطرناک حالات میں تین سو تیرہ احباب کا ایک حسین وجمیل قافلہ تیار ہوا جو درویش کے معزز اور قابل فخر لقب سے ملقب ہوا۔ اور تاریخ احمدیت کا ایک سنہری باب بن گیا۔ یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو درویش بن کر آستانہ محبوب پر دھونی رما کر بیٹھ گئے ان کے پاس تو سوائے بے دست و پائی اور دعائے نیم شبی کے کچھ بھی نہ تھا۔ لیکن سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے عشق میں سرشار ہو کر اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اپنے مستقبل، اپنے اہل وعیال اور دنیوی مفادات کو یوں قربان کر دیا کہ رہتی دنیا تک ان کا نام عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

درویشان کے انتخاب کا طریق کار اور پہلا مرحلہ

درویشوں کا انتخاب کرنے کے لئے سب سے پہلے تمام احمدیوں سے پوچھا گیا کہ کون کون ان میں سے رضا کارانہ طور پر قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے رہنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد درج ذیل اصول و قواعد کے پیش نظر جو تاریخ احمدیت میں درج ہیں قرعہ اندازی کی گئی۔

1۔ حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد اور باقی خاندان حضرت مسیح موعودؑ و خاندان حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے افراد کے الگ الگ قرعے ڈالے گئے۔

2۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے قدیم ڈھانچہ کو بنیادی طور پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کی گئی کہ صدر انجمن احمدیہ کی مندرجہ ذیل نظارتوں کے نمائندے اور محررین موجود رہیں۔ نظارت علیا۔ نظارت امور عامہ وخارجہ۔ نظارت ضیافت۔ محاسب۔ بیت المال۔ تحریک جدید کے سب صیغوں کی طرف سے ایک نمائندہ کافی سمجھا گیا۔ ناظر ضیافت یا ناظر امور عامہ میں سے کسی کو امین بنانے اور دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کی نظارتوں کو دوسری کسی نظارت سے منسلک کرنے کی تجویز کی گئی۔ نیز قرار پایا کہ ایک آڈیٹر کا بھی انتخاب کیا جائے۔

3۔ بیرونی رضا کاروں اور قادیان کے باشندوں میں سے جو احباب منتخب ہوئے ان میں ایک اہم اصول یہ پیش نظر رکھا گیا کہ ان میں علماء سلسلہ بھی ہوں۔ ڈاکٹر اور کمپونڈر بھی۔ اسی طرح آبادی کی سہولت کے لئے دوکانداروں، دھوبیوں، حجاموں، درزیوں، نانبائیوں غرض کہ ہر طبقہ کی الگ الگ لسٹیں بنا کر ان کا قرعہ نکالا گیا۔

4-چونکہ اس وقت خیال یہی تھا کہ تین ماہ کے بعد ان کا تبادلہ ہوتا رہے گا اس لئے محافظین، خدام بیرونی اور قادیان کے باشندوں کے انتخاب میں یہ بات بھی مدنظر رکھی گئی کہ اچھے قابل اور درمیانی قابلیت کے احباب باری باری رکھے جائیں۔

5-قادیان کی جماعت کے امراء اور ان کے نائبوں کے ناموں کی الگ الگ فہرستیں بنائی گئیں۔

امراء: مندرجہ ذیل اصحاب بطور امیر تجویز کئے گئے:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، سید محمود اللہ شاہ صاحب، مولانا جلال الدین شمس صاحب، ملک غلام فرید صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب، چوہدری اسد اللہ صاحب، مرزا عزیز احمد صاحب، مرزا مبارک احمد صاحب، مرزا ظفر احمد صاحب، مرزا منیر احمد صاحب، مولوی عبد المنان عمر صاحب، میاں مسعود احمد صاحب، ڈاکٹر کرنل عطاء اللہ صاحب، چوہدری بشیر احمد صاحب، مرزا منصور احمد صاحب، میجر داؤد احمد صاحب، ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم، چوہدری فقیر محمد صاحب، شیخ رفیع الدین صاحب ڈی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ، چوہدری محمد انور حسین صاحب، میر محمد بخش صاحب، شیخ اعجاز احمد صاحب، پیر صلاح الدین صاحب، ڈاکٹر غلام احمد صاحب، میاں غلام محمد صاحب اختر، میاں عطاء اللہ صاحب وکیل، مرزا عبد الحق صاحب وکیل، بابو قاسم دین صاحب سیالکوٹ۔

نائب امراء: نائب امیر کی حیثیت سے مندرجہ ذیل احباب کا انتخاب عمل میں آیا:۔

چوہدری محمد علی صاحب ایم۔اے، ملک عزیز الرحمٰن صاحب، شیخ مبارک احمد صاحب، مشتاق احمد صاحب ظہیر، چوہدری ظہور احمد صاحب، مرزا بشیر بیگ صاحب، چوہدری عزیز احمد صاحب، مولوی برکات احمد صاحب، راجہ بشیر احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ، مولوی قمر الدین صاحب فاضل، صوفی محمد ابراہیم صاحب، صوفی غلام محمد صاحب۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مندرجہ بالا نامزد امراء اور نائب امراء کا عرصہ قیام ڈیڑھ ماہ مقرر فرمایا۔

6-حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے نونہالوں کا حسب ذیل ترتیب سے قرعہ نکلا:۔ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔

7-قرعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے صاحبزادوں کے علاوہ دوسرے خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے جگر گوشوں کے نام بالترتیب یہ تھے:۔ مرزا ظفر احمد صاحب، میاں عبد الوہاب صاحب، مرزا مجید احمد صاحب، میاں عبد المنان صاحب عمر، مرزا منصور احمد صاحب، سید مسعود احمد صاحب، مرزا بشیر احمد صاحب، مرزا منیر احمد صاحب، مرزا نسیم احمد صاحب، میاں مسعود احمد صاحب، سید داؤد احمد صاحب، سید سید احمد صاحب۔

8-علماء سلسلہ میں سے مولوی ظہور حسین صاحب سابق مبلغ بخارا اور مولوی شریف احمد صاحب امینی (ٹیچر مدرسہ احمدیہ) کا نام قرعہ میں نکلا۔

9-محاسب اور بیت المال کے لئے عبد الحمید صاحب عاجز، امور عامہ کے لئے مولوی برکات احمد صاحب بی۔اے اور ضیافت کے لئے بطور نمائندہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل جٹ کا نام تجویز ہوا۔

10-خاندان حضرت مسیح موعودؑ، علماء سلسلہ اور بعض دیگر افراد کو (جن کا نام سب سے پہلے ٹھہرنے والوں میں نکلا) ہفتہ عشرہ کے لئے پاکستان جانے کی عام اجازت دے دی گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد 11، ص۔351-349)

زمانہ درویشی کا باقاعدہ طور پر آغاز 16 نومبر 1947 کو ہوا۔ کیونکہ سولہ نومبر کو قادیان سے آخری قافلہ پاکستان کے لئے چلا گیا تھا۔ اور اس کے بعد 313 احباب قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے رہ گئے تھے۔ ان کو ''درویش'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر 1963ء میں درج ہے:۔

16 نومبر 1947ء سے زمانہ درویشی شروع ہوا۔ آخری قافلہ 16 نومبر 1947ء کو چلے جانے کے بعد 313 احباب قادیان میں ٹھہرے رہے۔ دیارِ حبیب کی آبادی اور شعائر اللہ و مقامات مقدسہ کی نگہداشت اور حفاظت کی خاطر 16 نومبر 1947ء کو قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں 221 نوجوان، 57 درمیانی عمر کے اور 35 بوڑھے احباب تھے۔ 16 نومبر 1947ء کو قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں گیارہ صحابہ تھے۔ بعد میں مزید تیرہ تشریف لائے۔ جس سے صحابہ کی تعداد چوبیس ہو گئی۔

قادیان کے مقامی احمدی درویشوں کو ان کے انتخاب کی اطلاع قبل ازیں یکم نومبر 1947ء کو بذریعہ کارڈ دی گئی تھی جس پر امیر جماعت احمدیہ قادیان مولانا جلال الدین شمس صاحب کے دستخط تھے اس کارڈ پر درج ذیل عبارت لکھی ہوئی تھی:۔

''درویش نمبر۔۔۔۔۔ نام۔۔۔۔۔ مبارک ہو کہ آپ کو اگلے دو ماہ کے لئے قادیان میں ٹھہرنے کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ امن اور صلح سے رہیں گے اور اپنے ساتھیوں سے تعاون کریں گے۔ خود تکلیف اٹھائیں گے مگر ساتھیوں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے۔''

اسی طرح درویشوں سے حسب ذیل عہد بھی لیا گیا تھا:۔

''ہم احمدی۔۔۔۔۔ جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم تا حکم ثانی (جو انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ فیصلہ کے مطابق دو ماہ تک ہو گا) قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ امن اور صلح سے رہیں گے ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ اور ہم میں سے جو آفیسر ہیں وہ خود تکلیف اٹھائیں گے لیکن دوسروں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے۔'' (تاریخ احمدیت جلد 11، ص۔369)

یہی وہ خوش نصیب درویش تھے جن کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو یہ الہام ہوا تھا:۔

''یہ (نان) تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔'' **درویش کا قابل فخر خطاب پایا۔** (نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد 18۔ ص 585)

شروع شروع میں جملہ درویشوں کو نظم و نسق کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

حفاظت مرکز کے مستقل خدام جن کے پہلے نگران کیپٹن شیر ولی صاحب تھے۔ درویشان نمبر 1 کے نام سے موسوم کئے گئے۔

درویشان نمبر 2 میں قادیان کے مقامی احباب شامل تھے جن کے نگران مرزا محمد حیات صاحب مقرر ہوئے۔

بیرونی خدام کو درویشان نمبر 3 قرار دیا گیا۔ اور ان کی نگرانی کی خدمت چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے آنرز کو سونپی گئی۔ درویشان کرام کی اس تقسیم کے تقریباً ایک سال کے بعد یعنی ماہ ستمبر 1948ء میں ان کے نمبروں کی تقسیم ختم کر کے مستقل تنخواہ دار درویشوں کو درویشان ناصر آباد اور درویشان بیرون کو درویشان مسجد اقصیٰ اور درویشان مقامی کو درویشان مسجد مبارک کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

16 نومبر 1947ء جب آخری کنوائے قادیان سے چلا گیا تھا تو تاریخ احمدیت کے مطابق اس وقت 316 درویش قادیان میں رہ گئے تھے۔ شروع میں درویشان کو دو دو ماہ کے لئے قادیان میں رکھا گیا تھا اور پروگرام یہ تھا کہ ہر دو ماہ کے بعد کچھ لوگ باہر سے قادیان آیا کریں گے اور دو ماہ بعد قادیان سے باہر جانا چاہتے ہوں ان کو بھجوا دیا جائے گا۔ اس پروگرام کے تحت بعض لوگوں کے تبادلے بھی ہوئے اور قادیان میں باہر سے تین مرتبہ نئے لوگ آئے۔ ان تینوں قافلوں میں آنے والے افراد کی تعداد بالترتیب اس طرح تھی۔ اول 10، دوم 15، سوم 35۔ اس طرح ''درویش'' کا لقب پانے والے افراد کی کل تعداد 375 بنتی ہے۔ (الفرقان درویشان قادیان نمبر۔ ص 74)

> 1898ء ''میں امام الزمان ہوں۔ اور خدا میری تائید میں ہے اور وہ میرے لئے ایک تیز تلوار کی طرح کھڑا ہے اور مجھے خبر دی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہو گا۔ وہ ذلیل اور شرمندہ کیا جائے گا۔ دیکھو میں نے وہ حکم پہنچا دیا جو میرے ذمہ تھا۔'' (ضرورت الامام۔ ص 26)

درویشان قادیان

ماں کے دولارے لاڈلے وہ باپ کے نور نظر
راہ وفا میں مٹ گئے دنیا سے ناطہ توڑ کر
تین سو تیرہ تھے وہ اب رہ گئے اٹھارہ یہاں
دل دریدہ چشم تر ہیں رفتگاں کو چھوڑ کر
ان میں اکلوتے بھی تھے ماں باپ کے لخت جگر
قادیاں میں آ گئے تھے ان کو تنہا چھوڑ کر
کیا کہوں؟ کیسے کروں ان خستہ جانوں کا بیاں
دامان صبر تھامے رہے بچے پلوٹھے چھوڑ کر
صاحب ثروت تھے ان میں صاحب علم و کمال
رہ گئے درویش بن کر جاہ و حشمت چھوڑ کر
اب تک نبرد آزما وہ حادثات دہر سے
عہد وفا پہ قائم ہیں تقویٰ کی چادر اوڑھ کر
انقلاب خونچکاں میں سربسر سینہ سپر
ڈٹ گئے تھے رزم میں انجام ہستی چھوڑ کر
ناقابل تسخیر ہیں یہ احمدیت کے سپوت
عہد درویشی نبھایا جان و جگر جی توڑ کر
اٹھ رہا تھا نام احمد ازبس زمیں قادیاں
ان کے دم سے قائم ہے نبیوں کا حلہ اوڑھ کر
ہیں نشاں ہ داغ ہجرت انخلائے قادیاں
آباد گر الدار ہیں اپنے گھروں کو چھوڑ کر
تاریخ ساز احمدیت اور شعائر قادیاں
چاکر مزار احمد ہیں خرقہ درویشی اوڑھ کر
ہےآ رہی خورشید وہ بانگ رحیل کارواں
بخش دے مولیٰ ہمیں تو لیکھا جوکھا چھوڑ کر

(مکرم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش)

درویشان ارض قادیان

محترم ہیں اپنے درویشان ارض قادیان
محتشم ہیں پیارے درویشان ارض قادیان
سرفرازی پائی فرمان الٰہی کے طفیل
سرفدا ہیں سارے درویشان ارض قادیان
فاقہ مستی کی ادا خنجر بدست اور سر بکف
نام پیارا پائے درویشان ارض قادیان
سینکڑوں پر ایک تھا حاوی بہادر کامیاب
شیر جیسے گرجے درویشان ارض قادیان
دشمنوں کی تی بباری پانی پانی کر گئے
اشکباری کرکے درویشان ارض قادیان
چاند زادے اپنے سورج کا سہارا پاگئے
روشنی پھیلاتے درویشان ارض قادیان
تین سو تیرہ ہزاروں پر تو قابو پا گئے
قوت حق پائے درویشان ارض قادیان
وہ مسیحی دم سے پائے ہمت کر و بیاں
نعرہ حق کھینچے درویشان ارض قادیان
بے سرو سامانیوں کا تھا سرو ساماں بدست
فاتح سب کہلائے درویشان ارض قادیان
بخشا ہے اللہ نے آپکو اپنا ہی حفظ اماں
نام ناظر پائے درویشان ارض قادیان

(مکرم غلام نبی ناظر صاحب، یاری پورہ کشمیر)

قادیان کی یاد میں

(ہجرت کے بعد ایک نامعلوم شاعر)

میرا بچپن جہاں گزرا وہ بستی چھن گئی کیونکر
میری بستی میری خوابوں کی بستی بن گئی کیونکر

وہ بستی جس کی ذروں نے مسیحا کے قدم چومے
اور اس بستی کے کوچوں نے وہ پاؤں دم بدم چوُمے

زمیں قادیاں کے واسطے آنکھیں ترستی ہیں
امیدیں تلملاتی ہیں تمنائیں تڑپتی ہیں

زمین قادیاں تو ہم سے چھوڑی جا نہیں سکتی
قسم اِک بار کھائی ہے جو توڑی جا نہیں سکتی

یہ سچ ہے میں نے چھوڑا تھا تو نے نہیں چھوڑا
مگر پھر لوٹ آنے کا وعدہ بھی نہیں توڑا

تری تاریخ کو قومیں ہمیشہ یاد رکھیں گی
تھے شاد اب رکھیں گی تجھے آباد رکھیں گی

قادیان کا چاند

(مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد۔شیخوپورہ)

کیوں کر بچے نظر میں بھلا آسماں کا چاند
آترا ہوا ہے دل میں میرے قادیاں کا چاند

رمہرعربؐ سے اس نے کیااکتساب نوُر
زیبا ہے گر کہوں اسے سارے جہاں کا چاند

دنیا و دیں کی ظلمتیں معدوم ہو گئیں
جب سے ہوا ہے جلوہ نما قادیاں کا چاند

محمود کون ہے تجھے کیا کیا بتاؤں دوست
میرا حبیب مہدی آخر زماں کا چاند

ہر دم دعائے شاد ہے باعجزو انکسار
جلوہ فگن مدام رہے قادیاں کا چاند

قادیان کی یاد میں

(محترمہ مطلوبہ خاتون صاحبہ)

دل میرا مغموم ہے اے قادیاں تیرے بغیر
نیم بسمل کی طرح ہوں نیم جاں تیرے بغیر

دل میں تیری یاد نے برپا کیا ہے اک حشر
ہے خوشی دل پر ہے اک رنج گراں تیرے بغیر

تیری فرقت میں میری جاں اسقدر غمناک ہے
ساری خوشیاں مٹ گئی ہیں میری جاں تیرے بغیر

قادیان کی پاک بستی میں مگن تھا دل میرا
اب تو دل گھبرا گیا ہے مہرباں تیرے بغیر

دیدہ ودل دید سے تیری منور تھے مگر
اب مجھے تاریک ہے سارا جہاں تیرے بغیر

چھوٹنا تیرا ہے کیا سارا زمانہ چھٹ گیا
پھر رہے ہیں بے وطن بے خانماں تیرے بغیر

شاکرہ شکر خدا ہر حال میں واجب تو ہے
پر زبان شکر بھی ہے بے زباں تیرے بغیر

خدا کے بندے! قادیان کے درویش

خُدا کے بندے خدا کے بلائے بیٹھے ہیں
درِ حبیب پہ دھونی رمائے بیٹھے ہیں

اسی کی ذات پر ان کو یقین کامل ہے
اُسی کے فضل پہ آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں

کیا ہے دیں کو مقدم انہوں نے دنیا پر
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹائے بیٹھے ہیں

رہیں گے زندہ قیامت تلک جو مر کر بھی
یہ اپنے مقصدِ عالی کو پائے بیٹھے ہیں

جہاں میں رہتے ہیں بیگانۂ جہاں بن کر
یہ اپنے یار سے ہی لَو لگائے بیٹھے ہیں

نہ یاد ان کو ''اقارب'' نہ ''مال و زر'' اپنے
خُدا کے عشق میں سب کچھ بھلائے بیٹھے ہیں

ہے ان کا ''مقصدِ واحد'' اطاعت آقا
اسی کے حکم سے گردن جھکائے بیٹھے ہیں

فرشتے ان پہ ہمیشہ سلام بھیجیں گے
جو قادیان کو مسکن بنائے بیٹھے ہیں

سپرد ان کے شعائر کی پاسبانی ہے
سِپرِ خُدا کے کرم کو بنائے بیٹھے ہیں

خُدا کے دین کی خدمت میں بن گئے ''درویش''
وہ اس کے نام کی عظمت بڑھائے بیٹھے ہیں

فضائیں ان کی اذانوں سے گونج اٹھتی ہیں
وقارِ ابنِ محمدؐ دکھائے بیٹھے ہیں

قلوب ان کے منور ہیں نور ایماں سے
چراغ ''ذکر الٰہی'' جلائے بیٹھے ہیں

یہ جان رکھ کے ہتھیلی پہ دین کی خاطر
ستم زمانے کے سارے اٹھائے بیٹھے ہیں

دیارِ حضرتِ مہدی کے ساکنین یہاں
''خُدا کے پیارے'' کی بستی بسائے بیٹھے ہیں

دعا ہے تجھ سے خُدایا یہ شادمان رہیں
جو قادیان میں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں

(مکرم محمدؐ ابراہیم شاد صاحب۔ الفضل 3 نومبر 1956ء۔ ہفت روزہ بدر درویشان قادیان نمبر 2011ء ص 61)

درویش کا اعلان

(جناب مولوی محمد شفیع اشرف)

در حبیب پہ دُھونی رما کے بیٹھا ہوں
ہوا و حرص کی دنیا مٹا کے بیٹھا ہوں

میں اپنے آپ کو بالکل بھلا کے بیٹھا ہوں
مگر میں پھر بھی زمانے پہ چھا کے بیٹھا ہوں

کسی کو سامنے اپنے بٹھا کر بیٹھا ہوں
حجاب ہائے تکلف اُٹھا کے بیٹھا ہوں

جمال حسن ازل کے حسین تاثر سے
تصورات کی دنیا بسا کے بیٹھا ہوں

خمار جس کا ابد تک کبھی نہ اترے گا
کسی کی آنکھ سے وہ مے لنڈھا کے بیٹھا ہوں

جو آگ طور سے فاراں پہ آ کے چمکی تھی
وہ آگ قلب و جگر میں دبا کے بیٹھا ہوں

انہوں نے بھی دل میں بٹھا کے رکھا ہے
میں جن کی راہ میں آنکھیں بچھا کے بیٹھا ہوں

خیال سوُد وزیاں سے بلند تر ہو کر
میں اپنی جان کی بازی لگا کے بیٹھا ہوں

قادیاں کو دیکھ کر

(ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم)

مضمحل تھا انقلاب آسماں کو دیکھ کر
دل مگر سنبھلا ذرا دارالاماں کو دیکھ کر

کچھ نہ کچھ تو عندلیب زار کی ڈھارس بندھی
بعد اک مدت کے اپنے گلستاں کو دیکھ کر

کچھ مسرت بھی ہے دل میں اور کچھ حسرت بھی ہے
اس زمیں کو دیکھ کر اس آسماں کو دیکھ کر

وہ محبت کی پرانی مجلسیں یاد آگئیں
ہر مکاں کو دیکھ کر ہر مہرباں کو دیکھ کر

اے مسیح پاک کی بستی تجھے معلوم ہے؟
تجھ میں آ بیٹھے تھے ہم سارے جہاں کو دیکھ کر

نقش دل میں بیٹھ جاتا ہے خدا کے حسن کا
تیرے کوچے کو تیرے ہر مکاں کو دیکھ کر

وہ کشش رکھی ہے قدرت نے تری اس خاک میں
آسماں جھکتا ہے تیرے آستاں کو دیکھ کر

ساری دنیا میں مچی ہے دھوم تیرے نام کی
غیر بھی حسرت زدہ ہیں اس نشاں کو دیکھ کر

آ کے اس بستی میں جانے کو نہیں چاہتا ہے جی
دل مچل بیٹھا ہے میرا دارالاماں کو دیکھ کر

بلبل نا شاد یارو اور جائے بھی کہاں
گلستاں میں اپنے پیارے آشیاں کو دیکھ کر

غم نہ کر اسلم تواب تیرا مکاں کوئی نہیں
رکھ تسلی اپنے یار لا مکاں کو دیکھ کر

خدا کے دامن حفظ واماں میں رہتے ہو

(جناب ظفر احسن صاحب آصف)

حریم مہدی خلد آشیاں میں رہتے ہو
خوشا نصیب کہ دارالاماں میں رہتے ہو

ہوں جام بادہ عرفاں سے کس لئے خالی
کہ تم تو مسکن پیر مغاں میں رہتے ہو

نگاہ اہل وطن سے تو دور ہو لیکن
نگاہ خالق کون و مکاں میں رہتے ہو

ہے بادشاہی سے بڑھ کر تمہاری درویشی
خدا کے دامن حفظ و اماں میں رہتے ہو

جہاں پہ باد خزاں کا گزر نہیں ہوتا
بہار بن کے تم اس گلستاں میں رہتے ہو

یہ اور بات کے آنکھوں سے دور ہو لیکن
خیال آصف شیریں بیاں میں رہتے ہو

الٰہی عشق کی کلیاں ہیں پھول ہو جائیں
مسافروں کی دعائیں قبول ہو جائیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قادیان سے ہجرت کے بعد قادیان کے امراء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 31 اگست 1947ء کو ایک بجے بعد دوپہر کے قریب قادیان مقدس سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔حضور اقدس نے اپنے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اےؓ کو قادیان اور محلقہ علاقہ کے لئے امیر نامزد فرمایا۔ آپ حضورؓ کے ارشاد پر 23/ستمبر 1947 کو لاہور پہنچ گئے۔ آپکے تشریف لے جانے کے بعد 23/ستمبر سے 14/اکتوبر 1947ء تک حضرت مرزا عزیز احمد ایم۔ اےؓ، خلف الرشید حضرت مرزا سلطان احمد امیر رہے۔ آپ کے زمانہ امارت میں قادیان وگردوپیش کے حالات زیادہ مخدوش ہوتے گئے 14اکتوبر کو آپ کی جگہ مولانا جلال الدین شمس امیر مقرر ہوئے جو صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور دیگر اصحاب الرائے احباب کی معاونت سے امارت کے فرائض 16نومبر 1947 تک سرانجام دیتے رہے۔ 16نومبر 1947 سے امارت کے فرائض حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؓ فاضل کے سپرد ہوئے۔(الفرقان ، اگست، ستمبر، اکتوبر 1963 ص100-) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؓ کی وفات(1976ء) کے بعد سے محترم حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم اپنی وفات 29اپریل 2007ء تک ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد مکرم محمد انعام غوری صاحب بطور ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی درویشانِ قادیان کے لئے زرّیں ہدایات

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے قادیان سے لاہور چلے جانے کے بعد امیر کے فرائض محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کے سپرد ہوئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو اپنے مکتوب مورخہ 1947-11-12 میں جو زرّیں ہدایات فرمائیں وہ درج ہیں۔ یہ ہدایات ہی آئندہ کی درویشی زندگی کے لئے لائحہ عمل تھیں۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔

مکرمی شمس صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج معلوم ہوا ہے۔کہ جو کنوائے جانا تھا وہ کل کے کنوائے کی وجہ سے منسوخ ہوگیا ہے۔اب کوشش کر رہے ہیں کہ دوبارہ اس کی اجازت مل جائے۔ خدا کرے مل جائے تو پھر یہ خط آپ کو مل جائیگا ورنہ جب خدا چاہے گا آپ لوگوں کی ملاقات کا موقع میسر آجائے گا۔

1۔ مجھے افسوس ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کوئی تنظیم نہیں۔ علماء کو بغیر غور کے باہر نکال دیا گیا ہے۔ وہاں صرف مولوی عبد القادر صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب ہیں۔ اب ہم کوشش کریں گے۔ اگر ہوسکا تو محمد شریف امینی کو بھجوایا جائیگا۔ حالانکہ علماء بھی آخری قافلہ میں جاسکتے تھے۔

2۔قادیان میں خرچ بے تحاشا ہوا ہے اور تنخواہوں کے خرچ کے علاوہ صرف اکتوبر میں اوپر کے اخراجات کے متعلق ساڑھے چھ ہزار کی تفصیل آئی ہے۔ اس سے پہلے تو سارے مہینے کی آمدن ہی چھ ہزار تھی۔ اکتوبر میں کچھ زیادتی ہوئی۔ نومبر اسی طرح چل رہا ہے کوئی خاص زیادتی نظر نہیں آتی بلکہ کمی کا خطرہ ہے۔ ان حالات میں اتنا خرچ کس طرح برداشت کیا جاسکتا ہے۔ میرے نزدیک قادیان میں چونکہ غلہ موجود ہے۔ دس روپیہ فی کس سے زیادہ کھانے کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔ مستقل محافظوں کو تو گزارہ ملتا ہے اُن کے گزارہ میں سے اُن کا خرچ کاٹنا چاہئے دیہاتی مبلغین کو بھی گزارہ ملتا ہے۔ اُن کے گزارہ میں سے بھی کھانے کا خرچ نکالنا چاہئے۔ گندم چونکہ موجود ہے اس لئے میرے خیال میں گندم کے علاوہ دس روپے سے زیادہ مہینہ کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔ اس طرح کل خرچ اڑھائی ہزار روپے ماہوار ہوگا۔ اس میں سے قریباً سترہ سو روپیہ ایسے لوگوں سے واپس مل جائیگا جن کو گزارے ملتے ہیں۔ اور باقی صرف آٹھ سو روپے کا خرچ رہ جائیگا۔ گزاروں کی رقم مستقل محافظوں اور دیہاتی مبلغوں کی اگر ملائی جائے تو پانچ ہزار کے قریب بنتی ہے۔ آٹھ سو روپیہ پہلا اور پانچ ہزار یہ ملا کر پانچ ہزار آٹھ سو روپیہ بنتا ہے۔ جو لوگ باہر سے آئے ہوئے وہاں رہیں گے اُن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہوگی اور قادیان والوں اور باہر سے آنے والے لوگوں کی تعداد قریباً ایک سو پچاس ہوگی۔ ان لوگوں پر تیل اور صابن وغیرہ کے لئے بھی پانچ پانچ روپے خرچ کئے جائیں تو ساڑھے سات سو روپے کے قریب یہ بنتا ہے۔ صفائی وغیرہ اور دوسرے اخراجات دفتری کے لئے قریباً سو روپیہ رکھا جائے تو سات ہزار روپیہ بن جاتا ہے۔ یہ کھانے اور گزاروں اور تنخواہوں کو ملا کر رقم بنتی ہے۔ لیکن مستقل محافظ اور دیہاتی مبلغ غالباً اپنے

گزاروں میں سے کچھ رقم اپنے رشتہ داروں کو باہر بھجوانا چاہیں گے۔ میرے خیال میں وہ رقم تین ہزار سے کم نہیں ہوگی۔ اس کو نکال دیا جائے تو چار ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح جو قادیان میں موجود روپیہ ہے اسی کے ساتھ آٹھ مہینے تک آسانی سے گزارہ کیا جا سکتا ہے۔......

3۔ قادیان میں جو گندم ہے اُس میں سے دو ہزار من ڈیڑھ سال کے خرچ کے لئے رکھ لیجائے۔ گندم اچھی طرح رکھی جائے تو دو دو تین تین چار چار سال تک رکھی جا سکتی ہے۔ باقی چار ہزار من اگر حکمت کے ساتھ فروخت کر دی جائے تو چالیس ہزار روپیہ کی رقم اور آجائے گی۔ اس طرح قریباً ڈیڑھ سال کا خرچ قادیان میں محفوظ رہے گا۔ وہاں کے لوگوں کا صرف یہی کام نہیں کہ بیٹھ رہیں۔ انکا کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک مستقل آبادی کی صورت دیں اور اُسی جگہ مستقل آمدنی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ مگر یہ ضرور کوشش ہونی چاہیئے کہ گندم ضبط نہ ہوجائے۔ فروخت ہو مگر محتاط طریق پر۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کو گندم کی فروخت کا لائسنس دلایا جائے۔

4۔......مَیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں کہ اب جو لوگ وہاں رہیں۔ اُن کو یہ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھلانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اسکا ذمہ دار وہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے ذریعہ سے ہم کو یہ نمونے دکھائے ہوئے ہیں۔ اب نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہیئے اور دُعا اور گریہ وزاری اور انکساری سے کام لینا چاہیئے اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے جب تک یہ طریق ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی۔ دوبارہ قادیان کا فتح کرنا مشکل ہے۔ ہمارے آدمیوں کو چاہیئے کہ وہ دعائیں کریں اور روزے رکھیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو دعاؤں کی قبولیت اور الہام کی نعمت میسر آجائے پھر وہ اس نعمت کے ذریعہ سے سکھ اور ہندو آبادی کے دلوں کو فتح کریں... میں نے اوپر لکھا ہے کہ وہاں خود اپنی آمدن پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے چار ذرائع ہیں۔ اوّل: دو کانوں کا افتتاح، دوم: طِب، سوم: زمینداری۔ ہمارے لڑکے وہاں موجود ہیں وہ کہیں کہ ہم اپنی زمینوں میں ہل چلانا چاہتے ہیں۔ سب لوگ مل کر خود ہل چلائیں۔ زمینوں کو آباد کریں۔ قادر آباد جو مشرق میں واقع ہے وہ اور اُس کے ساتھ ہماری سو ڈیڑھ سو ایکڑ زمین ہے اگر اس میں غلہ اور ترکاری وغیرہ کی کاشت کریں۔ گنا بوئیں اور کواپریٹو فارم کے طور پر کام شروع کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں سے اکثر کا گذارہ پیدا ہوسکتا ہے اور کم سے کم ایک سال کا غلّہ اور ترکاری اور دودھ اور گھی اور انڈا مفت مل سکتا ہے۔ چونکہ آدمیوں نے بدلتے رہنا ہے، اس لئے کواپریٹو اصول پر یہ کام ہونا چاہیئے۔ چوتھے: چھوٹی چھوٹی صنعتیں جاری کی جائیں۔ جیسے بٹوے بنانا، بیگ بنانا اور اسی قسم کے اور کام ہیں۔ آدمی ہم باہر سے کام سکھا کر وہاں بھجوا سکتے ہیں۔ اس طرح بھی بہت سی آمد پیدا کی جا سکتی ہے۔ جب چیزیں بن جائیں تو وہ مشرقی یا مغربی پنجاب کی منڈیوں میں بیچنے کے لئے بھیجی جا سکتی ہیں۔ بہر حال قادیان کی آبادی تصوف کے اصول پر ہی قائم کی جا سکتی ہے۔ اور تصوف کا اصول یہ ہے کہ کم گفتن وکم خوردن وکم خفتن۔ باتیں تھوڑی کی جائیں۔ کھانا تھوڑا کھایا جائے۔ سویا کم جائے اور اس کے مقابلہ میں ذکر الٰہی زیادہ کیا جائے۔ محنت زیادہ کی جائے اور خدمتِ خلق زیادہ کی جائے ان چار اصولوں پر چل کر روٹی کی فکر باقی نہیں رہتی لوگوں کی مخالفت کی روح ٹوٹ جاتی ہے اور خدا کے فضل زیادہ سے زیادہ نازل ہونے لگتے ہیں۔

5۔ چونکہ آئندہ کنوائے بند ہوگا۔ فون، تار اور ڈاک کے ذریعہ کام لیں۔...میں نے سُنا ہے بجلی کا خرچ بالکل بے فائدہ اور لغو کیا جاتا ہے اور بڑا بھاری بل ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان دنوں اس قسم کا خرچ نہایت ہی افسوسناک امر ہے۔ آپ لوگوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدانخواستہ ملک میں اگر کوئی اور گڑبڑ ہوئی تو ہم پیسہ بھی آپ لوگوں کو نہیں بھیج سکیں گے۔ اور شاید اس موجودہ تین ہزار روپے سے ہی آپ کو سالوں گذارنے پڑیں گے۔ اس لئے فوراً اپنی آمدن پیدا کریں اور فوراً اپنے اخراجات کو انتہائی درجہ تک گرا دیں۔ ہاں صحت کا خیال ضروری رکھا جائے ہوسکتا ہے کہ باورچی بھاگ جائیں یا باورچی نہ ملیں اس لئے مومنانہ قربانی سے کام لیتے ہوئے ہر شخص روٹی پکانا سیکھے۔ جس طرح ہر سپاہی روٹی پکا سکتا ہے۔ اسی طرح قادیان میں رہنے والے ہر شخص کو روٹی پکانی آنی چاہیئے۔ تا کہ ضرورت کے موقعہ پر بیماری اور تکلیف کا شکار نہ ہونا پڑے۔ جو کام لوگ دنیا کی خاطر کر سکتے ہیں۔ آپ لوگ دین کی خاطر کیوں نہیں کر سکتے۔ فوجوں میں بھی ہوتا ہے کہ چار آدمیوں میں سے ایک آدمی باری باری روٹی پکاتا ہے۔ اور تین آدمی دوسرے کام کے لئے فارغ ہوتے ہیں۔ زیادہ مل کر انتظام کیا جائے۔ تو غالباً دس آدمیوں کے پیچھے ایک آدمی روٹی پکانے والا کافی ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مشق ہو جائے تو فی آدمی تیس آدمی کا کھانا بھی پکا سکتا ہے۔ گھی، مسالحہ ہم نے اتنا بھیج دیا ہے کہ اُن آدمیوں کے لئے غالباً سال سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے کافی ہو۔

6۔ قادیان کے انتظام کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک کمیٹی وہاں کام کرے گی۔ امیر اس کا صدر ہو گا اور اس کے ممبر ہمارے خاندان کے دونوں نمائندے، محاسب، ناظر بیت المال، تحریک جدید کا ایک نمائندہ، دونوں مبلغ، باہر سے آنے والوں کا ایک نمائندہ، قادیان کے آدمیوں کا ایک نمائندہ، ڈاکٹر اور امور عامہ کا ایک نمائندہ ہو گا۔ اس کمیٹی کا نام صدر انجمن احمدیہ ہو گا اور اسی کا نام تحریک جدید ہو گا۔ اور اسی کا نام مقامی کمیٹی ہو گا۔ یہ کمیٹی قادیان کی آبادی کو قائم رکھنے، اخراجات کا کنٹرول کرنے، دینی روح پیدا کرنے، ہر قسم کے آمد کے ذرائع پیدا کرنے، مقامات مقدسہ کی حفاظت، تبلیغ اور اس تمام علاقہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ذمہ دار ہو گی جو اس وقت احمدیہ جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ اوپر کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق اُس کے کل ممبر بارہ ہیں۔ لیکن اُن میں ضرورت کے مطابق زیادتی بھی کی جاسکتی ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک اتنے آدمیوں سے ہر حصہ کی نمائندگی ہو جاتی ہے۔ اصل چیز تو یہی ہے کہ اپنے رسوخ کو اتنا بڑھایا جائے کہ وہاں کے ہندو اور سکھ آپ لوگوں کے مرید بن جائیں اور وہیں سے آمد پیدا ہونی شروع ہو جائے اور یہ مشکل نہیں۔ اپنی ذمہ داری کو آپ لوگ سمجھیں تو ایسا ہو سکتا ہے۔

7۔ خلیل احمد اپنی مذہبی تعلیم کو جاری رکھے اور خود مطالعہ کر کے اور علماء سے مدد لے کر اپنی پڑھائی میں حرج نہ ہونے دے اور کچھ وقت دیہاتی مبلغوں کو پڑھائے۔ کیونکہ پڑھانے سے علم بڑھتا ہے۔ عزیز ظفر احمد کو بھی مذہبی معلومات بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہی نصیحت میری تمام قادیان کے رہنے والوں کو ہے۔ چھ سات گھنٹے ہر شخص کچھ نہ کچھ کمائی کے لئے خرچ کرے دو گھنٹے ہر شخص ایسے رنگ میں تبلیغ کرے کہ کوئی جھگڑے والی بات نہ پیدا ہو اور تصوف کی طرف لوگوں کو مائل کر کے احمدیہ جماعت کی دعاؤں کی قبولیت، خدا تعالیٰ کے الہامات، اُس کی تائید، نصرت اور بیماروں کی شفاء وغیرہ کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دو گھنٹے قرآن کریم کے درس اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کئے جائیں۔ تہجد کی ہر شخص عادت ڈالے۔ وہاں رہنے والے ہفتہ میں ایک دو روزے ضرور رکھیں۔ تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے یہ طریق مقرر کر دیں کہ تراویح کی طرح سارا سال ہی نماز تہجد مسجد میں ہوا کرے یا اپنے اپنے حلقوں میں باجماعت تہجد کی عادت ڈالی جائے تمام کتب دفتر خلافت میں جمع کر دی جائیں۔ میری لائبریری کی الماریاں اکثر خالی ہوں گی ان میں رکھ دی جائیں۔ تمام اخباروں کے فائل اکٹھے کر لئے جائیں وہ بڑا قیمتی خزانہ ہے اور تاریخ سلسلہ کی بنیاد اس پر ہے۔ تمام لٹریچر کی لسٹیں بنوا کر یہاں بھجوائی جائیں۔ اور وہاں بھی محفوظ رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کی کتب کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آجائیں۔ اسی طرح میری کتابوں کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آجائیں۔ تفسیر کبیر کی کچھ جلدیں بھی وہاں رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کا جو لٹریچر آیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس میں حضرت صاحب کے اشتہارات کا مجموعہ شامل ہے یا نہیں۔ اگر وہ نہ آیا ہو تو اُس کی کچھ کاپیاں یہاں بھجوائی جائیں اور کچھ کاپیاں وہاں رکھی جائیں، پرانی تفسیریں بھی کچھ وہاں رکھی جائیں تا کہ وہاں رہنے والے ان سے فائدہ اُٹھاتے رہیں۔

باقی دعائیں بہت کرتے رہیں۔ قادیان سے بھی زیادہ اس طرف کو خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر جا کر اور مسجد مبارک میں بہت دعائیں کریں۔ یاد رکھیں کہ دعاؤں اور برکتوں کی جگہ قادیان ہے وہاں کے رہنے والے قادیان کی حفاظت کے علاوہ جماعت کی حفاظت کا کام بھی کریں گے کیونکہ بیرونی جماعتوں کی حفاظت میں قادیان کے لوگوں کی دعائیں بہت کچھ کام دے سکتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ بیرونی جماعتوں پر اور کوئی آفت آئے تو قادیان کی جماعت کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ احمدیت اور اسلام کا جھنڈا قائم رکھنا اُن کا فرض ہے۔ تمام دنیا میں احمدیہ لٹریچر کی حفاظت اور تبلیغ وہ اپنا کام سمجھے بہر حال احمدیت کا بیج دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور ہر مومن کا فرض ہے کہ اس بیج کو بڑھانے اور پھیلانے میں حصہ لے۔

یہ خط اپنے پیچھے رہنے والے امیر اور نائب امیر اور نگران محافظین کو پڑھا دیں اور وہ اپنے وقت پر اپنے بعد والوں کو پڑھا دیں تا سب کے ذہن میں رہے۔

مرزا محمود احمد 12-11-47

(مکتوبات اصحاب احمد جلد اول صفحہ: 39 تا 44)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا قادیان کے آئندہ نظام عمل کے متعلق ایک مفصل خط:



قادیان بھجوائے جانے والے کنوائے کا سلسلہ ختم ہونے والا تھا کچھ لوگوں کے علاوہ باقی سب لوگ قادیان سے ہجرت کر چکے تھے۔ آخری کنوائے قادیان سے جانا باقی تھا اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کی روشنی میں جو خط تحریر فرمایا اس کا متن پیش خدمت ہے۔ یہ خط آپ نے امیر جماعت قادیان کے نام مورخہ 47-11-14 کو تحریر فرمایا تھا۔

" بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ۔ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد۔

از رتن باغ لاہور 47-11-14 مکرمی ومحترمی شمس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل مورخہ 47-11-15 کو انشاء اللہ قادیان کا نوائے جا رہا ہے یہ غالباً آخری باقاعدہ کانوائے ہوگا۔ اس لئے اس میں باہر سے آنے والے عزیزوں اور دوستوں کو دُعا اور پیچھے رہنے والے دوستوں سے باقاعدہ رخصت ہونے کے بعد لاہور آجانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قادیان والوں اور باہر والوں سب کا حافظ و ناصر ہو۔ چند ضروری ہدائتیں نوٹ فرمالیں۔ میں نمبروار درج کروں گا۔

1۔ امارت کے متعلق حضرت صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ آپ کے بعد مولوی عبد الرحمن صاحب جٹؔ امیر ہوں گے۔ اور عزیز مرزا ظفر احمد نائب امیر۔

2۔ ناظر اعلیٰ عزیز مرزا ظفر احمد ہوں گے۔

3۔ نگران حفاظت کیپٹن شیر ولی صاحب ہوں گے۔

4۔ قادیان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک کا نظام اس کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا جو حضرت صاحب نے اپنے خط میں تجویز فرمائی ہے۔ اور اس کمیٹی کے ممبر صدر اور تحریک کے ممبر سمجھیں جائیں گے۔

5۔ تحریک کی جائیداد واقع قادیان کی ذمہ داری بھی صدر انجمن پر ہوگی۔

6۔ مولوی عبد الرحمن صاحب جٹؔ سر دست قادیان میں ہی ٹھہریں۔ دسمبر کے بعد دوسرا انتظام کیا جائیگا۔

7۔ قادیان میں مندرجہ ذیل طبقات ہوں گے:

(الف) قادیان کے باشندوں میں سے قرعہ کے ذریعہ قادیان ٹھہرنے والے۔

(ب) دیگر احمدی پبلک جو خوشی سے وہاں ٹھہرنا چاہے یا بطریق پرائیویٹ ملازمت وہاں ٹھہرے۔

(ج) تنخواہ دار عملہ حفاظت۔

(د) خدام بیرونی اور

(ھ) صدر انجمن یا تحریک کے کارکن۔

اِن میں سے نمبر (الف) کے آسودہ حال لوگوں کو لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔ یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔ اور جو آسودہ حال نہ ہوں انہیں مفت دیا جائے۔ نمبر (ب) میں سے جن کی گذارہ کی صورت ہو انہیں لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔ جن کی گزارہ کی صورت نہ ہو انہیں مفت دیا جائے۔ نمبر (ج) کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔ نمبر (د) کو لنگر سے مفت کھانا دیا جائے۔ نمبر (ھ) کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے کھانا چاہیں۔

8۔ کھانے کی قیمت بورڈنگوں کے اصول پر چارج کی جائے یعنی حساب نکال کر فی کس پر قیمت پھیلا لی جائے۔ مگر قیمت نقد وصول کی جائے قرض نہ دیا جائے۔

9۔آئندہ قادیان کے دفتر محاسب کی امانت حفاظت (ح) میں سے مقررہ کمیٹی کے فیصلہ کے ساتھ ناظر اعلیٰ کو برآمد کا اختیار ہوگا۔ پابندیاں خرچ کے متعلق وہی ہوں گی جو حضرت صاحب نے اپنے خط مورخہ 47-11-12 میں لکھ دی ہیں۔ تمام خرچ نہایت کفایت کے ساتھ کیا جائے اور خرچ کے مقابل پر آمد بھی پیدا کی جائے اور زندگی درویشانہ رکھی جائے اور حساب رکھا جائے اور آڈٹ بھی ہوتا رہے۔

10۔حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ قادیان میں ایک آڈیٹر ہونا ضروری ہے (خواہ قریشی عبد الرشید صاحب، خواہ راجہ بشیر احمد صاحب) جو صدر اور تحریک اور امانت حفاظت سب کا حساب چیک کرے اور اسے خزانہ کو بھی چیک کرنے کا اختیار ہو۔خزانہ کی چابی کے علاوہ محاسب کے علاوہ ایک امین بھی ضروری ہے۔

11۔ ملک صلاح الدین صاحب کو حضرت صاحب نے فی الحال دسمبر تک ٹھہرنے کی اجازت دی ہے اس کے بعد پھر غور ہوگا۔

12۔قادیان میں جو تنخواہ دار عملہ ہوگا۔خواہ صدر یا تحریک کا اور خواہ عملہ حفاظت اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ ابھی اُن رقوم کی تعیین کر دے جو وہ اپنے عزیزوں کو پاکستان میں ماہوار ادا کروانا چاہتے ہیں پھر اس کے مطابق انہیں قادیان میں اس قدر رقم ادا کر دی جائیگی اور باقی پاکستان میں ان کے عزیزوں کو ادا کی جاتی رہے گی۔ یہ حصے بجٹ کے بھی الگ الگ ہو جائیں گے اس کے مطابق فوراً تحریریں لے کر ایک نقل قادیان میں رہے اور ایک لاہور آجائے۔

13۔حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو چٹھی امور عامہ قادیان کی طرف سے مسٹر سونی مجسٹریٹ قادیان کو لکھی گئی ہے (نمبری 103 مورخہ 10-11-47)

اُس کا لب ولہجہ بہت قابل اعتراض ہے۔ اور خواہ نخواہ چڑانیوالا ہے۔ اوّل تو یہ کوئی جواب نہیں کہ آپ نے اتنی دفعہ یہ پاکٹ خالی کرنے کے لئے کہا ہے کہ ہم جواب میں کوئی مثال نہیں بتا سکتے۔ (مثالیں یاد ہوتی ہیں اور بتانی چاہئیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہر معقول آدمی بناوٹی اعتراض سمجھتا ہے)۔ دوسرے تحریر کا لب ولہجہ ہرگز چڑانے والا نہیں ہونا چاہئے۔جس میں طعن کا رنگ ہو۔ آخر آپ لوگوں نے اب قادیان میں انتہائی بردباری اور تحمل اور انکساری کے ساتھ رہنا ہے بلکہ یہ درویشانہ زندگی ہوگی۔ کیا درویشوں کا یہ لب ولہجہ ہوتا ہے آئندہ بہت احتیاط رکھی جائے۔ اور حکمتِ عملی اور اخلاق اور انکساری سے کام لیا جائے اور مولوی برکات احمد صاحب سونی صاحب سے مل کر زبانی بات کر کے سابقہ اثر کو دھونے کی کوشش کریں۔

14۔ آپ نے جو فہرست کارکنان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک ملک صلاح الدین صاحب کے دستخط سے بھجوائی ہے یعنی ان لوگوں کی جنہوں نے قادیان میں ٹھہرنا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ فہرست زیادہ ہے اور بعض صیغوں کی اب الگ صورت میں رہنے کی ضرورت نہیں مثلاً تحریک کا صیغہ تجارت اور صیغہ صنعت قادیان میں رہنا فضول ہے۔تحریک کا صرف ایک نمائندہ کافی ہے اس کی جائیداد وغیرہ کا خیال رکھنے کے لئے دراصل اس وقت قادیان میں یہ صیغے کافی ہیں۔

(الف) نظارت علیاء۔(ب) نظارت امور عامہ (ج) نظارت ضیافت (د) محاسب اور بیت المال مرکّب۔(ھ) ایک نمائندہ تحریک سب صیغوں کے لئے۔ ان سب کے لئے مناسب عملہ محررین ہونا چاہئے۔ اور وہ بھی مشترک ہو سکتے ہیں۔ نظارت دعوۃ اور تعلیم کا کام بھی اوپر کے کسی افسر کے ذمہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور ناظر امور عامہ و ناظر ضیافت میں سے ہی کوئی امین ہو جائے۔ آڈیٹر علیحدہ ہونا چاہئے۔ جو قریشی عبد الرشید صاحب یا راجہ بشیر احمد (میں) سے کسی کو مقرر کر کے رکھ لیا جائے۔

15۔خزانہ کے پہرہ دار دو ہونے ضروری ہیں۔ ایک کافی نہیں۔ گھروں کے دربان فارغ کر دئے جائیں اور خدام اور عملہ حفاظت سے کام لیا جائے۔

16۔ خدام اور عملۂ حفاظت اور دوسرے اصحاب کو بلا کر نصیحت کی جائے۔ یہ خدائی امتحان کا وقت ہے۔ اس وقت خشیت پیدا ہونی چاہئے۔

17۔خزانہ سے اگر بڑا سیف قادیان سے آسکے تو مناسب ہوگا۔ تا کہ یہاں اس میں سربمہر امانتیں رکھی جا سکیں۔لیکن اگر اس کی وجہ سے پیچیدگی کا ڈر ہو تو رہنے دیں۔ اور بہر حال خالی بھجوائیں تا اگر پولیس اور ملٹری کو شبہ ہو تو اسے کھول کر دکھا دیں۔

18۔گندم کے متعلق حضرت صاحب کے خط میں تفصیلی ہدایت ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

19۔ جب قادیان سے روانہ ہوں تو مقبرہ اور مسجد مبارک میں دعا کر کے آئیں اور سب دوستوں سے باقاعدہ مل کر اور رخصت ہو کر آئیں۔ اور انہیں اپنے پیچھے صبر اور قربانی اور انکساری اور باہمی اخوت کے ساتھ رہنے اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی نصیحت کر کے آئیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والے درویش ہیں۔

20۔حضرت مولوی شیر علی صاحب کی وفات کی خبر ریڈیو پر نشر کی جا چکی ہے۔ بیماری تو تھی ہی مگر اس وقت قادیان سے جدائی کا صدمہ اور نقصان لوگوں کے اعصاب پر سخت اثر پیدا کر رہا ہے اور اس صدمہ کی وجہ سے بیماری کے مقابلہ کی طاقت کم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو بعض دوستوں نے خواہش کی تھی جسے حضرت صاحب نے بھی پسند کیا کہ اگر ممکن ہو سکے تو ان کا جنازہ قادیان پہنچایا جائے۔ لیکن اس وقت تک اس کا انتظام نہیں ہو سکا۔ گو ڈپٹی ہائی کمشنر نے ڈی۔سی۔ گورداسپور کے نام چٹھی دیدی ہے۔ اور بغیر پورے انتظام کے جنازہ کی بے حرمتی کا ڈر ہے۔ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ورنہ بہر حال لاہور میں اماناً دفن ہوں گے۔ (آخری فیصلہ یہی ہوا ہے کہ لاہور میں اماناً دفن کیا جائے۔)

-۲۱ سیٹھ ابو بکر صاحب کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ لاہور آجائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آپ کے بھی جو باہر آنے والے ہیں۔ اور ان کے بھی جو پیچھے قادیان رہیں گے۔

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد 47-11-14 (مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم صفحہ: 74 تا 78 مرتبہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

قادیان دارالامان کی حفاظت اور آبادی کے لئے احمدیوں کو قادیان میں ٹھہرانے کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فیصلہ فرمایا کہ آئندہ قادیان میں درج ذیل تقسیم کے ساتھ دو سو پچاس احمدی مقیم رہیں گے، جو مقامات مقدسہ کی حفاظت کریں گے۔ تاریخ احمدیت میں یوں درج ہے:۔

قادیان کے تنخواہ دار محافظین=75۔ بیرونی رضا کار=115۔ باشندگان قادیان=60

قبل ازیں حضور انور کی منظور شدہ سکیم کے مطابق یہ فیصلہ بھی ہو چکا تھا کہ: "سب احمدی عورتوں اور اٹھارہ سال سے کم عمر کے سب بچوں اور پچپن سال سے زیادہ عمر کے سب مردوں کو قادیان سے باہر نکال لیا جائے۔ اور جو مرد اٹھارہ اور پچپن سال کے درمیان عمر رکھتے ہیں ان میں سے قرعہ اندازی کے ساتھ ایک تہائی کو تین ماہ کے لئے قادیان کے اندر رکھا جائے اور دو تہائی کو قادیان سے باہر لے جایا جائے۔ اور یہ قرعہ اندازی محلہ وار بنیاد پر ہو۔ البتہ انتظامی اہلیت والوں کے علاوہ بعض اور مخصوص گروپ بھی علیحدہ کر دئے جائیں اور ان میں علیحدہ قرعہ ڈالا جائے مثلاً ڈاکٹر، کمپونڈر، وکلاء، مقامی ملٹری اور پولیس سے رابطہ رکھنے والے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے کارکن، باورچی، دھوبی، نائی وغیرہ۔" اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آخر ماہ ستمبر سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس، مکرم مولانا ابو العطاء صاحب اور مکرم مرزا عبد الحق صاحب پر مشتمل کمیٹی قائم ہو چکی تھی جس نے حضور کے نئے فیصلہ کے مطابق قرعہ اندازی سے 275 افراد کے انتخاب کا کام شروع کر دیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 11، ص 349-348)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ایک جماعتی عہد

برموقع مجلس مشاورت مارچ 1948ء

"میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو جماعت احمدیہ کا مرکز مقرر فرمایا ہے۔ میں اس کے اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور میں اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔" (تاریخ احمدیت جلد بارہ ص 376)

قادیان کے درویشوں کو بعض ہدایات دینے کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ

نے اپنے ایک مکتوب گرامی 20-12-48 میں فرمایا: (الفضل۔23نومبر 1993)



''خلاصہ کلام یہ ہے کہ اب خاموشی سے جھنڈے کو پکڑ کر کھڑے رہنے کا وقت گزر چکا ہے یہ کام آپ نے شاندار طور پر کیا جس کے لئے دنیا بھر کے احمدی آپ لوگوں کے ممنون ہیں اور آنے والی نسلیں بھی آپ کی ممنون رہیں گی۔ مگر انسان ایک بڑھنے والی ہستی ہے۔ ہر روز اس کے حالات متغیر ہوتے ہیں۔ اور ہر روز کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق اسے کام کرنا پڑتا ہے۔ کل کی روٹی آج کام نہیں آسکتی اور آج کی روٹی کل کام نہیں آسکتی۔ پس وہ عظیم الشان خدمت جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ آپ اب اگلا قدم اٹھائیں اور قادیان کے خاموش مرکز کو ایک زندہ مرکز میں تبدیل کر دیں۔ ہندوستان یونین کی آبادی اٹھائیس انتیس کروڑ کے قریب ہے اس کی اصلاح اور اس کی نجات کوئی معمولی کام نہیں۔ کسی زمانہ میں ساری دنیا کی آبادی اتنی ہی تھی پس آج سے سینکڑوں سال پہلے ساری دنیا کی اصلاح کا کام جتنا اہم تھا اتنا ہی آج ہندوستان کی اصلاح کا کام اہم ہے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے قادیان کی چھوٹی سی بستی سے بڑھا کر ایک سعی وعمل کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بنانے کی توفیق بخشی تھی وہ بھی انسان تھے۔ اور آپ بھی انسان ہیں۔ آپ اپنے آپ کو افراد کی حقیقت میں دیکھنا چھوڑ دیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ابراہیم ایک امت تھا جو لوگ خدا تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے اس کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو فرد سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو امت سمجھتا ہے اور ان میں سے بعض شخص تو اپنے آپ کو دنیا سمجھتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اور وہ دوسرے دوست بھی جو باہر سے اس وقت قادیان تشریف لا سکے ہوں وہ بھی آج سے اپنا نکتہ نگاہ بدل دیں۔ آج سے ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو امت سمجھنے لگے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ جس طرح آم کی گٹھلی میں سے ایک بڑا درخت پیدا ہو جاتا ہے جس طرح بڑ کے چھوٹے سے بیج میں سینکڑوں آدمیوں کو سایہ دینے والا بڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ امت بن کر رہے گا۔ وہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنی نسلیں پھیلا دے گا۔ وہ خاموش قربانی کی جگہ اب اپنی اصلاح کے لئے اپنی قربانی کو پیش کرے گا۔ ہندوستان اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے اندر پھر سے انسانیت کو قائم کیا جائے۔ پھر سے صلح اور آشتی کو قائم کیا جائے۔ پھر سے خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں پیدا کی جائے۔ اور یہ کام سوائے آپ لوگوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ عزم صمیم کے ساتھ اٹھیں طوفان کا سا جوش لے کر اٹھیں اور ہندوستان پر چھا جائیں۔ جس کا نتیجہ ضرور یہ نکلے گا کہ وہ لوگ جو آج احمدیت کو بغض اور کینہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایک دشمن کی حیثیت میں دیکھتے ہیں وہ اور ان کی نسلیں آپ لوگوں کے ہاتھ چومیں گی۔ آپ لوگوں کے لئے برکتیں مانگیں گی۔ اور دعائیں دیں گی کہ آپ لوگ اس بدقسمت ملک کو امن دینے والے اور صلح اور آشتی کی طرف لانے والے ثابت ہوئے۔ احمدیت ایک نور ہے۔ احمدیت صلح کا پیغام ہے۔ احمدیت امن کی آواز ہے۔ تم اس نور سے دنیا کو منور کرو تم اس پیغام کی طرف لوگوں کو بلاؤ تم اس آواز کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند کرو خدا تمہارے ساتھ ہو۔''

خاکسار مرزا محمود احمد 20-12-48

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک تاریخی پیغام

عزیزم مولوی عبد الرحمن صاحبؓ واصحاب الصفہ قادیان اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ صحابہ اور کچھ اور لوگ جو جوار مسیح موعود علیہ السلام کو دنیوی زندگی پر فضلیت دیتے ہیں قادیان آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا قادیان آنا مبارک کرے۔ کچھ لوگ جو اور نہیں ٹھہر سکتے واپس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول کرے اور باہر آکر بھی نیکی پر قائم رہنے اور قادیان میں رہنے کے ثواب کو بڑھانے کی انہیں توفیق بخشے اور ہمارے جلاوطنی کے دن چھوٹے کر دے۔ آمین۔ اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائینگے۔ اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلاوجہ کسی کو نہیں چنتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کا خانہ اعمال بھرتا چلا جائے اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کر دے۔ اللھم آمین۔ آپ لوگ دعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔ اللھم آمین۔ (11 مئی 48ء) (الفرقان اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ء ص 5)

فہرست درویشان قادیان

تقسیم ملک کے پُرخطر اور پُر آشوب زمانہ میں درویشی کا لقب پانے والے خوش نصیب درویشان قادیان کے اسماء کی فہرست حسب ذیل ہے۔
1947ء کے ان اولین درویشوں کے بعد جو صحابہ اور دوسرے بزرگ یا احباب جماعت قایان میں مستقل قیام کے لئے پاکستان یا ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تشریف لائے ان کے اسماء اس کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ یہ نام تاریخ احمدیت جلد نمبر 10 مطبوعہ 2007ء صفہ 387-371 سے لئے گئے ہیں اسماء کی ترتیب میں تاریخ احمدیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

صدر انجمن و تحریک جدید قادیان کے ممبر یا کارکن

1- صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب ولد مرزا شریف احمد صاحبؓ
2- صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ولد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ
3- مولوی عبد الرحمن صاحب جٹؓ ولد ملک برکت علی صاحبؓ
4- مولوی برکات احمد راجیکی صاحب ولد مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ
5- شیخ عبد الحمید عاجز صاحب ولد شیخ محمد حسین صاحب
6- مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی ولد میاں مہر دین صاحب
7- ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب ولد قاضی محمد شریف احمد صاحب
8- حسن محمد خان صاحب عارف ولد فضل محمد خان صاحب شملوی
9- ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ولد ملک نیاز محمد صاحب
10- قریشی عبد الرشید صاحب ولد ڈاکٹر عبد العزیز صاحب
11- فضل الٰہی خان صاحب ولد حکیم کرم الٰہی خان صاحب
12- مولوی شیر یف احمد امینی صاحب ولد سیٹھ محمد ابراہیم بنگوی صاحب
13- قریشی عطاء الرحمن اعوان صاحب ولد حافظ محمد امین صاحب
14- چوہدری عبد الحق صاحب ولد چوہدری اللہ دتا صاحب
15- عبد القیوم صاحب کمپوڈر ولد محمد ظہور صاحب
16- مولا بخش صاحب باورچیؓ ولد خیرات اللہ صاحب
17- سراج الدین صاحب موذن ولد غلام قادر صاحب
18- مولوی عبد القادر احسان صاحب ولد حاجی محمد بخش صاحب
19- مرزا محمد زمان صاحب ولد مرزا احمد دین صاحب

قادیان اور ماحول قادیان کے احمدی

20- مرزا محمد حیات صاحب ولد حکیم عطاء محمد صاحب
21- صوفی عبد القدیر صاحب ولد مولوی عبد الحق صاحب
22- خواجہ عبد الکریم صاحب ولد خواجہ عبد الواحد صاحب
23- میاں ضیاء الدین صاحب ولد میاں روشن صاحب زرگر
24- مجید احمد صاحب ڈرائیور ولد غلام رسول صاحب
25- مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب ولد مرزا برکت علی صاحب
26- عبد الواحد صاحب پان فروش ولد شیخ عبد اللہ صاحب
27- عبد الرحیم دیانت صاحب (سوڈا واٹر فیکٹری) ولد مولوی فضل صاحب
28- عبد الواحد صاحب ولد محمد رمضان صاحب
29- عبد الحمید صاحب ولد چوہدری خدا بخش صاحب
30- سائیں عبد الرحمن صاحب ولد مستری فضل دین صاحب
31- فضل دین صاحب ماشکی ولد نور محمد صاحب
32- لال دین صاحب ولد فقیر دین صاحب
33- محمد احمد خان صاحب ولد منشی نور محمد خان صاحب
34- محمد عبد اللہ صاحب ولد نور محمد صاحب
35- بشیر احمد ٹھکیدار صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب
36- چوہدری عبد الغفور صاحب ولد چوہدری اللہ دتا صاحب
37- مستری محمد حسین صاحب ولد محمد قاسم صاحب راجپوت
38- محمد حسین صاحب خورد ولد میاں نور محمد صاحب
39- قریشی فضل حق صاحب ولد میاں کمال دین صاحب
40- بشیر احمد صاحب ولد علم دین خان صاحب
41- طیب علی صاحب بنگالی ولد عبد المبارک صاحب
42- رفیق احمد یونس صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب سرساوی
43- محمد یحییٰ صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب سرساوی
44- محمد عبد اللہ صاحب ولد صدر الدین صاحب
45- عطا الٰہی صاحب ولد امام دین صاحب
46- ناصر احمد صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب
47- خواجہ مجید احمد صاحب ولد خواجہ محمد شریف صاحب
48- خلیفہ منیر الدین صاحب ولد خلیفہ رشید الدین صاحبؓ
49- ماسٹر عبد الغنی صاحب ولد فضل الدین صاحب

50-مرزا محمد اقبال صاحب ولد مرزا اعظم بیگ صاحب
51-جلال الدین صاحب ولد رحیم بخش صاحب
52-محمد اسحاق صاحب ولد عبد الکریم صاحب
53-محمد صدیق صاحب ولد عزیز الدین صاحب
54-عبد الغنی صاحب ولد محمد بخش صاحب
55-محمد اسماعیل صاحب ولد فقیر محمد صاحب
56-عبد الرحمان صاحب ولد رحمت اللہ صاحب
57-دین محمد صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب
58-نذیر احمد صاحب ولد الٰہی بخش صاحب
59-محمد صادق صاحب ولد وریام دین صاحب
60-محمد شریف صاحب ولد مہر دین صاحب
61-علی محمد صاحب ولد دین محمد صاحب
62-محمود احمد صاحب ولد شیخ اللہ بخش پشاوری صاحب
63-امیر الدین صاحب ولد فضل الدین صاحب
64-غلام حسین صاحب ولد نظام الدین صاحب
65-محمد اسماعیل صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب
66-محمد شفیع صاحب ولد مولا بخش صاحب
67-جلال الدین صاحب ولد صدر الدین صاحب
68-دین محمد صاحب ولد عبد الستار صاحب
69-عبد الغفور صاحب ولد احمد دین صاحب
70-قمر الدین صاحب ولد ابراہیم صاحب
71-محمد سلیمان صاحب ولد رسول بخش صاحب
72-فضل الرحمن صاحب ولد روشن الدین صاحب
73-محمد احمد صاحبؓ ولد غلام حسین صاحب
74-ممتاز احمد ہاشمی صاحب ولد قریشی شاہ دین صاحب
75-سید محمود احمد صاحب ولد سید حسین علی شاہ صاحب
76-چوہدری غفور احمد صاحب ولد چوہدری نور احمد صاحب
77-عمر دین صاحب ولد محمد خان صاحب
78-محمد سلطان صاحب خوشنویس ولد جمہ خان صاحب
79-مستری ہدایت اللہ صاحب ولد میاں مہر دین صاحب
80-میاں عبد العظیم صاحب جلد ساز ولد میاں رحمت اللہ صاحب
81-محمد شفیع صاحب پینٹر ولد میاں لال دین صاحب زرگر
82-مستری غلام قادر صاحب ولد محمد دین صاحب
83-محمود احمد سرگودھی صاحب ولد شیخ مولا بخش صاحب
84-شیر محمد پونچھی صاحب ولد فضل الدین صاحب
85-عبد الرشید انور صاحب بدوملہی ولد مولوی عبد الحق صاحب
86-غلام احمد صاحب ولد محمد دین صاحب جلال پوری
87-مولوی غلام مصطفیٰ صاحب ولد مولوی عبد الحق صاحب
88-نذیر احمد صاحب ٹیلر ولد نور احمد صاحب
89-قریشی عبد القادر صاحب اعوان ولد حافظ محمد امین صاحبؓ اعوان
90-محمد دین صاحب ولد غلام نبی صاحب
91-عبد المطلب صاحب بنگالی ولد منشی دائم اللہ صاحب
92-مرزا عبد اللطیف صاحب ولد مرزا مہتاب احمد صاحبؓ
93-سید محمد اجمل صاحب ولد سید محمد افضل صاحب
94-خواجہ عبد الستار صاحب ولد خواجہ محمد عبد اللہ صاحب
95-میر غلام رسول ہزاروی صاحب ولد میر ولی خان صاحب ہزاروی
96-مولوی غلام احمد صاحب ارشد ولد مولوی نور محمد صاحب
97-خواجہ محمد اسماعیل صاحبؓ ولد خواجہ غلام رسول صاحب
98-حافظ عبد الرحمٰن صاحب پیشاوریؓ ولد میاں احمد جان صاحب
99-حکیم نعمت اللہ صاحب ولد حکیم اللہ دتا صاحب قلعی ساز
100-قاضی عبد الحمید صاحب ولد قاضی عبد العزیز صاحب
101-محمد عباد اللہ صاحب ولد عبد الحمید صاحب
102-امیر احمد صاحب (سابق موذن مسجد مبارک) ولد مہر دین صاحب
103-چوہدری بدر الدین صاحب عامل ولد چوہدری عبد الغنی صاحب
104-عبد الرشید نیاز صاحب چوہدری عبد الحکیم صاحب
105-فخر الدین مالاباری صاحب ولد ماحن کٹی صاحب
106-سعید احمد صاحب ولد عبد الکریم صاحب
107-شیخ عبد القدیر صاحب ولد عبد الکریم صاحب
108-احمد حسین صاحب ولد محمد حسین صاحب
109-محمد یوسف صاحب زیروی ولد نظام الدین صاحب
110-سراج الدین صاحب ثالث ولد چراغ دین صاحب
111-محمد طفیل صاحب سابق پٹواری ولد چوہدری فیض محمد صاحب
112-محمد دین صاحب ولد عمر دین صاحب
113-شیر احمد خان صاحب ولد خان میر صاحب کابلی
114-مکرم بابا اللہ بخش صاحبؓ ولد محکم دین صاحب ہرچوال
115-بھائی شیر محمد صاحبؓ ولد میراں بخش صاحب
116-حکیم عبد الرحیم صاحب ولد میاں محمد جعفر صاحب
117-صدر الدین صاحبؓ ولد رحیم بخش صاحب

118-بھاگ دین صاحبؓ ولد محمد بخش صاحب

119-بابا بھاگ صاحب امرتسریؓ ولد میاں جیوا صاحب

120-خدا بخش صاحب ولد گاگو صاحب

121-علی احمد صاحب ولد جمال الدین صاحب

122-شیخ احمد صاحبؓ ولد غلام احمد صاحبؓ

123-سید عبد الرحیم صاحب افغان ولد سید امیر صاحب پٹھان

124-صوفی علی محمد صاحب ولد مولا بخش صاحب

125-شمس الدین صاحب معذور ولد شیریں خان صاحب

126-میر عبد السبحان صاحبؓ ولد رحمان خان صاحب

127-منشی محمد صادق صاحب ولد محمد طفیل صاحب

128-عبد العزیز گونگا صاحب ولد شمس الدین صاحب

129-محمد عبد اللہ صاحب ولد خان ذوالفقار علی خان صاحب

دیہاتی مبلغین

130-سید منظور احمد شاہ صاحب ولد سید حسین شاہ صاحب

131-بشیر احمد صاحب ماہلپوری ولد علی بخش صاحب

132-نواب محمد خان صاحب ولد خواجہ دین صاحب

133-عطاء اللہ صاحب ولد مولوی شیر محمد صاحب

134-محمد شریف صاحب ولد نبی بخش صاحب

135-فیض احمد صاحب ولد حبیب اللہ صاحب

136-محمد سلطان احمد صاحب ولد سید فضل احمد شاہ صاحب

137-عبد الرحیم کشمیری صاحب ولد عبد العزیز صاحب

138-علی محمد کشمیری صاحب ولد عبد الصمد صاحب

139-محمد رمضان صاحب ولد چوغطہ غلام احمد صاحب

140-عبد الغنی صاحب ولد محمد دین صاحب

141-محمد صادق صاحب ولد شیخ رحیم بخش صاحب

142-بشیر احمد صاحب خادم ولد میاں اللہ بخش صاحب

143-فتح محمد صاحب اسلم ولد روڈا صاحب

144-سید منظور احمد صاحب عامل ولد سید فضل محمد شاہ صاحب

145-بشیر احمد صاحب بانگروی ولد محمد اسماعیل صاحب

146-بشیر احمد صاحب ڈھلو ولد محمد حسین صاحب

147-قریشی محمد شفیع صاحب عابد ولد میاں اللہ رکھا صاحب

148-مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر ولد چوہدری نواب دین صاحب

149-حکیم سراج الدین صاحب ولد حکیم محمد بخش صاحب

150-سراج الحق صاحب منشی عبد الحق صاحب کاتب

151-غلام نبی صاحب ولد چوہدری فضل الدین صاحب

152-محمد احمد صاحب (فقیر سائیں) ولد مولا بخش صاحب

153-محمد یوسف صاحب ولد رحیم بخش صاحب

154-محمد شریف صاحب ولد محمد علی صاحب

155-عبد الطیف صاحب ولد عبد الرحمٰن صاحب

156-محمد عبد اللہ صاحب کشمیری ولد غلام محمد صاحب

157-حافظ اللہ دین صاحب ولد نواب دین صاحب

158-مولوی عبد الحمید مومن صاحب ولد اللہ دتا صاحب

159-اسلم خان صاحب ولد اسد اللہ خان صاحب

160-فیروز الدین صاحب ولد کریم اللہ صاحب

161-مولوی محمد صادق ناقد صاحب ولد اللہ رکھا صاحب

162-عبد الحق فضل صاحب ولد احمد دین صاحب

163-اللہ بخش صاحب ولد خدا بخش صاحب

164-خان محمد صاحب ولد امام دین صاحب

165-عبد الستار صاحب ولد اللہ بخش صاحب

166-غلام محمد صاحب ولد رحیم بخش صاحب

167-محمد عثمان علی صاحب بنگالی ولد عباس علی صاحب

168-عبید الرحمان صاحب فانی ولد حافظ عطاء الرحمان صاحب

169-انعمت اللہ خان صاحب ولد عنایت اللہ خان صاحب

170-مطہر علی صاحب بنگالی ولد اکبر علی صاحب

171-مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی ولد بشیر الدین صاحب

172-عبد السلام صاحب بنگالی ولد قالو جی صاحب

173-عبد المطلب صاحب بنگالی ولد منشی دائم اللہ صاحب

مستقل خدام

174- کیپٹن شیر ولی صاحب ولد حیات خان صاحب

175-صوبیدار عبد الغفور صاحب ولد صوبیدار خوشحال خان صاحب

176-صوبیدار برکت علی صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب

177-جمعدار راجہ صوبہ خان صاحب ولد راجہ غلام محمد صاحب ذیلدار

178-صوبیدار اللہ یار خان صاحب ولد فتح محمد صاحب

179-جمعدار محمد عبد اللہ صاحب ولد چوہدری نور محمد صاحب

180-جمعدار عبدالحمید صاحب ولد احمد دین صاحب
181-جمعدار مبشر احمد صاحب ولد ماسٹر حسین خان صاحب
182-جمعدار ملک محمد رفیق صاحب ولد چوہدری علی بخش صاحب
183-مولوی عبدالقادر صاحب دانش ولد ڈاکٹر عبدالرحیم دہلویؓ
184-چوہدری محمود احمد عارف صاحب ولد حکیم شیر محمد خان صاحب
185-عزیز احمد صاحب ولد منشی عبدالخالق صاحب
186-جلال الدین صاحب ولد میاں شہاب الدین صاحب
187-محمد بوٹا صاحب (محمد خضر صاحب) ولد چوہدری جھنڈے خان صاحب
188-محمد شریف صاحب ولد میاں بخش صاحب
189-غلام قادر صاحب ولد عبدالغفار صاحب
190-بشیر احمد صاحب ولد نظام الدین صاحب
191-محمد یوسف صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب
192- محمد عزیز صاحب ولد منصب خان صاحب
193-بہادر خان صاحب ولد میاں شادی خان صاحب
194-محمد یوسف صاحب ولد یعقوب خان صاحب
195-خورشید احمد ضیاء صاحب ولد ثناء اللہ صاحب
196-احمد خان صاحب ولد باز خان صاحب
197-محمد موسیٰ صاحب ولد میاں عبداللہ صاحب
198-مرزا محمد اسحاق صاحب ولد میاں محمد دین صاحب
199-فضل الٰہی گجراتی صاحب ولد میاں عبداللہ صاحب
200-نواب دین صاحب ولد میاں خواج دین صاحب
201-غلام احمد صوفی صاحب ولد سردار محمد خان صاحب
202-منظور احمد صاحب ولد چوہدری نور محمد چیمہ صاحب
203-شریف احمد ڈوگر صاحب ولد سردار خان صاحب
204-محمد فاضل صاحب ولد شاہ محمد صاحب
205-چوہدری سکندر خان صاحب ولد لال خان صاحب
206-عطاء اللہ صاحب ولد میاں سلطان بخش صاحب
207-رفیع الدین صاحب ولد میراں بخش صاحب کشمیری
208-سلطان احمد صاحب ولد محمد بخش صاحب
209-ضیاء الحق صاحب ولد ملک بہاء الحق صاحب
210- مسیح اللہ صاحب ولد عبدالغفور صاحب
211-محمد خان صاحب ولد کالے خان صاحب
212-حوالدار محمد اشرف صاحب ولد رحمت خان صاحب
213-مظفر احمد صاحب ولد عبدالمجید صاحب
214-امیر علی صاحب ولد عبدالمجید صاحب
215-بشیر احمد مہار صاحب ولد حاجی خدابخش صاحب
216-مرزا محمد دین صاحب ولد مرزا غلام محمد صاحب
217-فضل احمد صاحب ولد منشی احمد دین صاحب
218-فتح محمد صاحب ولد قطب الدین صاحب
219-حسن محمد صاحب ولد نور الدین صاحب
220-عبدالقیوم صاحب ولد احمد دین صاحب
221-غلام محمد صاحب ولد رحیم بخش صاحب
222-صلاح الدین صاحب ولد میاں فضل حق صاحب
223-عبدالسلام صاحب ولد چوہدری عبدالحکیم صاحب
224-عبدالغفور صاحب ولد مولوی رحمت صاحب
225-نذیر احمد صاحب ولد خدابخش صاحب
226-محمد خان صاحب ولد راجہ خان صاحب
227-عبدالکریم صاحب ولد مولا بخش صاحب
228-بشیر احمد صاحب ولد مولا بخش صاحب
229-محمد اسماعیل صاحب ولد میاں جھنڈے خان صاحب
230-محمد شفیع صاحب ولد عمر دین صاحب
231-شاہ محمد صاحب ولد صاحبدا صاحب
232-ولی محمد خان صاحب ولد شاہ محمد صاحب
233-محمد بشیر صاحب ولد ملک محمد ابراہیم صاحب
234-ظہور احمد ناصر صاحب ولد محمد مراد صاحب
235-مرزا بشیر احمد صاحب ولد مرزا بہادر بیگ صاحب
236-ظہور احمد صاحب ولد فتح الدین صاحب
237-بشیر احمد حافظ آبادی صاحب ولد میاں محمد مراد صاحب
238-میراں بخش صاحب ولد مولاداد صاحب
239-محمد رمضان صاحب ولد عمر بخش صاحب
240-عبدالحمید صاحب ولد الٰہی بخش صاحب
241-صدیق خان صاحب ولد چراغ دین صاحب
242-ذکریا خان صاحب ولد محمد صدیق صاحب
243-نذیر احمد حبجہ صاحب ولد احمد دین صاحب
244-محمود احمد صاحب ولد غلام محمد صاحب
245 ـحوالدار محمد نواز گورایا صاحب ولد مہر دین صاحب
246-مرزا غالب بیگ صاحب ولد مرزا محمد اکرم صاحب
247-عطاء اللہ گجراتی صاحب ولد اللہ دتا صاحب

248-غلام رسول صاحب ولد چوہدری شاہ محمد صاحب
249-چوہدری عطاء اللہ صاحب ولد عبد الرحمٰن صاحب
250-ملک نذیر احمد صاحب ولد ملک مشتاق احمد صاحب

بیرونی خدام

251-چوہدری سعید احمد صاحب ولد چوہدری فیض احمد صاحب
252-چوہدری عبد الغنی صاحب ولد چوہدری محمد حیات صاحب
253-چوہدری محمد صادق صاحب ولد محمد ابراہیم صاحب
254-بشارت خان صاحب ولد منشی سلطان عالم صاحب
255-میر رفیع صاحب ولد ڈاکٹر برکت اللہ صاحب
256-مرزا محمد صادق صاحب ولد مرزا امام الدین صاحب
257-ملک سلطان احمد صاحب ولد ملک خان محمد صاحب
258-شیخ عبد الحق صاحب ولد شیخ میراں بخش صاحب
259-میاں غلام رسول صاحب ولد میاں نبی بخش صاحب
260-چوہدری روشن الدین صاحب ولد چوہدری اللہ دتا صاحب
261-غلام محمد صاحب ولد عبد اللہ خان صاحب
262-محمد شفیع صاحب ولد فضل دین صاحب
263-محمد اسلم صاحب ولد پیر محمد صاحب
264-وڈیرا عبد الرحمٰن صاحب ولد وڈیرا رمضان خان صاحب
265-چوہدری غلام محمد صاحب ولد چوہدری فتح علی صاحب
266-چوہدری محمد حسین صاحب ولد چوہدری غلام حسین صاحب
267-میاں محمد اسماعیل صاحب ولد میاں علم دین صاحب
268-چوہدری علی محمد صاحب ولد چوہدری اکبر علی صاحب
269-ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر ولد میاں فضل کریم صاحب
270-یونس احمد اسلم صاحب ولد ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم
271-چوہدری بشیر احمد صاحب ولد چوہدری حیات احمد صاحب
272-پی۔محمد صاحب ولد عبد اللہ مالاباری صاحب
273-زین العابدین صاحب ولد عبد القادر صاحب
274-خان عبد الرحمان صاحب ولد خان عبد اللہ صاحب
275-میاں غلام رسول صاحب ولد میاں احمد الدین صاحب
276-چوہدری نبی احمد صاحب ولد چوہدری غلام احمد صاحب
277-چوہدری علم دین صاحب ولد امام بخش صاحب
278-غلام رسول صاحب ولد سردار خان صاحب
279-ٹیلر ماسٹر عبد الحق ناصر صاحب ولد ماسٹر عبد المجید ٹیلر صاحب
280-عبد الرحیم صاحب ولد الٰہی بخش صاحب
281-میاں سلطان احمد صاحب ولد میاں محمد دین صاحب
282-محمد امین صاحب ولد مبارک احمد کرشن صاحب
283-چوہدری شاہ صاحب ولد چوہدری فتح محمد صاحب
284-چوہدری منظور صاحب ولد چوہدری غلام قادر صاحب
285-چوہدری محمد احمد صاحب ولد چوہدری فضل احمد صاحب
286-مولوی محمد ایوب شمس صاحب ولد مولوی غلام محی الدین صاحب
287-چوہدری نذیر احمد صاحب چوہدری خدا بخش صاحب
288-ملک بشیر احمد صاحب ولد ملک عبد الکریم صاحب
289- کریم بخش ڈار صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب
290-چوہدری منور علی صاحب ولد چوہدری شیر علی صاحب
291-میاں احمد دین صاحب ولد میاں علم دین صاحب
292-مستری روشن الدین صاحب ولد مستری حسن دین صاحب
293-ملک غلام محمد صاحب ولد ملک بڈھے خان صاحب
294-میاں اللہ رکھا صاحب ولد میاں اروڑا صاحب
295-مستری محمد احمد صاحب ولد مستری محمد اسماعیل صاحب
296-محمد خان صاحب ولد احمد خان صاحب
297- گہنہ خاں صاحب ولد علی بخش صاحب
298-رائے سردار صاحب ولد رائے غلام قادر صاحب
299-ماسٹر عبد الحیٔ صاحب ٹیلر ولد بابو عطا محمد صاحب
300-چوہدری نبی احمد صاحب ولد چوہدری حاکم دین صاحب
301-میاں نذیر احمد صاحب ولد میاں اللہ دتا صاحب
302-دفعدار محمد عبد اللہ صاحب ولد میاں محمد ابراہیم صاحب
303-میاں جلال الدین صاحب ولد میاں تاج الدین صاحب
304-مستری منظور احمد صاحب ولد مستری نظام الدین صاحب
305-عبد الکریم صاحب ولد چوہدری نبی بخش صاحب
306-چوہدری عطاء اللہ صاحب ولد چوہدری نبی بخش صاحب
307-چوہدری نذیر احمد صاحب ولد چوہدری رستم صاحب
308-چوہدری غلام رسول صاحب ولد چوہدری محمد الدین صاحب
309-چوہدری بشیر صاحب ولد چوہدری غلام احمد صاحب
310-چوہدری خدا بخش صاحب ولد چوہدری محمد علی صاحب

311-شریف احمد خان صاحب ولد میاں غلام محمد صاحب
312-غلام حسین صاحب ولد ملک فتح محمد صاحب
313- شیخ سراج الدین صاحب ولد شیخ چراغ الدین صاحب
314-چوہدری بشیر احمد صاحب ولد چوہدری غلام محمد صاحب
315-چوہدری محمد شریف صاحب ولد چوہدری حسن خان صاحب
316-چوہدری مبارک علی صاحب ولد چوہدری بانے خان صاحب

ابتداء میں دو ماہ کے لئے درویشان کا قیام قادیان میں مقصود تھا اور ان کے بدلہ میں پھر نئے احباب نے آنا تھا اس طریق پر تین قافلے آئے۔

پہلا قافلہ

پہلا قافلہ 6 جنوری 1948ء کو قادیان پہنچا جس مندرجہ ذیل عشاق احمدیت شامل تھے۔

317- کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ولد مہر دین صاحب
318-مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ولد مولوی محمد اسمٰعیل بقاپوری صاحب
319-بشارت احمد صاحب ولد خوشی محمد صاحب
320-محمد ابراہیم صاحب خادم ولد مہتاب دین صاحب
321-ماسٹر محمد یٰس صاحب ولد علم دین صاحب
322-سوفی خدا بخش صاحب ولد گوہر خان صاحب
323- میر محمد اکبر صاحب ولد میر محمد بخش صاحب وکیل
324-حافظ نور الٰہی صاحب ولد محمد عارف صاحب
325-عبد الکریم صاحب حجام ولد اللہ دتا صاحب
326-منظور احمد صاحب گھنو کے ولد ماسٹر یعقوب علی صاحب

دوسرا قافلہ

5 مارچ 1948ء کو صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب چودہ احباب کے ساتھ
درویشی زندگی کے لئے قادیان تشریف لائے۔ (تاریخ احمدیت جلد 12 ص 72)

327-صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ولد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی
328-مولوی عبد الوہاب صاحب عمر ولد مولوی نور الدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح اوّل
329- قریشی افتخار احمد اشرف صاحب ولد ماسٹر محمد علی صاحب اظہر
330-بابا اللہ دتا صاحب ولد ماہیا صاحب
331-مستری جان محمد صاحب ولد حسن بخش صاحب
332-عبد الاحد خان صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب
333-بابا محمد الدین صاحب ولد بھولا صاحب
334-حاجی ممتاز علی صاحبؓ ولد مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر
335-فتح محمد صاحب نانبائی ولد محمد عبد اللہ صاحب
336-بابا نور احمد صاحب ولد عمر الدین صاحب
337- تمیم صاحب سیلونی ولد محی الدین صاحب
338-ملک محمد عبد اللہ صاحب ولد ملک عبد الرحمٰن صاحب
339-ملک محمد یوسف صاحب ولد ملک علی محمد صاحب
340-ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ولد نظام الدین صاحب
341-چوہدری عبد القدیر صاحب ولد چوہدری سردار خان صاحب

تیسرا قافلہ

مئی 1948ء کو 34 عشاق احمدیت کو قادیان آنے اور درویشی اختیار کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

اس مبارک قافلہ میں 12 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ بھی تشریف لائے۔ (تاریخ احمدیت جلد 12 ص 80)

342-منشی محمد دین صاحب واصلباقی ولد نور الدین صاحب
343-بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ ولد جھنڈا سنگھ صاحب
344-بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ ولد مہتہ گوراں دتا صاحب
345-بابا شیر محمد صاحبؓ ولد دتا خان صاحب
346-بابا سلطان احمد صاحبؓ ولد نور علی صاحب
347-ملک خیر دین صاحب ولد کریم دین صاحب
348-چوہدری حسن دین صاحبؓ ولد فضل دین صاحب
349-چوہدری فیض احمد صاحب ولد غلام غوث صاحب
350-مرزا محمود احمد بیگ صاحب ولد مرزا کریم بیگ صاحب
351-نور محمد صاحب ماشکی ولد اللہ دتا صاحب
352-صدیق احمد صاحب ولد نور محمد ماشکی صاحب
353-محمد ابراہیم صاحب غالب ولد دلاور علی صاحب

354-نور محمد صاحب پونچھی ولد فضل احمد پونچھی صاحب
355-ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ ولد بھولا صاحب
356-حافظ عبد العزیز صاحب ولد محمد بخش صاحب
357-حاجی محمد الدین صاحبؓ ولد نور احمد صاحب
358-بابا صدر الدین صاحب ولد فضل داد صاحب
359-چوہدری جان محمد صاحب ولد چوہدری شاہ محمد صاحب
360-چوہدری فضل احمد صاحب ولد چوہدری میر داد صاحب
361-چوہدری محمد عبد اللہ صاحب ولد علی گوہر صاحب
362-چوہدری شکر دین صاحب ولد نواب دین صاحب
363-مولوی غلام محمد صاحبؓ ولد فوجدار صاحب
364-بابا عطاء محمد صاحب ولد جمیعت خان صاحب
365-قاضی فضل محمد صاحب ولد چوہدری موج دین صاحب
366-شیخ محمد یعقوب صاحب ولد تاج محمود صاحب
367-شیخ غلام جیلانی صاحب ولد سمندر دین صاحب
368-حافظ صدر الدین صاحبؓ ولد محمد الدین صاحب
369-بابا اللہ دتا صاحبؓ ولد شاہ باز خان صاحب
370-بابا کرم الٰہی صاحبؓ ولد میاں عیدا صاحب
371-خواجہ ضیاء الحق صاحب ولد عبد الحق صاحب
372-عبد اللہ خان صاحب ولد فتح محمد صاحب
373-سید محمد شریف شاہ صاحب ولد سید حسین شاہ صاحب
374-مولوی الہٰ دین صاحبؓ ولد احمد دین صاحب
375-محمد احمد صاحب نسیم ولد ٹی حسین کٹی صاحب (محمد احمد نعیم صاحب)

صحابہ کرام درویشانہ دور میں

1-منشی محمد دین صاحب ؓ ولد نور الدین صاحب
2۔ بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ ولد چندا سنگھ صاحب
3- بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ ولد مہتہ گوراندتہ مل صاحب
4۔ ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ ولد میاں بھولا صاحب
5- مولوی عبد الرحمٰن جٹ صاحبؓ ولد برکت علی صاحب
6- میاں صدر الدین صاحب ؓ ولد رحیم بخش صاحب
7- حاجی محمد دین صاحبؓ ولد نور احمد صاحب
8- بھائی شیر محمد صاحبؓ ولد میراں بخش صاحب
9-حافظ صدر دین صاحبؓ ولد محمد دین صاحب
10- حاجی ممتاز علی صاحب ؓ ولد خان ذوالفقار علی صاحب
11۔بابا اللہ دتا صاحبؓ ولد شہباز خان صاحب
12- سلطان احمد صاحبؓ ولد چوہدری نور علی صاحب
13- میاں الہٰ دین صاحبؓ ولد احمد دین صاحب
14-مولوی غلام محمد صاحبؓ ولد فوجدار صاحب
15- بابا کرم الٰہی صاحبؓ ولد میاں عیدا صاحب
16- چوہدری شیر محمد صاحبؓ ولد دتے خان صاحب
17- بابا اللہ بخش صاحبؓ ولد محکم دین صاحب
18- خواجہ محمد اسمٰعیل صاحبؓ ولد خواجہ غلام رسول صاحب
19- چوہدری محمد احمد صاحبؓ ولد غلام حسین صاحب
20۔ حافظ عبد الرحمٰن صاحبؓ ولد احمد جان صاحب
21- مستری عبد السبحان صاحبؓ ولد رحمان میر صاحب
22-عبد اللہ خان صاحبؓ ولد عبد الغفار خان صاحب
23- چوہدری شیخ احمد صاحبؓ ولد چوہدری غلام احمد صاحب
24-بابا بھاگ محمد صاحبؓ ولد جیوا صاحب
25- مولا بخش صاحبؓ ولد خیرات اللہ صاحب

"اے میرے احمد تجھے بشارت ہو۔ تو میری مراد ہے۔ اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے تیرا درخت لگایا۔ تیرا بھید میرا بھید۔ اور تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے چنا۔ تو مجھ سے ایسا ہے، جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت آ گیا ہے تو مدد دیا جائے۔ اور لوگوں میں تیرے نام کی شہرت دی جائے۔ اے احمد تیرے لبوں میں نعمت یعنی حقائق اور معارف جاری ہیں۔ اے احمد تو برکت دیا گیا۔ اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا۔" (تذکرہ ص384)

درویشوں کے حالات کا پس منظر

یہ حالات وہ ہیں جو مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش کی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں
گلدستہ درویشان۔(وہ پھول۔۔جو مرجھا گئے۔ص28-13)

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی عقل کو اپنے ہاتھوں ہمیشہ کے لئے موت کی گہری نیند سلا دیا اور اپنے جنون کو بروئے کار لا کر اپنی جانیں اپنی ہتھیلیوں پر رکھ لیں۔ کس کے حکم سے؟۔ کس کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں؟۔اپنے اس محبوب ترین مطاع موعودؓ خلیفہ وقت کے اشارے پر جسے عرش اعلیٰ سے ''مصلح موعود'' جیسا عظیم الشان خطاب ملا تھا اور جس نے اپنی جماعت کی بے مایہ اور کمزور چڑیوں سے اعدائے احمدیت میں سے بڑے بڑے نامور شہبازوں کے سر کچلوا دئے تھے۔یہ وہی مبارک وجود تھا جس نے تقسیم ملک کے وقت احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کے مقدس مقامات کی خدمت اور حفاظت کے لئے تین سو تیرہ کے مقدس تاریخی عدد کے مطابق جماعت سے تین سو تیرہ زندہ لاشوں کا مطالبہ فرمایا۔

یوں تو لاکھوں افراد کی جماعت کا ہر فرد اپنے محبوب امام کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے بے قرار تھا لیکن عدد بہر حال تین سو تیرہ تھا جس کا اعلان فرمایا گیا تھا۔یوں تو ہر فرد اپنے پیارے امام کا عاشق صادق تھا۔لیکن لاکھوں کی جماعت تین سو تیرہ کی تحدید میں کیسے آسکتی تھی۔اور پھر ہر خدائی تقدیروں کے ماتحت تین سو تیرہ عشاق مصلح موعودؓ اپنے سر ہتھیلیوں پر رکھے لبیک لبیک کہتے ہوئے آتش نمرود میں کود گئے اور عقل گزشتہ ستر سال سے لب بام کھڑی حیرت کے ساتھ محو تماشا ہے کہ آخر یہ ممکن کس طرح ہوا؟۔لیکن خدائی فیصلے عقل کے پابند نہیں ہوتے۔اور پھر خرد ہمیشہ عقل کے دامن کو پیچھے کی طرف کھینچ کھینچ کر خطرات کے ہوؤں سے ڈراتی رہی۔لیکن جنون ہمیشہ عقل وخرد کے بچھائے ہوئے داموں کو توڑتا اور پھیلا نگتا ہوا ان خطرات سے نبرد آزما ہی نہیں ہوتا رہا بلکہ ان پر فتح پاتا رہا۔یہی جنون ہے جس سے تاریخ کے گیسو سنورتے ہیں۔یہی جنون ہے جو قوموں کی شاندار تاریخوں کا سنہری باب بنتا ہے۔اور تین سو تیرہ کا عدد تو تھا ہی تاریخی اور مبارک۔اور اسی بابرکت عدد میں شامل ہو کر اس زمانہ میں جب لاکھوں خونوار تلواریں لہرا رہی تھیں۔جب سارے متحدہ ہندوستان میں ہر طرف لاکھوں صلیبیں بے گناہوں کو موت سے ہمکنار کرنے کے لئے گاڑی گئی تھیں۔اسی جنون نے تین سو تیرہ پھولوں کا ایک حسین وجمیل اور نظر نواز گلدستہ تیار کیا اور یہی وہ تین سو تیرہ پھول تھے جو درویش کے معزز اور قابل فخر لقب سے ملقب ہوئے اور تاریخ احمدیت کا ایک سنہری باب بن گئے۔

یہ خوش قسمت لوگ جو درویش بن کر آستانہ محبوب پر دھونی رما کر بیٹھ گئے ان کے پاس تو سوائے بے دست و پائی اور دعائے نیم شبی کے کچھ بھی نہ تھا۔لیکن سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے عشق میں سرشار ہو کر اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اپنے مستقبل،اپنے اہل وعیال اور اپنے دنیوی مفادات کو یوں قربان کر دیا کہ رہتی دنیا تک ان درویشوں کا نام عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔یہ میں نے اپنی طرف سے عرض نہیں کیا بلکہ حضرت مصلح موعودؓ کا فرمایا ہوا ہے۔چنانچہ آپؓ قادیان کی مقدس بستی کے ساتھ اپنی والہانہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اگر سلسلہ کی ضرویات مجبور نہ کرتیں تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا۔لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔نہ معلوم وہ دن کب آئے گا کہ میں بھی اس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائیں گے اور آپ کی اولادیں عزت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی کیونکہ خدا تعالےٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چنتا۔'' (الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر ص5)

وہ پر آشوب زمانہ جب ہندوستان اور پاکستان کے بہت سے حصوں میں شیطنت اور بہیمیت کا دور دورہ تھا اور خاص طور پر پنجاب کے دونوں حصوں میں بے حساب مقتل کھلے ہوئے تھے۔انسانیت عنقا تھی اور بہیمیت ہر گلی کوچے میں ڈھول کی بلند آوازوں کے ساتھ ناچتی گاتی اچھلتی کودتی خوشیاں منا رہی تھی۔اور ننگی تلواروں،نیزوں اور بھالوں کی چمک سے آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔قریباً سارا مشرقی پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا۔البتہ قادیان کی مقدس بستی کے صرف مختصر سے حصے میں جہاں ہمارے مقدس مقامات واقع ہیں یہ تین سو تیرہ درویش اپنی بے سروسامانی،اپنی بے دست و پائی،اپنی کم مائیگی،اپنی کمی تعداد کے باوجود اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ایسی رحمت الٰہی کے بے تابی سے منتظر تھے جو معجزہ بن جائے۔جو رہتی دنیا تک احمدیت کا سرمایہ فخر بن جائے۔ظاہری حالات تمام تر مخالف تھے اور جب پنجاب کے ایک کروڑ مسلمان بہ نوک شمشیر پنجاب سے یا تو نکالے جا چکے تھے یا لاکھوں کی تعداد میں قتل کئے جا چکے تھے تو کیا کوئی عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ قادیان کے ایک چھوٹے سے قصبے میں تین سو تیرہ درویشوں کے لئے کوئی امن ہو

سکتا تھا۔لیکن جب رحمت ایزدی پشت پناہی کا ارادہ فرمالیتی ہے تو مایوسیوں کی تاریکیوں کے پردے پھاڑ کر معجزات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔اور تین سوتیرہ فرویش تاریخ کے اس شدید ترین ابتلاء میں سے محض تائید و نصرت الٰہی سے سرخرو ہو کر نکلے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مقامات مقدسہ کی خدمت کے لئے چن لیا۔

یہ واقعہ اپنی نوعیت میں اتنانرالا، اتنا حیرت انگیز اور اتنا محیر العقول ہے کہ جماعت احمدیہ کے لاکھوں لاکھ افراد نے تو درویشوں کی قدر کرنا ہی تھی لیکن اس کے ساتھ ہی بعض حقائق پسند غیر مسلموں نے بلکہ ہمارے بعض شدید ترین معاندین نے درویشوں کی اس زندہ جاوید قربانی کو خراج تحسین پیش کیا۔ چنانچہ سردار دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر۔ ریاست۔ دہلی جو ایک نامور اور بیباک صحافی گزرے ہیں اور اپنے حقیقت افروز تبصروں کی وجہ سے ادبی دنیا میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔انہوں نے تحریر کیا:۔

’’1۔یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی نا قابل تلافی جرم تھا مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی مسلمان باقی نہ رہا اور یا تو پاکستان چلے گئے اور یا قتل کر دئے گئے تو ..... قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے۔ جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں کے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے۔ اور جن کو بلا خوف تردید مرد مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔ کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔

ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہیئے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔ اب بھی جب کبھی قادیان کے درویشوں کے اسوہ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہیئے۔‘‘ (اخبار ریاست دو دسمبر 1957ء)

2۔ہماری جماعت کے معاندین اور شدید ترین مخالفین نے ان غیر معمولی حالات میں درویشوں کے قادیان میں قیام کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔صداقت اور حقائق کا وقوع خون کے پیاسوں کے ضمیر کو بھی جھنجھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کے وجود کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینے کا دعویٰ کرنے والی جماعت۔ احرار۔ کے اخبار۔ آزاد۔ نے اپنی 26 مئی 1948ء کی اشاعت میں مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین کے عنوان سے لکھا:۔

مشرقی پنجاب کے عوام تو خیر عوام ہی تھے۔ اگر انہوں نے پولیس اور فوج اور مسلح انسانوں کے ہجوم سے گھبرا کر مہارت اختیار کی تو ظاہر ہے کہ وہ مجبور تھے۔ لیکن جس بزدلی سے مسجدوں کے اماموں۔ خانقاہوں کے مجاوروں اور ایں شریف و آں شریف کے سجادہ نشینوں نے فرار اختیار کیا۔ وہ اسلام کی سپرٹ اور تعلیم کے صریحاً خلاف تھا۔ تمام عمر اوقاف کی کمائی اپنے نفس پر صرف کر کے شعائر اللہ کو کافروں کے حوالہ کر دینا اور خود بھاگ نکلنا قابل شرم فعل ہے۔ خواجہ بختیار کاکیؒ دہلی کے سجادہ نشین صاحب جو اس مقدس تربت کی کمائی تمام عمر کھاتے رہے یوں بھاگے کہ بستی کے لوگوں سے فرمایا حضرت صاحب نے خواب میں حکم دیا ہے کہ میں پاکستان جا رہا ہوں تم بھی چلو۔ اجمیر کے متعلق حال ہی میں حیدر آباد سندھ کے متولیوں کا ایک پوسٹر آیا تھا جس میں درج تھا کہ خواجہ اجمیر کا عرس دار الکفر کی بجائے دار السلام میں منایا جا رہا ہے۔ اور تمام اہل اسلام کو دعوت شمول ہے۔ امام ناصر الدین جالندھر کا روضہ آج بے یار و مددگار پڑا ہوا ہے۔ مجدد الف ثانی کے مزار اقدس پر آج نہ کوئی چراغ جلانے والا ہے اور نہ کوئی پھول چڑھانے والا ہے۔ اور ملحقہ مسجد میں نہ کوئی اذان دینے والا ہے۔ اسی طرح ہزاروں مساجد جن میں کئی مسجدیں یادگاری ہیں سونی پڑی ہیں۔ اور ان گنت اپنی حرمت کھو کر گوردواروں میں تبدیل ہو چکی ہیں بعض کو گھروں کی شکل دے دی گئی ہے۔ اور بہت سی اصطبلوں اور پاخانوں میں بدل دی گئی ہیں۔ کیا ان مساجد اور معابد کے ٹھیکیداروں کو علم ہے کہ ان کے اس اسلام پر خود کفر کی جبیں سے عرق ندامت کے قطرے جھلکتے ہیں؟۔

ان سطروں کے لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ۔ انقلاب۔ کی تازہ اشاعت میں ایک قادیانی ملک صلاح الدین ایم۔ اے کا ایک مکتوب چھپا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آج بھی مرزا غلام احمد کے مزار کی حفاظت کے لئے وہاں جانثار مرزائی موجود ہیں اور اب بھی وہاں کی مساجدوں میں اذان دی جاتی ہے۔ ایک طرف نبوت باطلہ کے پیروؤں کا اعتقاد دیکھئے کہ وہ اپنے۔ مقدس مقام۔ کی حفاظت کے لئے اب تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور اپنی مسجدوں کی آبرو کو بچائے رکھا ہے۔ لیکن ذرا ان سے بھی پوچھیئے جو درگاہ امام ناصر۔ مزار مجدد الف ثانی اور اسی طرح دوسرے سینکڑوں اہل اللہ کے مقبروں کی آمدنی ڈکارتے رہے۔ اور اب دار الکفر کی بجائے دار السلام میں عرس منا کر ضعیف الاعتقاد مریدوں کی جیبیں ٹٹول رہے ہیں۔ ملک صلاح الدین قادیانی کے مکتوب کی عبارت کے بعض حصص حسب ذیل ہیں:۔

”ہم قریباً سوا تین سو احمدی مسلمان قادیان ضلع گورداسپور میں مقیم ہیں۔ابتداء میں تو ظاہری حالات کے ماتحت قریباً یقین تھا کہ ہم موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔لیکن اب حالات روز بروز سدھرتے جاتے ہیں۔ہمارے یہاں قیام سے بفضلہٖ تعالیٰ اغواشدہ مستورات کو بہت فائدہ ہوا ہے۔چونکہ کشمیر کی سرحد اس ضلع سے ملتی ہے اس لئے اس ضلع کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔اور یہاں پاکستان کی ملٹری یا پولیس مستورات کو نکالنے کے لئے نہیں آسکتی۔ گذشتہ اکتوبر سے اس وقت تک ہمارے قریب کے دیہات سے۔صرف چار پانچ عورتیں برآمد کی ہیں۔لیکن چونکہ خدا کے فضل سے اس وقت بھی قادیان میں چار جگہ سے اذان بلند ہوتی ہے۔اس لئے جب متعدد مسلمان عورتوں کو اذان سن کر معلوم ہوا کہ ہم یہیں ہیں۔تو وہ موقع پا کر ہمارے پاس پہنچ گئیں۔بعض کو عیسائی ہمارے پاس پہنچا گئے۔بعض کو خود بعض شریف مذاق سکھ پہنچا گئے۔بعض چونکہ دیہات پر حملہ ہونے کے وقت قادیان آ کر ٹھہری تھیں،اس لئے انہیں علم تھا کہ یہ بھی مسلمانوں کا مرکز ہے۔یا انہوں نے غیر مسلموں سے قادیان کا ذکر سنا تھا تو چھپ چھپا کر موقع پا کر بھاگ آئیں۔خوف کی وجہ سے مذہب تبدیل کرنے والے مسلمان قریباً اسی (80) کی تعداد میں ہمارے پاس آئے اور ہم نے ان کی رہائش اور خوراک کا انتظام کیا۔اور جب ہمارے ٹرک قادیان آتے تھے تو ہم انہیں بحفاظت پاکستان پہنچا دیتے تھے۔اور اب سپیشل پولیس کے ذریعے انہیں پاکستان بھجوا دیا جاتا تھا۔اور ان کے اقارب کو خطوط، تار اور فون کے ذریعے اطلاع دی جاتی ہے۔گردونواح اور قادیان کے علاوہ ان عورتوں میں کئی ہوشیار پور،امرتسر،فیروزپور،سیالکوٹ کے اضلاع اور ریاست جموں کی تھیں۔“

کیا اس خط کے بعد مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی اسلام ہے!

جس مسلمان کے پیش نظر انجام نہ ہو   اس مسلمان سے سو بار ہے کافر اچھا

(بحوالہ الفضل 28 مئی 1948ء۔ص5)

3۔مسٹر ایچ۔آر۔دوہرا جو ایک شریف النفس غیر مسلم ہیں،نے دہلی کے مشہور انگریزی اخبار Statesman کی 18/17 نومبر 1948ء کی اشاعت میں تحریر کیا:۔

”قادیان (حضرت مرزا) غلام احمد (علیہ السلام) کی جائے پیدائش ہے جنہوں نے 1891ء میں مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا۔آپ نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی صفات اور خوبیاں لے کر آئے ہیں۔قادیان لاکھوں مسلمانوں کا جو احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں،مقدس مقام ہے۔اس کی چپہ چپہ زمین احمدیوں کو محبوب ہے۔یہ قصبہ احمدیہ جماعت کا مرکز رہا ہے۔اور اس میں مسیح (موعودؑ) کے خلفاء کی رہائش رہی ہے۔ قادیان میں مقیم تین سو تیرہ واقفین باوجود سرکاری افسران کی ابتدائی مخالفت اور غیر مسلم پناہ گزینوں کی عداوت کے قادیان میں قائم رہے۔اس کی وجہ اپنی جماعت کے اصولوں میں ان کا غیر متزلزل ایمان،حکومت وقت کے ساتھ وفاداری اور تمام مذاہب کے ساتھ ان کی رواداری کی تعلیم ہے۔احمدیہ جماعت کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ مذاہب سے یکساں سلوک کیا جائے۔اسی اصول کی بنا پر وہ قادیان کے ہندو،سکھ یتیموں کی مدد کرتے رہے ہیں۔اور اب بھی جبکہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی ہے ان یتیموں کی ایک تعداد اپنے وظائف حسب معمول احمدیہ جماعت سے حاصل کر رہی ہے۔“

4۔اخبار۔تنظیم۔پشاور نے اپنی 30 جولائی 1950ء کی اشاعت میں بڑی ہی جرأت کے ساتھ درویشوں کے اس عزم بلند کا اعتراف ان شاندار الفاظ میں کیا:۔

”رسول ﷺ کے تین سو تیرہ ساتھیوں نے مکے والوں کو شکست دی اور بعد میں مکہ بھی فتح کیا۔آج آپ ﷺ ہی کے نقش قدم پر مرزا غلام احمد قادیانی ولد مرزا غلام مرتضیٰ قوم مغل سکنہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے تین سو تیرہ مرید قادیان میں ڈٹے ہوئے ہیں۔اور ان کا یہ حتمی فیصلہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چل کر قادیان کی مسجد مبارک۔جامعہ احمدیہ اور بہشتی مقبرہ جہاں حضرت مرزا صاحب دفن ہیں کی حفاظت کے لئے تن من دھن سے مصروف یاد خدا و امداد خدا ہیں۔ان میں سے بہت سے عالم حافظ اور صوفی ہیں۔“

5۔اخبار۔المنیر۔لائلپور کے ایڈیٹر جناب مولوی محمد اشرف صاحب نے جو جماعت احمدیہ کے مخالفین میں سے اولین فہرست میں شمار ہونا پسند فرماتے ہیں،اپنی 2 مارچ 1956ء کی اشاعت میں تحریر کیا کہ:۔

”یہ وہ واحد جماعت ہے جس کے تین سو تیرہ افراد تقسیم کے لمحہ سے آج تک قادیان میں موجود ہیں اور وہاں اپنے مشن کے لئے کوشاں بھی ہیں اور منظم بھی۔“

6۔رسالہ۔چٹان۔لاہور (جس کے ایڈیٹر جناب شورش کاشمیری جماعت احمدیہ کے سب سے بڑے دشمنوں میں بلکہ ان کا سرخیل کہلانا پسند کرتے تھے) نے 1961ء میں (جلد 11 شمارہ 14۔ص6) تحریر کیا:۔

''ہم عاجز ہیں اور ہمیشہ ہی اپنے عجز کا اقرار کیا ہے لیکن اتنے بیٹے بھی نہیں کہ جماعت اسلامی کے ارکان کو اولیاء اللہ کی صف میں جگہ دیں۔اور خود مرید باصفا بنے رہیں۔آدمی تو ہر شخص اکٹھا کر لیتا ہے۔مرزا غلام احمد نے بھی اکٹھے کر لئے تھے۔فضلاء کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی جانثار رہی۔پھر یہ واقعہ نہیں؟ کہ۔دارالسلام۔کے چابی برداروں میں اکثر برقعے پہن کر بھاگ نکلے تھے۔مگر مرزا غلام احمد کے پیرو آج تک قادیان کی حفاظت تین سو تیرہ بندی سے کر رہے ہیں۔''

جماعت کے اولوالعزم امام سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان کے درویشوں کے عزم و حوصلہ کو بلند کرنے اور جماعت کی عزت و وقار کو بلند رکھنے کے لئے اپنے ایک مکتوب گرامی 10اکتوبر 1947ء میں یہ تاریخی اور شاندار الفاظ تحریر فرما کر انہیں مشکلات کے طوفانوں کے سامنے سینہ سپر ہوجانے کی یوں نصیحت فرمائی:۔

''بہر حال استقلال سے جمے رہو۔جب تم لوگ خدا کی راہ میں شہید ہونے کے لئے بیٹھے ہو تو پھر خوف کو دل میں آنے دینے کے معنے ہی کیا ہوئے۔جو شخص خدا تعالیٰ کے راستہ میں قربان ہونے کے لئے بیٹھا ہوا سے پھر کسی قسم کے انجام کا ڈر نہیں ہوتا۔کیونکہ موت کے بعد اور کونسا خطرہ رہ جاتا ہے۔مجھے تو صرف عورتوں کی فکر ہے۔خدا کرے عورتوں کی عزت محفوظ رہے۔......... مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اپنے حوصلے کو بلند رکھو اگر دین کی اشاعت کا خیال نہ ہوتا تو میں تم لوگوں کو باہر بجھوا دیتا اور آپ تم لوگوں کی جگہ وہاں کام کرتا۔کربلاء کا واقعہ یاد رکھو۔اور سب دوستوں کو یاد کراؤ کس طرح رسول کریم ﷺ کے سب خاندان نے بھوکے پیاسے رہ کر ثابت قدمی سے آخر دم تک لڑائی کی۔اور سب نے جان دے دی۔تمہارا خطرہ ان کے برابر نہیں۔

آخر یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا ہے اور وہ ضرور اپنی قدرت دکھائیگا۔حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے۔یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَ کُمْ تَطْھِیْرًا۔اللہ تعالیٰ اس ابتلاء میں ڈال کر ہمارے خاندان کے گناہوں کو جو بہت بڑے ہیں معاف کر دے گا یا شہادت دے کر ان کو دھو دے گا۔اور آئندہ سلسلہ کی زندگی کا اسے ایک ذریعہ بنادے گا۔......... اس وقت ساری دنیا کی نظریں تم لوگوں پر ہیں۔ہر دشمن تک حیرت سے تم لوگوں کے استقلال اور قربانی کو دیکھ رہا ہے۔اور تمہاری یہ قربانی سلسلہ کی عزت کو چار چاند لگا رہی ہے۔یہ خدا تعالیٰ کا کم فضل نہیں کہ تم لوگوں کو یہ ثواب مل رہا ہے۔

میری کمر سلسلہ کے غم میں خمیدہ ہو رہی ہے۔اور صحت کمزور ہو رہی ہے مگر اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس غم کو آخر اسلام کی کامیابی کا موجب بنادے گا۔اگر ایسا ہو تو ہماری زندگیاں ٹھکانے لگیں گی۔اور ہماری قربانیاں، قربانیاں نہیں بلکہ انعام بن جائیں گی۔میرے بچو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔اور اپنے حوصلے پست نہ ہونے دو کہ موت بہر حال آئے گی۔چاہئے کہ جتنا خطرہ بڑھے تمہارے حوصلے بھی بڑھتے جائیں۔اور تمہارے دل میں خوشی کی لہر دوڑتی جائے کہ اس عظیم الشان قربانی کے لئے جو اسمعیلؑ کی قربانی کے مشابہ ہے۔خدا تعالیٰ نے تم کو چنا۔اسے قادیان کے ساکنو! آج آسمان کے فرشتے تمہارے استقلال پر خدا تعالیٰ کی حمد گا رہے ہیں۔آج اللہ تعالیٰ بھی تمہارے کام دیکھ کر خوش ہے کہ میرا مسیح آیا اور اس نے ایسی جماعت بنادی جو خدا تعالیٰ کی راہ میں فاقہ اور پیاس اور موت کو فخر سمجھتی ہے۔اور دنیا کی محبت اس کے دل سے سرد ہے۔آج ہمارا مسیح بھی یقیناً خوش ہو گا۔وہ آپ لوگوں کے لئے دعا بھی کرتا ہو گا۔اور خدا تعالیٰ کی حمد کے ترانے بھی گاتا ہو گا کہ اس نے اس کی سچائی کا زندہ ثبوت بہم پہنچایا دیا۔اور دنیا کو بتادیا کہ اس مسیح نے پہلے مسیح سے زیادہ شاندار مردے زندہ کئے ہیں۔تم لوگ زندہ رہے تو اسلام کی زندگی کا ایک نشان ہو گے۔اور شہید ہوئے تو اسلام کی قوت قدسیہ کا ایک ثبوت ہو گے۔خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔اور تم کو احمدیت کی آئندہ ترقی کے لئے کام کرنے کی توفیق دے۔مگر اس کے ساتھ ہر تکلیف اور ہر انجام کے لئے بھی تم کو تیار رہنا چاہئے کیونکہ جو موت سے گھبراتا ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے۔

خدا کرے ہمارا قادیان سلامت رہے۔اور ہم اس کی جگہوں میں خدا کی حمد گاتے پھریں۔خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔

والسلام خدا کا عاجز بندہ اور اس کے دین کا خادم

تمہارا دعا گو

مرزا محمود احمد''

(تاریخ احمدیت جلد11۔ص468-467)

ہم درویشوں میں سے یہ دعویٰ تو کوئی بھی نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے درویشی کی یہ عظیم الشان سعادت اور احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کی خدمت کے مواقع اس کی کسی ذاتی نیکی اور قابلیت کی وجہ سے عطافرمائے۔اور حقیقت یہی ہے کہ ہم سے اکثر اپنے اوصاف و کردار اور بشری کمزوریوں اور تعلیمی حیثیتوں کے اعتبار سے بہت ہی نااہل تھے۔لیکن جب خدا تعالیٰ کسی کو ایسی سعادت بخشنا چاہتا ہے تو اس کی ذرہ نوازیاں بروئے کار آتی ہیں۔اور پھر یوں ہوتا ہے کہ بیری کے درخت کا بے ڈول ٹیڑھا میڑھا ڈنڈا حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں جب آتا ہے تو فرعونوں کے تمام جادوگر شکست انجام ہوتے ہیں۔اور وہ ڈنڈا ان جادوگروں کے اژدھوں کو نگل جاتا ہے۔اور تاریخ نویس انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ یہ آخر کس طرح ممکن ہوا!؟۔

کیا یہ ایک تاریخی حقیقت نہیں کہ بدر کی تاریخی جنگ میں جو تقویت و شوکت اسلام کی بنیاد بن گئی۔تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں نے دشمن عرب قبائل کے نامور رھنا دید کو پیوند خاک کر دیا۔کیا اس تاریخ واقعہ سے انکار کی گنجائش ہے کہ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو صفحہ ہستی سے نابود کر دینے کے لئے جو وسیع وعریض آتش سوزاں بھڑکائی تھی اسے ابو انبیاء کے بابرکت وجود نے گلزار میں بدل دیا۔یہ حقیقت ابتدائے آفرینش سے معرض وجود میں آرہی ہے اور آتی چلی جائے گی آسمانوں کی بلندیوں پر۔یَا نَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔ کے بے شمار احکامات اذن الٰہی کے منتظر رہتے ہیں۔اور جہاں کہیں الٰہی جماعتوں کو وقت کے نمرود بھڑکتے اور آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں پھینکنا چاہتے ہیں اذن الٰہی صادر ہوتا ہے۔آج تک دنیا کے ہر نبی اور اوتار کی توحید پرست جماعتوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا یہی سلوک رہا۔لیکن اس کے باوجود ہر دور کے فرعون اور ہر زمانہ کے نمرود اپنی ظاہری قوتوں اور سطوتوں کے بل بوتے پر خدا کے مقابلہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور انجام کار نہ صرف ان کی ہستیاں مٹ جاتی ہیں۔بلکہ ان کے نام تاریخوں میں۔

علیہ اللعنۃ۔کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔

میں ذکر تو یہ کر رہا تھا کہ درویشی کی یہ تاریخی سعادت ہماری کسی ذاتی نیکی یا خوبی کے نتیجہ میں ہمیں نہیں ملی تھی بلکہ خدا تعالیٰ کی رحمت نے ناچیز ترین ذروں کو اپنے قرب کے مواقع بخشتے تھے۔الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

ناچیز راقم۔دعاؤں کا طالب خاکسار؛چوہدری فیض احمد گجراتی درویش

ناظر بیت المال آمد۔قادیان 4 اکتوبر 1976ء

خلق خدا رواں ہے دار الاماں کی جانب

خلق خدا رواں ہے دار الاماں کی جانب دار الاماں کی جانب کوئے جناں کی جانب
ہر راہ جا رہی ہے اب قادیاں کی جانب

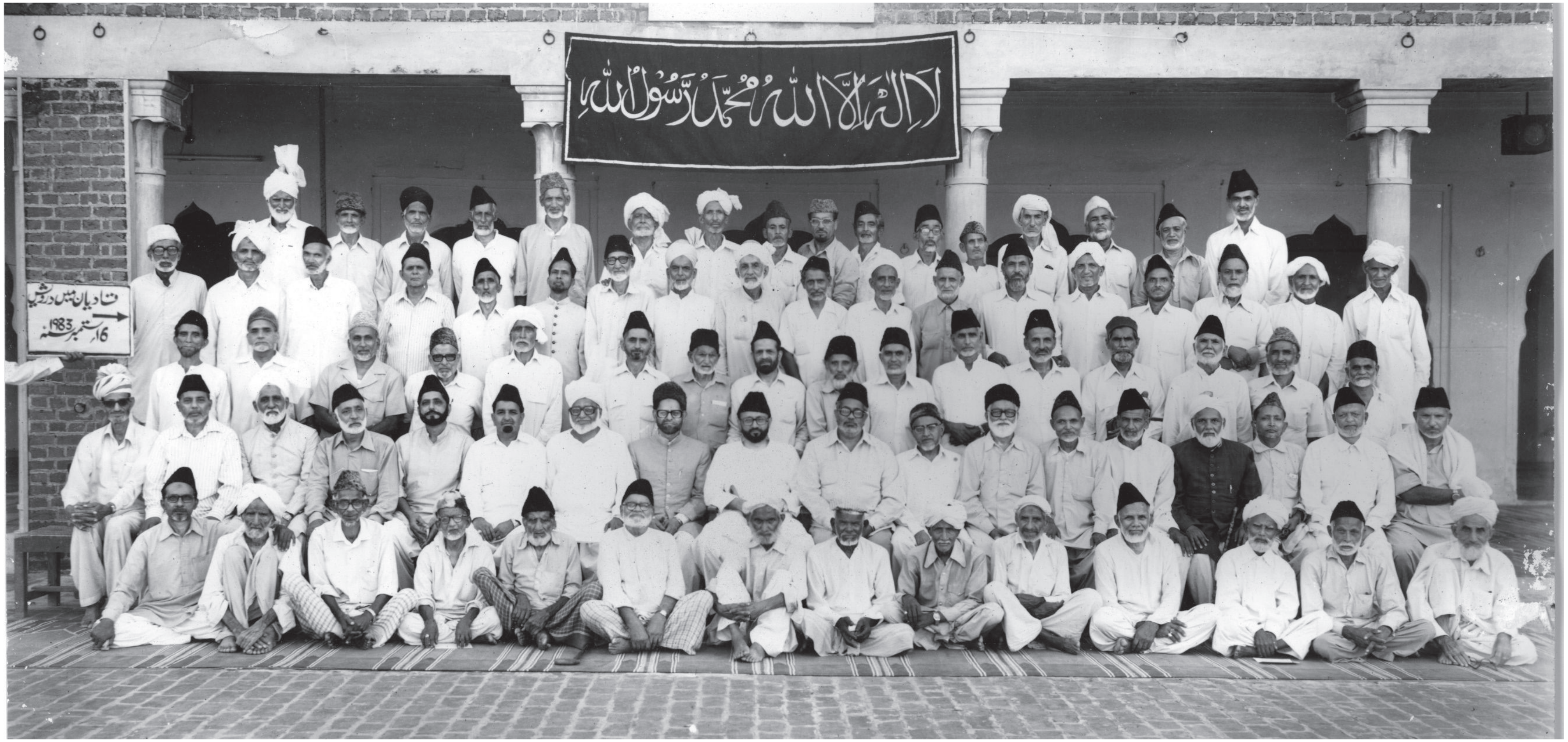
اک جشن شکر جس پر برپا حضور یزداں جس کی فضا میں تاباں رنگ بہار ایماں
سجدے کھلا رہے ہیں جس خاک پر گلستاں اس گلستاں کی جانب جنت نشاں کی جانب
ہر راہ جا رہی ہے اب قادیاں کی جانب

پانی سے خون سستا سمجھا گیا ہمارا حیلوں سے کتنے رستہ روکا گیا ہمارا
پرچم بلند پھر بھی ہوتا گیا ہمارا مولیٰ کی رحمتوں سے پُر آستاں کی جانب
ہر راہ جا رہی ہے اب قادیان کی جانب

اک نعرہ جنوں سے ہر پل نے دی شہادت اللہ کے کڑے میں کیسی نہاں ہے قوت
سوسال کی خلافت اور یہ کمال رفعت تخت زماں کی جانب عرش جہاں کی جانب
خلق خدا رواں ہے دار الاماں کی جانب
ہر راہ جا رہی ہے اب قادیاں کی جانب

(مکرم جمیل الرحمٰن صاحب۔ہالینڈ)

درویشانِ قادیان کی 1983ء میں لی گئی ایک یادگار تصویر



(نیچے بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں مکرمیان) قریشی فضل حق صاحب، عبدالحمید مومن صاحب، حافظ الہ دین صاحب، محمد الدین صاحب، فتح محمد گجراتی صاحب، عبداللہ نانبائی صاحب، شیخ محمد ابراہیم صاحب، عبدالواحد صاحب، مرزا عبداللطیف صاحب، فضل الرحمٰن صاحب، ابراہیم غالب صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، حاجی خدابخش صاحب، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب

(کرسیوں پر بیٹھے ہوئے مکرمیان) چوہدری عبدالسلام صاحب، منظور احمد گھنوکے صاحب، قریشی محمد شفیع عابد صاحب، عبدالحق فضل صاحب، چودھری سکندر خان صاحب، محمد احمد صاحب، عبدالقادر دانش صاحب، محمد حفیظ بقاپوری صاحب، بدرالدین عامل صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، شریف احمد امینی صاحب، چودھری عبدالقدیر صاحب، چودھری محمود احمد عارف صاحب، چودھری سعید احمد صاحب، محمد عبداللہ صاحب، ممتاز احمد ہاشمی صاحب، فضل الٰہی خان صاحب

(تیسری قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) امیر احمد صاحب، طیب علی صاحب، یوسف احمد صاحب، مرزا اسحاق صاحب، بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں، محمد شریف گجراتی صاحب، احمد حسین صاحب، مرزا ظہیر الدین منور صاحب، ملک بشیر احمد ناصر صاحب، میاں عبدالعظیم صاحب، غلام قادر صاحب، چودھری ظہور احمد گجراتی صاحب، میاں محمد حسین صاحب، چودھری مبارک علی صاحب، حاجی افتخار احمد اشرف صاحب، عطاء اللہ خان صاحب،

(چوتھی قطار میں کھڑے ہوئے مکرمیان) نذیر احمد ننگلی صاحب، محمد اسماعیل ننگلی صاحب، خورشید احمد پربھاکر صاحب، دین محمد صاحب، شریف احمد شیخوپوری صاحب، فیض احمد صاحب، بشیر احمد ٹھیکیدار صاحب، خواجہ عبدالستار صاحب، محمد سلیمان صاحب، مرزا محمد زمان صاحب، بشیر احمد بانگروی صاحب، قاضی عبدالحمید صاحب، عمر علی صاحب، محمد دین بدر صاحب، قریشی سعید احمد صاحب، صوفی غلام احمد صاحب، محمد صادق ننگلی صاحب، محمد یوسف گجراتی صاحب

(آخری قطار میں مکرمیان) بشیر احمد مہار صاحب، بشیر احمد حافظ آبادی صاحب، عمردین صاحب، محمد خضر باجوہ صاحب، محمد اسماعیل صاحب، نذیر احمد صاحب، عزیز احمد منصوری صاحب، مرزا محمد اقبال صاحب، محمد صادق عارف صاحب، غلام حسین صاحب، ولی محمد گجراتی صاحب، منظور احمد چیمہ صاحب، غلام نبی صاحب، محمد موسیٰ صاحب، شریف احمد ڈوگر صاحب، عبدالکریم صاحب

آپ کے دور میں
حضرت اقدس مسیح موعود
علیہ السلام کا الہام ''داغ
ہجرت'' پورا ہوا۔
اور آپ نے باذن الٰہی
قادیان سے ہجرت
فرما کر ربوہ کے عظیم
الشان مرکز کا قیام فرمایا۔



ارشاد حضرت مصلح موعودؓ

''تم لوگ۔ جن کو اس موقعہ پر
قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے
اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو
تاریخ احمدیت میں عزت کے
ساتھ یاد کئے جاؤ گے اور آنے
والی نسلیں تمہارا نام ادب واحترام
سے لیں گی اور تمہارے لئے
دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ
گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔''

(پیغام بر موقع جلسہ سالانہ قادیان 1947ء)

شبیہ مبارک سیدنا حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

درویش صحابہ کرامؓ



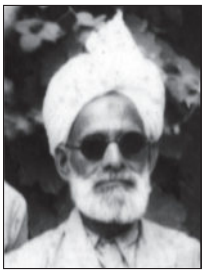
حضرت مولوی عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ



حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ



حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ



حضرت بھائی شیر محمد صاحبؓ



حضرت بابا صدرالدین صاحبؓ



حضرت حاجی محمد الدین تہالوی صاحبؓ



حضرت بابا سلطان احمد صاحبؓ



حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوریؓ



حضرت میاں عبداللہ افغان صاحبؓ



حضرت بابا بھاگ صاحب امرتسریؓ



حضرت چودھری حسن دین صاحبؓ



حضرت حافظ صدرالدین صاحبؓ



حضرت ڈاکٹر عطرالدین صاحبؓ



حضرت بابا غلام محمد سیالکوٹی صاحبؓ

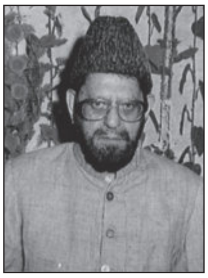


حضرت بھائی الہ دین صاحبؓ

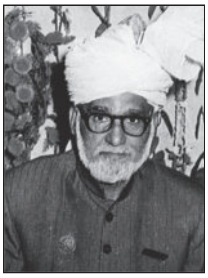
درویشان قادیان

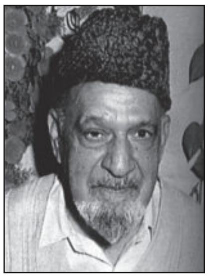

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب


حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب

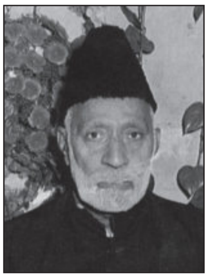

مکرم ملک صلاح الدین صاحب

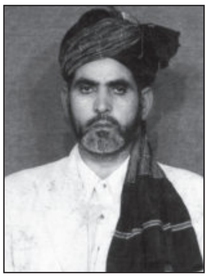

مکرم محمد حفیظ بقاپوری صاحب


مکرم شریف احمد امینی صاحب

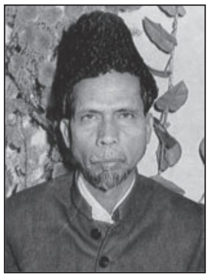

مکرم عبدالحمید عاجز صاحب


مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب


مکرم چودھری سعید احمد صاحب

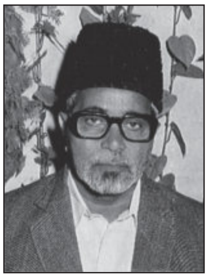

مکرم محمد ابراہیم قادیانی صاحب

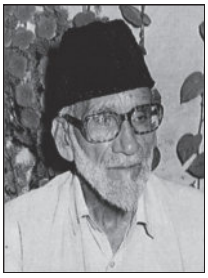

مکرم برکات احمد راجیکی صاحب

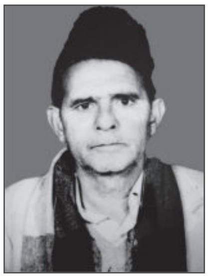

مکرم محمد عمر علی صاحب

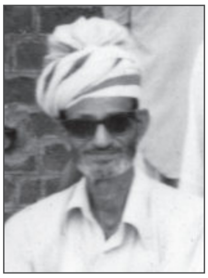

مکرم چودھری فیض احمد گجراتی صاحب

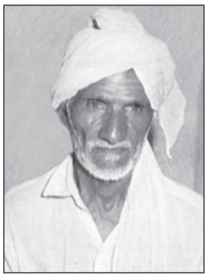

مکرم چودھری محمود احمد عارف صاحب


مکرم چودھری حکیم بدرالدین عامل بھٹہ صاحب

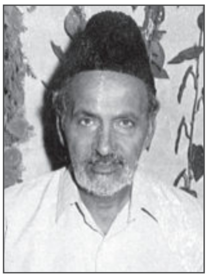

مکرم برکت علی انعام صاحب

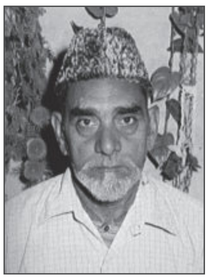

مکرم قریشی سعید احمد صاحب


مکرم فضل الٰہی خان صاحب


مکرم نذیر احمد ننگلی صاحب

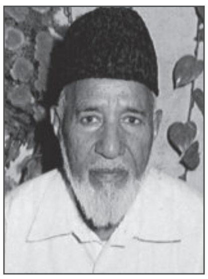

مکرم محمد خضر باجوہ صاحب

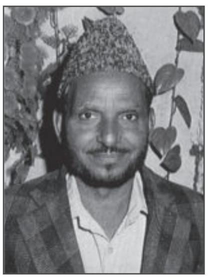

مکرم چودھری بشیر احمد گھٹیالیاں صاحب


مکرم حاجی افتخار احمد اشرف صاحب

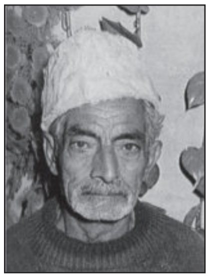

مکرم محمد سلیمان دہلوی صاحب

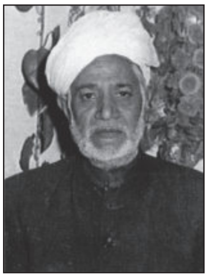

مکرم چودھری غلام حسین صاحب


مکرم غلام ربّانی صاحب


مکرم مستری دین محمد ننگلی صاحب

درویشان قادیان


مکرم عزیز احمد منصوری صاحب

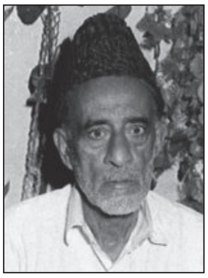

مکرم بشیر احمد حافظ آبادی صاحب


مکرم ممتاز احمد ہاشمی صاحب

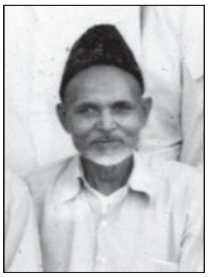

مکرم محمد صادق عارف صاحب

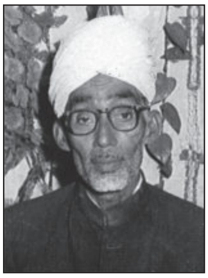

مکرم چودھری عبدالسلام صاحب


مکرم چودھری منظور احمد چیمہ صاحب


مکرم خواجہ عبدالستار صاحب

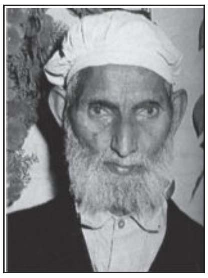

مکرم مرزا محمود صاحب


مکرم چودھری محمد احمد صاحب

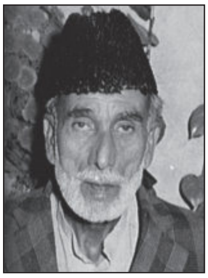

مکرم نذیر احمد صاحب

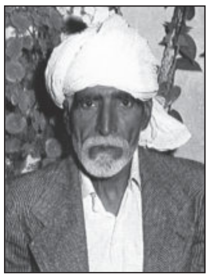

مکرم بشیر احمد شاد صاحب

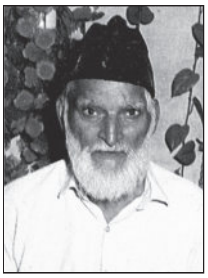

مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب

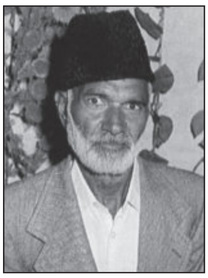

مکرم مولوی عبدالواحد صاحب

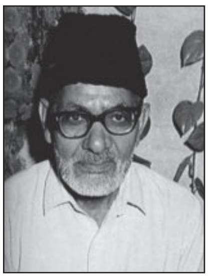

مکرم خواجہ دین محمد صاحب

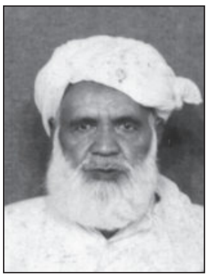

مکرم محمد یوسف گجراتی صاحب

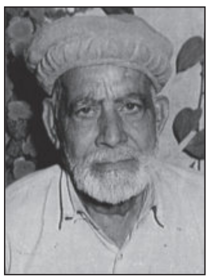

مکرم ظہور احمد گجراتی صاحب


مکرم عبدالکریم صاحب

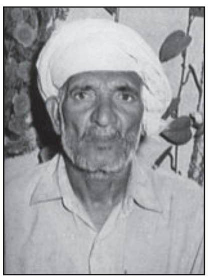

مکرم صوفی غلام احمد صاحب


مکرم گیانی عبداللطیف صاحب

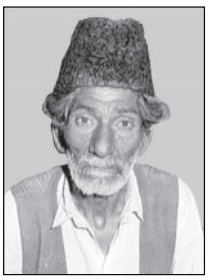

مکرم عبدالاحد خان صاحب


مکرم چودھری ولی محمد گجراتی صاحب


مکرم سائیں عبدالرحمان صاحب

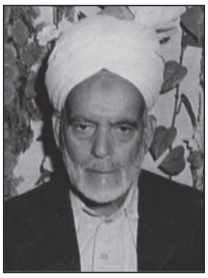

مکرم شریف احمد شیخوپوری صاحب

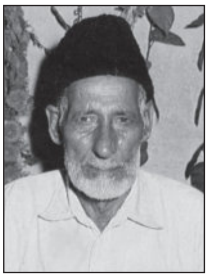

مکرم گیانی بشیر احمد صاحب

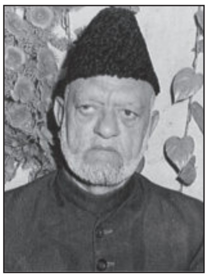

مکرم قمرالدین دہلوی صاحب

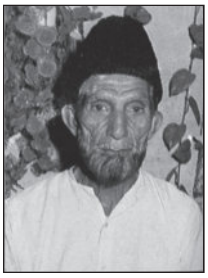
درویشان قادیان

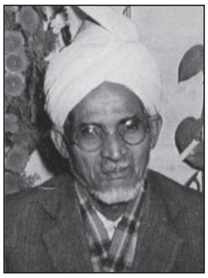

مکرم قریشی محمد شفیع عابد صاحب

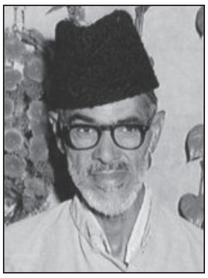

مکرم بشیر احمد بانگروی صاحب

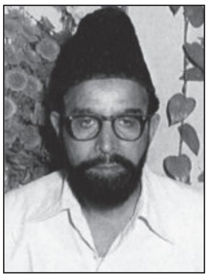

مکرم چودھری غلام نبی صاحب

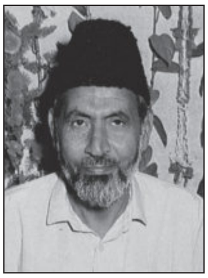

مکرم منظور احمد گھنو کے صاحب

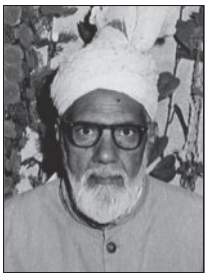

مکرم عطاء اللہ خان صاحب


مکرم محمد احمد کالا افغاناں صاحب


مکرم چودھری بشیر احمد صاحب مہار


مکرم بشیر احمد خادم صاحب

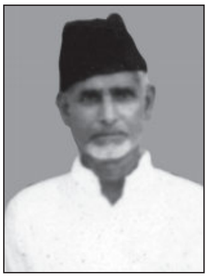

مکرم فیض احمد صاحب

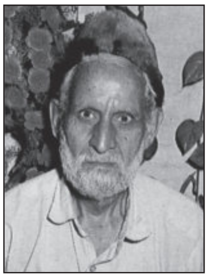

مکرم عبدالحق فضل صاحب


مکرم عبیدالرحمٰن فانی صاحب

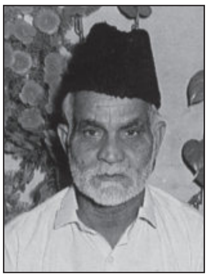

مکرم عبدالمطلب صاحب


مکرم محمد ابراہیم غالب صاحب

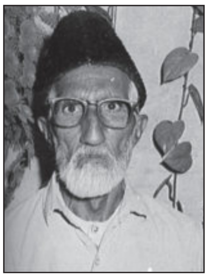

مکرم محمد شریف گجراتی صاحب

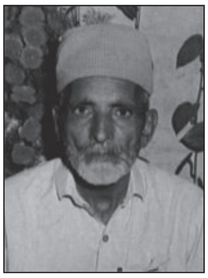

مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب


مکرم حافظ الہ دین صاحب

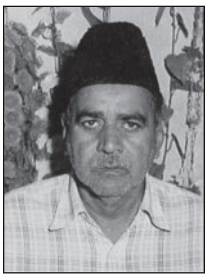

مکرم امیر احمد صاحب

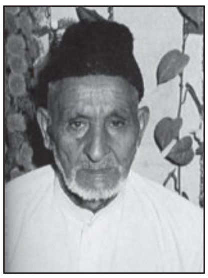

مکرم عبدالرحیم سندھی صاحب

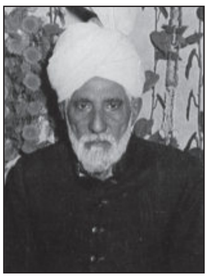

مکرم محمد دین بدر صاحب

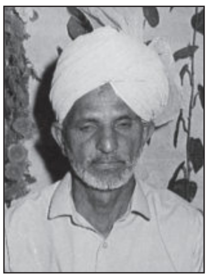

مکرم محمد شریف احمد ڈوگر صاحب


مکرم شیخ محمد ابراہیم صاحب


مکرم عبدالغفور صاحب


مکرم محمد اسماعیل ننگلی صاحب


مکرم چودھری محمد عبداللہ صاحب


مکرم چودھری محمد صادق ننگلی صاحب

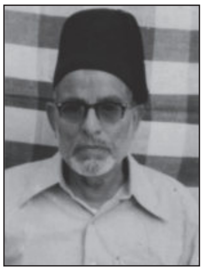
درویشان قادیان


مکرم محمد شفیع صاحب


مکرم محمد اسماعیل صاحب


مکرم بہادر خان صاحب

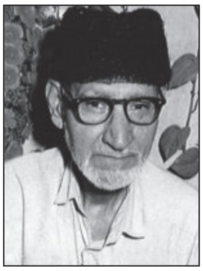

مکرم نذیر احمد پشاوری صاحب


مکرم مستری محمد حسین صاحب


مکرم مستری محمد الدین صاحب

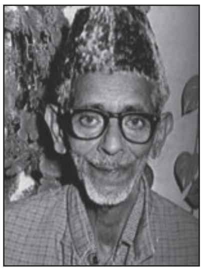

مکرم عزیز احمد گجراتی صاحب

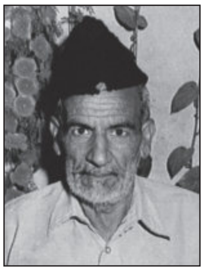

مکرم چودھری عبدالقدیر صاحب

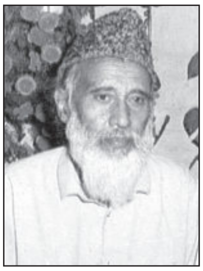

مکرم قاضی عبدالحمید صاحب

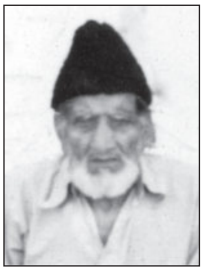

مکرم قریشی فضل حق صاحب

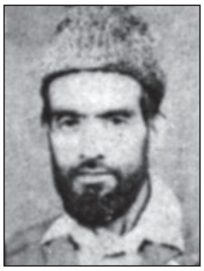

مکرم مرزا محمد اسحاق صاحب


مکرم ملک بشیر احمد صاحب

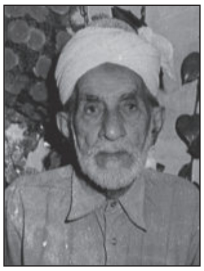

مکرم چودھری سکندر خان صاحب

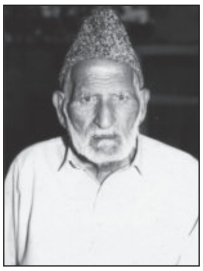

مکرم مرزا منوّر احمد صاحب

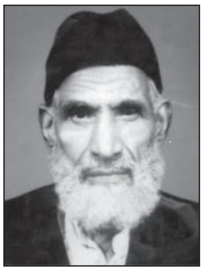

مکرم فضل الرحمٰن صاحب


مکرم سید منظور احمد عامل صاحب


مکرم بشیر احمد سندھی صاحب


مکرم مرزا محمد زمان صاحب


مکرم میاں عبدالعظیم صاحب


مکرم صوفی علی محمد صاحب


مکرم عبدالرشید نیاز صاحب


مکرم محمد یوسف زیروی بھکشو صاحب


مکرم فتح محمد گجراتی صاحب

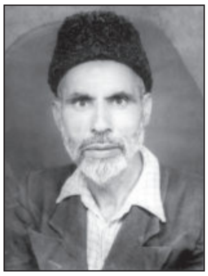

مکرم محمد عبداللہ صاحب


مکرم حافظ عبدالعزیز صاحب

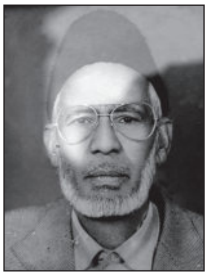
درویشان قادیان



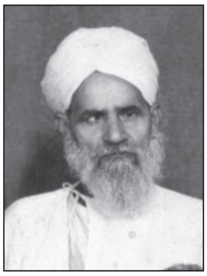
مکرم بابا خدا بخش صاحب



مکرم عبدالرحیم دیانت صاحب



مکرم فتح محمد صاحب



مکرم میاں سراج الدین صاحب



مکرم مستری عبدالغفور صاحب



مکرم دفعدار محمد عبداللہ صاحب



مکرم بابا نور احمد صاحب



مکرم محمد اسماعیل گجراتی صاحب



مکرم حاجی خدا بخش صاحب



مکرم مرزا عبداللطیف صاحب



مکرم کیپٹن بشیر احمد صاحب



مکرم ابوالوفاء صاحب



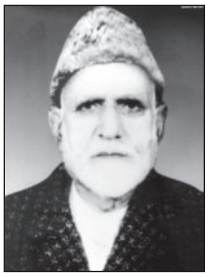
مکرم پی سعید صاحب



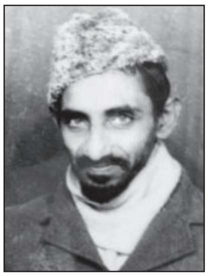
مکرم میر رفیع صاحب



مکرم عبدالقادر خان صاحب



مکرم چودھری عبدالحق صاحب



مکرم محمد احمد نسیم صاحب



مکرم محمد فخر الدین مالاباری صاحب



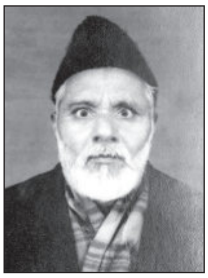
مکرم یونس احمد اسلم صاحب



مکرم چودھری محمد عبداللہ لائلپوری صاحب



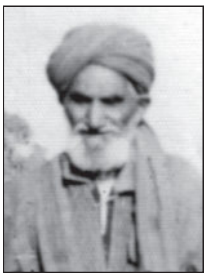
مکرم بابا محمد الدین صاحب



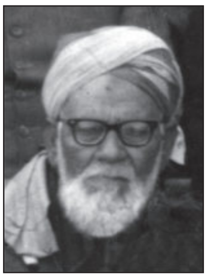
مکرم قریشی عبدالقادر اعوان صاحب



مکرم میاں سلطان احمد صاحب کھاریاں



مکرم عبدالرحیم افغان صاحب



مکرم سید محمد شریف صاحب

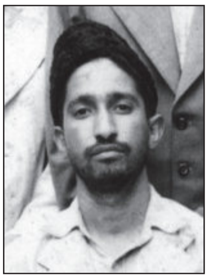
درویشان قادیان


مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب

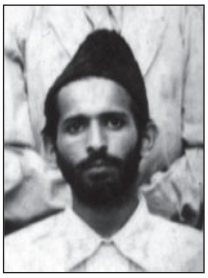

مکرم بابا جلال الدین صاحب


مکرم چودھری عبدالحمید آڑھتی صاحب


مکرم نواب خان صاحب


مکرم عبدالکریم خالد صاحب

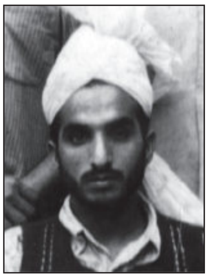

مکرم عبدالحمید بانگا صاحب

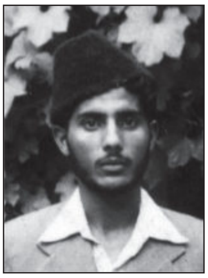

مکرم محمود احمد صاحب

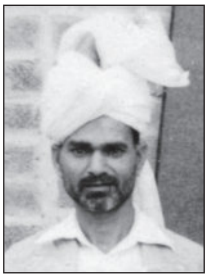

مکرم عبدالغفور صاحب

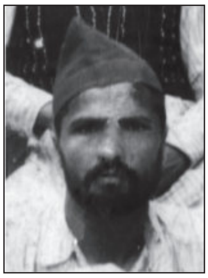

مکرم محمد رمضان صاحب


مکرم عبدالرحیم اوگامی صاحب


مکرم مجید احمد صادق صاحب


مکرم میر غلام رسول صاحب


مکرم چودھری محمد طفیل صاحب


مکرم حکیم نعمت اللہ صاحب

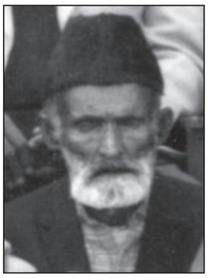

مکرم بابا بھاگ صاحب


مکرم شیخ غلام جیلانی صاحب


مکرم بابا جان محمد سیالکوٹی صاحب


مکرم شریف خان صاحب


مکرم نذیر احمد لائلپوری صاحب


مکرم چوہدری حسن دین صاحب


مکرم شریف احمد صاحب

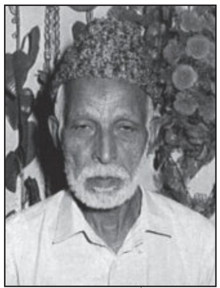

مکرم صادق ناقد صاحب

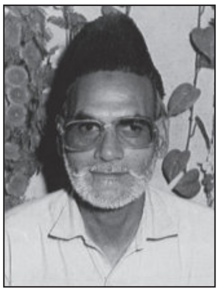

مکرم فضل الٰہی گجراتی صاحب

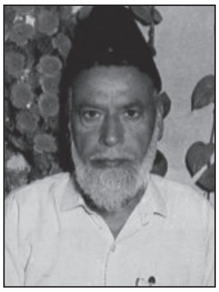

مکرم غلام رسول صاحب

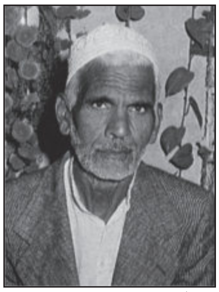

مکرم میاں مجید احمد صاحب

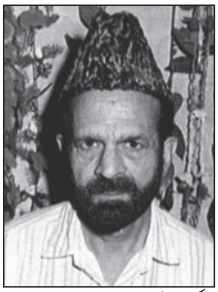
درویشان قادیان

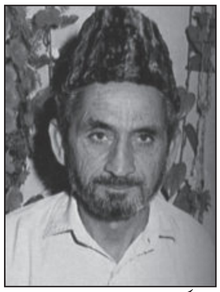

مکرم عبدالحمید مومن صاحب

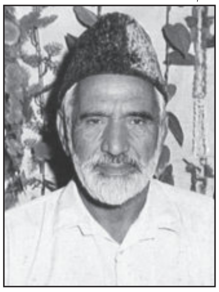

مکرم حاجی مستری منظور احمد صاحب


مکرم خورشید احمد پر بھاکر صاحب

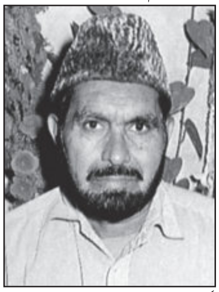

مکرم محمد موسیٰ صاحب

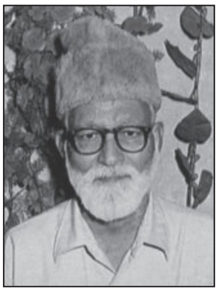

مکرم ملک بشیر احمد صاحب

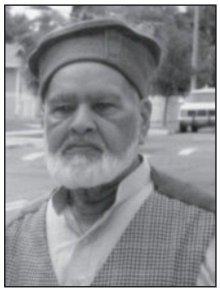

مکرم غلام قادر صاحب


مکرم چودھری محمود احمد مبشر صاحب

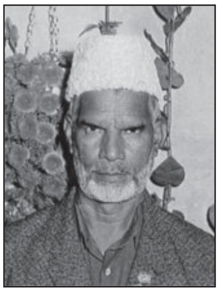

مکرم مرزا محمد اقبال صاحب

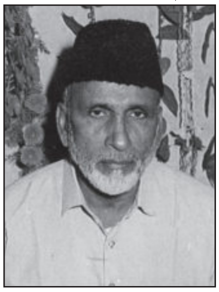

مکرم خواجہ احمد حسین صاحب

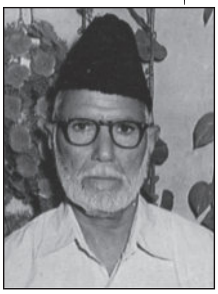

مکرم عبدالقادر دانش دہلوی صاحب


مکرم چودھری عمر دین صاحب

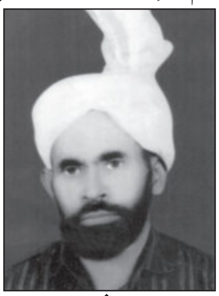

مکرم شیخ عبدالقدیر صاحب

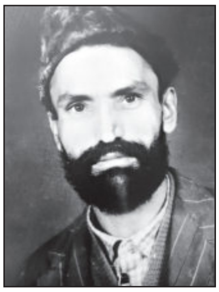

مکرم بشیر احمد کالا افغاناں صاحب

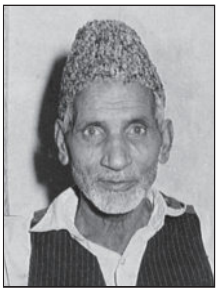

مکرم چودھری مبارک علی صاحب

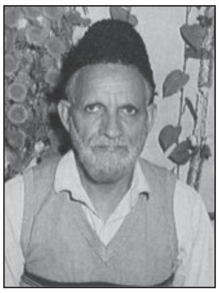

مکرم محمد یوسف صاحب


مکرم میاں محمد حسین صاحب


مکرم نور محمد پونچھی صاحب


مکرم شیر خان صاحب


مکرم منظور احمد چیمہ صاحب


مکرم محمد ایوب بٹ صاحب


مکرم طیب علی صاحب

حین حیات درویشان قادیان

اللہ تعالیٰ ان کی عمر وصحت میں برکت دے۔ آمین

درویشان کرام قادیان کے مختصر حالات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوش نصیب درویش صحابہ کرام

آج سے چودہ سو سال قبل جزیرہ نمائے عرب میں آنحضور ﷺ کی بعثت مبارک سے اسلام کا ظہور ہوا اور خشکی و تری کا فساد امن میں تبدیل ہوا۔ آپ ﷺ کی بعثت کے ذریعہ اسلام جہاں جزیرہ نمائے عرب پر غالب آیا وہیں اس کے عالمی غلبہ کیلئے آپؐ کی بروزی رنگ میں بعثت ثانیہ ازل سے مقدر تھی۔ قدیم الٰہی نوشتوں میں خاص طور پر اس کا ذکر تھا اور قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا کچھ یوں ذکر فرمایا:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ (سورۃ الصّف۔آیت10)

یعنی وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر مبعوث کیا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر کے دکھائے۔ چنانچہ امت کے بزرگان اور معززین کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق ہے یعنی اس میں مذکور غلبۂ اسلام امام مہدی کے زمانے میں ہوگا۔ امام مہدی علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ جہاں غلبہ اسلام بتر ادیان باطلہ، کسر صلیب، قتل دجال، جنگ اور جزیہ کے موقوف ہونے کا ذکر تھا وہیں یہ بھی ذکر تھا کہ اس کی بعثت کے ساتھ ایک پاک جماعت کا قیام عمل میں آئے گا۔ ایسی پاک جماعت جو اپنی قوت ایمانی میں ایسی بڑھی ہوئی ہوگی کہ باوجود آخرین میں ہونے کے وہ اولین سے ملی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ؛

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍo وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (سورۃ الجمعۃ۔آیت3-4)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔

چنانچہ عین الٰہی بشارتوں کے ماتحت چودھویں صدی کے سر پر جب حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور ہوا تو اس کے ساتھ ہی آپ نے خدا تعالیٰ کے اذن سے مخلصین کی ایک پاک جماعت کا قیام فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ مہدی موعودؑ کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اس حدیث مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا۔ اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اس اُمت مرحومہ میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا کہ جو مہدویت کا مدعی ہوتا اور اُس کے وقت میں چھاپہ خانہ بھی ہوتا اور اس کے پاس ایک کتاب بھی ہوتی جس میں تین سو تیرہ نام لکھے ہوئے ہوتے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ کام انسان کے اختیار میں ہوتا تو اس سے پہلے کئی جھوٹے اپنے تئیں اس کا مصداق بنا سکتے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ خدا کی پیشگوئی میں ایسی فوق العادت شرطیں ہوتی ہیں کہ کوئی جھوٹا اُن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتا اور اس کو وہ سامان اور اسباب عطا نہیں کئے جاتے جو سچے کو عطا کئے جاتے ہیں۔ شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو 840ھ میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔ '' در اربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد۔ - يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُّقَالُ لَهَا كَدْعَهْ وَ يُصَدِّقُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ يَجْمَعُ اَصْحَابَهٗ مِنْ اَقْصَى الْبِلَادِ عَلٰى عِدَّةِ اَهْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِاءَ مَةٍ وَّ فِيْهَا عَدَدُ اَصْحَابِهٖ بِاَسْمَاءِهِمْ وَ بِلَادِهِمْ وَ خِلَالِهِمْ۔ یعنی مہدی اس گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ یہ نام دراصل قادیان کے نام کو معرب کیا ہوا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا اس مہدی

کی تصدیق کرے گا اور دور دُور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہل بدر کے شمار سے برابر ہو گا یعنی 313 ہوں گے اور اُن کے نام بقید مسکن وخصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہوں گے۔

اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اُس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالات اسلام میں تین سو تیرہ نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کیلئے تین سو تیرہ نام ذیل میں کرتا ہوں تا ہر یک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی اور بموجب منشاء حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق وصفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی میں سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 11 ۔ انجام آتھم ضمیمہ صفحہ 325-324)

اس کے بعد آپ نے اپنے ان 313 خوش نصیب اصحاب کے اسماء درج فرمائے۔

قارئین کرام ان 313 صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کو عطر مجموعہ سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، عطر مجموعہ کئی عطروں کے امتزاج سے تیار کیا جاتا ہے۔ جیسے گلاب کا عطر، چنبیلی کا عطر، عطر حنا وغیرہ وغیرہ۔ ہر پھول میں ایک الگ رنگ وبو اور کیف ہوتا ہے۔ گلاب کے پھول کی ایک الگ خوشبو ہے، چنبیلی کا پھول ایک الگ رنگ وبو رکھتا ہے اور یہی حال عطر حنا کا ہے۔ یہ تمام پھول باوجود مختلف رنگ وبو رکھنے کے اپنے اندر ایک کیف مشترک رکھتے ہیں جو دل و دماغ کو لذت بخشتا ہے۔ اور انہی تمام پھولوں کو جب ملا کر عطر بنایا جائے تو اُس سے حاصل ہونے والے سرور وکیف کا لفظوں میں بیان ممکن نہیں۔ لیکن جس عطر مجموعہ کا میں ذکر کر رہا ہوں اس کے سامنے اس ظاہری پھولوں کے عطر کی کیا حیثیت ہے! یہ عطر مجموعہ ایک ایسے باغ کے پھولوں سے تیار کیا گیا ہے جسے مالک دو جہاں نے اس دور کے عظیم مالی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں قادیان کی اس پاک بستی میں سجایا اور اپنے ہاتھ سے اس کی آبیاری کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس باغ میں سے 313 خوشنما پھولوں کو چن کر اپنی کتاب انجام آتھم میں سجایا۔ اس جگہ ان 313 پھولوں کا ذکر مقصود نہیں بلکہ اُسی باغ کے دیگر 26 پھولوں کا ذکر خیر کرنا مقصود ہے جو باوجود داغِ ہجرت کی آندھیوں کے اپنی ٹہنیوں سے نہیں گرے۔ ان برگزیدہ خزاں دیدہ پھولوں نے تقسیم ملک کے پر آشوب دور میں بھی اور پھر دور درویشی میں بھی اپنی مہک سے ارد گرد کے متعفن ماحول کو خوشگوار بنائے رکھا اور تقسیم ملک 1947ء کے بعد قادیان دار الامان میں حفاظت مرکز کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا کر درویش بن کر قادیان میں رہے۔ چنانچہ 16 نومبر 1947 کو آخری قافلے کے چلے جانے کے بعد 12 مقدس صحابہ درویشی کا جامہ پہن کر قادیان کی مقدس سرزمین میں بطور درویش رہے۔

ان بزرگ صحابہ کرام کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل صحابیؓ ناظر اعلیٰ قادیان ولد مکرم برکت علی صاحب (2) حضرت محمد احمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم غلام حسین صاحب۔ (3) حضرت مولیٰ بخش صاحب باورچی صحابیؓ ۔ ولد مکرم خیرات اللہ صاحب۔ (4) حضرت خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب صحابیؓ ولد مکرم خواجہ غلام رسول صاحب امرتسری۔ (5) حضرت حافظ عبد الرحمن صاحب صحابیؓ ولد مکرم میاں احمد جان صاحب پشاوری (6) حضرت بابا اللہ بخش صاحب صحابیؓ ولد مکرم محکم دین صاحب ہر چوال (7) حضرت بھائی شیر محمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم میراں بخش صاحب (8) حضرت میاں صدر الدین صاحب صحابیؓ ولد مکرم رحیم بخش صاحب (9) حضرت بابا بھاگ صاحب صحابیؓ امرتسری صحابی ولد مکرم جیوا صاحب (10) حضرت شیخ احمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم غلام حُسین صاحب (11) حضرت میر عبد السبحان صاحب صحابیؓ ولد مکرم رحمن میر صاحب۔ (12) حضرت میاں محمد عبد اللہ صاحب صحابیؓ ولد عبد الغفار صاحب۔

5/ مارچ 1948ء کو پاکستان سے 15 عشاقِ احمدیت کا ایک قافلہ درویشی کی سعادت حاصل کرنے کیلئے قادیان دار الامان تشریف لایا۔ان میں ایک صحابی حضرت مسیح موعودؑ بھی تھے جن کا نام ہے۔(13) حضرت حاجی ممتاز علی صاحب صحابیؓ ولد حضرت خان ذوالفقار علی خان صاحب صحابیؓ۔

حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس مشاورت 1948ء میں تحریک فرمائی تھی کہ عشاقِ احمدیت قادیان کی جگہوں کو آباد کرنے کیلئے اپنے تئیں پیش کریں۔حضور کی اس آواز پر لبیک کہنے والوں کا ایک خوش نصیب قافلہ شروع ماہ ہجرت مئی 1948ء میں صبح 8 بجے لاہور سے روانہ ہوا۔حضرت سیدنا امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے افراد قافلہ کو شرف مصافحہ بخشا اور اجتماعی دُعا کے ساتھ الوداع کہا۔(الفضل 2 ہجرت / مئی 1948) اس قافلہ میں بارہ (اصل تعداد 13۔ناقل) صحابہ بھی تھے جن میں حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب (امیر قافلہ) اور حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی جیسے قدیم اور ممتاز صحابہ بھی شامل تھے۔ (الفضل 18 مئی 1948ء صفحہ 2)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس قافلہ کی آمد کے موقعہ پر 5 مئی 1948 کو مولانا عبد الرحمن صاحب جٹؓ کے نام ایک خصوصی مکتوب لکھا جس میں نصیحت فرمائی کہ:۔

''جملہ درویشوں کو میری طرف سے بعد سلام یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ ان بزرگوں کی آمد کو ایک خدائی نعمت سمجھتے ہوئے ان کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور ان کے علم و عمل کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔صحابہ کا مقدس گروہ دن بدن کم ہوتا جارہا ہے۔باوجود اس کے ہم انہیں اپنے آپ کو ان کی صحبت سے محروم کرتے ہوئے آپ کے پاس بھجوائے جا رہے ہیں۔پس اس نعمت کی قدر کریں اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیں اور باہم اتحاد اور تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ قائم کریں جو اسلام آپ سے چاہتا ہے۔ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔مگر جب تک ہمیں وہ واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور ان کے ساتھ آپ جیسے مخلص اور جانثار درویشوں کا وجود اس شمع کا حکم رکھتا ہے جو ایک وسیع اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کیلئے نور ہدایت کا کام دیتی ہے۔اگر آپ خلوص نیت اور سچی محبت اور پاک جذبۂ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہریں گے اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے تو نہ صرف خدا کے حضور میں آپ کی یہ خدمت خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے اس نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی''۔

(الفضل 18 ہجرت 1948)

اس قافلہ کے ساتھ تشریف لانے والے اصحاب حضرت مسیح موعودؑ کے اسماء اس طرح ہیں۔

(14) حضرت میاں محمد دین صاحب واصلباقی صحابیؓ ولد مکرم نور الدین صاحب (15) حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب صحابیؓ ولد مکرم چند رسنگھ صاحب (16) حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب صحابیؓ قادیانی، ولد مکرم مہتہ گورانده مل صاحب (17) حضرت باباشیر محمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم دتے خان صاحب (18) حضرت چودھری سلطان احمد صاحب صحابیؓ ولد مکرم چودھری نور علی صاحب (19) حضرت حسن دین صاحب صحابیؓ ولد مکرم چودھری فضل دین صاحب صحابیؓ (20) حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحب صحابیؓ ولد مکرم میاں بھولا صاحب (21) حضرت حاجی محمد دین صاحب تہالوی صحابیؓ ولد مکرم نور احمد صاحب (22) حضرت حافظ صدر الدین صاحب صحابیؓ ولد مکرم محمد دین صاحب (23) حضرت مولوی غلام محمد صاحب صحابیؓ ولد فوجدار صاحب۔(24) حضرت بابا اللہ دتہ صاحب صحابیؓ دوالمیال ولد مکرم شہباز خان صاحب (25) حضرت بابا کرم الٰہی صاحب صحابیؓ ولد مکرم میاں عید اصاحب (26) حضرت مولوی اللہ دین صاحب صحابیؓ ولد حضرت احمد دین صاحب صحابیؓ۔

ان مقدس صحابہ کرام کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔صحابہ کے واقعات میں بعض مقامات پر تکرار بھی ہے۔لیکن چونکہ صحابہ کے یہ واقعات تقریباً نایاب ہیں اور سلسلہ کے قدیم اخبارات میں درج ہیں جو سب کی دسترس میں نہیں ہیں۔اس لئے بطور ریکارڈ ان کو اسی طرح درج کر دیا گیا ہے۔

1 حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ درویش



حضرت مولانا صاحبؓ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپؓ کے والدین قادیان ہی کے قریب واقع موضع فیض اللہ چک کے رہنے والے تھے۔ آپؓ کے ماموں اور (خسر) حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خادم اور صحابی تھے۔ جنہیں حضورؑ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہونے کا شرف حاصل رہا۔ حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ کی ہدایت پر ہی حضرت مولوی صاحب مرحوم نوعمری میں قادیان بغرض حصول تعلیم آئے اور تحصیل علم کے بعد اسی مقدس مقام کو اپنی مستقل رہائش گاہ بنالیا۔

آپؓ کو سلسلہ کی بے شمار خدمات کا موقع ملا۔ ملکی تقسیم سے قبل آپ مدرسہ احمدیہ میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرنے کے ساتھ ساتھ قاضی سلسلہ ناظم دار القضاء۔ جنرل پریذیڈنٹ لوکل انجمن احمدیہ اور ناظم سپلائی اجناس جلسہ سالانہ کے اہم فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ملکی تقسیم کے وقت آپؓ نے قادیان میں ہی ٹھہرے رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو قادیان میں امیر مقامی اور پھر ناظر اعلیٰ کے اہم عہدوں پر فائز کیا جن کو آپؓ نے آخری وقت تک نہایت درجہ خوش اسلوبی اور ذمہ داری کے پورے احساس کے ساتھ سرانجام دیا۔ آپؓ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ پرانے بزرگ عالم ہونے کے سبب سلسلہ کے سبھی علماء اور مبلغین کے آپؓ اُستاد تھے۔ علم فقہ اور میراث میں مستند عالم مانے جاتے تھے۔ انتظامی اُمور میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ علاقہ میں غیر مسلموں کے ساتھ آپؓ کے گہرے ذاتی مراسم تھے۔ قادیان کی میونسپل کمیٹی کے ابتدائی ممبران میں سے تھے۔ ملکی تقسیم کے بعد آپ ایک عرصہ تک بطور پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی بھی کام کرتے رہے۔ تمام غیر مسلم ممبران کمیٹی آپؓ کی قیادت پر ہمیشہ ہی مطمئن رہے۔

حضرت مولوی عبد الرحمن صاحبؓ فاضل صحابی درویش اخبار بدر قادیان کی 28 اپریل 1952 کی اشاعت میں اپنے خودنوشت حالات میں فرماتے ہیں۔

''میں 1903 یا 1904 میں بچپن میں اپنے گاؤں فیض اللہ چک سے قادیان آیا۔ مجھے میرے ماموں حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ ساتھ لائے تھے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کیا تھا۔ میرے والد صاحب گول کمرہ میں ہی فوت ہوئے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنین علیہا السلام بخوبی جانتے تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے میرے پیش ہونے پر میرے سر پر ہاتھ رکھا اور میرے لئے وظیفہ کی سفارش فرمائی۔ اس وقت تین روپیہ ماہوار سے زیادہ کسی شخص کا بھی وظیفہ نہ تھا۔ لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کی شفقت خاص سے اس عاجز کا وظیفہ پانچ روپیہ ماہوار مقرر ہوا۔ میری ممانی (حضرت حافظ حامد علی صاحب کی اہلیہ صاحبہ) حضرت اماں جان کی خدمت میں رہتیں۔ ان کا وہیں کھانا پینا اور رہائش تھی۔ میں بھی ابتداء میں ان کی وجہ سے اکثر وہیں رہتا تھا۔ میں نے حضرت اماں جانؓ کا سلوک اور احسان جو اپنے متعلق دیکھا اور جو دوسروں کے متعلق مشاہدہ کیا وہ ایک نا بھولنے والی داستان ہے۔ جس کی یاد میرے ذہن و قلب پر منقوش ہے۔ اور جس کی وجہ سے ہر وقت میرے دل کی گہرائیوں سے آپ کے لئے اور آپ کی سب اولاد کیلئے دُعائیں نکلتی رہتی ہیں۔ جب بھی حضرت اماں جان اپنے کسی صاحبزادہ یا صاحبزادی کو کوئی مٹھائی یا کھانے پینے کی کوئی چیز دیتیں تو اس خادم غلام زادے کو بھی کبھی فراموش نہ کرتیں۔ گو میں بورڈنگ میں رہتا تھا لیکن کثرت سے بار بار الدار میں آنے اور رہنے کی سعادت ملتی رہتی تھی۔ اور بہت ہی کثرت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کے کھانے کا بھی موقع ملتا تھا۔ میری والدہ جس نے مجھے جنا اُس کا دودھ شاید میں نے پیا ہو گا۔ لیکن اس سے زیادہ اس کی پرورش کا مجھے علم نہیں۔ حضرت اماں جانؓ ہی تھیں جنہوں نے مجھے جب میں اپنی ممانی کے ساتھ الدار میں بود و باش رکھتا تھا میری پرورش اور ہر طرح خبر گیری کی۔ یہ احسانات حضرت اماں جانؓ کے صرف مجھ پر ہی نہ تھے بلکہ مجھ جیسے بیسیوں غلاموں کی زندگی کا ہر ہر لمحہ حضرت ممدوحہ کے احسانات کا رہین تھا۔...

میرے دل و دماغ میں اس زمانہ کی پرسرور یاد ابھی تک تازہ ہے۔ جب حضرت اماں جانؓ کے صحن میں۔ میں اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اور کبھی صاحبزادگان میں سے کوئی کبڈی کھیلا یا کشتی کیا کرتے تھے اور میری ممانی اس شور و شغب کی وجہ سے مجھے کبھی ڈانٹ بھی دیا کرتیں۔ لیکن حضرت

اماں جانؓ ہماری بچپن کی اٹھ کھیلوں پر باز پرس نہ فرماتیں۔ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب ہمارے آقا اور خدا کے پیارے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مع حضرت امّ المومنین علیہا السلام کے، باغ میں تشریف لے جاتے ہم بچے بھی ساتھ ہوتے دونوں آقاؤں کے سامنے ہم درختوں سے شہتوت اور لوکاٹ وغیرہ کے پھل توڑتے اور کھاتے۔ لیکن ہمارے یہ محسن و مہربان اس پر کبھی گرفت نہ کرتے بلکہ ہماری خوشی سے حقیقی خوشی اور راحت محسوس کرتے اور ہم حقیقت میں یہی سمجھتے کہ یہ باغ اور اس کے پھل ہماری ہی ملکیت ہیں۔ حضرت اماں جانؓ کی شفقت اور احسان کا سلوک صرف میرے بچپن تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ جب میں قابل شادی ہوا تو میری شادی کے جملہ انتظامات بھی حضرت اماں جان رضی اللہ عنھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔ اور میرے آرام و سہولت کا ہر طرح خیال فرماتے رہے۔ جو ناز اور اعتماد کسی چہیتے بیٹے کو اپنے حقیقی والدین پر ہوسکتا ہے اس سے بڑھ کر ہمیں حضرت اماں جان پر تھا۔ ایک دفعہ کسی تقریب پر حضرت اماں جانؓ نے میری بیوی یا اس کی بہن کو نہ بلایا جس پر وہ روٹھ گئی تو حضرت اماں جانؓ نے از راہ شفقت خاص طور پر ان کو بلوایا اور دلداری کی۔

میں اس بات کو تحدیث بالنعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ بسا اوقات کئی ایک کام جو حضرت اماں جان اپنے دوسرے خدام سے زیادہ عمدگی سے کروا سکتی تھیں اس خادم اور غلام کے سپرد فرماتیں۔ حالانکہ مجھ سے زیادہ اہل موجود ہوتے اس کی وجہ میں یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت ممدوحہ پرانے تعلق کو مدنظر فرماتیں۔"

آپ کی وفات پر اخبار بدر نے اپنی 3 فروری 1977 کی اشاعت میں درج ذیل مضمون شائع کیا۔

"حضرت امیر صاحب کے صفاتی الفاظ کثرت استعمال اور آپؓ کے محسنانہ تعلق کے سبب نہ صرف مقامی طور پر قادیان میں بلکہ بیرونجات میں بھی اسم علم بن گئے تھے۔ کسی بھی شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلتے، آپؓ کی پر وقار بزرگ شخصیت آنکھوں کے سامنے آجاتی۔ آپ کی ساری زندگی ہی خدمت دین اور خدمت انسانیت سے معمور رہی اور زندگی بھی ایسی جو پبلک زندگی تھی۔ نوعمری ہی میں آپ کے ماموں حضرت حافظ شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ جو بعد میں آپ کے خسر بھی ہوئے آپ کو قادیان میں لے آئے۔ اور آپ وہ دوسرے خوش نصیب طالب علم ہیں جو مدرسہ احمدیہ کی سب سے پہلی جماعت میں داخل ہوئے اور اسی درس گاہ سے فارغ التحصیل ہو کر اس قدر طویل عرصہ درس و تدریس کی خدمت اسی درس گاہ میں بجالانے کی توفیق پائی جو کسی دوسرے کے حصہ میں شاید نہ آئی ہو۔ نہ جانے کتنی نسلوں کے آپ استاد اور معلم بنے اور بیشمار مبلغین سلسلہ کو آپ کے تلمیذ کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح آپ کا یہ صدقہ جاریہ آپ کی ذات کو ہمیشہ ہی زندہ جاوید رکھے گا۔

نہایت درجہ عالی ہمت جفاکش، بلند حوصلہ، معاملہ فہم، ذہین، بارعب، عالم باعمل بزرگ تھے۔ آپؓ کے ان اوصاف حمیدہ میں سے ایک ایک وصف نے آپ کو دین کی خدمت میں نمایاں حصہ ڈالنے کا موقعہ دیا۔ اور ایسی ہی خوبیوں کے سبب انسانیت کی حقیقی خدمت بجالانے کی توفیق پائی۔ ملکی تقسیم سے قبل جب تک مدرسہ احمدیہ میں تعلیم و تدریس کے خصوصی کام پر مامور رہے۔ پوری لگن اور محنت کے ساتھ اس خدمت کو بجالاتے رہے۔ اس فرض منصبی کے سوا جماعت کی اور بہت سی نفلی خدمات فرض سے بڑھ کر ذمہ داری کے احساس سے ادا کرتے رہے۔ آپ اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بارہا خوشنودی ان نفلی کاموں کی بجا آوری کے سلسلہ میں آپ کو حاصل ہوئی۔ چونکہ راقم الحروف (محمد حفیظ بقاپوری... ناقل) کو بھی آپ کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس عرصہ میں ذاتی تجربہ کی بنا پر علیٰ وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ آپ ایک شفیق استاد کی طرح اپنے شاگردوں سے پیش آتے رہے۔ ہر سبق پوری تیاری اور قبل از وقت مطالعہ کے بعد پڑھایا۔ ادب عربی، فقہ اور انشا کے مضامین میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔

عرصہ دراز تک مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں بطور ٹیوٹر خدمت بجالاتے رہے۔ بورڈنگ مدرسہ احمدیہ سے دور واقع اپنی رہائش گاہ سے صبح سویرے فجر کی نماز کیلئے طلبہ کو جگا کر وقت پر نماز کیلئے لے جانا اور صرف ایک دو دن یا ایک دو ماہ کیلئے نہیں بلکہ سالہا سال یہ خدمت بحسن و خوبی بجالاتے رہنا کوئی

معمولی بات نہیں۔ اس طرح جو رنگ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام سے براہ راست سایہ میں رہ کر آپ نے اپنے اندر جذب کیا جماعت کے ہونے والے مبلغین اور علماء کو بھی اسی رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کی اور ہمہ وقت دوسروں کو خدمت دین اور خدمت انسانیت کیلئے آمادہ و تیار کرتے رہنے کی نہ صرف تلقین کی بلکہ اس کام میں خود بھی برابر کا حصہ لیتے ہوئے دوسروں کو عملی ترغیب دی۔ ایک ہی وقت میں کئی کئی ڈیوٹیاں سرانجام دینے میں آپ کی عالی ہمتی، محنت اور جفاکشی نے ہمیشہ ہی آپ کو سربلند رکھا۔ کسی کام کو نہ حقیر جانا اور نہ ہی کسی کام کو ادھورا چھوڑا بلکہ اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچایا اور مشکل سے مشکل کام کو سرانجام دیتے وقت کبھی نہیں گھبرائے بلکہ پوری ثبات قدمی اور دلجمعی کے ساتھ پورا کیا اور ہمیشہ ہی دربارِ خلافت سے خوشنودی حاصل کی۔

ملکی تقسیم سے سالہاسال قبل ہی مسجد اقصیٰ میں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کئے۔ پر جب امیر مقامی بنائے گئے تو قادیان کی دونوں مرکزی مساجد میں باری باری امامت فرماتے رہے۔ نماز باجماعت کی پابندی اور اوّل وقت میں نماز کی ادائیگی میں ایسی باقاعدگی کہ اپنی مثال آپ تھے۔ یہ جو حدیث نبویؐ میں مروی ہے کہ سات آدمیوں کو قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے خاص سایہ میں جگہ ملے گی اُن میں حضور ﷺ نے اُس آدمی کو بھی شمار کیا ہے جس کا دل مسجد سے معلق رہتا ہے کہ ایک نماز سے فارغ ہو کر دوسری نماز کیلئے جانے کو اُس کے دل میں اشتیاق کے جذبات اُبھرتے رہتے ہوں۔ ہمارے نزدیک حضرت مولوی صاحب مرحوم بھی انہی خوش نصیب افراد میں سے تھے جن کے دل کو مساجد میں نماز باجماعت کیلئے حاضر ہونے کا غیر معمولی تعلق تھا۔

ملکی تقسیم کے بعد آپ مقامی جماعت احمدیہ کے امیر بنائے گئے۔ ساڑھے 29 سال کا لمبا عرصہ نہایت کامیابی کے ساتھ اُن سب ذمہ داریوں کو ادا کیا جو اس عہدہ جلیلہ سے وابستہ ہیں۔ آپؓ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔ کسی کو بھی اپنی شکایت اور ضرورت آپ کے سامنے بیان کرنے میں کسی طرح کی روک نہ تھی۔ آپ ہر شخص کی بات بڑے صبر و تحمل اور بردباری سے سنتے اور اس پر بہت جلد کارروائی فرماتے اور ہر تکلیف رسیدہ کی تکلیف کو جلد از جلد دور کرنے کی پوری سعی فرماتے۔

ملکی تقسیم کے وقت قادیان کی کثیر آبادی کو جن حالات میں سے گزرنا پڑا اور بالخصوص مغربی پنجاب سے زخم خوردگی کے بعد مشرقی پنجاب میں آنے والے غیر مسلموں کی دلداری اور اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ساتھ کے ساتھ اُن کے دلوں سے کدورت کو دور کرنا جو حالات کی نزاکت کے سبب مسلمانوں کی نسبت پیدا ہو چکی تھی، یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ حضرت امیر صاحب مقامی کی ہی شخصیت تھی جس نے آنے والوں کے دلوں میں ایسا مقام پیدا کر لیا کہ وہ سب کے سب آپؓ کو اپنا ہی بزرگ یقین کرنے لگے جس طرح محلہ احمدیہ کے درویشان کرام سمجھتے اور یقین کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی وفات کی خبر سن کر ان سب دوستوں کو بھی اسی طرح صدمہ ہوا جس طرح درویشان کرام اور احمدی دُنیا کو۔ چنانچہ ان میں سے ایک خاصی تعداد آپؓ کے جنازہ اور تدفین کے وقت موجود رہی اور آپ کی قبر پر جہاں احمدی احباب نے مٹی ڈالی وہاں ان دوستوں نے بھی اپنی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اس کام میں برابر کا حصہ لیا۔

حضرت امیر صاحبؓ طبعی طور پر جہیر الصوت واقع ہوئے تھے۔ اور اپنی اس خوبصورت بلند آواز میں جب قرآن کریم کی نمازوں میں قرأت فرماتے یا اپنے گھر میں صبح کی نماز کے بعد تلاوت فرماتے تو دور تک ہر لفظ بہت عمدگی سے سنا جاتا اور ہر سننے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ ہر چند کہ آپ کو مدرسہ میں تعلیم و تعلم کا اور جماعت کے دوسرے انتظامی امور کی سرانجام دہی سے ہی واسطہ پڑتا رہا۔ اس لئے آپ پبلک میں بطور مقرر اور خطیب کے کبھی نہیں آئے تھے بلکہ درویشی کا ابتدائی زمانہ بھی اسی طرح گذرا۔ لیکن جب کچھ عرصہ بعد حضرت مصلح موعودؓ عنہ نے آپ کو اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو باری باری جمعہ پڑھانے کا خصوصی ارشاد فرمایا تو اس وقت کے بعد سے آپ کا یہ وصف بھی خوب چمک کر سامنے آیا ... جمعہ کے خطبات ہوں یا جماعتی جلسوں میں تقاریر اور صدارت کے فرائض سرانجام دینے کے مواقع ہوں سب کو بڑی عمدگی اور خوبی سے پورا کیا۔

نہ صرف احباب جماعت کے سامنے بلکہ قومی اور ملکی تقریبات کے بہت سے پبلک جلسوں میں بھی آپ کو خطاب کرنے کا بارہا موقع ملا۔ آپ بڑے ہی موثر طریق پر اور بڑی سادہ زبان میں اپنے مافی الضمیر کو ادا کرتے اور ہمیشہ ہی مفید امور کی طرف اپنے مخاطبین کو متوجہ کرتے۔

ہر ایسے موقعہ پر آپ نے ہمیشہ ہی اس امر کی تلقین کی کہ جو ہم کہتے ہیں اُس پر عمل بھی کریں۔ تا ہمارا عمل ہمارے قول کے ساتھ مطابق ہو کر ہم عملی آدمی بن سکیں۔ نہ کہ صرف باتیں بنانے والے ہوں۔ آپ ہمیشہ احباب جماعت کو بالعموم اور درویشان کرام کو بالخصوص سورۃ صف کی آیت کریمہ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ کی روشنی میں تاکید فرمایا کرتے کہ انسان کا عمل اس کے قول کے ساتھ مطابق ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے کا باعث ہے۔ عمر کے آخری سالوں میں جب گرمی کا موسم آتا تو آپ کا یہ معمول رہا کہ مغرب کی نماز مسجد اقصیٰ میں ادا کرنے کے بعد امام کے مصلّے پر ہی لیٹ جاتے اور نماز عشاء تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ اس دوران کوئی ملاقاتی بھی اگر آجاتا تو آپ اس سے ملاقات بھی اسی جگہ فرمالیتے اور پھر بہت سی روحانی باتوں کا سلسلہ چل پڑتا جن میں بالعموم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت پاک اور اپنے بعض چشم دید واقعات سنا کر حاضرین کے ایمانوں میں تازگی پیدا کرتے۔ خود بھی نظام سلسلہ کی نہایت درجہ پابندی کرنے والے اور خلافت حقہ سے دلی عقیدت اور فدائیت رکھنے والے تھے۔ موقعہ ملنے پر جماعت کے ہر فرد کو بھی اس رنگ میں رنگین ہونے کی تلقین فرماتے۔۔۔''

آپ کی وفات 20-21 جنوری 1977 کی درمیانی شب کو دل کا شدید دورہ پڑنے کے نتیجہ میں ہوئی۔ آخری بار جب آپ کو جلسہ سالانہ ربوہ جانے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوا تو آپ کو ربوہ میں فلو کا عارضہ ہو گیا۔ اور بتایا کہ اُس وقت مجھے خیال گزرا ساری عمر تو قادیان میں رہا ہوں ایسا نہ ہو کہ آخری وقت قادیان سے باہر آجائے اس لئے جلسہ ربوہ کے بعد جلد قادیان آ گیا۔ اس سے حضرت مولوی صاحب کی قادیان سے دلی محبت اور تعلق پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی اس خواہش کو پورا کیا اور آپ کی زندگی کے آخری لمحات بھی قادیان میں ہی اپنے مقدس آقا سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مولد و مدفن میں گزرے۔ اور اپنی آخری آرام گاہ بھی اسی جگہ پائی۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوٰہُ۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

'' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد۔

مزار

حضرت الحاج مولوی عبد الرحمن فاضل المعروف بہ جٹ۔ ابن ''حبی فی اللہ شیخ برکت علی صاحب''۔ (ازالہ اوہام حصہ دوئم صفحہ 820)

قوم ککے زئی ساکن فیض اللہ چک، گورداسپور۔ ہمشیر زاد حضرت حافظ حامد علی صاحب خادم خاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ سن زیارت 1903 من جملہ اولین دو طلبا شاخ دینیات مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان۔ انجمن ترقی اسلام کے تحت خلافت ثانیہ کے آغاز میں تبلیغ اسلام میں ہمہ تن مصروف رہے۔ 63 سال تک مرکز میں مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ بطور ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ، پروفیسر جامعہ احمدیہ، ناظر سپلائی جلسہ سالانہ، جنرل پریذیڈنٹ، بوقت تقسیم رُکن امن کمیٹی، ناظم دار القضاء، رکن بورڈ قضاء، وقف جدید، صدر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ، ممبر میونسپلٹی، اُس کے نائب صدر، صدر، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) اور کثیر تعداد مبشرین اسلام کے اُستاد ہونے کا آپ کو شرف ملا۔ سلسلہ کی خاطر قید بھی ہوئے اتنا طویل عرصہ ناظر اعلیٰ، وکیل الاعلیٰ اور امیر مقامی رہنے میں آپ منفرد تھے۔ غیر مسلم طبقہ سے جماعتی تعلقات استوار کئے۔ آپ جو ایک انجمن کا حکم رکھتے تھے شفقت، اخلاقِ عالیہ، علو ہمت، انتظامی و قضائی صلاحیتوں، اسلامی تعلیم پر وسعت نظر، جدید فقہی عالم، خلافت سے والہانہ محبت اور دُعاؤں سے تقویت سلسلہ کا باعث بنے۔ خاکسار۔ مرزا وسیم احمد۔ ناظر اعلیٰ امیر مقامی قادیان۔ تاریخ وفات: 77-1-21 عمر 84 سال وصیت نمبر 2337

2 حضرت میاں مولا بخش صاحبؓ باورچی درویش



آپ کے متعلق محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم درویش اخبار بدر 11اکتوبر 1962 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔ ’’یہ دیکھئے ایک اور خوشنمارنگ کا پھول میاں مولا بخش صاحب باورچی تقسیم ملک کے بعد ہرقسم کے ہنرمند درویش مقیم رہے جو خدا کے فضل سے اپنے اپنے پیشوں کے ماہر تھے چنانچہ میاں مولا بخش صاحب ولد خیرات اللہ صاحب باورچی جو یوپی کے رہنے والے تھے ایک لمبی مدت سے لنگرخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں باورچی تھے اور اپنے فن کے اُستاد تھے، بھی یہیں رہ گئے تھے۔ ان کا اپنا مکان احمدیہ محلہ میں لنگرخانہ سے قریب ڈھاب کے کنارے پر تھا۔ اسی میں رہتے تھے۔ انگریزی اور دیسی ہرقسم کے کھانے بڑی مہارت اور چابکدستی سے تیار کرتے تھے اور چونکہ اپنے فن سے محبت رکھتے تھے اور اسی فن میں اُن کی ساری عمر گزری تھی اس لئے اپنے فن کے مختلف واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد محترم چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب والی کوٹھی میں جو علاقہ مجسٹریٹ قیام فرما تھے، اُن کے ہاں اکثر جاتے تھے۔ اور اُن کے بچوں کیلئے کیک بسکٹ وغیرہ تیار کر کے دیا کرتے تھے۔ مجسٹریٹ سردار امولک سنگھ صاحب بھی ان کی قدر کرتے تھے اور ان کے بڑھاپے کی وجہ سے انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

نماز روزہ کے بڑے پابند تھے، بالخصوص سحر خیزی تو ان کا غیر منقطع معمول تھا اور تہجد کیلئے نہ صرف خود اُٹھتے تھے بلکہ مسجد مبارک جانے سے قبل سارے احمدیہ محلہ کا ایک چکر لگاتے تھے اور درویشوں کو تہجد کیلئے بیدار کرتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار بلند آواز اور اپنی مخصوص لے میں پڑھتے جاتے تھے بڑھاپے کی وجہ سے تین یا ساڑھے تین فٹ لمبا بانس کا موٹا عصا ہاتھ میں رکھتے تھے اور تہجد کے وقت محلے کا چکر لگاتے ہوئے اپنا عصا معمول سے ذرا سختی کے ساتھ زمین پر مارتے جاتے تھے اور اس وقت اُن کے شعر پڑھنے کی لے میں ایک کیف اور سوز ہوتا تھا۔ اور یہ ایک دو روز کی بات نہ تھی بلکہ پورے سات سال اُن کا یہی معمول رہا اور مرض الموت میں جا کر ختم ہوا جبکہ وہ چارپائی کے حلیف ہو کر رہ گئے تھے۔

تقسیم مُلک کے وقت اُن کی عمر 73 سال کی تھی لیکن ابھی تک صدر انجمن احمدیہ کے کارکن تھے اور نوجوانوں کی طرح لنگرخانہ میں خدمات انجام دیتے تھے مگر جب کمزوری زیادہ ہوگئی تو اُنہیں پنشن مل گئی۔ آخر 80سال کی ایک لمبی عمر طبعی پاکر 54-7-24 کو وفات پاگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔‘‘ (بدر 11 ؍اکتوبر 1962)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میاں مولا بخش صاحب درویش ولد میاں خیرات اللہ صاحب نجیب آبادی مہاجر۔ لنگرخانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بطور باورچی خصوصاً عرصہ درویشی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ عرصہ درویشی میں نماز تہجد کے وقت اشعار حضرت اقدسؑ پڑھ کر بیدار کرتے تھے۔ بیعت تابعی 1908 وصیت نمبر 1981 عمر 80۔ آپ کچھ عرصہ کے بعد قادیان سے بعض مجبوریوں کی بنا پر پاکستان چلے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

3 حضرت خواجہ محمد اسماعیل صاحبؓ۔

آپ کچھ عرصہ کے بعد قادیان سے بعض مجبوریوں کی بنا پر پاکستان چلے گئے اور وہیں آپ کی وفات ہوئی

4 حضرت بابا محمد احمد خان صاحبؓ درویش

آپ کے متعلق چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش قادیان یکم نومبر 1962 کے اخبار بدر کی اشاعت میں لکھتے ہیں: ہر کے راہ بہر کا رے ساختند حضرت بابا محمد احمد خان صاحب عرف بھمبو خاں صاحب ولد غلام حسین صاحب سڑوعہ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے اور تقسیم ملک سے قبل دارالمسیحؑ کے اندر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھروں میں ایک ڈیوڑھی کے دربان تھے۔ بوڑھے مخلص اور غریب طبع درویش تھے۔ لیکن اس غربت پر ہزاروں امارتیں قربان ہوں جسے اس مقدس ڈیوڑھی کی دربانی نصیب ہوئی اور شاید یہی خدمت تھی جس نے حضرت بابا صاحب کو صحابیت کے شرف کے ساتھ ہی درویشی کی سعادت بھی عطا فرمائی اور آپ تقسیم ملک کے بعد بھی یہیں کے ہو گئے۔ چونکہ پرانے بزرگ تھے اور پرانے لوگوں کا یہ وطیرہ ہمیشہ رہا ہے کہ وہ نچلے نہیں بیٹھتے تھے۔ چنانچہ بابا جی نے مسجد مبارک کے گیٹ کے سامنے درزی خانے والی دوکان میں بیسن کی مٹھائیاں بنا کر بیچنا شروع کیا اور اسی پر گزارہ تھا۔ بہت دُعا گو بزرگ تھے۔ 20 جولائی 1950ء کو 87 سال کی طویل عمر پا کر داعی اجل کو لبیک کہا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں سپرد خدا کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین۔ (بدر یکم نومبر 1962ء)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد احمد خان صاحب سابق بھمبو خان صاحب درویش سڑوعہ ضلع ہوشیار پور حال قادیان عمر 87 سال تاریخ وفات 20.7.1950 وصیت 3225۔

5 حضرت بابا شیخ احمد صاحبؓ درویش

آپ کی سیرت اور اخلاق فاضلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم اخبار بدر 13 دسمبر 1962 میں رقمطراز ہیں۔

''حضرت بابا شیخ احمد صاحب ولد قاری غلام احمد صاحب قوم موہیال دت محلہ مسجد مبارک قادیان کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل معمولی دکانداری کا کام کرتے تھے تقسیم کے بعد خدمت قادیان کے جذبہ سے یہیں ٹھہر گئے۔ اور اپنے مکان میں ہی سکونت پذیر رہے۔ کم گو بھی تھے اور کم آمیز بھی تھے۔ تنہائی پسندی کی وجہ سے مجالس میں جانا پسند نہ کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی ساری درویشی کا زمانہ اسی طرح تنہائی میں گزار دیا چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا اس لئے درویش اُن کا احترام کرتے تھے۔ سفید ریش اور کوتاہ قامت تھے درویشی کے گیارہ سال عزلت نشینی میں گزار کر 10 فروری 1958 کو وفات پائی۔ اور قطعہ صحابہ نمبر 8 بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 20/13 فروری 1958 کی اشاعت میں مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا۔

محترم شیخ احمد صاحب درویش کا انتقال

قادیان 10 فروری۔ یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ آج صبح ساڑھے گیارہ بجے محترم شیخ احمد صاحب درویش قریباً تین ہفتہ معدی سرطان کے باعث بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم صحابی تھے۔ آپ نے 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ بوقت وفات آپ کی عمر 70 سال کے قریب تھی۔ محترم مولوی عبد الرحمن صاحبؓ فاضل امیر مقامی نے بڑے باغ میں جنازہ گاہ میں بعد نماز عصر نماز جنازہ ادا کی اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہؓ میں دفن کیا گیا۔ جملہ احباب قادیان مرحوم کے اقارب سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں اور مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔''

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم میاں شیخ احمد صاحب درویش صحابی قادیان 1.5.48 کو حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر واپس قادیان آئے اور درویشان میں شامل ہوئے۔ بعمر 75 سال مورخہ 10.2.58 کو فوت ہوئے۔ وصیت نمبر 10901۔ حضرت شیخ احمد صاحبؓ کا نام تاریخ احمدیت میں 1947 کے اولین درویشوں میں درج کیا گیا ہے۔

6 حضرت حافظ عبد الرحمٰن صاحب پشاوری ؓ درویش

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 13مارچ1975ء کی اشاعت میں لکھا:



محترم حافظ عبدالرحمن صاحب پشاوری درویش قادیان کے پرانے باشندے تھے۔ اُن کے والد محترم جان صاحب پشاوری حضرت مسیح موعود ؑ کے زمانہ میں ہی قادیان آ گئے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم اپنی کمزوری بینائی کی وجہ سے حصول تعلیم سے محروم رہے۔ لیکن قرآن مجید کے کچھ حصے یاد تھے۔ علم تجوید سے کچھ واقف تھے اور قدرت کی طرف سے لحن داؤدی عطا ہوا تھا۔ اس لئے قرآن کریم کی تلاوت مرکزی جلوسوں میں بہت عمدہ طریق سے کرنے کی سعادت پایا کرتے تھے۔ اور نظمیں بھی خوشحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ 1927ء میں جب سید نا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ شملہ تشریف لے گئے تو حافظ عبدالرحمن صاحب بھی ساتھ تھے۔ شملہ میں ایک کل ہند مشاعرہ منعقد ہوا جس میں بڑے بڑے روسا اور نواب شامل ہوئے۔ اس مشاعرے میں حافظ صاحب نے حضورؓ کی نظم۔ ''ساغرِ حسن تو پر ہے کوئی مے خوار بھی ہو'' سنائی جو بہت پسند کی گئی اور سامعین کی فرمائش پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نظم '' از نورِ پاکِ قرآں صبح صفا دمیدہ'' بھی حافظ صاحب نے سنائی۔ ابتدائے زمانہ درویشی سے ہی نظر کی کمزوری کے باوجود اپنی کفالت کا ذمہ لیا اور صدر انجمن احمدیہ پر بار بننا پسند نہ کیا۔ لہٰذا اچائے کی دکان کھول لی اور درویشی کے قریباً بیس سال اسی طرح گزارے۔ نظر کی کمزوری کے ساتھ جب جسمانی کمزوری نے محنت کا کام کرنے سے روک دیا تو دکان بند کردی اور انجمن کے وظیفہ پر گزارہ رہا۔ دار المسیح کے اندر قیام تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی ہمسائیگی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو یہ توفیق دی کہ وہ اس خاندان کی خدمت کرتے رہے ہیں اور کئی سال تک یہ خدمت بڑی خوش اسلوبی سے بجالاتے رہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی کمال شفقت سے حافظ صاحب کے طعام و آرام کا خیال رکھا اور علاج میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ لیکن مرض نے بڑھاپے اور نقاہت کے ساتھ مل کر مرض الموت کی شکل اختیار کرلی اور آخر 15 دسمبر 1974ء کو محفلوں اور جلسوں میں اپنے لحن داؤدی کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت اور نظمیں اور نعتیں پڑھ کر تجوید و ترنم کی داد پانے والا یہ پھول مرجھا گیا۔ اور اب جبکہ درویشوں کی بیشتر تعداد گلشن احمد ؑ کی شاخوں میں اپنے آخری دنوں تک چہچہانے کے بعد سرخروئی کے ساتھ اپنے آقا کے حضور حاضر ہوگئی ہے۔ اور وقت کی بادِ صرصر باقی پھولوں پر اثر انداز ہے تو ہم دُعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی خلوص و وفا کے ساتھ سلسلہ عالیہ کی خدمت بجالانے کی توفیق کے ساتھ زندہ رکھے اور انجام بخیر کرے۔ اللّٰھم آمین۔

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 26دسمبر 1974 کی اشاعت میں لکھا'' حافظ عبدالرحمن صاحب 1889 میں پیدا ہوئے۔ پشاور آپ کا آبائی وطن تھا۔ آپ کے والد ماجد حضرت احمد جان صاحب پشاوری ؓ اپنے اہل خانہ سمیت سید نا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قادیان تشریف لائے۔ مرحوم کی ولادت بھی قادیان ہی میں ہوئی۔ حضرت حافظ صاحب بتایا کرتے تھے کہ میری ولادت کے موقع پر حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنے پاس سے میرے لئے کرتہ عطا فرمایا جو ولادت کے بعد سب سے پہلے مجھے پہنایا گیا۔ والدین کی وفات پر بچپن کا زمانہ حضرت اُمّ المومنینؓ ہی کے کنار عاطفت میں گذرا۔ خدا تعالیٰ نے حافظ صاحب کو لحن داؤدی عطا کیا تھا جس کی وجہ سے تقسیم ملک سے قبل بیرونجات میں منعقد ہونے والے بیشتر جلسوں میں آپ کو سید نا حضرت مسیح موعود ؑ اور کلام محمود سے دینی نظمیں بڑی اثر انگیز طریق پر پڑھنے کا موقع ملا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ؓ ایسے جلسوں میں اکثر آپ سے مسیح موعود علیہ السلام کا کلام سنانے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے دوسرے اوقات میں بھی بڑی خواہش سے آپ سے حضورؓ کا منظوم کلام سنا کرتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے بھی درویشانہ زندگی کو ترجیح دی اور آخری وقت تک مقامات مقدسہ کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کو خاندان حضرت مسیح موعود ؑ سے بیحد محبت تھی۔''

بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ نمبر 8 میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

حضرت حافظ عبدالرحمن صاحب پشاوری صحابی درویش پسر احمد جان صاحب صحابی پشاوری۔ 1899 میں قادیان میں ولادت ہوئی۔ والدہ صاحبہ کی وفات ہونے پر خود حضرت اُمّ المومنین (رضی اللہ تعالیٰ عنھا) تعزیت کرنے آئیں اور ان کے والد صاحب سے اجازت لے کر خوردسال بچوں کو پرورش کے لئے اپنے ہاں لے آئیں۔ جلسہ سالانہ قادیان میں اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کے سفروں پر ہمراہ رہ کر پبلک جلسوں میں خوش الحانی سے نظمیں پڑھنے کی سعادت پاتے۔ بہت جذبہ سے درویشی کے آغاز میں قادیان ٹھہرے اور سالہاسال تک ٹی اسٹال چلا کر گزارہ کیا اور سلسلہ پر بوجھ نہ بنے۔ ضعف بصارت حد درجہ بڑھنے پر گزارہ قبول کیا۔ معاملات میں بہت صاف تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حضورؑ کے ذیل کے شعر مرحوم کی خواہش کے مطابق درج ہیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو — کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں — نہیں راہ اس کی عالی بارگاہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو — اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

تاریخ وفات 15.12 1974 وصیت نمبر 10759 (مرزا وسیم احمد قادیان)

7 حضرت بابااللہ بخش صاحبؓ درویش

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 29 جولائی 1965 کی اشاعت میں محترم چودھری فیض احمد صاحب کا مندرجہ ذیل مضمون شائع کیا۔ ’’حضرت بابااللہ بخش صاحب صحابیؓ۔ وہ خوش قسمت انسان یقیناً قابل صد رشک ہے جسے مسیح دوراں کے در پر کافی عرصہ تک دربانی کا شرف حاصل رہا۔حضرت مسیح الزمان کی صحبت اور پھر آپ کے در کی دربانی سبحان اللہ ! وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت سے براہ راست فیض حاصل کیا ان سب کی زندگیاں ہمارے لئے مشعلِ راہ بھی ہیں اور قابل رشک بھی اور انہیں یہ شان حاصل ہے کہ وہ زندگی کی تیرہ و تار راتوں میں جھلملاتے ہوئے روشن ستارے اور جو ہر گم کردہ راہ کو اپنے عمل و کردار اور خاموشی و گفتار سے رہنمائیاں بخشتے ہیں۔ انہی قابل احترام ہستیوں میں سے ہمارے ایک بزرگ درویش حضرت بابااللہ بخش صاحب صحابیؓ تھے، جنہوں نے تقسیم ملک کے بعد اپنی بڑھاپے کی زندگی کے 17 طویل سال نہایت خاموشی اور صبر وسکون کے ساتھ گزارے۔ 17 سال کا زمانہ کسی کے اخلاق و عادات کو ناپنے اور جانچنے کا ایک طویل زمانہ ہے اور ان طویل 17 سال کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ حضرت باباصاحب نہایت شریف النفس کم گو اور عابد و زاہد بزرگ تھے اپنی جوانی کے ایام میں حضرت باباجی کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈیوڑھی میں دربانی کا شرف کئی سال تک حاصل رہا اور اس کے بعد باباجی حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے خانگی ملازموں میں شامل ہو گئے۔ یہ سونے پر سُہاگہ تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیض صحبت سے فیضیاب ہونے کے بعد حضور علیہ السلام کے قابل صد احترام داماد اور حضورؑ کی عالی مرتبت صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی خدمت کا شرف جسے حاصل ہوا ہو اُس کی قسمت پر جتنا ناز اور رشک کیا جائے کم ہے۔

حضرت باباجی نہایت متوکل، سادہ طبع اور عبادت گزار انسان تھے اور انہیں دیکھ کر عبودیت کا مفہوم ذہن نشین کرنا آسان ہو جاتا تھا۔ باباجی چونکہ خاکسار کے دفتر میں دفتری کی خدمت بجالاتے تھے۔ اس لئے خاکسار جب کبھی سفر یا دورہ پر قادیان سے باہر جاتا تو اُن سے درخواست کرتا تھا کہ وہ میرے گھر میں سویا کریں۔ میرے گھر والوں کا بیان ہے کہ باباجی نصف شب کے بعد کبھی نہ سوتے تھے اور آدھی رات ہوتے ہی وضو کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو جاتے اور نوافل اور دُعاؤں میں مشغول رہتے۔ لوٹا، وضو اور نوافل گویا اُن کی زندگی کے اجزاء تھے۔حضرت باباجی کے اکلوتے فرزند میاں علم الدین صاحب احمد نگر (نزد ربوہ) میں رہتے ہیں۔ باباجی جب گذشتہ سال بیمار ہوئے تو اُن کی انتہائی خواہش تھی کہ آخری وقت میں بیٹے سے ملاقات ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمادی اور میاں علم الدین صاحب پاسپورٹ لیکر قادیان پہنچ گئے اور اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کا شرف پاتے رہے۔

حضرت باباجی قادیان سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں ہرچووال کے رہنے والے تھے اور پیشہ کے لحاظ سے جفت سازی کرتے تھے۔‘‘

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 6 اگست 1964 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

قادیان 21 جولائی۔حضرت بابااللہ بخش صاحب صحابی درویش وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ قادیان 31 جولائی آج صبح دو بجے حضرت بابااللہ بخش صاحب صحابی درویش قریباً ڈیڑھ ماہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔حضرت باباصاحب قادیان سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں ہرچووال کے رہنے والے تھے۔ آپ نے 1905ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ تقسیم ملک سے قبل آپ نواب محمد علی خان صاحبؓ کے گھر ملازم کے طور پر اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے گھر میں دربان کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو درویشی کی سعادت سے نوازا اور پونے سترہ سال درویشی کے گزار کر آج ہم سے جدا ہو گئے۔

مرحوم بے حد شریف النفس، عبادت گزار اور کم گو تھے۔ مرحوم کے اکلوتے فرزند میاں علم دین صاحب جو احمد نگر متصل ربوہ میں مقیم ہیں اپنے والد کی بیماری کی اطلاع پا کر پاسپورٹ پر یہاں آ گئے۔ اور 26 روز تک اپنے بوڑھے اور بیمار باپ کی تیمار داری اور خدمت کرتے رہے اور اپنے بزرگ باپ کی دعائیں لیتے رہے اللہ تعالیٰ انہیں اور مرحوم کے تمام پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے:

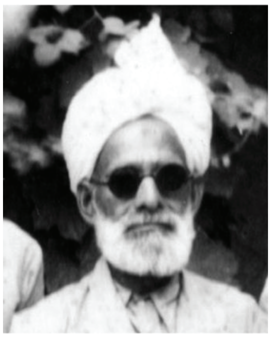
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مزار

حضرت بابااللہ بخش صاحب درویش صحابی ولد محکم دین صاحب قادیان۔

تاریخ وفات 31.7.1964 عمر 82 سال وصیت نمبر 6173‘‘

8 حضرت بھائی شیر محمد صاحبؓ درویش



آپ کی وفات پر محترم چوہدری فیض احمد صاحب درویش نے جو مضمون بدر 13مارچ 1975 کی اشاعت میں تحریر کیا وہ درج ذیل ہے۔

''زمانہ درویشی میں احمدیہ چوک میں ایک چھوٹی سی منیاری کی دُوکان پر ایک سفید ریش بزرگ بیٹھے رہتے تھے۔ سیاہ چشمہ لگائے، ایک کان پر ہاتھ رکھ اپنے کمسن گاہکوں کیساتھ بہت بلند آواز میں باتیں کرتے تھے۔ یہ کمسن گاہک اسکول کے بچے بچیاں ہوتے۔ کاغذ، کاپی، قلم دوات، پینسل وغیرہ کی گاہکی ہوتی۔ ایک مقدس سابڑھاپا دن بھر میں درجنوں مرتبہ دُکان کے اندر چکر لگاتا۔ ایک معمر سی کمر جھکی جھکی دکان کے اندر گھومتی اور یہ شغل صبح سے شام تک جاری رہتا۔ اور 21سال جاری رہا تا آنکہ اعصاب نے عزم کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

یہ ہمارے بزرگ درویش بھائی شیر محمد صاحب تھے۔ جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ کرامؓ میں سے ایک تھے۔ آپ قادیان کے قریب دھرم کوٹ رندھاوا کے رہنے والے تھے۔ زمانہ ٔ طفولیت میں ہی قادیان آکر اپنے آقا کے قدموں میں بیٹھ گئے تھے۔ بڑی ہمت اور پامردی کے ساتھ قادیان کی سکونت اختیار کئے رکھی۔ بہت خود دار اور باہمت تھے۔ تقسیم ملک سے قبل مدرسہ احمدیہ کے گیٹ کے سامنے منیاری کی دکان تھی۔ جہاں ہر وقت گاہکوں کا ہجوم رہتا۔ بچوں کو تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ مُلک تقسیم ہوگیا تو باقی خاندان کو بہ تقاضائے حالات پاکستان بھجوا دیا اور خود اپنے آقا کے در کی دربانی چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ جذبہ ٔ وفاداری نے کہا ہو گا کہ اے محمدؐ کے شیر ! بچپن اور جوانی اپنے آقا کے دروازے پر گزار کر اب کہاں جائے گا؟ چنانچہ درویشی اختیار کی اور اس شان سے اختیار کی کہ صدر انجمن احمدیہ سے کوئی خرچ لینا گوارا نہ کیا۔ احمدیہ چوک میں ایک چھوٹی سی دکان لے کر منیاری کا سامان رکھ لیا اور اپنی جسمانی کمزوری کے باوجود اپنا گزارہ خود چلاتے رہے۔ چندوں اور نمازوں میں باقاعدگی، کم گوئی، خدا سے تعلق یا خود اپنے کام سے تعلق ساری عمر رہا۔ نہ کسی کو ستایا نہ ستائے گئے۔

75-80سال کی عمر میں مسجد مبارک کی چھت پر سیڑھیاں طے کر کے جب نماز کو جاتے تو اس بوڑھی جوانی پر رشک آجاتا اور اپنی سستیوں پر شرم و ندامت کا احساس بیدار ہو جاتا حضرت بھائی جی نے واقعی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق زندگی گزاری کہ اس دنیا میں یوں زندہ رہو کہ اپنے آپ کو راہِ ملک عدم کا مسافر سمجھتے رہو۔ وہ ایسا جینا جئے جس کو ایک قابل تقلید نمونہ سمجھا جا سکتا ہے۔ زندگی کے آخری چند سالوں میں جب بڑھاپے کے ناقابل برداشت بوجھ نے چارپائی کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور کر دیا تو حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل نے ہم زُلفی کی لاج رکھتے ہوئے اُن کی خدمت اپنے ذمہ لے لی اور متواتر چار سال تک یہ خدمت بجالاتے رہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

85سال کی عمر میں معمولی سی بیماری نے اتنی نقاہت پیدا کر دی کہ حضرت عزرائیل کا ہاتھ تھامے 24 نومبر 1974 کو اپنے مولائے حقیقی کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ یوں تو پسماندگان میں ان کے بہت سے عزیز موجود ہیں۔ لیکن خوش قسمت ہے وہ انسان جو اپنے تقویٰ، بلند اخلاق اور اچھی یادوں کو اپنے پیچھے چھوڑ جائے اور اس اعتبار سے حضرت بھائی جیؓ واقعی ایسے خوش بخت انسان تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ موصی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ بہشتی مقبرہ کے قطعہ 8 میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔''

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 28 نومبر 1974 کی اشاعت میں لکھا۔

''قادیان 24 نبوت (نومبر) مقامی طور پر قادیان کی رونق ایک بزرگ صحابی درویش حضرت بھائی شیر محمد صاحبؓ آج دوپہر کے وقت بعمر تقریباً 88سال انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ بعد نماز مغرب حضرت مولوی عبد الرحمن صاحبؓ امیر مقامی نے احاطہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں احباب کی ایک کثیر تعداد کی معیت میں نماز جنازہ پڑھی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آنے پر محترم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے دُعا کروائی۔

آپؓ ضلع گورداسپور کے موضع دھرمکوٹ رندھاوا کے رہنے والے تھے، 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت و بیعت سے آپؓ مشرف ہوئے تھے اور خلافتِ ثانیہ کے وقت کے فتنہ اور بعد کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؓ محفوظ رہے۔ خلافت اولیٰ میں آپ مستقل طور پر قادیان ہجرت کر آئے جہاں آپؓ نے مدرسہ احمدیہ کے مغربی گیٹ کے سامنے ایک اسٹیشنری وغیرہ کی دکان کھول لی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد

آپؓ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر 1948میں آپ اہل وعیال کی محبت پر قادیان کے قیام اور آبادی کو ترجیح دے کر قادیان آ گئے۔

(نوٹ: تاریخ احمدیت نے آپ کا شمار 1947/1326کے اولین درویشوں میں کیا ہے بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 11مولفہ دوست محمد شاہد صفحہ 377ایڈیشن 2007۔ ناقل)

آپؓ نے چوک نزد قصر خلافت میں ایک دکان کھولی جو باوجود آپؓ کے بڑھاپے اور ضعف بصر کے آپؓ کام ترک نہ کرنا چاہتے تھے۔ تا آپؓ اخراجات کے لئے کسی طرح سلسلہ احمدیہ پر بوجھ نہ بنیں۔ لیکن پھر شنوائی میں بھی زیادہ بھاری پن آ گیا اور دکانداری میں بہت دقت پیش آنے لگی۔ تب قریباً دس سال پہلے آپؓ نے یہ کام بند کر دیا۔ اور صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے آپ کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔

1967ء میں آپکی اہلیہ محترمہ اور آپؓ کی بچی محترمہ نسیمہ اختر صاحبہ آپ کی شدید علالت کے باعث پاکستان سے آئیں اور تین ماہ تک ان کو خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ اُن کی واپسی کے قریب محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے خطبہ جمعہ میں احباب کو خصوصی دُعائے صحت کی تلقین کی کہ ایسی علالت کی حالت میں آپ کو چھوڑ کر واپس جاتے ہوئے آپؓ کے خاندان کو شدید قلبی اذیت ہو گی۔ سو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان کی واپسی سے پہلے ہی آپؓ نے صحت یاب ہو کر اب تک زندگی پائی ڈیڑھ سال پہلے تک آپؓ باقاعدگی سے باجماعت نماز مساجد میں حاضر ہو کر بلکہ نہایت کوشش اور ہمت کر کے کھڑے ہو کر ادا کرتے تھے۔ اب آٹھ دس ماہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ضعف پیری طاری رہا۔ حضرت مولوی عبد الرحمن صاحبؓ نے سات سال سے اپنے گھر میں آپ کو رکھا ہوا تھا اور سارے گھرانے نے پوری طرح آپؓ کی خدمت کی سعادت پائی۔

آپؓ نہایت درجہ دُعا گو، سنجیدہ طبع، منکسر المزاج نرم خو اور سِیْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ کے مصداق تھے۔ احباب قادیان آپ کی طرف دعاؤں کیلئے رجوع کرتے تھے۔ بلا امتیاز مذہب وملت خدمت خلق اور رفاہ عام کے کام کرتے تھے۔ چنانچہ احاطہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں اور وید کو رآریہ ہائی سکول قادیان کے پاس آپ نے ایک ایک پانی کا نلکہ لگوایا تھا۔ احباب قادیان سے مشفقانہ سلوک کرتے تھے ایک دوست کو زائد کام کرنے اور ہر ماہ پس انداز کرنے کی تلقین کی اس پر عمل کرنے پر کچھ روپیہ جمع ہوا تو شادی کرنے کی تحریک فرمائی چنانچہ اس نے شادی کر لی۔ جب دکان کرتے تھے تو سیکرٹری مال ہر ماہ کی یکم کو چندہ لینے جاتے تو دیکھتے کہ آپ نے تو پہلے ہی چندہ الگ باندھ کر رکھا ہوا ہے۔ آپ 1/3کے موصی تھے۔ مجاہد تحریک جدید اور وقف جدید وغیرہ تھے۔

آپؓ کی مرحومہ اہلیہ محترمہ فاطمہ صاحبہ دختر حضرت حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ مختار عام قادیان کے 1918ء میں وفات پانے پر آپ کی شادی حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل کی نسبتی ہمشیرہ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ دختر حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ خادم خاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی۔ موصوفہ کا قیام ساہیوال پاکستان میں ہے۔ جہاں آپ کے بیٹے حاجی حمید احمد صاحب مقیم ہیں۔ آپ کے بیٹے سعید احمد صاحب لاہور میں اور مجید احمد صاحب لندن میں اور محترمہ نسیمہ اختر صاحبہ راولپنڈی اور مرحومہ اہلیہ کی اکلوتی نشانی محترمہ زینب صاحبہ ربوہ میں قیام رکھتی ہیں۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کی قبر پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ نَحْمَدُوَ نُصَلِّی۔

مزار

حضرت بھائی شیر محمد صاحب صحابی درویش ولد شیخ میراں بخش۔ قوم ککے زئی ساکن دھرمکوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور۔

حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت اور بیعت 1907 میں کی۔ خلافت اولیٰ میں قادیان ہجرت کر آئے۔ 1948میں پاکستان سے آ کر سعادت درویشی پائی۔ ضعف صحت کے باوجود اپنا گذارہ پیدا کرنے کو ترجیح دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وفات سے دس سال پہلے اس سے معذور ہو گئے۔ ایک تہائی کے موصی تھے۔ اموال تحریک جدید، وقف جدید دیگر تحریکات سلسلہ اور مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر رفاہ عام پر صرف کرتے تھے۔ اپنے خرچ پر علاقہ ملکانہ میں تبلیغی جہاد کیا۔ باجماعت نماز اور ادائیگی چندہ جات میں باقاعدہ تھے۔ تہجد گذار دعا گو، سنجیدہ، منکسر المزاج تھے۔ اپنی اہلیہ اول دختر حضرت شیخ نور احمد صاحب مختار عام خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر حضورؑ کے خادم خاص حضرت حافظ حامد علی صاحب کی دختر سے شادی ہوئی۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹی اور دوسری سے تین لڑکے اور ایک لڑکی حین حیات ہیں۔ تاریخ وفات 24نبوت 1353ہش (نومبر 1974)

9 حضرت باباصدر الدین صاحب ؓ درویش



حضرت باباصدر الدین صاحب ؓ قادیانی جوحضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔نہایت مخلص، سادہ طبع اور نیک سیرت بزرگ تھے۔یہ ہو نہیں سکتا کہ حضرت میاں صدر الدین صاحب ؓ کا ذکر آئے تو ساتھ ہی ہمیں اُن کی دیانت و امانت کا خیال نہ آجائے جو اُن کا طرۂ امتیاز تھا۔یوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہر ایک ایمان و اخلاص کے اعلیٰ مقام پر ہے لیکن باباصدر الدین صاحب ؓ اور امانت و دیانت تو گویا ہم معنیٰ الفاظ ہو گئے تھے۔یہ اُن معمارانِ احمدیت میں سے تھے جنہوں نے احمدیت کی بنیادوں میں اپنا خون پسینہ لگایا۔ اور اس زمانہ میں ایمان لائے تھے جب ایمان لانے اور مصلوب ہونے کا ایک سا تصور ہوتا تھا۔اور پھر ایمان لانے کے بعد اپنے اندر ایسا تغیر پیدا کیا جیسا کہ آسمان چاہتا تھا۔

حضرت باباصاحب ؓ قادیان کے قدیمی باشندے تھے اور قوم کے گھمار تھے لیکن گھمار تو ایک پیشہ ہے۔خدا جانے اسے قوم یا ذات کیوں کہا جانے لگا تھا اور پھر خدا کے حضور تو امتیازی شرف کا معیار ہی دوسرا ہے۔اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔وہاں تو باریابی صرف اور صرف تقویٰ کو حاصل ہے اور قومیں تو میزان کے پلڑے پر کھڑی منہ دیکھتی رہ جائیں گی۔حضرت باباصاحب شروع ایام میں تو اپنے پیشے کا کام ہی کرتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے ریتی چھلہ میں ایک دُکان آٹے اور دالوں کی کھول لی تھی اور اُن کی امانت و دیانت کی وجہ سے یہ کاروبار خوب چلا۔چنانچہ تقسیم ملک سے کچھ قبل کاروبار میں نقصان ہو گیا تھا باباجی نے کوئی جنس خرید کی، بھاؤ اچانک گر گئے۔ابھی اس جنس کی قیمت ادا کرنی تھی چنانچہ مقروض ہو گئے۔اسی اثناء میں ملک تقسیم ہو گیا اور کاروبار جاتا رہا اور باباجی محض درویشی وظیفہ پر گذارہ کرنے لگے۔لیکن آفرین ہے اس اسیّ سالہ بوڑھے کی جواں ہستی پر کہ اس نے زمانہ درویشی ہی میں وہ قرض بے باق کیا۔اس طرح کہ انہوں نے لنگر خانہ کو آٹے اور دالوں کی سپلائی شروع کر دی۔ساری اجناس وہ اپنے بوڑھے کمزور ہاتھوں سے صاف کرتے اور خود چکی چلا کر دالیں بناتے اور یوں اس اسی سالہ پیر فرتوت نے اپنی جھریوں والی کمزور بانہوں کے بل پر سارا قرض اُتار دیا۔بعض قرض خواہ کہتے تھے کہ آپ کے حالات تبدیل ہو گئے ہیں اس لئے قرض معاف کیا جاسکتا ہے لیکن مرحوم کی غیرت نے اُسے گوارا نہ کیا اور سب کو یہی جواب دیا کہ میں قرض کا بوجھ سر پر لئے قبر میں نہیں جانا چاہتا چنانچہ یہی عزم تھا جو قرض سے سبکدوشی کا باعث ہوا۔

ایک صحابی کا ذکر ہو رہا ہو تو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ نماز روزے کا پابند تھا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک عام احمدی کے ذکر میں بھی ایسا کہنے کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ ایک خاص بات درمیان میں آگئی ہے اس لئے ذکر کر دیتا ہوں کہ وفات سے چار پانچ سال قبل مرحوم باباجی ؓ کی بینائی جاتی رہی تھی لیکن وہ نورِ ایمان کا ہاتھ تھامے مسجد میں برابر پہنچتے تھے تا آنکہ ضعفِ پیری نے منزل کے قریب پہنچ جانے کے باعث قدم بالکل ڈھیلے اور ماؤف کر دیئے۔

مرض الموت کوئی خاص تو لاحق نہیں ہوا۔بس موت خود ہی مرض بن گئی تھی معمولی سا ضعف ہوا حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب ؓ امیر مقامی کو بلوایا۔وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔حضرت امیر صاحب بھی خوب سمجھتے تھے کہ اب سانس آمد و شد کے مرحلہ میں ہے تاہم تسلی دیتے رہے۔اس کے چند گھنٹوں بعد صبح سویرے موت کی ایک ہی ہچکی نے جسم و جاں کا ناطہ توڑ دیا اور ایک نجم احمدیت ہم میں سے اُٹھ گیا۔

اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔مرحوم باباصاحب ؓ کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ اُن کے ایک بیٹے میاں محمد عبد اللہ صاحب نے بھی درویشی کی سعادت پائی جو آج کل لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں نان پز کا کام کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اُنہیں بھی اپنے خوش نصیب باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔(آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ناقل) مرحوم باباصاحب کے دوسرے بیٹے میاں عبد الرحمن صاحب دار الہجرت ربوہ میں رہائش پذیر ہیں۔

باباصاحب مرحوم دراز قد اور خوبصورت خد و خال رکھتے تھے کسی مستقل بیماری کے باعث موسم گرما میں بھی روئی دار واسکٹ پہنتے اور پنڈلیوں پر گرم اُونی پٹیاں باندھتے تھے۔قریباً91 سال کی عمر میں 4 دسمبر 1960 کو وفات پائی اور 1901ء سے پہلے کی بیعت کی وجہ سے صحابہ خاص کے قطعہ نمبر 4 میں سپرد خاک کئے گئے۔

اے خدا برتُربتِ اُو بارش رحمت ببار۔۔ (بدر 6 دسمبر 1962ء)

مینار المسیح قادیان کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ کا بیان۔محترم مولوی خورشید احمد صاحب پر بھاکر درویش فرماتے ہیں۔

”جناب محمد عبد اللہ درویش نانبائی کے والد محترم صدر الدین ؓ صحابی زمانہ درویشی میں قادیان آئے آپ 80 برس کے ہوں گے اور قادیان کے قدیم ساکنین میں سے تھے وہ ایک روز منارۃ المسیح کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے میں نے اُن سے منارۃ المسیح کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔ان کا اپنا تعارف، حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے حالات وغیرہ زیر گفتگو آئے انہوں نے منارۃ المسیح کے ضمن میں تفصیل سے بتایا کہ:-

’’ان ایام میں قادیان کی آبادی ڈھاب کے اندر رہی بہت تھوڑی تھی۔ مینار بڑی مسجد (مسجد اقصیٰ) کے باہر روڑیوں (گوبر کی کھاد) والی جگہ پر بنانے کی تجویز تھی۔ چونکہ ہم شروع سے ہی اپنے جانور خچر، گدھے، ٹٹو، وغیرہ کے ساتھ محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔ لہٰذا1900ء میں مینار کے سلسلہ میں کام مل گیا ہمیں ایک جانور سمیت روزانہ چھ آنے (37 نئے پیسے) مزدوری ملا کرتی تھی جو معقول آمدنی تھی گھر کا گزارہ بخوبی چل جایا کرتا تھا۔ مینار کی تعمیر کا آغاز سن 1900ء کے شروع میں مینار کی بنیاد رکھنے کے سلسلہ میں ہم نے ایک بڑا دور بنایا۔ دور کے اندر کچی سیڑھیاں بنائیں جن کے ذریعہ مٹی سے لدے ہوئے جانور نیچے سے اُوپر باہر مٹی لایا کرتے تھے اور باہر روڑیوں والی جگہ ڈال دیتے تھے حتیٰ کہ کافی گہرائی تک پانی کی سطح سے کافی اُوپر تک مٹی نکالی گئی۔ مٹی نکالنے کے دوران دور کی ایک بانک (سیڑھی کا ایک حصہ) گر گئی۔ ہمارا ایک گدھا اس بانک کی مٹی کے نیچے آکر مر گیا تھا۔ جب مٹی نکالنے کا کام مکمل ہوا تو دور کے عین درمیان چک رکھا گیا اور اس چک پر مینار کی بنیادی اینٹ رکھی گئی۔ ہمارا کام صرف مٹی سے متعلق تھا سو ہم نے یہ کام خدا تعالیٰ کے فضل سے پورا کیا‘‘۔ (مکرم مولوی خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش کی اکتوبر 2011 کی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے ماخوذ)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 8دسمبر 1960 کی اشاعت میں لکھا:

قادیان 4دسمبر یہ خبر نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے قدیم صحابی اور بزرگ درویش حضرت میاں صدرالدین صاحب قادیانیؓ گزشتہ رات ساڑھے آٹھ بجے بعمر قریباً91 سال وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور گیارہ بجے کے قریب محترم مولوی عبدالرحمن صاحبؓ فاضل امیر مقامی قادیان نے درویشان کی جماعت سمیت جنازہ گاہ واقع بڑا باغ میں مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ صحابہ خاص بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی اور محترم مولوی صاحب موصوف نے قبر تیار ہونے پر دُعا کروائی۔ باوجود پیرانہ سالی کے ایک عرصہ سے مرحوم کی صحت زیادہ خراب ہو چکی تھی تاہم آخر وقت تک ان کے ہوش وحواس قائم رہے۔ بلکہ وفات سے چند گھنٹے پہلے عصر کی نماز کے بعد آپ نے محترم امیر مقامی سے ملاقات کی خواہش کی۔ جب موصوف آپ کے پاس پہنچے اور بتایا گیا کہ محترم مولوی صاحب تشریف لے آئے ہیں تو بڑی محبت کے ساتھ مصافحہ کیا اور کہا کہ اب میرا آخری وقت ہے میرا دل چاہتا تھا آپ سے ملاقات کرلوں مرحوم کی وفات پر صدر انجمن احمدیہ کے تعلیمی ادارے اور دفاتر بند رہے۔

آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابہ میں سے تھے۔ آپ کی بیعت چاند سورج گرہن 1894ء سے ایک دو سال قبل کی تھی۔ آپ اپنی کاروباری امانت و دیانت میں بہت مشہور تھے۔ اس بارہ میں اپنے اور غیر سبھی ان کے مداح تھے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ سے بہت اخلاص اور محبت رکھتے تھے۔ آپ کی اولاد میاں عبدالرحمٰن صاحب ربوہ میں اور میاں عبداللہ صاحب مع بچی کے قادیان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں اونچے مقام پر فائز فرمائے۔ آمین‘‘

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مزار

حضرت میاں صدرالدین صاحب صحابی درویش۔ ولد رحیم بخش صاحب قادیان تاریخ وفات 4.12.1960 وصیت نمبر 674۔

10 حضرت مولوی عبدالرحمٰن فاضل صاحبؓ درویش۔ بعمر 86سال وصیت نمبر 2150۔

’’حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپ کی وفات پر لکھا‘‘ قادیان کی مقامی آبادی میں سے احمدی ہونے والوں میں وہ ابتدائی مخلصین میں شامل تھے غالباً وفات کے وقت عمر 90 اور 100 سال کے درمیان ہوگی باوجود ناخواندہ ہونے کے بہت نیک اور متقی بزرگ تھے۔ میاں صدرالدین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ سے بہت اخلاص وعقیدت رکھتے تھے۔ آپ تقسیم ملک کے بعد دیارِ حبیب میں ہی دھونی رما کر بیٹھ گئے اور پیرانہ سالی کے باوجود کمال محبت و وفا سے اپنا عہدِ درویشی نبھایا۔ آپ امانت و دیانت میں قادیان اور اس کے ماحول میں بہت مشہور تھے اور اپنے اور غیر سبھی آپ کے مداح تھے‘‘ آپ کے متعلق چودھری فیض احمد صاحب گجراتی رقمطراز ہیں۔

چمنستان عالم کی زمین بھی کیسے کیسے عمدہ اور خوش رنگ پھول کھلاتی ہے جن کی خوش رنگی اور خوشبو عرصہ دراز تک دماغ میں بسی رہتی ہے۔ اور جن پر خود بہار بھی فخر کرتی ہے۔ اگر ہم کسی موقع پر کوئی خاص قسم کی خوشبو سونگھ لیں جس سے ہمارے دِل کو فرحت اور دماغ کو تازگی پہنچے تو ایک عرصہ بعد تک جب کبھی کہیں خوشبویات کا ذکر چھڑ جائے تو وہ فرحت و تازگی بخشنے والی خوشبو ہمیں ضرور یاد آجاتی ہے۔

11 حضرت بابا بھاگ صاحبؓ امرتسری درویش



آپ راجپوت جنڈیال قوم سے تعلق رکھتے تھے اصل وطن موضع بگڑوی ڈاکخانہ مکیریاں ضلع ہوشیار پور تھا1921میں وصیت کی تھی۔آپ نہایت خاموش طبع تھے، تنہائی میں رہنے والے اور دُعاگو بزرگ تھے۔محترم چودھری فیض احمد صاحب اخبار بدر 6 ستمبر 1962 کی اشاعت میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

''حضرت بابا بھاگ صاحبؓ امرتسری ولد جیوا صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور لمبے عرصہ سے قادیان میں رہتے تھے۔ یہاں وہ کڑھائی اور زردوزی کا کام کرتے تھے اور یہی اُن کا ذریعہ معاش تھا۔ اُن کی دو بیٹیوں کی شادیاں بھی قادیان میں ہوئی تھیں۔ایک داماد میاں عبد اللہ صاحب مالی تھے۔آپ تقسیم ملک کے وقت ہی کافی معمر تھے اور تقسیم کے بعد تو پیر فرتوت ہو گئے تھے۔خاموشی تنہائی اور دُعاؤں سے ہی درویشانہ خدمت بجالاتے رہے۔عمر کے آخری ایام میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے اور حواس بھی بجانہ رہے تھے آخر 18جون 1956 کو موت کا پیغام آ گیا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8میں دفن ہوئے۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں بلندی بخشے۔آمین۔'' آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 21 مئی 1956 کی اشاعت میں لکھا:

ایک صحابی درویش کی وفات

یہ خبر رنج کے ساتھ سنی جائے گی کہ مکرم بابا بھاگ صاحب امرتسری ولد میاں جیوا صاحب بعمر قریباً ایک سو سال 18جون کو قادیان میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔بعد عصر جنازہ گاہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واقع بڑا باغ میں مکرم ومحترم مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل امیر مقامی نے کثیر تعداد سمیت ان کے جنازہ کی نماز ادا کی اور بوجہ موصی ہونے کے مرحوم کو بہشتی مقبرہ میں دیگر درویشوں کی قبور کے قریب دفن کیا گیا۔میرے دریافت کرنے پر آپ نے مجھے 1948میں بتایا تھا کہ مرحوم راجپوت جنڈیال قوم سے تعلق رکھتے تھے اصل باشندہ موضع بگڑوئی ڈاکخانہ مکیریاں ضلع ہوشیار پور کے تھے1921ء میں جب آپ نے وصیت کی تھی تو آپ اس وقت ہجرت کر کے قادیان آ چکے تھے۔کرم الدین سکنہ بھیں کے مقدمہ سے قبل آپ نے بذریعہ خط بیعت کی تھی اور 1904ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور تشریف لے جارہے تھے تو مرحوم کو امرتسر اسٹیشن پر دستی بیعت کرنے کا موقعہ ملا۔

مرحوم تقسیم ملک کے وقت سے ہی قادیان میں بطور درویش مقیم تھے۔صحت بڑھاپے کے باعث بہت کمزور تھی اور ہمیشہ ایک نہ ایک درویش ان کو کھانا پہنچانے اور دیگر ضروریات کے بہم پہنچانے کیلئے مقرر رہتے تھے۔ مجھے جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا ہمیشہ اس امر کا متمنی پایا کہ احباب دُعا کریں کہ آپ کا خاتمہ بالخیر ہو۔الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش اپنے فضل سے پوری کر دی۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اقارب کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔آمین۔مرحوم کا ایک لڑکا غیر احمدی ہے جس سے احمدیت کی وجہ سے مرحوم کا تقسیم ملک سے ہی کوئی تعلق باقی نہیں رہا تھا۔مرحوم کی لڑکی محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ (بیوہ عبد اللہ صاحب مالی بہشتی مقبرہ ربوہ) محلہ الف۔میں قیام رکھتی ہیں۔''

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم میاں بھاگ صاحب امرتسری صحابی درویش ولد جیوا قادیان 1947 کے روح فرسا حالات میں قادیان کو نہیں چھوڑا اور درویشان قادیان میں شامل ہوئے اور مورخہ 56-6-18 کو فوت ہوئے۔عمر تقریباً 100سال وصیت 1902۔

12حضرت بابا عبد السبحان صاحبؓ درویش

آپ کی سیرت، عادات و اخلاق کے متعلق محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم نے اخبار بدر قادیان کی 13 ستمبر 1962 کی اشاعت میں لکھا:۔

''ہمارے ایک اور بزرگ اور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت بابا عبد السبحان صاحبؓ تھے۔ بڑھاپا تقسیم ملک سے قبل ہی جن کا پیچھا کر رہا تھا اور جن پر بڑھاپے کے آثار اتنے ہویدا اور کمر اتنی خمیدہ تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ چلتے چلتے اس مقدس بستی کی سرزمین میں اپنی قبر کی جگہ تلاش فرما رہے ہیں۔ عمر کا ہر سال چہرے پر اپنی منزلوں کا نشان چھوڑ گیا تھا۔ مگر آفرین ہے اس بزرگ پر کہ وہ نہ صرف پورا وقت محنت کا کام کرتے تھے بلکہ بازار سے اپنا سودا سلف بھی خود ہی جا کر لاتے تھے چونکہ کشمیری النسل تھے اس لئے ایک مخصوص طرز کا لمبا سا چوغہ پہنتے تھے۔ جب تک چلتے پھرتے رہے وسمہ اور مہندی بھی لگاتے رہے۔ اپنی عمر کے آخری تین سال وہ چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گئے تھے۔ اور ہر وقت بیٹھے رہتے تھے لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ماموِر زمانہ کی صحبت اُٹھائی ہو اور اس کے آثار معذوری کے باوجود نظر نہ آئیں۔ ہر وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے شنوائی بہت کم تھی اس لئے لکھ کر بات سمجھانا پڑتی تھی اور زبانی جواب دیتے تھے جہیر الصوت تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار اور شرح القصیدہ اکثر اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ آپ معمولی معماری کا کام اور چونا قلعی کا کام جانتے تھے۔ آپ کا قد درمیانہ، رنگ سفید، اور نقوش باریک تھے۔ متواتر تین سال تک بیٹھے رہنے کی وجہ سے ٹانگیں جڑ گئی تھیں جو وفات کے بعد بھی کھل نہ سکیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کی وجہ سے اس گلدستہ کا ایک خوش رنگ پھول تھا جسے وقت کی آندھی نے توڑ کر ہم سے جدا کر دیا اور وہ اپنے آقا کے قرب میں بہشتی مقبرہ میں پہنچ گیا۔ اور بہشتی مقبرہ میں قدم رکھتے ہی جس نے یقیناً کہا ہو گا۔ فزت واللہ! مرحوم موصی تھے اور تحریک جدید کے دورِ دوم کے مجاہد تھے۔ آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 27 اپریل 1961 کی اشاعت میں مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا جناب مستری عبد السبحان صاحبؓ درویش وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

قادیان 25 اپریل۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی اور بزرگ درویش جناب مستری عبد السبحان صاحب پرسوں مورخہ 23 اپریل کو بوقت شب 76 سال کی عمر میں وفات پا گئے اور کل آپ کو بہشتی مقبرہ قادیان میں قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن مستری صاحب مرحوم کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ 1904ء میں جب حضرت اقدسؑ مولوی کرم دین جہلمی والے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تو اس موقعہ پر موصوف کو حضرت اقدس کی دستی بیعت کے علاوہ حضور کے پاؤں دبانے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اس لحاظ سے قادیان میں مقیم صحابہ کرام میں سے آپ بھی تھے۔ تقسیم ملک کے وقت آپ نے قادیان میں مقیم رہ کر مقاماتِ مقدسہ کی خدمت بجالانے کی غرض سے درویشانہ زندگی کو ترجیح دی۔ آپ کو معماری کے کام سے خاص شغف تھا اور باوجود پیرانہ سالی کے اپنے اخلاص اور محبت کے سبب ابتدائی زمانہ درویشی میں ایسی ہی خدمات بجالاتے رہے۔ مگر کچھ ہی عرصہ بعد آپ کی صحت نے اس کی اجازت نہ دی تاہم اپنے رہائشی کمرہ میں تلاوت قرآن کریم، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ آخری عمر میں قوت شنوائی میں بے حد کمی آ گئی مگر آنکھوں کی بینائی آخری وقت تک اچھی رہی چنانچہ بغیر عینک کی مدد کے بآسانی لکھ پڑھ سکتے تھے۔

کل مورخہ 24 مارچ کو نو بجے مہمان خانہ کے صحن میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے درویشان قادیان کی ایک بڑی تعداد کے سمیت مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ قطعہ صحابہ میں دفن کر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ احبابِ جماعت مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مزار

حضرت بابا عبد السبحان صاحب صحابیؓ قادیان تاریخ وفات 61-4-23 عمر 74 سال وصیت نمبر 7552۔

13 حضرت میاں محمد عبد اللہ خان صاحب پٹھانؓ درویش



آپ کی وفات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک مکتوب حضرت مولوی عبد الرحمن فاضل جٹ صاحبؓ کے نام موصول ہوا۔ آپ فرماتے ہیں۔

’’مکرمی محترمی مولوی صاحب امیر قادیان۔۔ السلام علیکم۔ میاں محمد عبد اللہ خان صاحب پٹھان کی وفات کی خبر پہنچی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم بہت مخلص احمدی اور صحابی ابن صحابی تھا۔ پہلے خوست سے قادیان ہجرت کر کے مہاجر بنا اور پھر قادیان میں ملکی تقسیم کے بعد مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے ٹھہر کر اور ہجرت سے رک کر انصار بھی بن گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں جگہ دیوے۔ مرحوم کے چچا مولوی عبد الستار صاحب بہت نیک اور صاحب رؤیا و کشوف بزرگ تھے اور بزرگ صاحب کہلاتے تھے‘‘۔ (اخبار بدر 7 مئی 1952)

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

’’افغانستان کی سنگلاخ سرزمین نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں بہت تھوڑا حصہ ڈالا۔ لیکن حق یہ ہے کہ وہ تھوڑا ہو کر بھی بڑا عظیم الشان تھا۔ حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قربانی ہی اتنی بڑی تھی کہ اپنے خون سے تاریخ احمدیت کو سرخرو اور مزیّن کرگئی۔

اسی زمانے میں جو پروانے شمع احمدیت پر نثار ہو کر یہاں پہنچے انہی میں حضرت میاں محمد عبد اللہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ بھی تھے۔ آپؓ کا علم تو کم تھا لیکن نورِ ایمان سے وافر حصہ پایا تھا۔ اور نورِ نبوت سے براہِ راست اکتساب نے اس نور ایمان کو اور بھی جلا بخش دی تھی۔ آپؓ نے اپنی ساری زندگی بڑے صدق وخلوص سے گزاری۔ پہلے آپ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہرہ دار کے طور پر خدمات بجالاتے رہے اور پھر خزانہ صدر انجمن احمدیہ کے پہرہ دار رہے۔ چنانچہ تقسیم ملک کے وقت بھی آپ خزانہ کے پہرہ دار ہی تھے اور زمانہ درویشی میں بھی اسی خدمت پر مامور رہے۔ نہایت مخلص، خاموش طبع اور اپنے کام سے کام رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ حضرت مولوی اسماعیل صاحب (عبد الستار صاحب اصل نام ہے۔ ناقل) عرف ’’بزرگ صاحب‘‘ کے بھتیجے تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام عبد الغفار تھا اور وطن خوست علاقہ کابل تھا۔ ابتدائے 1952 میں بیمار ہو گئے اور بیماری طول پکڑ گئی۔ کافی علاج معالجہ قادیان میں بھی ہوتا رہا اور پھر دھاریوال کے ہسپتال میں بھی داخل کروایا گیا۔ بعض درویش بھائیوں نے اپنا خون بھی دیا لیکن وقت پورا ہو چکا تھا اس لئے 16 اپریل 1954 (اصل تاریخ 18-اپریل 1952 ہے۔ ناقل) کو آپؓ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ (بدر 6 دسمبر 1962)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 21 اپریل 1952 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

’’افسوسناک وفات: قادیان مورخہ 52-4-18/17 محترمی محمد عبد اللہ خان صاحب افغان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور سلسلہ کے قدیمی خادم تھے آج رات 12 بجے کے قریب وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم ایک عرصہ سے پیٹ کے کینسر کے عارضہ سے بیمار تھے۔ دھاریوال اور امرتسر کے سرکاری ہاسپٹل میں بھی کافی عرصہ زیر علاج رہے۔ مورخہ 18.4.52 کو بوقت دس بجے نماز جنازہ مکرمی امیر صاحب مقامی نے جنازہ گاہ میں پڑھائی اور مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

احباب خان صاحب رضی اللہ عنہ کی بلندی درجات کیلئے نیز ان کے لواحقین اور پسماندگان جو پاکستان میں ہیں کو صبر عطا کئے جانے کیلئے دعا فرمائیں۔‘‘

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم میاں عبد اللہ خان صاحب درویش صحابی ولد میاں عبد الغفار خان صاحب صحابی ساکن قریہ صاحبزادگان علاقہ خوست افغانستان۔

14حضرت حاجی ممتاز علی خان صاحبؓ درویش

بیعت بذریعہ خط 1903ء زیارت حضرت اقدس 1905ء جب قادیان کو ترجیح دے کر انصار میں شامل ہوئے۔ متقی، تہجد گزار، دوسروں کو شہادت کی ترغیب دینے والے اور سلسلہ کے خیر خواہ تھے۔ 1952-4-18/17 کو قادیان میں بعمر 60 سال وفات پائی۔ وصیت نمبر 192

محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے قادیان نے آپ کی وفات پر درج ذیل مضمون سپرد قلم کیا:۔

محترم حاجی ممتاز علی خان صاحب صدیقی (خلف حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحبؓ رامپوری) قریباً بیس سالہ سل کی طویل علالت کے بعد 19 جولائی کو قادیان میں فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حاجی صاحب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو اور آپ کے ایک بھائی ہادی علی خان صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں 1906 یا 1907ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں تعلیم کیلئے داخل کرا دیا تھا۔ آپ ان خوش قسمت احباب میں سے ہیں جن کا نام رہتی دنیا تک کیلئے حضورؑ کی کتب میں محفوظ ہو گیا ہے۔ ایک نشان کے تعلق میں آپ گواہوں کے زمرہ میں شمار ہوئے چنانچہ اس نشان کے گواہوں میں حضرت مولوی نور الدین (خلیفہ اوّلؓ) حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ، حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ، حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ، حضرت حکیم فضل الدین صاحبؓ، بزرگ صاحب مولوی عبد الستار خان صاحب کابلیؓ اور حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کے اسماء بھی مرقوم ہیں۔ بعض طلباء کے نام بھی ہیں۔ ان میں ممتاز علی آپ ہی کا نام درج ہے۔ حضور حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔

(7) ساتواں نشان۔ 28 فروری 1907ء کی صبح کو یہ الہام ہوا۔ سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہو گی۔ خوش آمدی نیک آمدی۔ چنانچہ یہ پیشگوئی صبح کو ہی قبل از وقوع تمام جماعت کو سنائی گئی اور جب یہ پیشگوئی سنائی گئی بارش کا نام ونشان نہ تھا اور آسمان پر ایک ناخن کے برابر بھی بادل نہ تھا اور آفتاب اپنی تیزی دکھلا رہا تھا۔ اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ آج بارش بھی ہو گی۔ اور پھر بارش کے بعد زلزلہ کی خبر دی گئی تھی۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد یک دفعہ بادل آیا اور بارش ہوئی اور رات کو بھی کچھ کچھ برسا اور اس رات کو جس کی صبح میں 3 مارچ 1907 کی تاریخ تھی زلزلہ آیا جس کی خبریں عام طور پر مجھے پہنچ گئیں۔ پس اس پیشگوئی کے دونوں پہلو تین دن میں پورے ہو گئے'' (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 55)

مرحوم کو تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ نُور ہسپتال میں جہاں آپ اپنی علالت کی وجہ سے مستقل طور پر ابتداءً بطور کارکن اور جنوری 1941ء سے بطور مریض قیام رکھتے تھے اپنے کمرے میں علاوہ تبلیغی چارٹوں کے نہایت احتیاط کے ساتھ قریباً دو درجن مختلف تبرکات رکھے ہوئے تھے۔ لیکن آپ افسوس سے ذکر کرتے تھے کہ تقسیم ملک کے وقت کسی کے سپرد کئے کہ وہ مغربی پنجاب لے جائیں لیکن وہ ضائع ہو گئے۔

حاجی صاحب مرحوم ابتدائے زندگی میں بطور ڈسپنسر وغیرہ کا کام کرتے رہے ہیں۔ بیمار ہونے کے بعد نہایت عسر کی حالت میں ان کا گذارہ ہوتا تھا۔ آپ نہایت تشکرانہ انداز میں حضرت مصلح موعودؓ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب (انچارج نور ہسپتال) اور محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب (انچارج نور ہسپتال) کی عنایات مشفقانہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ یہ تنگی عرصہ درویشی میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی لیکن پھر بھی مالی خدمات سلسلہ میں گویا کہ اپنا پیٹ نہایت بُری طرح کاٹ کر کرتے تھے۔ پہلے آپ نے 1/10 کی وصیت کی ہوئی تھی۔ لیکن مئی 1952ء سے اسے بڑھا کر 1/8 کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ تحریک جدید میں بھی حصہ لیتے تھے۔ اس وقت آپ کو صرف انتیس روپے ماہوار ملتے تھے۔ جس میں سے حصہ وصیت اور چندہ تحریک وضع کر کے اندازاً صرف 23 روپے کھانے پارچہ جات اور دُودھ، نائی، دھوبی وغیرہ کیلئے بچتے تھے۔ اس سے ان کی مالی قربانی کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس مریض کو اپنی مرض کی نوعیت کے باعث اعلیٰ غذا کی ضرورت ہے لیکن اس کے پاس معمولی اخراجات ہی کیلئے بمشکل رقم ہوتی ہے جب وہ قربانی

کرتا ہے تو وہ دوسرے ہزاروں روپیہ چندہ دینے والوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ ہزاروں روپیہ دینے والے اپنی بچت میں سے چندہ دیتے ہیں ان کی رہائش پوشاک، غذا، اہل وعیال کی آسودگی غرضیکہ بالعموم کسی چیز پر بھی ان چندوں کا اثر نہیں پڑتا لیکن ایک شخص کے پاس23روپے ہوتے ہیں، کھانے کیلئے پندرہ روپے درکار ہیں اور نائی دھوبی صابن کیلئے تین روپے، بقیہ پانچ روپے میں سے ہی اس نے پارچہ جات بنوانے ہیں۔ اپنی غذا دُودھ وغیرہ کا بھی خیال رکھنا ہے جو بالکل ناممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ جو بھی مالی خدمت سلسلہ کی وہ ایسی حالت میں کرتا ہے دراصل بھوکا ننگارہ کر اور فاقوں مر کر اور موت سہیڑ کر کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ چند روزہ زندگی تو گذر جائے گی، دائمی زندگی کیلئے زادِ راہ بنانا ضروری ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر تکلیف سہیڑ کر ہی کیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اُحد کے برابر کی ہوئی قربانی کا وہ ثواب نہ ہو گا جو آج نہایت ہی قلیل قربانی کا ہے اور حضور کے اس ارشاد کی وجہ ایک طرف اس وقت اسلام کی بے انتہا بے چارگی اور دوسری طرف قربانی کرنے والوں کی انتہائی غربت تھی اور وہ گویا بُری طرح فاقہ اختیار کر کے خدمت اسلام کرتے تھے۔ اس لئے ان کی قربانی کا مقام نہایت ہی اعلیٰ وارفع اور قابل صد رشک تھا۔

حاجی ممتاز علی خاں صاحب کی قربانی کا بھی یہی رنگ تھا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو قبول فرمایا اور انجام بخیر ہوا اور بہشتی مقبرہ ان کا مدفن ہوا۔ اس قربانی کی اور بھی زیادہ اہمیت ہوجاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک نہایت اعلیٰ خاندان کے فرد تھے آپ کے والد بزرگوار ہندوستان کے مایۂ نازلیڈروں مولانا محمد علی صاحب اور مولانا شوکت علی صاحب کے برادر اکبر تھے۔ ان سب کی ذاتی وجاہت کے علاوہ بھی یہ خاندان رامپور میں ممتاز حیثیت کا ایک مالک تھا۔ آپ کو بھی 1947ء میں مجبوراً ہجرت کرنی پڑی تھی لیکن پھر (5مارچ۔ ناقل) 1948ء میں واپس قادیان اس نیت کے ساتھ آگئے تھے کہ قادیان ہی میں ان کو موت نصیب ہو آپ کی وفات 19جولائی1954ء کو ہوئی۔ اس روز تقریباً بارہ گھنٹے متواتر موسلادھار بارش ہوئی اور پھر اگلے روز بھی قریباً پانچ گھنٹے بارش ہوئی۔ 1947ء اور 1950ء کی بارشوں سے بھی یہ بارش بڑھ گئی۔ اب تو نہ صرف ریل کی پٹری کی روک بھی تھی کہ اسے کاٹا نہیں گیا تھا اور بوہڑی صاحب کی طرف نہر بھی بن چکی ہے۔ باوجود اس کے شہر قادیان نہ صرف مفصلات سے بلکہ باہر کے محلوں سے بھی منقطع ہو گیا تھا۔ ریتی چھلہ سے ریلوے اسٹیشن اور نصرت گرلز اسکول تک پانی ہی پانی تھا اسی طرح بڑے باغ اور بہشتی مقبرہ میں بھی قادیان میں بہت سے مکانات گر پڑے۔ موضع رسول پور متصل قادیان کے باشندگان کو کوٹھوں پر پناہ لینی پڑی وہ چاہتے تھے کہ ریلوے لائن کے نیچے سے پانی گذرنے کیلئے زمین کاٹ دیں لیکن پولیس کی طرف سے اجازت نہیں ملی۔ ایسی حالت میں کہ بہشتی مقبرہ کی قبروں کا ایک حصہ پانی میں ڈوبا ہوا تھا قبر بنانا بہت مشکل تھا چند جوان ہمت دوستوں نے بند باندھ کر قطعہ میں سے پانی باہر نکالا۔ اور بصد دقت قبر کھودی۔ لحد بن نہیں سکتی تھی اس لئے... چھٹے رکھ کر اسے بند کیا گیا۔ گیارہ بجے قبل دوپہر محترم مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر بعد تدفین محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے دُعا کرائی۔ (ہفت روزہ بدر قادیان28جولائی1954)

آپ کے متعلق محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم اخبار بدر 6دسمبر 1962 کی اشاعت میں رقمطراز ہیں۔

''حضرت حاجی ممتاز علی صاحبؓ درویش صحابی ابن صحابی تھے ریاست رام پور (یوپی) کا مشہور خاندان جو علی برادران کے نام سے معروف ہے۔ آپ انہی میں سے ایک کے فرزند اکبر تھے۔ مولانا محمد علی شوکت علی جنہیں بھارت کی سیاست اور جنگ آزادی میں ایک امتیازی مقام حاصل ہوا۔ اُن کے بڑے بھائی مولانا ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر سیاسی لائن میں پڑنے کی بجائے علم و دین کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماموِر زمانہ کی شناخت کی توفیق بخشی۔ اور آپ نے دینی اور دنیوی نعمتوں سے وافر حصہ پایا حاجی ممتاز علی صاحب انہی کے فرزند تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے تعلیم یافتہ تھے اور بیرونی ممالک میں کچھ عرصہ بطور مبلغ بھی کام کرتے رہے لیکن چونکہ دمہ کا مستقل عارضہ لاحق تھا اور صحت کمزور تھی اس لئے تبلیغی خدمات جاری نہ رکھ سکے اور اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق خدمات بجالاتے رہے۔ بڑے سنجیدہ، خاموش طبع اور تعاون کرنے والے آدمی تھے۔

کوئی کام اُن کے سپرد کیا جاتا وہ اسے خوشی اور خلوص سے سرانجام دیتے تھے۔
آخری ایام میں دمہ کے علاوہ انہیں دِق کا مہلک عارضہ بھی لاحق ہوگیا تھا۔صحت پہلے ہی کمزور تھی اس لئے جسم میں قوت مدافعت نہ رہی اور 19جولائی1954ء کو قریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پاکر بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8میں دفن ہوئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔‘‘
(بدر 6دسمبر 1962)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حاجی ممتاز علی خان صاحب درویش قادیان۔عمر تاریخ وفات1954-7-19۔وصیت نمبر 1869

آپ کی وفات پر اخبار الفضل نے اپنی یکم دسمبر 1951ء کی اشاعت میں لکھا۔

’’ابتدائی حالات:

موضع حقیقہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے 5مارچ1885ء کو پرائمری کاامتحان کھاریاں سے اور جنوری1888ء میں مڈل کاامتحان ڈنگہ سے پاس کیا19جولائی1890ء کو حلقہ بلانی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات(پنجاب) میں بطور پٹواری تعینات ہوئے جہاں1905ء تک رہے۔بعد میں گرداور قانونگو بن گئے 1910ء سے لیکر 1929ء تک تحصیل کھاریاں میں واصل باقی نویس رہے پھر چار ماہ ضلع دفتر میں تبدیل ہوکر پنشن حاصل کی۔

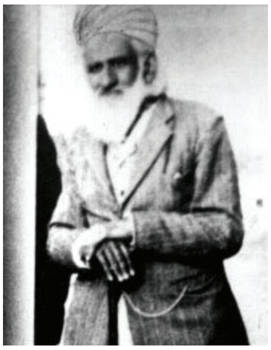
براہین احمدیہ سے رُوحانی انقلاب:

اُن ایام میں جبکہ آپ نے ملازمت شروع کی آپ کی دینی اور عملی حالت سخت ابتر تھی حتیٰ کہ آپ بالکل دہریہ ہوگئے تھے۔اسی دوران میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز صحابی حضرت مرزا جلال الدین صاحبؓ نے اپنے بیٹوں کو اسلامی لٹریچر بھجوایا جس میں براہین احمدیہ بھی تھی۔آپ کو ان کے بڑے صاحبزادہ مرزا محمد قسیم صاحب کے ذریعہ یہ عظیم الشان کتاب دیکھنے کا موقعہ ملا اور اس کے ابتدائی مطالعہ سے آپ کے سب ظلماتی پردے اُٹھ گئے اور ایک ہی رات میں کایا پلٹ گئی خود فرماتے ہیں:۔

’’آریہ برہمو،دہریہ لیکچروں کے بد اثر نے مجھے اور مجھ جیسے اور اکثروں کو ہلاک کر دیا تھا اور ان اثرات کے ماتحت لایعنی زندگی بسر کر رہا تھا کہ براہین پڑھتے پڑھتے جب میں ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت کو پڑھتا ہوں معاً میری دہریت کافور ہوگئی اور میری آنکھ ایسے کھلی جس طرح کوئی سویا ہوا یا مرا ہوا جاگ کر زندہ ہوجاتا ہے۔سردی کاموسم جنوری1893ء کی 19تاریخ تھی آدھی رات کاوقت تھا کہ جب میں ہونا چاہیئے اور ’’ہے‘‘ کے مقام پر پہنچا۔پڑھتے ہی معاً توبہ کی... عین جوانی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ایمان جوثریا سے شاید اُوپر ہی گیا ہوا تھا اتار کر میرے دل میں داخل کیا اور مسلماں را مسلمان باز کردند کا مصداق بنایا۔جس رات میں مَیں بحالتِ کفر داخل ہوا تھا اس کی صبح مجھ پر بحالت اسلام ہوئی۔اس مسلمانی پر میری صبح ہوئی تو میں وہ محمد الدین نہ تھا جو کل شام تک تھا۔فطرتاً مجھ میں حیا کی خصلت تھی اور وہ اوباشوں کی صحبت بس عنقا ہوچکی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے وہی خصلت حیا واپس دی۔میں اس وقت اس آیت کے پرتو کے تحت مزے لے رہا تھا۔ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَ الۡفُسُوۡقَ وَ الۡعِصۡیَانَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ ○ (الحجرات:8)۔ترجمہ: لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہاری نگاہ میں ایمان کو پیارا بنایا ہے اور تمہارے دلوں میں اس کو خوبصورت کر کے دکھایا ہے اور تمہاری نگاہ میں کفر اور اطاعت سے نکل جانے اور نافرمانی کرنے کو ناپسند کر کے دکھایا ہے وہی لوگ سیدھے راستہ پر ہیں یہ محض اللہ کے فضل اور نعمت سے ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے

15 حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواریؓ درویش

واقعہ بیعت: میاں محمد دین صاحب پٹواری اپنے واقعہ بیعت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:



''ایمان لانے کے ساتھ ہی قرآن کی عظمت اور محبت نے میرے دل میں ڈیرہ لگایا گویا علمِ شریعت جو ایمان کی شرط ہے اس کے حاصل کرنے کا شوق اور فکر دامن گیر ہوا۔ ازاں بعد سال 94-1893ء میں براہین احمدیہ کا ایک دور ختم کیا جو نماز تہجد کے بعد کیا کرتا تھا۔ اور پھر آئینہ کمالات اسلام پڑھا جو توضیح المرام کی تفسیر ہے۔
حضرت قبلہ منشی جلال الدین صاحب پنشنر میر منشی رسالہ نمبر 12 ساکن بلانی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات دو ماہ کی رخصت لے کر سیالکوٹ چھاونی سے بلانی تشریف لائے اور بلانی میں ہی میں پٹواری تھا۔ ان سے پتہ پوچھ کر بیعت کا خط لکھ دیا جس کا جواب مجھے اکتوبر 1894ء میں ملا جس میں لکھا تھا کہ ظاہری بیعت بھی ضروری ہے۔ جو میں نے 5 جون 1895ء میں مسجد مبارک کی چھت پر بالاخانہ کے دروازہ کی چوکھٹ کے مشرقی بازو کے ساتھ حضرت صاحب سے کی''

''مسجد مبارک میں ظہر کی نماز مولوی عبد الکریم صاحب کی اقتدا میں ادا کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ان دنوں نماز ظہر اور عصر کے درمیان اور نماز مغرب اور عشاء کے درمیان مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر حضرت صاحب شمالی دیوار کے ساتھ کھڑکی (دریچہ) کے جانبِ غرب بیٹھے تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھا اور چہرہ اور پیشانی سے نور کی شعائیں سفید رنگ کی اٹھتی دیکھیں جو بڑی لمبی تھیں اور چھت کو پھاڑ کر آسمان کی طرف جارہی تھیں میں اس نظارہ سے مسرور اور تصویرِ حیرت ہو گیا''

'' میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ قرآن شریف کس طرح آئے؟ آپ نے فرمایا۔ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ (البقرہ 283) ترجمہ اور تم تقویٰ کرو خود تمہارا خدا استاد ہو جائے گا۔'' پھر میرے دل میں گذرا کہ میں علم دین سے ناواقف ہوں اور مولوی لوگ مجھے تنگ کریں گے میں کیا کروں گا اور پوچھنے سے بھی شرم کر رہا تھا جو آپ نے بغیر میرے سوال... ایسے بلند لہجہ میں رُعب ناک انداز سے فرمایا کہ میں کانپ گیا۔ فرمایا ہماری کتابوں کو پڑھنے والا کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ (رجسٹر روایات صحابہ جلد 7 صفحہ 48-49)

جنوری 1897ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 313 اصحاب کی فہرست مشمولہ انجام آتھم میں آپ کا نام تیسرے نمبر پر درج فرمایا۔ اسی سال ''سراج منیر'' شائع ہوئی جس میں مہمان خانہ قادیان کے چندہ دہندگان میں بھی آپ کا نام شامل تھا۔ ازاں بعد 24 فروری 1898ء کے اشتہار (مشمولہ کتاب البریہّ) میں آپ کا نام 10 نمبر پر شائع ہوا۔ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں دو مرتبہ قادیان دارالامان تشریف لے گئے اور اس پاک اور پر انوار اور برکتوں سے معمور بستی میں ایک ماہ تک قیام فرمایا اور حضرت امام الزمان کی بابرکت مجالس سے اکتسابِ فیض کیا اور حضورؑ کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کی تازہ بہ تازہ وحی سنی۔ (آپ کی روایات تذکرہ ایڈیشن پنجم 2004ء کے صفحہ 662، 663 اور 666 پر درج ہیں۔ ناقل)

یکم جولائی 1900 کو حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف سے چندہ منارۃ المسیح کی تحریک ہوئی جس میں آپ نے ایک سو روپیہ دیا۔ 23 اکتوبر 1906ء کو آپ نے اپنی جائداد کے پانچویں حصہ کی وصیت کی اور 1909ء میں اپنا حصہ جائداد ادا بھی کر دیا۔ بعد میں جو جائداد پیدا کی اس کا اندراج بھی صدر انجمن احمدیہ میں کرا دیا۔ ازاں بعد اپنی آمد کی بھی وصیت کر دی اور آخر دم تک اس کی ادائیگی کرتے رہے۔ 1929ء میں ملازمت سے ریٹائر ہوئے تو اپنی زندگی خدمتِ دین کیلئے وقف کر دی۔ کشمیر فنڈ جمع کیا ضلع گجرات کی جماعتوں کا بجٹ تیار کیا۔ کچھ عرصہ پہلے سندھ کی اراضیات میں پھر دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ میں سرگرم عمل رہے۔

درویشی اور وفات: 12 ستمبر 1947ء کو ہجرت کر کے پاکستان آ گئے مگر اگلے سال 11 مئی میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہہ کر مستقل طور پر قادیان تشریف لے گئے۔ درویش آپ سے دینی مسائل سیکھتے اور ناظرہ قرآن پڑھتے تھے۔ بڑھاپے میں بھی ذی ہمت تھے۔ مسجد مبارک سے اُترتے اگر کوئی درویش سہارا دینے کی کوشش کرتا تو آپ منع کرتے اور فرماتے کہ میں بوڑھا نہیں ہوں۔ آپ درویشوں کو اکثر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک کی باتیں سناتے رہتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ جب آپ لنگر خانہ میں کھانا لینے کیلئے جاتے اُس مقدس دور کی کوئی ایک بات ضرور سنا دیتے تھے۔ آپ نے عہدِ درویشی کمال صدق وصفا کے ساتھ نبھایا اور وفات کے بعد بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں دفن کئے گئے۔ ''محترم چودھری بدر الدین صاحب عامل بھٹہ درویش مرحوم قادیان اپنی کتاب'' وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ دوئم کے صفحہ 217-218 میں آپ کی نیکی، تقویٰ وطہارت کے متعلق فرماتے ہیں۔

’’آپ کی پیدائش 1874ء میں اسی گاؤں کھاریاں میں ہوئی۔قرآن کریم پڑھ چکنے کے بعد کھاریاں پرائمری سکول سے پرائمری تک تعلیم مکمل کر کے ورینکلر مڈل سکول ڈنگہ میں داخلہ لیا۔اور وہاں سے ورنیکلر مڈل پاس کیا۔1888ء میں پٹوار کی تعلیم حاصل کی اور 1889ء میں موضع ملانی میں تعینات ہوئے۔یہ گاؤں بھی تحصیل کھاریاں میں واقع ہے۔اور اس کی حد کشمیر ریاست کی حد سے ملتی ہے۔بعد میں ترقی کرتے ہوئے آپ گرداور قانونگو اورمزید ترقی کرتے ہوئے آپ تحصیل کھاریاں میں واصلباقی کے عہدہ پر متعین ہوئے۔(واصلباقی سے مراد یہ ہے کہ اس دفتر میں تحصیل کے تمام ترمالیہ لگان اور قرضہ جات کی وصولیابی اور بقایا جات کا حساب رہتا ہے)اور پھر ضلع ہیڈ کوارٹر میں واصلباقی کے عہدہ پر تبدیل ہو کر 1929ء میں ضلع گجرات سے ریٹائر ہوئے۔ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے زندگی وقف کر دی۔حضرت المصلح الموعودؓ نے آپ کا وقف منظور فرما کر آپ کو سندھ کی زمینوں پر مقرر کیا اور پھر بعد میں دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ میں خدمات کی توفیق پائی۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ پڑھ کر آپ پر حق آشکار ہو گیا اور آپ نے 1894 میں بذریعہ خط بیعت کر لی اور 1895ء میں قادیان حاضر ہو کر بیعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔آپ نے خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔زیارت کے وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تیسرے نمبر پر پاس ہوئے ہو۔اس خواب کے چند روز بعد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ’’ضمیمہ انجامِ آتھم‘‘ شائع ہوئی تو اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے 313صحابہ کے نام شائع فرمائے اس میں آپ کا نام (3۔میاں محمد الدین صاحب پٹواری ملانی ضلع گجرات) تیسرے نمبر پر درج تھا۔

تقسیم ملک کے وقت آپ ستمبر 1947 میں ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے۔پھر گیارہ مئی 1948ء میں جو تیسرا قافلہ قادیان میں آباد رہنے والوں کا آیا تو آپ اس میں شامل تھے۔سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا قادیان میں ان بزرگوں کے بھجوانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ قادیان میں مقیم افراد کی اعلیٰ تربیت کی جائے سو یہ عمل ان بزرگوں کے آنے سے شروع ہو گیا۔مساجد میں ترجمۃ القرآن کی کلاسیں جاری ہوئیں اور فجر کی نماز کے بعد صحابہ کرام نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی روایات بیان کرنا شروع کیں۔اس میں حضرت منشی صاحب نے بہت گراں قدر حصہ ڈالا اور کئی مہینوں تک آپ فجر کی نماز کے بعد روایات سناتے رہے۔آپ نے ایک مرتبہ یہ بتایا کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھا۔اور بہت سے صحابہ کرام حاضر تھے۔میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ بڑے بڑے عالم فاضل صحابہ حضور کی صحبت میں ہیں۔میں کم علم ہوں میں کیا حاصل کر سکوں گا۔میرے دل میں اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضور نے میری طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا‘‘

میاں محمد الدین۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ میں نے حضور کی اس بات کو پلے باندھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن کو روشن کر دیا اور مجھے بہت سی باتیں یاد رہنے لگیں حتیٰ کہ عین بڑھاپے میں میں نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب سے چالیس حدیثیں مع جملہ راویوں کی سند کے یاد کر لیں۔ظاہر ہے یہ ایک معجزہ کا حکم رکھتی ہوئی بات ہے۔ایک حدیث 30 واسطوں سے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتی ہے۔

آپ ہمیشہ باوضوء رہتے تھے میں نے خود دیکھا آپ صاف پاک مٹی کا ایک ڈھیلہ اپنی جیب میں رکھتے تھے جونہی وضو ٹوٹا فوراً مٹی کا ڈھیلہ نکال کر تیمم کر لیتے اور جب پانی میسر آتا وضو فرما لیتے۔آپ مسجد مبارک میں فجر کی نماز پڑھ کر گھر جا رہے تھے۔مہمان خانہ سے گزرتے ہوئے کسی فرش کی اینٹ سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے کولہے پر چوٹ آئی غالباً ہڈی میں فریکچر ہوا۔درویشان اٹھا کر گھر لے گئے۔احمدیہ شفاخانہ سے مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب علاج کرتے رہے۔دو روز کی مختصر علالت کے بعد مورخہ یکم نومبر 1951ء کو آپ کی روح الرفیق الاعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔‘‘

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حضرت میاں محمد دین صاحب پٹواری درویش صحابی ولد محترم نور الدین صاحب ساکن پنڈی رام پور تحصیل کھاریاں ضلع گجرات۔بیعت بذریعہ خط 1894ء دستی بیعت 5 جون 1895ء فہرست ضمیمہ انجام آتھم میں تیسرے نمبر پر آپ کا نام ہے۔آپ نے ایک سو روپیہ منارۃ المسیح کے لئے اور ایک سو روپیہ ریویو آف ریلیجنز کیلئے چندہ دیا۔پہلے مہاجر بن کر قادیان آئے تھے۔پھر 11 مئی 1948ء کو دوبارہ قادیان آکر درویش بن کر انصار میں شامل ہوئے۔صوم وصلوٰۃ کے پابند شب زندہ دار، علم دوست، قرآن مجید سے محبت رکھنے والے، تقویٰ میں دوسروں کیلئے نمونہ تھے۔ان کی اکثر اولاد سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف ہے۔بحالت درویشی بعمر بیاسی سال قادیان میں یکم نومبر 1951 کو وفات پائی۔وصیت نمبر 158

16 حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ درویش



حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ کا پہلا نام جگت سنگھ تھا۔ والد سردار چند رسنگھ صاحب (ساکن سرسنگھ ضلع لاہور) تھے جن کا تعلق زمینداروں کے ڈھلوں خاندان سے تھا حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مدیر الحکم تحریر فرماتے ہیں کہ :-

" حضرت بھائی صاحب کو ابتدا ہی میں ایک ایسے مذہب کی تلاش تھی جو انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا سکے۔ آپ کی سچی تڑپ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے سردار فضل حق کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کا علم دیا۔ سردار فضل حق صاحب (سابق سردار سندر سنگھ بیعت 1898 ناقل) بھائی صاحب کی اس تڑپ سے واقف تھے اس لئے انہوں نے اُن کے سامنے مذہب اسلام کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ جس سے اسلام کو تفوق دوسرے مذاہب پر ظاہر ہو۔ اس موضوع پر اکثر دونوں میں تبادلہ خیالات ہوا کرتا تھا اور کئی کئی گھنٹے گزر جایا کرتے تھے۔ بالآخر ایک دن حضرت بھائی صاحب نے سردار صاحب کے سامنے ایک معیار رکھا اور بطور آخری فیصلہ کے رکھا اور کہا چونکہ مذاہب تو بے شمار ہیں اور ہر ایک انسان اپنے مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دیا کرتا ہے۔ باقی رہا روایات اور قصے کہانیوں کا تذکرہ سو وہ ہر مذہب میں اُس کے پیشواؤں کے متعلق بے شمار پائے جاتے ہیں اس میں کوئی کسی کے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ اس لئے میرے نزدیک فیصلہ کن تجویز یہ ہی ہوسکتی ہے کہ فی زمانہ جس مذہب میں کوئی بزرگ ایسا پایا جاتا ہو جو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتا ہو اور اُس کی دعائیں سنی جاتی ہوں تو میں سمجھ لوں گا کہ یہی مذہب قابل پیروی ہے۔ اس پر سردار فضل حق خاں صاحب نے فوراً ہی حضرت مسیح موعود کا اسم مبارک لیا اور پورا پتہ بھی دیا یہ بات ایسی تھی جس نے حضرت بھائی صاحب کے دل کو تسکین دی اس نے اسلام کی عظمت اُن کے دل میں قائم کر دی۔

حضرت بھائی صاحب ان دنوں فوج میں ملازم تھے۔ اس گفتگو کے دو ماہ بعد وہ رخصت لے کر اپنے گھر جا رہے تھے تو انہوں نے عزم کرلیا کہ وہ گھر جانے سے پہلے قادیان جائیں گے۔ چنانچہ وہ سیدھے قادیان میں آئے۔ آٹھ دن تک یہاں قیام کیا۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینے کو کھول دیا اور آپ سکھ ہوتے ہوئے سلسلہ بیعت میں منسلک ہو گئے۔ ان گزشتہ ایام میں حضرت بھائی صاحب نے بہت دعائیں کیں اور رو رو کر خدا تعالیٰ کے حضور التجائیں کیں جن کو خدا تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ الغرض بھائی صاحب بیعت کر کے اپنے گھر کو چلے گئے۔

(الحکم 21 فروری 1935ء صفحہ 3)

آپ نے دو مضامین میں اپنے حالات پر روشنی ڈالی ہے جن میں سے ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ الحکم 7 ستمبر 1934 صفحہ 11 میں آپ فرماتے ہیں۔ " انسان کو اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اس کا جواب اور معقول جواب یہی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

بظاہر سرگزشت اور واقعات میرے اسلام میں آنے کے یہ ہوئے جو پہلے ہی احمدیت یا یوں کہیں کہ احمد مرسل یزدانی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر اسلام لانے اور بیعت کرنے پر ایک وقت ہی دو لطف اپنے اندر لئے ہوئے تھے گو بیعت میں نے 1894ء میں جبکہ میں ابھی سکھوں کے لباس میں تھا اور بالکل قادیان آجانے کا موقعہ 8 مارچ 1895ء کو بفضلہٖ میسر آیا۔ لیکن 94ء میں بیعت کا شرف مجھے عطا ہوا۔ اسی وقت ہی اسلام لانے کی حقیقت کو اپنے اندر لئے ہوئے تھا اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نور فراست کی بھی ایک اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے کہ آپ مجھے اگر مسلمان خیال بلکہ یقین نہیں کر رہے تھے تو اس بیعت میں نہایت مزید ار لطف بجز اس کے اور کیا تھا۔ میں اپنے محسن مولیٰ کا نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے ایسے آسانی ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کا موقع اس وقت دیا جس کیلئے آباؤ اجداد سے مسلمان کہلانے والے بہت کچھ متردد تھے اور شکوک و شبہات اور تعصّبات میں پڑے ہوئے تھے۔ یہی وہ خاص یزدانی کشش تھی جو کام کر گئی۔ ورنہ میں اور یہ فضل اور ایسا بے مثل احسان لِرَبِّنَا الْحَمْد لِرَبِّنَا الْحَمْد۔

جب میں چوتھی پرائمری میں پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت رسوم ہند بھی ہماری درسی کتاب تھی جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کچھ مختصراً یاد ہوا تھا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حال جب میں نے پڑھا۔ تو میرے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے۔ یہ لوگ بڑے اچھے تھے۔ میرے وقت میں اگر کوئی انسان ایسا ہو تو میں اس کو ضرور ہی مان لوں۔ جس منان آقا نے مجھے ایسا دل بچپن میں دیا تھا اس پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ بالآخر مجھے چھوڑ نہیں دے گا اور احمدیت پر جو حقیقی اسلام کا آئینہ ہے میرا خاتمہ بالخیر کرتے ہوئے جنت میں ایک گھر بھی مجھے ضرور ہی عطا فرمائے گا۔

رَبِّ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْر۔

اردو مڈل پاس ہوگیا۔ وظیفہ سرکاری چار روپے ماہوار ملا۔ اور سپیشل کلاس میں لاہور پڑھنے کے لئے ہم کو (مجھ کو اور میرے بھائی کو) بھیج دیا گیا۔ لاہور میں ان دنوں 1891ء میں ہر طرف سے مذہبی چرچا رہتا تھا۔ عیسائی بازاروں میں اس طرح آریہ اور سکھ الگ الگ اپنے پرچار کرتے ہوئے بکثرت دکھائی دیتے تھے۔ ان وعظوں نے مذہب کی طرف بالکل ملال پیدا کر دیا اور طبیعت نے یہ فیصلہ کرلیا کہ جس مذہب میں ہیں وہی اچھا ہے لیکن مذکورہ سنہ ء کے آخر میں ہی میں رسالہ نمبر 13 میں ملتان بھرتی ہوگیا اور قریباً چھ ماہ کے بعد ہم سیالکوٹ میں آگئے۔ یہاں سردار سندر سنگھ صاحب ساکن دھرم کوٹ بگہ رفیق اور محرم راز بن گئے۔ آپ نے ہی مجھے اسلام کی موٹی موٹی خوبیاں بتائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ بھی خدمت کے لئے وقف ہے۔ بحالت درویشی بعمر بیاسی سال قادیان میں یکم نومبر 1951 کو وفات پائی۔ وصیت نمبر 158

آپ ہی سے مجھ کو ملا۔ ابتداء میں میں نے سردار صاحب کی مخالفت کی اور اس خیال پر کہ ہمارے مذہب میں بھی بزرگ گزرے ہیں۔ کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسرے مذہبوں کے خوشہ چین بنیں۔ ہاں اب اگر کوئی انسان اسلام میں خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہو اور کچھ اس کے معجزات کرامات ہوں تو بیشک قابلِ اتباع ہوسکتا ہے اور ایسے شخص کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول یقینی ہے۔ اس پر انہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پورا حال بھی بتایا اور قادیان کا راستہ وغیرہ بھی بتایا چنانچہ رسالہ میں جب میری رخصت کا وقت آیا تو میں پہلے سیدھا قادیان پہنچا۔ یہی 94ء کا زمانہ تھا میں یہاں چند ایام رہا۔ اور رو کر دعا مانگ کر بیعت کی نعمت سے بفضلہ تعالیٰ شرف حاصل کرلیا۔ بیعت کرنے کے بعد میں نے اپنے گاؤں میں 2 ماہ کے قریب ایام رخصت بسر کئے۔ ساری نماز یاد کی اور پڑھنے کا راز بھی معلوم کیا۔ آتھم کے نہ مرنے پر جبکہ میں گاؤں میں تھا، ہیڈ ماسٹر سکول نے مجھ پر اعتراض کئے مگر قادیان سے مجھ کو آتھم کے متعلق کافی اطلاع بذریعہ اشتہار بھیج دی گئی۔ جس سے میں ماسٹر صاحب سے گفتگو کرنے کے قابل ہوگیا۔ یہ نہیں معلوم کہ یہاں کے ہندوؤں نے یا کس نے وہاں اطلاع بھیج دی کہ یہ شخص مسلمان ہو رہا ہے۔ رسالہ میں جاکر قریباً نماز کا پابند رہا اور مولوی عبد الکریم صاحب کا پتہ قادیان سے دریافت کر کے سیالکوٹ شہر میں پھر پھرا کر نکال لیا۔ آپ سے درس قرآن کچھ دنوں سنا۔ مگر سکھوں کو جب پتہ لگ گیا تو انہوں نے سردار کو اکسا کر اس نعمت سے محروم کر دیا۔ دوپہر کے وقت یعنی اس نعمت سے محروم ہونے کے چند روز پہلے میں نے ایک رؤیا دیکھی کہ میں اندھا ہوگیا ہوں۔ گھبراہٹ کی حد نہ رہی۔ جب میں یہ خیال کر رہا تھا کہ اب ساری عمر دیواروں سے ٹکریں کھاکر گزرے گی۔ سخت اضطراب کے بعد جب آنکھ کھلی تو جوانی کی نیند بمشکل آنکھیں کھلیں اور کچھ دل کو ڈھارس ہوئی کہ پورا اندھا تو نہیں ہوا۔ پھر جب پورا اتبتیہ ہوا تو اس کو خواب سمجھ کر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کی تعبیر خط لکھ کر دریافت کی۔ کارڈ میں جواباًیوں تحریر تھا کہ تم کو دینی صدمہ پہنچے گا۔ توبہ استغفار خوب اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ وہ اندھا ہونا قرآن کریم کے درس سے گویا محروم ہونا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ رمضان کا مہینہ بڑا ہی مبارک مہینہ آیا۔ جس میں میں نے روزے رکھنے شروع کئے۔ مگر سکھوں میں اس سے ایسی کھلبلی پڑ گئی کہ انہوں نے سارا زور لگا کر مجھ کو مجبور کیا کہ میں استعفیٰ دیدوں بحولہ تعالیٰ بخوشی استعفیٰ دے دیا اور سیدھا قادیان پہنچا۔ یہاں آکر الحمد للہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے نہلا دھلا کر مسلمانوں سی ظاہری شکل بھی بنادی۔ رسالہ میں منشی جلال الدین صاحب کی سنجیدہ اور خدا ترس متین طبیعت نے مجھ پر بہت ہی اثر کیا۔ فتح اسلام میں نے اپنے ہاتھوں سے سارا نقل کیا۔ کیونکہ یہ اس وقت چھپا ہوا نہیں ملتا تھا۔ الغرض احمدیت اور اسلام کی نعمت بزور اس طرح اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا کی۔ ورنہ سکھ ہونا اور جوانی کی مستی اور نئی نئی ترقی اور حکام کی نظر میں بار بار پھرتے رہنا میری اپنی کوشش سے ان بلاؤں سے نکلنا بہت ہی دور کے ممکنات سے تھا۔ نہیں بلکہ نہایت ہی ناممکن تھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

8 مارچ 1895ء سے اب کہ 1934ء ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں قادیان میں میری پرورش کے بہت اچھی طرح سامان مہیا کئے میرا کچھ روپیہ جو مجھے رسالہ سے ملا تھا۔ جب نماز ظہر سے پہلے ختم ہوگیا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے حساب کر کے مجھے اطلاع دی کہ آج آپ کا روپیہ ختم ہوگیا ہے تو مجھے ہیرا سنگھ کا مقولہ یاد آکر سخت ہی قلق اور اضطراب پیدا ہوا۔ وہ یوں کہا کرتا تھا کہ " دیکھو چھمی ماتا کو دلتیاں چلاتے ہو۔ تین سال کے بعد تم نہ مانگتے پھرو تو مجھے کہنا اور جو چاہے کہنا" مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ نائی، دھوبی، کپڑا دیگر ضروریات کیا ان سب کیلئے میں دستِ سوال دراز کرتا پھروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ عربی کی تعلیم اور طب کی تکمیل کیلئے مجھے باپ سے زیادہ شفقت کرتے ہوئے اپنے اوقات سے اکثر حصہ دے رہے تھے۔ مگر ابھی

صحاحِ ستہ سے بخاری کا کچھ حصہ رہتا تھا۔ ہاں اسی پریشانی میں میں نے وضو کر کے اذان کے بعد سنتوں میں خوب رو رو کر دعا کی اور اس وقت ہیرا سنگھ کے الفاظ نے اور بے سروسامانی کی بھیانک شکل نے دل کھول کر میری خوب ہی مساعدت کی۔ قدرتِ حق نے محض اپنے ہی وجود سے نماز ظہر کے بعد دو روپے ماہوار کا مجھے ٹیوٹر مقرر کروا دیا جو میری ازحد خوشی اور دعا کی قبولیت کا بین نشان بنا''۔

آپ کی سیرت و سوانح کے متعلق آپ کا خود نوشت دوسرا مضمون اخبار بدر قادیان 31 اکتوبر 1957 کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔

1895ء سے 1899ء تک آپ کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کی بابرکت صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ ازاں بعد آپ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ٹیوٹر اور پھر مدرس مقرر ہوئے آپ 1934ء تک تعلیمی خدمات بجالاتے رہے۔ اس کے دوران آپ کو حضرت مصلح موعودؓ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد صاحبزادگان کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ عرصہ تک حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے بچوں کے اتالیق بھی رہے۔

آپ 313 اصحاب کبار میں سے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 41 میں آپ کا نام 37 پر درج فرمایا ہے۔ آپ کی بعض خود نوشت روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ مسجد مبارک میں موجود نہ ہوتے تو حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام حافظ معین الدین صاحب یا آپ کو امام الصلوٰۃ بنا لیتے اور بعض اوقات خود امامت کے فرائض انجام دیتے اور آپ کو حضور کے پیچھے نماز پڑھنے کے سعادت نصیب ہو جاتی۔

ایک بار کسی شخص کو آپ نے اور نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے محض سرزنش کے طور پر خفیف سی بدنی سزا دی جس پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے باہمی محبت اور ہمدردی کے متعلق ایسی اثر انگیز تقریر فرمائی کہ ان دونوں بزرگوں نے اس شخص سے فوراً معافی مانگ لی اور خلق عظیم کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا:۔

حضرت اقدس کے عہد مبارک میں آپ کے قلم سے بعض علمی مضامین بعض اخبارات سلسلہ میں شائع ہوئے اس سلسلہ میں الحکم 10 جولائی 1905ء کا مضمون خاص طور پر قابل ذکر ہے جو ضرورت امام کے موضوع پر تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کبھی سفر کیلئے تشریف لے جاتے تو حضور کی حرم حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رتھ میں سوار ہوتیں تو دوسرے خدام کے علاوہ آپ کو بھی ساتھ جانے کا حکم ملتا۔ آپ رتھ کے ساتھ ساتھ بطور محافظ بٹالہ اور پھر واپسی تک ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

''26 مئی 1908ء کو میں لاہور نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی پر تھا جو جیل روڈ پر تھی۔ صبح کو جب ذرا دن چڑھا تو میں حضور کی آخری زیارت اور عیادت کیلئے گیا اس وقت حضور نے قلم دوات منگوائی اور کاغذ پر کچھ لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اس وقت میں نے دل میں کہا۔ الحمد للہ کیونکہ میں حضور کی تشویشناک حالت کی خبر سن کر بہت گھبرایا ہوا تھا۔ مگر حضور جب بیٹھ کر لکھنے لگے تو کاغذ پر بے قاعدہ قلم چلا سکے اور وہ ٹیڑھی سی کشش تھی۔ اس وقت مجھے یقین ہوا کہ حالت خطرناک ہے مگر حضورؑ نے مجھے پہچان لیا اور زور سے دبانے کیلئے ارشاد فرمایا یہ بالکل آخری وقت تھا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر میری آنکھوں کے سامنے آپ کی روح۔ اَرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً کے ذوق سے ہمیشہ کیلئے بہرہ اندوز ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ (الحکم 21 فروری 1935 صفحہ 6-7)

حضرت بھائی جی 1895 سے 1947 تک قادیان دار الامان میں قیام پذیر رہے اس کے بعد فسادات کے دوران پاکستان چلے گئے۔ مگر مئی 1948ء میں پھر دیار محبوب میں تشریف لے آئے۔ اور ناظر تعلیم و تربیت کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ قادیان میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آپ سے کتب احادیث، طب اور فارسی پڑھی۔ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب جٹ فاضل امیر جماعت قادیان کی رخصت یا غیر موجودگی میں قائمقام ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بھی آپ ہی ہوتے تھے۔ جولائی 1953ء میں آپ قادیان سے پاکستان چلے گئے اور تاوفات ربوہ میں مقیم رہے۔

حضرت بھائی جی سلسلہ کی ہر قسم کی تحریکات میں پر جوش حصہ لیتے اور چندہ جات باقاعدہ اور باشرح ادا فرماتے آپ کی وصیت 1/4 کی تھی۔ صاحب رؤیا و کشوف و الہام تھے اور مستجاب الدعوات تھے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ادھر آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع ملی اُدھر وہ بات پوری ہوگئی بعض اوقات آپ کی قبولیت دعا کا فوری اثر نمایاں ہوتا اور دعا ختم کرتے ہی اس کی مقبولیت کے آثار پیدا ہو جاتے عبادت نہایت خشوع و خضوع اور حضور

قلب سے کرتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ اس دنیا میں نہیں ہیں۔غرباء اور مساکین کا خاص خیال رکھتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حساب دیا اور آپ نے بھی اسے خدا کی راہ میں اس کی خوشنودی کیلئے بے دریغ خرچ کیا۔ آپ نہایت منکسر المزاج اور بے نفس اور یک رنگ بزرگ تھے۔ ہمیشہ نگاہیں نیچی رکھتے۔ گوشۂ تنہائی کو بہت پسند فرماتے اور دربار شہرت سے کوسوں دور بھاگتے سالانہ جلسہ پر آپ کو سٹیج ٹکٹ دیا جاتا مگر آپ بالعموم دوسرے حاضرین میں بیٹھے رہتے۔

خاندان حضرت مسیح موعود کے جملہ افراد کا ازحد احترام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم سب پر اتنے احسانات ہیں کہ ہم ساری عمر اس خاندان کی خدمت کرتے رہیں تو خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آپ توکل کے بلند مقام پر تھے۔ آپکی ضروریات کا انتظام معجزانہ طور پر خدا تعالیٰ فرمادیتا تھا۔ آپ نے دھرم سالہ، قادیان اور ربوہ میں مکانات تعمیر کرائے جو آپ کے مقام توکل کی واضح مثال ہے۔ (الفضل 25 جولائی 1957 صفحہ 5)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

''حضرت بھائی صاحب مرحوم کو بہت سی خصوصیات حاصل تھیں۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھ مذہب سے نکال کر اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔ دوسرے یہ کہ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شناخت کرنے اور احمدیت قبول کرنے کی سعادت بھی پائی۔ تیسرے یہ کہ نہ صرف اسلام اور احمدیت کو قبول کیا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی لمبی صحبت کا موقعہ میسر آیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب نصیب ہوا۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم اور عمل کی نعمت سے بھی نوازا۔ اور ان کے ذریعہ بہت سے نوجوانوں نے دینی علم حاصل کرنے اور تقویٰ پر قائم ہونے کی سعادت پائی۔ پانچویں یہ کہ حضرت بھائی صاحب صاحب الہام وکشوف بھی تھے اور دعا کی تحریک پر ان پر عموماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت جلد انکشاف ہوجایا کرتا تھا پھر یہ کہ خلافت ثانیہ کا بھی لمبا دور پایا اور بالآخر قادیان میں کئی سال تک درویشی کی زندگی بھی نصیب ہوئی اور آخر میں اللہ تعالیٰ انہیں وفات کے قریب ربوہ لے آیا اور ایسا اتفاق ہوا کہ جنازہ کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ میں موجود تھے اور حضور نے ہی نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت بھائی صاحب مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں دفن کئے گئے۔ یہ سب خصوصیات غیر معمولی رنگ رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشفقانہ نعمت اور خاص ذرہ نوازی کی دلیل ہیں کہ سکھ مذہب سے نکال کر کہاں کہاں تک پہنچا دیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت بھائی صاحب مرحوم 1894 میں مسلمان ہو کر قادیان آئے تھے اور اس وقت ان کی عمر غالباً 21 سال کی تھی جب خدا تعالیٰ نے دل میں اسلام کی چنگاری پیدا کی تو فوجی ملازمت چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں پہنچ گئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے انہیں اپنی شاگردی سے نوازا۔

گزشتہ ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے رفیق خاص اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاص کارکن بڑی سرعت کے ساتھ فوت ہوئے ہیں اس کے نتیجہ میں طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی جگہ لینے کیلئے احمدیت کا نوجوان طبقہ آگے آنے کے لئے کیا کوشش کر رہا ہے۔ اور ترقی کرنے والی قوموں کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ ہمیشہ صف اوّل کے ساتھ ساتھ صف دوم کا بھی انتظام رکھا کرتی ہیں تا کہ صف اوّل کے بزرگوں کے گزرنے پر صف دوم کے نوجوان ان کی جگہ لے سکیں اور جماعت کی ترقی میں کوئی رخنہ نہ پیدا ہو۔ پس میں اس موقعہ پر بڑے دردمند دل کے ساتھ اپنے نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا اور ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ صف اوّل کے خلا کو پر کرنے کیلئے اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کریں جو زندہ الٰہی جماعتوں کا طرۂ امتیاز ہیں یعنی فرائض کے علاوہ نفلی عبادات میں شغف پیدا کریں اور اپنے دلوں میں تقویٰ کا درخت لگا کر اپنے قلوب کے دامن کو خدا کی رحمت کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ حتیٰ کہ الٰہی رحمت جوش میں آکر انہیں اپنے انوار کا مہبط بنالے مجھے خوشی ہے کہ کچھ عرصہ سے کافی احمدی نوجوانوں میں اس طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے مگر ابھی تک احمدیت کی صف دوم اتنی بیدار نہیں ہوئی کہ وہ صف اوّل کی جگہ لے سکے اور ان کا وجود بھٹکتی روحوں

کیلئے شمع ہدایت اور سہارے کا کام دے۔ پس نوجوانوں کو چاہیئے کہ ضرور اس طرف خاص توجہ دیں کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کا ہر پچھلا قدم ہر پہلے قدم سے آگے نہ بڑھے خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

مرزا بشیر احمد ربوہ 10.7.57---   (روزنامہ الفضل 13 جولائی 1957 صفحہ 3)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 11 جولائی 1957 کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر درج ذیل اعلان شائع کیا۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب رضی اللہ رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ ربوہ 9 جولائی نہایت افسوس کے ساتھ احباب جماعت تک یہ خبر پہنچائی جاتی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم صحابی حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب (سابق جگت سنگھ) ربوہ میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اخبار بدر کی کاپی پریس میں جارہی تھی کہ ربوہ سے خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحب کی حسب ذیل تار بنام امیر جماعت احمدیہ قادیان موصول ہوئی۔ حضرت بھائی عبد الرحیم صاحبؓ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

حضرت بھائی عبد الرحیم صاحبؓ پر مورخہ 10.4.51 کو قادیان میں فالج کا حملہ ہوا اور اسی عارضہ سے بالآخر اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ مئی 48ء میں درویشانہ زندگی گزارنے کیلئے دارالامان تشریف لے آئے مگر فالج کے حملہ کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی اجازت سے آپ جولائی 52ء میں قادیان سے ربوہ تشریف لے گئے۔ آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے ابتدائی عمر میں ہی قادیان میں اسلامی علوم کی تحصیل کی اور روحانیت میں غیر معمولی ترقی کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ صاحب کشف والہام تھے اور اسلام کی حقیقی جاگتی تصویر تھے۔ آپ کی وفات جماعت کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے اس موقعہ پر ادارہ بدر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اظہار تعزیت کرتے ہوئے نہایت ادب سے دعا کی درخواست کرتا ہے کہ ایسے بزرگان کے انتقال فرما جانے سے جو عظیم خلا پیدا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پُر فرمائے۔ اور جماعت کے نوجوانوں کو اپنے پیشرو بزرگان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ نیز ادارہ بدر آپ کے لواحقین کے ساتھ گہرے رنج کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کا حامی و ناصر ہو اور انہیں حضرت بھائی جی کے نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔"

اسی طرح اخبار بدر قادیان نے اپنی 18 جولائی 1957 کی اشاعت میں محترم چودھری عبد القدیر صاحب درویش قادیانی کا مضمون حضرت بھائی چودھری عبد الرحیم صاحب کے متعلق شائع کیا۔

حضرت بھائی جیؓ اخبار بدر قادیان 28 اپریل 1952 کی اشاعت میں اپنے خود نوشت حالات میں فرماتے ہیں۔ "میں بچہ تھا جب قادیان میں اللہ تعالیٰ مجھے لایا اور اب پچھتر سالہ بوڑھا ہوں۔ میری قریباً ساٹھ سالہ زندگی " الدار " کی ڈیوڑھی کی دربانی میں اور سیدۃ النساء حضرت ام المومنین اَعۡلَی اللّٰہُ دَرَجَاتِہَا فِی الۡجَنَّۃِ کے قدموں میں گذری۔ میں ملک کے طول وعرض میں مختلف اسفار میں حضرت ممدوحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہم رکاب رہا۔ اس عرصہ میں جو کچھ حسن سلوک عطایا اور انعامات مجھ غلام پر سیدہ اطہرہؓ کی طرف سے ہوئے وہ میرے لئے احاطہ تحریر میں لانے ناممکن ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مجھے غلامی اور یتیم کی حالت میں قادیان کی بستی میں پہنچایا۔ لیکن حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی توجہات کریمانہ اور احسانات بے پایاں نے مجھے سب غم بھلا دیئے اور وہ اطمینان وسکون اور سہولت و آرام بخشا جو ایک بچہ کو حقیقی ماں کی گود میں بھی میسر نہیں آسکتا۔

میں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں جو حضرت ممدوحہ کے قدموں میں گذاری۔ آپ کو بہترین شفیقہ، اعلیٰ ترین اخلاق کی مالکہ ہمدرد و تقویٰ شعار اور خدا تعالیٰ کی راہ میں راستباز پایا اور آج جبکہ دنیا کی یہ محسنہ ہم سے جدا ہوگئی ہیں اپنے لمبے تجربہ کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کا نقشہ کان خُلُقُهُ الۡقُرۡآن کے الفاظ میں کھینچا تھا اسی طرح میں حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخلاق کا نقشہ کان خلقها خلق المسیح الموعود کے الفاظ میں کھینچتا ہوں۔ یعنی حضرت اُمّ المومنین نصرت جہاں بیگم کے اخلاق وہی تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق تھے۔ اور آپ کی عادات و اطوار اور سیرت و کردار وہی تھے جو مسیح پاک علیہ السلام کے تھے۔"

17 حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی درویش



حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کے متعلق اخبار بدر قادیان نے اپنی 12 جنوری 1961 کی اشاعت میں لکھا۔

''آپ آسمانِ احمدیت کے ایک درخشندہ ستارے تھے اور ان چنیدہ ہستیوں میں سے تھے جو احمدیت کے لئے قابل فخر ہیں۔ اگرچہ آپ ایک مشرک ہندو قوم میں سے آئے لیکن دین اسلام کی محبت آپ کے رگ و پے میں اس طرح رچ گئی اور آپ کا قلب صافی اسلام کے نور سے ایسا منور ہوا کہ روحانیت میں لاکھوں کروڑوں پیدائشی مسلمانوں سے کہیں آگے نکل گئے۔

باوجود بڑی بلند پایہ روحانی شخصیت کا مالک ہونے کے اور جماعت میں بڑا ہی معزز و مکرم اور قابل صد احترام گردانا جانے کے ہمیشہ ہی انکسار خاکساری اور فروتنی کو اپنا شعار بنائے رکھا اور کسی جہت سے کسی وقت بھی اپنی برتری اور فضیلت کا اظہار نہ کیا۔ نہ قولاً نہ عملاً نہ اشارۃً نہ کنایۃً۔ اگر کسی ضرورت کے پیش نظر کچھ اپنی ذات پر انعاماتِ الٰہیہ کا ذکر کیا یا کسی یتیم نے آپ کے سامنے آپ کی ان خدمات جلیلہ اور سعادتِ عظمیٰ کا تذکرہ کیا تو قرآنی الفاظ میں اپنے دلی جذباتِ شکر و امتنان کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰىنَا لِہٰذَا ۟ وَ مَا کُنَّا لِنَہۡتَدِیَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ۔

آپ بیان فرمایا کرتے تھے کہ سولہ سال کی عمر میں آ کر دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ اسی زمانہ میں آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دو کتابیں '' انوار الاسلام'' اور نشان آسمانی مطالعہ فرمائیں اور 1895ء میں قادیان آئے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ یہاں رہے آپ کے والد صاحب کو (جو گنجروڑ دتاں تحصیل شکر گڑھ کے رہنے والے اور دت موہیال کے مشہور و معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے) اس کا علم ہوا۔ آپ کو لینے کے لئے قادیان آئے چونکہ آپ سچے دل سے مسلمان ہو چکے تھے اور اب قادیان کے روحانی ماحول کو چھوڑ کر اپنے والد صاحب کے ساتھ جانا نہیں چاہتے تھے۔ ادھر اندیشہ تھا کہ واپس لے جا کر کہیں آپ کو جسمانی اذیت نہ پہنچائیں پہلے تو حضورؑ نے لے جانے کی اجازت نہ دی مگر جب انہوں نے تحریری وعدہ کیا تو حضورؑ نے اجازت دے دی۔ اور باوجود عدم رضامندی کے محض تعمیل حکم کی خاطر حضرت بھائی جی بھی واپس جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حضورؑ کے بعض صحابہ نے آپ کے متعلق ایسے ہی اندیشے کا اظہار کیا تو حضور نے فرمایا: '' ہمارا ہے تو آجائے گا''

چنانچہ واپس لے جانے کے بعد جب آپ کے والدین نے اپنی طرف سے قادیان سے ہٹانے کیلئے ہر قسم کا زور لگا لیا اور بخوبی اس بات کا مشاہدہ کر لیا کہ ان کی جمیع تدابیر آپ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش پیدا نہیں کر سکیں تو انہوں نے آپکا رستہ چھوڑ دیا اور آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں دوبارہ بہ ہزار دقت پہنچ گئے اور ایسے آئے کہ تیرہ سال حضورؑ کی صحبت میں رہ کر خدمت بجالانے کا شرف حاصل کیا۔

حضورؑ کے وصال کے بعد بھی قادیان ہی کو اپنا وطن بنایا حتیٰ کہ ملک تقسیم ہوا تو اس وقت بھی نہ چاہا کہ اس مقدس بستی کو چھوڑیں۔ مگر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ہجرت کی۔ لیکن جلد بعد حضور ہی کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے صرف چند ماہ بعد مئی 1948ء میں اپنی محبوب بستی میں واپس آئے اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جوار میں بطور درویش رہنے کی سعادت حاصل کی۔ گویا یہ دوسرا موقعہ تھا کہ آپ حالات سے مجبور ہو کر قادیان سے گئے لیکن آپ کے حق میں مسیح پاکؑ کی وہ بات پوری ہوئی کہ: '' ہمارا ہے تو آجائے گا''

زمانہ قبول اسلام سے وصال حبیبؑ تک جس طرح آپ کو تیرہ سال کا لمبا عرصہ اپنے محبوب کے قدموں میں گذارنے کی سعادت حاصل ہوئی اسی طرح ''داغ ہجرت'' کے بعد بصورت درویشی جوار حبیب میں رہنے کا موقعہ میسر آیا تو اس پر بھی جب تیرہ ہی سال کا زمانہ تمام ہوا تو پاکستان کا حالیہ آخری سفر پیش آیا۔ اس غریب الوطنی میں وہ آخری پیغام حق بھی آ گیا جس نے ظاہری حالات کے رُو سے خادم کو آقا سے کوسوں دور دکھایا مگر جس طور پر غیر معمولی حالات میں آپ کا جنازہ پہلے دار الہجرت ربوہ پھر لاہور سے ہوتا ہوا براستہ امرتسر و بٹالہ قادیان پہنچا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرقدِ مبارک سے صرف چند گز کے فاصلہ پر عین پہلو میں ہمیشہ کی خوابگاہ پائی۔ تب تیسری بار خدا تعالیٰ نے حضرت بھائی جی رضی اللہ عنہ کو قادیان پہنچا کر آپؓ کی حضرت مسیح پاک علیہ السلام سے سچی اور دلی محبت کا معجزانہ ثبوت بہم پہنچایا اور خدا کے مسیح کی آپ کے حق میں توقعات کو ایک اور ہی شان سے پورا کیا کہ: **''ہمارا ہے تو آجائے گا''**

فانی دنیا عشق و محبت کی باتیں سناتی ہے۔ ہوتی ہوں گی ان کی محبتیں اور ہوتا ہوگا ان کا عشق۔ مگر وہ آئے اور دیکھے کہ عشق حقیقی اور سچی محبت کے یہ کرشمے ہیں جو اپنے اندر وہ قوت و شوکت رکھتے ہیں جن کے سامنے اس کے عشق مجازی کے قصے کہانیاں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا حضرت بھائی جی کو تیرہ سال کا لمبا عرصہ سید نا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ 1908ء میں حضورؑ کے آخری سفر لاہور کے موقعہ پر بھی آپ کو نہ صرف رفاقت و خدمت کا شرف حاصل ہوا بلکہ حضورؑ کے وصال کے بعد جب حضورؑ کا جسدِ اطہر لاہور سے قادیان لایا گیا تو حضرت بھائی جی اس رتھ کے ساتھ ساتھ تھے جس میں حضرت ام المومنین (نور اللہ مرقدھا) سوار تھیں۔ اور عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح آج سے 53 سال پہلے آقا کا جنازہ کفن میں لپیٹ کر لایا گیا اسی طرح لاہور ہی سے ہوتا ہوا اس خادم المسیح کا جنازہ بھی کفن ہی میں لپیٹ کر لایا گیا اور اسی مقام پر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھا گیا تھا عاشق مسیح کے تابوت کو بھی نماز جنازہ کیلئے رکھا گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سید نا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم ترین صحابی ہونے کی وجہ سے حضرت بھائی جی گویا تاریخ احمدیت کی مجسم کتاب تھے۔ آپ کے سینہ میں بیسیوں روایات اور تاریخی واقعات کی مستند تفاصیل محفوظ تھیں جنہیں آخر وقت تک خوب اچھی طرح بیان فرماتے رہے اور اس امانت کو جماعت تک پہنچانے میں روحانی لذت محسوس فرماتے رہے۔ (اخبار بدر 12 جنوری 1961)

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش قادیان نے آپ کے متعلق اپنے قلبی تاثرات کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

''حضرت بھائی جیؓ اس گلدستہ کا ایک پھول ہی نہ تھے بلکہ بجائے خود ایک گلدستہ تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک گلستان تھے۔ ایسا گلستان جو خزاں نا آشنا ہو جو سدا بہار ہو۔ اور جس میں سے ہزار پھول چن کر سینکڑوں گلدستے تیار کئے جاتے ہوں۔ ایسے گلدستے جو اپنے رنگ و بو سے مشامِ جاں کو معطر کرتے ہوں۔ میں کوئی سوانح نگاری نہیں کر رہا اور نہ ہی میرا موضوع سیرۃ ہے۔ بلکہ میرا قلم تو درویش برادری کے ان محترم اراکین کی یاد میں چند آنسو حوالہ قرطاس کر رہا ہے جو اب ہم میں موجود نہیں ہیں۔ اور جن کے ہیولے حافظے کے پردے پر کبھی کبھی اچانک آکر یادوں میں ایک المناک ارتعاش پیدا کر جاتے ہیں اور ہم مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ کی خوش بختی پر رشک کرنے لگتے ہیں اور مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ کی کشتی کے بسلامت کنارے پر لگنے کے لئے دُعائیں کرتے ہیں۔

حضرت بھائی جیؓ اپنی ذات میں ایک شگفتہ چمن تھے اور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مقدس یادگار تھے۔ مامورِ زمانہ کا صحابی ہونا ایک بہت بڑا شرف ہے جو رُوحانی دُنیا میں ہمیشہ عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھا گیا اور دیکھا جاتا رہے گا۔ لیکن آپؓ کو ایک اور بہت بڑا شرف حاصل تھا کہ آپؓ نے ایک لمبا عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں رہ کر گزارا اور سفر و حضر میں حضورؑ کی معیت میں رہ کر بیشمار برکتیں حاصل کیں اور اس بابرکت صحبت کے مصقل سے اپنی روحانیت کو اس طرح صیقل کیا کہ آخری دم تک اس کی چمک و دمک نہ صرف قائم رہی بلکہ ہم جیسے کمزوروں کیلئے مشعلِ راہ رہی۔

اپنا اپنا ذوق ہوتا ہے اور اپنی اپنی نظر۔ مجھے حضرت بھائی جی کی زندگی کے مطالعہ میں جو چیز سب سے زیادہ عجیب نظر آئی اور جس چیز نے مجھے ایک روحانی اہتزاز بخشا وہ یہ ہے کہ آپؓ جس وقت پہلی بار قادیان تشریف لائے آپ کی عمر پندرہ سولہ سال کی تھی۔ یہ وہ عمر ہوتی ہے جب انسان طبعاً گرمجوش ہوتا ہے۔ جوانی کی اُمنگیں اپنے شباب پر ہوتی ہیں اور مستقبل کیلئے خواہشات و عزائم کا ایک لامتناہی سلسلہ خیالات و جذبات کے سمندر میں موجزن ہوتا ہے اور انسان گویا خیالی پر لگا کر فضاؤں میں پرواز کرتا ہے یہ وہ عمر ہوتی ہے کہ توسن شباب بے لگام ہوتا ہے اور مختلف قسم کی بیشمار لغزشیں اس کی مخمور آنکھوں کے سامنے ہم رنگ زمین دام بچھاتی ہیں۔

پھر اگر کوئی نوجوان ایسا ہو جس نے اسلامی ماحول میں پرورش پائی ہو اور اس کے تمام متعلقین مذہب کے سختی سے پابند ہوں اور وہ نیکی کی طرف مائل ہو جائے تو جائے تعجب نہیں۔ لیکن یہاں معاملہ بڑا ہی عجیب و غریب ہے۔ ایک ایسا نوجوان جس کا کنبہ غیر مسلم ہے۔ اسلام کی شمع سینے میں روشن کئے گھر سے نکلتا ہے۔ مہر پدری کی سلاسل کو توڑ کر مامتائے مادری کی مقناطیسی کشش سے دامن بچا کر اپنے بھائیوں و بہنوں کی محبت کو قربان گاہ عشق حقیقی پر قربان کر کے اپنوں اور بیگانوں کی نظروں سے بچتا ہوا اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا رواں دواں ہے۔ کوہ سینا بر نگ قادیان اس کی منزل گاہ

ہے اور وہ افتاں وخیزاں وہاں پہنچتا ہے۔ جہاں دُور سے لمعاتِ نور آسمانی کی لرزاں جھلک اس کی فکر ونظر کو خیرہ کر رہی تھی۔
میں بھیگتی ہوئی شباب کی ڈیوڑھی میں قدم رکھتی ہوئی لیکن شباب کی مادی اُمنگوں سے یکسر تہی۔ ایک سعید رُوح اپنے تمام دنیوی رشتوں سے منہ موڑ کر آستانہ اُلوہیت پر جبیہ سائی کیلئے قادیان پہنچتی ہے۔ اور بس یہیں کی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے اُس مقامِ ارفع پر جا پہنچتی ہے جو قابل رشک بھی ہے اور ایمان افروز بھی اور یوں مہتہ ہر یشچندر اپنی فطری سعادت سے فضل خداوندی کو جذب کر کے حضرت بھائی عبد الرحمن قادیانی بنتا ہے۔ اور مامورِ زمانہ کا جلیل القدر صحابی ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ اور اس انعام الٰہی کا بڑے عجز و انکسار کے ساتھ یوں اعتراف کرتا ہے۔

”مجھے بچپنے ہی میں اللہ کریم نے کفر سے نکال کر دولت ایمان عطا فرمائی اور میری خوش بختی کو اپنے فضل سے یوں چار چاند لگا دیئے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں لا ڈالا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو میں نے حضور پر نور ہی کی صحبت میں سیکھا اور یہ اللہ کریم کا فضل تھا کہ اس طرح مجھے اسمی و رسمی اسلام کی بجائے حقیقی اور صحیح اسلام کی نعمت میسر آئی“۔ (مسل وصیت حضرت بھائی جیؓ صفحہ 70)

ایسی سعید رُوح ہو اور دل کی گہرائیوں میں آستانہ الوہیت پر سجدہ ریز ہونے کی تڑپ لے کر مامورِ زمانہ کے قدموں میں پہنچی ہو تو اس کے عبد حقیقی ہونے میں کیا کلام ہے چنانچہ اس کے اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک لفظ پر اس کی تصویر کھینچ دی۔ یعنی ”عبد الرحمن“ اور اس طرح رحمن کا یہ عبد مسیحائے زمان کے دروازے پر خادم بن کر بیٹھ گیا اور اسی خدمت کا صلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ ملا کہ وہ خود مخدوم بن گیا وہ جس راہ سے گزرتا تھا عقیدت مند آنکھیں بچھاتے تھے۔ آپؓ اپنے نام کے متعلق فرماتے ہیں۔

”عبد الرحمن میرا اسلامی نام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی زبانِ مبارک سے رکھا ہوا نام ہے جو حضور پر نور نے مسجد مبارک کے وسطی حصہ میں بیٹھے ہوئے 12-1311 ہجری المقدس کو تجویز فرمایا تھا جبکہ اللہ کریم نے مجھے حضور کے دستِ مبارک پر خلعتِ اسلام اور سعادت بیعت سے نوازا اور سرفراز فرمایا تھا۔“ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جوہر قابل کو نوازتا ہے اور خاک نشینوں کو ساکنانِ عرش کی نشینی بخشتا ہے۔ چنانچہ حضرت بھائی جی کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر نوازا کہ آپؓ کا نام 313 صحابہ کرام کی فہرست میں ہے اور ضمیمہ انجام آتھم میں سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے آپؓ کا نام درج فرمایا ہے۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

”ضمیمہ انجام آتھم میں حضور پر نور نے جو فہرست 313 خدام کی شائع فرمائی اس کے 101 نمبر پر مجھ ناکارہ کا نام درج ہے“ (بحوالہ مذکور)

حضرت بھائی جیؓ کو یہ شرف اور امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپؓ تیرہ سال کا لمبا عرصہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں اور حضورؑ کے سفر و حضر میں ساتھ رہے۔ چنانچہ حضورؑ کے آخری سفر لاہور میں بھی ساتھ تھے اور حضورؑ کے وصال پر غسل اور کفن و دفن میں بھی حصہ لیا اور اس کے بعد اپنی ساری عمر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں گزاری۔

حضرت بھائی جیؓ کی ذاتِ گرامی میں ایک بڑی پیاری، بڑی قابل رشک اور بڑی قابل تقلید بات یہ بھی نظر آتی ہے کہ آپ کو خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام مقدس افراد کے ساتھ بلا لحاظ عمر بیحد محبت اور عقیدت تھی۔ یوں تو تقسیم ملک سے قبل بھی ہمیں اس چیز کا علم تھا لیکن زمانہ درویشی میں جب ہم نے بہت ہی قریب سے یہ نظارے دیکھے تو حقیقت یہ ہے کہ خاندان مقدس کے افراد سے محبت کرنا ہمیں بھی آ گیا عجیب نظارہ ہوتا تھا وہ جب حضرت بھائی جیؓ کو حضرت مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کا سامنا ہوجاتا۔ پس دیکھتے ہی چہرے پر ایک سنجیدگی ایک احترام، ایک عقیدت نمایاں ہو جاتی اور مجسم عجز و انکسار بن کر کھڑے ہوجاتے اور جھک کر دست بوسی کرتے اور جب سر اُٹھاتے تو آنکھوں میں نمی کی ایک چمک ہوتی غالباً ان کی غمناک نگاہیں قابل احترام پوتے کے چہرے میں اس کے مقدس داداؑ کا تصور لئے ہوتی تھیں۔

مسیحائے زماں کے در کی دربانی کا ذکر جب وہ بڑی رقت کے ساتھ گلوگیر آواز میں کرتے تو آنسو پپوٹوں کی چلمنوں میں سے جھانکتے رہتے۔ اور سننے والے اور سمجھنے والے سمجھ جاتے کہ آپ کا جسم تو اس وقت ہماری مجلس میں ہے لیکن رُوح ماضی کی طرف پرواز کناں ہے۔ اور مسیحائے زماں کی مجلس وصحبت کو تلاش کر رہی ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے آپ اپنی چٹھی بنام سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ (پہلی بار قادیان آنے سے قبل)

”اُن دنوں میں اس خیال میں تھا کہ قادیان جا کر اظہار اسلام کروں۔ اور اُن فقیر و بزرگ (حضرت مسیح موعودؑ ناقل) کے سامنے نذر رو نیاز پیش کر کے

اپس چلا آؤں گا۔ مگر جب اللہ کریم نے اس نورانی چہرہ اور صاحب نور نبوت و رسالت کے قدموں میں لاڈالا، صبح کی سیر، شام کا دربار اور ظہر و عصر کی مجلس وصحبت میسر آئی تو وہ پہلا خیال دِل سے ڈھل گیا اور میں دُنیا جہان سے بے نیاز ہو کر اسی در کا ہو گیا۔ دُھونی رما کر بیٹھا اور خدا نے ایسا فضل فرمایا کہ اس در کی گدائی دُنیا جہان کی دولت و ثروت سے ہزار گنا بہتر نظر آئی اور خدا کا فضل ہوا کہ آخر میں اسی در کا ہو گیا۔ یہیں پرورش پائی اور اسی دروازہ سے اسلام سیکھا اور دولتِ ایمان پائی۔ فالحمد للہ ‘‘۔

بہر حال حضرت بھائی جیؓ نے اپنی عمر عزیز کے 65 سال حقیقتاً اسی در کی دربانی میں گزار دیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو نوازا اور دین و دُنیا میں سرفراز کر دیا۔ اولاد بھی دی اور جائیداد بھی۔ اور پھر ایک سعادت یہ بھی بخشی کہ زمانۂ درویشی میں بھی قادیان میں رہ کر خدماتِ سلسلہ بجالانے کی توفیق آپ کو ملی۔ آپ صدر انجمن احمدیہ، صدر انجمن تحریک جدید اور مجلس کارپرداز مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ کے ممبر کی حیثیت سے اپنے مفید اور بزرگانہ مشوروں سے ان مجالس کو مستفید فرماتے رہے۔ حضرت بھائی جیؓ کی ذاتِ گرامی سے ہم تمام درویشوں کو ایک بہت بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ ذِکرِ حبیبؑ کی مجلسیں جمی رہتی تھیں اور ذِکرِ حبیبؑ ہو اور ذاکر حضرت بھائی جیؓ ہوں تو وہ تذکرہ کتنا روحانیت افروز ہوتا ہوگا اس کی کیفیت وہی لوگ جانتے ہیں جنہوں نے ایسے تذکرے سُنے ہیں اور پھر عجیب بات ہے کہ حضرت بھائی جی بتقاضائے عمر ماضی قریب کی بعض باتیں تو بھول جاتے تھے لیکن زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں آپ کو خوب یاد ہوتی تھیں گویا یہ چیز اُن کا جزو زندگی بن گئی تھی۔

ایسے تذکروں میں ایک خاص بات یہ تھی کہ مثلاً حضرت بھائی جی مسجد مبارک کے اندر بیٹھے کوئی ذکر فرما رہے ہیں اور ذکر بیت الدعا یا کمرہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا سے تعلق رکھتا ہے تو وہ بے اختیار اُٹھ کھڑے ہوتے اور سننے والوں کو اپنے ساتھ لے جا کر وہ مقام دکھاتے۔ یہی وہ وقت ہوتا تھا کہ حضرت بھائی جیؓ کا چہرہ ایک خاص کیفیت کا حامل ہوتا تھا۔ رندھا ہوا گلا، رقیق آواز اور آنسوؤں کو روکتے ہوئے جب آپ رک رُک کر فرماتے ’’ بس یہی جگہ تھی ‘‘ تو سامعین بھی ایک لمحہ بھر کے لئے تصور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سجی ہوئی محفل دیکھ لیتے۔ لیکن اس پر بس نہ تھی۔ میں سمجھتا ہوں قادیان کا شاید ہی کوئی درویش ایسا ہوگا جسے آپ نے تمام مقاماتِ مقدسہ ساتھ جا کر اُن کی پوری کیفیت کے ساتھ نہ دکھائے ہوں زمانہ درویشی میں ایک لمبے عرصہ تک آپؓ کا قیام حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے کمرہ متصل بیت الدعاء میں رہا اور ہم سب درویش وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ذکرِ حبیب سنتے یا دُعا کیلئے عرض کرتے۔

ایک اور بات جو آپؓ سے خاص تھی وہ یہ تھی کہ تقسیم ملک سے قبل بھی اور بعد میں زمانہ درویشی میں بھی آپ نے نمازیں بیشتر و اکثر طور پر مسجد مبارک میں ادا کیں اور وہ خاص بات یہ تھی کہ آپ مسجد مبارک کے پرانے حصہ میں بیٹھتے اور وہیں نماز ادا فرماتے۔ گویا آپ تقاضائے عشق و محبت کے تحت مسجد مبارک کا وہ حصہ بیٹھنے اور نماز پڑھنے کے لئے منتخب کرتے جہاں مسیحائے زماں نے نمازیں ادا فرمائیں اور مقدس مجالس جمتی رہیں۔

محبت بھی عجیب چیز ہے جو نئے نئے راستوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور اپنے معمول کو سکھاتی ہے کہ یہ بھی ایک طریق ہے۔ عشق مجازی میں بھی یہ چیز عام ہے کہ محبوب جن راستوں پر سے کبھی گزرا ہو محب وہاں نقشِ قدم تلاش کرتے پھرتے ہیں اور خاک راہ کو سُرمہ چشم بناتے ہیں۔ لیکن یہاں تو عشق حقیقی کارفرما تھا اور عشق بھی اللہ تعالیٰ سے اور مسیحائے زماں سے۔ زمانہ درویشی میں جب داغِ ہجرت نے دلوں پر چرکے لگائے اور خاندانِ مقدس کے افراد ہجرت فرما گئے تو رمز کی بات جاننے والے جان سکتے ہیں کہ حضرت بھائی جیؓ نے ایک طرف یہ غم غلط کرنے کیلئے اور دوسری طرف اپنے محبوب مطاع کے سفرِ آخرت کے نقوشِ قدم تلاش کرنے کیلئے جنازہ گاہ کا رُخ کیا۔

’’جنازہ گاہ ‘‘ کیا ہے محبت وعمل کی ایک یادگار ہے۔ محبت کا ایک سبق اور عمل کی ایک دعوت۔ اس کا نقشہ کس طرح کھینچوں کہ دامانِ علم تہی ہے۔ ایک ستر سالہ سفید ریش جو عزم جوانانہ ہر صبح کچھ ہتھیاروں سے لیس ہو کر دار المسیح سے نکلتا ہے اور لمبا عصا ٹیکتے ہوئے دھیمے دھیمے قدم اُٹھاتا باغ بہشتی مقبرہ میں پہنچتا اور گھنٹوں کام میں مصروف رہتا ہے۔ وہ ہتھیار کیا تھے۔ ایک بالٹی، ایک کھرپا، ایک جھاڑو، ایک پیری اور عزم جواں۔ ستر بہتر سال عمر ہو اور پیری کا بوجھ کمر کو متاثر کر رہا ہو تو آخر وہ کیا چیز ہو سکتی ہے جو عزم کو جوانی اور توانائی بخشے؟ وہ صرف عشق ہے اور عشق ہی وہ ناقابل شکست جذبہ ہے جو ایسے کام کرا جاتا ہے کہ عقل کی قوتِ رسائی کے وہاں پر جل جاتے ہیں۔ حضرت بھائی جیؓ اُس وقت پورے ستر سال کے تھے جب انہوں نے جنازہ گاہ کو تشکیل دینی شروع کی۔ اپنے بوڑھے اور کمزور ہاتھوں سے کھرپا چلا چلا کر صفائی کرتے جھاڑو دیتے اور بالٹی میں مٹی دُور سے لا کر بھرتی ڈالتے اور

علی الصبح کام شروع کر کے ظہر کے وقت ختم کرتے اور اس طرح اپنے تصورِ محبت کو اس جنازہ گاہ میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضورؑ کا جسدِ اطہر لاہور سے لا کر رکھا گیا تھا تھپکیاں دے دے کر بہلاتے۔ یہ وہ جذبہ عشق تھا۔ ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ آپ کے دِل میں ایک تڑپ تھی ایک کسک تھی اور ایک ٹیس رہ رہ کر اُٹھتی تھی کہ کب وہ وقت آئے کہ وہ بھی اسی راہ سے گزریں جس سے آپ کا محبوب، لاکھوں انسانوں کا محبوب امام اور آنے والے زمانے کے اربوں انسانوں کا محبوب پیشوا اپنے وصال کے بعد گزرا تھا اور ایک غلام کی حیثیت سے اپنے آقا حضرت خاتم النبیّین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شمع لاکھوں دلوں میں پھر سے روشن کر گیا تھا۔

بہر حال بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کے اندر ایک گول دائرہ کی شکل میں بنی ہوئی جنازہ گاہ حضرت بھائی جیؓ کے عزم جواں ہمتی اور محبت وعمل کی ایک یادگار ہے جو اب مستقل صورت میں موجود ہے اور انشاء اللہ تاریخ احمدیت میں اسے ایک اہمیت حاصل رہے گی۔ کیونکہ یہ صرف جنازہ گاہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک نشان ہے اس کٹھن منزل کا جسے خلقت کی رہبری میں قطع کیا جا سکتا ہے۔ اسی گول دائرے کے اندر جہاں یہ نشاندہی حضرت بھائی جیؓ نے کر دی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسدِ اطہر فلاں جگہ رکھا گیا تھا وہاں آم کے چھ درختوں پر نشانات لگا کر یہ نشاندہی بھی کر دی ہے کہ خلافت اولیٰ کی بیعت فلاں جگہ ہوئی تھی گویا اسی دائرہ کے اندر وہ مقام ہے جہاں نبوت، خلافت سے معانقہ کر کے اور جماعت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے کر رخصت ہو رہی ہے۔

نبوت اور خلافت کی یہ یکجائی بھی بڑا عجیب منظر پیش کرتی ہے۔ کاش! یہ منظر ہمارے ان احمدی کہلانے والے بھائیوں کو بھی یاد ہو جو بعض غلط فہمیوں کا شکار ہو کر ہم سے بچھڑ گئے اور ہم سے بچھڑ جاتے تو کوئی بات نہ تھی وہ اپنے مرکز سے دور ہو گئے۔ اے کاش! وہ لوٹ آئیں کہ ابھی شام نہیں ہوئی۔ وہ ہمیں کچھ بھی کہیں لیکن ہم ایک محبت کے ساتھ ان کا انتظار کر رہے ہیں کیونکہ

آخر کنند دعوئے حبِ پیمبرم

ہمارے واجب الاحترام بزرگ حضرت بھائی جیؓ دسمبر 60 میں جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لئے پاکستان تشریف لے گئے اور جلسہ ربوہ کے بعد کراچی جاتے ہوئے بحالتِ سفر ٹرین میں ہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپؓ کی وفات اور آپ کی نعش کے قادیان لائے جانے کے ایمان افروز حالات بدر 12.1.61 میں بڑی تفصیل کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں لیکن یہاں میں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا جذبۂ عشق و وفا ہی تھا جو نہایت غیر معمولی اور مایوس کن حالات میں آپ کی نعش کو قادیان پہنچانے کا باعث ہوا۔ اور پھر عشق کی کامرانی دیکھئے کہ وہ نعش لاہور سے ہوتی ہوئی قریباً انہی راستوں سے گزر کر قادیان پہنچی۔ (بالخصوص بٹالہ سے قادیان تک) جن راستوں سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا جسد اطہر لایا گیا تھا۔ 6 جنوری 61 کو جب آپ کی وفات کی افسوس ناک اطلاع تار کے ذریعہ سے قادیان پہنچی تو یہاں کا ہر شخص ایک طرف افسوس اور غم میں ڈوب گیا اور دوسری طرف یہ صدمہ بہت بھاری محسوس ہو رہا تھا کہ ہمارے بھائی جی اپنی ساری عمر قادیان کی خدمت میں گزار ایک دوسرے ملک میں فوت ہوئے جہاں سے اب نعش کے لائے جانے کا بظاہر جلد کوئی امکان نہیں۔

لیکن جب اگلے روز یہ اطلاع پہنچی کہ بھائی جیؓ کی نعش لائی جا رہی ہے تو ہمارا صدمہ کم ہو گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ نعش ٹرک کے ذریعہ رات کے قریباً نو بجے قادیان پہنچ گئی اور اگلے روز اسی جنازہ گاہ میں نمازِ جنازہ ادا کر کے حضرت بھائی جی کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 2 میں (جو مزار مبارک کی چار دیواری سے متصل جانب غرب ہے) اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا گیا۔

جب آپؓ کا تابوت قبر میں اتارا جا رہا تھا تو وہ منظر بھی بڑا عجیب تھا ہر درویش ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا اور آپ کی بلندی درجات کیلئے دُعائیں کر رہا تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ قادیان کے تمام درویشوں کا کوئی نہایت قریبی عزیز فوت ہو گیا ہے۔ اور یہ بات تھی بھی ٹھیک کیونکہ آپ تمام درویشوں کے بزرگ ہی نہ تھے بلکہ سب کے خیر خواہ اور ہمدرد بھی تھے۔ یہی وہ الوداعی منظر تھا، یہی وہ آنسوؤں کی لڑیاں تھیں، یہی وہ عقیدت و محبت کے پھول تھے جنہیں دیکھ کر حضرت بھائی جیؓ کے بڑے فرزند محترم مہتہ عبد القادر صاحب نے فرمایا تھا کہ

”آج درویشوں نے ہمارے ابا جی کی تدفین کے موقعہ پر محبت کا جو اظہار آنسوؤں کی زبان میں کیا ہے اس سے ہمارا صدمہ بہت کم ہو گیا ہے اور ہم بڑے تعجب کے ساتھ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ درویش برادری ایک انوکھی برادری ہے“

اللہ تعالیٰ حضرت بھائی جیؓ کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ (بدر 4اکتوبر 1962)

حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی صحابی درویش ایک باکمال مصنف بھی تھے آپ کے تین مضامین،1۔جلسہ اعظم مذاہب لیکچر اسلامی اصول کی فلاسفی 1896،2ء عید قربان 1900ء خطبہ الہامیہ،3۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا آخری سفرلاہور اور حضور پر نور کا وصال، سیرت المہدی جلد دوئم ایڈیشن 2008ء میں آخر پر درج کئے گئے ہیں۔ اسی طرح اخبار بدر میں بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ آخر الذکر مضمون کا وہ حصہ جس میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی مبشر اولاد سے اپنی محبت اور وفا کا اظہار فرمایا قارئین کیلئے پیش ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

’’خدا کے نبی اور رسول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری ہی اولاد موعود و محمود، بشیر و شریف اور خدا کی بشارتوں کے ماتحت یقیناً یقیناً ذریت طیبہ، مظاہر الٰہی اور شعائر اللہ ہیں۔ ایک کو موعود بنا کر مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلٰى کا خطاب دیا تو دوسرے کو قمر الانبیاء بنا کر دُنیا جہاں کی راہ نمائی کا موجب بنایا اور تیسرے کو بادشاہ کے لقب سے ملقب فرما کر عزت و عظمت اور جاہ و حشمت کے وعدے دیئے۔ اَلَا وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ پس مقام او مبیں از راہِ تحقیر بدورانش رسولاں ناز کردند

اگر شومئ قسمت اور شامت اعمال کسی کو ان کاملین کی غلامی کی سعادت سے محروم رکھتی ہے، اگر نہاں در نہاں بد اعمالیاں اور معاصی کسی کو ان مقدسین پر عقیدت و نیاز مندی کے پھول نچھاور کرنے سے روکتے ہیں اور ان سے محبت و اخلاص کیلئے انشراح نہیں ہونے دیتے تو بے ادبی و گستاخی کی لعنت میں مبتلا ہونے سے تو پرہیز کرو اور بدگمانی و بدظنی اور اعتراض و طعن کی عادت سے تو بچو، ورنہ یاد رکھو کہ اگر اس قسم کی آگ اپنے اندر جمع کرو گے، زبان پر لاؤ گے تو آخر ’’ آگ کھائے تے انگارا گلے ‘‘ کے مصداق بننا پڑے گا۔ خدا کے غضب کی آگ اور اس کی غیرت کی نار بھڑکے گی جس سے بچ جانا پھر آسان نہ ہوگا‘‘۔ (سیرت المہدی حصہ دوم ایڈیشن 2008 صفحہ 427)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ۔

مزار

حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانیؓ۔ وصیت نمبر 1491 تاریخ وفات 6.1.61 عمر 85 سال

حضرت بھائی صاحب نے 1895ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ نہایت مخلص اور محبت کرنے والے فدائی بزرگ تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے آخری سفر لاہور میں حضور کے ساتھ رہے اور حضور علیہ السلام کے غسل و کفن و تدفین میں حصہ لینے کی سعادت پائی۔ اور عمر کا آخری حصہ قادیان کی درویشی زندگی میں گذرا۔ بتاریخ چھ جنوری 1961 سفر کی حالت میں قریباً 85 سال کی عمر میں وفات پائی اور جنازہ ربوہ سے قادیان پہنچایا گیا۔ حضرت بھائی جی صاحبؓ کی خواہش تھی کہ ان کی قبر پر یہ الفاظ لکھے جائیں کہ :

’’غلام و خادم سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و خاندان اقدس۔‘‘ ۔ خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ۔

18 حضرت باباشیر محمد صاحبؓ درویش

محترم چودھری فیض احمد صاحب آپ کے متعلق اخبار بدر 6 دسمبر 1962 میں لکھتے ہیں۔

’’حضرت باباشیر محمد صاحب ولد دتہ خان صاحب بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور قادیان کے محلہ دار العلوم میں اُن کا اپنا مکان تھا۔ تقسیم ملک کے وقت پاکستان چلے گئے تھے لیکن حضور انور کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مئی 1948 میں قادیان تشریف لائے... کافی معمر ہونے کے باوجود نمازوں کیلئے باقاعدہ مسجد میں تشریف لاتے۔ قد لمبا اور دیہاتی سادگی کا مجسمہ تھے۔ سو سال کی عمر میں 17 اگست 1949ء کو وفات پائی اور قطعہ صحابہ نمبر 8 میں سپرد خدا کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔‘‘ (بدر 6دسمبر 1962)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مکرم باباشیر محمد صاحب صحابی درویش ولد دتے خان صاحب قادیان۔ تاریخ وفات 17.8.49 عمر 110 وصیت نمبر 3271۔

19 حضرت چوہدری فیض احمد صاحب ؓ گجراتی درویش

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم نے آپ کے متعلق اخبار بدر 6دسمبر 1962 کی اشاعت میں لکھا۔ ’’ایک اور دیوانہ دیکھئے، جس نے براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دیوانگی کا درس لیا تھا۔

وہ دیوانگی جس پر لاکھوں فرزانگیاں قربان ہوں۔ یہ حضرت بابا سلطان احمد صاحب ؓ ہیں جنہیں حضور ؑ کا صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ کیسے گراں قدر لوگ تھے یہ جو اپنوں اور بیگانوں کی بھڑ کائی ہوئی مخالفت کی آگ میں کود گئے۔ رشتہ دار چھوڑے، گھر بار چھوڑے، جائدادیں تج دیں اور مستانہ وار اسلام کی سربلندی کا ناقابل شکست عزم دلوں میں لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس ہاتھ پر جمع ہو گئے اور اپنے خون سے، اپنے جذبات کے خون سے، اپنی اولادوں اور رشتہ داروں کی محبت کے خون سے احمدیت کی بنیادیں استوار کیں اور اپنے اپنے رنگ میں قربانی، ایثار اور ثباتِ قدم کا وہ نمونہ دکھایا کہ اسی کی روشنی میں آج بھی ہم خدا کے فضل سے آگے بڑھے چلے جا رہے ہیں، وہ دُور آگے، بہت آگے ہمیں کچھ روشنیاں نظر آ رہی ہیں۔ وہ ایک قافلہ بڑھے چلا جا رہا ہے نشانِ منزل چھوڑتا، کانٹوں کو راستے سے ہٹاتا، یہ صحابہ ؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قافلہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک نشانِ راہ ہے۔ ہر ایک سنگ میل ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں ایک روشن چراغ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں ان لوگوں پر جنہوں نے احمدیت اور اسلام کی بقا اور احیا کیلئے بڑے بڑے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور نہایت تلخ جرعات حلق سے اُتار کر بھی انہیں عسل مصفی کے گھونٹ سمجھا۔

1948ء میں جب مسجد مبارک میں درویش صحابہ کرام کی مجالس ذکر منعقد ہونے لگیں اور ذکر حبیب کا محبوب و منتخب موضوع ہم خاکساروں کے ایمانوں کو جلائیں بخشنے لگا تو صحابہ کرام اپنے اپنے قبول احمدیت کے واقعات یا جری اللہ فی حلل الانبیاء کی پاک صحبتوں کے حالات سنایا کرتے تھے اور خاکسار وہ کارروائی نوٹ کیا کرتا تھا۔ آخر باری ایک سادہ لوح بزرگ کی آئی یعنی حضرت بابا سلطان احمد صاحب جو ایک معمولی خواندہ تہ بند پوش دیہاتی وضع کے بزرگ تھے۔ جب وہ ذِکر حبیب پر بولنے کیلئے اُٹھے تو میں سوچنے لگا کہ باباجی ؓ جو کم تعلیم یافتہ بھی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت بھی کم عرصہ اُٹھائی ہے کس قسم کے واقعات سنائیں گے۔ حضرت باباجی ؓ نے اپنے قبول احمدیت کا واقعہ سُنایا جو اس وقت ذہن میں مستحضر نہیں۔ لیکن دوسری بات اپنے انوکھے پن کی وجہ سے یاد رہ گئی۔ یہ انوکھی بات اُن کی ایک لطیف اُپج تھی اور نرالا طریقہ تبلیغ تھا۔ کسی اور صحابی کے متعلق ذکر آتا ہے کہ وہ بالکل ان پڑھ تھے اور تانگہ بان تھے وہ مرکز سے اخبار باقاعدہ منگایا کرتے تھے اور ان کے تانگہ میں جو لوگ سوار ہوا کرتے تھے اُن سے پڑھوا کر سنتے تھے جس سے تبلیغ کا فرض بھی ادا ہو جاتا تھا۔ اور ان کا اپنا علم بھی بڑھتا تھا۔ بہر حال ایک جذبہ عشق و صدق وخلوص نے اُن سے یہ ایجاد کروائی تھی۔ مگر

ہر گُلے را رنگ و بُوئے دیگر است

میں جس پھول کا ذکر کر رہا ہوں اُس نے بھی اپنی خوشبو پھیلانے کیلئے عجیب طریق اختیار کیا تھا۔ حیرت آتی ہے کہ یہ کس قسم کے عشق و محبت کے قلزم میں ڈوبے ہوئے لوگ تھے۔ انہوں نے ایک جلوہ طور دیکھا اور پھر لوگوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر انہیں سر طور لے گئے۔ آج تو احمدیت قبول کرنا گویا بالکل ’’کھیر‘‘ ہے آج تو خدا کے فضل سے بڑی آسانیاں ہیں لیکن اُس زمانہ میں یہ کام کوہ کندن تھا اور پھر احمدیت کی تبلیغ کرنا تو بڑے ہی دِل گردے کا کام تھا۔ لیکن عشق تو ہر دور میں بے دھڑک آتشِ نمرود میں کود جایا کرتا ہے چنانچہ حضرت بابا سلطان احمد صاحب نے سُنایا کہ میں جن ایام میں احمدیت میں داخل ہوا تھا مخالفتوں کے طوفان شباب پر تھے میں بہت معمولی پڑھا لکھا تھا اور ایسی شخصیت اور حیثیت بھی نہ رکھتا تھا کہ کوئی مجلس منعقد کر کے تقریر کر سکتا۔ لیکن میرے دل میں ایک تڑپ تھی کہ وہ شعلہ طُور جو میں نے قادیان کے فرازوں پر دیکھا ہے وہ دوسروں کو بھی دکھاؤں۔ لیکن یہ سمجھ نہ آتی تھی کہ کیسے؟ اور کس طرح اپنی نگاہوں میں بسے ہوئے ان لمعاتِ نور کو دوسروں کی نگاہوں میں منتقل کروں۔ میں سوچتا رہتا اور سوچتا رہتا۔

آخر ایک ترکیب میرے ذہن میں آ ہی گئی۔ میں نے آواز اچھی پائی تھی اور ’’ہیر وارث شاہ‘‘ بڑی خوش الحانی سے پڑھ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے یہ طریق اختیار کیا کہ مختلف دیہات میں چلا جاتا اور کسی بارونق مقام پر کھڑے ہو کر اکیلے ہی ہیر پڑھنا شروع کر دیتا۔ میری آواز سن کر لوگ جمع ہونے لگتے۔ اور جب کافی مجمع جمع ہو جاتا تو میں ہیر پڑھنا بند کر دیتا۔ اور لوگوں سے کہتا دیکھو بھائیو! وہ مہدی جس کا مدت سے انتظار تھا قادیان میں نازل ہو چکا ہے جاؤ اور جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ چنانچہ یہ طریق بڑا کامیاب رہا۔ اور خدا کے فضل سے میں نے بہت لوگوں تک پیغام حق پہنچایا۔

آپؓ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا اور بات کرنے کا ڈھنگ بھی آتا تھا اس بڑھاپے میں بھی جبکہ آپؓ کی عمر 80 سال کی ہو چکی تھی اور آپؓ اکثر بیمار بھی رہتے تھے، اپنی خدمات آنریری طور پر نظارت دعوۃ تبلیغ کے سپرد کیں اور کچھ عرصہ تک گورداسپور اور جالندھر وغیرہ اضلاع میں جاکر تبلیغ کرتے رہے۔

آپؓ نواں پنڈ بہادر ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد درویشی کی سعادت پائی۔ صحابی تو پہلے ہی تھے نور علیٰ نور ہو گئے۔ قد میانہ تھا، باریک نقوش تھے، بات چیت کا اسلوب زوردار اور دلپذیر ہوتا تھا۔ 84 سال کی عمر میں 12 مارچ 1958ء کو وفات پاکر بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم کے ایک فرزند مکرم چودھری عزیز احمد صاحب ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کے کارکن ہیں۔"

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 27/20 مارچ 1958 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دو صحابہ کی وفات

20 حضرت چودھری سلطان احمد صاحبؓ درویش



قادیان 13 مارچ۔ آج شام قریباً چھ بجے مکرم چودھری سلطان احمد صاحبؓ درویش بعمر قریباً 83 سال قادیان میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اور مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ آپ کو تقسیم ملک کے بعد مجبوری حالات ہجرت کرنی پڑی تھی لیکن آپ جلد بعد ہی مئی 1948 میں دیار محبوب میں ڈیرہ لگانے کیلئے واپس تشریف لے آئے اور درجاناں پر ہی اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بڑھاپے میں ہر ایک شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اولاد کے پاس رہ کر ان کی خدمت سے فائدہ اُٹھائے۔ اس عمر میں دو تین سال سے آپ بہت کمزور چلے آتے تھے اور اکثر بیمار ہی رہتے تھے۔ باوجود توجہ دلانے کے کہ اپنے بچوں کے پاس پاکستان کچھ عرصہ گذار آئیں ہمیشہ انکار کرتے تھے۔ ایک دوبار آپ کے بیٹے مکرم منشی عزیز احمد صاحب (کارکن امانت ربوہ) خود لینے کیلئے آئے اور اصرار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ایسے سن رسیدہ اصحاب کی بہت بڑی قربانی ہے کہ اس عمر میں جذبۂ آبادی قادیان کی خاطر تمام تکالیف صبر و رضا سے برداشت کرتے ہیں۔ مرحوم کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا اور تبلیغ کے لئے علاقہ میں چلے جاتے تھے۔ آپ بیان کرتے تھے 1893 میں آپ نے بیعت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ کے نیک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔"

نوٹ: اس اعلان میں دوسرے صحابی حضرت شیخ محمد حسین صاحب قانون گو پینشنر (والد مکرم شیخ عبد الحمید عاجز صاحب درویش مرحوم) تھے چونکہ آپ درویش نہیں تھے اس لئے آپ کا سوانحی خاکہ پیش نہیں کیا جارہا۔ ناقل)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مکرم میاں سلطان احمد صاحب صحابیؓ درویش نواں پنڈ بہادر خادم مسجد دار الانوار قادیان۔ 11 مئی 1948ء کو حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ ناقل) کی تحریک پر واپس قادیان آئے اور درویشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شامل ہوئے۔

(تاریخ وفات 12.3.58) عمر 84 سال۔ وصیت 3048۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

"اللہ جلشانہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں، نہ دجال، نہ کذاب۔ اس زمانہ میں کذاب اور دجال اور مفتری پہلے اس سے کچھ تھوڑے نہیں تھے تا خدا صدی کے سر پر بھی بجائے ایک مجدد کے اس کی طرف سے مبعوث ہو کر ایک دجال کو قائم کر کے اور بھی فتنہ اور فساد ڈال دیتا۔ مگر جو لوگ سچائی کو نہ سمجھیں اور حقیقت کو دریافت نہ کریں اور تکفیر کی طرف دوڑیں میں اس کا کیا علاج کروں۔"

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5۔ ص 324)

21 حضرت چوہدری حسن دین صاحبؓ درویش



محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر قادیان 21 اگست 1975 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

''قریباً ساڑھے ستائیس سال قبل 11 مئی 1948ء کو جو قافلہ احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کی خدمت کا عزم استوار لے کر رتن باغ لاہور سے یہاں پہنچا تھا اس میں چند معمر صحابہؓ بھی تھے جو اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں دار الامان میں پہنچے تھے۔ انہی میں سے ایک چودھری حسن دین صاحب صحابی بھی تھے جو درویشی کی سعادت پانے کیلئے محض رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر یہاں آ گئے تھے۔ منحنی سا قد و قامت نحیف جسم اور سانولی رنگت۔ خاموش طبع، دُعا گو، اور تنہائی پسند۔ انہی اوصاف کے ساتھ وہ طویل عرصہ تک درویشانہ خدمات بجالاتے رہے۔ تا آنکہ اُن کے ایک پاؤں میں پھوڑا نکلا جو مزمن ہوتا چلا گیا۔ اور آخر جب ناسُور کی شکل اختیار کر گیا تو ڈاکٹروں نے اسے ناقابل علاج قرار دے کر ٹانگ کٹوا دینے کا مشورہ دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ مشورہ قبول کرنے کا تصور ہی بہت اذیت ناک تھا۔ چنانچہ وہ ناسور کا درد برداشت کرتے رہے۔ لیکن کٹوانے پر آمادہ نہ ہو سکے۔ پھر شاید ٹانگ کٹوانے کے کربناک تصور نے ان کے دِل میں وہ درد پیدا کیا کہ ان کے عمق قلب سے درِ قبول تک پہنچ جانے والی دعائیں نکلیں جو اُس کہنہ ناسور کے لئے مرہم بن گئیں اور وہ ناقابل علاج زخم معمولی علاج سے ہی اچھا ہو گیا۔ لیکن ٹانگ میں مستقلاً لنگڑا پن پیدا ہو گیا۔

ایک عرصہ تک چارپائی کے حلیف رہنے کے بعد وہ پھر بیساکھیوں کے سہارے محلہ احمدیہ کے بازاروں میں نظر آنے لگے۔ اور بڑی ہمت کے ساتھ بغرض دُعا مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام تک پہنچنے لگے۔ جب ٹانگ میں ذرا توانائی آئی تو بیساکھیوں سے نجات مل گئی اور ایک چھڑی کے سہارے چلتے پھرتے رہے۔ چودھری صاحب بڑے صابر و شاکر، قانع اور سادہ طبع انسان تھے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے شہر والے مکان کے ایک کمرہ میں قریباً بارہ سال تک اپنی تنہائی کی صحبت میں مقیم رہے۔ جب تک جسمانی توانائی نے ساتھ دیا باجماعت نمازیں مسجد میں ادا کرتے رہے لیکن آخری ایام میں ضعف مانع ہو گیا۔

وفات سے چند روز قبل بیمار ہوئے۔ جسمانی ضعف پہلے ہی تھا بیماری مستزاد ہوئی اور موت کا بہانہ بن گیا۔ چنانچہ 4 جون 1975 کو بعمر 72 سال فوت ہو گئے۔ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل نے جنازہ پڑھایا اور موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ اُن کی اہلیہ اور بچے پاکستان میں ہیں۔ آپ کا اصل وطن موضع بن باجوہ ضلع سیالکوٹ تھا۔'' (بدر 21 اگست 1975)

آپ کی وفات پر اخبار بدر نے اپنی 12 جون 1975 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

''حضرت چودھری حسن دین صاحب باجوہ درویش وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔''

قادیان 4 جون۔ افسوس! چودھری حسن دین صاحب باجوہ درویش آج بعد دوپہر ایک بجے وفات پا گئے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کے صحابی تھے۔ اور کھیوہ باجوہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے مقاماتِ مقدسہ قادیان کی خدمت کیلئے مئی 1948ء میں قادیان آئے تھے اور 27 سال تک اپنا عہدِ وفا نبھا کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم بہت سادگی پسند اور خاموش طبع انسان تھے۔ چند سال قبل مرحوم کے دائیں پاؤں میں ٹخنے کے قریب ایک زخم ہوا جو خطرناک صورت اختیار کر گیا تھا۔ کافی علاج کے بعد زخم تو مندمل ہو گیا لیکن ٹانگ پر مستقل اثر چھوڑ گیا تھا جس کی وجہ سے انہیں بیساکھیوں کے سہارے چلنا پڑتا تھا۔ ٹانگ کی اس کمزوری کے ساتھ جب بڑھاپے کی کمزوری شامل ہو گئی تو زیادہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ جب تک ہمت رہی نمازوں کے لئے مسجد میں آتے رہے۔ لیکن کمزوری بڑھنے پر دار المسیح کے اندر حضرت نواب صاحب والے مکان کے نچلے حصہ کے ایک کمرہ میں گوشہ تنہائی میں رہے۔

بعد نماز مغرب لنگر خانہ کے صحن میں درویشوں کی کثیر تعداد سمیت حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم کو موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ نمبر 8 میں دفن کر دیا گیا۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ۔

مزار۔ چودھری حسن دین صحابی درویش ولد چودھری فضل دین صاحب صحابی وطن کھیوہ باجوہ سیالکوٹ

تاریخ وفات 4احسان/جون1354ہش/1975ء عمر 72 سال۔

22 الحاج حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ درویش



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی سعادت 1907ء میں حاصل ہوئی تقسیم ملک کے بعد 11 مئی 1948 کو قادیان آکر بطور درویش مقیم ہوئے۔ شدید علالت کے باوجود جس میں معذور ہو کر بیساکھیوں کا استعمال کرنا پڑا۔ کبھی قادیان سے اہل وعیال کے پاس پاکستان چلا جانے کی خواہش نہیں کی۔ خاموش طبع اور صوم صلوۃ کے پابند تھے۔ وصیت نمبر 11631/26-10-68

اخبار بدر قادیان میں 13 مارچ 1975 کی اشاعت میں محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم نے آپ کے متعلق درج ذیل مضمون سپرد قلم کیا۔ ''جلسہ سالانہ قادیان 74ء کے دوسرے روز یعنی 14 دسمبر کو درویشی کی 47 سالہ تاریخ کا ایک بڑا دردانگیز حادثہ رونما ہوا۔ کیونکہ اس روز ہمارے دو بزرگ صحابی درویش چند گھنٹوں کے وقفہ سے وفات پا گئے اور دو جنازے اکٹھے بہشتی مقبرہ روڈ پر سفر آخرت پر جاتے دیکھے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

الحاج حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی قادیان میں رہ کر تعلیم حاصل کی تھی۔ 11 مئی 1948 کو ایک قافلہ میں درویشوں کے زمرہ میں شامل ہونے کیلئے قادیان پہنچے تھے اور ساڑھے چھبیس سال تک اپنا عہدِ درویشی خوش اسلوبی سے نبھا کر فوت ہو گئے۔ قد چھوٹا تھا مگر جسم کی بنیاد بچپن ہی سے مضبوطی کے ساتھ استوار ہوئی تھی۔ اس لئے صحت بڑھاپے میں بھی اچھی رہی۔ نوجوانی کی عمر میں جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں زیر تعلیم تھے، فٹ بال کے بہترین کھلاڑی تھے۔ قادیان میں حصول تعلیم کے بعد وٹرنری اسسٹنٹ سرجن کا امتحان پاس کر کے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ بمبئی میں ایک لمبے عرصہ تک مقیم رہے۔ اور وہاں کی جماعت کے صدر بھی رہے۔

1969ء میں اُن کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ شریف کی سعادت بھی عطا فرمائی۔ اُن کے فرزند سعید مکرم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب بخاری نے اُن کیلئے اخراجات کا انتظام فرمایا جس سے وہ عظیم الشان سعادت سے بہرہ ور ہوئے گویا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی برکات سے وافر حصہ دیا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حج بیت اللہ شریف کی سعادت اور درویشی کی سعادت اور کتنا خوش قسمت ہے وہ انسان جس میں یہ تمام سعادتیں جمع ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام، رنگ برنگ اور متنوع خوشبوؤں والے پھول درویشی کے اس گلدستہ میں کہاں کہاں سے جمع کر کے سجائے تھے لیکن خدائی قانون کے تحت ہی حوادث و مرورِ زمانہ سے یہ پھول آہستہ آہستہ مرجھاتے چلے گئے۔ اور اب یہ احساس شدید تر ہوتا چلا جا رہا ہے کہ درویشوں کی اکثریت اپنا فرض اور سفر طے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے باقی ماندہ درویشوں کو ثبات قدم کے ساتھ خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے اور سب کا انجام بخیر ہو۔ آمین۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مرحومؓ کا جسم مضبوط تھا۔ گو بڑھاپے نے جسم پر اپنے اثرات وارد کئے تھے لیکن وہ لاٹھی کے ذریعہ ان اثرات کو بھگاتے رہتے تھے اور محلہ احمدیہ کی گلیوں میں چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔ تا آنکہ زندگی کے آخری چند روز کمزوری غالب آگئی۔ 14 دسمبر 1974ء کو اجل کا پیغام آن پہنچا۔ جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے سینکڑوں احباب نے جنازہ میں شرکت کی موصی تھے اور چونکہ قدیم صحابیت کا شرف حاصل تھا اس لئے بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ (بدر 13 مارچ 1975)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 26 دسمبر 1974 کی اشاعت میں لکھا۔

'' قادیان 15دسمبر آج جبکہ جلسہ سالانہ قادیان کا آخری دن تھا۔15/14دسمبر کی درمیانی شب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی اور درویش حضرت ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ وفات پا گئے۔ اور صبح ساڑھے دس بجے کے قریب ایک دوسرے صحابی اور درویش حضرت حافظ عبد الرحمن صاحب پشاوری کی وفات ہوگئی ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ زمانہ درویشی کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ ایک ہی روز قادیان میں دو درویشوں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابیوں کی وفات ہوئی۔ اور ہم لوگ ان کے قیمتی وجود سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے۔ دونوں بزرگان دیر سے بیمار چلے آتے تھے۔ بوجہ...... بے حد کمزور اور ناتواں ہو چکے تھے آپ جلسہ سالانہ کے پہلے اجلاس کے ختم ہونے پر اڑھائی بجے دوپہر دونوں بزرگان کی نماز جنازہ گلشنِ احمد کے وسیع صحن (بالمقابل دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ) میں حضرت الحاج مولانا عبد الرحمن صاحب فاضل نے پڑھائی اور جلسہ سالانہ پر آنے والے کثیر التعداد مہمانوں نے بھی مقامی احباب کے ساتھ مل کر نماز جنازہ میں شرکت کی۔ دونوں بزرگان ہی موصی تھے اس لئے دونوں کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ بڑے ہی باہمت بزرگ تھے۔ آپؓ تحصیل شکر گڑھ اور ضلع گورداسپور کے قصبہ چھمال میں 1888میں پیدا ہوئے۔ آپ کو 1898ء میں بمقام امرتسر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولین زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھتے ہی حضور کی محبت دِل میں راسخ ہوگئی۔ چنانچہ اگلے سال 1899 میں بارہ تیرہ سال کی عمر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں اپنی بیعت کا خط لکھ دیا۔ جسے حضورؑ نے از راہ شفقت قبول فرمالیا پھر قادیان میں آکر تعلیم حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ 1906ء میں وٹرنری کالج لاہور میں داخل ہوئے جہاں سے 1910ء میں تکمیل تعلیم کی اور سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسا عشق و محبت تھی کہ دوران ملازمت اپنے اس خانہ سے اکثر اس امر کا اظہار فرماتے کہ میری خواہش ہے کہ ملازمت ترک کر کے حضور کے قدموں میں ہمیشہ کیلئے آرہوں۔ حتیٰ کہ اپنی اس خواہش کو حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھی لکھ بھیجتے جس پر حضور مشورہ دیتے کہ ملازمت ترک نہ کریں چنانچہ ملازمت کے سلسلہ میں آپ بھیرہ راولپنڈی، کوہالہ، میانوالی۔ گجرات وغیرہ مقامات میں متعین رہے۔ 1912سے 1920ء تک آپ نے فوج میں ہیڈ وٹرنری کے طور پر ملازمت کی۔ پہلے پونا پھر مسقط، بغداد، بصرہ اور برما میں متعین رہے۔ 1920ء میں آپ کو پنشن مل گئی۔ جو تاوفات جاری رہی۔ اس طرح آپ نے کم و بیش 54 سال بطور پنشنر گذارے۔

دوران ملازمت آپؓ نے تین سال تک بمبئی میں قیام کیا تو آپ وہاں صدر جماعت بھی رہے۔ اور جمعہ کی نماز آپ کے مکان پر ادا ہوتی تھی۔ بغداد کے جس کیمپ میں آپ مقیم تھے۔ اس میں صرف تین چار احمدی احباب تھے۔ جنہوں نے آپ کو امام الصلوٰۃ بنالیا تھا۔ اس طرح آپ کی ملازمت کا عرصہ بھی دینی ماحول میں گذرا۔ آپ تحریک جدید کے دورِ اوّل کے انیس سالہ پنج ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ جب ملک کی تقسیم ہوئی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر آپ اپنے محبوب آقا حضرت مسیح پاک کی مقدس بستی قادیان میں آخری عمر بطور درویش گذارنے کیلئے 11مئی 1948ء کو قادیان پہنچے اور اس طرح آپ کی پرانی دلی خواہش بھی پوری ہوئی کہ قادیان میں آکر مستقل طور پر رہائش پذیر رہیں۔

حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب نیرؓ اولین مبلغ افریقہ اور قدیم صحابی حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب رضی اللہ عنہما آپ کے ہمزلف تھے زمانہ درویشی میں آپ نے حج بھی کیا۔ جس کے جملہ اخراجات آپؓ کے لائق بیٹے مکرم ڈاکٹر عبد الحمید صاحب نے برداشت کئے اور اپنے والد بزرگوار کی اس طرح خدمت کی سعادت پائی۔ درویشی کے ستائیس سال حضرت ڈاکٹر صاحب نے نہایت درجہ اخلاص اور فدائیت سے گذارے آپ بڑے ہی باہمت تھے باوجود پیرانہ سالی کے اکثر چلتے پھرتے رہتے۔ وفات سے صرف چند روز قبل جبکہ طبیعت بہت ہی نڈھال ہوگئی چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے اور بہت ہی کم خدمت کرائی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَ اَعْلَی اللّٰہِ دَرَجَاتُہٗ فِیْ جَنَّۃِ النَّعِیْم ''۔

بہشتی مقبرہ میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

'' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد۔

مزار

حضرت حاجی ڈاکٹر عطر دین صاحب صحابی درویش وٹرنری اسسٹنٹ ولد مکرم بھولا صاحب شیخ ساکن چھمال تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور۔ قبول

احمدیت 1899ء وصیت 7 جولائی 1920ء عمر 91 سال وفات 14 دسمبر 1974ء وصیت نمبر 1817۔ 1899 میں بذریعہ خط اور 1900 میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ سادات میں شادی ہوئی بطور وٹرنری اسسٹنٹ بمبئی کے قیام کے دوران مرکز قادیان کے نمائندوں، مبلغین، بزرگان اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کا شرف حاصل رہا۔ خاموش طبع، منکسر المزاج، باہمت، مہمان نواز پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ ایمان واخلاص کا بہترنمونہ پیش کیا۔ تاوفات قادیان میں رہ کر درویش صفت بزرگ نے نہایت خلوص محبت فدائیت کے ساتھ عہد کو پورا کیا۔ 1969 میں حج بیت اللہ کی توفیق پائی۔ جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر سینکڑوں مخلصین نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ سب کی دعاؤں کے ساتھ قطعہ خاص صحابہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

طالب دُعا:

ڈاکٹر عبد الحمید بخاری ولد ڈاکٹر عطر دینؓ۔

نوٹ: اس مضمون میں مذکور دوسرے صحابی حضرت حافظ عبد الرحمن صاحبؓ پشاوری درویش تھے جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔

23 حضرت باباغلام محمد صاحبؓ درویش



محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر 8 جون 1967 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

” باباجی موضع مانگا ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ لیکن ابتدائے درویشی سے ہی خدمت مرکز کے لئے یہاں مقیم تھے۔ پُرانی وضع کے سادہ طبع بزرگ تھے۔ منحنی سا قد وقامت تھا اور سرما ہو یا گرما سفید لباس میں ملبوس رہتے تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ وغیرہ مقدس مقامات پر صرف بیٹھ کر پہرہ کی ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ مگر آخری چند سالوں میں جب ضعف پیری نے معذور کر دیا تو دُوسری تمام ڈیوٹیوں سے فارغ ہو کر صرف بہشتی مقبرہ میں چارپائی بچھا کر پہرہ دیتے رہے۔ غیر مسلم زائرین اکثر بہشتی مقبرہ کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ انہیں بڑے شوق سے تبلیغ کیا کرتے تھے گو باباجی ان پڑھ تھے۔ مگر جماعتی مسائل سے واقفیت رکھتے تھے۔ آپ کا عرف ” باباحویلی“ نام پڑ گیا تھا۔ آپ نے 1902ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا موصی بھی تھے 20.4.67 کو 87 سال کی عمر پا کر فوت ہوئے اور قطعہ صحابہ نمبر 8 میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔“

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 27 اپریل 1976ء کی اشاعت میں لکھا” قادیان 20 اپریل افسوس! آج ساڑھے تین بجے بعد دوپہر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور مخلص درویش بزرگ حضرت باباغلام محمد صاحب سیالکوٹی بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ جنازہ گاہ میں درویشان کرام کی بھاری تعداد سمیت محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ چونکہ آپ موصی تھے اس لئے آپ کو مقبرہ بہشتی کے قطعہ صحابہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ صاحب نے دُعا کرائی۔ مرحوم باباغلام محمد صاحب بہت نیک، جوشیلے مخلص بزرگ تھے۔ دُعاگو، تہجد گذار اور صوم وصلوٰۃ نیز سنت نبوی کے بڑے ہی پابند تھے۔ سلسلہ کی ہر مالی تحریک پر خلوص اور محبت کے ساتھ لبیک کہتے۔ اور اپنی توفیق کے مطابق حصہ لیتے۔ درویشی کا زمانہ بڑے ہی صبر اور سکون اور اخلاص سے گزارا۔ مرحوم کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھتیجے مولوی غلام نبی صاحب بھی قادیان میں بطور درویش مع اہل وعیال قیام پذیر ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

نوٹ: مکرم مولوی غلام نبی صاحبؓ درویش سن 2004 میں وفات پا چکے ہیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ (ناقل)

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت باباغلام محمد صاحبؓ درویش عرف حویلی ولد فوجدار قوم جٹ ساکن

مانگا حال قادیان عمر 87 سال تاریخ وفات 20.4.1967 وصیت نمبر 6173۔

24 حضرت حاجی محمد الدین صاحبؓ تہالوی درویش

محترم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم نے آپ کے متعلق درج ذیل مضمون سپردِ قلم کیا:۔



''ہر کارہ میرے ہاتھ میں تار دے کر اور دستخط کرواکر چلا گیا تو میں نے لفافہ چاک کرکے تار کو پڑھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہاں بھی تار مجھے ہی پڑھنا ہے تار پڑھتے ہی میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور سر چکرانے لگا۔ ایک جوان اور ہونہار فرزند کی وفات کی رُوح فرسا خبر تھی اور تار عدن سے کسی نے مرحوم کے بوڑھے باپ کے نام دیا تھا۔ میں عجیب تذبذب کے عالم میں تھا کہ یہ تار کس طرح بوڑھے بزرگ کو پہنچاؤں اور یہ دردناک خبر کیسے سناؤں۔ مگر تار تو بہر حال پہنچانا تھی۔ میں اپنے ذہن میں تسلی آمیز الفاظ کو ترتیب دیتا ہوا آہستہ آہستہ مسجد مبارک کی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ مگر میرے قدم بوجھل ہوئے جا رہے تھے۔ جونہی میں نے مسجد مبارک میں قدم رکھا وہ بزرگ مسجد میں ہی ٹہلتے ہوئے سامنے نظر آئے۔ میں جی کڑا کرکے اُن کے پاس پہنچا۔ مجھے دیکھ کر وہ دری پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے سمجھا ہوگا کہ میں حسب عادت دُعا کی درخواست کرنے آیا ہوں۔

میں نے ایک مکرّر نگاہ تار پر ڈالی اور پھر اس پچھتر سالہ بزرگ کو دیکھا مجھے ترس آ گیا اور میں اپنے آپ کو کوسنے لگا کہ میں یہ خبر بدلے کر ان کے پاس کیوں پہنچا ہوں۔ لیکن کسی نے تو یہ خبر پہنچانی ہی تھی۔ یہ خیال کرکے میں نے عرض کیا حاجی صاحب! یہ تار آیا ہے۔ دریافت فرمایا! کہاں سے کس کا تار ہے؟ میں نے جھجکتے جھجکتے تار کے مضمون سے اطلاع دی کہ عدن سے تار آیا ہے کہ آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد احمد صاحب وفات پا گئے ہیں صبر و ثبات کا وہ مظاہرہ میں کبھی نہ بھول سکوں گا۔ رضائے الٰہی کے سامنے سر جھکا دینے کی ایسی مثال بہت ہی کمیاب ہے۔ پچھتر سالہ بوڑھا باپ اپنے جوان ہونہار فرزند کی وفات کی خبر سن کر ایک بار تو کمر ٹوٹتی ہوئی محسوس کرتا ہے۔ لیکن حضرت حاجی صاحبؓ نے جو الفاظ کہے وہ نہایت مختصر سا اور جامع جملہ تھا۔ اور وہ وہی تھا جس کی خدا نے تلقین فرمائی ہے یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ پڑھنے کے بعد انہوں نے فرمایا:

'' اچھا خدا کی مرضی''

اُن کے چہرے پر حُزن و ملال کی پرچھائیاں ضرور تھیں کیونکہ جگر کا ٹکڑا دائمی جدائی دے کر چل بسا تھا لیکن زبان نے وہی ادا کیا جس کا اُسے خدا کی طرف سے حکم تھا۔ میں اس وقت سخت حیرت کے عالم میں ان کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا میرا خیال تھا کہ پچھتر سالہ دور افتادہ بوڑھا اس المناک خبر کی تاب نہ لاکر چیخیں مار اُٹھے گا لیکن نہیں۔ یہ میری نادانی تھی۔ کیونکہ یہ میرا ایک عامی تجزیہ تھا جو حقائق کی کسوٹی پر قطعی غلط اُترا تھا اور اس لئے غلط اُترا تھا کہ میرے سامنے وہ شخص بیٹھا تھا جس نے قادیان میں نازل ہونے والے آسمانی نور سے براہِ راست اکتسابِ نور کیا تھا۔ میں ایک گمراہ سا تصور لیکر اُس کے پاس پہنچا تھا لیکن اس کا وہ مختصر سا جملہ میری ہدایت کا باعث بن گیا۔ اس لئے کہ وہ اس صف کا بزرگ تھا جس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اَصۡحَابِیۡ کَالنُّجُوۡمِ بِاَیِّہِمُ اقۡتَدَیۡتُمۡ اِھۡتَدَیۡتُمۡ یہ تھے ہمارے بہت ہی بزرگ حضرت حاجی محمد الدین صاحبؓ تہالوی درویش جو کچھ روز قبل ربوہ میں وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت حاجی صاحب موضع تہال متصل کھاریاں ضلع گجرات (حال پاکستان) کے رہنے والے تھے اور اسی نسبت سے وہ تہالوی کہلاتے تھے۔ میں انہیں 28، 29ء سے جانتا تھا جبکہ میں اپنے ماموں چوہدری لعل خاں صاحب (مرحوم) جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کھاریاں کے گھر میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہا تھا حضرت حاجی صاحب میرے ماموں صاحب مرحوم کے ہاں اکثر آیا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں میں چونکہ احمدی بھی نہ تھا اور شعور بھی کم تھا اس لئے میں صرف یہی جانتا تھا کہ یہ تہال والے میاں محمد الدین صاحب ہیں۔ میرے ماموں صاحب اکثر اوقات حاجی صاحب کے اخلاص، تقویٰ اور نیکی کا ذکر کیا کرتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ایام میں مجھے ان الفاظ کا مفہوم بھی معلوم نہ تھا۔ البتہ اتنا یاد ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا جو لباس 29ء میں تھا وہی لباس اور وضع قطع 65ء میں تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں احادیث میں جو پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ وہ خزانے تقسیم کریں گے۔ اس کے کئی بطون اور مفاہیم ہیں لیکن اگر اسے ظاہری معنوں لے لیا جائے تب بھی یہ پیشگوئی روزِ روشن کی طرح پوری ہو چکی ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدیت کی برکت

سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر بھی سینکڑوں ہزاروں خاندانوں کو قعرِ گمنامی سے نکال کرمشاہیر کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ اسی حقیقت کی طرف حضرت حاجی صاحب کے فرزند اکبر میجر سلطان احمد صاحب عدن نے اپنے ایک حالیہ خط میں اشارہ کیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے اس بزرگ درویش کے ذکر میں اس امر کو حیطہٗ تحریر میں لارہا ہوں۔حضرت حاجی صاحبؓ اکثر اللہ تعالیٰ کےفضلوں اور انعاموں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ان دونوں حالتوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور ''نہد شاخِ پُرمیوہ سر برزمیں'' کے مصداق اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوا کرتے تھے۔

حاجی صاحبؓ نے 1903ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سفرِجہلم کے موقع پرجہلم میں حضور انورؑ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ وہ اس واقعہ کو بڑے ہی والہانہ انداز میں سنایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جہلم والی بیعت پگڑی والی بیعت کہلاتی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے اس سفر میں اس قدر زیادہ لوگوں نے بیعت کی تھی کہ حضورؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا موقعہ تو کئی روز تک بھی ملنا ممکن نہ تھا۔ اسلئے بیعت کرنے والوں نے اپنی پگڑیاں اُتار کر اور ایک دوسری سے گانٹھ کر لمبی پھیلادی تھیں۔ بیعت کرنے والے آتے جاتے اور پگڑیوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرکے ہٹتے جاتے۔ یہ واقعہ میرے قلم سے کہاں اس ڈھب کا بن سکتا ہے جس والہانہ اور بے ساختہ انداز میں حاجی صاحبؓ سنایا کرتے تھے۔ یہ واقعہ سناتے وقت وہ ہاتھ سے اشارہ کر کے سادگی، خلوص اور رقت کے ساتھ بتایا کرتے تھے کہ '' ایتھے حضرت صاحب بیٹھے ہوئے سی'' یعنی یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ کیسے پروانہ صفت لوگ تھے جو اپنے محبوب کے تصور کو ساتھ ساتھ لئے پھرتے تھے۔ اور کتنے خوش بخت تھے کہ انہوں نے ماموریِ زمانہ کے چہرہ مبارک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی زبانِ مبارک سے باتیں سنیں، اس کے قُرب سے فیض حاصل کیا اور آسمانی نور سے اپنے ایمان کی شمعیں براہِ راست روشن کیں۔ مگر تصور کی گرفت میں اس زمانے کے حالات کس طرح آسکتے ہیں۔ جب مخالفتوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ایک بیکراں سمندر موجزن تھا۔ جب احمدی کہلانا اپنی موت کے فتوے پر دستخط کرنے کے مترادف تھا اور پھر کسی ایسے غریب آدمی کا احمدی ہوجانا تو بے شمار آفتوں کو دعوت دینا تھا جو ظاہری اعتبار سے اپنے گاؤں میں کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو۔ اس زمانہ میں حضرت حاجی صاحبؓ کا بیعت کرنا واقعی ایک بہت بڑی جرأت اور حوصلہ کا کام تھا۔ اور پھر اپنے گاؤں والوں کی اذیتیں برداشت کر کے ثابت قدم رہنا تو ایک کارنامہ تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ثبات و استقلال کو اس قدر نوازا کہ مال واولاد سے گھر بھر دیا۔

حضرت حاجی صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صحابی ہونے کا شرف تو حاصل ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حج بیت اللہ شریف اور زیارتِ مدینہ منوّرہ کا شرف بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں درویشی کی نعمت عطا کی اور انہوں نے اپنی درویشی کے سترہ طویل سال قادیان کی مبارک بستی میں یوں گزارے کہ ان کی زندگی قابل صد رشک تھی اور وہ زندگی کیا تھی اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کی تفسیر تھی۔ تہجد، اشراق اور پنجگانہ نمازوں میں اس قدر التزام تھا کہ جیسے اُن کا اوڑھنا بچھونا ہی یہی ہو۔ ایک سعادت انہیں یہ بھی حاصل تھی کہ مسجد مبارک میں ایک لمبے عرصہ تک روزانہ دو تین نمازوں میں امام الصلوٰۃ ہوتے رہے۔ اور پھر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزارمبارک پر جو اجتماعی دُعائیں ہوا کرتی تھیں وہ اکثر طور پر آپؓ ہی کروایا کرتے تھے۔ آپ نے اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی آواز سُنی ہو گی۔حضرت حاجی صاحبؓ روزانہ صبح کی نماز کے بعد مزار مبارک پر جاکر جب دُعا کرتے تھے اس وقت اُن کی وہی کیفیت ہوتی تھی۔ دُعا کی طوالت اور قلبی رقت کا ایک عجیب منظر ہوتا تھا۔ یوں تو درویش بھائی بھی اکثر ان کی خدمت میں دُعا کیلئے درخواست کرتے رہتے تھے لیکن حاجی صاحب کی بزرگی کی ایک بہت بڑی سند یہ تھی کہ سیدی حضرت قمرالانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ قادیان کے جن چند بزرگوں کو جماعتی ترقیات کیلئے دُعاؤں کے خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے ان میں سے ایک حضرت حاجی صاحبؓ بھی تھے۔

حاجی صاحب بڑے فروتن اور سادہ طبع بزرگ تھے۔ ان کا لباس سادہ اور صاف ستھرا ہوتا تھا۔ سادگی، خود فراموشی اور تعلق باللہ میں گم رہنے کے باعث بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا کہ پاؤں میں مختلف قسم کے جوتے پہنے ہوتے تھے یعنی دائیں پاؤں میں گرگابی اور بائیں پاؤں میں دیسی وضع کا جُوتا۔ سوٹی ہمیشہ ہاتھ میں رکھتے اور تیز تیز چلتے تھے اور نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔ آپ بڑے ہی التزام کے ساتھ سر اور داڑھی کے بالوں میں مہندی لگایا کرتے تھے سردی ہو یا گرمی، یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ سفید بالوں کے کھونٹے نیچے سے نکل آئے ہوں۔ آپ کی صحت عام طور پر ہمیشہ اچھی رہی۔لیکن اسی سال بندشِ پیشاب کے مرض نے ایسا غلبہ پایا کہ وہ فریش ہو کر رہ گئے۔ وہ اپنے بیوی بچوں سے ملاقات کے لئے پاسپورٹ پر ربوہ گئے ہوئے تھے۔ وہیں بیمار ہوگئے اور وہیں وفات پائی اور وہیں بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

حضرت حاجی صاحبؓ نے اپنی درویشی کا اکثر حصہ دارالمسیح کے اندر گزارا۔ ایک لمبے عرصے سے آپؓ کا قیام مسجد مبارک کی چھوٹی سیڑھیوں سے ملحق حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں تھا۔ آپ دن رات کا بیشتر حصہ مسجد مبارک میں ہی گزارتے تھے اور نمازوں نوافل اور دُعاؤں میں مصروف رہتے تھے۔ اپنے

اپنے ذوق کی بات ہے۔حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) حضرت اُمّ ناصر والے مکان میں مقیم ہیں۔ وہ جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو اپنا جوتا یا چپل مسجد مبارک کے ساتھ والے مسقّف حصہ میں اتارتے ہیں۔حضرت حاجی صاحبؓ ہمیشہ تاک میں رہتے۔ جب صاحبزادہ صاحب جوتا اُتار کر مسجد میں تشریف لے آتے تو حاجی صاحب جوتے یا چپل کو جوڑ کر سیدھا کر کے پیچھے کی طرف موڑ کر رکھ دیتے یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے دلوں میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کیلئے احترام وعقیدت کے کتنے گہرے جذبات تھے۔ میں نے حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کو اکثر صاحبزادہ صاحب موصوف سے ملاقات کرتے دیکھا۔ ملاقات کے وقت ان کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ احترام سے قامت میں خم ڈال کر وہ نہایت ہی مودّب انداز میں دست بوسی کیا کرتے تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ انہوں نے احمدیت کی نعمت کو بڑی ہی محنت، تکلیف اور قربانیوں سے براہ راست حاصل کیا تھا۔ اور ان کے دلوں میں خاندانِ مقدس کے چھوٹے بڑے افراد کی بیحد عزت تھی۔حضرت حاجی صاحبؓ کی اس کیفیت کا اندازہ اُوپر والے واقعہ سے ہوسکتا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ اور معمر بزرگ تھے لیکن صاحبزادہ صاحب موصوف کے جوتے سیدھے کر کے رکھنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اور اس سعادت میں شک بھی کسے ہوسکتا ہے۔

حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانیؓ درویش کی وفات کے بعد حضرت حاجی صاحبؓ کا وجود ہم درویشوں کیلئے بڑا ہی غنیمت تھا کیونکہ یہ لوگ دُعائیں کرتے نہیں تھے بلکہ دُعاؤں کی مشین تھے اور ظاہر ہے کہ اس دینی اور روحانی ماحول میں دُعاؤں کی کتنی بڑی قدر وقیمت ہے بہر حال ہمارا ایک بزرگ درویش ہم میں سے اُٹھ گیا۔ جو ایسے لوگوں میں سے تھا جن کی دُعاؤں کے ہاتھوں میں بجلیوں کی باگیں ہوتی ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؓ جیسا کہ اُوپر ذکر آچکا ہے پاسپورٹ پر ربوہ گئے ہوئے تھے۔ اور شدید بیماری کی حالت میں یا کم از کم وفات کے بعد ہی اُن کی نعش کو بڑی آسانی کے ساتھ قادیان پہنچایا جاسکتا تھا کیونکہ وہ قادیان کے تھے اور قادیان کی امانت تھے۔ خدا جانے اُن کے ورثاء نے اس طرف توجہ کیوں نہ کی۔ یا اُنہیں کیا مجبوری پیش آگئی۔ اس کا ہم سب درویشوں کو افسوس رہا۔حضرت حاجی صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی دینی اور دُنیوی نعمتوں سے نوازا ہوا تھا۔ آپؓ کی ساری اولاد خدا کے فضل سے احمدیت اور خلافت سے گہری وابستگی رکھتی ہے۔... اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضلوں اور نصرتوں سے نوازے اور حاجی صاحبؓ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔

''اے خدا برتربتِ او بارشِ رحمت ببار''۔۔۔ (بدر 2 ستمبر 1965ء)

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی 24 جون 1965 کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

''حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی درویش وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ ربوہ سے بذریعہ تار یہ سخت رنجیدہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حضرت حاجی محمد الدین صاحب درویش جو کئی ماہ سے پاسپورٹ پر ربوہ گئے تھے اور وہاں بندش پیشاب کے عارضہ سے فریش ہو کر فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج تھے۔مورخہ 19 جون کی رات کو وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

حضرت حاجی صاحب مرحوم نے جنہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔حضور کے سفر جہلم کے موقعہ پر بیعت کی تھی جبکہ حضور کرم دین آف بھیں کے مشہور تاریخی مقدمہ کے موقعہ پر جون 1903 میں جہلم تشریف لے گئے تھے۔حضرت حاجی صاحبؓ حضورؑ کے جہلم میں ورودِ مسعود کے ایمان افروز واقعات نہایت ہی ولولہ انگیز انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ اس موقعہ پر جہلم میں ایک ہزار سے زائد روحوں نے بیعت کی تھی۔ یہ بیعت عام طور پر پگڑیوں والی بیعت کہلاتی ہے کیونکہ بیک وقت سینکڑوں آدمیوں کا ہجوم نہایت بیتابی کے عالم میں شوق دیدار و شرف بیعت کیلئے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور اس قدر ازدہام تھا کہ لوگوں نے اپنی اپنی پگڑیاں کھول کر ایک دوسری کے ساتھ گانٹھ کر دور تک پھیلا دی تھیں اور لوگ ان پگڑیوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کے الفاظ پڑھتے تھے۔

حضرت حاجی صاحب جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کے صحابی ہونے کے علاوہ حج بیت اللہ شریف کا شرف بخشا تھا اس دوہرے شرف کے بعد آپ تہرے شرف سے بھی مشرف ہوئے اور وہ قادیان میں درویشانہ زندگی کا شرف تھا۔ آپؓ ابتدائے درویشی سے 64ء کے آخر تک بطور درویش قادیان میں مقیم رہے اور اپنی درویشانہ زندگی اس خلوص محبت اور نیکی ریاضت کے ساتھ گذاری کہ درویشی آپؓ کی زندگی پر رشک کرے گی۔حضرت حاجی صاحبؓ صحابی ہونے کے اعتبار سے بھی اور پھر اپنی زہد وورع کی زندگی کے اعتبار سے بھی ہم سب درویشوں کے لئے سرمایۂ افتخار تھے۔ اور آپ کا وجود ہمارے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا۔

آپؓ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کے اس کمرے میں سالہا سال سے مقیم تھے جو مسجد مبارک سے ملحق ہے۔ اپنے کمرے، مسجد مبارک، بہشتی مقبرہ، بیت الدعا اور مسجد اقصیٰ تک جانے اور نہایت رقت کے ساتھ دُعائیں کرنے اور پھر واپس اپنے گوشۂ تنہائی میں پہنچ کر تلاوت اور دعاؤں میں

مصروف ہوجانے سے آپؓ کی زندگی عبارت تھی۔ نہایت تیز آنچ پر اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی طرح رقت قلبی سے دعاؤں کے اوقات میں آپؓ کی آواز بے اختیار صبر وضبط کے دائرے سے باہر ہوجاتی تھی اور سوز وگداز کی وہ کیفیت ہوتی تھی جو خاص الخاص مومنین کا خاصہ ہوتا ہے۔ یقیناوہ شخص جس نے امام وقت کو شناخت کر کے صحابیت کا شرف پایا اپنی جوانی کے ایام میں بھی نیکی اور تقویٰ کی راہوں پر گامزن رہا ہو گا لیکن ہم نے تو صرف ان کا بڑھاپا دیکھا ہے۔ اس بڑھاپے میں نمازوں، تہجد اور دُعاؤں میں جو شغف آپؓ کو تھا یقیناوَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ کے معانی ذہن نشین کر وادیتا تھا۔ داڑھی اور سر کے حنائی بالوں والا یہ بزرگ اپنی قریباً اسی سالہ عمر میں تہجد اور فجر کی نمازوں سے فارغ ہو کر سیدھا بہشتی مقبرہ پہنچ کر لمبی دعائیں کیا کرتا تھا۔ یہ التزام اور تعہد غیر منقطع طور پر ان کے قیام قادیان کے ایام میں جاری رہتا تھا آپؓ بڑی باقاعدگی کے ساتھ سحری کے وقت اُٹھ کر مسجد مبارک میں تہجد ادا کرتے اور پھر فجر کی نماز اور درس سے فارغ ہو کر بہشتی مقبرہ چلے جاتے۔ اکثر اوقات صبح کے وقت بہشتی مقبرہ میں دُعا کے لئے پہنچنے والے پہلے شخص آپ ہی ہوتے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر دفتر زائرین میں اپنی ڈیوٹی پر چلے جاتے۔"

قادیان میں مقیم صحابہ میں سے حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانیؓ کے بعد آپ کی بزرگ شخصیت ہم لوگوں کیلئے دعاؤں کا ایک خزانہ تھی۔

25 حضرت حافظ صدر الدین صاحبؓ درویش



محترم جناب چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر قادیان کی 27 ستمبر 1962 کی اشاعت میں رقمطراز ہیں۔ "حضرت حافظ صدر الدین صاحبؓ جو علی چک ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے، سید نا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر 11 مئی 1948 کو قادیان تشریف لائے اور صرف دس سال درویشی کی خدمت بجالا کر 3.4.58 کو 92 سال کی عمر میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ 8 میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم قرآن کریم کے حافظ تھے اور درویشی کے ایام میں بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے رہے۔ چونکہ پیر فرتوت تھے اس لئے بعض گھروں میں اُن کا آنا جانا تھا۔ بزرگ اور دُعا گو آدمی تھے اور بعض درویش اُن کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ آپ کا قد چھوٹا تھا رنگ گورا اور نقوش باریک تھے۔ لمبی داڑھی تھی اور عام طور پر سبز رنگ کے کپڑے پہنتے۔ بالخصوص قمیص کہ وہ چولے کی قسم کی ہوتی تھی۔ مرحوم کے تعلقات راقم کے خاندان سے گہرے تھے۔ راقم کے والد حافظ غلام غوث صاحب اور مرحوم نے اکٹھے ایک ہی درس گاہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ اس تعلق سے ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ جس درس گاہ میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا وہ جنڈ شریف ضلع گجرات میں ہے اور راقم کے حقیقی پھوپھا حافظ علم الدین صاحب درس دیتے تھے اور یہ اتنی بڑی درس گاہ تھی کہ بیک وقت سینکڑوں لوگ قرآن کریم حفظ کرتے تھے۔ اور ہزاروں ہزار آدمیوں نے اس درس گاہ میں قرآن کریم حفظ کیا۔

للہ شریف ضلع جہلم کے ایک صاحب حافظ قاری غلام نبی صاحب تھے جو راقم کے دوست اور بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ بتایا... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت کے بعد جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہندوستان بھر میں پھر کر علماء، گدی نشینوں اور دُوسرے مشاہیر سے کُفر کے فتویٰ پر دستخط حاصل کئے تو جنڈ شریف میں حافظ علم الدین صاحب کے پاس بھی پہنچے۔ اور فتویٰ پیش کر کے دستخط کرنے کیلئے کہا۔ حافظ علم الدین صاحب چونکہ درویش قسم کے بزرگ تھے اور ہر وقت چادر کے پلو میں اپنے چہرے کو یوں چھپائے رکھتے تھے کہ صرف ڈاڑھی نظر آتی تھی۔ انہوں نے جب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا تیار کردہ فتویٰ سُنا تو کہا۔ "مولوی صاحب! مجھے تو اپنے ایمان اور انجام کا بھی علم نہیں ہے۔ میں کسی کو کافر قرار دینے کے فتویٰ پر دستخط کیوں کر کروں"

چنانچہ انہوں نے دستخط نہ کئے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی واپس چلے آئے۔ میں نے اُوپر جن لوگوں کا ذکر کیا ہے افسوس کہ اُن میں سے کسی کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی یعنی میرے پھوپھا حافظ قاری علم الدین صاحب، میرے والد صاحب حافظ غلام غوث صاحب اور حافظ قاری غلام نبی صاحب۔ لیکن میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ اس درس گاہ سے نکلے ہوئے اکثر لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخی ہر گز نہ کرتے تھے۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حافظ صدر الدین صاحب درویش رائے پور ضلع سیالکوٹ حال قادیان عمر 92 سال۔ تاریخ وفات 3.4.58 وصیت نمبر 4414۔

26 حضرت میاں اللہ دتا صاحبؓ درویش

محترم چودھری فیض احمد صاحب درویش مرحوم نے آپ کے متعلق اخبار بدر 18اکتوبر 1963 کی اشاعت میں لکھا: ’’47ء کے آخر سے 50ء کے اوائل تک ایک ساٹھ سالہ بوڑھا دن کے تمام اوقات بہشتی مقبرہ میں چار دیواری کے اندر اور سڑک پر جھاڑو دیتے اور صفائی کرتے نظر آیا کرتا تھا۔ گرد و غبار سے بال، چہرہ اور کپڑے اٹے ہوئے اور زبان و لب مسلسل اوراد و تلاوت قرآن کریم میں مصروفِ جنبش۔ یہ میاں اللہ دتہ صاحب ولد میاں شہباز خان صاحب تھے۔ جو دُوالمیال ضلع جہلم کے رہنے والے تھے اور خدمت مرکز کی سعادت پانے کیلئے یہاں آئے تھے۔ وہ اپنے سارے ماحول سے منقطع رہ کر نہایت خاموشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے لو لگائے اپنی درویشی کا زمانہ گزار کر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ نماز، روزہ اور تہجد کے پابند تھے۔ اپنی جائے رہائش سے نکل کر مسجد اور مقبرہ بہشتی کے علاوہ کبھی کہیں نہیں جاتے تھے۔ صبح کی نماز پڑھ کر جھاڑو ٹوکری لئے بہشتی مقبرہ میں پہنچ جاتے اور غروبِ آفتاب تک اکثر اُنہیں وہیں مصروف کار دیکھا جاتا۔ اتنے خلوص اور محبت سے صفائی کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بہشتی مقبرہ میں کسی کی آمد آمد ہے اور وہ راستہ صاف کر رہے ہیں۔

مگر کسے معلوم تھا کہ وہ اپنے لئے ہی راستہ صاف کرتے تھے۔ اور جب 10.2.50 کو اُن کی وفات ہوئی اور ان کی نعش ان راستوں سے گزری تو مرحوم کی اس خدمت کو یاد کر کے ہمارے دِلوں سے دُعائیں نکل نکل گئیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مرحوم بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 8 میں سپرد خدا کئے گئے۔‘‘

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محترم میاں اللہ دتا صاحب درویش صحابی ولد شہباز خان صاحب اعوان ساکن دوالمیال ضلع جہلم۔ بیعت 1901 بمطابق اندراج وصیت فارم 1948 کو قادیان آکر انصار میں شامل ہو گئے۔ تلاوت قرآن مجید اور بہشتی مقبرہ میں سارا دن صفائی کرنے کا وقار عمل آپ کی روح رواں تھا۔ جو مرض الموت تک جاری رہا۔ بے شر اور مخلص بزرگ تھے 10.2.50 کو قادیان میں ہی بحالت درویشی وفات پائی۔ عمر 65 سال وصیت نمبر 9164۔

محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے بدر 15اکتوبر 1959 کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔

’’مرحوم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر اپریل 1948ء (مئی 1948 بمطابق تاریخ احمدیت جلد 13 صفحہ 81 ایڈیشن 2007۔ ناقل) میں قادیان کی آبادی کی خاطر پاکستان سے آئے تھے۔ آپ نے راقم کو بتایا تھا کہ آپ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت مئی 1908ء میں بمقام لاہور حضور کے وصال سے ایک دو روز قبل کی تھی۔

چھ سات سال قبل آپ کا نور ہسپتال میں موتیا بند کا آپریشن ہوا۔ لیکن آپ بینائی سے محروم ہو گئے جس صبر و رضا کے ساتھ آپ نے یہ سارا عرصہ گزارا قابل رشک تھا۔ انکی شدید خواہش ہوتی تھی کہ حسب سابق وہ مسجد مبارک میں امام کے قریب کھڑے ہو کر باجماعت نماز ادا کریں اور اپنے بعض رفقا کو ساتھ لے جانے کی تاکید کرتے تھے۔ نماز ظہر کیلئے بالعموم بہت پہلے آجاتے اور ظہر و مغرب کے بعد دیر تک نوافل ادا کرتے اور مغرب کے وقت آکر عشاء پڑھ کر ہی اپنی قیام گاہ کو جاتے اور جو شخص انکا ہاتھ پکڑ کر انکو سیڑھیوں تک لے جاتا ایسے شخص کی رفاقت تک اس کے لئے ہی دعائیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک نیت بنائے وغیرہ۔ اور اگر کوئی ان کو قیام گاہ تک پہنچاتا تو دریافت کرتے کہ کون ہو کس مکان میں قیام ہے؟ اور اس کی خدمت کے باعث دعائیں دیتے۔ غرض ان کی زندگی کا طرہ امتیاز دعائیں کرنا ہی تھا۔ کئی سال سے شنوائی میں بھی بھاری پن آ گیا تھا اور ایک سال سے تو بہت مشکل سے بات سن سکتے تھے۔ اور بالعموم اپنی چارپائی پر نوافل ادا کرتے ہی دیکھے جاتے تھے۔ غریب طبع اور صابر و شاکر تھے۔ معذوری سے قبل بھی کم گو ہی پائے گئے۔ خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہہ کے دیارِ محبوب کی آبادی کے لئے آجانا اور بڑھاپے میں عزیز و اقارب میں آرام و سکون سے رہنے پر ترجیح دینا بہت بڑی قربانی ہے۔

مرحوم سالہا سال سے دار المسیح میں اس کمرہ میں قیام رکھتے تھے جو ڈیوڑھی اور گول کمرہ کے درمیان ہے اور حافظ صدر الدین صاحبؓ کی وفات کے بعد ڈیوڑھی کے ملحق شمالی جانب والے کمرہ میں منتقل کر دیئے گئے تھے۔ اور اسی کمرہ میں اس مقدس دار میں ہی انہوں نے اپنی جاں جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لَہٗ وَ ارۡحَمۡہُ وَ ارۡفَعۡ دَرَجَاتَہٗ فِی الۡجَنَّۃِ۔ آمین۔‘‘

27 حضرت بابا کرم الٰہی صاحبؓ درویش

محترم چودھری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے متعلق اخبار بدر 6 دسمبر 1962 میں تحریر فرماتے ہیں۔ ”رُوحانی جماعتوں میں جہاں ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے والے لوگ ہوتے ہیں، وہاں مخلصین کا ایک طبقہ بھی ہوتا ہے جو گو اپنے اخلاص و ایثار کے اعتبار سے بہت ارفع مقام پر فائز ہوتا ہے لیکن اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے وہ مالی یا جانی قربانی پیش کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ تاہم اُسے ایک اہمیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک ایسے طریق سے جماعت کی خدمت کرتا ہے جو روحانی اعتبار سے مالی اور جانی قربانیوں سے بھی زیادہ کارگر اور تیر بہدف ہوتا ہے اور وہ طریق ہے دُعا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (المصلح الموعودؓ) نے تحریک جدید کے مطالبات میں ایک مطالبہ دُعا کا بھی فرمایا ہے جو ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے۔ ایسے ہی دُعا گو مخلصین میں ہمارے ایک بزرگ صحابی درویش حضرت بابا کرم الٰہی صاحبؓ تھے جو ان پڑھ بھی تھے اور معمر بھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی تھی کہ وہ نمازوں کے علاوہ تہجد کے بھی پابند تھے۔ ان کا یہ معمول تھا کہ سب سے پہلے مسجد میں پہنچتے اور سب سے آخر میں واپس آتے اور مسجد کی فضا کو دُعاؤں سے معمور کر دیتے۔

وفات سے قریباً پانچ سال قبل آپ کو موتیا بند ہو گیا تھا جو باوجود علاج اور آپریشن کے دُور نہ ہوا۔ اور آپ کی بینائی جاتی رہی۔ تاہم وہ ایک اندازے اور دیواروں کے سہارے سے باقاعدہ مسجد میں پہنچتے رہے اور کسی دوست کو ساتھ لے کر دُعا کیلئے بہشتی مقبرہ بھی چلے جاتے تا آنکہ کمزوری نے معذور بنا دیا۔ آخر 92 سال کی طویل طبعی عمر پا کر 25 ستمبر 1959ء کو وفات پا کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کو قطعہ صحابہ نمبر 8 میں سپرد خدا کیا گیا۔ آپ کا اصل وطن بھڈیار ضلع سیالکوٹ تھا۔ اور 1948ء میں خدمت مرکز کیلئے قادیان تشریف لائے تھے۔ نہایت حلیم اور غریب الطبع اور سادہ دیہاتی وضع قطع کے بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا قرب بخشے۔ آمین۔“

آپ کی وفات پر اخبار بدر قادیان نے اپنی یکم اکتوبر 1959ء کی اشاعت میں درج ذیل اعلان شائع کیا۔

”مکرم بابا کرم الٰہی صاحب درویش قادیان کی وفات۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

قادیان 25 ستمبر کل رات یعنی 25/24 کی درمیانی شب گیارہ بجے مقامی درویش مکرم بابا کرم الٰہی صاحب وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آج بعد نماز جمعہ محترم مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل امیر مقامی نے درویشوں کی کثیر تعداد کے ساتھ مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں بارش کا پانی جمع ہو جانے کیوجہ سے مرحوم کو مسجد اقصیٰ کے قریب امانتاً دفن کیا گیا مکرم بابا صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور ایک عرصہ سے بوجہ پیرانہ سالی چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے اور آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔ مرحوم بڑے دُعا گو اور نیک سیرت بزرگ تھے۔ احباب مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔“

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت بابا کرم الٰہی صاحب صحابی درویش ولد عیدا صاحب قادیان۔ تاریخ وفات 25.9.59 عمر 94 سال وصیت 9222۔

طالب دُعا: امۃ الرشید نبیلہ پوتی بابا کرم الٰہی صاحب۔

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر — کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی — میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا — اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

(درثمین صفحہ 134)

28 حضرت مولوی اللہ دین صاحبؓ درویش



محترم چودھری بدرالدین صاحب عامل بھٹہ درویش نے اپنی کتاب '' وہ پھول جو مرجھا گئے '' حصہ دوئم میں حضرت بھائی اللہ دین صاحب صحابیؓ درویش کے متعلق لکھا:۔

'' آپ کے والد بھی صحابی تھے۔ آپ کے والد حضرت احمد دین صاحب نیار حضرت حکیم احمد دین صاحب کی تبلیغ سے 1897ء میں احمدی ہوئے تھے اس وقت تک آپ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ بعد میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا کی برکت سے ...اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا کیا اس کا نام اللہ دین رکھا گیا۔ نیز مکرم حضرت احمد دین صاحب نیار نے اپنا آبائی کام نیارے کا چھوڑ دیا کہ اب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی غلامی میں آ گیا ہوں۔ اب میں کوڑے اور نالیوں کی گندگی سے رزق تلاش نہیں کروں گا بلکہ باعزت طریق سے روزی کماؤں گا آپ نے نیارئے کا کام چھوڑ کر منیاری کا سامان پھیری لگا کر بیچنے کا دھندہ شروع کرلیا اور اللہ تعالیٰ نے برکت دی آسودگی سے گزارا ہونے لگا۔

مولوی اللہ دین صاحب (چونکہ آپ ہوش سنبھالتے ہی نماز روزہ اور عبادات میں باقاعدہ اور اپنا زیادہ وقت مسجد میں ہی گزارتے تھے اس وجہ سے انہیں مولوی اللہ دین کہہ کر پکارا جاتا تھا) کی تعلیم مڈل تک شاہدرہ میں ہوئی۔ اس سے آگے انہیں تعلیم دلائی ہی نہیں گئی۔ قرآن کریم مع ترجمہ پڑھا اور چند دینی کتب پڑھنے کے بعد آپ کے والد صاحب نے انہیں درزی کا کام سیکھنے کیلئے ایک تجربہ کار خیاط کے پاس لگا دیا۔ جہاں آپ نے تین سال تک شاگردی کر کے اس کام میں مہارت حاصل کرلی۔ درزی کا کام سیکھ لینے کے بعد آپ کی شادی برادری میں ہی ایک خاتون رابعہ بیگم سے کر دی گئی اور آپ کو (میاں بیوی کو) شاہدرہ میں چھوڑ کر آپ کے والد صاحب بقیہ زندگی گزارنے کیلئے ہجرت کر کے آ گئے۔ یہاں محلہ دارالفتوح میں اپنا مکان بنالیا اور باقی زندگی قادیان میں ہی گزار دی۔

مولوی اللہ دین صاحب شاہدرہ موڑ پر درزی کا کام ایک دکان پر کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ صبح ناشتہ کر کے اپنی سلائی کی مشین کندھے پر رکھ کر شاہدرہ موڑ جاتے اور مغرب سے تھوڑی دیر قبل دکان بند کر کے مشین اور باقی بچے ہوئے کپڑے کندھے پر اٹھا کر گھر آجاتے۔ یاد رہے کہ شاہدرہ ٹاؤن اور شاہدرہ موڑ کا درمیانی فاصلہ دو کلومیٹر ہے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں باجماعت مسجد احمدیہ شاہدرہ میں اور فجر کی نماز بھی اور درس بھی شاہدرہ میں مسجد احمدیہ میں ہی ادا کرتے۔ جب کبھی حضرت حکیم صاحب کسی وجہ سے مسجد میں نہ آتے تو مسجد میں امامت اور درس بھی مولوی اللہ دین صاحب کے ذمہ ہوتا۔ 1941ء کی بات ہے ایک روز دوپہر کو مولوی اللہ دین صاحب بھاگتے ہوئے آئے۔ یہ مئی کا آخری عشرہ تھا اور ظہر کی نماز میں یہ خوشخبری سنائی کہ آج بارہ دری میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب چند خدام کے ساتھ دریائے راوی پر پکنک منانے آئے ہوئے ہیں۔ پھر کیا تھا جماعت احمدیہ شاہدرہ کا ہر ایک رکن جو بھی اس کو میسر آیا لے کر دریا کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔

بارہ دری دریائے راوی میں پل کے پاس ایک جزیرہ کی طرح کا مقام ہے۔ جہاں نہایت خوبصورت درخت پودے اور گھاس ہے۔ بارہ دری بھی پرانی بادشاہوں کے وقت کی بنی ہوئی موجود ہے۔ اب بھی ہے۔ حضرت حکیم احمد دین صاحب رضی اللہ عنہ 38ء میں وفات پا چکے تھے۔ حضرت حکیم مختار احمد صاحب اس وقت شاہدرہ جماعت کے صدر جماعت تھے۔ انہوں نے اپنے کھجوروں سے تازہ پکی ہوئی کھجوریں اتروائیں اور وہ بھی بارہ دری جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ خاکسار بدرالدین عامل بھی آپ کے ہمراہ تھا حضرت صاحبزادہ صاحب کو جب اطلاع ہوئی کہ جماعت احمدیہ شاہدرہ ملاقات کیلئے آئی ہے تو آپ بڑے خوش ہوئے اور نہایت خندہ پیشانی سے سب احباب سے ملے اور ان کے تحائف قبول کئے اور وہاں کھانا تیار تھا۔ سب کو کھانے میں بھی شریک کیا اور مغرب کی نماز بارہ دری میں باجماعت ادا کر کے سب واپس آئے بڑا ہی پرلطف روحانی پروگرام تھا۔ خدام نے تلاوت اور نظمیں سنائیں اور بعض اطفال نے چھوٹی چھوٹی تقاریر بھی کیں۔ کشتیوں پر سیر بھی ہوئی۔ بارہ دری میں کرایہ پر کشتیاں مل جاتی ہیں۔

مولوی اللہ دین صاحبؓ کم وبیش 20 سال تک شاہدرہ موڑ پر درزی کا کام کرتے رہے۔ ایک موقعہ پر ایک بدبخت نے آپ کو گلا گھونٹ کر مار دینے کی کوشش کی۔ چند شریف طبع لوگ جو وہاں موجود تھے، نے آپ کی جان بچائی۔ اس واقعہ کا علم ہونے پر حضرت حکیم مختار احمد صاحب نے آپ کو شاہدرہ ٹاؤن میں رہ کر کام کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ شاہدرہ ٹاؤن میں ہمارے خاندان کا اتنا اثرورسوخ ہے کہ یہاں کوئی کسی احمدی پر اس طرح حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس پر مولوی اللہ دین صاحبؓ نے شاہدرہ ٹاؤن میں ہی کام کرنا شروع کر دیا۔

یہ ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ مولوی الہ دین صاحبؓ کے والد صاحب نے 1897ء میں بیعت کی تھی۔ اور مولوی الہ دین صاحبؓ کی پیدائش دسمبر 1900میں(رسالہ الفرقان1963 درویش نمبر کے مطابق1897۔ناقل) ہوئی تھی مولوی صاحب نے چھ سات سال کی عمر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی تھی۔آپ کے والد صاحب جو کہ خود بھی صحابی تھے اور والدہ بھی صحابیہ تھیں ہر سال جلسہ سالانہ پر قادیان آتے تھے۔ان کا بیان ہے کہ جب یہ گود میں تھے تب ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بچے کو پیش کر کے عرض کرتے تھے کہ حضور یہ ایک ہی ہمارا بیٹا ہے اور یہ پیدائشی احمدی ہے۔حضرت اقدس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے۔جب یہ سات سال کا ہوا تو ہم نے اس کو سمجھایا کہ حضور کی خدمت میں جب ہم ملاقات کیلئے جائیں گے تو تم بھی حضرت صاحب کی خدمت میں السلام علیکم کہنا۔جب ہم 1907ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان آئے تو مولوی الہ دینؓ صاحب نے جس طرح ہم نے سمجھایا تھا حضرت صاحب کی خدمت میں السلام علیکم کہا اور حضور نے پھر آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ مکرم مولوی الہ دین صاحبؓ کو بھی صرف اتنی ہی بات یاد تھی۔

مکرم حضرت بھائی مولوی الہ دین صاحبؓ کا بھی ایک ہی بیٹا ہے جس کا نام نور الدین ہے اور ابھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بقید حیات ہے۔ان کے آگے کئی بچے لڑکیاں اور لڑکے موجود ہیں۔اپنے بیٹے کی شادی اور دیگر گھریلو مصروفیات سے فارغ ہو کر آپ 11 مئی1948ء کو قادیان آنے والے قافلہ میں قادیان آکر درویشوں میں شامل ہو گئے اور یہاں بھی آپ نے پورا درویشی دور نہایت صبر و قناعت سے گزارا۔آپ کی اہلیہ بھی متعدد مرتبہ قادیان آکر کئی کئی ماہ تک قیام کر کے جاتی رہی ہیں اور آپ خود بھی ویزا پر پاکستان جاکر بچوں سے مل آتے رہے ہیں۔قادیان میں بھی مسجد مبارک میں امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کی عدم موجودگی میں مسجد مبارک میں نمازیں پڑھانے میں آپ امامت کرتے رہے ہیں۔

1970ء میں ہی انڈو پاک کی فضاء پر جنگ کے بادل منڈلانے شروع ہو گئے تھے۔جو1971ء میں بنگلہ دیش کی آزادی پر ختم ہوئے اور اس مرتبہ دونوں ملکوں میں آمد و رفت کی سہولتیں بحال ہونے میں قریباً آٹھ سال لگ گئے۔1978ء میں قادیان سے اچھا بڑا قافلہ جلسہ سالانہ ربوہ پر گیا۔اس قافلہ میں حضرت مولوی الہ دین صاحب بھی تھے۔قافلہ کو دار الضیافت میں ٹھہرایا گیا تھا۔میں خود اپنے ہم زلف کے ہاں محلہ دار الرحمت وسطی میں قیام پذیر تھا۔جب میں اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو اندر داخل ہوتے ہی ایک نسوانی آواز نے مجھے مخاطب کیا بھائی جی السلام علیکم میں نے آواز پہچانی یہ آواز حضرت مولوی الہ دین صاحبؓ کی اہلیہ صاحبہ کی تھی۔میں اسی وقت واپس دار الضیافت کی طرف لوٹا۔جب میں دار الضیافت کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو رہا تھا اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب جو اس وقت نائب افسر جلسہ سالانہ ربوہ تھے گیٹ سے باہر نکل رہے تھے مجھے دیکھتے ہی پوچھا کہ آپ اب پھر کس لئے آئے ہیں۔میں نے عرض کیا کہ ایک مشکل آن پڑی ہے اس کا کوئی حل تلاش کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا مجھے بتائیں میں نے بتایا کہ قادیان سے آنے والے درویشان میں ایک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام آٹھ سال کے بعد آئے ہیں ان کا قیام دیگر درویشان کے ساتھ دار الضیافت کے ہال کمرہ میں ہے۔ان کی اہلیہ جو انہیں ملنے کیلئے آئیں ہیں وہ میری قیام گاہ محلہ دار الرحمت وسطی میں بیٹھی ہیں۔میں ابھی ابھی وہاں گیا تو یہ معلوم ہوا اور میں فوراً واپس آیا کہ ان بزرگوں کیلئے کوئی انتظام ہو سکے تو کروں آپ نے سن کر فرمایا یہ تو بڑا اہم معاملہ ہے۔پھر کچھ دیر گہری سوچ میں خاموش رہ کر پھر گویا ہوئے کہ آپ ایک بار پھر جائیں اور ان کی اہلیہ صاحبہ کو ساتھ لے کر دار الضیافت سے حضرت مولوی الہ دین صاحب کو بھی ساتھ لے کر میرے مکان پر آئیں۔میں جاکر انتظام کرتا ہوں میں واپس گیا اور حضرت مولوی الہ دین صاحب کی اہلیہ صاحبہ کو ساتھ لیا اور ان کا سامان بھی اٹھایا اور دار الضیافت پہنچ کر حضرت مولوی الہ دین صاحب کو اٹھایا ان کا بستر اور سامان ساتھ لیا۔دو اور درویش بھائی بھی میرے ساتھ ہو گئے ہم تینوں ان دونوں بزرگوں کا سامان لئے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (بعد ازاں خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کی کوٹھی پر حاضر ہوئے اندر جاکر معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے سٹور سے سارا سامان نکال کر باہر رکھ دیا ہے۔اور سٹور خالی کر دیا ہے۔آپ خود بہ نفس نفیس یہ کام اپنے ہاتھوں سے کر رہے تھے۔ہمیں حاضر پاکر فرمایا کہ میں نے سوچا اس سامان کی ایک صحابی کے آرام کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔بیشک خراب بھی ہو جائے۔میں نے یہ باہر نکال کر رکھ دیا ہے۔چنانچہ آپ نے خود اپنے سامنے مکرم حضرت مولوی الہ دین صاحبؓ اور آپ کی اہلیہ صاحبہ کے بستر اندر لگوائے اور شکریہ کے ساتھ ہم درویشوں کو رخصت کیا۔اللہ اللہ کیا ہی جذبہ محبت و شفقت تھا۔اس واقعہ پر ستائیس سال گزر چکے ہیں اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہو۔

مکرم حضرت مولوی الٰہ دین صاحبؓ جب قادیان آئے تو آپ کی ڈیوٹی دفتر زائرین (قادیان میں غیر مسلم دوست اکثر مینارۃ المسیح اور مساجد دیکھنے آتے تھے اس غرض سے ایک دفتر قائم کیا گیا تھا جس کا نام دفتر زائرین تھا) میں لگائی گئی تھی۔ مکرم سید محمد شریف شاہ صاحب حضرت حاجی محمد دین صاحب اور اسی عمر اور مرتبہ کے مزید آٹھ دس بزرگ باری باری ڈیوٹی دیتے تھے آنے والے افراد کو پہلے جماعت احمدیہ کا تعارف کرایا جاتا اور ازاں بعد ساتھ جا کر مینارۃ المسیح اور مساجد دکھائی جاتیں۔ عوام الناس سے تعلقات نارمل بنانے میں اس دفتر نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ اور آج تک یہ ادارہ قائم ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں شاہد رہ میں مکرم حضرت مولوی الٰہ دین صاحبؓ ہی کے لقب سے آپ کو پکارا جاتا تھا۔ قادیان میں دفتر زائرین میں ڈیوٹی دینے والے دیگر بزرگ مولوی الٰہ دین صاحب کو بھائی الٰہ دین صاحبؓ کہنے لگ گئے۔ (دیگر صحابہ میں سے ابتدائی دو بزرگ صحابی حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب اور حضرت بھائی عبد الرحمن صاحب کو بھی بھائی کے لقب سے پکارا جاتا تھا)۔ تیسرے نمبر پر مولوی الٰہ دین صاحب کو بھی بھائی کے لقب سے پکارا جانے لگا اور یہی قادیان میں رواج پا گیا۔

قادیان میں 25 (اصل تعداد 26 ناقل) صحابہ تھے جو آہستہ آہستہ اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کی جنتوں میں جا بسے۔ اب ایک صحابی درویشوں کے باغیچہ میں باقی رہ گیا تھا یعنی حضرت بھائی الٰہ دین صاحبؓ جب تک آپ کی ڈیوٹی دفتر زائرین میں رہی آپ کا قیام دفتر تحریک جدید کی اوپر والی منزل میں ایک کمرہ میں رہا۔ جب آپ عمر کے تقاضا سے کمزور ہو گئے اور سیڑھیاں چڑھنا اترنا مشکل ہو گیا تو آپ کو دفتر زائرین کی ڈیوٹی سے بھی سبکدوش کر دیا گیا اور رہائش کیلئے الدار میں جس کمرہ میں سے ہو کر مسجد مبارک میں جانے کا رستہ ہے اس میں آپ کو قیام کی اجازت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے مرحمت فرمائی اور اسی کمرہ میں آپ تادم واپسی قیام پذیر رہے۔

آپ کی طبیعت جوانی سے ہی عبادات کی طرف میلان رکھتی تھی۔ الدار میں رہائش کی سہولت مل جانے پر آپ کا وقت چوبیس گھنٹہ ہی عبادت میں گزرتا۔ 1980ء کے بعد سے نقاہت غالب آنا شروع ہو گئی تھی کبھی کھانسی زور پکڑ جاتی کبھی کوئی اور عارضہ آ دباتا۔ اکثر وقت بستر پر ہی گزرتا۔ تاہم فرض نمازوں میں ہمت کر کے مسجد مبارک میں آ جاتے۔ 1981ء میں طبیعت زیادہ ہی خراب رہنے لگی امرتسر لے جا کر مکمل چیک کرایا گیا کوئی مہلک عارضہ لاحق نہیں پایا گیا مگر کمزوری تھی کہ بڑھتی ہی چلی جاتی تھی بعض اوقات نمازوں میں آنا بھی مشکل ہو رہا تھا کہ لنگر خانہ سے پکا ہوا معمول کا کھانا آپ ہضم کر سکنے کی حالت میں نہیں تھے۔ تینوں ٹائم ناشتہ دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا پکا ہوا محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اپنے گھر سے بڑے اہتمام سے بھجواتے تھے اور جو آپ کی طبیعت کے موافق ہوتا وہی تیار کرایا جاتا۔ 1982ء کا سارا سال ہی اسی حالت میں گزرا۔ درویشی دور میں یہ ہمارے پاس آخری صحابی تھے ہر ممکن کوشش اور دعائیں تھیں کہ یہ نعمت تادیر ہم میں شامل رہ کر ماحول کو برکتوں سے معمور کرتی رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر جس طرح کوئی فیصلہ کر چکتی ہے ممکن نہیں کہ وہ بات ٹل جائے۔

آخر 28 دسمبر 1982 کو جلسہ سالانہ قادیان کے آخری روز حضرت بھائی الٰہ دین صاحب کی طبیعت 27 اور 28 دسمبر کی درمیانی شب کو ہی نہایت کمزور ہو گئی تھی اور بوقت نصف شب نزع کی حالت طاری تھی۔ آپ کی وفات رات کو قریباً دو بجے ہوئی اور آپ تمام درویشان کو غمگین و افسردہ چھوڑ کر اپنے پیارے غفور و رحیم آقا کی جنتوں میں جا بسے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

مورخہ 28 دسمبر 1982 کو آپ کو بہشتی مقبرہ کی مقدس خاک کے سپرد کر دیا گیا۔ اے جانے والے تجھ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ تمہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قرب خاص میں جگہ دے۔ آمین اور ہمیں اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم اپنی زندگیاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منشا مبارک کے مطابق خالص اسلامی طریق پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزارنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔

بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کے مزار پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت بھائی الٰہ دین صاحب صحابیؓ قادیان ولد محترم میاں احمد دین صاحب۔ وصیت نمبر 8265 تاریخ وصیت 16.2.1945 عمر 86 سال۔ تاریخ وفات 28.12.1982۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان بزرگ صحابہ کرام کے پاک نمونوں کو اپنی زندگیوں میں ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کی اس پاک جماعت پر اپنی رحمتوں کی بارشیں نازل فرمائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

29 حضرت منشی محمد الدین واصلباقی رضی اللہ عنہ درویش

1947 میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عطا کردہ نور کی روشنی میں مستقبل میں دور تک حالات پر نگاہ ڈال کر قادیان میں دیار مسیح موعود علیہ السلام کی آبادی اور شعائر اللہ کی خدمت کے لیے یہاں 313 افراد کو آباد رہنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ بعد میں ایک مرتبہ درویشوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضور نے یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگوں کو بطور بیج یہاں رکھا گیا ہے۔ان ابتدائی درویشان میں آخری قافلہ 15 نومبر 1947 ء کو چلے جانے کے بعد جب فہرست کو آخری شکل دی گئی تو یہ 326 افراد تھے۔ان میں گیارہ صحابہ اکرام، حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے اور باقی 310 خدام تھے۔ یوں سمجھ لیں کہ گیارہ صحابہ ہی انصار اللہ میں شامل تھے۔ اور باقی سب کے سب خدام تھے۔ نہ کوئی طفل تھا نہ کوئی لجنہ۔

ابتدائی طور پر یوں سمجھا جاتا تھا کہ ہر ماہ بعد نئے افراد کچھ تعداد میں یہاں آجایا کریں گے اور ان کے تبادلہ میں قادیان سے انتہائی ضرورت مندخواہ بیماری کی وجہ سے یا دیگر خاندانی الجھنوں کی وجہ سے مجبور افراد واپس جا سکیں گے۔ چنانچہ جنوری 1948 میں ایک قافلہ قادیان آیا جس میں دس افراد قادیان میں قیام کی غرض سے تشریف لائے اور ان کے تبادلہ میں قادیان سے دس افراد کو اپنے گھروں کو واپس بھجوا دیا گیا۔ پھر دو ماہ بعد ایک قافلہ آیا۔ماہ مارچ 1948 میں اس قافلہ میں 15 افراد آئے تھے ان کے بدلہ میں قادیان سے 15 ضرورت مند مجبورافراد کو واپس بھجوا دیا گیا۔ پھر دو ماہ بعد مئی 1947 کو ایک قافلہ آیا۔ اس میں 34 افراد قادیان میں قیام کے لیے آئے۔ ان کے تبادلہ میں یہاں سے 34 افراد کو واپس بھجوا دیا گیا۔ ان آنے والے 34 افراد میں گیارہ صحابہ اکرام تھے۔ ابتداء میں قیام کرنے والے افراد میں بھی 13صحابہ کرام تھے۔ اور ماہ مارچ میں آنے والے افراد میں ایک صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تھے ۔اس طرح کل ملاکر ابتداء میں ٹھہرنے والے گیارہ۔ماہ مارچ میں آنے والے ایک اور پھر ماہ مئی میں آنے والے 13 اس طرح صحابہ کی تعداد 25 ہو گئی۔

قربان جاؤں اپنے آقا سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ پر کہ ان کی فراست نے جہاں جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز کی آبادی کے لیے تین سو تیرہ افراد کو بطور بیج رکھنے کے لیے چنا۔ وہاں ان میں 25 صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی شامل فرمایا۔ اور ان میں تین بابرکت وجود ایسے بھی تھے جنھیں خود سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب میں اپنے فدائی اصحاب 313 کی فہرست میں شمار فرمایا ہے۔ یہ تین گوہر آب دارجن کی چمک قیامت تک روشنی بکھیرتی رہے گی۔ یہ ہیں

1۔ مکرم و محترم حضرت منشی محمد الدین حاحب رضی اللہ واصلباقی کھاریاں ضلع گجرات

2۔ مکرم و محترم حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی رضی اللہ

3۔ مکرم و محترم حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب رضی اللہ

یہ سعادت قادیان کی مقدس بستی کے حصّہ میں آئی۔ شاید ہی دنیا میں کوئی اور ایسا شہر موجود ہو جس میں بیک وقت اتنی مختصر سی جماعت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین سو تیرہ صحابہ میں تین اصحاب موجود ہوں۔ ان تین بزرگ شخصیتوں کی موجودگی سے درویشوں کو بھر پور استفادہ کرنے کی توفیق ملتی رہی۔ اب بزرگ ہستیوں میں اس وقت مکرم ومحترم حضرت منشی محمد الدین رضی اللہ کا ذکر خیر کرنا ہے۔ اس غرض کے لیے میں نے جائزہ لیا تومعلوم ہوا کہ آپ کی وفات پر کوئی ایسا مضمون قادیان میں نہیں چھپا کیونکہ اس وقت تک قادیان سے کوئی اخبار جاری نہیں ہوا تھا۔اور ڈاک کی خرابی کے باعث الفضل بھی باقاعدہ نہیں آرہا تھا۔ لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ جب ربوہ جاؤں گا تو آپ کے خاندان میں سے جس فرد سے بھی ملاقات ہو گی ان سے آپ کے حالات کے بارہ میں معلومات حاصل کروں گا۔

چنانچہ جب ستمبر 1998 میں ربوہ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں میں نے مکرم مبارک مصلح الدین صاحب وکیل المال ثانی ربوہ سے ملاقات کی جو حضرت منشی محمد الدین صاحب کے پوتے ہیں اور انہوں نے مجھے اپنے والد بزرگوار محترم حضرت صوفی غلام احمد صاحب کے لکھے ہوئے ایک مضمون کی فوٹوسٹیٹ کاپی مرحمت فرمائی۔جس سے مجھے حضرت منشی محمد الدین صاحب رضی اللہ کے زندگی کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ اور ان کے اس مضمون سے فائدہ اٹھا کر میں نے یہ مضمون ترتیب دیا ہے۔

آپ کے پھکڑ دادا (پھکڑ دادا پنجابی میں چھٹی پشت سے اوپر والے باپ کو کہا جاتا ہے) الٰہ الدین صاحب قوم جٹ جھمٹ اٹھارویں صدی کے آخر میں ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں موضع مڈھ سے ہجرت کر کے ضلع گجرات کے ایک گاؤں دھوریہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے اور پھر آپ کے ایک پوتے نے مڈھ گاؤں سے دو میل کے فاصلہ پر موضع حقیقہ میں کچھ زرعی جائیداد حاصل کر لی۔ یہ گاؤں موضع پنڈی رام پور کے قریب تھا اور لوگ دونوں گاؤں کو ملا کر پنڈی حقیقہ کے نام سے پکارتے تھے بعد میں آبادی بڑھ جانے سے یہ دونوی گاؤں فاصلہ کم ہوتے ہوتے آپس میں مل گئے تھے اور یہ گاؤں تحصیل کھاریاں سے منڈی بہاؤالدین کو جانے والی سڑک پر واقع تھا۔اب کھاریاں کی آبادی اس گاؤں تک پہنچ چکی ہے۔

آپ کی پیدائش 1874 میں اسی گاؤں میں ہوئی قرآن کریم پڑھ چکنے کے بعد کھاریاں پرائمری سکول سے پرائمری تک تعلیم مکمل کر کے ورینکلر مڈل سکول ڈنگہ میں داخلہ لیا اور وہاں سے ورینکلر مڈل پاس کیا۔1888ء میں پٹوار کی تعلیم حاصل کی اور 1889ء میں موضع ملانی میں تعینات ہوئے۔ یہ گاؤں بھی تحصیل کھاریاں میں واقع ہے۔ اور اس کی حد کشمیر ریاست کی حد سے ملتی ہے۔ بعد میں ترقی کرتے ہوئے آپ گرداور، قانوگو اور مزید ترقی کرتے ہوئے آپ تحصیل کھاریاں میں واصلباقی کے عہدہ پر متعین ہوئے۔ (واصلباقی سے مراد یہ ہے کہ اس دفتر میں تحصیل کے تمام تر مالیہ لگان اور قرضہ جات کی وصولیابی اور بقایہ جات کا حساب رہتا ہے) اور پھر ضلع ہیڈ کوارٹر میں واصلباقی کے عہدہ پر تبدیل ہو کر 1929ء میں ضلع گجرات سے ریٹائرڈ ہوئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے زندگی وقف کر دی ۔حضرت المصلح الموعود رضی اللہ نے آپ کا وقف منظور فرما کر آپ کو سندھ کی زمینوں پر مقرر کیا اور پھر بعد میں دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ میں خدمات کی توفیق پائی۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب براہین احمدیہ پڑھ کر آپ پر آشکار ہو گیا اور آپ نے 1894ء میں بذریعہ خط بیعت کر لی اور 1895ء میں قادیان حاضر ہو کر بیعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ زیارت کے وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تیسرے نمبر پر پاس ہوئے ہو۔ اس خواب کے چند روز بعد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم شائع ہوئی تو اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے 313 صحابہ کے نام شائع فرمائے۔ اس میں آپ کا نام (3۔میاں محمد الدین پٹواری ملانی ضلع گجرات) تیسرے نمبر پر درج تھا۔

تقسیم ملک کے وقت آپ ستمبر 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے۔ پھر گیارہ مئی 1947ء میں جو تیسرا قافلہ قادیان میں آباد رہنے والوں کا آیا تو آپ اس میں شامل تھے۔ اور آپ کے علاوہ 12 اور صحابہ بھی اس قافلہ میں شامل تھے۔ گویا اس قافلہ میں تین صحابہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی 313 صحابہ کی شائع کردہ فہرست میں سے تھے اور 10 صحابہ مزید تھے۔ اور باقی خدام تھے۔ جو دیار مسیح کی دربانی کا شوق دلوں میں لیے حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت جب کہ میں یہ تحریر لکھ رہا ہوں ان بزرگوں میں سے کوئی بھی حین حیات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

سید نا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ کا قادیان میں ان بزرگوں کے بھجوانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ قادیان میں مقیم افراد کی اعلیٰ تربیت کی جائے۔ سو یہ عمل ان بزرگوں کے آنے سے شروع ہو گیا۔مساجد میں ترجمۃ القرآن کی کلاسیں جاری ہوئیں۔ اور فجر کی نماز کے بعد صحابہ کرام نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی روایات بیان کرنا شروع کیں۔ اس میں حضرت منشی صاحب نے بہت گراں قدر حصہ ڈالا اور کئی مہینوں تک آپ صبح فجر کی نماز کے بعد روایات سناتے رہے۔آپ نے ایک مرتبہ یہ بتایا کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں حاضر تھا اور بہت سے صحابہ کرام حاضر تھے۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ بڑے بڑے عالم فاضل صحابہ حضور کی صحبت میں ہیں۔ میں کم علم ہوں میں کیا حاصل کرسکوں گا۔میرے دل میں اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضور نے میری طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا۔میاں محمد الدین اتقوا اللہ و یعلمکم اللہ میں نے حضور کی اس بات کو پلّے باندھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن کو روشن کر دیا اور مجھے بہت سی باتیں یاد رہنے لگیں۔حتیٰ کہ عین بڑھاپے میں میں نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحب سے چالیس حدیثیں مع جملہ راویوں کی سند کے یاد کر لیں۔ ظاہر ہے یہ ایک معجزہ کا حکم رکھتی ہوئی بات ہے۔ ایک حدیث 30 واسطوں سے سید نا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچی ہے۔

آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ میں نے خود دیکھا آپ صاف پاک مٹی کا ایک ڈھیلہ اپنی جیب میں رکھتے تھے جونہی وضوٹوٹا فوراً مٹی کا ڈھیلہ نکال کر تیمم کر لیتے اور جب پانی میسر آتا وضوء فرمالیتے۔آپ مسجد مبارک میں فجر کی نماز پڑھ کر گھر جارہے تھے۔مہمان خانہ سے گزرتے ہوئے کسی فرش کی اینٹ سے ٹھوکر کھاکر گر پڑے۔کولہے پر چوٹ آئی غالباً ہڈی میں فریکچر ہوا۔درویشان اُٹھا کر گھر لے گئے۔احمدیہ شفاخانہ سے مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب علاج کرتے رہے۔دو روز کی مختصر علالت کے بعد مورخہ یکم نومبر 1981ء کو آپکی روح الرفیق الاعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 313 مغموم درویشوں کے کندھوں پر ایک ایسی محبوب ہستی کا جنازہ تھا جنہیں قیامت تک بھلایا نہیں جاسکے گا۔ بہشتی مقبرہ میں قطعہ صحابہ میں تدفین عمل میں آئی۔اور بعد تیاری قبر حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب جٹ رضی اللہ عنہ امیر جماعت احمدیہ قادیان جو خود صحابہ میں تھے نے دعا کروائی۔آپ کی وفات کے وقت آپ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی حین حیات تھے اور سب سلسلہ احمدیہ میں مصروف تھے۔

1۔سب سے بڑے بیٹے صوفی غلام احمد صاحب۔ 1923ء میں علاقہ ملکانہ میں تبلیغ کے میدان میں خدمت کی پھر احمدیہ ہوسٹل لاہور کے سپرنٹنڈنٹ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ٹیچر کے طور پر اور 35ء میں بورڈنگ تحریک جدید سپرنٹنڈنٹ پھر نائب ناظر بیت المال اور آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ناظر بیت المال خرچ اور ناظر اعلیٰ ثانی مقرر فرمایا۔

2 ۔دوسرے بیٹے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے معالج ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

3 ۔تیسرے بیٹے چوہدری غلام مرتضی صاحب بارایٹ لاء کو بطور مشیر قانونی صدر انجمن احمدیہ اور وکیل القانون تحریک جدید کی خدمت کی توفیق ملی اور آپ کے بیٹے لطیف احمد جھمٹ بھی نائب وکیل المال ثانی کے طور پر خدمت سلسلہ میں مصروف ہیں۔

4۔چوتھے بیٹے چوہدری غلام یٰسین صاحب بطور مبلغ امریکہ فلپائن وانڈونیشیا خدمت کی توفیق ملی۔اسی طرح آپ کے داماد مولوی باسط احمد آئیوری کوسٹ میں بطور مبلغ خدمت کر رہے ہیں۔

5۔آپ کی بیٹی اور ان کے میاں ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل نے بطور مبلغ اٹلی وسیرالیون خدمت کی توفیق پائی۔

6 ۔آپ کے پوتے مکرم مبارک مصلح الدین صاحب بطور وکیل المال ثانی اور مبارک مصلح الدین صاحب کا بیٹا مجد الدین انجینئر بطور واقف زندگی خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

7۔ حضرت منشی محمد الدین صاحب ؓ کی ایک نواسی سکینہ بیگم کے شوہر میجر عبدالحمید صاحب نے بطور مبلغ امریکہ وجاپان خدمت کی توفیق پائی۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے نفوس واموال میں برکت عطا فرمائے اور خدمت دین کا جذبہ ان میں پشت در پشت تک قائم رکھے۔ آمین

(مکرم چوہدری بدرالدین عامل بھٹہ صاحب (مرحوم) کی ''کتاب وہ پھول جو مرجھا گئے۔حصہ دوم'')

30 صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش



حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور یکم اگست 1927 کو قادیان دار الامان میں حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ حرم حضرت سیدنا مصلح موعودؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم تعلیم الاسلام سکول اور مدرسہ احمدیہ قادیان میں ہوئی۔ تقسیم ملک کے دوران آپ قادیان میں رہ کر حفاظت مرکز کے سلسلہ میں مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے جب قادیان کی احمدی آبادی کا قادیان سے انخلاء کا حتمی فیصلہ سیدنا مصلح موعودؓ نے فرمایا اور دور درویشی کا آغاز ہوا تو آپؓ نے ہدایت فرمائی کہ میری اولاد میں سے ایک بیٹا باری باری ہمیشہ قادیان میں مقیم رہے گا چنانچہ اس سلسلہ میں جب قرعہ اندازی کی گئی تو سب سے پہلا نام حضرت مرزا خلیل احمد صاحب کا نکلا جو نومبر 1947 ء سے لیکر مارچ 1948 تک قادیان میں رہے۔ قرعہ اندازی کے مطابق دوسرا نام حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا تھا چنانچہ آپ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ جو کہ اس وقت حفاظت مرکز کے انچارج تھے انکے حکم پر نومبر 1947 میں قادیان سے لاہور تشریف لے گئے اور پانچ مارچ 1948 کو واپس قادیان تشریف لے آئے۔ اپنی قادیان آمد اور قادیان میں مستقل قیام کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب خود فرماتے ہیں۔

اس وقت جب حضرت صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) لاہور تشریف لے گئے تو وہاں سے جاکر حضرت صاحب نے اور بھی ہدایات بھجوائیں جو جماعتی طور پر آتی تھیں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ کا گھر وہ جو ہال تھے بڑے بڑے کمرے تھے میں دفتر تھا ان میں بعض کمروں میں مستقل طور پر چوبیس گھنٹے ٹیلی فون کیلئے ڈیوٹی والا ہوتا تھا دفتر کو سنبھالنے والے بھی ہوتے تھے وہاں پر حضرت صاحب نے ایک خط اپنے بچوں کے لئے بھی بھجوایا وہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے ہم کو پڑھ کر سنایا اس میں یہ تھا کہ جماعتی ضروریات کے تحت یہ تقاضا تھا کہ میں باہر جاؤں اور میرا ساری دنیا سے رابطہ رہے قادیان میں ایسا ممکن نہیں تھا اس لئے میں لاہور آ گیا ہوں اور یہاں پر جماعتی کام کر رہا ہوں لیکن ایک انسانی فطرت کے تقاضے کے لحاظ سے میری خواہش ہوتی کہ میں وہاں خطرے کے وقت رہتا اور تم لوگوں کو اپنی اولاد کو خطرے کے وقت باہر بھجوا دیتا یہ فطرتاً میری خواہش ہوتی کہ بحیثیت باپ کے میں اپنی اولاد کو خطرے سے باہر بھجوا دیتا اور خود خطرے میں موجود رہتا لیکن جماعتی کاموں کی وجہ سے میں نے دوسرا فیصلہ کر لیا اس لئے تم لوگ اب وہاں پر ہو تم نے جماعت کے لئے ہر قسم کی قربانی دینی ہے۔ اور چونکہ حضرت صاحب کو یہ بھی پتہ لگ گیا تھا کہ اب ہمیں چھوڑنا پڑے گا اسی لئے حضرت صاحب نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ خاندان میں اور جماعت میں یا PUBLIC میں کوئی اعلان ہوا تھا مجھے یاد نہیں لیکن اتنا اچھی طرح پتہ ہے کہ میرے بچوں میں سے ایک بچہ اور باقی حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی نرینہ اولاد میں سے اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی اولاد میں سے ایک بچہ قادیان میں ہمیشہ رہے گا۔ اس کے لحاظ سے پھر قرعے ڈالے گئے تھے پہلے قرعے میں حضرت صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب مرحوم ہمارے بھائیوں میں سے اور صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بارایٹ لاء حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بیٹے دوسرے خاندان سے ہیں ان کا قرعہ پڑا دوسرا قرعہ حضرت صاحب کے بچوں میں سے میرا پڑا اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے بیٹوں میں حکیم عبد الوہاب صاحب عمر کا پڑا تو اور بھی پڑے تھے لیکن بہر حال یہ موقعہ پر آئے پھر دوسری بار موقعہ نہیں ملا روکیں ایسی پڑ گئیں تو یہ حضرت صاحب کی اس وقت یہ خواہش تھی معین طور پر نام لیکر کہا ہو کہ ٹھہرو ایسا نہیں ہوا تھا قرعے پڑے تھے چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس وقت ان سارے حفاظتی مرکز کے انچارج حضرت صاحب نے بنائے ہوئے تھے اور قادیان کے ارد گرد بھی جو بہت زیادہ احمدیوں پر دیہات میں حملہ کر کے قتل و غارت ہو رہی تھی ان سب کی حفاظت کی ذمہ داری بھی میاں ناصر احمد صاحب پر تھی تو وہ آپ کرتے تھے۔ چونکہ میرا قرعہ پڑ چکا تھا انہوں نے مجھے حکم دیا میں خوشی سے نہیں آنا چاہتا تھا مجھے حکم دیا کہ چونکہ اگلی Turn تمہاری ہے اس لئے تم رتن باغ چلے جاؤ تو پھر انکے حکم پر میں یکم نومبر کو جو تھوڑے بہت ایک دو ٹرک آتے تھے اس میں میں چلا گیا تھا۔ 16 نومبر کو آخری قافلہ قادیان سے گیا اور پھر 5 مارچ 1948 کو۔ اسکے بعد جنوری میں ایک قافلہ آیا یہاں پر ڈاکٹر بشیر صاحب وغیرہ آئے اور میجر محمود صاحب وغیرہ جو پہلے تھے وہ چلے گئے اس میں اور پھر مارچ میں جو دوسرا قافلہ آیا اس میں میرے ساتھ جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت منشی محمد الدین صاحب اور چوہدری عبد الکریم صاحب اور تیسرا قافلہ آیا 2 مئی کو، اس میں زیادہ تر صحابہ تھے حضرت صاحب نے یہاں کے نوجوانوں کی تربیت کے لئے بہت سارے صحابہ کو بھجوایا تو اسکے بعد میرا نام باہر جانے والوں میں تھا اور کسی اور کو آنا تھا تو میرا دل اللہ تعالیٰ نے ایسا یہاں لگا دیا کہ میری اتنی شدید خواہش تھی کہ میں اب قادیان سے واپس نہ جاؤں تو جب

یہ اطلاع آئی کہ اگلا قافلہ آنے والا ہے اور اس میں تمہیں آنا پڑے گا اور کوئی اور نمائندہ جس کا قرعے میں نام ہے یہاں آئے گا تو چونکہ حضرت صاحب کی قصر خلافت کی چابیاں خاندان کی حفاظت کی وجہ سے میرے پاس تھیں تو میں نے وضو کیا جہاں تک مجھے یاد ہے ساڑھے نو دس بجے کا وقت ہو گا جائے نماز لیا اور میں قصر خلافت کے بڑے کمرے میں چلا گیا اور وہاں جاکر میں نے نفل شروع کئے چونکہ جیسا بتایا جاتا ہے کہ دعا قبول ہونی ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے سامان پیدا کرتا ہے تو مجھے اتنی الحاح کے ساتھ دعا کا موقعہ ملا کہ لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرمالے گا اور میں نے خدا سے کہا خدایا میں نے نہیں جانا تُو اپنے فضل سے اسکے سامان کر دے چنانچہ پھر یہی ہوا کہ قادیان کے لوگوں نے حکومت کو کہا کہ یہ عجیب بات ہے انکے قافلے آتے ہیں وہاں جا کے وہاں کے وفادار بن جاتے ہیں یہاں آ کے یہاں کے وفادار بن جاتے ہیں یہ سلسلہ بند کیا جائے تب سے وہ سلسلہ بند ہو گیا۔‘‘

جب قادیان سے آخری کانوائے 16 نومبر 1947 کو لاہور چلا گیا تو قادیان میں 313 افراد رہ گئے اس دوران قادیان اور ارد گرد کے حالات بہت کشیدہ تھے درویشان بھی محلہ احمدیہ میں محصور تھے غیر مسلم آبادی نے ان کا سوشل بائیکاٹ کیا ہوا تھا اور باہر سے کوئی کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر ضروریات کے سامان محلہ احمدیہ میں نہیں آسکتے تھے۔ ہمہ وقت جانی خطرات بھی لاحق تھے اور مسلسل ایک غیر یقینی کیفیت تھی۔ درویشوں کو قادیان سے زبردستی باہر نکالنے کی در پردہ سازشیں بھی کی جارہی تھیں ایک لمبے عرصہ تک قادیان سے باہر جانے کیلئے پولیس کی باقاعدہ مدد لینے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اس سوشل بائیکاٹ کی حالت کو دور کرنے کے لئے جو مختلف طریق اختیار کئے گئے ان میں سے ایک کھیلوں کے باہمی مقابلے بھی تھے۔ قادیان کے درویشوں کی والی بال کی ٹیم نے جس میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی ایک بہترین کھلاڑی تھے گرد ونواح کی ٹیموں سے مقابلہ جات شروع کئے اور باہمی انسیت کی فضاء قائم ہونی شروع ہوئی۔ اسی طرح علاج معالجہ کے ذریعہ خدمت خلق کا کام بھی شروع کیا گیا چنانچہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے حضورؓ کے ارشاد پر طبّ یونانی کی ایک ڈسپنسری کھلوائی اسی طرح تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے حکام سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا گیا جس میں محترم صاحبزادہ صاحب بنفس نفیس شریک ہوتے رہے اسی طرح پاکستان سے گرو گرنتھ صاحب کی بہت سی کاپیاں منگوا کر سکھ احباب کو پیش کی جاتی رہیں 1952 میں تقریباً ایک سال کیلئے محترم صاحبزادہ صاحب اعلیٰ تعلیم کے لئے لکھنو یونیورسٹی تشریف لے گئے جہاں آپ نے فاضل فی التفسیر کی سند حاصل کی۔ اسی دوران حضرت ام المومنینؓ کی وفات ہوئی اور حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ پاکستان تشریف نہ لے جاسکے اور یہ صدمہ بھی آپ کو ہندوستان میں تنہا ہی برداشت کرنا پڑا۔ اکتوبر 1952 میں آپ شادی کی غرض سے 15 یوم کے لئے پاکستان تشریف لے گئے آپ کی شادی سیدہ امتہ القدوس بیگم صاحبہ مدظلہا عالی بنت ڈاکٹر حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے مورخہ 16 اکتوبر 1952 کو ہوئی اسی اثناء میں آپ کو اچانک قادیان واپس آنا پڑا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب خود فرماتے ہیں۔

’’جب میں گیا ہوں تو شادی کیلئے مجھے میرے خالو جان شیخ بشیر احمد صاحب وہ چونکہ High court کے اس وقت جج نہیں بنے تھے بلکہ Leading وکیل تھے یہاں پر آتے رہتے تھے ہندوستان میں روٹری کلب وغیرہ میں تو وہ جلسے پر آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ابا نے فرمایا ہے کہ نکاح فارم پر کر دو تو پھر نکاح فارم پر کر دیا اس وقت یہ بھی پتہ لگا کہ ابا جان نے فرمایا ہے کہ حق مہر ایک ہزار روپے رکھ دینا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ہمارے خاندان کی روایت یہ ہے کہ ہم ایک ہزار روپیہ حق مہر رکھتے ہیں تو تم بھی ایک ہزار روپیہ ہی حق مہر رکھو پھر یہ ساتھ ہی فرمایا کہ ہم اسکے باوجود اپنی بیوی کو حق مہر سے بہت زیادہ دے دیتے ہیں لیکن چونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے خاندان میں بچوں نے سب نے اتنا رکھا ہے تم بھی یہی حق مہر لکھو۔ چنانچہ نکاح ربوہ میں ہوا تو اس میں پھر جب میں شادی کیلئے گیا تو ابھی پاسپورٹ سسٹم نہیں جاری ہوا تھا پرمٹ سسٹم تھا تو 14 دن کا مجھے پرمٹ ملا جو 14 اکتوبر سے 28 اکتوبر تک تھا یکم نومبر سے پاسپورٹ سسٹم شروع ہو جانا تھا اسکی announcement ہو چکی تھی تو میں 14 اکتوبر کو گیا تو 16 اکتوبر کو میری وہاں ربوہ میں شادی ہوئی قصر خلافت کے نچلے حصہ میں اور پھر اسکے بعد ابا جان نے ولیمے کے دن پوچھا تم نے کن دوستوں کو بلانا ہے۔ تو پھر میں نے اپنے دوستوں کے نام لکھ دیئے باقی حضرت صاحبؓ نے اپنے تعلقات خاندانی تعلقات میں سے ولیمے میں بلایا۔ وہاں پر ان دنوں پاکستان سے انڈیا آنے کیلئے ایک انکم ٹیکس Clearance دینی ہوتی تھی تو وہ اسکے لئے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے زمان شاہ صاحب ہوتے تھے مختار عام صدر انجمن احمدیہ کے انکی ڈیوٹی حضرت صاحبؓ نے لگائی تھی انکے ساتھ ہم کار پر شیخوپورہ جایا کرتے تھے وہاں دفتر ہوتا تھا دو چکر یا تین چکر لگے وہاں کے مجھے یاد نہیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اس وقت جو تیسرا سفر تھا شیخوپورہ سے واپس آرہے تھے دیر ہو گئی تو مجھے اچھی طرح یاد ہے ان دنوں میل تھا کلو میٹر نہیں تھا میل کا Board لگا ہوا پڑھا ربوہ 11 میل۔ قریب میں آنے کے بعد چنیوٹ کے بعد ربوہ کا بھی لکھا اس وقت آجاتا تھا۔ چنانچہ وہاں پر آگے light چلنی شروع ہو گئی۔ مغرب کا وقت ہو گا مغرب اور عشاء کے درمیان تو ہمارے ڈرائیور نے دیکھا تو اس نے کہا کہ کوئی ہمیں اشارہ دے رہا ہے اپنی گاڑی

آہستہ کر دی تو اگلی گاڑی میں حضرت صاحبؒ کے اپنے ڈرائیور قریشی نذیر احمد صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور اس میں میری والدہ اور میرا چھوٹا بھائی نعیم مرحوم بیٹھا ہوا تھا تو وہاں نذیر صاحب نے وہیں اُتر کے مجھے خط دیا کہ حضرت صاحب کا حکم ہے کہ جہاں ملے اسی وقت پڑھو اور اسکی تعمیل کرو تو light نہیں تھی گاڑی کی light کے سامنے کھڑے ہو کے وہ خط پڑھا اس خط میں حضرت صاحب نے یہ لکھا ہوا تھا کہ میں یہ خط بھجوا رہا ہوں اسکو پڑھو اور اس پر عمل کرو اور وہ یہ ہے کہ مجھے ایسے آثار نظر آ رہے ہیں معلوم ہو رہا ہے خدشہ ہے کہ تمہارے ہندوستان واپس جانے میں روک پیدا ہو جائیگی اس لئے ایک تو یہ کہ اگر تمہیں chartered جہاز بھی کرنا پڑے۔ تو وہ بھی کرو اور انڈیا واپس پہنچو دوسری بات اس میں یہ لکھی ہوئی تھی کہ تمہارے نہ جانے سے مسیح موعودؑ کے خاندان کا کوئی فرد قادیان میں نہیں رہے گا اور اسکی وجہ سے لوگوں کے اندر ایک ایسا تاثر پیدا ہو جائے گا کہ گویا قادیان خالی ہو جائے گا کہ مسیح موعودؑ کے خاندان ہی نے نمونہ نہ پیش کیا قربانی نہ پیش کی تو لوگ کس طرح کریں گے تو اس لئے تم ہر صورت میں پہنچو چاہے chartered جہاز بھی کرنا پڑے۔ تو اس وقت میری والدہ اس گاڑی میں سے اتریں اور اِس گاڑی میں آئیں اور نعیم مرحوم بھی آ گیا اور ہم پھر لاہور چلے گئے Walton Airport ہوتی تھی۔ دو دن بعد ہمارے جہاز نے چلنا تھا پھر حضرت صاحب بھی ربوہ سے پہنچ گئے مجھے seeoff کرنے کے لئے اور پھر اسکے بعد جب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے اگلے سال جب میں آیا تو مجھے بتایا اگلی دفعہ کہ حضرت صاحب جب تک کہ تمہارا جہاز حضرت صاحب کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا حضور دُعا کرتے رہے۔''

اگلے سال مارچ 1953 میں آپ پاسپورٹ اور ویزا کی کاروائی مکمل کروانے کے بعد پاکستان جا کر اپنی بیگم صاحبہ سیدہ امتہ القدوس صاحبہ مدظلہا عالی کو اپنے ساتھ قادیان لے آئے حضرت بیگم صاحبہ کے بیان کے مطابق خود حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں حضرت ام ناصرؓ کے مکان میں رہنے کی ہدایت فرمائی جہاں حضرت مسیح موعودؑ کے کثرت سے قدم پڑے ہیں اور اسکے صحن میں حضورؑ نے درس بھی دیا ہوا ہے۔

حضرت بیگم صاحبہ کے آنے کے بعد بھی کچھ عرصہ کیلئے درویشان کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا دودھ اور دیگر اشیاء کا مہیا کرنا بند کر دیا گیا یہاں تک کہ جمعداروں کو بھی گھروں میں کام کرنے سے روکا گیا۔ صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کو واگذار کرنے کے لئے آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں اور اس سلسلہ میں آپ نے جماعتی وفد کے ساتھ 30 اپریل 1958 کو وزیر اعظم ہندوستان جناب پنڈت جواہر لعل نہرو سے ملاقات بھی کی جس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ 1963 میں آپ کی والدہ محترمہ حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی اور آپ بمشکل انکی تدفین کے موقعہ پر ربوہ پہنچ سکے۔ 1965 کی پاک بھارت جنگ کے باعث ڈاک ٹیلی فون اور تار وغیرہ کے سب روابط منقطع ہو گئے اور قادیان کی جماعت کے پاس حضرت مصلح موعودؓ کی صحت کے بارہ میں اطلاعات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہا یہاں تک کہ آپ کو حضورؓ کی شدید علالت اور وفات کی اطلاع ملی اس موقعہ پر کئی ملکوں کی جماعتوں کو تاریں دی گئیں۔ لیکن صرف سری لنکا کی ہی جماعت سے اس خبر کی توثیق ہو سکی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم نے حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کی خبر ملنے کے بعد مسجد مبارک قادیان میں ایک تقریر فرمائی اور درویشان قادیان کو اس شدید صدمے کے وقت صبر اور دعاؤں کی تلقین کی۔ نیز فرمایا کی میری ہمیشہ یہ دعا اور تڑپ رہی کہ اے خدا جب بھی حضرت اباجانؓ کا آخری وقت آئے تو میں انکے پاس موجود رہوں مگر ایسے حالات میں حضورؓ کی وفات ہوئی ہے کہ میرا جانا ممکن نہیں اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا کہ قادیان اور ہندوستان کے سارے احمدی افراد حضرت مصلح موعودؓ کے بچوں کی طرح ہی ہیں سب کو جدائی کا یکساں صدمہ پہنچا ہے تم بھی انکے ساتھ جدائی کا ویسا ہی صدمہ برداشت کر و جیسا وہ کر رہے ہیں اور تمہارا قادیان میں رہنا انکے لئے موجب ڈھارس اور تسلی ہو گا۔ دسمبر 1971 کی پاک بھارت جنگ کے دوران حکومت کی جانب سے قادیان کے احمدیوں کو محلہ احمدیہ خالی کرنے کا حکم دیا گیا جس سے جماعت کے لئے انتہائی تشویشناک صورتحال پیدا ہو گئی اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے قادیان کے تمام احمدی احباب کو مسجد مبارک میں جمع کیا اور ایک پرسوز تقریر فرمائی اور آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اسکو قطعاً نہیں چھوڑیں گے آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے اپنی دعاؤں کے ذریعہ عرش الٰہی کو ہلا دیں اگر حکومت کا ہمارے بارہ میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو کہ ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائے گا ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے۔ نیز فرمایا کہ آپ یاد رکھیں کہ میں بھی یہاں سے خود باہر نہیں جاؤں گا اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا۔ آپ میں سے ہر درویش اور درویش کے بچے کی یہی پوزیشن ہونی چاہئے ہو سکتا ہے کہ وہ یہ بھی کہیں کہ ہم آپ کے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے اب تم بھی چلو وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس رات قادیان کے بچے بچے کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص نے اس رات خدا کو جپھا مار رکھا تھا آخر ایسا کیوں نہ ہوتا ہمارا تو سوائے خدا کے اور کوئی تھا ہی نہیں جس کے آگے

فریاد کرتے۔ مسجد مبارک کا گوشہ گوشہ مسجد اقصیٰ کا کونہ کونہ بہشتی مقبرہ کی قبر قبر مزار مبارک کا ہر ذرّہ بیت الدعا کی در و دیوار یں محلہ احمدیہ کے کوچے گلیاں گھروں کی دیوار یں اس بات پر گواہ ہیں کہ درویشوں کے دلوں سے نکلی آہیں اور چیخیں آستانہ اُلٰہی پر دستک دینے لگیں۔ انکی سجدہ گاہیں تر ہوگئیں۔ انکی جبینیں خدا کے آگے جھکیں رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا کے حضور اُٹھے رہے۔ انہوں نے رات اور دن اسی حالت میں گزار دیئے آخر خدا تعالیٰ نے انکی دعاؤں اور تضرعات کو سنا اور انہیں درجہ ٔقبولیت عطا کیا۔ چنانچہ جماعت کی دعاؤں اور کوششوں کے نتیجہ میں ڈی سی گورداسپور اور دیگر سول اور فوجی افسران نے قادیان آکر خود احمدی محلہ کا تفصیلی معائنہ کیا اور مقامات مقدسہ کو دیکھا جس سے انکی تسلی ہوگئی اور انخلاء کا فیصلہ منسوخ کر دیا گیا۔ قادیان میں جتنا عرصہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی رہے اسی طرح جب ملک صلاح الدین صاحب کچھ عرصہ کیلئے امیر مقامی و ناظر اعلیٰ متعین ہوئے تو آپ کا نمونہ اطاعتِ امیر اور پابندیٔ نظام جماعت قابلِ تقلید تھا۔ 1977 میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ کی وفات کے بعد آپ کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مقرر فرمایا۔ آپ اپنی وفات کے وقت بھی اس جلیل القدر عہدہ پر فائز تھے۔ 1982 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات ہوئی تو اس موقعہ پر بھی آپ ربوہ تشریف نہ لے جاسکے آپ کی صاحبزادی سیدہ امۃ الرؤف بیگم صاحبہ کا بیان ہے کہ ابا کو خلافت سے بے انتہا عشق کی حد تک محبت تھی۔ حضور کی وفات کے اگلے روز آپ ایک خط لے کر امی کے پاس اور میرے پاس لائے کہ اسکو پڑھ لو اور اس پر دستخط کر دو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا کہ یہ میں ابھی بھجوا رہا ہوں میں نے کہا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا ہمیں پتا ہی نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا تو کہنے لگے کہ میں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی خلافت کی بیعت کرنی ہے اللہ تعالیٰ جسکو بھی خلیفہ بنائے اس لئے میں ابھی یہ خط روانہ کر رہا ہوں تاکہ جس وقت خلافت کا انتخاب ہو میری بیعت کا خط وہاں پہنچا ہوا ہو۔ کچھ مخالفین کی طرف سے آپ کو بعض جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا گیا جن کا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا لیکن بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو باعزت بریت عطاء فرمائی۔ یہ الٰہی تصرف اور حضرت میاں صاحب کا مشفقانہ سلوک ہی تھا کہ آپ کی وفات کے موقعہ پر انہیں مقدمہ کرنے والوں میں سے بعض افراد تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ 1989 میں جماعت احمدیہ کے صد سالہ جشن تشکر کے موقعہ پر آپ کی قیادت میں ہندوستان کے طول و عرض میں تقریبات منعقد کی گئیں جن میں سے اکثر میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے ان تقریبات میں بہت سے معزز غیر مسلم احباب بھی شامل ہوتے رہے 1991 کے تاریخ ساز جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قادیان کا دورہ فرمایا اسکے جملہ انتظامات کی نگرانی حضرت صاحبزادہ صاحب نے بطریق احسن ادا کی۔ خلیفۃ المسیح کے اس بابرکت دورہ کے نتیجہ میں ہندوستان کی جملہ جماعتوں میں نمایاں بیداری پیدا ہوئی اور دعوت الی اللہ کے میدان میں ہندوستان کی جماعتوں نے بہت ترقی کی۔ سن 2003 جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے وصال کے موقعہ پر آپ کو لندن جانے اور خلافت خامسہ کے انتخاب میں شریک ہونے اور حضورؒ کی نماز جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ سن 2005 میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے تو اس سلسلہ میں آپ کو جملہ انتظامات کی نگرانی اور حضور کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران آپ اپنی ناسازیٔ طبع کے باوجود حضور کے ساتھ تمام سفروں میں شریک رہے اس دوران حضرت صاحبزادہ صاحب کی خلافت سے محبت اور احترام کے بہت سے نظارے دیکھنے کو ملے اور اسی موقعہ پر وہ خوشی کی گھڑی بھی آئی کہ جب تقسیم ملک کے اٹھاون سال کے بعد پہلی مرتبہ اہل قادیان نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عید الضحیٰ منائی۔ آپ کی سیرت کے اوصاف میں اللہ تعالیٰ سے محبت اور توکل آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ سے عشق اور خلافت سے عقیدت اور اطاعت ہیں اسی طرح بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کا جذبہ آپ کا خاص وصف تھا۔ آپ بے حد منکسر المزاج تھے اور ہر شخص سے خندہ پیشانی سے ملا کرتے۔ آپ صحابہ کرام حضرت مسیح موعودؑ کا خاص احترام فرماتے اور درویشان کرام سے آپ کو دلی محبت اور ایک خاص تعلق تھا اس کا اظہار آپ کے سلوک سے نمایاں ہوتا تھا۔ آپ غرباء، بیواؤں اور یتیم بچوں کا خاص خیال فرماتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کا خاصہ تھا اگر کوئی رات گئے بھی ملنے آتا تو آپ خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ کی بیگم سیدہ امۃ القدوس مدّظلہا العالی بیان فرماتی ہیں کہ عیدین کے موقعہ پر مجھے خاص طور پر بیواؤں سے ملنے اور تحفۂ عید پیش کرنے کو کہتے اسی طرح کوئی مرد یا عورت بیمار ہو تو یہ فوراً انکے گھر جاکر عیادت کرتے اور زیادہ SERIOUS ہو تو امرتسر بھجوانے اور اعلیٰ علاج کروانے کا انتظام کرواتے تھے۔ اسی طرح مجھے نصیحت کی تھی کہ کوئی غریب آئے یا امیر آئے تم نے خیال رکھنا ہے گرمی ہے تو شربت بھیجو سردی ہے تو کچھ پکا کر بھیجو۔ ایک واقعہ مجھے یاد ہے کہ ہم باہر گئے ہوئے تھے تین مہینوں کے بعد آئے تو کوئی ملنے آگیا مجھے کہا کہ کچھ بھجوائیں میں نے کہا میں تو تین مہینہ کے بعد اتری ہوں کیا بھیجوں گھر میں تو کوئی چیز نہیں ہے تو مجھے کہنے لگے کہ تمہیں یہ بات نہیں کرنی چاہئے تم چیک کرتیں۔ گھر میں کچھ چیز مل جاتی پھر میں نے الماری میں چیک کیا تو ایک بسکٹ کا ڈبہ مل گیا وہ میں نے بھجوا دیا۔

آپ کے حسن سلوک کا دائرہ صرف احمدیوں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ معاشرہ کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے غیر مسلم افراد سے آپ کے ذاتی تعلقات تھے وہ بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق اور شخصیت کے گرویدہ تھے کوئی آپ سے ایک مرتبہ بھی ملتا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے ان سبھی دوستوں کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے آپ کی وفات پر بہت سے غیر مسلم احباب نے آکر آپ سے اپنے عقیدت بھرے تعلق کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت کا ایک خاص ملکہ عنایت فرمایا تھا جب آپ تقریر فرمایا کرتے تھے تو اپنے اور غیر سبھی مبہوت ہو کر پوری یکسوئی کے ساتھ آپ کی تقریر کو سماعت کرتے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ سیرت آنحضرت ﷺ کے عنوان پر سالہاسال تقاریر فرماتے رہے آپ نے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلی جماعتوں میں متعدد دورے کئے اور کئی دشوار گزار مقامات تک پہنچے اور اپنی وفات سے چند ماہ قبل بھی آپ نے اپنی ناسازئ طبع کے باوجود موسم سرما میں وادئ کشمیر کی متعدد جماعتوں کا دورہ کیا اور وہاں موسم کی شدت کی وجہ سے آپ علیل بھی ہو گئے تھے۔ ہندوستان کے علاوہ آپ نے کئی بیرونی ممالک مثلاً ماریشس انڈونیشیا، جرمنی وغیرہ ممالک کے جماعتی اور ذاتی سفر بھی اختیار کئے۔ ہندوستان کے ہر احمدی کو آپ کے ساتھ ایک ذاتی تعلق تھا آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا اور جماعت کے بہت سے خاندانوں کے شجرہ اور حالات آپ کو ازبر تھے اور اکثر ملنے والوں کو جب آپ انکے خاندان کے پرانے حالات سناتے تو سننے والے حیران ہوجاتے کہ کس طرح سے صاحبزادہ صاحب کو اتنی پرانی باتیں اب تک یاد ہیں۔آپ واقف زندگی تھے اور سلسلہ کی خدمات میں مصروف رہتے تھے۔آپ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر دعوت و تبلیغ، ناظر تعلیم و تربیت، ناظر امور عامہ، نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت، صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت، صدر و ناظم انجمن وقف جدید، صدر و انجمن احمدیہ تحریک جدید، صدر قضاء بورڈ، صدر مجلس کارپرداز، صدر اصلاحی کمیٹی نیز صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان و ناظر اعلیٰ اور امیر جماعت احمدیہ قادیان اور ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن اور طاہر فاؤنڈیشن بھارت جیسے متعدد جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے اور اپنی خداداد ذہانت اور فراست اور اثابت رائے سے پیچیدہ مسائل کے بھی بہت سہل حل نکال لیتے تھے۔حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت میاں صاحب کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ تم یہ خیال کبھی اپنے دل میں نہ لانا کہ تم ناظر ہو بلکہ ہمیشہ تمہارے دل میں یہ خیال رہے کہ تم حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے ہو اسی کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنا اور یہی اصل حیثیت اپنی سمجھنا اور اپنے آپ کو اسی حیثیت سے پیش کرنا۔حضرت صاحبزادہ صاحب اگرچہ جلسہ سالانہ قادیان سن 2006 کے بعد سے ہی مختلف عوارض سے علیل چلے آرہے تھے لیکن مورخہ 23 اپریل کو آپ زیادہ علیل ہو گئے مورخہ 25 اپریل کو محترم صاحبزادہ صاحب کو بوجہ علالت امرتسر ESCORT ہسپتال لے جایا گیا وہاں اچانک شام کو آپ پر شدید دل کا حملہ ہوا اور آپ کوما میں چلے گئے اور پانچ دن تک کوما ہی کی حالت میں رہنے کے بعد مورخہ 29 اپریل 2007ء کو شام کے وقت نو بجکر بیس منٹ پر آپکی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 04/مئی 2007ء (04/ہجرت 1386 ہجری شمسی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

گزشتہ جمعہ کو مَیں نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی شدید بیماری کے پیش نظر دعا کی درخواست کی تھی، اس کے بعد مجھے کئی مخلصین کے خط بھی آئے، بڑے درد کے ساتھ لوگوں نے دعائیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور دو دن بعد وہ اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ان کی خدمات اور ان کی قربانیوں اور ان کی خوبیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کی گئی دعائیں یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضور اگلے جہان میں ان کے درجات کی بلندی کا باعث بنیں گی۔ انشاء اللہ۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ ایسے بے نفس قربانی کرنے والے اور ہمہ وقت وقف کی روح سے کام کرنے والے، غریبوں کی مدد کرنے والے، ان کے کام آنے والے، جماعت کی غیرت رکھنے والے اور خلافت کے فدائی سے اللہ تعالیٰ پیار کا سلوک فرمائے گا انشاء اللہ۔ انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اب بھی لوگوں کے بے شمار تعزیت کے خطوط آرہے ہیں، افسوس کے لئے لوگ

مجھے ملنے بھی آئے، اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔ جو اس دنیا میں آیا اس نے اس دنیا سے جانا بھی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو ہمیشہ سے ہے اور جب تک یہ دنیا قائم ہے اسی طرح چلتا رہے گا۔ لیکن خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنی زندگیاں خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اس کے دین کی خدمت کرتے ہوئے گزارتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا درد رکھتے ہیں اور اس کے لئے عملی نمونے بھی دکھاتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی یقیناً ایسے لوگوں میں سے ہی ایک تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

ان کی وفات پر جیسا کہ مَیں نے کہا لوگوں کے تعزیت کے خطوط بھی آرہے ہیں اور ان خطوط میں یہ اظہار بھی ہو رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل کی ایک نشانی جو دار المسیح قادیان میں تھی، اَب نہیں رہی۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے بہت حد تک قادیان کے احمدیوں کے ساتھ خصوصاً اور جماعت ہندوستان کے افراد کے ساتھ عموماً ایسا تعلق رکھا ہوا تھا جس سے لوگوں کو بہت تسلّی ہوتی تھی اور آپ کی بات کا بہت پاس اور لحاظ رکھا کرتے تھے۔

ایک لمبا عرصہ ایسا بھی گزرا جس میں پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کے تعلقات کی وجہ سے براہ راست مرکز سے یا اس جگہ سے جہاں خلیفۂ وقت کی موجودگی تھی، تعلق نہ رہا۔ ایسے دَور بھی آتے رہے جب آج کی طرح ذرائع مواصلات نہیں تھے اور جو تھے وہ منقطع ہوجاتے رہے لیکن درویشان نے جماعت اور خلافت سے محبت اور وفا کے غیر معمولی نمونے دکھائے اور اس بات پر ان کو تسلّی ہوتی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا ان کے درمیان موجود ہے اور اس بیٹے نے بھی خلافت سے محبت اور اطاعت نظام اور اطاعت امیر کے نمونے عملاً دکھا کر جماعت کے احباب کو ہر وقت یہ احساس دلایا اور یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش کی کہ جماعت اور خلافت ہی سب کچھ ہیں جس سے جڑے رہ کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔

تقریباً 30 سال آپ نے حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹؓ کی امارت کے دور میں نہایت عاجزی اور وفا کے ساتھ ایک عام کارکن کی حیثیت سے اپنے عہد وفا کو نبھایا اور پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو 1977ء میں ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی بنایا تو اس اہم ذمہ داری کو بھی خوب نبھایا۔ درویشش بن کر گئے تھے تو درویشی میں زندگی گزاری، یہ خیال نہیں آیا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا ہوں، حالانکہ آپ کے مقام کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقع پر آپ کو فرمایا تھا جبکہ آپ پاکستان اپنی شادی کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے اور شادی کو ابھی چند دن ہی ہوئے تھے، اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جانے کے لئے ان کے کاغذات کی تیاری کروا رہے تھے، تو جیسا کہ اس زمانے میں عموماً ہوتا تھا۔ دونوں ملکوں کے تعلقات ذرا ذرا سی بات پر خراب ہوجایا کرتے تھے (اب کچھ عرصہ سے ہی نسبتاً کچھ بہتری آرہی ہے۔ یہ کھچاوٹ تو ہمیشہ سے رہی ہے۔) تو ایسے ہی ایک موقع پر جب آپ وہیں تھے، شادی کو چند دن ہوئے تھے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ حالات میں کھچاوٹ پیدا ہو رہی ہے تو آپؓ نے میاں صاحب (اپنے بیٹے) کو کہا کہ بیوی کے کاغذات تو بنتے رہیں گے، اِن کو تم چھوڑو اور فوری طور پر واپس چلے جاؤ کیونکہ اگر تم بھی یہاں رہے تو تمہارے نہ جانے سے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی فرد قادیان میں نہیں رہے گا۔ اس لئے فوری طور پر جہاز کی سیٹ بک کرواؤ (کیونکہ آپ اس وقت بائی روڈ بارڈر کراس کرکے نہیں آئے تھے بلکہ حالات ایسے تھے کہ جہاز سے آئے تھے) اور فوراً سیٹ بک کروا کے واپس چلے جاؤ اور اگر جہاز کی سیٹ نہیں بھی ہوتی تو چارٹر جہاز بھی کروانا پڑے تو کرواؤ اور فوراً چلے جاؤ۔ لیکن فوری جانا بہرحال ضروری ہے ورنہ لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہوجائے گا کہ گویا قادیان خالی ہوگیا کیونکہ اگر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا نمونہ پیش نہ کیا اور قربانی نہ دی تو لوگ پھر کس طرح قربانی دیں گے۔ تقریباً انہی الفاظ میں مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے جب مَیں 2005ء میں قادیان گیا ہوں تو مجھے یہ سارا واقعہ سنایا تھا۔

تو وہ نوجوان جو 21 سال کی عمر میں دیارِ مسیح کی حفاظت کے لئے چھوڑا گیا تھا، جو دنیاوی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے قادیان کی موروثی جائیداد کا بھی مالک تھا، جس کا باپ خلیفۂ وقت تھا، جس نے اپنے بیٹے کو یہ باور کروایا تھا کہ تمہارا قادیان میں رہنا ہی درویشان قادیان کے حوصلے بلند کرنے کا باعث بنے گا اور تمہاری وہاں موجودگی ضروری ہے۔ ان سب باتوں نے میاں صاحب کو اطاعت امیر سے باہر رہنے کے خیال کو دل میں جگہ نہیں لینے دی۔ بلکہ یہ احساس اور شدت سے پیدا ہوا کہ مَیں نے اطاعت امیر کے بھی اعلیٰ نمونے دکھانے ہیں تا کہ ہر درویش مجھے دیکھتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر اطاعت امیر کے نمونے دکھائے۔ اور یہ یقیناً اُس اولوالعزم باپ کی نصیحتوں کا اثر تھا جو انہوں نے اپنے بچوں کو کی تھیں اور خاص طور پر شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے چھوڑے ہوئے اس درویش بچے کو کی تھیں۔ جس میں ایک انتہائی اہم نصیحت یہ بھی تھی کہ

تم نے یہ خیال اپنے دل میں کبھی نہیں لانا کہ تم ناظر ہو، نوجوانی ہی میں آپ کو نظارت ملی تھی، بلکہ ہمیشہ تمہارے دل میں یہ خیال رہے کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہو اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنی ہے اور یہی اپنی اصل حیثیت سمجھنی ہے اور اپنے آپ کو اسی حیثیت سے پیش کرنا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے ہونے کے بعد کیا احساس ابھرنا چاہئے تھا؟ یقیناً یہی کہ تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں اور یقیناً یہ کہ جس مقصد کے دعوے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا اس کی تکمیل کرنی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور جماعت کا وقار قائم کرنا ہے اور قائم رکھنا ہے۔ پس یہ باتیں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے اپنے پلّے باندھیں اور عمل کیا اور نبھائیں اور خوب نبھائیں اور قادیان والوں، بھارت کی جماعتوں میں اس کو راسخ کرنے کی کوشش کی۔ پس ہر مخلص احمدی کو چاہے وہ قادیان کے رہنے والے ہیں، ہندوستان کی دوسری جماعتوں کے رہنے والے ہیں یا کہیں کے بھی رہنے والے ہیں اور ہر عہدیدار کو اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد کو ایسے نمونے قائم کرنے چاہئیں۔

آپ کی پیدائش کے بارے میں مختصر اً بتادوں کہ آپ حضرت عزیزہ بیگم صاحبہ جو حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدّہ کی صاحبزادی تھیں، ان کے بطن سے یکم اگست 1927ء کو پیدا ہوئے تھے۔ یہاں یہ بھی ذکر کردوں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے شادی کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ کہیں اور ہو گیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہی تھی کہ حضرت عزیزہ بیگم صاحبہ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ہو اور اس کے لئے حضرت اُمّ المومنینؓ کو بھی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی بعض ایسی خوابیں آئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بار بار ایسا اظہار ہوا جس کی وجہ سے یہ شادی ہوئی۔ اس کا ذکر حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ نے جب حضرت مصلح موعودؓ کا نکاح پڑھایا، اس وقت کیا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی پیدائش کے بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کا ایک رؤیا بھی ہے، وہ بیان کر دیتا ہوں۔ یہ مجھے میری خالہ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ نے ایک خط میں لکھا۔ انہوں نے کوئی پرانا خط تلاش کیا تھا جو ان کی والدہ کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے لکھا تھا یعنی ان کی والدہ سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کو جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ نے لکھا کہ میرا خیال ہے کہ میاں وسیم احمد صاحب پر یہ رؤیا پوری ہوتی ہے۔ نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی بیٹی تھیں، انہوں نے اپنی بھاوج سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کو یہ خط لکھا تھا۔ لکھتی ہیں کہ حیرت ہے کہ ادھر آپ کے خط سے عزیزہ دلہن کے حمل کی خبر معلوم ہوئی اور مَیں اس شب کو خواب دیکھ چکی تھی کہ مَیں گویا بھائی صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خواب میں یہ خواب بتلا رہی ہوں (خواب میں یہ خواب بتا رہی ہیں) کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ہاتھ پکڑ کر یہ بشارت دی ہے کہ اغلباً حفیظ اور تمہارے بھائی کے ہاں عزیزہ کے بطن سے بیٹا پیدا ہو گا اور یہ بشارت سن کر بھائی صاحب بہت خوش ہوئے، خواب میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مَیں نے یہی چاہا تھا کہ عزیزہ سے ہو۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک موقع پر آپ کے بارے میں فرمایا کہ مَیں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر ذی زرع میں بسا دیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کام کی توفیق دے۔ اب بظاہر تو قادیان کا علاقہ آباد اور سرسبز تھا لیکن قادیان کے درویشوں کی زندگی ابتدا میں نہایت تنگی اور خوف کی حالت میں تھی۔ گو کہ مومن مشکلات میں خوف نہیں کھاتا لیکن ارد گرد کی غیر مسلم آبادی نے جو صورتحال پیدا کی ہوئی تھی وہ بڑی فکر انگیز تھی۔ رہنے والوں کو بھی فکر تھی کہ جس مقصد کے لئے ہم یہاں چھوڑے گئے ہیں اس کا حق ادا کر سکیں گے یا نہیں اور دنیا کی جماعت کو بھی اور خلیفۂ وقت کو بھی یہ فکر تھی، جس کے لئے وہ دعائیں کرتے ہیں کہ کوئی خوف ان لوگوں کو جو عزم لے کے وہاں بیٹھے ہوئے تھے، اس عہد سے ہٹانے والا نہ ہو، اور وہ جو دیارِ مسیح میں شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے بھجوائے گئے ہیں اس کا حق ادا کرنے والے بنیں۔ ان دنوں میں حالات اتنے کشیدہ تھے کہ قادیان میں رہنے والوں کو حکومتی ادارے بھی ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھتے رہتے تھے اور پاکستان سے جو بعض ہندو سکھ وغیرہ ہندوستان آنے والے تھے، ان کی بھی دشمنی اس وجہ سے تھی کہ وہ پاکستان میں جو ظلم کا نشانہ بنے تھے یا جو بھی وجوہات تھیں، اس کی وجہ سے سخت مخالفت کی نظر سے ان لوگوں کو دیکھتے تھے اور کوشش یہ ہوتی تھی کہ جب موقع ملے ان کو ختم کر دیں۔ ان حالات میں جبکہ باہر سے کھانے پینے کی اشیاء کی آمد بھی بند تھی۔ کچھ خوراک کا جو سٹاک رکھا ہوا تھا بس وہی استعمال ہوتا تھا۔ باقی کوئی آمد نہیں تھی۔ ماحول بھی انتہائی خوفناک تھا۔ قادیان کے ان درویشوں کے لئے جن کی تعداد چند سو تھی، یہ وقت واقعی وادی غیر ذی زرع کا نظارہ پیش کر رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم اور درویشوں کی کوششیں اور دعائیں اور خلیفۂ وقت کی دعائیں اور جماعت کی دعائیں اپنا اثر دکھانے لگیں اور ماحول سے تعلقات بھی پیدا ہونے شروع ہوئے، ان کے دل بھی نرم ہونے شروع ہوئے۔ اور پھر یہ لوگ، درویشان نسبتاً آزادی کا

سانس لینے لگے۔ لیکن غربت اور مالی تنگی پھر بھی بڑے عرصہ تک قائم رہی۔ اس زمانے میں درویشان کے لئے جماعتی فنڈ سے بہت معمولی سا گزارہ الاؤنس مقرر تھا، اس میں مشکل سے کھانا پینا ہوتا ہوگا لیکن حضرت میاں صاحب کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت تھی کہ گزارہ تو اتنا ہی ملے گا لیکن اُس فنڈ سے نہیں ملے گا جو جماعت کا ہے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی ذاتی امانت میں سے اُن کو یہ دیا کرتے تھے۔
پھر آہستہ آہستہ حالات بہتر ہوئے تو ان لوگوں کی آمدنیاں بھی شروع ہوئیں، میاں صاحب کی آمد بھی زرعی زمین سے شروع ہوئی۔ بہرحال انتہائی تنگی اور ہر وقت دھڑکے کے دن تھے جو ان لوگوں نے، ابتدائی درویشوں نے گزارے اور یہ ان کی غیر معمولی قربانی ہے۔
مَیں سمجھتا ہوں کہ اس بات میں بھی اللہ تعالیٰ کی گہری حکمت تھی کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے درویشی اور قربانی کا اس شخص کو موقع دیا جس کا ننھیال عرب سے تعلق رکھتا تھا اور اس علاقے کے قریب تھا جہاں اسماعیلی قربانی کی مثال قائم کی گئی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کا جو خواب مَیں نے ابھی سنایا ہے اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ کہ مَیں نے یہی چاہا کہ عزیزہ سے ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود آنا اور بشارت دینا، یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ اس بیٹے سے اللہ تعالیٰ نے کوئی غیر معمولی کام لینا تھا اور وہ کام قربانی کا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرمائے۔
اس قربانی کی حضرت مرزا وسیم احمد صاحب میں کتنی تڑپ تھی اس کا اندازہ اُن کی اس بات سے ہوتا ہے کہ مَیں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہیں رہنے دے۔ کیونکہ پہلے یہ اصول تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اولاد اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے افراد باری باری قادیان آ کر رہیں اور چند مہینے رہا کریں تا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی موجود رہے۔ لیکن پھر حالات ایسے ہوئے کہ یہ آنا جانا بند ہو گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جو پاکستان میں ہیں وہ پاکستان میں رہیں گے، جو قادیان میں رہ گئے وہ بس وہیں رہ سکتے ہیں اور مزید کوئی نہیں آئے گا۔
تو اپنی اس خواہش کا ذکر کرتے ہوئے میاں وسیم احمد صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ میری یہ دلی خواہش اور دعا تھی کہ مَیں قادیان میں ہی رہ کر خدمت بجالاؤں۔ چنانچہ اس کے لئے ایک دن مَیں نے اپنا جائے نماز لیا اور قصر خلافت قادیان کے بڑے کمرے میں چلا گیا اور وہاں جا کر مَیں نے نفل شروع کر دیئے اور جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ دعا قبول ہونی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سامان پیدا کرتا ہے، مجھے اتنی الحاح کے ساتھ دعا کا موقع ملا کہ لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس کو قبول فرمالے گا اور مَیں نے دعا کی اور خدا تعالیٰ سے کہا کہ مَیں نے قادیان سے نہیں جانا تُو کوئی ایسے سامان کر دے اور پھر کہتے ہیں کہ قادیان کے غیر مسلموں نے حکومت کو شکایت کی کہ یہ قافلے یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہاں آتے ہیں تو یہاں کے وفادار بن جاتے ہیں، اور پاکستان جاتے ہیں تو پاکستان کے یہ لوگ وفادار بن جاتے ہیں۔ یہ لوگ یہی کہتے ہیں اس لئے اس سلسلے کو بند کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ ان کی شکایت پر حکومت نے یہ پابندی لگادی کہ کوئی آجا نہیں سکتا اور اس طرح میاں صاحب پھر مستقل قادیان کے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے وہاں رہنے کا انتظام کر دیا۔
اب کچھ اور قربانیوں کا ذکر ہے۔ وہاں کے حالات میں کس طرح رہے اور جب بھی موقعے آئے اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو صبر اور حوصلے سے تکلیفیں برداشت کرنے کی توفیق دی۔ مثلاً 1952ء میں جب حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی تو حالات کی مجبوری کی وجہ سے آپ پاکستان نہیں جاسکتے تھے اور یہ صدمہ آپ نے ہندوستان میں تنہائی میں ہی برداشت کیا۔ میرا خیال ہے ان دنوں آپ تعلیم کے سلسلے میں لکھنؤ میں تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے تفسیر کا علم حاصل کرنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو لکھنؤ بھجوایا تھا اور وہیں آپ نے حکمت بھی پڑھی تھی۔
حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے اس مجاہد درویش بیٹے سے ان کی قربانی کی وجہ سے بہت تعلق تھا اور یہ جو مَیں نے واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو، جب آپ شادی کی غرض سے پاکستان آئے ہوئے تھے، بعض وجوہات کی وجہ سے یہ کہا کہ فوری واپس چلے جاؤ، تو اُس وقت جب ان کو جہاز کی سیٹ مل گئی لیکن جہاز نے دو دن بعد روانہ ہونا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو جب پتہ لگا تو آپ خود بھی لاہور تشریف لے آئے۔ یہ نہیں کہا کہ دو دن رہتے ہیں تو ربوہ آ جاؤ بلکہ میاں صاحب کو کہا وہیں ٹھہرو، مَیں آرہا ہوں اور خود لاہور تشریف لائے، مختلف ہدایات اور نصائح فرمائیں، دعائیں دیں اور اپنے سامنے ان کو رخصت کیا۔ آپ یہ دعائیں کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خیریت سے قادیان پہنچائے اور ان کو موقع ملے کہ دیار مسیح کی حفاظت کی ذمہ داری کو نبھا سکیں۔
حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بعد میں میاں صاحب کو بتایا، میاں صاحب نے اس کا خود ہی ذکر کیا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب والٹن ائرپورٹ (اس زمانے میں لاہور میں والٹن ائرپورٹ ہوتا تھا) میں جہاز پر چڑھانے کے لئے آئے تو جب تک جہاز نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا مسلسل جہاز کو دیکھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ کے اس تعلق کو حضرت بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بیان کرتی ہیں کہ جب کاغذات مکمل ہو گئے اور شادی کے ایک سال کے بعد میں قادیان جانے لگی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاص طور پر مجھے یہ ہدایت کی تھی کہ اُمّ ناصر کے مکان میں رہنا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کثرت سے قدم پڑے ہیں اور اس کے صحن میں حضور نے درس بھی دیا ہوا ہے (غالباً حضرت مصلح موعودؓ کا درس ہی مراد ہو گا، واضح نہیں ہے)

حضرت میاں وسیم احمد صاحب کی خدمات صدر انجمن کی جائیدادوں کو واگزار کرانے کے لئے بھی بڑی نمایاں ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کا ہونے کی وجہ سے، آپ کا پوتا ہونے کی وجہ سے، حکومت نے اس بات کو بھی کنسیڈر (Consider) کیا اور انجمن کی جائیداد واپس ملی ورنہ کئی بہانے ہو سکتے تھے۔ اِس کے لئے آپ نے بڑے بڑے افسران سے رابطے کئے، بلکہ اس زمانے میں وزیر اعظم ہندوستان جواہر لعل نہرو تک سے رابطے کئے اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا، اس کے مثبت نتائج نکلے۔

1963ء میں آپ کی والدہ محترمہ سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کی وفات ہوئی اور بڑی مشکل سے آپ کو پاکستان آنے کی اجازت ملی اور آپ تدفین کے وقت پہنچ سکے۔

پھر 1965ء میں پاکستان بھارت کی جو جنگ ہوئی اس میں رابطے بالکل ختم ہو گئے تھے، ڈاک اور ٹیلیفون وغیرہ کے انڈیا اور قادیان سے سب رابطے ختم تھے اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیماری کی اطلاع بھی ریڈیو پاکستان کی خبروں سے پتہ لگی تھی اور پھر وفات کی اطلاع بھی ریڈیو پاکستان سے ہوئی۔ پھر انہوں نے جماعت سے رابطے کئے اور پھر سری لنکا سے کنفرمیشن ہوگئی۔ تو بہر حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت بھی یہ قادیان میں تھے۔

اس کے بارہ میں لکھنے والے لکھتے ہیں کہ جب حضرت مصلح موعود کی وفات ہوئی تو انہوں نے تمام درویشان کو مسجد مبارک قادیان میں اکٹھا کیا اور وہاں تقریر کی اور درویشان قادیان کو شدید صدمہ کے وقت صبر اور دعاؤں کی تلقین کی اور پھر فرمایا کہ میری ہمیشہ یہ دعا اور تڑپ رہی ہے کہ اے خدا جب بھی حضرت ابا جان یعنی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت آئے تو مَیں ان کے پاس موجود رہوں۔ مگر ایسے حالات میں حضور کی وفات ہوئی ہے کہ میرا جانا ممکن نہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھایا کہ قادیان اور ہندوستان کے سارے احمدی افراد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بچوں کی طرح ہی ہیں سب کو جدائی کا یکساں صدمہ پہنچا ہے تم بھی ان کے ساتھ جدائی کا ویسا ہی صدمہ برداشت کرو جیسا کہ وہ کر رہے ہیں اور تمہارا قادیان رہنا ان کے لئے موجب ڈھارس اور تسلی ہو گا۔

پھر 1971ء میں دونوں ملکوں کے حالات خراب ہوئے اور بعض افسران نے قادیان کی احمدی آبادی کو زبردستی قادیان سے نکالنے کی کوشش کی اور چھوٹے افسران نے حکم جاری کیا کہ یہ نکل جائیں اور بہانہ یہ کیا کہ ہم آپ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، قادیان میں رہ کر ہم حفاظت نہیں کر سکتے۔ اس لئے محلہ احمدیہ اور دار المسیح سب چیزیں خالی کرو تا کہ ایک جگہ ہم تم لوگوں کو جمع کر دیں اور وہاں تمہاری حفاظت کر سکیں۔ اصل میں تو حفاظت مقصد نہیں تھا۔ میرا خیال ہے شک کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا، بلکہ خیال کیا، بڑا واضح ہے کہ ان لوگوں کو شک کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔ تو اس موقع پر بھی حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے قادیان کے تمام احمدی احباب کو مسجد مبارک میں جمع کیا اور ایک بڑی پرسوز تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اس کو قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔ اُن کی نیت تو یہ تھی کہ اس طرح یہ خالی کریں گے اس کے بعد ہم جگہوں پر قبضہ کر لیں گے۔ اس تقریر میں آپ نے کہا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے اس کو ہم قطعاً نہیں چھوڑیں گے آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے، اپنی دعاؤں کے ذریعہ عرش الٰہی کو ہلا دیں۔ اگر حکومت کا ہمارے بارے میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائے گا۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے۔ نیز فرمایا کہ آپ یاد رکھیں کہ مَیں بھی یہاں سے خود باہر نہیں جاؤں گا اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا۔ آپ میں سے ہر درویش اور درویش کے بچے کی یہی پوزیشن ہونی چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے لے جائیں اور یہ کہیں کہ ہم تمہارے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے تم بھی چلو۔ وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں۔ آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ تو لکھنے والے کہتے ہیں کہ اس رات قادیان کے بچے بچے کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اس رات جس طرح خدا تعالیٰ سے آدمی لپٹ جاتا ہے، لپٹا ہوا تھا۔ مسجد مبارک کا گوشہ گوشہ اور مسجد اقصیٰ کا کونہ کونہ، بہشتی مقبرے میں ہر جگہ دعائیں ہو رہی تھیں اور کہتے ہیں ہر گھر کی دیواریں اس بات کی گواہ ہیں کہ درویشوں کے

دلوں سے یہ نکلی ہوئی آہیں اور چیخیں آستانہ الٰہی پر دستک دینے لگیں۔ اُن کی سجدہ گاہیں تر ہو گئیں، اُن کی جبینیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکی رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا تعالیٰ کے حضور اٹھے رہے اور رات اور دن انہوں نے اسی طرح گزار دیا اور آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دیا اور اگلے دن پھر کچھ وفود ملنے گئے، فوجی افسران خود قادیان آئے اور مقامات مقدسہ کا معائنہ کیا، احمدیہ محلہ کا معائنہ کیا اور پھر D.C صاحب وغیرہ کی سفارش پر یہ فیصلہ منسوخ ہو گیا۔

آپ کی دعاؤں کے بارے میں وہاں رہنے والے ہمارے ایک مبلغ نے مجھے لکھا کہ مجھے کچھ عرصہ دارالمسیح میں رہنے کا موقع ملا تو میں نے اکثر دیکھا کہ میاں وسیم احمد صاحب رات کو بیت الدعا میں یا اور جگہوں پر جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں کرتے رہے ہیں وہاں دعاؤں میں مشغول ہیں۔

1977ء میں جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مولوی عبد الرحمن صاحب جٹؓ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کو امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ مقرر کیا۔ آپ نے اس لحاظ سے انتظامی خدمات بھی انجام دیں۔

1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ ربوہ نہیں جا سکتے تھے آپ کی دو بڑی بیٹیوں کی تو شادیاں ہو چکی تھیں۔ چھوٹی بیٹی اور بیٹا شاید آپ کے ساتھ تھے تو آپ کی بیٹی امۃ الرؤف کا بیان ہے کہ ابّا کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور حضور کی وفات کے اگلے روز ایک خط لے کر امّی کے اور میرے پاس لائے کہ اس کو پڑھ لو اور اس پر دستخط کر دو یعنی اپنی اہلیہ اور اپنی بیٹی کے پاس لائے کہ دستخط کر دو۔ اس میں بغیر نام کے خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا۔ خلیفۃ المسیح الرابع لکھ کر بیعت تھی کہ یہ مَیں ابھی بھجوا رہا ہوں تو یہ بیٹی کہتی ہیں کہ مَیں نے اس پر کہا کہ ابّا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا، ہمیں پتہ نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ مَیں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ بنائے اس کی مَیں نے بیعت کرنی ہے۔ اس لئے مَیں نے یہ خط لکھ دیا ہے اور مَیں اس کو روانہ کر رہا ہوں تا کہ خلافت کا انتخاب ہو تو میری بیعت کا خط وہاں پہنچ چکا ہو۔ تو یہ تھا خلافت سے عشق اور محبت اور اس کا عرفان۔ اللہ کرے ہر ایک کو حاصل ہو۔

مخالفین کی طرف سے آپ پر بعض جھوٹے مقدمے بھی بنائے گئے۔ بعض اپنوں نے بھی آپ کو بعض پریشانیوں میں مبتلا کیا لیکن بڑے حوصلے اور صبر سے آپ نے ہر چیز برداشت کی۔ بلکہ ان مخالفین میں سے سنا ہے، اب ان کی وفات پر تعزیت کے لئے بھی لوگ آئے ہوئے تھے۔

جشن تشکر کے وقت آپ نے سارے بھارت کا دورہ کیا، جماعتوں کو آرگنائز کیا، ان کو بتایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ہوا۔ اس وقت آپ نے ساری انتظامی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ پھر جب 2005ء میں میرا دورہ ہوا ہے اس وقت آپ کی طبیعت بھی کافی خراب تھی، کمزوری ہو جاتی تھی، بڑی شدید انفیکشن ہو گئی۔ جلسہ پہ پہلے اجلاس کی انہوں نے صدارت کرنی تھی اور بیمار تھے، بخار بھی تھا لیکن چونکہ میرے سے منظوری ہو چکی تھی، تو اتفاق سے جب مَیں نے گھر آ کے ایم ٹی اے دیکھا تو صدارت کر رہے تھے، مَیں نے پیغام بھجوایا کہ آپ بیمار ہیں چھوڑ کے آ جائیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مجھے بخار ہے، مَیں بیمار ہوں، بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ سخت کمزوری کی حالت تھی لیکن اس لئے کہ اجلاس کی صدارت کے لئے میری خلیفہ وقت سے منظوری ہو چکی ہے، اس لئے کرنی ہے۔ خیر اس پیغام کے بعد وہ اٹھ کر آ گئے۔ اس حالت میں ہی نہیں تھے کہ بیٹھ سکتے۔ تو انتہائی وفا سے اپنی ذمہ داریاں نبھانے والے تھے اور پھر مَیں نے دیکھا کہ جہاں ہماری رہائش تھی، وہاں گھر میں بعض چھوٹے چھوٹے کام ہونے والے تھے تو مستریوں کو لا کر کھڑے ہو کر اپنی نگرانی میں کام کرواتے تھے، حالانکہ اُس وقت ان کو کمزوری کافی تھی۔ خلافت سے عشق کی مَیں نے کچھ باتیں بتائی ہیں، کچھ آگے بتاؤں گا۔ پھر ان میں توکّل بڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے بڑا محبت کا تعلق تھا، توکّل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت عشق تھا اور وہی عشق آگے خلافت سے چل رہا تھا اور خلافت سے عقیدت اور اطاعت بہت زیادہ تھی۔ پھر لوگوں سے بے لوث محبت تھی۔ خدمت کا جذبہ تھا۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے انتہا احترام کیا کرتے تھے، درویشان سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ بلکہ ایک دفعہ کسی نے درویشان کے متعلق بعض ایسے الفاظ کہے جو آپ کو پسند نہیں آئے تو اس پر آپ نے بڑی ناپسندیدگی کا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حالانکہ طبیعت ان کی ایسی تھی کہ لگتا نہیں تھا کہ کبھی ناراضگی کا اظہار کر سکیں گے۔ لیکن درویشان کی غیرت ایسی تھی کہ اس کو برداشت نہیں کر سکے۔

مہمان نوازی آپ کا بڑا خاصہ تھا۔ رات کے وقت آپ کو کوئی ملنے آ جاتا تو بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ کی بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ عیدین کے موقع پر مجھے خاص طور پر بیواؤں سے ملنے اور انہیں تحفہ پیش کرنے کے لئے بھجواتے تھے۔ اگر کوئی عورت، مرد بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لئے جاتے اور اگر کوئی زیادہ بیمار ہوتا تو اس کو امرتسر ہسپتال بھجوانے کا انتظام کرتے تھے۔ انہوں نے درویشوں کو بالکل بچوں کی طرح پالا ہے۔ مہمان نوازی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ ہم تین مہینے باہر رہ کر آئے اور گھر آئے ہیں تو کوئی مہمان آ گیا۔ تو انہوں نے کہا مہمان

آیا ہے کچھ کھانے پینے کو بجھواؤ تو مَیں نے کہا ابھی تو ہم اترے ہیں۔ پتہ نہیں گھر میں کوئی چیز ہے بھی کہ نہیں، کیا بھیجوں؟ تومیاں صاحب نے کہا اس قسم کے جواب نہیں دینے چاہئیں۔ تلاش کرو، کچھ نہ کچھ مل جائے گا، خیر بسکٹوں کا ایک ڈبہ مل گیا۔، وہ بھجوایا۔ تو ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھنے والے تھے۔

غیروں سے تعلقات کے پہلے تو یہ حالات تھے پھر یہ تعلقات بھی اتنے وسیع ہوئے کہ ہر کوئی گرویدہ تھا۔ اب جب مَیں 2005ء میں دورے پر گیا ہوں، ہوشیار پور بھی ہم گئے ہیں۔ وہاں رہنے والی بعض اہم شخصیتوں نے آپ کی وجہ سے مجھے بھی اپنے گھروں میں بلوایا اور بڑا محبت کا اظہار کیا۔ سکھوں میں سے، ہندوؤں میں سے، جو بھی غیر ملتے تھے آپ کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور آپ کے اخلاق کے معترف تھے۔ اب بھی آپ کی وفات پہ بہت سارے پڑھے لکھے سکھ، ہندو آئے۔ ممبر آف پارلیمنٹ، کاروباری لوگ، وکلاء، غریب آدمی، بلکہ ایک اسمبلی کے سابق سپیکر بھی آئے، سب کی آوازیں مَیں ویڈیو میں سن رہا تھا۔ انتہائی تعریف کر رہے تھے کہ ایسا شخص ہے جنہوں نے مذہب سے بالا ہو کر ہمارے سے تعلق رکھا اور ہمیں بھی یہی سکھایا کہ انسانیت کے ناطوں کو مضبوط کرنا چاہئے، انسانیت کے رشتوں کو مضبوط کرنا چاہئے۔ ہر ایک ان کا گرویدہ تھا۔ بے شمار چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں جو لوگوں نے مجھے تعزیت کے خطوط میں لکھے ہیں۔ مَیں ان کا ذکر کروں تو بہت لمبا قصہ ہو جائے گا۔

پھر حضرت میاں صاحب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ بڑے نپے تلے انداز میں، بڑے سوچ سمجھ کے بات کیا کرتے تھے، کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو جماعتی روایات سے ہٹ کر ہو۔ کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت ﷺ کے مقام کو نہ سمجھتے ہوئے ہو، کہیں کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے بڑائی کی بُو آتی ہو، جس میں درویشانہ عاجزی کا فقدان ہو اور پھر اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو میری بات دور کر دے۔

ایک دفعہ کینیڈا میں کسی نے آپ سے درویشوں کی قربانیوں اور حفاظت مرکز کے کام کو سراہتے ہوئے آپ کی بڑی تعریف کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو امر واقعہ یہ ہے کہ ہم درویشوں نے قادیان کی حفاظت نہیں کی بلکہ قادیان کے مقامات مقدسہ اور وہاں کی جانے والی دعاؤں نے نہ صرف قادیان کی بلکہ اس کے رہنے والوں کی بھی حفاظت کی ہے۔

تو یہ ہے ایک مومن کی سوچ اور ادراک کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے دعا کے مواقع مہیا فرمائے اور اپنے پیارے مسیح کی مقدس بستی کو ہر شر سے محض اپنے فضل سے بچایا۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے مقامات مقدسہ کے ساتھ ہماری بھی حفاظت فرمائی۔ کسی نے ایک تعزیت کا خط لکھا اس میں یہ فقرہ مجھے بڑا اچھا لگا، آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے مجاہدانہ شان سے درویشانہ زندگی گزاری اور حقیقت یہی ہے۔

پھر مالی تحریکات میں بھی حسب استطاعت خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ہر تحریک جو خلیفہ وقت کی طرف سے ہوتی تھی پہلے خود حصہ لیتے، پھر جماعت کو توجہ دلاتے تھے۔ ابھی وفات سے چند دن پہلے مجھے لکھا کہ مَیں نے خلافت جوبلی کے لئے ایک لاکھ روپے کا وعدہ کیا تھا اور میرے ذہن سے اتر گیا کہ اس کی ادائیگی کرنی ہے۔ بڑا معذرت خواہانہ خط تھا اور لکھا کہ الحمد للہ مجھے وقت پہ یاد آ گیا اور مَیں نے آج اس کی ادائیگی کر دی ہے اور یہ بھی حساب وفات سے چند دن پہلے صاف کر کے گئے۔ وصیت کا حساب ساتھ ساتھ صاف ہوتا تھا۔ زندگی میں جائیداد کا حساب بھی اپنی زندگی میں صاف کر دیا۔ اور 1/9 کی وصیت تھی۔ درویشوں کی خودداری کا واقعہ تو مَیں بیان کر چکا ہوں۔

خلافت سے تعلق کے بارہ میں دوبارہ بتاتا ہوں۔ کوئی حکم جاتا تھا، کوئی ہدایت جاتی تھی تو من و عن انہی الفاظ میں اس کی فوری تعمیل ہوتی تھی۔ یہ نہیں ہوتا تھا، جس طرح بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ اگر کوئی فقرہ زیادہ واضح نہیں ہے تو اس کی توجیہات نکالنا شروع کر دیں گے۔ جس کے دو مطلب نکلتے ہوں تو اپنی مرضی کا مطلب نکال لیں۔ بلکہ فوری سمجھتے تھے کہ خلیفۂ وقت کا منشاء کیا ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا ہے باوجود بیماری کے خلیفۂ وقت کی طرف سے آمدہ ہدایت پر اگر ضرورت ہوتی تو خود جا کے تعمیل کرواتے۔ گزشتہ دنوں ڈیڑھ سال پہلے جو زلزلہ آیا، اس کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کو بھی کافی نقصان پہنچا تھا۔ تو مسجد کی مرمتیں ہو رہی تھیں۔ یہاں سے انجینئر جاتے رہے ہیں۔ وہاں کی زمین کی ٹسٹنگ (Testing) کے لئے کہ مزید کیا جائزہ لینا ہے، کھدائی کر کے دیکھنی تھی۔ یہ کام میاں صاحب کے بغیر بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن خود وہاں موقع پر پہنچے اور اپنی نگرانی میں یہ کروایا اور جو انجینئر یہاں سے گئے، بڑا ہنس کے پھر ان انجینئر صاحب کو میرے متعلق کہا کہ انہیں یہ بتا دینا کہ مَیں وہاں موجود تھا۔ یہ بتا دینا کہ مجھ سے چلا نہیں جاتا تھا لیکن اس کے باوجود مَیں یہاں آ کے کھڑا ہو گیا۔ یہ نہیں کہ کوئی اظہار تھا کہ دیکھو مَیں بیماری کے باوجود یہاں آ گیا ہوں۔ احسان کے رنگ میں نہیں بلکہ اس لئے کہ خلیفۂ وقت کی دعائیں میرے ساتھ ہو جائیں گی۔ تو یہ تھا ان کا خلافت سے تعلق۔ گزشتہ دنوں چند ماہ پہلے باوجود بیماری کے کشمیر کا بڑا تفصیلی دورہ کیا اور ہر جگہ خلافت سے تعلق کے بارے میں لوگوں کو تلقین کی۔

پھر یہ ہے کہ لوگ آپ کو دعا کے لئے جو خطوط لکھتے تھے، آپ کے نام سے خطوط لکھے جاتے تھے لیکن اگر یہ سمجھتے تھے کہ ایسے خطوط خلیفہ وقت کے پاس جانے چاہئیں تو یہاں بھجوا دیا کرتے تھے تا کہ ان لوگوں کے لئے دعا ہو جائے اور یہاں سے بھی جواب چلا جائے۔ مجھے انہوں نے لکھا کہ پچھلے دنوں میں بیماری کچھ زیادہ ہو گئی تھی صحیح کام نہیں ہو رہا اس لئے کچھ عرصہ کے لئے کسی کو مقرر کر دیں، ایک ذمہ داری سپرد کر دیں۔ اس پر مَیں نے ان کو لکھا تھا کہ کسی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بعض کام ہیں جس سے چاہے لے لیا کریں، ناظر اعلیٰ آپ ہی رہیں گے۔ اب میرا خیال ہے کہ اس کے بعد اپنے آپ کو تکلیف میں ڈال کر بھی یہ کام کرتے رہے ہیں اور ایک معاملے کی رپورٹ ابھی چند دن پہلے مجھے ان کی وفات کے بعد آئی، اس پر ان کے دستخط تھے اور 25/اپریل کی تاریخ تھی یعنی اس وقت بھی جس دن یہ ہسپتال داخل ہوئے ہیں اور شدید انفیکشن تھی، بخار 05-104 تک پہنچا ہوا تھا۔ لیکن وہ ساری رپورٹ دیکھی اور اس پر دستخط کئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرزند اور آپؓ کی نشانی کے درجات بلند فرمائے جس نے اپنے درویشی کے عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ قدرتی طور پر ان کی وفات کے ساتھ مجھے فکرمندی بھی ہوئی کہ ایک کام کرنے والا بزرگ ہم سے جدا ہو گیا۔ وہ صرف میرے ماموں نہیں تھے بلکہ میرے دست راست تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔ تو فکرمندی تو بہرحال ہوئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے سلوک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو دیکھ کر تسلی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کی طرح اپنے فضل سے یہ خلا بھی پُر فرمائے گا اور انشاء اللہ پہلے سے بڑھ کر قربانی کرنے والے سلطان نصیر عطا فرمائے گا اور فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ درویشوں کی اولادوں کو اور قادیان کے رہنے والے ہر فرد کو ان قربانی کرنے والے درویشوں کی یادیں زندہ رکھنے کی توفیق دے اور اس وقت جو چند ایک درویشان ان کے پاس رہ گئے ہیں، ان کی خدمت کی بھی ان کو توفیق دے۔ قادیان میں رہنے والا ہر احمدی اس مقام کو سمجھے جو دیار مسیح میں رہنے والے کا ہونا چاہئے۔ جب بزرگ اٹھتے ہیں تو نئی نسل کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور جو زندہ قومیں ہیں ان کی نئی نسلیں پھر ان کی ذمہ داریوں کو باحسن نبھانے کی کوشش بھی کرتی ہیں۔

پس مَیں امید رکھتا ہوں کہ قادیان کے رہنے والے سب واقفین زندگی اور عہدیدار ان پہلے سے بڑھ کر پیار محبت اور بھائی چارہ کا ایک دوسرے سے سلوک کریں گے اور یہ سلوک کرتے ہوئے نیکی اور تقویٰ میں ترقی کریں گے۔ قادیان کا رہنے والا ہر احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہونے کے ناطے اس کا حق ادا کرے گا اور جس طرح ہمارے یہ بزرگ اُن جگہوں پر سجدہ ریز ہوئے جہاں مسیح الزمان نے سجدے کئے اور اُن جگہوں کو اپنی دعاؤں سے پر کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے ان جگہوں میں جماعت کی ترقی کے وعدے فرمائے تو یہ لوگ (نئی نسل) جو وہاں رہنے والے ہیں یہ بھی ان جگہوں پہ جائیں گے اور پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں گے، دعائیں کریں گے اور اس کا فضل حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور مجھے ان فکروں سے آزاد کریں گے کہ قادیان میں نیکی اور تقویٰ پر چلنے والے اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والوں کی کمی ہو رہی ہے۔ بلکہ یہی خوشی کی خبریں پہنچیں گی کہ تقویٰ میں ترقی کرنے والے بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی توفیق دے۔

دنیا کی جماعتوں پر بھی قادیان کا حق ہے کہ اس بستی کے رہنے والوں کے لئے ہر احمدی دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسیح کی بستی کا حق ادا کرنے والے پیدا فرماتا رہے۔ حضرت میاں صاحب کی بیگم صاحبہ کیلئے بھی دعا کریں۔ وہ بھی بیمار رہتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہمت اور حوصلہ دے اور یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ یہ بھی بڑی بابرکت وجود ہیں۔ انہوں نے جماعت کی خواتین کو، عورتوں کو اکٹھا کرنے میں، Organize کرنے میں، ان سے ہمدردیاں کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے اور کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت سلامتی والی زندگی عطا فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی اپنے بزرگ والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ گو کہ ان میں سے کوئی بھی قادیان میں نہیں ہے۔ بچیاں شادی ہو کے پاکستان چلی گئیں، اب وہ پاکستانی شہریت رکھتی ہیں، بیٹا اُن کا امریکہ میں ہوتا ہے لیکن جہاں بھی ہیں اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور ان خصوصیات کے حامل بننے کی کوشش کریں جو ان کے باپ میں تھیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ ثانیہ میں فرمایا: جیسا کہ مَیں نے کہا تھا بعض غیر بھی بلکہ بڑی کثرت سے غیر آ کے حضرت میاں صاحب کا افسوس کر رہے ہیں۔ تو قادیان کی انتظامیہ میرا یہ خطبہ سن رہی ہے، میری طرف سے ان سب کا شکریہ ادا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔

(نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی نماز جنازہ غائب پڑھائی)

(ہفت روزہ بدر قادیان، جلسہ سالانہ نمبر دسمبر 2007ء)

میری یادیں

(حضرت سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ مظلہا تعالیٰ)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور باقی رہنے والا ہے تیرا رب! جو جلال اور عزت والا ہے۔

لیکن جو اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگی میں نمایاں قربانیاں کرے، جو دین اور دنیا کو فائدہ پہنچانے والی ہوں تو ایسی ہستیاں مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں اور اُن کی قربانیوں کو دیکھ کر اگلی نسل اُن کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد مرحوم ومغفور بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے آپ یکم اگست 1927ء کو پیدا ہوئے اور اپنی زندگی وقف کر کے قادیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق قربانیاں کرتے ہوئے 29/اپریل 2007ء کو اپنے پیارے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

16/اکتوبر 1952ء کو ان کی شادی خاکسار سے ہوئی۔ یہ رشتہ بھی عجیب طرح طے ہوا کہ ابّا جانؓ (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ) کی وفات سے چند ماہ قبل حضرت اماں جانؓ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے رشتہ لیکر آئیں۔ ابا جانؓ نے سنکر صرف یہ کہا کہ میری بیٹیاں حضرت خلیفۃ المسیحؒ کے سپرد ہیں جو ان کا منشا ہو میں راضی ہوں اس پر پس اس طرح یہ رشتہ طے ہو گیا۔

پارٹیشن کے بعد حضور کی منشاء کے مطابق آپ قادیان میں آئے اور پھر اکتوبر 1952ء میں پندرہ دن کے پرمٹ پر ربوہ آئے تو شادی ہوئی شادی کے دس دن بعد میرے کچھ کاغذات شیخوپورہ سے حاصل کرنے تھے۔ جس کے لئے ہم شیخوپورہ گئے واپسی پر نصف رستہ میں حضور کی دوسری گاڑی ملی جس میں ان کی والدہ اور بھائی بیٹھے تھے۔ انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کا خط ان کو دیا جس میں تحریر تھا کہ جہاں تمہیں یہ خط ملے واپس لاہور چلے جانا کیونکہ یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہیں یہاں روک لیا جائے گا اس لئے فوراً لاہور پہنچ کر جہاز کی سیٹ کراؤ اگر سیٹ نہ ملے تو چارٹر جہاز کرا کر بھی جانا پڑے تو چلے جانا کیونکہ اگر تم یہاں رہ گئے تو مجھے ڈر ہے کہ قادیان خالی نہ ہو جائے۔ حضور کی چٹھی پڑھ کر اطاعت کے ساتھ فوراً گاڑی مڑوالی اور لاہور کی طرف روانہ ہو گئے ایک غم تھا کہ جاتے ہوئے ابّا جان سے نہ مل سکو نگا یہ اُس بیٹے کی محبت تھی جو قربانی کر کے قادیان میں ٹھہرا ہوا تھا اور چند دن کے لئے آیا تھا۔ صبح ہوئی ابھی دس نہیں بجے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چھوٹی آپا لاہور پہنچ گئے۔ حضورؓ نے فوری طور پر میاں مظفر احمد صاحب کو بلایا جب معلوم ہوا کہ یہ صرف افواہ ہے۔ میاں مظفر احمد صاحب نے حضور کو تسلی دلائی کہ پانچ دن رہ گئے ہیں اپنے وقت پر قادیان جائیں۔ چنانچہ 25/اکتوبر 1952ء کو یہ واپس قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ حضورؓ خود ایئر پورٹ پر چھوڑنے گئے اور جب تک جہاز جاتا نظر آتا رہا دیکھتے رہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ کو سکون مل گیا کہ قربانی کرنے والا بیٹا منزل مقصود پر پہنچ گیا ہے۔

خاکسار پاسپورٹ سسٹم جاری ہونے کے بعد آپ کے ساتھ مارچ 1953ء میں قادیان آئی۔ اُس وقت قادیان میں تھوڑی سی عورتیں تھیں آپ نے مجھے پہلی نصیحت یہی کی کہ دیکھو تم سب کو چھوڑ کر آئی ہو اب یہاں کے لوگ سب تمہارے بہن بھائی ہیں۔ ان کے ساتھ محبت سے رہنا۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا۔ ہر ایک کے دکھ سکھ میں شامل ہونا الحمدللہ ان کی اس نصیحت پر عمل کیا اور کر رہی ہوں۔ آپ کی طبیعت نہایت سادہ تھی اور یہی سادگی اور خاکساری آپ مجھ سے بھی چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار۔ اُس کی عبادت میں شروع سے میں نے ان کو بہت باقاعدہ پایا۔ نماز باجماعت میں بہت باقاعدہ تھے۔ بہت لمبا عرصہ خود نماز باجماعت پڑھاتے رہے۔ رمضان المبارک میں نمازوں کا الگ ہی رنگ ہوتا تھا۔ ہر وقت باوضو رہنے کی عادت تھی۔ میرے سامنے ابتداء میں کئی بار مشکلات کے دن آئے لیکن آپ نے مستقل مزاجی سے کام لیا۔ ایک موقع پر جب حکومت کا خیال تھا کہ درویشوں کو کالج کے ہوسٹل میں منتقل کر دیا جائے۔ مردوں اور عورتوں کو نصیحت کی پھر گھر آ کر کہنے لگے دیکھو ہوسکتا ہے یہ مجھ پر ہاتھ ڈالیں لیکن تم نے ثابت قدم رہنا ہے دعائیں کرنی ہیں رونا دھونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ آپ کی اور درویشوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی مشکلات کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے نظارے میں نے دیکھے۔

نماز باجماعت کے بعد ہمیشہ سنتیں اور وتر گھر آ کر پڑھتے سوائے وفات سے چند سال پہلے کے۔ تلاوت قرآن کریم اور نماز میں قرأت بڑی پیاری آواز سے کرتے۔ آخری بیماری میں بھی نماز باجماعت نہیں چھوڑی بعض وقت تو مسجد سے آتے تو اتنا تھکے ہوتے کہ نڈھال ہو کر کرسی پر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ اب تم کھانا کھلاؤ مجھ میں طاقت نہیں۔ سفر میں ہمیشہ میں ساتھ رہی۔ مجھے ساتھ بٹھا کر نماز باجماعت پڑھتے۔ جس دن ہسپتال دکھانے لیکر گئے مغرب

عشاء کی نماز لیٹے لیٹے ادا کی۔ آپ کا طریق تھا کبھی زیادہ بیمار ہوں اور لیٹے لیٹے نماز پڑھنی ہو مجھے پاس بٹھا لیتے کہ تم تھوڑی تھوڑی دیر بعد اللہ اکبر کہتی رہنا کہیں میں سو نہ جاؤں۔ آخری نماز مغرب عشاء کی اسی طرح ادا کی۔

شادی کے بعد میرا ہر وقت بہت خیال رکھتے تھے۔ کہتے تھے تمہیں نیشنیلٹی مل جائے تو سارے ہندوستان کی سیر کراؤنگا۔ پانچ سال کے بعد جب مجھے نیشنیلٹی مل گئی تو اپنے وعدہ کے مطابق آہستہ آہستہ سارے انڈیا کی سیر کرائی۔ میرے علاوہ تینوں بچیوں کو ان کی شادی سے قبل سارے ملک کی سیر کرا کر ان کو بھجوایا۔ کہتے تھے ان کو یاد رہے کہ ہم کس ملک میں پیدا ہوئے اور کہاں رہے۔

آپ اپنے سب بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور تینوں بیٹیاں شادی ہو کر دوسرے ملک چلی گئیں۔ جب آتیں تو ان کا پیار دیکھنے والا ہوتا۔ پھر بیٹا بھی پڑھنے باہر چلا گیا۔ آخری عمر میں ہمیشہ مجھے بار بار دعا کے لئے کہتے کہ دعا کرو جب میرا آخری وقت آئے میرے چاروں بچے میرے پاس ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ عزیزہ کوکب اسی دن پہنچی جب ہسپتال گئے ہیں۔ ساری دوپہر اُس سے باتیں کیں سب کا حال پوچھا۔ باقی بچے بھی دوسرے دن زندگی میں ہی پہنچ گئے اگرچہ ان کو ہوش نہیں تھا۔ میرے بارے ہمیشہ فکر کا اظہار کرتے الگ الگ بچوں کو نصیحت کی کہ میرے بعد امی کو کوئی تکلیف نہ ہو وغیرہ۔ مجھے بھی یہی نصیحت کی کہ قادیان نہیں چھوڑنا عہد کرلو یہیں رہنا ہے جیسے میرے ساتھ رہی ہو۔

خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ بے ہوش ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حضور کا فون آیا۔ خود بات کی حضور نے دوائیاں بتائیں وہ لکھوائیں اس قدر خوش تھے حضور سے بات کر کے۔ پھر مجھے کہنے لگے تمہارے لئے بھی حضور نے دوائی بتائی ہے۔ میرے پوچھنے پر کہ حضور نے خود بات کی ہے۔ خوشی سے کہنے لگے ہاں حضور کا اپنا فون تھا۔

جب جون 1954ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان اور بھارت کی لجنات کا کام خاکسار کے سپرد کیا اور پھر ایسے حالات میں جبکہ پارٹیشن کے بعد تمام جگہوں کا کام بالکل بند ہو چکا تھا۔ میں بہت گھبرائی کہ اتنا بڑا کام کس طرح کروں گی۔ لیکن آپ نے مجھے ہمت دلائی پھر کام کے طریقے آہستہ آہستہ سکھائے۔ یہ احساس نہ ہونے دیا کہ مجھے دفتری کام نہیں آتا۔ قدم قدم پر مجھے کام سمجھا کر میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور ان کے حوصلہ دلانے سے مجھے بھارت کا کام 44 سال کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ۔

اب جب بیٹی عزیزہ علیم کے سپرد حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے پاکستان کی لجنات کا کام کیا۔ تو آپ نے بہت دعائیں کیں مجھے بھی دعا کے لئے کہتے رہے۔ کہنے لگے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے لئے مانگتا تھا۔ اب بیٹی کے لئے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اچھے رنگ میں کام سنبھالنے کی توفیق دے۔

مہمان نوازی کا جذبہ بہت تھا۔ مجھے پہلے دن سے ہی تاکید کی جب کوئی مہمان ملنے آئے خواہ مرد ہو یا عورت جو چیز گھر میں ہو بھجوا دیا کرو۔ گرمیوں میں خاص طور پر شربت بنواتے۔ خود شوگر کی وجہ سے نہیں پیتے تھے۔ مگر میرا بنا ہوا شربت پلانے کا شوق تھا۔ شادی کے بعد ابتداء میں پاکستان کا تو رستہ بند تھا غیر ملک سے جو بھی آتا دعوت پر بلاتے تھے اور کہتے کہ کھانا تم نے پکانا ہے۔ جلسہ سالانہ پر بھی غیر ملکی احباب کو کھانے پر مدعو کرتے۔ جب 1992ء میں میری آنکھ کا آپریشن ہوا تو کہنے لگے باہر سے فلاں فیملی آئی ہے تمہیں ڈاکٹر نے چولہے کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ ایسا کرو کچھ پکوا کر مہمانوں کو بھجوا دو۔ الحمد للہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

سالہا سال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامگاہ دارالمسیح کا کام کرنے کی خاکسارہ کو توفیق ملی۔ جلسہ سے قبل جب نیچے دارالمسیح کا بند حصہ کھول کر صبح سے رات تک صفائی کرتی مہمانوں کے لئے بستر رکھتی تو بہت زیادہ کام کرتے دیکھ کر کہتے کہ جلسہ آتا ہے تو تمہیں اتنا کام کرتے دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ طبیعت بیحد سادہ تھی۔ اکثر کہتے میرا کھانا میز پر رکھ دو میں دفتر سے آ کر کھالونگا تم جلسہ کا کام کرو لیکن جب کھانا کھانے بیٹھتے تو مجھے بھی کھانے کے لئے اصرار سے بلاتے۔

چندہ جات میں بہت باقاعدہ تھے۔ خصوصیت سے وصیت کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ تھی۔ ہمیشہ خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی فوراً چندہ ادا کر کے کہتے دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول کرے۔ صدقات کثرت سے دیتے۔ تین چار سال سے روزہ نہ رکھ سکتے تھے۔ لیکن رمضان شروع ہوتے ہی اپنا اور میرا فدیہ ادا کر دیتے، میں کہتی میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزے رکھ رہی ہوں کہتے فدیہ دینے سے اللہ تعالیٰ روزوں کی توفیق دیتا ہے۔

1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے۔ میں دہلی نہیں جا سکی تھی۔حضورؒ کا کھانا میں نے تیار کیا۔ جسے حضورؒ نے بہت پسند کیا اس کا اظہار کرتے ہوئے مجھے حضور کے لئے کچھ کھانا ہر روز تیار کرنے کی ہدایت کی۔حضورؒ میرا پکا ہوا کھانا نہایت شوق سے تناول فرماتے۔

2005ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے اور ماشاء اللہ خاندان مسیح موعودؑ کے افراد بھی کثرت سے تشریف لائے۔ کام اور ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں۔حضور انور کا باورچی آیا ہوا تھا لیکن حضور انور بھی یہاں سے گیا ہوا ڈش بہت پسند کرتے تھے۔ حضور انور جب واپس گئے تو ہم دونوں دہلی تک اور ایئر پورٹ تک چھوڑنے گئے۔

سفر پر جب بھی ہم جانے لگتے ان کا طریق تھا گھر میں جو بھی ہوتا سب کو بلا کر دعا کراتے صدقہ دیکر گھر سے نکلتے پھر کار میں بیٹھ کر دعا کراتے۔ اپنے کام کی ذمہ داری کو سب سے اہم سمجھتے۔ وقت پر دفتر جاتے۔ اگر کام ختم نہ ہو تو بعض اوقات تین چار بجے گھر آتے۔ ہاتھ میں فائلیں پکڑی ہوتیں اور رات کو بیٹھ کر اپنا کام مکمل کرتے۔ شادی کے بعد اپنے پرسنل خطوط حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کو، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ، حضرت چھوٹی آپا اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو لکھنے کے لئے مجھے دیتے اب جبکہ آنکھ کے آپریشن کے بعد میرے لئے لکھنا مشکل ہو گیا تو ہمیشہ کہتے تھے تم میرا نصف کام بٹاتی تھیں لیکن اب مجبوری ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تمہاری بینائی جلد ٹھیک ہو۔

لوگ اپنی امانتیں رکھ جاتے آکر مجھے کہتے میں بھی گواہ ہوں تم بھی گواہ رہنا فلاں کی یہ امانت ہے تم سنبھالو۔ اپنے خاندان والوں کی بیشمار امانتیں رقم کی صورت میں آپ کے پاس تھیں جو کوئی کچھ منگواتا اس کے لفافے میں حساب لکھ کر رکھ دیتے۔ وفات کے بعد الحمدللہ ساری واپس کی گئیں۔حساب میں بہت پختہ تھے۔ ایک ایک پائی کا حساب لکھ کر رکھتے۔ بیوگان اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے۔عید پر ان کے گھروں میں ملنے جاتے ہر ایک کی خوشی غمی میں شریک ہوتے۔

شکار کا بیحد شوق تھا۔ شادی کے بعد مختلف جگہوں پر جہاں شکار کو جاتے مجھے لیکر جاتے۔ بندوق بھی چلواتے۔ جب بچیاں ذرا بڑی ہوئیں تو ان کو بھی ساتھ لیجاتے۔ بچوں کو سائیکل چلانا، تیرنا، کار چلانی سب کچھ سکھایا۔خود والی بال کے کھلاڑی تھے۔ ابتداء درویشی میں ان کی ٹیم نے کئی جگہ جا کر میچ جیتے۔ آخری عمر میں جب خود نہیں کھیلتے تھے تو نماز عصر کے بعد سیر کو نکل جاتے وہاں سے گراؤنڈ میں بیٹھ کر کھیل دیکھتے جس دن لڑکوں کا میچ ہوتا تو بہت شوق سے دیکھنے جاتے۔

جلسہ سالانہ 2006ء کے بعد مجھے ٹھنڈ لگ جانے سے نمونیہ ہو گیا۔ مجھے جالندھر ہسپتال میں داخل کیا۔ میرے پاس عزیزہ کوکب رہی۔ لیکن روزانہ صبح دفتر کا کام ختم کر کے مجھے دیکھنے آجاتے تھے اور شام کو واپس قادیان جاتے تھے۔ میری بیماری کے دوران خود بھی بہت سخت بیمار ہو گئے لیکن بار بار مجھے ہی کہتے تم اچھی ہو جاؤ۔ لیکن اس بیماری کے بعد آپ کی صحت بہت کمزور ہو گئی۔ لیکن باوجود اس کے 2008ء کے کاموں کا آپ کو بہت احساس رہتا تھا۔ وفات سے آٹھ دن قبل پہلے دن کو تیز بخار چڑھا۔ پھر رات کو دوبارہ چڑھ گیا۔ صبح ٹیسٹ کرانے کے لئے امرتسر ہسپتال لیکر گئے۔ صبح سے شام تک ٹیسٹ ہوتے رہے ڈاکٹر نے کہا کہ سب ٹیسٹ ٹھیک ہیں صرف ایک ٹیسٹ رہ گیا ہے۔ جو کل ہوگا لیکن رات آنے سے قبل شدید گھبراہٹ شروع ہو گئی۔ اُسی میں کھانا کھلانے کی کوشش کی لیکن دو لقمے میرے ہاتھ سے بہت مشکل سے کھائے۔ اس کے بعد یکدم شدید ہارٹ کا اٹیک ہوا اور قومہ میں چلے گئے۔ اس کے بعد ہوش نہیں آئی اور 29/اپریل ساڑھے آٹھ بجے شام کو اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ مجھے پتہ چلا تو بے اختیار میرے منہ سے حضرت اماں جانؓ کے سنے ہوئے الفاظ نکلے کہ میرے مولیٰ یہ تو مجھے چھوڑ کر چلے گئے لیکن تو نہ چھوڑیو۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے بہت صبر کیا۔ صبح ہی میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا بہت پیار اتسلی دینے والا فیکس ملا جس سے دل کو بہت سکون ملا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے جو ہر دم ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ آخر میں حضور ایدہ اللہ کے الفاظ میں جو آپ کی وفات کے موقع پر خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائے اپنے مضمون کو ختم کرتی ہوں۔حضور ایدہ اللہ نے آپ کے اوصاف کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ:

''وہ میرے دستِ راست تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطان نصیر بنایا ہوا تھا۔''

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَارْفَعْ دَرَجَاتِہٖ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ (آمین)

(النصرت 2009ء لجنہ اماء اللہ قادیان صفحہ 30-27)

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی یاد میں

(خواجہ عبدالمومن۔ناروے)

سوئے جنت چل دیا محمود کا لخت جگر
عاشق دین محمدؐ احمدیت کا گہر

دین کا سچا مجاہد ولی درویش تھا
دار مہدی میں گزارے جس نے سب شام وسحر

جان و دل سے وہ خلافت پر فدا تھا ہر گھڑی
وہ خلافت کی حمایت میں رہا سینہ سپر

مونس و غم خوار تھا وہ سب غریبوں کے لئے
ہر کسی کے واسطے اس کا کھلا رہتا تھا در

قادیان کے باسیوں کے واسطے اک ڈھال تھا
باپ کی مانند شفقت کی تھی ہر اک پر نظر

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کی یاد میں

(محمود احمد مبشر درویش قادیان)

آج کیوں ہیں دل ہمارے اس طرح سے بیقرار
بے بسی ہے ہر طرف اور آنکھ سب کی اشکبار

آہ نبی کے نافلے درویش تھے مرزا وسیم
ناظر اعلیٰ امیر قادیاں پدر کلیم

پھول وہ گلچیں نے توڑا کہ سناٹا چھا گیا
آہ درویشوں کا گلدستہ تھا جو مرجھا گیا

وہ تو درویشوں کی ڈھارس تھے ہماری آن تھے
وہ بہار گلستاں قادیان کی شان تھے

کوئی بھی افسر منسٹر قادیان آتے کبھی
آپ کی وہ عزت و تکریم کرتے تھے سبھی

وہ رئیس قادیاں تھے رونق دارالاماں
ہم سے رخصت ہو گئے آہ وہ اگلے جہاں

پچھلے سے پچھلے جمعہ مسجد میں مل آئے تھے ہم
آہ پھر نہ وہ ملے نہ ان سے مل پائے تھے ہم

وہم وگمان میں نہ تھا جلدی جدا ہو جائیں گے
امرتسر سے جیتے جی وہ لوٹ کر نہ آئیں گے

کل نفس ذائقۃ الموت ہے قرآن میں
ہر بشر فانی مبشر اس جہان فان میں

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی حسین یادیں

(عبدالرشید آرکیٹیکٹ، لندن)

امسال خاکسار مارچ کے پہلے ہفتے سے لے کر اپریل کے پہلے ہفتے تک قادیان میں جماعتی کاموں کے لئے گیا ہوا تھا۔ 2/اپریل کو لندن واپس آنے کے لئے قادیان سے روانہ ہوا۔ آخری دن میاں وسیم احمد صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔ معمول کے مطابق بیت الدعا کے ساتھ جو بیٹھنے والی جگہ ہے۔ وہاں بیٹھ کر 15/10 منٹ تک مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں۔ جب جانے کے لئے اجازت مانگی تو آپ نے اُٹھ کر معانقہ کیا پھر اپنے سادہ مخصوص انداز میں کہنے لگے۔ چوہدری صاحب قادیان میں بہت کام کرنے والے ہیں۔ جلد واپس آنے کی کوشش کرنا۔ کیا علم تھا کہ میری یہ میاں وسیم احمد صاحب سے آخری ملاقات ہوگی۔ واپس لندن آکر خاکسار ہفتے میں ایک بار ضرور میاں وسیم احمد صاحب سے خیریت پتہ کر لیتا تھا۔ 24/اپریل بروز منگل جب میاں صاحب کو فون کیا تو کہنے لگے طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ ہلکا سا بخار ہے۔ اس لئے دفتر کا کام گھر لے آیا ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ میاں صاحب کام ہوتے رہیں گے۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے اور اپنا خاص خیال رکھیں۔ دُعا کی درخواست کرتے ہوئے بات چیت ختم ہوگئی۔ کیا پتہ تھا کہ میاں وسیم احمد صاحب سے یہ میری آخری بات چیت ہوگی۔

25/اپریل بروز بدھوار شام کو مکرم برادرم منصور احمد صاحب چیمہ کا قادیان سے فون آیا کہ میاں صاحب کی حالت اچانک خراب ہوگئی تھی۔ صبح ان کو امرتسر میں ہسپتال میں داخل کروادیا تھا۔ لیکن طبیعت اب بہت خراب ہوگئی ہے۔ اور coma کی حالت طاری ہے۔ حالت تشویشناک ہے۔ ان کے لئے دعا کی درخواست کی یقین نہیں آتا تھا۔ ابھی ایک دن پہلے ان سے ٹیلیفون پر بات ہوئی تھی۔

30/اپریل بروز سوموار مکرم برادرم چوہدری عبدالواسع صاحب نے قادیان سے فون پر بتایا کہ میاں وسیم احمد صاحب کل رات (29 اپریل) امرتسر ہسپتال میں وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

خاکسار کی پہلی ملاقات میاں وسیم احمد صاحب سے 1966ء میں ہوئی۔ جب خاکسار ربوہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے بعد دو دن کے لئے قادیان بھی چلا گیا۔ واہگہ بارڈر کراس کر کے بس کے ذریعہ امرتسر سے ہوتا ہوا عصر کے قریب قادیان پہنچا۔ اس وقت حضرت عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی تھے۔ ان سے ملاقات کے بعد میاں وسیم احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اگلے دن واپسی کی وجہ سے بیت الدعا میں نوافل ادا کرنے کے لئے کوئی ٹائم سیٹ نہیں ہو رہا تھا۔ میاں صاحب سے اس مشکل کا ذکر کیا۔ فرمانے لگے۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ کی رہائش کا انتظام بیت الذکر میں کر دیتا ہوں۔ آپ وہیں آرام بھی کریں اور دعائیں بھی کریں۔ اگلے دن قادیان سے لاہور کے لئے جلدی نکلنا تھا۔ کیونکہ واہگہ بارڈر ان دنوں جلدی بند ہو جاتا تھا۔ روانگی سے قبل مہمان خانہ سے خاص روٹیوں کا انتظام کروایا تا کہ تبرک کے طور پر رشتہ داروں کے لئے بھی لے جاؤں۔ پھر امرتسر تک جانے کے لئے کار کا انتظام بھی کروادیا۔ پہلی ملاقات اتنی شفقت اور محبت، یہ محسوس ہی نہیں ہونے دیا کہ میں کسی غیر ملک میں ہوں بلکہ ایسا لگتا تھا کہ میری میاں وسیم احمد صاحب سے مدت سے واقفیت ہے۔ بہت ہی پیار کرنے والے انسان تھے۔

پھر 20 سال کے لمبے وقفہ کے بعد 1986ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کو دہلی مسجد کی تعمیر کے لئے ہندوستان بھجوایا۔ پنجاب میں فسادات کا دور تھا۔ اس لئے باوجود کوشش کے قادیان کا ویزا نہ مل سکا۔

دہلی میں مسجد مکمل ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قادیان میں عمارات کا ایک نیا دور شروع کیا۔ خاکسار ان پراجیکٹس کے ڈیزائن اور تعمیر کی دیکھ بھال کے لئے لندن سے سال میں دو دفعہ اور بعض دفعہ تین بار بھی جاتا رہا۔ اس وقت سے اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طرح پچھلے 20 سال سے مسلسل مجھے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ بہت ہی خوش اخلاق اور ملنسار انسان تھے۔

1987ء میں ایک لمبے وقفے کے بعد جماعتی کاموں کے لئے قادیان گیا۔ جلسہ سالانہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ میاں وسیم احمد صاحب نے خاکسار کو اپنے پاس پہلی منزل پر اس کمرہ کے ساتھ والے کمرے میں رکھا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی تصنیف فرمائی تھی۔ لندن واپس آکر جب خاکسار نے اپنے رہائشی کمرہ کے متعلق حضور کو بتایا۔ تو حضور نے فرمایا۔ یہ تو میرا کمرہ ہوا کرتا تھا۔ میرے لئے ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور شام کا کھانا سب گھر سے میاں صاحب تیار کر کے بھجواتے۔ دن میں ایک بار ضرور خود آکر پوچھتے کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟

1989ء میں صد سالہ جشن کا موقع تھا۔ اس سال مہمانوں کی بڑی تعداد غیر ممالک سے قادیان جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے آئی۔ اس سال میاں وسیم احمد صاحب نے خاکسار اور میری اہلیہ حلیمہ رشید صاحبہ کی رہائش کا انتظام از راہِ شفقت بیت الریاضت میں کیا۔ یہ وہ کمرہ ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 9/8 ماہ روزے رکھے تھے۔

یہ ہماری بہت خوش قسمتی اور ایک بڑا اعزاز تھا۔ جو میاں وسیم احمد صاحب نے ہمیں دیا۔ جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

1989ء میں غیر ملکی مہمانوں کے غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے بہت سارے نئے بستر اور دوسرا سامان جلسہ سالانہ کے لئے خریدنا پڑا۔ یہ سامان امرتسر سے خریدا جاتا تھا۔ یہ ساری خرید مکرم میاں وسیم احمد صاحب خود کرتے تھے۔ اکثر خاکسار کو بھی ساتھ لے جاتے۔ میں نے دیکھا کہ میاں صاحب امرتسر کی چھوٹی چھوٹی گلیوں میں گھنٹوں پیدل جماعت کے لئے سستا سامان خریدنے کے لئے صرف کرتے۔ بہت محنت اور تکلیف صرف جماعت کے مفاد کے لئے برداشت کرتے اور معاملہ میں جماعت کا مفاد مقدم رکھتے۔ رقم کے لین دین اور حساب رکھنے میں بہت ماہر تھے۔ ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا۔ جس میں آمد اور خرچ خود اپنے ہاتھوں سے درج کرتے۔ غلطی کا کوئی امکان نہ تھا۔ جو حساب کتاب کا ایک Perfect نظام میاں وسیم احمد صاحب نے رکھا ہوا تھا۔ وہ ایک Chartered Accountant بھی نہیں رکھ سکتا۔

میں نے اپنی کتاب "میری پسندیدہ بستی قادیان دار الامان" میں وہ ایسے واقعات درج کئے ہیں جن کی نشاندہی میاں وسیم احمد صاحب نے کروائی۔ بٹالہ اور قادیان کے درمیان بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدل سفر کیا کرتے تھے۔ ان دونوں قصبوں کے درمیان ایک مقام ہے جہاں ایک برگد کا درخت ہوتا تھا اور نلکا بھی لگا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سفر کے دوران بعض دفعہ ظہر یا عصر کی نماز یہاں ادا فرمایا کرتے تھے۔ مکرم میاں صاحب نے اس جگہ کی نشاندہی کرواتے ہوئے یہاں فوٹو بھی بنوائی جس کو کتاب میں ریکارڈ کر لیا گیا۔

حضرت اماں جانؓ کی رہائش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد بیت الذکر میں رہی۔ مسجد مبارک کے نیچے جو گلی مسجد اقصیٰ کو جاتی ہے۔ وہاں دیوار پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جب مسجد اقصیٰ سے نماز سے فارغ ہو کر گھر جاتے۔ تو یہاں دیوار پر اپنی چھڑی مارتے اور اوپر حضرت اماں جانؓ آواز سن کر فرماتیں کون؟ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جواب میں عرض کرتے آپ کا خادم نور الدین۔ مکرم میاں وسیم احمد صاحب نے یہ قصہ خاکسار کو بتایا۔ اور کتاب میں ریکارڈ کر لیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ دیوار پر چھڑی اس لئے مارتے کہ اگر حضرت اماں جانؓ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔ تو بتا دیں۔

آپ مہمانوں کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ جب بھی خاکسار قادیان آتا۔ میرے لئے واہگہ بارڈر پر کار بھجوا دیا کرتے تھے۔ پھر ان کو اندازہ تھا کہ کتنے وقفے کے بعد مہمان دار الضیافت میں پہنچ جائے گا اس کے مطابق ناظم ضیافت سے ٹیلیفون پر مہمان کی آمد تک پتہ کرتے رہتے۔ ایک موقعہ پر جب خاکسار قادیان کے لئے روانہ ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کو فرمایا کہ اس دفعہ آپ آرکیٹیکٹ کی حیثیت سے ہی نہیں قادیان جا رہے آپ میرے نمائندہ کے طور پر بھی کام کریں گے اور کچھ زائد کام کے متعلق ہدایات فرمائیں۔ میرے اس زائد کام کے متعلق فیکس میاں وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ کو چلی گئی۔ اس دفعہ جب خاکسار واہگہ بارڈر سے قادیان میں مہمان خانہ میں پہنچا۔ ابھی کمرہ میں اپنا سامان وغیرہ سیٹ کر رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ باہر میاں وسیم احمد صاحب اور ملک صلاح الدین صاحب کھڑے ہیں۔ میں دیکھ کر حیران ہو گیا۔ میں نے اندر آنے کی درخواست کی۔ فرمانے لگے۔ پتہ کرنا تھا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دیں۔ میں نے کہا کمرہ میں ہر چیز موجود ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ پھر اتنا کہہ کر کہ آپ لمبا سفر کر کے آئے ہیں۔ تھک گئے ہونگے۔ اب آپ آرام کریں۔ بعد میں میں سوچتا رہا کہ میاں وسیم احمد صاحب کو اس بار میرے آنے پر مہمان خانہ میں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی۔ غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ چونکہ خاکسار اس دفعہ خلیفۃ المسیح کے نمائندہ کی حیثیت سے بھی تھا۔ اس لئے میاں وسیم احمد صاحب نے یہ ضروری خیال کیا کہ پہلی فرصت میں خاکسار کو خود مہمان خانہ میں ملنے کو آئے۔ یہ تھا جماعتی نظام کی وفاداری اور خلیفہ وقت کے ارشاد کی فوری اطاعت کا اعلیٰ نمونہ جو آپ نے پیچھے چھوڑا ہے۔

ہندوستان کی تقسیم کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو قادیان میں رہنے کا حکم فرمایا۔ اس وقت آپ نوجوان تھے۔ ہر قسم کی مالی تنگی قبول کر کے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر عزیز و اقرباء کی محبت اور صحبت کو چھوڑ کر نصف صدی سے زیادہ عرصہ صبر اور استقلال سے آپ نے قادیان میں گزارا۔ جب کبھی 1947ء کے بعد کے حالات کے متعلق پوچھا جاتا تو کہتے حالات کیا بتائیں۔ اس وقت ہر رات ہماری آخری رات ہوتی تھی۔ غیر مسلم ہر وقت ہمیں

قتل کرنے اور قادیان سے نکالنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ نہ ہوتی تو ہمارے لئے ایک دن بھی زندہ رہنا محال تھا۔ اب خدا کے فضل سے حالات میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔ اب جب کبھی درویشوں کی دعوت کی جاتی تو ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ جب معدہ نوجوان تھا تو پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اب معدہ بوڑھا ہو چکا ہے اتنا کھا نہیں سکتے اور آپ شاندار کھانے ہمارے سامنے رکھ دیتے ہو۔ جمعہ کے دن حضور کا خطبہ سننے کے لئے ہر پروگرام ملتوی کر دیتے۔ اور ہر صورت میں Direct خطبہ کو ترجیح دیتے۔ ایک دفعہ خاکسار نے رمضان کے مہینے میں درویشوں کی افطاری کا انتظام کیا۔ جب ہم افطاری کا انتظام کر چکے تو آخری وقت میں میاں صاحب کا پیغام آ گیا کہ وہ نہیں آسکتے۔ میں نے وجہ دریافت کروائی تو پتہ چلا کہ عین افطاری کے وقت MTA پر حضور کا Live خطبہ آ رہا ہے۔ جب خاکسار نے میاں صاحب کو پیغام بھجوایا کہ افطاری کے ساتھ Live خطبہ سننے کا بھی انتظام ہے تو تب افطاری پر تشریف لائے۔

نظام خلافت اور خلیفۂ وقت کے ساتھ گہری محبت رکھتے تھے۔ خلیفہ وقت کی طرف سے اگر کوئی ارشاد آتا تو فوراً اس پر عمل کی ہدایت کرتے۔ مزید اس پر بحث کا دروازہ سختی سے بند کر دیتے۔ ایک دفعہ خاکسار کو دار المسیح میں ایک چھوٹے سے کام کے لئے اندازہ خرچ تیار کرنے کو فرمایا۔ جب یہ اندازہ خرچ تیار ہو گیا۔ تو حضور انور کی منظوری کے لئے لندن بھجوا دیا۔ جب لندن سے Fax کے ذریعہ منظوری آ گئی تو وہ فیکس میاں صاحب نے خاکسار کو بغیر کسی نوٹ کے بھجوا دی۔ میں یہ فیکس لے کر میاں صاحب کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یہ فیکس آپ کی طرف منسوب ہے۔ آپ اس پر مجھ کو مارک کر کے کام شروع کروانے کی ہدایت کر دیں۔ میاں صاحب کہنے لگے کہ اس فیکس پر حضور کے دستخط ہو چکے ہیں۔ اس لئے حضور کے دستخطوں کے بعد میں مزید اس پر کچھ نہیں لکھ سکتا۔ میں نے کہا میاں صاحب حضور نے اندازہ خرچ منظور فرمایا ہے۔ مجھے کام شروع کروانے کی ہدایت نہیں کی۔ اور میں نے حضور یا آپ کی اجازت کے بغیر کام شروع کروا دیا اور بعد میں انکوائری ہو گئی تو میں کیا جواب دونگا۔ تاہم وہ فیکس ایک معمولی سے Clarification کے لئے دوبارہ لندن بھجوا دیا۔ دو دِن کے بعد اس پر حضور انور کا ارشاد موصول ہوا گیا کہ کام شروع کرنے میں دیر کیوں کر رہے ہیں۔ میاں صاحب یہ فیکس مجھے مسکراہٹ کے ساتھ دیتے ہوئے کہنے لگے۔ چوہدری صاحب اب کام شروع کرنے کی اجازت بھی آ گئی ہے۔

نماز عصر کے بعد اکثر احمدیہ گراؤنڈ میں والی بال نٹ کے پاس کرسی پر بیٹھ کر والی بال کا کھیل بڑی دلچسپی سے دیکھتے۔ ہر Point کے ہارنے یا جیتنے پر اپنے خیالات کا اظہار ضرور کرتے۔ اس دوران چائے کا تھرماس اور ابلے ہوئے چنے کھانے کے لئے رکھتے۔ جب کبھی خاکسار اس طرف سے گزرتا تو اپنے ساتھ کرسی پر بیٹھنے کو کہتے۔ چائے اور چنے پیش کرتے اور ساتھ یہ بھی کہتے مجھے پتہ ہے آپ کو شوگر ہے۔ اس چائے میں شوگر نہیں اس لئے بغیر فکر سے پی لیں۔

شکار کا آپ کو بہت شوق تھا۔ خدام کی ایک خاص ٹیم آپ نے تیار کی ہوئی تھی۔ ان کو اپنے ساتھ شکار پر لے جاتے۔ ہر بار ایک دو جانور شکار کر کے لے آتے۔ تیراکی کے بھی بہت ماہر تھے۔ ایک دفعہ گرمیوں کے دنوں میں کوئی دس خدام کے ساتھ تقریباً 5 میل دور نہر پر نہانے کے لئے خاکسار کو بھی ساتھ لے گئے۔ دوپہر کے کھانے کے لئے پلاؤ کا انتظام کروایا۔ اور موسم کے لحاظ سے کافی آم رکھوائے۔ نہر پر میاں صاحب پل پر سے چھلانگ لگاتے اور کافی دیر تیرتے رہتے۔ خدام کے ساتھ اس طرح Picnic کر کے بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔

خاکسار کے ساتھ میاں وسیم احمد صاحب بہت محبت اور پیار سے پیش آتے۔ جب خاکسار اکیلا قادیان جاتا تو ہمیشہ فرماتے کہ بیگم صاحبہ کو ساتھ لایا کریں ان کی غیر حاضری میں آپ کی دیکھ بھال کون کرے گا۔ مجھے وقفے وقفے کے بعد گھر سے مختلف قسم کے کھانے تیار کر کے بھی بھجواتے رہتے۔

پچھلے 20 سال سے متواتر لندن سے جا کر قادیان میں میاں وسیم احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کی توفیق ملی اس دوران متعدد بار آپ کی تقاریر سننے کا موقعہ ملا طرز بیان بہت سادہ لیکن رعبدار تھا ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر عام ہوتی تھی۔ سامعین کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لیتے تھے۔ آپ پر جو ذمہ داری بھی نظام جماعت نے ڈالی اسے خوش اسلوبی سے نبھایا۔ ہندوستان میں اپنے عمل، قول سے، اپنی حرکات اور سکنات سے بڑے احسن رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی نمائندگی کی اور اسلام احمدیت کی ترجمانی کی۔ دوسروں کا درد دُور کرنے والے عظیم انسان تھے۔ اختلاف کی صورت میں اپنا جائز حق بھی چھوڑ دیتے۔ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص فضل سے میاں صاحب کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرماوے اور خود ان کا نگہبان ہو۔ (آمین)

31 محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب درویش



آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے فرزند تھے۔ تقسیم ملک کے وقت جب قادیان کے گرد و پیش کے حالات پُرخطر اور مخدوش ہوئے تو صاحبزادہ صاحب نے بھی امن کے قیام اور حالات کی درستی میں قابل قدر مشورے اور خدمات سرانجام دیں۔ مورخہ 16 نومبر 1947 کو مولانا شمس صاحب کی جگہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ آپ نے پُرخطر اور نازک ایام میں جو مسلسل جدوجہد اور قربانی کے متقاضی تھے اس اہم عہدہ کے فرائض کو نہایت خوش اصلوبی سے سرانجام دیا۔ 6 مارچ 1948 کو دیگر خدمات اور کاموں کی انجام دہی کیلئے قادیان سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ نے درویشانہ ایام کو نہایت اخلاص، عبادت گزاری اور دُعاؤں میں گزارا اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صدر انجمن احمدیہ کی احسن طریق پر نمائندگی فرمائی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزا۔

(الفرقان ربوہ۔1963ص۔84)

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب قادیان کے متعلق فرماتے ہیں:-

''اور اس بستی کے چپہ چپہ نے ان برکات کو پایا جو کہ ایک جلیل القدر نبی سے کسی کو مل سکتی ہیں۔ پھر نہ صرف حضورؑ کی زندگی ہی یہاں گذری بلکہ اس بستی میں حضورؑ نے وہ سب دعائیں کیں جن سے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے پھر بنی نوع انسان پر رجوع کیا۔ اور پھر اسی سرزمین نے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو قبول اور پورا ہوتے دیکھا۔ اور یہی وہ سرزمین ہے جو کہ ان ہزارہا معجزات اور نشانات کی گواہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی جگہ کو چنا جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہمیشہ کے لئے آرام کرے۔... یہ وہ سرزمین ہے اور وہ بستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اور بہت سی وجوہ کی بنا پر خاص طور پر برکت دی ہوئی ہے۔ اس برکت کی وجہ سے اس نے اپنے مسیح کے لئے اسے چنا جس کی خبر نہ صرف حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی بلکہ قریباً دنیا کے ہر نبی نے بھی دی۔'' (روزنامہ الفضل فروری 1948ء)

32 محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب درویش (ادارہ)

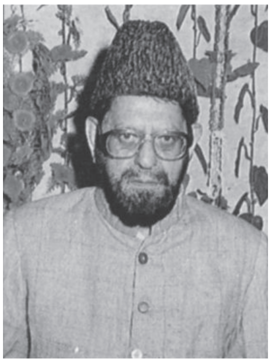
محترم صاحبزادہ صاحب سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حرم ثانی حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ کے بطن سے دسمبر 1924ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ تھے۔ 1964ء میں آپ کی شادی حضرت پروفیسر علی احمد صاحبؓ بھاگلپوری کے بھتیجے اور محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب کے چچا زاد بھائی محترم مولوی عبدالباقی صاحب کی صاحبزادی محترمہ طاہرہ صاحبہ سے ہوئی۔ 1969ء میں آپ کو پہلی بار دل کی تکلیف ہوئی۔ اس وقت سے طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ گو درمیان میں آرام آجاتا رہا۔ لیکن بیماری گئی نہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی عمر پانے والی اولاد میں سے آپ رحلت فرمانے والے پہلے فرزند ہیں۔

تقسیم ملک سے قبل حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے قریباً ہم عمر صاحبزادوں مرزا خلیل احمد صاحب۔ مرزا رفیع احمد صاحب۔ مرزا حفیظ احمد صاحب اور مرزا وسیم احمد صاحب کو مدرسہ احمدیہ میں دینی تعلیم کے لئے داخل کرایا اور چاروں ایک ہی کلاس کے طالب علم رہے ا ور زمانہ طالب علمی میں نمایاں علمی قابلیت رکھتے تھے۔ محترم صاحبزادہ صاحب تقسیم برصغیر کے معاً بعد کچھ عرصہ قادیان میں بطور درویش مقیم رہے۔ اور یہاں بطور ناظر دعوۃ و تبلیغ خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح ربوہ میں آپ کچھ عرصہ نائب ناظر خدمت درویشان رہے۔ 1971ء میں مکہ معظمہ کی زیارت کرنے اور عمرہ کرنے کی سعادت پائی۔

آپ کی وفات مورخہ 4 امان 1354 ہجری شمسی بمطابق 4 مارچ 1975ء بروز منگل ساڑھے چھ بجے شام غروب آفتاب کے وقت جبکہ مغرب کی اذان ہو رہی تھی بعمر پچاس سال ربوہ میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

33 محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے درویش

مکرمہ طیبہ صدیقہ ملک صاحبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ قادیان



خاکسار کے والد محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مرحوم درویش قادیان مولف اصحاب احمدؑ مورخہ گیارہ جنوری 1913ء کو منٹگمری (موجودہ ساہیوال پاکستان) میں حضرت ملک نیاز محمدؓ صاحب صحابیؓ حضرت مسیح موعودؑ کے گھر پیدا ہوئے۔آپ اپنے سب بہن بھائیوں میں بڑے تھے۔آپ 1922ء میں تقریباً نوسال کی عمر میں حصول تعلیم کے لئے قادیان آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔آپ نے مولوی فاضل اور ایم۔اے کی تعلیم حاصل کی۔اسی دوران 1936ء میں آپ نے ایم۔اے عربی میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔آپ واقف زندگی تھے۔

آپ نے تمام عمر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملازمت میں گزاری اور کئی اہم جماعتی عہدوں پر خدمت بجالاتے رہے اور بطور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، لیکچرار جامعہ احمدیہ، ناظم جائیداد، لائبریرین، ایڈیٹر بدر، وکیل المال تحریک جدید، وکیل اعلیٰ تحریک جدید، ناظم تعلیم، ناظر ضیافت، ناظر امور عامہ، سیکرٹری بہشتی مقبرہ، مختار عام صدر انجمن احمدیہ، انچارج وقف جدید، متعدد بار قائمقام ناظر اعلیٰ وامیر مقامی کی حیثیت سے خدمت کی سعادت پائی۔آپ ممبر صدر انجمن احمدیہ وانجمن تحریک جدید ووقف جدید بھی رہے۔اور تحریک جدید کی پانچ ہزاری فوج میں بھی آپ شامل تھے۔مکرم والد صاحب نے فروری 1938ء سے پندرہ اپریل 1941ء تک حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر خدمت سرانجام دی۔گویا سال جوبلی اور جلسہ جوبلی کے وقت میں اس خدمت پر مامور تھے اور جلسہ سالانہ پر آمد ورفت کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ اسٹیج پر پاس حاضر رہنے کی توفیق ملی۔الحمد للہ۔تاریخ احمدیت کی جلدوں میں اور صد سالہ جوبلی کے ایک دو سووینئرز میں حضرت مصلح موعودؓ کی جلسہ گاہ سے نکلتے ہوئے ساتھیوں سمیت تصویر شائع ہو چکی ہے جس میں مکرم والد صاحب مرحوم پیچھے پگڑی پہنے ہوئے کھڑے ہیں۔ان دنوں والد صاحب پگڑی پہنا کرتے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب 1938ء میں حیدر آباد دکن کا سفر اختیار کیا تو ملک صلاح الدین صاحب اس قافلہ میں بھی شامل تھے۔حضور کا یہ مبارک سفر ایک رویا کی بنا پر تھا۔اس سفر کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ حیدر آباد دکن اور آگرہ کی قدیم تاریخی یادگاروں اور عمارتوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد جب حضورؓ نے دلی میں غیاث الدین تغلق کا تعمیر کردہ قلعہ ملاحظہ فرمایا تو حضورؓ پر عالم روحانی کے انکشاف کی ایسی زبردست تجلی ہوئی کہ آپ کی زبان پر بے ساختہ جاری ہو گیا۔"میں نے پا لیا۔میں نے پا لیا۔"

خاکسار نے جب سے ہوش سنبھالی، تو والد صاحب مرحوم کو سلسلہ کے کاموں اور تصانیف کے کاموں میں ہمہ تن مصروف ہی پایا اور میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ واقعی آپ کی زندگی کا ہر لمحہ خدمت دین کیلئے وقف تھا کیونکہ آپ نے اپنی تمام عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم کے مطابق خدمت دین میں صرف کر دی اور درویش کا لقب پایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔چند کا ذکر کرنا چاہتی ہوں۔والد صاحب مرحوم نمازوں کو باقاعدگی سے بر وقت ادا کرتے اور اسی طرح تہجد اور نوافل کے بھی پابند تھے۔بلکہ اذان ہوتے ہی گھر میں موجود ہر چھوٹے بڑے افراد کو نماز ادا کرنے کو کہتے اور مسجد چلے جاتے اور مسجد سے آ کر ضرور دریافت کرتے کہ نماز ادا کی ہے یا نہیں۔اگر نہیں کی ہوتی تو اپنے سامنے پڑھواتے یہ طریق آپ کا آخر عمر تک رہا۔

دعاؤں پر آپ کو کامل یقین تھا ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کیلئے بھی خود دعا کرتے اور گھر والوں کو بھی دعا کیلئے ضرور کہتے۔کبھی بھی کسی مشکل اور پریشانی سے فکر مند ہوتے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا۔اور نہ ہی مایوس ہوتے۔جہاں مشکل آئی فوراً دعا میں مصروف ہو گئے۔اکثر لوگ آپ کو دعا کے لئے کہتے اور خطوط بھی آتے۔آپ ان سب کے لئے یاد دہانی سے دعا کرتے اور ہمیں بھی کہتے کہ فلاں کو یہ پریشانی ہے دعا کرو۔اگر کسی کا کوئی مسئلہ بتانے والا نہ ہوتا تو کہتے کہ فلاں مشکل میں ہے ان کے لئے دعا کرو۔بچپن میں ہی دعا کی اہمیت دل میں پیدا کر دی ایک بار میں نے والد صاحب سے پوچھ لیا کہ آپ سب دعا کے لئے کہنے اور لکھنے والوں کو کیسے یاد رکھتے ہیں آپ نے مجھے ناموں کی لسٹ فہرست دکھائی جو کہ آپ گدے کے نیچے رکھتے تھے۔آپ نے بتایا کہ میں نفل سے قبل دیکھ لیتا ہوں اور پھر یاد بھی ہو جاتا ہے کیونکہ آپ بہت ذہین دماغ کے مالک تھے۔یہی نہیں کہ دعا کر لی بلکہ جن کے لئے دعا کی ان کی اطلاع بھی لیتے کہ انکی مشکل دور ہوئی ہے یا نہیں۔

قرآن مجید سے آپ کو بے انتہا محبت تھی۔ آپ دن میں کئی بار قرآن مجید تفسیر سے پڑھتے تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی قرآن مجید پڑھنے میں ناغہ نہیں کرتے اور ہمیں بھی باقاعدگی سے قرآن مجید پڑھنے کی تاکید کرتے۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ کوئی بھی نیکی کرتے تو ساتھ ہم کو بھی اس کے کرنے کی تلقین کرتے۔ نظام خلافت سے دل وجان سے وابستگی تھی کوئی بھی بات نظام جماعت کے خلاف نہ کرتے اور نہ ہی سننا پسند کرتے۔ جہاں کسی نے کسی کے خلاف بات شروع کی وہیں ٹوک دیتے۔ دفتری امور ہوں یا کسی کی کوئی غیر مناسب بات ہو اس کا ذکر تک گھر میں نہ کرتے۔ خاندان مسیح موعودؑ کے افراد کے ساتھ حد درجہ محبت اور عزت تھی۔ اکثر کے ساتھ آپ کی خط وکتابت تھی اور آپ ان کو دعا کیلئے بھی لکھتے۔ خلیفہ وقت کے لئے بہت دعا کرتے اور کثرت سے خلیفہ وقت کی خدمت میں دعائیہ خطوط تحریر کرتے۔ غریبوں کی مدد اور بیماروں کی عیادت کا وصف آپ میں نمایاں تھا۔ وقت نکال کر ضرور عیادت کے لئے جاتے۔ بچپن میں اکثر آپ کے ساتھ بازار جانے کا موقعہ ملا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ہر بڑے چھوٹے کر سلام کہنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔

آپ بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ کھانے پینے، رہنے سہنے گویا کہ زندگی کے ہر پہلو میں آپ کی سادگی نظر آتی تھی۔ بچپن میں اکثر والدہ مرحومہ بیمار ہوا کرتی تھیں تو آپ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔ میں نے دیکھا کئی بار آپ بغیر سالن کے روٹی کھا لیتے یا پھر پانی میں بھگو کر کھالیا کرتے۔ کھانے پینے یا گھریلو معاملات میں غصہ یا ناپسندیدگی کا اظہار کبھی نہیں کیا جو بھی چیز کھانے کو دی جاتی ضرور اس کی تعریف کرتے اور خوشی کا اظہار کرتے۔ اپنے اہل وعیال سے بہت حسن سلوک کیا کرتے۔

اپنا ہو یا بیگانہ ہر ایک سے نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ اسی طرح ہر چھوٹے بڑے امیر غریب سے یکساں طور سے عزت اور خندہ پیشانی سے ملتے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے سے چھوٹوں کو بھی صرف نام لیکر نہیں بلکہ نام کے آگے صاحب لگا کر بلاتے۔ کسی کا گھر میں آنا نہیں بہت اچھا لگتا آنے والے کا بڑے جوش سے خیر مقدم کرتے۔ ان کا اور ان کے رشتہ داروں کا بھی حال پوچھتے اور سلام کہتے۔ ہمیشہ ملاقاتیوں سے حال معلوم کرنے کے بعد ادھر ادھر کی فضول باتوں کی بجائے دینی و تربیتی امور کے متعلق ہی باتیں ہوتیں۔ چغلی، غیبت، تجسس سے پرہیز کرتے اور ہمیں بھی روکتے۔ آپ بہت مہمان نواز تھے۔ جلسہ سالانہ پر کثرت سے مہمانوں کو ٹھہراتے۔ تہجد میں اٹھ کر والدہ صاحبہ کے ساتھ کام میں مدد کرتے۔ مکرم حافظ صالح محمد الٰہ دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان کا بیان ہے کہ مکرم صلاح الدین صاحب بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ غریبوں کے ہمدرد، ہر ایک کی عزت، عاجزی وانکساری کے علاوہ بہت مہمان نواز تھے۔ ہر جلسہ سالانہ پر ضرور اپنے دوست احباب کو جو کافی تعداد میں ہوتے تھے چائے کی دعوت میں مدعو کرتے اور چائے کی میز پر صحابہ کرامؓ و بزرگان سلسلہ کے متعلق باتیں اور واقعات بتاتے اور ہم سے بھی پوچھتے۔

آپ نے کبھی اپنی تعلیم یا جماعتی عہدہ پر فخر نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ عاجزی وانکساری کے دامن کو تھامے رکھا۔ جب آپ ناظر اعلیٰ قادیان کے عہدہ پر خدمت کے لئے فائز ہوئے تو ہم نے مشاہدہ کیا کہ آپ نے کبھی اس پر خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ جتنی دیر اس عہدہ پر خدمت کی، بہت زیادہ دعا کرتے ہوئے اور خدا کا خوف رکھتے ہوئے وقت گزارا اور گھر والوں کو بھی دعا کے لئے کہتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح رنگ میں اس ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق دے اور خلیفہ وقت کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق دے۔ والد صاحب کو میں نے ایک لمحہ بھی بیکار بیٹھے نہیں دیکھا۔ ہر وقت کسی نہ کسی دینی کام میں مصروف ہی پایا۔ وقت کی آپ بہت قدر کرتے اور ہمیں بھی وقت کی قدر کرنے کی نصیحت کرتے۔ بیماری میں بھی تصنیف کا کام کرتے جب تھوڑا آرام کرنے کو کہتے تو ہمیں کہتے کہ مر کر تو میں نے کام کرنے نہیں آنا۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ کہیں جانے کا پروگرام ہو تو آدھ گھنٹہ پہلے ہی تیار ہو جاتے۔ یہاں تک کہ سفر میں بھی جہاں وقت ملتا کاغذ پین لیکر لکھنا شروع کر دیتے۔

آپ بہت ذہین تھے یادداشت بہت تیز تھی۔ پارٹیشن اور پرانے واقعات یاد تھے اور اکثر سبق آموز واقعات سناتے رہتے تھے۔ دفتر کے امور کے بعد تصانیف کے علاوہ کثرت سے کتب سلسلہ، اخبار الفضل، اخبار بدر، اخبار الحکم، مشکوۃ، تاریخ، جنرل نالج اور ہر قسم کے اچھے رسالہ جات کا مطالعہ کرتے اور ان میں سے اچھی باتیں اور واقعات ضرور سناتے تا کہ ہمیں بھی مطالعہ کا شوق ہو۔ آپ خوش مزاج طبیعت کے مالک تھے۔ اچھا لطیفہ پڑھتے تو سناتے۔ بچوں سے بھی بہت خوش ہوتے۔ ایک بار ہماری بچیوں نے گڑیا گڑیا کھیلتے ہوئے اینٹوں کا چولھا بنا کر کاغذ جلا کر چائے بنائی جو نہایت کالی دھواں لگی تھی اور لا کر آپ کو دی اور آپ نے وہ چائے پی لی جس پر بچیاں بہت خوش ہوئیں۔ میں نے ہمیشہ نوٹ کیا کہ آپ اپنے بیگانے ہر ایک کے بچے کیلئے ایک ہی احساس رکھتے تھے۔ کسی غیر کے بچے کو بھی غلط بات یا کام کرتے دیکھتے تو فوراً روکتے۔

ہمارے بچپن کے وقت آپ اکثر جماعتی کاموں سے کئی کئی ماہ ہندوستان کے دورے پر رہتے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز خیریت کا کارڈ تحریر کرتے اور آنے پر وہاں کے کلچر اور ایمان افروز واقعات سناتے۔ پڑوسیوں سے بھی آپ بہت حسن سلوک کرتے اور ان کے حقوق کا خیال رکھتے۔ آپ نے

ہومیو پیتھک دوائیوں کا بہت ذخیرہ اپنے پاس رکھا تھا اور ہر کوئی آپ سے دوائی لینے آتا۔ آپ کسی کو انکار نہیں کرتے تھے۔ اکثر بچے بھی آپ سے دوائی لینے آتے۔ آپ بڑے پیار سے انہیں دوائی دیتے۔ اب خاکسار آپ کے ایک اہم کام کا ذکر کرتی ہے۔ جس کے بغیر یہ ذکر خیر تشنہ رہے گا۔ آپ کا یہ کام آپ کے اس کام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار برکات سے نوازا یعنی۔ اصحاب احمد۔ کی تصانیف کا سلسلہ۔ خاکسار اس اہم کام کا پس منظر بیان کرتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ اس اہم کام کی طرف پھیری۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ پندرہ جولائی 1949ء میں بمقام کوئٹہ فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذکروا موتاکم بالخیر۔

عام طور پر اس کے یہ معنی کئے جاتے ہین کہ مردوں کی برائی بیان نہیں کرنی چاہئے وہ فوت ہو گئے ہیں اور ان کا معاملہ اب خدا تعالیٰ سے ہے۔ یہ معنی اپنی جگہ درست ہیں لیکن درحقیقت اس میں قومی نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے۔ اذکروا موتی بالخیر۔ نہیں فرمایا بلکہ آپ نے موتاکم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یعنی اپنے مردوں کا ذکر نیکی کے ساتھ کرو۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے یہ صحابہ کرامؓ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں والدصاحب مرحوم نے 1952ء میں اصحاب احمد کے نام سے ایک رسالہ شائع کرنا شروع کیا۔ جس میں صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے مختصر حالات شائع کئے جاتے تھے اور رسالہ کا نام حضرت مرزا بشیر احمدؓ قمرالانبیاء نے تجویز فرمایا تھا۔ بعد ازاں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰنؓ صاحب قادیانی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور سلسلہ کے بزرگان اور صحابہ کرامؓ نے ان سوانح کو مفصل اور کتابی شکل میں شائع کرنے کی تجویز اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ آپ نے اصحاب احمدؑ۔ تابعین اصحاب احمدؑ۔ مکتوبات اصحاب احمدؑ کے نام سے متعدد کتابیں تصانیف کیں۔ چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 1955ء کے جلسہ سالانہ میں آپ کی اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "صحابہ فوت ہو رہے ہیں پچھلے لوگوں کو دیکھو باوجود یہ کہ ان لوگوں میں اتنا علم نہیں تھا۔ انہوں نے اس چیز کی بڑی قدر کی اور صحابہ کے حالات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں دس دس جلدوں میں لکھیں۔ ہمارے ہاں بھی صحابہ کے حالات محفوظ ہونے چاہئیں۔ ملک صلاح الدین صاحب لکھ رہے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں مقروض ہو گیا ہوں لیکن کم سے کم احمدیوں کو چاہئے تھا کہ اپنے آباء کے نام یاد رکھتے۔ آپ لوگ تو قدر نہیں کرتے۔ جس وقت یورپ اور امریکہ احمدی ہوا تو انہوں نے آپ کو برا بھلا کہنا ہے کہ حضرت صاحب کے صحابہ اور ان کے ساتھ رہنے والوں کے حالات بھی معلوم نہیں۔ وہ بڑی بڑی کتابیں لکھیں گے۔ جیسے یورپ میں بعض کتابوں کی بیس بیس چالیس چالیس پونڈ قیمت ہوتی ہے۔ اور بڑی بڑی قیمتوں پر لوگ ان کو خریدیں گے۔ مگر ان کا مصالحہ ان کو نہیں ملے گا۔ اور وہ غصہ میں آکر تم کو بد دعائیں دیں گے کہ ایسے قریبی لوگوں نے کتنی قیمتی چیز ضائع کر دی۔ بہر حال سوانح محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ جس جس کو کوئی روایت پتہ لگے اس کو چاہئے لکھ کر اخباروں میں چھپوائے کتابوں میں چھپوائے۔ اور جن کو شوق ہے ان کو دے تاکہ وہ جمع کریں اور پھر وہ جو کتابیں چھپوائیں ان کو ضرور خرید لیں اور اپنے بچوں کو پڑھائیں۔" (الفضل سولہ فروری 1956ء)

حضرت مولانا شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اولین مورخ احمدیت و بانی ایڈیٹر الحکم تحریر فرماتے ہیں:۔

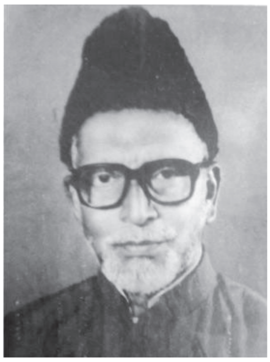
مجھے یہ معلوم کر کے کہ عزیزم مکرم صلاح الدین صاحب ایم۔ اے مولوی فاضل نے حالات صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی اشاعت کا آغاز کیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میری ہمیشہ سے خواہش رہی ہے کہ حالات صحابہ قلمبند ہوں۔ میں اس کی تحریک 1898ء سے کرتا آیا ہوں اور یہ اسلئے کہ حضرت مسیح موعودؑ یہ چاہتے تھے اور میں جب بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کو پڑھتا اور ان کے محفوظ رکھنے میں ہمارے اسلاف نے جو کوشش کی ہے اس کو دیکھتا ہوں تو میں شرمندہ ہوتا کہ اس زمانہ میں جب کے پریس اور اشاعت کی سہولت نہ تھی انہوں نے کس محنت اور کوشش سے حالات کو جمع کیا اور محفوظ کر دیا۔ اس زمانہ میں جبکہ ہر قسم کی سہولتیں میسر ہیں ہم اس کام کو نہ کر سکے۔ اگرچہ میں اپنے قلب میں گونہ مسرت و اطمینان پاتا ہوں کہ الحکم کے ذریعہ اور الفضل میں بھی میرے قلم سے جلیل القدر صحابہ کے حالات شائع ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ بطور مواد کے ہیں اور میں چاہتا تھا اور چاہتا ہوں کہ بعض اکابر صحابہ کے تفصیلی حالات لکھوں اس لئے میں ہر اس کوشش کا احترام کرتا ہوں جو اس راہ میں کی جاوے۔ میں عزیزم مکرم ملک صلاح الدین میں اس کی اہلیت کو محسوس کرتا ہوں۔ اور ان میں اس جذبہ اور جوش کو پاتا ہوں۔ علاوہ ازیں وہ نوجوان ہیں فاضل اجل ہیں۔ ریسرچ کا شوق ہے وہ اس کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ صلاح الدین صاحب اپنی ہمت بلند کریں اور اس کام کو اس نیت سے کریں کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک خواہش کو پورا کرتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس خصوص میں میرا دماغی بوجھ مکرم صلاح الدین صاحب نے کم کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والاخرہ۔ سلسلہ عالیہ کا قدیم خادم شیخ یعقوب علی موسس الحکم۔ (از اصحاب احمد جلد اول)

جماعت کی تاریخ کی تدوین، حفاظت اور اشاعت میں جن بزرگ ہستیوں کے نام تاریخ میں زندہ رہیں گے خوش قسمتی سے والدصاحب مرحوم کا نام بھی

ان میں مذکور ہے۔صد سالہ تاریخ احمدیت۔ والدصاحب مرحوم نے تاعمر اصحاب احمدؑ کے کام کو جاری رکھا۔ماہ جنوری 2003ء میں علیل ہوئے اور مورخہ دوفروری 2003ء کو بعمر نوے سال اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کے غیراز جماعت لوگوں سے بھی بہت تعلقات تھے جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں غیر مسلم لوگ بھی جنازہ میں شامل ہوئے۔ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے تعزیتی مکتوب تین فروری 2003 میں تحریر فرمایا۔"میں جانتا ہوں واقعی بزرگ سیرت، درویش صفت انسان تھے اور بڑے طویل عرصہ جماعت کی بے لوث خدمت کی سعادت پائی ہے۔" دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

34 محترم مولانا ابوالوفاء صاحب درویش

(ادارہ)



محترم مولانا ابوالوفاء صاحب دس جنوری 1918ء کو کیرلہ کے ایک معروف سنی عالم موسی مسلیار کے گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا جان حسن حاجی مسلیار بھی اس وقت کے مشہور عالم دین تھے۔بچپن سے ہی آپ نے نہایت دیندار ماحول میں پرورش پائی۔قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں گہری واقفیت کے نتیجہ میں آپ کی نیک شہرت چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ جب آپ کی عمر چوبیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبول حق سے نوازا۔ انتہائی متواضع، منکسر المزاج، صاف گو اور وسیع الظرف انسان تھے۔مذہبی رواداری، غیرت دینی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہمیشہ جماعتی مفادات کو مقدم رکھتے تھے۔تبلیغ دعوت الی اللہ میں اس قدر لگن کے ساتھ آپ نے محنت کی کہ آپ کے ذریعہ درجنوں جماعتیں قائم ہوئیں۔مقرر، مباحث، مناظر، مباہل، مترجم، مضمون نگار، صحافی، قاضی سلسلہ کی حیثیت سے آپ کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

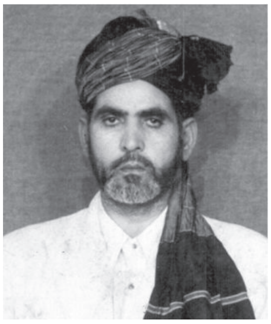
1989ء میں کوڈیاتھور میں ہوئے مباہلہ کی حضور انور کی اجازت سے آپ کو قیادت کی توفیق ملی۔ آپ دعاگو، نہایت پابندی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرنے والے بزرگ تھے۔ درس قرآن اور حدیث میں خاص دلچسپی تھی۔ آپ کی شادی محترم مالانا عبداللہ صاحب مرحوم کی بیٹی زبیدہ سے ہوئی تھی جس سے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔تینوں بیٹے مکرم رفیق احمد صاحب، مکرم شفیق احمد صاحب اور مکرم وسیم احمد صاحب بیرون ملک برسر روزگار ہیں۔ اور جماعتی خدمت بجالا رہے ہیں۔مکرم زین الدین حامد صاحب ناظم دار القضاء بھارت آپ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ کہ"خاکسار کی مولانا ابوالوفاء صاحب سے پہلی ملاقات 1980ء میں ہوئی تھی۔ اس وقت میں احمدی نہیں تھا۔ میں آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھا۔ آپ میرے تمام سوالات کا نہایت محبت کے ساتھ دلنشیں انداز میں جواب دیتے تھے۔ بالآخر وہ مبارک جمعہ بھی آ گیا جب میں نے بفضلہ تعالیٰ مولانا صاحب کے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل پایا۔ الحمد للہ علی ذالک۔"

آپ مزید لکھتے ہیں کہ:"بیعت کے بعد کم وبیش ایک ماہ تک میں مولوی صاحب مرحوم کی صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔آپ نے اپنے خاندان کے ایک فرد کی طرح میرے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا سلوک فرمایا۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ میں کالیکٹ مسجد تھا دوپہر کے کھانے کے لئے مولوی صاحب مجھے لیکر کر قریب کے بمبئی ہوٹل گئے۔ اکٹھے کھانا تناول کیا مولوی صاحب کی میرے سے اس قدر پدرانہ شفقت اور محبت کو دیکھ کر ہوٹل کے مالک نے استفسار کیا کہ مولوی صاحب! یہ آپ کے بیٹے ہیں؟ مولوی صاحب نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ بیٹا تو نہیں مگر میں ان سے بیٹوں جیسی ہی محبت کرتا ہوں۔ دیکھئے کس قدر حقائق پر مبنی جواب تھا۔ یہ واقعہ دراصل نومبائعین کے لئے آپ کے دل میں جو محبت کے جذبات موجزن تھے، اس کا آئینہ دار تھا۔

آپ ایک بٹانو (1/9) حصہ کے موصی تھے۔ آپ کی وفات بارہ اکتوبر 2002ء کو کالیکٹ میں عمر 84 سال ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کا تابوت پندرہ اکتوبر 2002ء کو قادیان میں لایا گیا اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بہشتی مقبرہ قادیان میں قطعہ درویشاں میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ (مشکوۃ دسمبر 2003ء سے ماخوذ)

35 محترم مولانا محمدؐ ابراہیم صاحب فاضل قادیانی درویش

(ادارہ)



آپ چار دسمبر 1906ء کو محترم میاں مہر الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندانی گھر مسجد مبارک کے قریب تھا یعنی مسجد فضل کے متصل۔ مسجد فضل آپ کے والد صاحب نے بنوائی تھی۔ سیرت حضرت مسیح موعودؑ مولفہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے صفحہ 173-172 پر درج ہے کہ:

''مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں سے پہلا آدمی تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا۔ اور اب تک اس کا خاندان خدا کے فضل سے مخلص احمدی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ متعدد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اسکی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ نے خود ان کا نماز جنازہ پڑھا اور اس کے اخلاص اور وفادارانہ سلوک کے تعلق کا ذکر کرتے رہے۔ اس کا خاندان احمدی تھا اس کے بڑے بیٹے میاں مہر الدین صاحب مرحوم کے ساتھ اسی محبت اور پیار سے پیش آتے جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے سے۔'' مولوی صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں میں اپنے بچپن میں دار المسیح میں جاتا تھا۔ لیکن اس وقت حضورؑ کو دیکھا ہو یہ مجھے یاد نہیں (حضورؑ کی وفات کے وقت مولوی صاحب کی عمر اڑھائی سال کی تھی) مولوی صاحب نے تمام مضامین میں میٹرک پاس کیا پھر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور پھر محنت شاقہ سے کمال حاصل کیا۔ مختلف کاموں میں آپ کو خدمت سلسلہ کی توفیق ملی۔ نومبر 1929ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے مدرس متعین ہوئے 1937ء یا 1938ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے سپرد یہ کام کیا کہ حضورؓ کا درس القرآن صاف کر کے پیش کیا کریں۔ چنانچہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل یہ درس نہایت محنت اور عرقریزی سے تیار کر کے پیش کرنے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی اور حضورؓ نے پہلی بار اس مسودہ کے بارے وصولی کے دستخط کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ 1940ء یا 1941ء میں مدرسہ احمدیہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے چار فرزندان کو تعلیم دینے والے اساتذہ میں سے ایک آپ بھی تھے اور حضورؓ کی ہدایت پر مرحوم نے ان صاحبزادگان کو مسجد مبارک میں زائد وقت پڑھانے کی سعادت بھی پائی تھی جن میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی تھے۔ تقسیم ملک کے وقت حضرت مصلح موعودؓ نے دور اندیشی سے قادیان کی مرکزی حیثیت کی معالیت کے لئے ایک ہدایت یہ جاری فرمائی کہ سلسلہ تعلیم دین کے جاری رکھنے کے لئے فلاں فلاں چند علماء قادیان میں قیام رکھیں گے ان میں مولوی صاحب کا نام اپنے علمی کمال کے باعث گل سرسبز کی حیثیت رکھتا ہے۔

چنانچہ 1956ء میں آپ انچارج مبشرین کلاس مدرسہ احمدیہ مقرر ہوئے اور چند دن میں ہی آپ کا عہدہ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ و مدرسہ تعلیم الاسلام متعین ہوا۔ ہندوستان کی نئی پود میں سے مبلغین آپ سے شرف تلمیذ رکھتے تھے۔ بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ بھی آپ ہی تھے، اس وقت مدرسہ تعلیم الاسلام کی چند ابتدائی جماعتیں شروع ہوئی تھیں۔ ایک دو سال بعد مدرسہ تعلیم الاسلام کا کام بڑھ جانے پر اس کا انتظام الگ کر کے کسی اور کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ آپ کی ممتاز قابلیت کے باعث آپ کی مئی 1965ء سے سلیکشن گریڈ دیا گیا۔ چار دسمبر 1966ء کو ساٹھ سال کی عمر پورا ہونے پر آپ نے پنشن حاصل کر لی اور ہیڈ ماسٹری کی بجائے آپ کے علم سے اور رنگ میں استفادہ کی خاطر دوسرے روز سے آپ کو نائب ناظر تصنیف کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا۔ اس منصب پر آپ نے بکثرت عالمانہ مضامین بدر کیلئے لکھے اور اعتراضات پر مشتمل دعوۃ و تبلیغ میں موصولہ خطوط کے جوابات بھی آپ ہی کی طرف سے دئے جاتے تھے۔ اس منصب پر قریباً سوا نو سال آپ نے اواخر اپریل 1976ء تک کام کیا چونکہ آپ کی صحت مزید دماغی کاوش کی متحمل نہ تھی اس لئے آپ کو بامر مجبوری اس کام سے سبکدوش کیا گیا۔ آپ کی نمایاں علمی شخصیت کی وجہ سے تقسیم ملک کے بعد آپ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر 1947ء تا 1955ء اور 1966ء تا 1976ء گویا اٹھارہ سال تک رہے۔ 1977ء میں آپ نے اپنی ضعف صحت بصر کی وجہ سے رکنیت سے معذرت کر دی تھی۔ آخر عمر میں جب نظر نے جواب دے دیا تو بعض چیزیں اہلیہ کو کہتے کہ پڑھ کر سناؤ۔ آخر عمر میں قصیدہ حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار بہت دہراتے تھے۔ اور قصیدہ اتنا یاد تھا کہ ایک مرتبہ سیدھا پڑھتے تھے پھر دوسری مرتبہ الٹی طرف سے یعنی 70ویں اشعار شروع کرتے اور پہلے پر ختم کرتے تھے۔ آپ کو تفسیر قرآن، علم حدیث، احمدیہ لٹریچر اور مذہب عیساعیت اور عقائد غیر مبائین کے بارہ میں کامل عبور حاصل تھا۔ آپ کے مضامین بدر میں بکثرت شائع ہوتے ہیں جو آپ کے نکتہ رس، دقیق الفہم طبع، وسعت علم، بادلیل تحریر، مدعا پیش کرنے اور مدمقابل کے دلائل کے کامل ابطال کے شاہکار ہیں۔ مدمقابل کے لئے آپ کوئی راہ فرار نہ چھوڑتے تھے۔ آپ کے مضامین جامع و مانع ہوتے تھے۔ آپ کے ایک تبلیغی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے محترم بدر الدین

صاحب عامل درویش مرحوم اپنی کتاب۔ وہ پھول جو مرجھا گئے۔ حصہ دوئم۔ ص73 میں لکھتے ہیں:۔

''1977ء میں عید الفطر پڑھنے مسجد اقصیٰ گئے۔ بعد نماز عید وہاں پر دو پادری صاحبان آ گئے۔ پھر کیا تھا مولوی صاحب کو تو گویا شکار ہاتھ آ گیا ان سے گفتگو شروع ہوئی بیسوں درویشوں کے لئے مباحثہ ازدیاد ایمان کا موجب ہوا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ مجھے کچھ کھانے کی حاجت نہیں۔ میں بس مسجد میں ہی عصر کی نماز تک رہوں گا۔ گھر میں اطلاع کر دیں مولوی صاحب کا گھر میرے گھر کے عین سامنے ہے۔ چنانچہ آپ نماز عید ادا کرنے کے بعد سے نماز عصر تک ان پادری صاحبان سے گفتگو فرماتے رہے۔ اور احباب سنتے رہے۔'' آپ کی بڑی بیٹی محترمہ بشریٰ طیبہ صاحبہ اہلیہ مکرم محترم محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ صاحب قادیان اپنے والد محترم کے بارہ میں تحریر کرتی ہیں کہ: ''والد محترم بتایا کرتے تھے کہ جب ان کے والد صاحب نے مجھے اسکول داخل کروانا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے پاس لے گئے اور عرض کی کہ بڑے بیٹے کو اسکول میں داخل کروایا تھا لیکن اس نے نہیں پڑھا۔ اب اسے داخل کروانا ہے حضورؓ اس کے لئے دعا کریں کہ یہ پڑھے۔ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ حضور نے اسی وقت موجود تمام احباب کے ساتھ دعا کروائی اور دعا کر کے فرمایا داخل کروا دیں پڑھ جائے گا۔ چنانچہ آپ نے دینی علم میں کمال حاصل کیا۔ بتاتے تھے جب میں ساتویں جماعت میں تھا تو اس وقت والد صاحب کی وفات ہو گئی۔ بڑے بھائی نے کہا کہ پڑھائی چھوڑ کر میرے ساتھ کھیتی باڑی کے کام میں مدد دو میں اکیلا ہو گیا ہوں مگر میں نے ان کے اصرار کے باوجود انکار کر دیا اور پڑھائی کرتا رہا۔

آپ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ 1947ء میں حالات خراب ہونے پر سارے خاندان نے پاکستان ہجرت کر لی۔ صرف آپ اور آپ کی والدہ صاحبہ قادیان میں رہ گئے۔ والدہ صاحبہ قادیان سے جانے پر کسی طرح راضی نہ ہوتی تھیں۔ آخر جب حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تمام عورتوں کے چلے جانے کا حکم ہوا تو آپ والدہ صاحبہ کو تیار کر کے اس جگہ پہنچے جہاں سے ٹرک روانہ ہوا کرتے تھے۔ ٹرکوں کا انتظام اور لوگوں کو بھجوانے کا انتظام کرنے والوں میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ہوتے تھے۔ آپ نے بتایا کہ میں وہاں کھڑا تھا کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے مجھے پوچھا کہ مولوی صاحب جا رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ جو حکم ہو۔ تب آپ نے لسٹ دکھائی کہ یہ دیکھیں قادیان میں رہنے والوں میں آپ کا نام ہے۔ بتاتے تھے کہ پھر میں نے والدہ محترمہ کو محترم جلال الدین صاحب شمسؓ کے حوالے کر کے بھجوا دیا اور خود واپس آ گیا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے درویشی نصیب فرمائی۔

آپ غرباء کی بہت خاموشی سے مدد فرمایا کرتے تھے اگر کسی کی خرابی حالت کا علم ہوتا تو اکثرامی کو اس کے گھر بھیج دیتے۔ میری بچیوں کو گود میں بٹھا کر بڑی دیر تک پیار کرتے اور دعائیں پھونکتے رہتے۔ بچیوں کی تربیت کا انتہائی خیال رکھتے تھے۔ ایک بار کی بات ہے کہ میری بچی بہت رو رہی تھی اور ضد کر رہی تھی میں نے کہا کہ یہ بہت ضدی ہو گئی ہے۔ کہنے لگے ضدی نہیں اولوالعزم ہے۔ میں نے بچپن سے والد صاحب کو رات دن مضامین لکھتے دیکھا یا تبلیغ کرتے دیکھا۔ اگر کہیں سفر پر جا رہے ہیں تو تبلیغ کر رہے ہیں اگر ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں تو وہاں تبلیغ شروع ہے غرض کبھی کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ عیسائیوں کے لئے تو کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک انگریز اپنے بیوی بچوں اور ماں کے ساتھ قادیان آیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ دیکھ رہا تھا جیسے ہی میری نظر پڑی میں اس کے پاس گیا اور تبلیغ شروع کر دی اور بتایا کہ مسیح موعودؑ یہاں مبعوث ہو چکے ہیں یہ بات سن کر اس شخص کی ماں نے مذاق اڑاتے ہوئے قہقہہ مارا اور کہا کہ مسیح کا نزول؟ اور یہاں؟ (انگلش میں بات ہو رہی تھی) اس پر میں نے جواباً کہا کہ

Jews laughed at first Massih and you laughed at second Massih

what is the diffference between you and Jews?

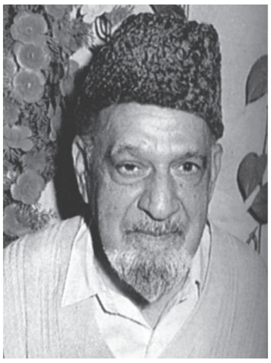
اس بات کا اس پر ایسا رعب پڑا کہ کوئی جواب نہ دے سکی۔

خلافت سے والہانہ تعلق تھا۔ خلیفہ وقت کے لئے بہت دعائیں کیا کرتے تھے ان کی حفاظت کے لئے فکرمند رہا کرتے تھے۔ 1947ء میں جب خلیفۃ المسیح الثالث پاکستان اسمبلی میں سولہ دن پیش ہو کر سوالات کے جوابات دے رہے تھے آپ زار و قطار رو رو کر حضور کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ پوچھنے پر کہ کیوں اس قدر پریشان ہیں جواب دیا کہ وہاں پر کوئی دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچا دے۔ جب تک صحت رہی اور سفر کے قابل رہے جلسہ سالانہ ربوہ کے دنوں میں بے چین رہا کرتے تھے کہ کس طرح پہاڑوں سے اذان کی آواز ٹکرا کر دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اپنی اولاد کو دین

کی خدمت کے لئے نصائح فرماتے تھے۔آپ کے داماد محترم محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ آپ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:۔
مولانا صاحب مرحوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید عالم تھے۔خدمت دین کا بے پناہ جذبہ تھا۔اپنی عمر عزیز کے بہترین سالوں میں قرآن وحدیث کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام پر عبور حاصل تھا۔ہر کتاب کا مطالعہ اتنا گہرا تھا کہ ضروری حوالہ جات کے صفحے اور سطریں ازبر تھیں موازنہ مذاہب کے مضمون میں بھی خاصی مہارت حاصل تھی۔بائبل تو گویا یوں معلوم ہوتا تھا حفظ ہی کر لی ہے قادیان ہی میں رہا پادری صاحبان سے گفتگو کرتے دیکھا ایک مرتبہ ایک پادری صاحب کہنے لگے آپ کو اپنی کتاب کے حوالے نکالنے میں دیر لگتی ہے لیکن بائبل کے حوالے فوراً نکال لیتے ہیں۔جب تک بینائی نے ساتھ دیا اشہب قلم کو دوڑاتے رہے اور خاص طور پر اخبار بدر کے کالموں اور انفرادی خط وکتابت کے ذریعہ عیسائیت کا مقابلہ کرتے رہے۔دوسری طرف پیغامیوں کے پاس بھی اب تک کئی لاجواب خطوط موجود ہیں۔
آپکے مضامین بہت علمی ٹھوس مواد پر مشتمل ہوتے مسائل کا استنباط طرز استدلال بہت مضبوط اور موثر ہوتا جناب طالب شاہ آبادی ایڈیٹر رسالہ ہماء سے اکثر خط وخطابت رہتی۔وفات سے چند روز قبل بیماری کے ایام میں موصوف کا عیادت کے سلسلہ میں خط آیا تھا۔پڑھ کر سنایا گیا تو فرمایا فوراً شکریہ کا خط لکھو۔جب نائب ناظر تالیف وتصنیف کے عہدے پر فائز ہوئے تو پوری یکسوئی کے ساتھ سارا وقت ہی مطالعہ او رمضامین تیار کرنے میں گزارتے رہے حتیٰ کہ جب نظر بہت کمزور ہوگئی تو ایک عدسی شیشہ محض اس غرض کیلئے کہ بعض حوالے تلاش کرنے یا نئے حوالے نوٹ کرنے ہوتے ہیں اپنے استعمال میں رکھتے رہے۔
1977ء کی بات ہے جب جلسہ سالانہ کی تقاریر سنیں تو بعض نئے حوالے سننے میں آئے۔مجھے تاکید کی کہ فلاں تقریر میں فلاں حوالہ تھا وہ لکھ کر لاؤ اور میری نوٹ بک میں درج کر دو۔ہمارے جیسے عاقبت نااندیش سوچتے کہ اب اس عمر میں حوالے جمع کر کے کیا کرنا ہے۔لیکن جنہوں نے زندگی کی آخری سانس تک اسلام احمدیت کی خدمت پر کمر بستہ رہنے کی قسم کھائی ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ میری صحت کام کے قابل نہیں رہی۔یا میری نظر کمزور ہوگئی ہے۔اب حوالے جمع کر کے کیا فائدہ ہے۔
جولائی 1978ء کی بات ہے موسمی تعطیلات میں پہلے مَیں نے تبلیغی وتربیتی وفد کے ساتھ کشمیر جانے کا پروگرام بنایا تھا اور یاری پورہ میرا حلقہ تجویز کیا گیا تھا مولانا صاحب مرحوم نے جب یہ سنا تو فرمایا وہاں دو ایک غیر مبائعین رہتے ہیں ان سے پوچھنا میری اتنے صفحوں کی ایک چٹھی اور اتنے صفحوں کی دوسری چٹھی ابھی تک آپکے پاس لاجواب پڑی ہے اور پھر فرمایا نوٹ بک اور قلم اور دفتر سے کتابچہ۔ایک غلطی کا ازالہ۔لیکر آجاؤ۔خود چلنے پھرنے کے قابل نہیں اور نظر بھی پوری طرح کام نہیں کرتی اور میرے آنے تک اپنی اہلیہ محترمہ سے چند ایک کتابیں نکلوائیں اور تیار ہو کر بیٹھ گئے۔میں آکر پاس بیٹھ گیا آپ ایک ایک کتاب پکڑاتے اور کہتے نکالو فلاں صفحہ اور خط کشیدہ سطریں پڑھو۔وغیرہ وغیرہ اس طرح آپ نے کئی کتابوں کے ضروری حوالہ جات نوٹ کروادیئے۔تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اگرچہ آپ کو باہر نکلنے کے مواقع بہت ہی کم میسر آئے لیکن جب بھی کہیں باہر جانا ہوتا۔تذکرہ، پیغام صلح اور دیگر ضروری لٹریچر ساتھ رکھتے اور دھڑلے سے تبلیغ کرتے۔اور پھر منوا کر ہی چھوڑتے۔دینی مسئلہ پر گفتگو کرتے وقت ایک خاص جوش کی حالت ہوتی اور مضمون یوں آپ کے منہ سے نکلتا گویا اندر ایک موج دریا موجزن ہے جس کی لہریں ایک کے پیچھے ایک آتی چلی جاتی ہیں۔اور یہ سب آپ کی شبانہ روز محنت اور کثرت مطالعہ کا نتیجہ تھا۔
گھر میں بھی دنیوی باتوں سے زیادہ دینی باتیں ہوتیں۔حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام کی عام فہم باتیں اپنی اہلیہ اور بچوں کو بھی سناتے اور سمجھاتے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے کی تاکید کرتے رہتے۔میری بیٹیوں کو پاس بٹھا کر سبق آموز کہانیاں اور چھوٹی چھوٹی دعائیں یاد کراتے رہتے۔کچھ عرصہ سے اپنی اہلیہ محترمہ کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ روزانہ حدیث کی کتاب۔حدیقہ الصالحین۔کا کچھ حصہ سنایا کریں جس پر عمل ہو رہا تھا۔آپ ذیابیطس کے مریض تھے۔آخری بیماری کاربنکل کا پھوڑا تھا جو سر پر نکلا تھا۔سولہ دن سے زیادہ بیمار رہے۔آپ کی وفات 28 ستمبر 1978ء صبح سوا تین بجے ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔وفات سے کچھ دن قبل آپ نے اپنی خواب بتائی کہ حضرت مصلح موعودؓ مجھے بلا رہے ہیں۔اور میں تیزی سے اپنی چھڑی لیکر اور جوتی اور پگڑی پہنتے ہوئے کہتا ہوں حاضر ہوں۔آپ کی اہلیہ اوّل سے دو بیٹے جوانی میں وفات پا گئے تھے۔دوسرے بیٹے مظفر احمد 28 مئی 2010ء کے سانحہ لاہور میں مسجد دار الذکر میں شہید ہوئے۔دوسری اہلیہ مونگھیر بہار کی باشندہ تھیں جن سے دو بیٹیاں، بشریٰ طیبہ اور مبارکہ طیبہ ہیں۔ (تلخیص ضمیمہ ہفت روزہ بدر قادیان 28 ستمبر 1978ء)

36 محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز درویش

(بقلم خود)



خاکسار کی پیدائش فروری 1920ء میں موضع دھرمکوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ خاکسار کے والد محترم شیخ محمد حسین صاحب مرحوم حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔ خاکسار کے والد صاحب محکمہ مال میں قانون گو تھے اور 1933ء میں بٹالہ تبدیل ہو کر آئے تھے۔ خاکسار نے بٹالہ بیرنگ ہائی سکول سے 1935ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور 1939ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔اے پاس کیا۔ لاہور میں تعلیم کے دوران خاکسار کی رہائش احمدیہ ہوسٹل میں تھی جہاں ان دنوں محترم مرزا منور احمد صاحب مرحوم میڈیکل میں پڑھتے تھے۔ مکرم چوہدری حسین صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ لاء میں تھے اور مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم درویش خاکسار سے ایک سال پیچھے تھے۔ 1940 ء میں خاکسار نے ملٹری اکاؤنٹس کے محکمہ میں ملازمت اختیار کر لی اور خاکسار کی تقرری فیروز پور آرسنل میں ہوئی۔ خاکسار کا تبادلہ جولائی 1943ء میں لاہور کے ہیڈ آفس میں ہو گیا اور نظارت تعلیم کی خصوصی اجازت سے مئی 1945ء تک خاکسار احمدیہ ہوسٹل میں مقیم رہا۔ خاکسار کی شادی مئی 1945ء میں مکرم محمد طفیل صاحب مرحوم ٹمبر مرچنٹ لاہور کی دوسری صاحبزادی سلیمہ بیگم صاحبہ سے ہوئی اور خاکسار نے فضل پورہ گنج میں رہائش اختیار کی۔

خاکسار نے ابتداء 1944ء میں زندگی وقف کر دی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ آپ ابھی اپنی سروس جاری رکھیں۔ جب ضرورت پڑے گی بلا لیا جائے گا۔ چنانچہ خاکسار کو جلد ہی Sup of Audit Office کے طور پر پچاس روپے ماہوار زائد الاؤنس پر کام کرنے کا موقعہ مل گیا۔ نومبر 1946ء میں خاکسار نے دوسری مرتبہ اپنے آپ کو پیش کیا جس پر حضور نے قادیان پہنچنے کا ارشاد فرمایا اور خاکسار جنوری 1947ء کو بطور نائب ناظر بیت المال خدمت کرنے کا ارشاد فرمایا۔

مقامات مقدسہ کی آبادی

خدمت اور حفاظت کے لئے تین سو تیرہ افراد بحیثیت درویش قادیان میں مقیم رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دراصل ان مقامات مقدسہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت فرمائی۔ ان پر آشوب اور درد انگیز حالات کا اندازہ کچھ وہ لوگ لگا سکتے ہیں جن کو ان سے گزرنا پڑا۔ ان حالات میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نگرانی میں ڈیوٹی انجام دی۔ درویشی کے ابتداء میں نماز تہجد کا باجماعت انتظام تھا جس کے لئے بابا مولا بخش صاحب باورچی مرحوم اور اس کے بعد سید شریف شاہ صاحب سیالکوٹی مرحوم التزام کے ساتھ تہجد کے وقت اٹھایا کرتے تھے۔ شروع درویشی دور میں پاکستان سے زخم خوردہ آنے والے غیر مسلم مہاجرین جماعت کے مخالف تھے غیر مسلم طبقہ نے قریباً ایک ماہ ہمارے ساتھ سوشل بائیکاٹ رکھا مگر وقت کے ساتھ ساتھ ہماری طرف سے ہمدردی اور تعاون کو دیکھتے ہوئے غیر مسلم شرفاء اور عوام نے قدرتی طور پر اچھا اثر لیا اور برملا ہمارے حق میں خیالات کا اظہار کیا۔ قادیان سے پہلی مرتبہ بٹالہ آمد و رفت اپریل 1949ء میں ہوئی جبکہ ضلع کے ڈی سی اور ایس پی کی منظوری سے مقامی پولیس کی چوکی کے انچارج اور دو سپاہی ہمارے ساتھ بطور حفاظتی ایسکورٹ کے گئے۔ خاکسار کے ساتھ مکرم مولوی برکات احمد صاحب مرحوم اور محترم ملک صلاح الدین صاحب تھے۔ شروع 1950ء سے جب بھی ہم کو بٹالہ، امرتسر یا گورداسپور جانا ہوتا تو ہم کو پولیس چوکی کی طرف سے ایک سپاہی مل جاتا۔ بعد ازاں ہماری آزادانہ آمد و رفت شروع ہو گئی۔ 1950ء میں ہی خاکسار اور مولوی شریف احمد صاحب مرحوم شاہ جہاں پور کا سفر کیا جہاں ملکی جائیداد مکرم فدا حسین صاحب کا جائزہ لیا۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے ماتحت قادیان کی آبادی کو نارمل بنانے کے لئے درویشان کی گیارہ فیملیز جو 26 افراد پر مشتمل تھیں، پرمٹ سسٹم پر قادیان آسکیں۔ اس غرض کے لئے حکومت ہند سے اجازت کے لئے خاکسار اور مکرم بشیر احمد صاحب فاضل مرحوم کو شروع جون میں

جناب رفیع احمد قدوائی اور محکمہ بحالیات کے وزیر اجیت جین سے ملنا پڑا۔ فیملیز کے اسی گروپ میں خاکسار کی اہلیہ اور ایک بچی بھی تھی بعد ازاں پاکستان سے درویشان کے اہل وعیال Long Term Visa پر قادیان آتے رہے۔ اور یہاں پر ان کی شہریت کی کاروائی بھی ہوتی رہی۔ نیز حضور کے ارشاد پر بعض غیر شادی شدہ درویشان کی شادیاں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ہونے لگیں اور کچھ مہاجر فیملیز یہاں آ کر آباد ہوئیں۔

مقدمہ کسٹوڈین

1950ء میں صدر انجمن احمدیہ کی ملکیتی جائیدادوں کے متعلق محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے نوٹس ملا کہ کیوں نہ ان کو Evacuated Property تصور کیا جائے نیز بنکوں میں صدر انجمن احمدیہ کی رقوم تا آئندہ فیصلہ Freeze کر دی گئیں۔ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے تمام صورت حال حضورؓ کی خدمت میں پیش کر کے دعا اور رہنمائی کے لئے عرض کیا گیا۔ حضورؓ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ مقدمہ کی پیروی کے لئے رانچی بہار کے احمدی وکیل سید محی الدین احمد کے پاس جائیں۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے فیصلہ کے مطابق خاکسار نے رانچی جا کر جب اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو محترم سید صاحب نے فرمایا You are God sent اس کے بعد انہوں نے اپنی ایک خواب سنائی کہ چند روز قبل انہوں نے خواب میں حضرت مصلح موعودؓ کو ایک بڑے جلسہ میں دیکھا کہ حضورؓ نے ان کو بلا کر ایک فائل سپرد کی ہے۔

سید صاحب نے بڑے جذبہ سے فرمایا کہ آپ وہ فائل لے کر آئے ہیں جو ان کو خواب میں دیکھائی گئی تھی۔ اس لئے بغیر کسی معاوضہ کے وہ اس کیس کو ہر دوسرے کام پر مقدم رکھتے ہوئے سرانجام دیں گے۔ چنانچہ سید صاحب نے کمال قانونی لیاقت سے گورنمنٹ کے نوٹس پر ایک بنیادی اور اصولی اعتراض اٹھایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ صدر انجمن احمدیہ ایک رجسٹرڈ مذہبی اور خیراتی ادارہ ہے جو 1906ء سے رجسٹرڈ ہے اور لگاتار 1947ء اور اس کے بعد بھی کام کر رہا ہے۔ ممبران کی تبدیلی سے انجمن Evacuate قرار نہیں دی جاسکتی۔ اس کے ممبران کی فہرست رجسٹرار پنجاب کے پاس لگاتار ہر سال 1947,48,49,50 بھجوائی جاتی رہی ہے۔ صدر انجمن By Law اور رجسٹر ریزولیشن موجود ہیں۔ اس لئے اسے تخلیہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ 1953ء میں آخری بحث کے بعد کسٹوڈین کی عدالت نے انجمن کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے بنکوں کی رقم پر قانونی پابندی اٹھادی اور فیصلہ کیا کہ انجمن اپنی جائیدادوں کا حق ملکیت کا ثبوت پیش کر کے واپس لے سکتی ہے۔ مقدمہ کسٹوڈین کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوجانے کے بعد صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کی ملکیت کی دستاویزات تلاش اور مہیا کرنے میں کافی عرصہ لگا۔ کاغذات مال کی نقول کرنا۔ رجسٹروں کی نقول اور میونسپل ریکارڈ حاصل کرنے کے سلسلہ میں محترم ملک صلاح الدین صاحب نے مکرم فضل الٰہی خان صاحب مرحوم، مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب پٹواری مرحوم اور بعض دیگر کارکنان کے تعاون سے کافی کاوش کی۔ 1953 سے 1956ء تک جب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادوں کے ثبوت محکمہ کسٹوڈین میں داخل کروادئے گئے تو چونکہ کالج، سکول، ہسپتال، کوٹھی دارالسلام اور دیگر متعدد جائیدادوں کے ناجائز قابض متاثر ہوتے تھے اس بناء پر جماعت کے خلاف ایک نئی سازش کے ماتحت احمدیہ ایریا اور دارالمسیح میں واقع جملہ مکانوں کے متعلق محکمہ کسٹوڈین کی طرف سے ایک نیا نوٹس جاری کیا گیا کہ ان جائیدادوں کا دس سالوں کا کرایہ ادا کیا جائے اور ان مکانوں کو کیوں نہ بذریعہ عام نیلامی فروخت کر دیا جائے۔ اس نوٹس کے پس پردہ یہ بات کار فرما نظر آتی تھی کہ جماعت احمدیہ، کے تحفظ کیلئے اپنی جائیدادوں کی واپسی کا مطالبہ چھوڑ دے گی ہمارا موقف یہ تھا کہ یہ ایریا مساجد، مہمان خانہ اور بہشتی مقبرہ سے ملحق ہونے کی وجہ سے 1947ء سے ہی مقدس ایریا کے طور پر ہمیں الاٹ کیا گیا تھا اور ہم مالک ہونے کی حیثیت سے ان کا میونسپل ٹیکس ادا کرتے چلے آرہے ہیں اور ہزار ہا روپے ان کی مرمت پر خرچ کئے ہیں لہذا ان کو Evacuee Act سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ حکومت کے ان نوٹس کا علم جب ہندوستان اور بیرون ہند کی جماعتوں کو ہوا تو حکومت کے نام تشویش کی چھٹیاں اور میمورنڈم آنے شروع ہو گئے اور ہم نے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو سے مرکزی وفد کی ملاقات کا وقت لینے کے لئے لکھا چنانچہ مورخہ 30 اپریل 1956ء کو ہمارے وفد کو ملاقات کا وقت ملا۔ رانچی کے محترم سید محی الدین صاحب ایڈوکیٹ مرحوم وفد کے چیف Spokesman تھے۔ دیگر ممبران محترم صاحبزادہ وسیم احمد صاحب، محترم سید محمد اعظم صاحب آف حیدر آباد مرحوم، مکرم مولوی بشیر احمد صاحب سابق مبلغ دہلی اور خاکسار تھے۔

محترم سید صاحب مرحوم نے جماعت احمدیہ کے موقف کی اچھی طرح وضاحت کی۔ پنڈت جی نے ہمیں یقین دلایا کہ احمدی ایریا کی جائیدادوں کو بذریعہ نیلامی فروخت نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ہمیں مشورہ دیا کہ چونکہ ان جائیدادوں کے مالکان چھوڑ چکے ہیں اس لئے جماعت احمدیہ کو مستقل طور پر مالکانہ حقوق حاصل کرنے کے لئے اس ایریا کے مکانوں کی برائے نام ریزرو قیمت ادا کر دینی چاہیئے۔ اس موقعہ پر خاکسار نے عرض کیا کہ جن جائیدادوں کے متعلق نوٹس دیا گیا ہے وہ نہ صرف ہندوستان کے احمدیوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے مقدس ہیں اور تقسیم ملک کے بعد ہمارے ذرائع آمد محدود ہو چکے ہیں اس لئے حکومت ریزرو قیمت ادا کرنے کے لئے ہمیں خصوصی چندہ کی تحریک کرنی پڑے گی اور جوں جوں رقم آتی چلے جائے گی۔ ہم ادائیگی کرتے چلے جائیں گے۔ طے شدہ قیمت کی ادائیگی کے لئے ہمیں لمبے عرصہ کی مہلت دی جانی مناسب ہوگی۔ اس پر پنڈت جی نے وزیر بحالیات شری مہتر چند کھنہ سے تفصیلات طے کرنے کے لئے کہا۔ اگلے روز ہمارے وفد کی ان سے ملاقات ہوئی۔ حکومت کا ابتدائی مطالبہ مکانات احمدیہ ایریا گیارہ لاکھ روپیہ کا تھا مگر کافی نشیب وفراز کے بعد احمدیہ ایریا کی جائیدادوں کی قیمت مبلغ دو لاکھ چوبیس ہزار سات سو روپے طے پائی جو 1963 سے 1968 تک پانچ سالانہ مساوی اقساط میں ادا کر کے تمام جائیدادیں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام باقاعدہ رجسٹری کروالی گئیں۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس اہم پیچیدہ معاملہ کو بخیر وخوبی حل کرنے کی توفیق دی۔

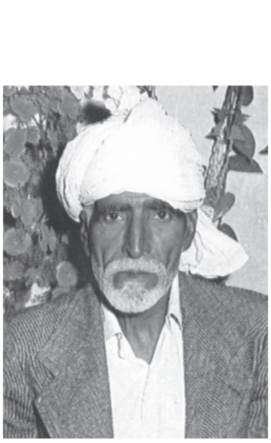
خاکسار کی والدہ صاحبہ 21 فروری 1953ء کو شیخوپورہ میں فوت ہوئیں اور خاکسار بوجہ پاسپورٹ نہ ہونے کے وہاں نہ جاسکا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خاکسار کے والد صاحب صحابی اور موصی تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آخری سال قادیان میں میرے پاس گزاریں خاکسار ان کو دو مرتبہ قادیان بھی اپنے ہمراہ لایا مگر توسیع ویزا کی مشکلات کے باعث ان کو واپس لوٹنا پڑا اور وہ بھی شیخوپورہ میں مورخہ 18 مارچ 1958ء کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ اور والد صاحب ہر دو موصی تھے اس لئے بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ اس قسم کے حادثات سے قادیان کے اکثر درویشان کو گزرنا پڑا مگر بفضلہٖ تعالیٰ سب نے صبر کا نمونہ پیش کیا۔

(مشکوۃ جنوری 2003ء میں چھپے آپ کے خود نوشتہ مضمون سے تلخیص)

تقسیم ملک کے بعد جماعتوں کی بیداری اور چندوں کی تشخیص کا کام کیا۔ اسی طرح آپ کو کئی اہم جماعتی خدمات کا موقعہ ملا۔ آپ کو چار بار یو کے جانے کا موقعہ ملا۔ جب بھی قادیان سے جاتے جلد واپس آنے کا فکر دامنگیر رہتا تھا۔ جماعتی خدمات کے علاوہ آپ ایک اچھے نثر نگار اور نظم کہنے والے بھی تھے۔ آپ کی کتاب۔ کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں۔ قابل مطالعہ ہے مورخہ 28 اگست 2005ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان مین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

37 محترم چوہدری ظہور احمد صاحب گجراتی درویش

(ادارہ)

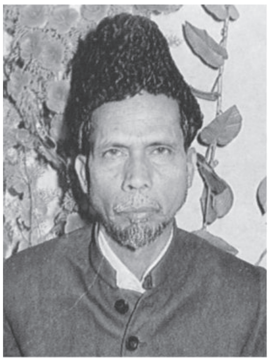


محترم چوہدری ظہور احمد گجراتی محترم چوہدری فتح دین صاحب کے فرزند تھے۔ آپ شیخ پور روڑا ایچاں ضلع گجرات پاکستان میں پیدا ہوئے۔ 1939ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے برطانوی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ 1947ء میں حضورؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنی چھ سالہ سروس کے اختتام پر قادیان دار الامان حاضر ہوئے اور ابتدائی درویشان میں شامل ہونے کی توفیق پائی۔

دوران درویشی آپ سلسلہ کی مختلف ڈیوٹیوں پر خدمت بجالاتے رہے۔ آپ کی ایک بیٹی اور پانچ بیٹے ہیں۔ آپ کی وفات 28 اگست 2004ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

38 محترم مولوی محمد عمر علی صاحب درویش

(ادارہ)



محترم مولانا مولوی علی صاحب گلستان درویشاں کے ایک مہکتے ہوئے پھول تھے۔ آپ نے اپنے حالات زندگی 2003ء میں ایڈیٹر صاحب مشکوۃ مکرم مولانا زین الدین حامد صاحب کو ایک ہی صفحہ لکھ کر بھجوائے تھے اس میں آپ تحریر کرتے ہیں کہ: "میرا نام محمد عمر علی درویش ولد مکرم بشیرالدین مرحوم ابن عبد القادر مرحوم ہے خاکسار بمقام کھاٹوانز دبراھمن بڑیہ ضلع کوملہ حال بنگلہ دیش میں پیدا ہوا۔" محترم مولانا صاحب کی اہلیہ صاحبہ اپنی چٹھی محررہ 5 مارچ 2011ء میں تحریر کرتی ہیں کہ 1947 میں آپ کی عمر سولہ سال تھی، گویا اس لحاظ سے آپ کی پیدائش 1931ء کی بنتی ہے۔ استاذی المحترم اپنے علاقہ میں احمدیت پھیلنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔ ہمارا گاؤں جو شہر برہمن بڑیہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا اس میں مکرم مولانا عبد الواحد صاحب مشہور بزرگ کے ذریعہ احمدیت پھیلی۔ میری نانی صاحبہ اور والدہ صاحبہ نے سب سے پہلے بیعت کی اور کچھ عرصہ بعد میرے والد صاحب اور بھائیوں نے بیعت کی۔ میرے والد صاحب نے گاؤں کی احمدیہ مسجد کے لئے ایک مکان دیا اس میں باجماعت نمازیں ہوا کرتیں تھیں۔ اسکول میں احمدی استاد بھی تھے۔ اسی طرح میری تعلیم و تربیت بچپن میں ہوگئی۔ مکرم مولوی سید اعجاز احمد صاحب مربی سلسلہ اکثر ہمارے گھر آتے تھے۔ وہ جامعہ احمدیہ قادیان سے فارغ التحصیل تھے۔ وہ والدہ صاحبہ سے مجھے قادیان بھجوانے کا ذکر کرتے تھے۔ حالانکہ میں ابھی بچہ ہی تھا۔ گھر والے نہیں مانتے تھے کہ چھوٹا بچہ ہے۔ میرے بڑے بھائی محمد سلیم احمد صاحب سے مجھے اچھی تربیت ملی۔ موسمی تعطیلات میں ہی کچھ لڑکوں کے ساتھ قادیان آ گیا۔

محترم محمد عمر علی صاحب کے قادیان آنے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی اہلیہ محترمہ اپنی چھٹی 25 مارچ 2011ء میں لکھتی ہیں۔ 1945ء میں حصول تعلیم کی غرض سے بنگلہ دیش سے چار طلباء قادیان آ گئے جن میں مولوی صاحب مرحوم کے بھائی سلیم احمد صاحب نے لڑکوں کے ساتھ قادیان جانے والی گاڑی میں بٹھا دیا تھا۔ 1947ء میں سولہ سال کی عمر کے تھے۔ تقسیم ہند کے پر آشوب موقع پر آپ کو مرکز احمدیت میں رہ کر درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی تقسیم ہند کے بعد دوبارہ مدرسہ احمدیہ شروع ہونے پر مدرس کے فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ رسالہ الفرقان درویشان نمبر صفحہ 101 میں۔ زمانہ درویشی میں احباب کی علمی ترقی۔ کے موضوع کے تحت جن احباب کو مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ میں درس کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان میں آپ کا نام بھی درج ہے۔

آپ نے اپنے ذاتی مطالعہ اور محنت سے فقہ کے مضمون پر کافی عبور حاصل کیا اور ایک لمبا عرصہ مدرسہ احمدیہ میں بطور استاد خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ ہندوستان کے اکثر سینئر مبلغین آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے مضامین بدر کی زینت بنتے رہے ہیں مثلاً بدر میں آٹھ ستمبر 1977ء میں آپ کا مضمون۔ اسلام میں وراثت کی مختصر تفصیل۔ شائع ہوا ہے۔ آپ کو آخری عمر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے صدر انجمن احمدیہ میں عالم کی حیثیت سے ممبر کی منظوری عنایت فرمائی تھی۔ آپ فقہی مسائل کے متعلق ہمیشہ طالب علم اور جستجو میں لگے رہتے تھے۔ آپ کے نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک چٹھی سے اس امر کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔

لندن 20 جون 1994ء

پیارے مکرم محمد عمر علی صاحب قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ ترکہ کی تقسیم کے مسئلہ پر قرآن کریم کی آیت کے حوالے سے آپ نے لکھا ہے کہ اس میں پہلے قرضہ اور پھر وصیت کا ذکر ہے۔ مگر غیر احمدی اس مین تقدیم و تاخیر مانتے ہیں۔ میرے نزدیک قرآن کریم کے الفاظ۔ او دین۔ میں گویا دونوں کا امکان ہے جہاں۔ او۔ آئے وہاں دونوں کا بیلنس ہو جاتا ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ یا یہ یا وہ۔ اصل میں تو اس ترکیب کی جو حکمت ہے اس کا پتہ کرنا چاہئے۔ میرے نزدیک تو اوّل یہ ترکیب صوتی اعتبار

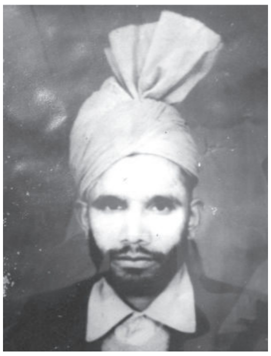
سے بہت خوبصورت ہے۔اگر اسے اس کے برعکس پڑھا جائے تو زبان پر بوجھل لگتا ہے اور ادائیگی میں مشکل پیش آتی ہے۔ دوسرے یہ کہ قرض تو بہر حال تقسیم ورثہ کی تقسیم سے پہلے نکل جانا ہے جو بچتا ہے اس نے بطور ورثہ تقسیم ہونا ہے اس لئے قرض پہلے ادا ہو یا وصیت پہلے ہو فرق کیا پڑتا ہے۔ ان کو نکالے بغیر تو ورثہ تقسیم ہی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم کو بڑھائے۔ اپنے فضلوں سے نوازے۔ فقط والسلام

خاکسار دستخط: مرزا طاہر احمد۔ خلیفۃ المسیح الرابع

آپ کی ایک نمایاں خصوصیت طلباء سے شفقت و محبت تھی۔عموماً آپ کا ہر شاگرد گواہی دے گا،آپ امتحانات میں عموماً آسان سوال ڈالا کرتے تھے اور اس طرح نمبر دیتے وقت بھی نرمی کا پہلو اختیار کرتے تھے۔عموماً اپنے شاگردوں میں علم کا شوق دلانے کیلئے بار بار کہا کرتے تھے کہ پڑھو پڑھو! یہی آئے گا امتحان میں۔ آپ سادہ مزاج اور نمازوں کی بہت پابندی کرنے والے تھے۔ آخری عمر میں کمزوری بڑھ جانے کی وجہ سے یادداشت پر اثر پڑا تھا مگر عموماً یاد کرانے سے ہر بات یاد آجاتی تھی۔ آپ کی وفات 26 دسمبر 2007ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

39 محترم محمد الدین صاحب درویش

(مکرم وحید الدین شمس صاحب، قادیان)



محترم والد صاحب کی پیدائش 1920ء میں قادیان سے آٹھ کلومیٹر دور سیکھواں گاؤں میں ہوئی۔ آپ کے دادا میاں فتح الدین صاحب والد مکرم میاں عمر الدین صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور صحابہؓ کے مبارک زمرے میں شریک تھے۔ ہر دو کی وصیت نمبر 515 اور 725 ہے گویا پیدائشی احمدی تھے۔ آپ تین بھائی اور ایک بہن تھے۔ بہن عمر میں کافی بڑی تھیں۔ آپ بھائیوں میں بڑے تھے۔ آپ کی عمر پندرہ سال تھی کہ والدین وفات پا گئے چھوٹے بھائیوں کو آپ نے پالا۔ 1936ء میں حضرت مصلح موعودؓ احمدی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کے لئے ارشاد فرمایا تو آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ آپ راجپوت رجمنٹ میں مامور تھے۔ 1942ء میں آپ نے وصیت کی۔

1946ء میں بدلتے ہوئے ملکی حالات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت حضرت مصلح موعودؓ کو باخبر کر دیا تھا۔ اس وقت جماعتی اخبارات میں حفاظت مرکز کیلئے ضرورت کے متعلق اعلان ہوا۔ اس وقت آپ کی یونٹ میں تیس کے قریب احمدی نوجوان تھے۔ چونکہ والد صاحب جماعتی اخبارات اپنے نام سے منگواتے تھے، اخبار لے کر سب کو کہا کہ اس وقت جماعت کو ہمارے جیسے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں قادیان چلنا چاہئے۔ والد صاحب نے ملازمت ترک کی اور قادیان آ گئے اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں حاضر ہو کر مدعا بیان کیا۔ دفتر سے پانچ روپے ماہوار وظیفہ لگا دیا گیا اور کہا کہ جب ضرورت ہو گی بلا لیں گے۔ اپنا کام کریں۔ فوجی ملازمت چھوڑتے وقت آپ کو پانچ صد روپے پی۔ ایف ملا۔ اس رقم سے آپ نے نئی سائیکلوں کی دوکان ریلوے روڈ پر کھولی۔ ابھی دوکان شروع ہی کی تھی تقسیم ہند کا اعلان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے دفتر میں حاضر ہو کر اپنا نام حفاظت مرکز کیلئے پیش کیا اور درویشان کی فہرست میں نام آ گیا جو کہ منظور ہوا۔ ان پر آشوب حالات میں انتظامیہ نے جو بھی ڈیوٹی لگائی اس کو کما حقہ نبھایا۔

آپ کی شادی 1945ء میں مکرم مستری ناظر دین صاحب آف بگول نزد قادیان کی دختر مکرمہ رشیدہ بیگم سے ہوئی۔ اپریل 1947ء میں پہلا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حمید الدین شمس تھا۔ آپ کی اہلیہ پارٹیشن کے وقت بیٹے کو لیکر پاکستان چلی گئیں اور 1952ء میں قادیان واپس آئیں باقی پانچ بچے قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بڑے بیٹے حمید الدین شمس مرحوم بہترین مبلغ اور مناظر تھے۔ آپ کی خواہش بڑے بیٹے کو مبلغ بنانے کی تھی۔ زمانہ طالب علمی سے ہی آپ نے ان کے لئے جماعتی کتب خریدنی شروع کر دیں اور اوپر نام لکھ دیتے مولوی حمید الدین یہیں سے اندازہ ہوتا ہے

کہ آپ کو کس طرح سلسلہ کی خدمت کی تڑپ تھی۔ اور چاہتے تھے کہ ان کی اولاد بھی سلسلہ کی خادم ہو، بڑے بیٹے مولانا حمید الدین شمس مرحوم کی وفات 47 سال کی عمر میں دسمبر 1995ء کو ہوئی۔ ان کی وفات کا آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ ان کی وفات کے سوا سال کے بعد ہی آپ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کے ایک بیٹے نصیر الدین قمر سلسلہ کی خدمت سے ریٹائر ہیں۔ مکرم رشید الدین صاحب پاشا ایک لمبا عرصہ قادیان کے صدر عمومی رہے۔ اور جوانی سے ہی تنظیموں کے مختلف عہدوں پر رہے۔ اور خاکسار وحید الدین شمس نگران دار المسیح کے طور پر جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہا ہے۔ آپ کے بڑے داماد مکرم سید عبد النقی صاحب زونل امیر بہار ہیں جبکہ چھوٹے داماد نظارت امور عامہ میں خدمت کر رہے ہیں۔

آپ نے زمانہ درویشی بڑے صبر و ہمت کے ساتھ گزارا۔ ساری عمر نظارت تعمیرات میں کام کیا۔ خود اچھے مستری تھے۔ لہٰذا جماعت نے ان سے ایک طویل عرصہ جماعتی تعمیرات کی نگرانی کی خدمت لی۔ تعمیراتی کاموں میں آپ کو بڑا تجربہ تھا۔ بڑے بڑے انجینئر بھی آپ سے مشورہ کرتے۔ آپ قادیان اور ارد گرد کے ماحول میں بڑے مستری صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ قادیان میں کئی پرانی عمارتیں جو آپ کی نگرانی میں بنیں آپ کی یادگار ہیں۔ انصار کی تعمیر کا کام بھی آپ کروا رہے تھے کہ اسی دوران وفات ہو گئی۔ زمانہ درویشی میں مالی حالات تو کبھی کے اچھے نہیں تھے دفتری کام کے بعد غیر مسلم علاقوں میں اوور ٹائم لگا کر گھریلو اخراجات کو پورا کرتے اوور ٹائم میں ملی رقم پر چندہ حصہ آمد دینا نہ بھولتے۔ ایک زمانہ میں شٹرنگ کا سامان کرایہ پر رکھا تھا۔ ایک ایک دو دو روپے کرایہ آتا اسی مناسبت سے ایک تھیلی میں حصہ آمد نکالتے رہتے۔ پندرہ یوم کے بعد جب پانچ دس روپے ہو جاتے تو سیکرٹری مال کے پاس جمع کرواتے۔ بڑے صابر شاکر خاموش طبع اپنے کام سے کام رکھتے کبھی دو کانوں پر یا بازار میں کھڑے نہ ہوتے۔ تعمیراتی کاموں میں سلسلہ کے اموال کو بڑی ایمانداری سے خرچ کرتے آج بھی غیر مسلم تاجر آپ کی ایمانداری کی گواہی دیتے ہیں اور ان کی شخصیت پر رشک کرتے ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند۔ ہمیشہ نظریں جھکی رہتیں۔ کبھی اونچی آواز میں بات نہ کرتے۔

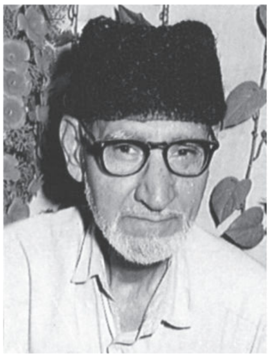
بچوں کو ہمیشہ تلقین کرتے کہ نظام جماعت اور خلیفہ وقت کے وفادار رہو۔ سلسلہ کے اموال ایمانداری سے خرچ کرو۔ کوئی پیسہ آپ کی وجہ سے ضائع نہ ہو۔ نظام جماعت کے خلاف اگر کوئی بات کرتا تو اس کو جھڑک دیتے اور خاموش کروا دیتے۔ بچوں کو یہی تلقین کرتے کہ ایسی مجالس میں نہ بیٹھو جہاں نظام کے خلاف باتیں ہوں۔ ایسے دوستوں کو چھوڑ دو جو نظام کے وفادار نہیں۔ آپ کی زندگی نہایت صاف حق پر مبنی زندگی تھی۔ آپ کی وفات 31 مارچ 1997ء کو ہوئی آپ کے جنازہ میں کثرت سے غیر مسلم احباب بھی شریک ہوئے۔ آپ کو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں پر بہت یقین تھا۔ آپ کو آتھمہ کی تکلیف تھی۔ جب کبھی اس مرض کا دورہ پڑتا بچوں کو کہتے حضور کو خط لکھو۔ جب بھی ایسی تکلیف ہوتی اباجان حضور کو خط لکھنے کیلئے کہتے بڑے بیٹے حمید الدین شمس پوسٹ کارڈ لکھ کر پوسٹ بکس میں ڈالنے جاتے خط پوسٹ باکس میں ڈالکر گھر واپس آتے تو ابا ٹھیک ہوتے۔ گویا اس قدر یقین تھا۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ خادمانہ تعلقات تھے اور اب تک ان کی اولاد در اولاد بھی خاندان کے ساتھ خادمانہ تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ ان کو قائم رکھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور یا بیگم صاحبہ جب بھی کسی کام کے لئے بلاتے سارے کام چھوڑ کر فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور جو کام ہوتا وہ کرتے یا کرواتے۔ آج بھی حضرت بیگم صاحبہ۔ اللہ ان کو صحت والی فعال زندگی عطا کرے۔ یاد کرتی ہیں۔

آپ کے دونوں شاگرد غیر مسلم ومسلم تھے۔ غیر مسلم شاگرد جو بہت زیادہ غریب ہوتے۔ آپ نے ان کو کام سکھایا بلکہ تعلقات کی بنا پر ان کے مکان تک بنوائے اور جو ماہوار ان شاگردوں کو ملتا تھا اس میں سے تھوڑی تھوڑی رقم کاٹ کر ساہوکاروں کو دیتے۔ آج بھی آپ کے شاگرد اس احسان کو یاد کرتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسوں آجاتے ہیں ٹھیکہ پر زمین بھی لیتے تھے فصل کے موقعہ پر جب جنس گھر آتی تو اس میں سے گھر کی خاکروبہ اور غریب مزدوروں اور شاگردوں کو بھی گندم اور چاول دیتے تھے۔ انجمن کی سروس سے ریٹائرمنٹ کے بعد وفات تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔

چونکہ جسم جفاکش اور مضبوط تھا جوانی میں کبڈی کشتی اور بین (کلائی) پکڑنے کے ماہر تھے۔ زمانہ درویشی میں کئی غیر مسلموں کے ساتھ درویشوں کے کبڈی کے مقابلوں میں حصہ لیا۔ سخت بیماری کی حالت میں بھی فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور آپ کی اولاد در اولاد کو آپ کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

40 محترم قاضی عبدالحمید صاحب درویش

(قاضی شاہد احمد۔ کارکن دفتر آڈیٹر قادیان)



خاکسار کے والد مکرم قاضی عبد الحمید صاحب درویش نمبر 44 قادیان کی پیدائش گجرانوالہ حال پاکستان میں مورخہ 17دسمبر 1919ء کو مکرم قاضی عبدالعزیز صاحب کے گھر میں ہوئی۔ آپ پیدائشی احمدی تھے والد صاحب بتاتے تھے کہ دادا جان کو اپنی بیعت کی معین تاریخ یاد نہیں رہی البتہ اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ ان دنوں خاکسار اپنے سسرال میں ہی رہا کرتا تھا۔ ایک دن اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا کہ ایک شخص نے آ کر بتایا کہ امام مہدی آ گیا ہے اور فلاں گاؤں میں ہے چونکہ ہم نے اکثر سنا ہوا تھا کہ امام مہدی کا ظہور ہونے والا ہے لہذا یہ خبر سنتے ہی بغیر کسی تردد کے اس گاؤں کی طرف چل پڑا جب وہاں جا کر دیکھا تو وہ ڈھکوسلا ہی تھا۔ جس سے بڑی مایوسی ہوئی اور دل میں ایک خلش رہی کہ کاش یہ حقیقی مہدی ہوتا تو بیعت کرنے کا شرف حاصل ہو جاتا۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ والد صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا علم نہیں تھا) کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب کو اپنے ہم زلف مکرم قاضی عطاء الٰہی صاحب قانونگو گجرانوالہ جو بندوبست کے سلسلہ میں ان دنوں روہتک ہریانہ میں متعین تھے کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ وہ روزانہ اپنے کام کے سلسلہ میں صبح گھر سے چلے جاتے تھے اور شام کو واپس آتے تھے۔ والد صاحب کہتے تھے کہ ان کے گھر میں مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک کتاب ضرورۃ الامام مل گئی جسے پڑھنے کا مجھے موقعہ ملا جس سے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ امام مہدی کا علم ہوا اور میں نے دعویٰ کو قرآن و حدیث کے مطابق صداقت پر مبنی پایا۔ شام کو جب بھائی صاحب کام سے واپس آئے تو میں نے دریافت کیا کہ یہ کتاب آپ کے پاس کہاں سے آئی۔ کیا آپ احمدی تو نہیں؟۔ بھائی صاحب نے کہا ہاں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں اور یہ کتاب حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی ہے جنہوں نے مسیح موعود و امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ میں نے بھی یہ کتاب پڑھ لی ہے اور دعویٰ کو قرآن و حدیث کے مطابق صداقت پر مبنی پایا ہے۔ لہذا میں نے اپنی بیعت کا خط قادیان بھجوا دیا۔ اور میں احمدی ہو گیا۔ ہمارے خاندان میں احمدیت ہمارے نانا مکرم قاضی عطاء الٰہی صاحب قانونگو کے پھوپھا مکرم مولوی عنایت اللہ صاحب قریشی ولد مکرم محمد حسین صاحب آف چبہ سندھواں گجرانوالہ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ آئی آپ کا وصیت نمبر چھ ہے اور بہشتی مقبرہ قادیان مدفون ہیں۔

والد صاحب کہتے ہیں کہ جب ان کے والد روہتک سے اپنے گاؤں واپس آئے وانہوں نے گاؤں والوں سے اس امر کا اظہار کیا کہ میں بیعت کر کے احمدیہ جماعت میں داخل ہو گیا ہوں۔ جس پر میری شدید مخالفت شروع ہو گئی اور میرا حقہ پانی بند کر دیا گیا۔ ان ہی پریشانیوں میں چند دن گزرے تھے کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا ہے اور میں اس دریا کو پار کرنا چاہتا ہوں اور لوگ مجھے چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ عزیز اس دریا میں قدم نہ رکھنا ورنہ تم ڈوب جاؤ گے مگر میں ان سب کی پرواکئے بغیر اس دریا میں کود پڑتا ہوں اور دیکھتے دیکھتے دریا پار کر لیا۔ جس سے میرے ایمان اور یقین کو تقویت ملی اور میں راسخ العقیدہ ہو گیا۔ والد صاحب بتاتے تھے کہ ہمارا خاندان بہت بڑا ہے اور سب مجموعی لحاظ سے پڑھے لکھے تھے جن میں سے بعض مسجدوں کے امام، بعض حکیم، بعض خوشنویس اور چھاپہ خانوں میں کام کرنے والے تھے لیکن اپنے خاندان میں سے صرف خاکسار کے والد مکرم قاضی عبدالعزیز صاحب ہی اکیلے احمدی ہوئے اور آج تک مزید کسی نے احمدیت قبول نہیں کی۔ والد صاحب بھی اپنی وفات سے چند دن قبل ایک تفصیلی تبلیغی خط لکھ کر اپنے چچازاد بھائی کو پاکستان بھیجا تھا۔

والد صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ پرائمری تعلیم تک تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ ڈرائیوری کی۔ کتابت سیکھی اور لاہور کے مفید عام پریس میں بطور سنگ ساز کام کیا۔ 1942ء میں برٹش فوج میں بھرتی ہو گئے اور بطور موٹر مکینک کام کیا۔ 1946ء میں دادا جان کی وفات ہو جانے کی وجہ سے فوج کی سروس چھوڑ کر واپس آ گئے۔ چونکہ ان دنوں دادا جان قادیان میں رہائش پذیر تھے۔ اسلئے آپ بھی قادیان میں ہی رہنے لگے۔ 1946ء میں والد صاحب کی شادی ہوئی۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ کا نام مکرمہ سعدہ بیگم صاحبہ بنت مکرم قاضی عطاء الٰہیٰ صاحب قانونگو آف گجرانوالہ حال پاکستان ہے۔ والد صاحب شادی کے کچھ عرصہ بعد تقسیم ملک کی وجہ سے قادیان کے مخدوش حالات کے پیش نظر فیملی کے ساتھ لاہور پاکستان چلی گئیں۔ وہاں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے گھر بطور خادمہ خدمت کرتی رہیں۔ اور جب حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حرم حضرت مسیح موعودؑ کوئٹہ تشریف لے گئیں تو آپ بھی بطور خادمہ ان کے ساتھ گئیں۔

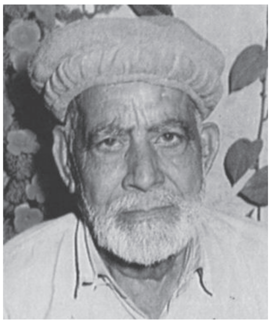
والد صاحب کے دو بھائی تھے تقسیم ملک کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حفاظت مرکز کی تحریک پر دونوں بھائیوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا تھا۔لیکن چھوٹے بھائی مکرم قاضی مبارک احمد صاحب واقف زندگی ہونے کی وجہ سے فیملی کے ساتھ پاکستان چلے گئے اور والد صاحب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد حفاظت مقامات مقدسہ کیلئے مختلف ڈیوٹیاں انجام دیں۔ جب نظام کی طرف سے مالی تنگی کی وجہ سے درویشوں کو ذاتی کاروبار کرنے کیلئے کہا گیا تو والد صاحب نے بورڈ وغیرہ لکھنے کا کام شروع کر دیا اور جب تقسیم ملک کے بعد اخبار بدر کا دوبارہ اجراء کیا جانا تھا تو آپ اس کے سب سے پہلے کاتب تھے۔اور کافی عرصہ تک اکیلے کتابت کرتے رہے اور بہت سے نوجوانوں کو فن کتابت سکھایا۔اس کے بعد مختلف دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔1979ء میں ملازمت سے ریٹائر ہونے پر اپنا ذاتی کام شروع کیا۔

والدہ صاحبہ 28فروری1991 کو برین ہمیرج سے وفات پا گئیں۔اس صدمہ کو والد صاحب نے بڑے صبر وحوصلہ سے برداشت کیا مورخہ گیارہ جون1995ء کو اپنی فیملی کے ساتھ ہر چوال نہر پر پکنک منانے گئے مغرب کے وقت واپس آ کر کھانا کھایا نماز مغرب وعشاء گھر پر باجماعت پڑھائی اور سو گئے۔تقریباً ڈیڑھ بجے رات مجھے آواز دی کہ میرا سانس ٹھیک سے نہیں آ رہا فوری طور پر ڈاکٹر صاحب کو بلوایا انہیں نے ایک دو ٹیکے لگائے جس سے تھوڑا افاقہ محسوس ہوا لیکن پھر غنودگی ہوگئی۔ادھر منارۃ المسیح کی گھڑی نے تین بجائے اور تہجد کا وقت ہوا تو والد صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔والد صاحب ایک بٹا نو حصہ کے موصی تھے،بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ درویشان میں تدفین ہوئی۔آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور دو بیٹیاں بطور یادگار چھوڑیں۔جو سب شادی شدہ اوصاحب اولاد ہیں۔والد صاحب صوم وصلوۃ کے پابند تہجد گزار،منکسر المزاج۔نیک صابر وشاکر اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

والد صاحب کی وفات پر سید ناحضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے خاکسار کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔مکرم قاضی عبدالحمید صاحب درویش کی وفات کی خبر سے صدمہ ہوا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے آپ سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنی رضا پر راضی رہنے کی توفیق دے۔میں انشاءاللہ ان کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔سب عزیزوں کو میرا محبت بھرا سلام اور پیغام تعزیت پہنچا دیں۔اللہ تعالیٰ مرحوم والد صاحب اور والدہ صاحبہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کی نیکیوں اور خوبیوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

41 محترم ولی محمد صاحب گجراتی درویش

(ادارہ)



موصوف کے والد مکرم شاہ محمد صاحب شادی حال گجرات تھے۔آپ حلقہ ناصر آباد کے خدام میں سے تھے دوسری عالمگیر جنگ کے دوران فوج میں بھرتی ہو گئے تھے اور جنگ ختم ہونے پر فوج سے فارغ ہو کر گھر واپس آ گئے اور جب قادیان میں خدام کی ضرورت پڑی تو آپ بھی قادیان آ کر خدام حلقہ ناصر آباد میں شامل ہو گئے تھے۔جماعت کی اکثریت کے قادیان سے ہجرت کر جانے پر جب قادیان میں313 افراد رکھے جانے کا فیصلہ ہوا تو آپ کو بھی اس فہرست میں سلیکٹ کر لیا گیا۔

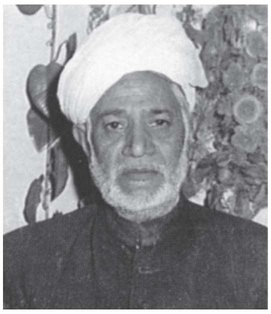
دیہاتی وضع داری کا ٹھیٹھ نمونہ تھے ہمیشہ تہہ بند اور ڈھیلی ڈھالی قمیض زیب تن کی سر پر پگڑی یا پٹکا رکھتے تھے۔درویشی میں انہیں پتلون پاجامہ یا پتلون پہنے ہوئے کبھی نہیں دیکھا چونکہ پڑھے ہوئے نہیں تھے بعض دفاتر میں بطور مددگار کارکن اخلاص و وفا سے خدمت کی توفیق ملی۔پہرہ وغیرہ پر65سال عمر ہونے تک ڈیوٹیاں دیتے رہے بعد ازاں انجمن نے انہیں فیملی سکیل گزارہ دیکر بطور پنشنر فارغ کر دیا۔بھینس پالنے کا شوق آپ کو دیہاتی زندگی سے ہی تھا درویشی میں بھینس پالتے رہے اور بھینسوں کے چارہ کے لئے زمین ٹھیکہ پر لے کر چارا اور کچھ غلہ بھی کاشت کر لیا کرتے تھے۔

جب درویشان کی فیملیاں پاکستان سے آئیں تو آپ کی اہلیہ بھی مع دو بچیوں کے آ گئی تھیں۔یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار لڑکے اور ایک لڑکی عطا فرمائی۔آپ کی اہلیہ بھی آپ کی طرح دیہاتی وضع داری کا نمونہ تھیں۔ہمیشہ دوسروں کا خیال رکھتیں۔

مکرم ولی محمد صاحب کو دمہ تھا اور گاہ بگاہ اس کا حملہ ہوتا رہتا تھا اسی بیماری کے ایک جان لیوا حملہ میں آپ مورخہ 27فروری1994ء کو وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔آپ کی اولاد میں سے ایک بیٹی پاکستان میں ہے ایک امریکہ میں ایک بیٹا پاکستان میں ہے ایک وفات پا چکا ہے اور باقی ایک بیٹی اور دو بیٹے قادیان میں ہیں۔

42 محترم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی درویش

(منیر احمد حافظ آبادی وکیل اعلیٰ تحریک جدید۔قادیان)



محترم والد صاحب کی پیدائش 1925ء میں محترم میاں محمد مراد صاحب آف پنڈی بھٹیاں ضلع گجرانوالہ (پنجاب) کے گھر میں ہوئی والدہ صاحبہ کا نام حسین بی بی تھا۔محترم میاں محمد مراد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے خاص ملکہ تبلیغ عطا کیا ہوا تھا آپ کی تبلیغ سے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت کے والد احمدی ہوئے تھے اسی طرح محترم شیخ عبد القادر صاحب سوداگر مل مصنف۔حیات طیبہ۔احمدی ہوئے تھے۔الحمد للہ۔خاکسار کے والد محترم بشیر احمد حافظ آبادی اپنے والد صاحب کے بزازی کے کاروبار کے سلسلہ میں پنڈی بھٹیاں سے حافظ آباد منتقل ہو گئے اور سالہا سال رہنے کی وجہ سے حافظ آبادی کہلائے۔

محترم والد صاحب مرحوم پہلے فوج میں ملازم ہوئے لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے جب قادیان میں تقسیم ملک کے وقت خطرناک حالات کے پیش نظر 313افراد کو قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے تعینات فرمایا تو ان خوش قسمت درویشان میں سے محترم ابا جان بھی تھے۔محترم والد صاحب اکثر گھر میں یہ بیان فرماتے تھے کی بیٹا ہم نے ان مقامات مقدسہ کی حفاظت کی تو محض سعادت پائی ہے دراصل ان عظیم الشان بابرکت مقامات کی حفاظت کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہوا تھا اور اسی وجہ سے یہاں رہ کر ہماری حفاظت بھی ہوئی۔تقسیم ملک کے کشت وخون کے دنوں کا ذکر کرتے ہوئے والد صاحب فرماتے تھے کہ جب بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک کے پہرہ کے لئے جاتا ہوتا تو یہی سمجھتے کہ وہاں شہادت ہوجائے گی اسی طرح نہایت پرخطر حالات میں مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، بینارۃ المسیح اور دیگر شعائر اللہ میں ڈیوٹی دینے کیلئے مواقع ملتے رہے کھانے کے لئے ابلی ہوئی گندم ساتھ ہوتی تھی۔آہستہ آہستہ حالات خوف سے امن میں بدلنے شروع ہوئے۔حضرت مصلح موعودؓ کی ولولہ انگیز قیادت اور اللہ تعالیٰ کا آپ کے ساتھ خصوصی وعدہ جو پیشگوئی مصلح موعودؓ کے ذریعہ کیا گیا تھا اس کی برکت سے 313درویشان قادیان کی ایسی تربیت کی گئی کہ انہوں نے اپنے ارد گرد کے ماحول کو جو کہ جان لیوا تھا خدمت خلق سے اسے محبت و بھائی چارے والے ماحول میں بدلنا شروع کیا۔

مجھے یاد ہے کہ بچپن میں اباجی راستے میں چلتے وقت اچانک کسی سکھ ہندو بھائی کو روک لیتے اور اس کا ٹوٹا ہوا بٹن ٹانکتے یا پھٹی قمیض پر ٹانکے سوئی دھاگے سے لگاتے۔اباجی درزی کا کام بخوبی جانتے تھے اسلئے سوئی دھاگہ بٹن وغیرہ اپنے ساتھ لیکر ان دنوں باہر نکلتے تھے ویسے اباجی مرحوم سلسلہ کی خدمت میں رہے اور ریٹائر ہونے پر لجنہ کے دفتر میں کارکن مقرر کئے گئے۔والدہ محترمہ یوپی سے تعلق رکھتی ہیں ماشاء اللہ اس وقت 80سال کی ہیں انکے ساتھ والد صاحب کا پنجابی میں بات کرنا اور انکا لکھنوی اردو میں ہم بچوں (تین بہنوں اور دو بھائیوں) گھر میں بہت محظوظ کرتا تھا جس کا ذکر محترم فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم سابق ناظر بیت المال آمد نے اپنی کتاب۔وہ پھول جو مرجھا گئے۔میں کیا ہے کہ خاوند کو بازار سودا لینے جاتے وقت بیوی نے کہا۔کرم کلا لیتے آیئے گا۔واپس آ کر خاوند نے کہا بس سارا بازار گھوم کر آ گیا ہوں کرم کلا تو ملا نہیں البتہ یہ بند گوبھی لے آیا ہوں (بند گوبھی کو ہی کرم کلا کہتے ہیں)۔

بہر حال محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں۔جو جماعت احمدیہ کا منفرد و ممتاز ماٹو ہے اس کے تحت قادیان میں حالات بدلے اور ہندو،سکھ مل کر بھائی بھائی کی طرح رہنے لگے ہیں۔قادیان میں کبھی فرقہ دارانہ فساد نہیں ہوا جو کہ قادیان دار الامان کی سچائی کا ثبوت ہے۔اباجی ہمیشہ خلیفہ وقت سے سچی وابستگی اور اطاعت کی تلقین ہمیں کرتے رہتے تھے۔خوش مزاج تھے اور دکھ درد بانٹنے والے انسان تھے۔سیدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے درویشان قادیان کیلئے فرمایا ہے کہ: ۔فرشتے ناز کریں جسکی پہرہ داری پر ہم اس سے دور تم اس مکان میں رہتے ہو۔

محترم والد صاحب نے بڑے صبر وشکیب کے ساتھ وقت گزارا۔ہم بھائیوں کو معمولی گزارہ میں پڑھایا آپ کی اور داداجان مرحوم کی وصیت کے مطابق خاکسار نے اپنے آپ کو خدمت سلسلہ کے لئے وقف کیا جسکے نبھانے کے لئے پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز کی شفقت و رہنمائی سے اب تک توفیق مل رہی ہے۔تینوں بہنیں پاکستان میں بیاہی ہیں چھوٹے بھائی اپنی میڈیکل پریکٹس یہاں قادیان میں کرتے ہیں۔الحمد للہ علیٰ ذالک۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کو حرز جاں بنانا چاہیے کہ درویشان کی اولاد کو درویشان کی اقدار قائم رکھنی چاہئیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق دے۔آمین۔

کچھ سال قبل محترم والد صاحب اچانک بیمار ہوئے پرانے احمدیہ شفاء خانہ کی بالائی منزل میں داخل کئے گئے رات کے وقت پیشاب کی حاجت کیلئے اٹھے مگر ساتھ سوئے ہوئے اپنے پوتے کو نہیں جگایا اور پاؤں پھسل جانے کی وجہ سے بالائی منزل سے نیچے گر گئے۔شدید زخمی ہو گئے اور چند گھنٹوں میں ہمارے سامنے بقضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔آپ کی وفات تیرہ اپریل 2004ء کو ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔آمین۔

43 محترم بہادر خان صاحب درویش

(مکرم دلاور خان صاحب۔ کارکن دفتر رشتہ ناطہ۔ قادیان)



خاکسار کے والد محترم پنجاب کے ایک چھوٹے گاؤں۔ اورحمہ۔ میں 1907ء میں پیدا ہوئے۔ جو کہ اب پاکستان میں ہے۔ یہ گاؤں تحصیل بھلوال ضلع سرگودہا میں واقع ہے۔ محترم والد صاحب ابھی پانچ برس کے تھے کہ محترم دادا جان میاں شادی خان صاحب ولد میاں محمد خان صاحب نماز تہجد کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اورحمہ سے جو پیدل قافلہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زیارت کے لئے قادیان آیا تھا اور بیعت کی تھی اس میں ہمارے دادا جان بھی شامل تھے۔ یہ قافلہ بٹالہ پہنچا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت اقدسؑ کے خلاف باتیں شروع کر دیں تو ہمارے دادا جان نے کہا کہ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے والد محترم نظام الدین صاحب نے مسجد احمد یہ اورحمہ میں قرآن مجید لیکر قسم کھائی تھی کہ امام مہدیؑ قادیان میں آ گئے ہیں اور اعلان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ وقت کے امام الزمان کو مان لیا ہے اور خدا کی قسم یہ وہ ہی امام مہدی ہیں جس کے متعلق حضرت محمد ﷺ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ (مولوی صاحب موصوف اپنے گاؤں میں عالم دین اور بااثر شخصیت کے مالک تھے) نیز دادا جان نے کہا کہ اس کی باتوں میں نہ آئیں یہ تو شیطان معلوم ہوتا ہے اور اب تو قادیان قریب ہے اور پھر گاؤں جا کر کیا بتائیں گے کہ ہم نے امام مہدیؑ سے ملاقات ہی نہیں کی اور پھر اس طرح اورحمہ گاؤں سارا کا سارا احمدی ہو گیا۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

محترم والد صاحب کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں ایک بھائی تو عرصہ دراز سے لاپتہ ہو گئے تھے اور باقی بہن بھائی وفات پا چکے ہیں۔ محترم والد صاحب نے گاؤں میں تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت عمدگی سے کرتے تھے اور پھر اس کا ترجمہ اور تفسیر بھی باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ ہمیشہ نماز عشاء کے بعد قرآن کریم کی تفسیر اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا درس دے کر ہمیں بہت سے واقعات سناتے تھے۔

حلیہ اور لباس

آپ درمیانے قد، گندمی رنگ، سیاہ آنکھیں اور چہرہ خوبصورت نورانی تھا۔ سادہ اور صاف ستھرا لباس استعمال کرتے تھے۔ رومال بڑے سائز کا رکھنا پسند کرتے تھے۔ ہمسایوں اور مہمانوں سے بہت محبت رکھتے ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے۔ غرباء اور ضرورت مند اور مسافروں کا خاص خیال رکھتے۔ واقف اور ناواقف شخص کی مدد کر دیا کرتے تھے۔ اپنے اور غیر مسلم احباب کی بیماری کی عیادت اور ان کی تیمارداری میں ضرور حصہ لیتے۔ خدا تعالیٰ سے محبت اور حضرت محمد ﷺ نیز حضرت مسیح موعودؑ، خلفاء کرام اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے دلی محبت تھی۔ ہمیشہ حضورؑ کے اشعار پڑھتے۔ دعائیں پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ غرضیکہ جماعتی مصروفیات کے بعد اپنا اکثر وقت ایسے ہی خدا کی یاد میں گزارتے تھے۔ بڑے پیارے انداز میں ہمیں اکثر نصیحت کرتے کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کو چن لیا ہے جس طرح پہلے بنی اسرائیل کو چنا تھا۔

اس لئے ان سے دلی محبت اور عقیدت رکھنا۔ نیز یہ بھی بتایا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان کے متعلق بعض افراد مخالفت کریں گے ہمیں تاکیدی نصیحت کی کہ ایسے مخالف افراد سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانہ کی یاد

ایک مرتبہ محترم والد صاحب کو حضرت رسول اکرم ﷺ کے زمانہ کی یاد آئی اور دل میں خیال آیا کہ کاش ہم بھی وہ زمانہ دیکھتے۔ مجھے بتلایا یاد نہیں خواب تھا یا کشف صحیح یاد نہیں۔ دیکھتے ہیں کہ گاؤں اورحمہ میں نہر کے کنارے ایک چبوترے پر حضرت مصلح موعودؓ ساتھ ہیں۔ پھر حضورؓ نے شاید نہر کے پانی سے وضوء کیا اور نماز کے لئے چل پڑے اور والد صاحب کو بھی وضو کر کے آنے کے لئے حضور نے حکم دیا تو آپ بھی وضو کر کے نماز کے لئے چل پڑے۔ والد صاحب نے بتایا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے اتنی خلقت نماز کے لئے آئی ہے جس کا شمار نہیں ہوتا۔ اس سے پہلے کبھی بھی اتنی خلقت نہیں دیکھی تھی۔ جب نماز ختم ہو گئی تو نمازیوں سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے نماز پڑھائی ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہی والد صاحب بڑی مشکل سے امام کی جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود ہیں جنہوں نے نماز پڑھائی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے والد صاحب کو دیکھ کر فرمایا کہ میں تو آپ کے پاس ہی رہتا ہوں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے سمجھا دیا کہ یہ بھی وہ بابرکت زمانہ ہے یعنی اولین آخرین سے ملا دئے جائیں گے۔

قادیان میں آمد

حضرت مصلح موعودؓ سفید گھوڑے پر آئے ہیں۔ والد صاحب غالباً گاؤں میں نہر کے پاس بیٹھے ہیں۔ حضور نے نام لیکر آواز دی کہ آپ یہاں سوئے ہیں

فوراً قادیان پہنچو۔ کچھ دنوں بعد یہ بات بھول گئے اور فوج میں کام میں مشغول ہو گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حضور انور کشفی حالت میں دوبارہ نظر آئے اور سفید گھوڑا تھااور والد صاحب کو آواز دی غالباً پکڑ کر اٹھایااور ہدایت دی کہ قادیان پہنچو۔ فوج میں ایک احمدی کیپٹن شیر ولی صاحب تھے۔ آپ نے یہ کشف انہیں بتایا۔موصوف نے کہا کہ ہم دونوں قادیان چلتے ہیں تب فوج سے ریلیز ہو کر دونوں قادیان آ گئے۔محترم کیپٹن صاحب افسر حفاظت اور انجمن کے ممبر بنے والد صاحب ان کے معاون کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔قادیان میں جب حالات نارمل ہو گئے اور ہندوستان اور پاکستان کی حدیں مقرر ہو گئیں تو کیپٹن شیر علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اپنے وطن جانے کی اجازت طلب کی تو حضور انور نے منظوری دے دی۔محترم کیپٹن صاحب کا والد صاحب سے بہت پیار تھا فوج میں بھی پھر قادیان میں بھی اس لئے موصوف نے اپنے ساتھ پاکستان جانے کے لئے بہت اصرار کیا لیکن والد صاحب نے کہا کہ میں نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کیا تھا کہ ہر حال میں یہاں رہوں گا خواہ انجمن مدد کرے یا نہ کرے۔ پھر اس وعدہ کو آخری سانس تک نبھایا۔ ہر حال میں وفاداری اور صبر وشکر کے ساتھ وقت گزارا۔

ایک وقت ایسا آیا کہ صدر انجمن احمدیہ نے اپنے محدود بجٹ اور وسائل کے پیش نظر بعض درویشوں کو فارغ ہو کر اپنا کاروبار کرنے کی تحریک کی اور کچھ کام بھی سکھائے۔ والد صاحب کو بھی توجہ دلائی تو آپ بھی لبیک کہتے ہوئے کام کرنے لگے۔اسی دوران قادیان میں سیلاب آیا اور بہت سارا سامان و گندم پانی میں خراب ہونے لگی والد صاحب کو ان دنوں شدید بخار تھا۔سب درویش سیلاب میں خدمت خلق کا کام کر رہے تھے۔والد صاحب کو شدید بخار کی وجہ سے آرام کرنے کے لئے آپ کے سب ساتھی درویشان کرام نے توجہ دلائی۔ والد صاحب نے کہا کہ میں اس طرح کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔آپ بھی سیلاب کے پانی میں جا جا کر خدمت کے کاموں میں جٹ گئے لیکن شدید بخار میں آرام نہ کرنے کی وجہ سے شدید فالج کا حملہ ہو گیا جسم کا ایک حصہ خاص کر ایک ٹانگ بہت متاثر ہو گئی پھر کافی عرصہ کے بعد علاج معالجہ سے چلنے پھرنے لگ گئے اور پھر چھڑی کا استعمال سہارا کے لئے شروع کر دیا لیکن ہر کام مستعدی سے کرنے کے قابل ہو گئے۔ دفتر سے فارغ تھے اور کام بھی نہیں مل رہا تھااور بیماری کے باعث کافی عرصہ بڑی تکلیف سے گزارا۔والد صاحب کے ساتھ والدہ صاحبہ کے بزرگ والدین۔والدہ صاحبہ کی دادی جان،والدہ صاحبہ کی چھوٹی بہن چھوٹی خالہ جان اور خاکسار اس وقت شیر خوار تھے۔ایسے حالات میں بہت تنگی سے گزارہ کیا۔تقسیم ملک کے فوراً بعد بہشتی مقبرہ کی کچی دیوار کی تعمیر حفاظتی نقطہ نگاہ سے کی گئی۔درویشی دور میں سب درویشان کرام بہشتی مقبرہ میں خاص طور پر صفائی اور چار دیواری کی مرمت کرتے رہتے تھے۔اس کی تعمیر اور مرمت کے کام میں محترم والد صاحب کو بھی خدمت کا موقعہ ملا۔

دور درویشی کے شروع میں ایک صدمہ

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی نے والد صاحب کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھااور بہت محبت رکھتے تھے۔ان کے فرزند ارجمند محترم مولانا برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ کے طور پر خدمت بجالا رہے تھے۔جملہ درویشان کرام کا آپس میں بھائیوں جیسا سلوک اور محبت تھی اس لئے ہم سب بچے سب درویشان کرام کو چچا اور اسی طرح درویشان کی بیویاں جو آپس میں بہنیں بنی ہوئی تھیں ہم سب انہیں خالہ جان کہتے تھے۔سب ایک دوسرے کے ساتھ سچی محبت اور عقیدت رکھتے تھے ایک دوسرے کی خوشی غمی میں بہت ساتھ دیتے تھے اس کا مزہ وہی جانتے ہیں جو اس دور میں رہے ہیں۔محترم مولانا برکات احمد صاحب راجیکی کی وفات اچانک ہو گئی اس پر جملہ درویشان کرام کو بہت دکھ ہوا ہمارے والد صاحب کو ان سے خاص محبت کی وجہ سے بہت دکھ ہوا۔ بہت دعائیں کیں تو رات کو والد صاحب خواب میں مولوی برکات احمد صاحب کو جنت میں دیکھتے ہیں۔آپ نے خواب میں دریافت کیا کہ مولوی صاحب کس طرح جنت میں آئے کون کون سی نیکیاں کام آئیں۔مولوی صاحب نے بتایا کہ کچھ دکھی اور ضرورت مند احباب کی خدمت کا موقعہ ملا آج اللہ نے خوش ہو کر یہ جنت دے دی ہے یعنی حقوق العباد کی جزاء میں آج یہاں ہوں۔

خاندان حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے محبت

محترم والد صاحب شروع ہی سے خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے دلی محبت رکھتے تھے۔ درویشی دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ حضرت میاں خلیل احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت میاں ظفر احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی قربت نصیب ہوئی۔ان کے ساتھ رہنے اور ملکر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ان بزرگان کو بھی والد صاحب سے دلی محبت تھی بعض اوقات کھانے کے وقت والد صاحب کا انتظار کرتے۔

ایک دن رات کو حضرت میاں خلیل احمد صاحب کو کسی دوائی کی ضرورت پڑی۔ بیت الدعا کے ساتھ والے کمروں کی چابیاں والد صاحب کے پاس تھیں۔اسلئے آپ نے کمرے کھولنے کے لئے کہا لیکن یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ والد صاحب اپنے کمبل میں شدید سردی میں پڑے ہیں۔فرمایا کہ

یہ اتنی رضائیاں یہاں ہیں لے لیں۔ والد صاحب نے کہا کہ میاں صاحب میں کسی غیر کی رضائی کیسے لے سکتا ہوں۔ اس پر میاں صاحب نے اپنی رضائی بطور تحفہ دیدی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک بنیان بھی تبرک کے طور پر دی۔ حضرت میاں ظفر احمد صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے گرم پاجامے کا ٹکڑا والد صاحب اور بہت سے درویشان کرام کو عنایت فرمایا۔

محترم والد صاحب نے خاندان کے افراد کے ساتھ رہ کر یہ محبت دیکھی اور پائی ہے۔ حضرت میاں ظفر احمد صاحب نے قادیان سے جاتے وقت حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان کو خاص والد صاحب کا خیال رکھنے کی سفارش کی اور تحفتاً ایک بھینس بھی دی جس کا دودھ محترم والد صاحب اپنے کچھ درویش بھائیوں کے ساتھ ملکر استعمال کرتے رہے۔ اس کے علاوہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ناظر خدمت درویشان کرام سے دلی محبت رکھتے تھے اور حضور انور نے ذمہداری درویشان کرام کو دی آپ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے درویشان کرام سے سچی ہمدردی دلداری اور دلی محبت کا ثبوت دیا اور درویشان کرام کے متعلق پل پل کی خبر اپنے اور ہم سب کے روحانی آقا کے سامنے پیش کرتے رہے اور حضور انور نے خاص درویشان کرام اور قادیان کے لئے دعائیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو خوش رکھے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

نکاح و شادی

مورخہ سولہ مئی 1952ء کو محترم والد صاحب کا نکاح محترم حکیم مولوی واجد حسین صاحب مونگھیری کی بڑی بیٹی یعنی ہماری والدہ صاحبہ محترمہ عظیم النساء صاحبہ کے ساتھ ہوا۔ نکاح کا اعلان حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ قادیان نے بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں کیا۔ محترم والد صاحب شادی کے لئے لمبا سفر اختیار کر کے مونگھیر گئے۔ امرتسر سے مونگھیر تک لمبے سفر میں کھانے پینے کی اشیاء کا صحیح انتظام نہیں تھا جس کی وجہ سے والد صاحب کو شدید بھوک لگتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے کشف میں والد صاحب کو بہترین کھانا کھلا دیا۔ اس کا ذائقہ تھا جو کشفی حالت میں کھانا کھایا تھا اور سیر ہوئے تھے۔

دوبارہ فالج کا حملہ

گیارہ دسمبر 1973ء کو والد صاحب ایک معمولی سی اونچائی سے نیچے گر پڑے۔ بتدریج فالج کے دوسرے حملے نے اثر کرنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ صحت گرتی گئی۔ چھ جولائی 1977ء کو فالج کا شدید حملہ ہوا۔ بہت کمزوری واقع ہوگئی۔ دسمبر 1979 کو بہت نقاہت ہوگئی کئی بار Coma کی حالت بھی آئی پھر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ اپنی بیماری کی حالت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ملاقات کی اور اسی غرض سے میرے ساتھ پاکستان گئے۔ لیکن لاہور کا ویزا تھا۔ ربوہ کا ویزا بڑی کوشش کے باوجود نہیں ملا بعض دوستوں نے کہا اسی طرح ایک دن ملاقات کے لئے چلے جائیں۔ مگر والد صاحب نے بالکل پسند نہیں کیا۔ حضور سے ملنے کی تڑپ بہت تھی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت مصلح موعودؓ آئے ہیں اور خود ہی اپنے ساتھ قادیان دارالامان کی مسجد مبارک میں لیکر گئے ہیں اور فرمایا کہ آپ یہاں رہیں۔

مالی قربانی کا جذبہ

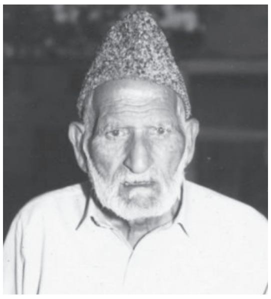
آپ نے جہاں دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ دینی خدمت اور خدمت خلق کے کام کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ مالی قربانی خود بھی کرتے اور ہمیں بھی اس کی تلقین کرتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں محترمہ والدہ صاحبہ کا کچھ چندہ بقایا نکلا۔ گھریلو گزارے کی حالت بھی درست نہیں تھی۔ محترمہ والدہ صاحبہ نے اپنے خاوند سے اپنا زیور فروخت کر کے چندہ ادا کرنے کی اجازت چاہی آپ نے فوراً دے دی جس پر والدہ نے ساری رقم چندہ میں ادا کر دی۔ آپ نے مورخہ تین جنوری 1943ء کو وصیت کی تھی بمطابق ریزولیوشن ایکس اپریل 1943ء نمبر 235 صدر انجمن احمدیہ اور ایک بٹا آٹھ حصہ آمد ادا کرتے رہے۔ لازمی چندہ جات کی ادائیگی کے علاوہ دیگر چندہ جات اور تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔

وفات اور اولاد

والد صاحب کو آخری عمر میں شدید بخار ہوا، بخار کی کیفیت تقریباً ایک ماہ رہی۔ کبھی بخار بڑھ جاتا اور کبھی کم ہو جاتا۔ بہت سے ڈاکٹروں کو دکھلایا گیا۔ مورخہ پندرہ اکتوبر 1982ء کا دن ہم سب بہن بھائیوں کے لئے بہت افسوس اور صدمہ کا دن تھا جب کے ہمارے پیارے ابو جان محترم بہادر خان صاحب درویش صبح پونے دس بجے 75 سال کی عمر میں ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خاکسار کو ملا کر ہم تین بھائی اور پانچ بہنیں والد صاحب کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو والد صاحب کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

44 محترم میاں عبدالعظیم صاحب درویش

(مکرم مامون الرشید تبریز صاحب ۔ مربیّ سلسلہ شعبہ تدوین تاریخ احمدیت بھارت)



میرے دادا جان محترم میاں عبد العظیم صاحب درویش ولد رحمت اللہ صاحب پنڈی بھٹیاں اپنی پیدائش کے سال کے بارہ میں خاکسار کو بچپن میں یہ بتایا کرتے تھے کہ میری پیدائش حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی وفات کے سال (یعنی 1914ء) میں ہوئی تھی۔ آپ کے پانچ بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔

قبولیت احمدیت۔ محترم حضرت میاں محمد مراد صاحب حافظ آبادی جو صاحب کشف بزرگ تھے ،ان کی تبلیغ سے دادا جان کو احمدیت جیسی پیاری نعمت حاصل ہوئی محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم ۔اے درویش نے اپنی کتاب ''تابعین اصحاب احمد جلد اوّل'' میں دادا جان کی ایک روایت درج کی ہے جس سے آپ کے قبول احمدیت کے بارہ میں معلوم ہوتا ہے۔ ''حضرت میاں محمد مراد صاحب کا اوڑھنا بچھونا تبلیغ تھا۔ ذاتی نقصانات جھیلتے لیکن قطعاً پروانہ کرتے۔ کاروبار تباہ ہوگیا۔ مکرم شیخ عبد القادر صاحب (سابق سوداگرمل) کے مسلمان ہونے کے باعث ہندو برافروختہ ہوگئے اور بالآخر میاں صاحب کو بیرانوالہ سے بھاگ کر پنڈی بھٹیاں جانا پڑا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ دختر یار محمد صاحب سکنہ پنڈی بھٹیاں کھاتے پیتے گھرانے کی تھیں۔ وہاں موصوفہ کے حصے کا مکان بھی تھا۔ میں تیرہ چودہ سال کا نوجوان تھا۔ مخالفین کے اعتراض لیکر آیا۔ آپ نے مجھے الفضل پڑھنے کو دیا۔ اور جب بھی آتا الفضل پڑھنے یا سنانے کو کہتے اور میری تعریف کرتے۔ کہ تمہارا علم میرے بچّوں سے زیادہ ہے۔ اس طرح مجھ پر اثر ہونے لگا۔ پھر آپ نے مجھے حضرت حافظ روشن علی صاحب کی تقریر جلسہ سالانہ 1927ء اور پھر تحفۃ الملوک کتاب دی جن کے مطالعہ سے مسائل حل ہوگئے اور 1928ء کے اوائل میں میں نے بیعت کرلی۔ میں اپنے خاندان میں سب سے پہلا احمدی تھا۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 21-20)

دادا جان کا نام اخبار الفضل 17 مئی 1929ء کی فہرست نومبایعین میں 981 نمبر پر درج ہے۔

غرض یہ کہ بہت چھوٹی عمر میں دادا جان کو قبولیت حق کی توفیق ملی۔ یہ وہ عمر تھی جس میں انسان لہو ولعب کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن دادا جان چونکہ شروع سے ہی مذہبی معاملات میں دلچسپی رکھتے تھے، آپ کا مذہب کے لئے جوش اور ذوق استفہام یہ رنگ لایا کہ آپ احمدیت کے رنگ میں رنگین ہوگئے اور یہاں سے ہمارے خاندان میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

قبول احمدیت کے بعد مصائب: دادا جان کہا کرتے تھے کہ میری بیعت کا علم جب والد صاحب کو ہوا تو انہوں نے مجھے بہت زدوکوب کیا تھا۔ دادا جان اکثر اپنے سر پر زخم کا ایک بڑا نشان دکھایا کرتے تھے اور بتایا کرتے تھے کہ میری قبولیت احمدیت کے بعد والد صاحب اس قدر برہم تھے کہ ایک موقعہ پر میرے سر پر غصّہ میں شیشے کی بوتل دے ماری جس سے سر پھٹنے پر لہولہان ہوگیا تھا۔ غرض دادا جان کو قبول حق کے بعد خاندان کے کسی اور فرد سے تو اتنی تکلیف نہیں پہنچی مگر اپنے والد صاحب کے ہی ظلم کا شکار ہونا پڑا۔ اور گھر بار بھی چھوڑنا پڑا۔ چنانچہ دادا جان ان مظالم کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

''مجھے والد صاحب نے عاق کردیا۔ میں قادیان آیا اور ایک سال بعد دو اڈھائی صد روپیہ کما کر واپس گیا۔ تو بھی والد صاحب کے غصّہ میں کسی قسم کی کمی نہ تھی۔ فوراً انہوں نے میرے کپڑے اتروا کر ایک معمولی لنگوٹی بندھوائی۔ روپیہ اور سامان چھین لیا اور نہایت بے رحمی سے زدوکوب کرکے بری طرح زخمی اور لہولہان کرکے کمرہ میں مقفل کرکے چلے گئے۔ میں وہاں سے کسی طرح نکل کر بھاگا۔ ان کی شدت مخالفت کے باعث ہر ایک احمدی بھی جس کے پاس گیا سخت خائف ہوا۔ اور بمنّت کہا کہ وہ مجھے پناہ نہیں دے سکتا۔ والد صاحب کے ایک مخالف دور کے رشتہ دار کے ہاں پناہ لی اور اگلے روز وہاں سے چلا گیا۔ اور بالآخر سیّد والا میں میں نے دکان کھول لی۔ کچھ عرصہ بعد وہاں شدید طور پر بیمار ہوا۔ جماعت نے بہت خدمت کی۔ بالآخر ڈاکٹری مشورہ پر مجھے وطن بھجوایا گیا۔ میں کئی روز سے بے ہوش تھا۔ والد صاحب آئے تو اس حالت میں بھی انہوں نے میری چارپائی گھر سے نکلوادی۔

آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ پانچ سال بعد حضرت میاں محمد مراد صاحب کی تبلیغ سے میرے بھائی حافظ محمد عبد اللہ صاحب (والد ماجد مولوی دوست محمد صاحب شاہد مؤلف تاریخ احمدیت ربوہ) اور پھر میرے بھائی میاں اللہ بخش صاحب (ظہور احمد صاحب ناصر ڈرائینگ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ کے والد محترم) احمدی ہوگئے۔ اس سے والد صاحب کے طیش کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے میاں محمد مراد صاحب کو تین دفعہ زدوکوب کیا۔ ایک

دفعہ میاں صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نے مجھے تین دفعہ پیٹا۔ اور آپ کے تین بیٹے جو عقلمند تھے وہ احمدی ہو گئے۔ آپ تین دفعہ اور مار پیٹ کر لیں تا بقیہ تین بھی احمدیت قبول کر لیں۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 21)

والد صاحب کے مقابل مباہلہ میں کھڑے ہونا:

دادا جان کی زندگی میں چھوٹی عمر میں ہی احمدیت کی خاطر قربانیوں کا دور شروع ہو چکا تھا۔ وطن مالوف، مکان و جائیداد اور عزیز و اقارب سے جدائی، غرض کئی قسم کی قربانیاں انہیں دینی پڑیں۔ پھر وہ وقت بھی آیا جس کا تصور کرنا محال تھا۔ باپ کی طرف سے تینوں احمدی بیٹوں کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا گیا۔ واقعہ کی تفصیل دادا جان نے یہ بیان کی:

''ایک دفعہ والد صاحب اور بعض غیر احمدیوں نے ہمیں مباہلہ کی دعوت دی۔ میں نے قادیان آکر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ (حضرت المصلح الموعودؓ) سے ملاقات کر کے عرض کیا۔ حضور نے اجازت عنایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ باپ بیٹا کا تعلق درمیان میں ہے۔ اس لئے آپ یہ شرط رکھ لیں کہ اگر احمدیوں کو نقصان نہ پہنچا تب بھی غیر احمدی ہی غیر صادق ثابت ہوں گے۔ کیوں کہ مباہلہ کی دعوت ان کی طرف سے ہے۔ اسے قبول نہ کیا گیا تو اسے فرار اور عدم صداقت احمدیت پر محمول کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ شرط بھی رکھی گئی کہ میاں محمد مراد صاحب اور ان کے دونوں بھائی اور ہم تینوں بھائی احمدیوں کی طرف سے اور غیر احمدیوں کی طرف سے والد صاحب اور پانچ دیگر افراد تھے۔ اور مباہلہ ہوا۔ ایک سال میں یہ نتیجہ نکلا کہ والدہ وفات پا گئیں جو والد صاحب کے لئے سہارا تھیں۔ اس طرح وہ بکلی دوسروں کے محتاج ہو گئے۔ غلام حیدر (غیر احمدی مباہل) نے داماد کے ساتھ جھگڑے کی وجہ سے نکاح چھڑوانے کے لئے اپنی لڑکی کو عیسائی بنایا۔ جس کے نتیجہ میں وہ باوجود امیر ہونے کے نہایت ذلیل ہو کر روپوش ہو گیا۔ اور بعد میں عدم پتہ ہونے کی حالت میں ہی مر کھپ گیا۔ ایک اور غیر احمدی مباہل کی ہمشیرہ جس سے اسے شدید محبت تھی چھت سے گری اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور عمر بھر کے لئے لنگڑی ہو گئی۔ اور اس وقت تک وہ احمدیت کا جیتا جاگتا زندہ نشان ہے۔ اسی طرح بقیہ تین کو بھی نقصان پہنچا۔

(تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 23-22)

اس مباہلہ کی روئیداد تفصیل کے ساتھ اخبار الفضل 8 مئی 1935ء کے صفحہ 5 پر درج ہے۔ دادا جان کہا کرتے تھے کہ ان کے والد کو اس بات کا بہت غم تھا کہ ان کے تین لڑکے جو عقلمند تھے وہ احمدی ہو گئے ہیں۔ اور آخری عمر تک انہیں اس بات کا افسوس رہا۔ دادا جان فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ والد صاحب قادیان آئے اور کہا کہ میں آپ کے حضرت صاحب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ کام کے تینوں لڑکے جو سمجھدار تھے وہ آپ نے لے لئے۔ دوسرے تینوں میرے پاس رہے۔ میرے ساتھ تبادلہ کر لیں۔ میں نے کہا کہ وہ کھوٹا مال نہیں لیتے۔ اس پر رونے لگے اور واپس چلے گئے۔'' (تابعین اصحاب احمد جلد اول صفحہ 23)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم موءلف تاریخ احمدیت ربوہ کے تحریر کردہ ایک واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حربہ ہمارے پڑدادا صاحب نے اُن کے ذریعہ بھی آزمانا چاہا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت مصلح موعودؓ جن دنوں نخلہ (خوشاب) میں تفسیر صغیر تالیف فرما رہے تھے خاکسار کو اچانک ربوہ خانقاہ ڈوگراں کے قریبی گاؤں کلسیاں جانا پڑا جہاں میرے ایک احمدی چچا اللہ بخش صاحب عرصہ سے مقیم تھے۔ اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ ان دنوں میں دادا صاحب بھی وہیں موجود تھے اور اگرچہ بڑھاپے نے انہیں بہت کمزور کر دیا تھا مگر ان کی احمدیت دشمنی بدستور عالم شباب پر تھی۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ تمہارے خلیفہ صاحب سے ملکر فریاد کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میں واپسی پر سیدنا حضور ہی کی خدمت اقدس میں جا رہا ہوں۔ مجھے اپنا پیغام دے دیں، جاتے ہی پہنچا دونگا۔ انہوں نے درد بھرے دل سے مجھے کہا کہ میرے چھ بیٹے ہیں جن میں سے تین بچوں کو جن میں ایک حافظ قرآن اور دوسرے دو بھی عقلمند اور صاحب علم ہیں تمہارے خلیفہ صاحب نے مجھ سے چھین لئے ہیں اور باقی تین جو انپڑھ یا معذور تھے میرے حوالے کر دئے ہیں۔ انہیں میری طرف سے درخواست کریں کہ انہیں تو گنتی ہی پوری کرنی ہے وہ تبادلہ کر لیں میں قبر کے کنارے آپہنچا ہوں۔ اس آخری وقت میں یہ تقسیم میرے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہے۔ میں ان سے ملاقات کے بعد ربوہ سے ہوتا ہوا سیدھا جابہ پہنچا۔ اس دن مکرم چوہدری احمد جان صاحب کی قیادت میں ضلع راولپنڈی کے مخلصین اپنے محبوب و مقدس آقا کی زیارت کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔

سب سے پہلے انہی کو شرف ملاقات عطا ہوا۔ جس کے بعد خاکسار کو دربار خلافت میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ تصرف الٰہی ملاحظہ ہو کہ حضور نے از خود میاں محمد مراد صاحب کے اخلاص و خدمات کا تذکرہ شروع فرما دیا جس پر میں نے عرض کیا کہ خاکسار اپنے دادا صاحب کا ایک خصوصی پیغام لے کر

آیا ہے کہ آپ نے میرے حافظ قرآن اور پڑھے لکھے بیٹوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ میرے دوسرے ان پڑھ یا معذور بچوں سے تبادلہ کر کے اپنی گنتی پوری کرلیں اور جیسا کہ بعد میں مولانا عبد الرحمن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری نے مجھے بتایا کہ اہل راولپنڈی کی ملاقات کے دوران حضور بالکل خاموش رہے اور مصافحہ کیا مگر جونہی حضور نے میرے دادا کا پیغام سنا حضور بہت مسکرائے اور حضور کا روئے مبارک خوشی سے تمتما اُٹھا اور پیار بھرے انداز میں فرمایا کہ اپنے دادا کو میرا پیغام پہنچا دیں کہ مجھے بیٹوں کا تبادلہ بخوشی منظور ہے۔ آپ اپنے غیر احمدی بیٹے میرے حوالے کر دیں اور آپ کے احمدی بیٹوں کو میری طرف سے اجازت ہے کہ وہ احمدیت ترک کر کے آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ پیغام لئے میں اگلے دن واپس دادا صاحب کے پاس پہنچا اور انہیں مبارکباد دی کہ ہمارے امام عالی مقام نے بچوں کا تبادلہ منظور کرلیا ہے۔ لیکن جب میں نے پیغام کی تفصیل بتائی تو وہ زار وقطار بچوں کی طرح رونے لگے اور کہا تمہارے خلیفہ صاحب کتنے چالاک ہیں انہیں یقین ہے کہ میرے مرزائی بیٹے تو کبھی ''مرزائیت'' کو نہیں چھوڑیں گے اس لئے اب وہ میرے دوسرے تین بیٹوں پر بھی اپنا ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں۔ ہم لوگ مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے مگر دادا صاحب نے دوبارہ شور فغاں شروع کر دیا۔

داداجان تھوڑے عرصہ بعد اپنے دل میں ہزاروں حسرتیں لئے چل بسے، ایک بیٹے نے جو پنڈی بھٹیاں کی ایک برلب سڑک مسجد کا امام تھا خودکشی کر لی، دوسرا جو پاؤں سے معذور تھا لاولد اس جہان سے اٹھ گیا۔ اس کے مقابل تینوں احمدی بیٹوں نے لمبے عرصے تک خدمت دین کی توفیق پائی اور عمر بھر مخالفتوں کے طوفانوں میں کوہ استقلال بنے رہے اور اب ان کی اولادیں پاکستان، انڈیا، ماریشس، کینیڈا، جرمنی میں پھل پھول رہی ہیں جو محض خدا کا فضل اور اس کے خلیفہ موعود سیدنا محمود نور اللہ مرقدہ' کی مقبول دعاؤں کا کھلا اعجاز ہے۔

(''اقلیم خلافت کے تاجدار'' از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 11 تا 13 بحوالہ ماہنامہ خالد اگست ستمبر 2010 صفحہ 32-31)

قادیان میں آمد: غرض اپنے والد صاحب کی مخالفت کے پیش نظر داداجان اپنے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور 1929ء میں پہلے سید والا پھر دہلی دروازہ لاہور میں عارضی قیام کرتے ہوئے بالآخر مستقل طور پر قادیان دارالامان آ گئے۔ اور یہاں اپنا جلد سازی کا کام شروع کیا جسمیں اسقدر برکت ہوئی کہ قادیان میں اپنا گھر بھی بنالیا اور دکان بھی خرید لی۔ وہ بتاتے تھے کہ انہوں نے قادیان آکر سب سے پہلے مسجد اقصیٰ کے نیچے والے بازار میں کچھ عرصہ آم فروخت کئے۔ جب اسقدر رقم جمع ہوگئی کہ سامان جلد سازی وغیرہ خریدا جاسکے تو سامان خرید کر جلد سازی کا کام شروع کیا۔

قادیان میں داداجان نے محسوس کیا کہ دینی اور دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے یہ ایک بہترین جگہ تھی۔ اور پھر یہ کہ خلافت کا قرب بھی حاصل ہے۔ اور ہر لحاظ سے قادیان اور جگہوں کے مقابل ایک امتیازی شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ سوچ کر داداجان نے اپنے بھتیجے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم ومغفور مولف تاریخ احمدیت کو انکی صغر سنی میں تعلیم کی غرض سے قادیان بلالیا۔ تقسیم ملک سے قبل داداجان نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی حمیدہ خاتون صاحبہ سے اور دوسری شادی محترمہ رئیسہ بانو صاحبہ (والدہ ماجدہ محترم تایاجان مولانا خورشید احمد صاحب انور وکیل المال تحریک جدید قادیان) سے ہوئی۔ دور درویشی میں داداجان نے تیسری شادی صوبہ اُڑیسہ کی جماعت محی الدین پور (سونگھڑہ) میں محترمہ سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے 1953ء میں کی۔ داداجان کے ہاں آٹھ بیٹے اور ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے۔ اور اب تو ان کی بھی اولادیں ہندوستان۔ انگلستان، بیلجیم، امریکہ و ماریشس میں موجود ہیں۔

زمانہ درویشی میں تمام درویشان کے گھریلو حالات تو تقریباً ایک جیسے ہی تھے۔ ان تمام درویشان نے وہ آرام وآسائش جو تقسیم ملک سے قبل انہیں حاصل تھے ترک کر کے اپنے پیارے آقا سیدنا المصلح الموعودؓ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مرکز احمدیت کی حفاظت کے لئے دیار حبیب میں رہنا پسند کیا تھا۔

خاکسار کے داداجان کے حالات بھی ان درویشوں سے جدا نہ تھے۔ دادی جان بیان کرتی ہیں کہ شروع شروع میں جب وہ شادی کے بعد قادیان آئیں تو داداجان کے حالات باقی درویشوں کی طرح تنگ دستی میں گزر رہے تھے۔ گھر میں بچوں کی ولادت ہوئی تو اور تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے چلتے دادی جان نے گھر میں مرغیاں پال لیں، جن کے انڈے فروخت کر کے تھوڑی بہت آمد ہونے لگی۔ جلد سازی کا کام شروع شروع میں بالکل نہیں چلتا تھا، بعد میں جب حالات کچھ سازگار ہوئے تو داداجان نے صدر انجمن کا پرانا کتب خانہ ''بک ڈپو تالیف واشاعت'' نیلامی میں خرید لیا۔ اور پھر آخری عمر تک اس کتب خانہ کو ''احمدیہ بک ڈپو'' کے نام سے چلاتے رہے۔ جو اب بھی آپ کے ایک فرزند مکرم چچا عبد الحمید صاحب قمر قادیان میں چلا رہے ہیں۔

مطالعہ کا شوق اور تصانیف: داداجان کو کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اور اکثر اپنے کتب خانہ میں بیٹھ کر مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک عام انسان ہونے کے باوجود ان کا دینی علم کسی عالم سے کم نہیں تھا۔ چنانچہ اسی مطالعہ کی بناء ''وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ'' کے نام سے ایک کتابچہ

شائع کیا۔جس میں آپ نے سلسلہ کی اس وقت شائع ہو چکی تمام کتب کا اندراج کیا۔اور ہر کتاب کے ساتھ اس کا مختصر تعارف بھی درج کیا۔آپ کی دوسری تصنیف جو آپ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں قلمبند کی وہ ''عجائبات و کمالات ختم نبوت'' ہے۔عجائبات و کمالات ختم نبوت کے تعلق سے یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی تالیف کے وقت دادا جان کی بصارت بہت متاثر ہو چکی تھی۔اس وقت میری عمر آٹھ نو سال کے قریب ہو گی۔مہمان خانہ میں دادا جان کے ایک نئے احمدی دوست رہا کرتے تھے جو غالباً کشمیر کے تھے۔دادا جان نے انہیں ایک نوٹ بک خرید کر دی ہوئی تھی۔آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر مہمان خانہ تشریف لے جاتے اور عشاء کی اذان تک وہاں بیٹھ کر اپنے دوست کو فی البدیہہ کتاب مذکورہ کا مضمون لکھوایا کرتے تھے۔کہاں کون سی آیت کا ذکر کرنا ہے اور کہاں کس حدیث کو لانا ہے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتوں کو کہاں کہاں مزین کرنا ہے سب زبانی لکھوایا کرتے تھے۔اس بات سے دادا جان کی علمی صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔

تبلیغ کا شوق: دادا جان کو تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک تھا۔اور ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ احمدیت کی نعمت جو ان کو حاصل ہوئی وہ دوسروں کو بھی حاصل ہو جائے۔یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی موقعہ دعوت الیٰ اللہ کا آپ خالی نہیں جانے دیتے تھے۔اکثر میں نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ قادیان کی زیارت کے لئے آنے والے غیر مسلموں کو منارۃ المسیح اور بہشتی مقبرہ وغیرہ دکھانے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے اور زیارت سے فارغ ہونے کے بعد انہیں پُر زور تبلیغ کرتے۔اسی شوق تبلیغ میں آپ اکثر دار الضیافت بھی جایا کرتے۔کیونکہ دار الضیافت میں غیر احمدی یا غیر مسلم احباب کی آمد و رفت رہتی تھی۔اور اس طرح آپ کو تبلیغ کا موقعہ مل جاتا تھا۔دادا جان کے دوستوں میں ایک کثیر تعداد ان غیر مسلموں کی تھی جنہیں آپ اکثر پیغام حق پہنچایا کرتے تھے۔اور ان سے ملاقات کے لئے اکثر قادیان سے باہر بھی جایا کرتے تھے۔مکرم عطاالرحمٰن صاحب خالد مربی سلسلہ اپنی قبول احمدیت کی داستان مطبوعہ ماہنامہ مشکوٰۃ مئی 2000 ء میں یہ ذکر کرتے ہیں کہ جب وہ پہلی مرتبہ قادیان آئے اور اس وقت انہوں نے بیعت نہیں کی تھی اور سناتن دھرم کے عقائد پر کاربند تھے، قادیان میں دار الضیافت میں روزانہ دادا جان ان سے ملنے آتے تھے۔

کتابوں سے محبت اور دلچسپی: دادا جان کو کتابوں سے بہت محبت تھی۔آپ کتاب سے جدا ہوئے اوراق کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔میرے پاس اُنکی بعض کتب ایسی موجود ہیں جن کا اگرچہ کوئی ایک صفحہ ضائع ہو چکا تھا،دادا جان ضائع ہو چکے صفحہ کی جگہ سادہ کاغذ لگا کر قلمی تحریر سے عبارت مکمل کرواتے اور کتاب کو ضائع ہونے سے بچا لیتے تھے۔ایسا بھی دیکھا گیا کہ بعض قرآن کریم جو پرانے تھے،اور انکے شروع اور آخر کے سپاروں کے اوراق ضائع ہو گئے تھے۔دادا جان شروع اور آخر کا سپارہ نیا لگا کر قرآن کریم کو مکمل صورت دے دیا کرتے۔ایسا وہ اس لئے ہرگز نہیں کرتے تھے کہ آپ کے بک ڈپو کی کوئی کتاب فروخت کے قابل ہو جائے،ایسی کتاب کون خریدے گا جس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوں۔یہ محض اس لئے کرتے کہ سلسلہ کی کتاب ضائع نہ ہو اور مطالعہ کے قابل رہے۔دادا جان نہایت خوش مزاج وجود تھے۔خود بھی خوش رہنا اور دوسروں کو بھی خوش کر دینا ان کا معمول تھا۔جو بھی آپ سے ملا اس نے آپ کی خوش مزاجی کی تعریف کی۔خاکسار کو ہندوستان کی جماعتوں میں دورہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔بہت سے ایسے احباب مجھے ملے ہیں جنہوں نے آپ کے اس وصف کی تعریف کی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں بہت سے احباب جو آپ کے دوست تھے اب بھی آپ کو یاد کرتے ہیں۔

مالی قربانیوں کا شوق: دادا جان بہت شوق سے مالی قربانیوں میں حصہ لیا کرتے تھے۔اور اپنی اولاد کو بھی اسکی ترغیب دلایا کرتے تھے۔خاکسار کے والد محترم عبد العزیز صاحب اصغر بیان کرتے ہیں کہ وہ جب بھی کچھ کما کر گھر آتے،تو دادا جان ان سے دریافت کرتے کہ کیا تم نے اس آمد سے چندہ ادا کر دیا ہے؟

دادا جان اپنی بیعت کے چوتھے سال مورخہ 29/12/1932 کو نظام وصیت میں شامل ہوئے۔اور آخری دم تک اس پر کاربند رہے۔آپ کا اعلان وصیت اخبار فاروق مورخہ 28 اگست 1933ء میں درج ہے۔آپ اپنی اولاد کو ہمیشہ باشرح چندوں کی ادائیگی کی طرف تلقین کرتے،اور کہا کرتے تھے کہ تم لوگوں سے تو چھپا سکتے ہو مگر اللہ سے ہرگز نہیں چھپا سکتے۔وہ تم کو ہمیشہ دیکھتا ہے۔آپ دیگر مالی تحریکوں میں بھی شوق سے حصہ لیا کرتے تھے۔

بچوں سے محبت اور انکی تربیت: دادا جان کو بچوں سے بہت محبت تھی۔جب بھی کوئی بچہ آپ کے پاس سے روتا ہوا گزرتا تو آپ کسی نہ کسی ڈھب سے اُسے بہلا لیتے۔بچوں کو خوش کرنے کے لئے آپ انہیں کاغذ کا مینار مسجد اور پھول وغیرہ بنا کر دے دیتے۔کاغذ کی اشیاء بنانے کا یہ فن صرف بچوں کے لئے ہی ظاہر کرتے تھے۔بچوں کی تربیت کا بھی آپ کو خاص خیال تھا۔بچوں سے مار پیٹ کے آپ سخت مخالف تھے۔مجھے یاد ہے کہ بچپن میں وہ مجھے بہت سی نصیحت آموز کہانیاں سنایا کرتے تھے۔تمام انبیاء علیہم السلام کے واقعات کہانی کے رنگ میں سناتے۔یہ بھی بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کونسی باتوں سے

خوش ہوتا ہے اور کونسی باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ ہر بات عام فہم آسان الفاظ میں بیان کرتے جو ذہن پر نقش ہو جاتی تھی۔ دادا جان نماز اور جلسوں میں ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

دادا جان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت بھروسہ تھا۔ آپ کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات گزرے ہیں جنہوں نے آپ کے اس جذبہ کو اور زیادہ تقویت دی۔ میرے والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ موضع بھینی میاں خاں (قادیان سے جانب مشرق سولہ کلومیٹر دوری پر واقع ہے) کے کچھ سکھ احباب دادا جان کے پاس آئے اور کہا کہ جلد بندی کا کچھ کام ہے لیکن اسکے لئے آپ کو وہاں آنا ہوگا۔ کچھ دن بعد دادا جان والد صاحب کو لیکر جو اس وقت چھوٹے تھے، چلے گئے۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ دراصل گورو گرنتھ صاحب کی جلد بندی کی جانی ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ کام کیا۔ ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کرتے رہے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو آپ کو اُجرت پیش کی جانے لگی۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ گورو گرنتھ صرف آپ کی ہی کتاب نہیں بلکہ ہم مسلمانوں کی بھی ہے۔ کیونکہ اس میں جگہ جگہ گورو نانک دیو جی نے مسلمانوں کو بھی نماز اور قرآن کی تلقین کی ہے۔ لہٰذا میں اس کام کی اجرت نہیں لے سکتا۔ میں نے تو یہ سیوا (خدمت) کی ہے۔

اسکے بعد دادا جان والد صاحب کو لیکر واپس قادیان آگئے، اور راستے میں والد صاحب کو سمجھاتے رہے کہ ہم آئے تو کمائی کی غرض سے تھے مگر واپس خدمت کر کے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نیکیوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ اسکا اجر بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگلے دن وہی سکھ احباب ایک تانگے میں آٹا، دال، چاول اور نہ جانے کیا کیا بوریوں میں بھر کر لائے۔ اس وقت دادا جان کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سارا سامان گھر میں رکھوا دیا اور جاتے وقت یہ کہہ گئے کہ کل آپ نے سیوا کی تھی آج ہمیں سیوا کا موقعہ دیں۔ والد صاحب کے مطابق ڈیڑھ ماہ تک وہ راشن گھر میں استعمال ہوتا رہا جو کہ اصل اُجرت سے بھی کئی گنا زیادہ تھا۔ ایسے بہت سے واقعات آپ کی زندگی میں گزرے ہیں کہ خدا تعالیٰ زندگی کے ہر موڑ پر خود آپ کا کفیل ہوا۔

خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے محبت: دادا جان کو خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے پناہ محبت تھی۔ والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں انہوں نے ہمیشہ خلافت سے وفا اور محبت کا سبق دیا ہے۔ دادا جان نے تقسیم ملک سے قبل ایک لمبا عرصہ خلافت کے زیر سایہ قادیان میں گزارا۔ آپ شمع خلافت کے پروانے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی دلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے آپ اکثر فرماتے کہ " ہم تو اس خاندان کی کفش برداری کے بھی لائق نہیں۔ اس خاندان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، اسی خاندان کی بدولت ہمیں ہدایت نصیب ہوئی۔ وگرنہ ہم تو ضلالت اور گمراہی میں مبتلاء تھے۔"

دادا جان نے اپنی تمام زندگی نہایت سادگی کے ساتھ گزاری۔ کبھی دنیاوی خواہشات کی پیروی نہیں کی۔ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ مورخہ 14 جنوری 1991ء کی شام کو آپ حسب معمول مہمان خانہ گئے، جہاں آپ نئے آنے والے مہمانوں کی خبر گیری اور ان سے تبلیغی گفتگو کے لئے روزانہ جایا کرتے تھے۔ چونکہ نظر کمزور تھی اس لئے آپ ٹھوکر لگنے کی وجہ سے گر گئے۔ اس وقت آپ کی پیشانی پر معمولی سی چوٹ آئی۔ لیکن اس کے بعد دن بدن آپ کی صحت مضمحل ہونے لگی۔ اس وقت احمدیہ شفاخانہ قادیان میں علاج معالجہ کی ایسی سہولیات میسر نہیں تھیں جیسی کہ اللہ کے فضل سے اب نور ہسپتال میں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ دادا جان کو گورو نانک ہسپتال امرتسر لے جانا پڑا۔ لیکن جب تقدیر الٰہی غالب ہو چکی ہو تو تمام تدبیریں رائیگاں جاتی ہیں۔ ہم دادا جان کو واپس قادیان لے آئے۔ اور چند روز کے بعد یکم اپریل 1991ء بمطابق 15 رمضان 1370ھ بوقت 9 بجے شب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

اس وقت آپ کی عمر 78 سال تھی۔ اگلے روز مدرسہ احمدیہ کے صحن میں بعد نماز عصر محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد نماز جنازہ بمقام بہشتی مقبرہ تدفین عمل میں آئی۔ دادا جان ان خوش قسمت درویشوں میں سے ایک ہیں جن کی نماز جنازہ غائب خلیفۂ وقت حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی، اور جلسہ سالانہ قادیان 1991ء میں جب حضور قادیان تشریف لائے اور جن مرحوم درویشان کے مزار پر دعا کی، ان میں آپ بھی شامل ہیں۔ دادا جان کا شمار اُن خوش بختوں میں ہوتا ہے جنہوں نے دین کی خاطر اپنے گھر بار اور رشتہ داروں کو خیر باد کہا۔ مصیبتوں اور تکالیف کو آرام و آسائش پر ترجیح دی۔ خدا کے نام کی بلندی اور اس کے دین کے غلبہ کے لئے اپنی ساری زندگی کوشاں رہے۔ حقیقت میں میرے دادا جان دورِ درویشی کا ایک درخشندہ باب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے، جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے احسن رنگ میں خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

45 محترم مولانا عبد الرحیم اوگامی صاحب درویش

(مکرم سید ناصر احمد ندیم صاحب۔ ماندوجن، کشمیر)



لمبا کتابی چہرہ، ستواں ناک، لمبی اور سفید برف جیسی داڑھی، سر پر سفید اور اونچے طرے والی پگڑی، ہاتھ میں عصا لئے، ہر موسم میں شیروانی زیب تن کئے ہوئے خراماں خراماں چلنے والے، دشمن ہو یا دوست، اپنا ہو یا پرایا، آپ پر اچانک نظر پڑتے ہی دل پلٹ کر پھر دیکھنے کیلئے مجبور ہو جاتا، یہ خوبصورت حلیہ والے اور مخصوص لباس میں ملبوس رہنے والے بزرگ تھے وادی کشمیر کے معروف واعظ خطیب، مبلغ محترم مولوی عبد الرحیم صاحب اوگامی جو مورخہ 22 فروری 2008ء کو قریب اسیّ سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ کی پیدائش اندازاً 1928ء میں اوگام نامی ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی جو ناصر آباد جماعت کے بالکل قریب مغربی جانب واقع ہے۔ والد صاحب کا نام عبد العزیز ڈار تھا۔ آپ نے اپنے استاد حضرت مولوی قطب الدین صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ 1944ء میں بیعت کی تھی اور 1946 میں حصول تعلیم کیلئے قادیان چلے گئے۔ مولوی صاحب مرحوم وادی بھر میں عمومی طور پر اور جنوبی کشمیر میں خصوصی طور پر ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ راہ چلتے تو لوگ رُک رُک کر آپ کی سحر انگیز اور متاثر شخصیت کو جی بھر کر دیکھا کرتے۔ جہاں بھی کھڑے ہوتے آپ کے آس پاس لوگوں کی بھیڑ جمع ہو جاتی۔ دعا کیلئے درخواستیں کی جاتیں، سوالات کئے جاتے، بازار میں چل رہے ہوتے یا دیہات میں، بس میں سوار ہوتے یا ٹانگہ پر، آپ اپنے مخصوص حلئے کی بنا پر سب کی نظروں کا مرکز بنے رہتے۔

تبلیغ احمدیت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ بس میں ہوتے یا بازار میں گاؤں میں ہوتے یا گھر میں غرض جہاں اور جس جگہ ہوتے تبلیغ کا کام جاری رہتا، عربی زبان پر عبور تھا اور مقامات حریری از بر تھے بعض اوقات علمی مجلس میں بوریت دُور کرنے کیلئے سبع معلقات میں سے منتخب اشعار سنا سنا کر محفل کو قہقہہ زار بناتے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر عرب احمدیوں اور زائرین کو پکڑتے۔ اُن سے عربی میں گفتگو کر کے اپنی تشنگی اور پیاس کو بجھاتے۔ عبادت گذار اور تہجد گذار اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ کافی عرصہ تک بحیثیت دیہاتی مبلغ خدمات سلسلہ سرانجام دیتے رہے۔ ملازمت سے فراغت کے بعد بھی تبلیغی فریضہ کو اس رنگ میں ادا کرتے رہے کہ باقاعدہ اور بامشاہرہ مبلغین اور معلمین بھی بہت کم اس طرح تبلیغی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ کشمیری زبان میں کم از کم ہم نے جماعت میں اُن جیسا واعظ اور خطیب نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی سے نوازا تھا جس کا بھرپور استعمال کرتے تھے۔ ہر جماعت میں ان کا انتظار رہتا تھا اور افراد کو بھی ان سے ایک والہانہ محبت تھی۔

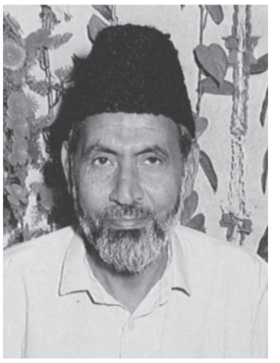
مستجاب الدعوات بزرگ اور عالم باعمل تھے۔ احمدی غیر احمدی سب آپ سے فیض یاب ہوتے۔ آپ درویش تھے۔ اور تین سو تیرہ درویشان کی فہرست میں آپ کا نمبر 100 ہے۔ (بحوالہ الفرقان ربوہ، درویشان قادیان نمبر، اگست، ستمبر، اکتوبر 1963ء)

آپ نے تبلیغی فریضہ کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ آنے دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس عاشقانہ اور مخلصانہ ادا کو پسند فرمایا اور آپ کو مالی وسعت بھی عطا کی۔ چونکہ کافی عرصہ پہلے ہی سے موصی تھے۔ آخری عمر میں حصہ جائیداد کی ایک معقول رقم اپنی صحت مندی کے ایام میں ہی ادا کر دی اور وصیت کا حساب کلیئر کر دیا۔ بوقت وفات اگرچہ موسم انتہائی ناساز اور برف باری کا تھا لیکن اس کے باوجود وادی کشمیر کے کونے کونے سے احمدی احباب آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے اور آپ کے بڑے بیٹے مکرم امین صاحب تنویر نے آپ کی میت پہلے سے تیار شدہ تابوت میں رکھ کر بذریعہ وین قادیان پہنچائی اور یوں وادی گلپوشی کا یہ نامور خطیب بہشتی مقبرہ جیسی مقدس آرام گاہ میں ابدی نیند سو گیا۔

خدا رحمت کند، ایں عاشقانِ پاک طینت را

46 محترم مولوی فیض احمد صاحب درویش

(مکرم شمس الدین مبارک۔ کارکن نور اسپتال قادیان)



والد محترم مولوی فیض احمد صاحب درویش 1928ء میں چک 5 گ سب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ مرحوم کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے مکرم ماسٹر خان صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ مرحوم واقف زندگی تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی تحریک پر قادیان آگئے اور 1947ء کے پر آشوب زمانہ میں قادیان کی مقدس بستی میں شعائر اللہ میں مختلف ڈیوٹیاں دیتے ہوئے اپنا وقت گذارتے رہے۔

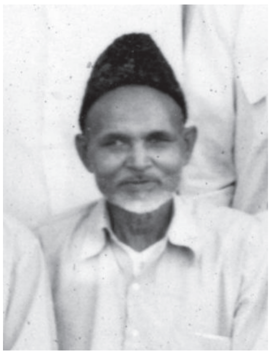
جب ملکی حالات اچھے ہوئے امن و امان بحال ہوا تو مرحوم کو دیہاتی مبلغ سلسلہ کے طور پر نند گڑھ مہاراشٹر کے علاقہ میں مقرر کیا گیا جہاں پر مرحوم تبلیغی و تربیتی کام کرتے رہے۔ 1960ء میں مرحوم کا تبادلہ تیماپور کرناٹک کی جماعت میں ہوا۔ یہ جماعت بھی پرانے احمدیوں کی جماعت تھی۔ گو یہاں پر عبد اللہ صاحب تیماپوری کے ماننے والے بھی موجود تھے اور غیر احمدیوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ یہاں پر آپ کی تبلیغ کے نتیجہ میں مکرم کے شفیق احمد صاحب اور کے رفیق احمد صاحب دونوں بھائی احمدی ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دونوں مخلص احمدی ہیں مرحوم والد صاحب تبلیغ کیلئے بیجاپور بھی جایا کرتے تھے وہاں آپ کی تبلیغ سے ایک گھرانہ مکرم اسماعیل احمد صاحب ٹیلر اُن کی والدہ اور بھائی احمدی ہوئے۔

پھر مرحوم والد صاحب کا تیماپور سے 40 کلومیٹر دور یادگیر کی جماعت میں تبادلہ ہوا۔ جماعت احمدیہ یادگیر حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہوئی اور سیٹھ صاحبؓ کے ذریعہ ہی تیماپور، دیودرگ، گلبرگہ اور یادگیر کے ارد گرد جماعتیں قائم ہوئی تھیں۔ یہاں کی جماعت میں ایک لمبا عرصہ والد صاحب بطور مبلغ خدمت بجالاتے رہے۔ والد صاحب کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں یادگیر میں مکرم ماسٹر نور الدین صاحب ہیڈ ماسٹر پرائمری اسکول اور ایک مخلص عرب جو کہ یمنی تھے احمدی ہوئے اس کے نتیجہ میں یادگیر میں مخالفت مزید بڑھ گئی۔ یادگیر سے 100 کلومیٹر دور قصبہ ہنچال میں بھی آپ کے ذریعہ جماعت قائم ہوئی۔ مکرم چاند پٹیل صاحب اپنے بھائی اور بیوی بچوں کے ساتھ بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوئے۔ مکرم چاند پٹیل صاحب کے ہاں اولاد نرینہ نہیں تھی۔ والد صاحب مرحوم کے ساتھ محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب بھی ایک دفعہ ہنچال گئے اور تین دن قیام کے دوران اولاد نرینہ کیلئے دُعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ جس کا نام فضل الٰہی ہے۔ آج کل یہ نوجوان معلم بن کر سلسلہ کی خدمت کر رہا ہے۔

والد صاحب مرحوم یادگیر میں قیام کے دوران ارد گرد کی جماعتوں تیماپور، دیودرگ، شاہ آباد، شاہ پور، گلبرگہ اور ہنچال وغیرہ دورے کرتے رہے اور جماعتی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔ مرحوم والد صاحب کی ان مساعی کے نتیجہ میں غیر احمدیوں میں ایک کھلبلی مچ گئی جس کے نتیجہ میں یادگیر میں جماعت احمدیہ اور اہل سنت والجماعت کے درمیان 1963ء میں ایک زبردست مناظرہ ہوا تھا جو کتابی شکل میں " مناظرہ جماعت احمدیہ یادگیر " کے نام سے شائع شدہ ہے۔ اِس کے بعد والد صاحب مرحوم شیموگہ، سورب، ساگر کی جماعتوں میں خدمت بجالاتے رہے۔ پھر آپ کو مرکز قادیان میں واپس بلوالیا گیا۔ یہاں پر ریٹائرمنٹ تک آپ کو جامعہ احمدیہ میں خدمت کا موقع ملا اور ساتھ آنریری طور پر دفتر انصار اللہ بھارت میں خدمت بجالاتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وفات سے چند سال قبل تک دفتر انصار اللہ بھارت میں بطور قائد عمومی خدمت بجالاتے رہے۔ ننگل میں مسجد کی تعمیر کیلئے آپ نے بہت کوشش کی۔ ننگل باغبانہ میں بحیثیت صدر لوکل جماعت کی خدمت کی بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔

مرحوم والد صاحب نہایت ہی سادہ طبیعت رکھتے تھے تہجد گذار اور دُعا گو تھے مرحوم کی اہلیہ اوّل سے خاکسار کے علاوہ چار بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹیاں پاکستان میں بیاہی ہیں اور ایک بیٹی عزیزہ بشریٰ بیگم اہلیہ مکرم چوہدری صلاح الدین صاحب قادیان میں رہتی ہیں۔ والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد مرحوم والد صاحب نے دوسری شادی سونگھڑہ اڑیسہ میں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے ایک بیٹا عطا کیا جس کا نام بشیر احمد ہے۔ مورخہ 31 جولائی 2010ء رات کو آپ بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اگلے روز جنازہ گاہ میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد بہشتی مقبرہ میں قطعہ درویشان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو والد صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

47 محترم چودھری محمد احمد خان صاحب درویش



(مکرم مجید احمد پرویز صاحب۔ ربوہ (پاکستان)

خاکسار کے والد چودھری محمد احمد خان صاحب مرحوم ضلع ہوشیار پور گاؤں سٹروعہ میں چوہدری نور احمد خان صاحب صحابیؓ کے گھر 1916ء میں پیدا ہوئے بعد میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ پوری فیملی کے ساتھ قادیان دارالامان محلہ دارالفضل میں رہائش پذیر ہوئے آپ کی شادی اپنے ہی خاندان میں مکرم چوہدری حاکم علی خان صاحب مرحوم آف سٹروعہ کی صاحبزادی امتہ الرحمان صاحبہ سے 1943ء میں قادیان میں ہوئی اور وفات 73 سال کی عمر میں 1989 میں ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد تمام رشتے دار پاکستان چلے گئے لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور پرخلوص جذبہ کے ساتھ قادیان میں رہ گئے۔

محترم والد صاحب نہایت نرم خو تھے ہر مخاطب کے ساتھ محبت آمیز گفتگو کرتے تھے۔ آواز میں کبھی تیزی اور کرختگی نہ تھی۔ کفایت شعاری اور فراخدلی بظاہر دو متضاد صفات ہیں لیکن میرے پیارے والد صاحب کے اندر یہ دونوں صفات موجود تھیں وہ اپنی ذات کے لئے بہت کفایت شعار تھے لیکن جماعتی تحریکات میں حصہ لیتے وقت وہ غیر معمولی کشادہ دل کا مظاہرہ کرتے تھے لباس بہت سادہ مگر سفید اور صاف ستھرا پہنتے تھے۔

خاکسار نے اپنے والد صاحب کا بچپن سے لیکر بڑے ہونے تک بہت نزدیک سے غور سے مشاہدہ کیا ہے اور دیکھا ہے کہ وہ تنگدستی کی حالت میں بھی اپنے خدا کا شکر بجالاتے تھے بہشتی مقبرہ قادیان میں جماعت کا ٹیوب ویل ہوتا تھا جہاں سے لوگ اپنی زمینوں پر قیمتاً پانی لگایا کرتے تھے اور رات بے شک گرمیوں کی ہو یا سردیوں کی جب بھی کسی احمدی یا غیر مسلم نے دروازہ کھٹکھٹایا اور آپکو پانی ٹیوب ویل چلانے کا کہا جہاں تک مجھکو یاد پڑتا ہے محترم والد صاحب نے کسی سائل کو انکار نہیں کیا فوراً جماعتی رسید بُک اپنی بغل میں دبا کر اُسکے ساتھ چل پڑتے اور اپنے ہاتھوں سے خود ٹیوب ویل چلاتے اور بند کرتے اور اُسی وقت رسید کاٹ کر رقم لیتے اور صبح خزانہ میں جمع کروادیتے اور یہ ڈیوٹی آخری عمر تک ادا کرتے رہے۔ خاکسار نے بہت دفعہ اصرار کیا کہ ابو جان اب آپکی عمر زیادہ ہے تھک جاتے ہوں گے میں جا کر یہ ڈیوٹی سرانجام دے آتا ہوں لیکن آفرین ہے والد صاحب پر آپ اپنے چہرہ پر ہلکی سی مسکراہٹ لاکر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خندہ پیشانی سے کہا کرتے تھے کہ مجید یہ میری ڈیوٹی ہے اور میری ذمہ داری ہے اور میں اپنے آپ کو خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو طاقت دی ہمت دی اور جماعت نے مجھ پر اعتبار کیا ہے اور میں اپنا فرض احسن رنگ میں نبھا رہا ہوں اور محترم والد صاحب بڑی خوش اسلوبی سے اپنے آخری دنوں تک یہ ڈیوٹی نبھاتے رہے آپ نے نہایت اطاعت اور وفاداری کے ساتھ درویشی کے سال گذارے۔ آپ شعار اسلامی کے پابند تھے نظام جماعت سے تعاون آپکی گھٹی میں پڑا تھا

میرے والد صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے اُن میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ بچوں کے ساتھ بچے بن جاتے تھے اور بڑوں کے ساتھ بڑے اور جہاں کہیں بھی قادیان میں خدام کی گیم ہوتی تھی خواہ کبڈی کی ہو یا والی بال یا فٹ بال کی ٹیم کے ساتھ جاتے اور لڑکوں کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اپنی طاقت کے مطابق کھلاڑیوں کا خیال رکھتے تھے۔ سادہ کپڑے پہنتے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں اپنے والد صاحب کو کبھی پریشان ہوتے نہیں دیکھا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور اپنی اولاد کو بھی یہی تلقین کیا کرتے تھے۔ جب بھی پاکستان اپنے والدین اور بہن بھائیوں کو ملنے جاتے تو وہ پیار میں آکر حالات کا پوچھتے کہ بیٹا یا بھائی قادیان میں تنگ تو نہیں اپنے بچوں کا خرچہ اتنی کم تنخواہ میں کیسے کرتے ہو۔ ابو جان نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرا ٹھیک ٹھاک گذارہ ہو رہا ہے اور کبھی اپنے والد صاحب یا اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا تقاضا نہیں کیا کچھ مانگا نہیں جب بھی والد صاحب نے مانگا اپنے خدا سے مانگا اور میری ضرورت پوری کی ہے۔ خاکسار کے والد صاحب اکثر فرماتے تھے کہ میں خوش قسمت ہوں اور میری اولاد بھی خوش قسمت ہے کہ میرے والد صاحب مرحوم چوہدری نور احمد خان صاحب ولد چوہدری بدر بخش صاحبؓ صحابی تھے جنہوں نے 1903ء میں بیعت کی اور 1905ء میں قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت دوبارہ کی اور زیارت کی اور پھر واپس اپنے گاؤں سٹروعہ واپس نہیں گئے اور محلہ دارالفضل میں رہائش اختیار کر لی اور آپ پھر قادیان میں ہی صدر انجمن احمدیہ میں ملازم ہو گئے۔

آپ نے دفتر بہشتی مقبرہ میں کام کیا اسی طرح لنگر خانہ قادیان میں کام کیا آپ نے چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ (والد چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ) کے ساتھ بھی عرصہ دراز تک صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کام کیا۔ ان کے بارہ میں اصحاب احمد جلد نمبر 11 میں درج ہے میرے دادا جان کے بارہ

میں چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ نے لکھا ہے ’’میں تحریر کرتا ہوں مکرم چوہدری نور احمد صاحب نے میرے تحت دو سال کام کیا آپ نہایت متقی ،پرہیزگار اور ولی اللہ تھے ۔ بہت دعاگو تھے اور نہایت سادہ زندگی کو پسند کرتے تھے ۔ دفتر بہشتی مقبرہ میں باقاعدہ بیٹھ کر کام کرتے تھے اور ساتھ ساتھ قرآن کریم بھی حفظ کرتے جاتے تھے ۔ نماز ظہر کے بعد میرے ذریعے بھُنے ہوئے چنے بازار سے منگوا کر بطور ناشتہ نوش فرماتے اور مجھے بھی ساتھ بٹھا لیتے تقریباً دو سال میرے ماتحت انہوں نے کام کیا‘‘ میرے والد صاحب نے اپنے والد محترم سے اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام عمر درویشی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے مختلف شعبوں میں خدمت کی اور آخری عمر تک حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے تمام اکاؤنٹ کا حساب والد صاحب کے پاس تھا اور امانت کے امین تھے ۔آپ پر حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کو پورا اعتماد تھا۔آپ کی وفات13/اپریل 1989 کو ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

آپ کی وفات پر روزنامہ الفضل نے لکھا:

’’محمد احمد خان صاحب نے نہایت صبر سے قادیان میں درویشانہ زندگی گذاری پہلے پہلے قادیان میں درویشوں کو کافی تنگی رہی آپکی اہلیہ محترمہ امۃ الرحمن صاحبہ نے بتایا کہ 1953ء میں جب میں اپنے دو بچوں (بشیر احمد ناصر ،مجید احمد پرویز) کو قادیان لیکر گئی تو کھانا لنگرخانہ سے ملتا تھا اور ماہوار خرچ صرف 5/-روپے ملتا تھا جو بعد 30/-روپے ماہوار خرچہ ہو گیا مورخہ 1989-05-05 کو بروز جمعۃ المبارک کا آخری جمعہ تھا مسجد اقصیٰ ربوہ میں محمد احمد خان صاحب درویش آف سٹروعہ قادیان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھایا گیا جو ناظر صاحب اصلاح و ارشاد نے پڑھایا‘‘

(روزنامہ الفضل مورخہ 30اپریل 1989 میں آپکی وفات کی خبر شائع ہوئی)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ والد صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اُن کی قربانیوں اور خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سب اولاد کو اپنے ماں باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین۔

48 محترم ممتاز احمد ہاشمی صاحب درویش

(ادارہ)



آپ کی پیدائش ہوشیار پور کے قصبہ ماہل پور میں ہوئی تھی آپ کے چار بھائی اور چار بہنیں تھیں۔ ملک کی تقسیم سے قبل آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ پارٹیشن کے موقعہ پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان کی حفاظت کے لئے تحریک فرمائی تو آپ نے بھی اپنا نام پیش کیا جو منظور کر لیا گیا۔ آپ ابتدائی 313 درویشان میں سے تھے آپ کے والد حضرت قریشی شاہ دین صاحب ہاشمی صحابی نمبردار جاگیردار ماہلپور کے سابق امیر تھے۔ آپکی والدہ حضرت عصمت بیگم صاحبہ صحابیہ تھیں آپ کے نانا جان حضرت عبد القادر صاحب لدھیانویؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 313 خاص صحابہ میں سے تھے۔

آپ نے اپنی تمام عمر بہت ہی سادگی کے ساتھ گذاری۔ باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے آپکو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہت یقین تھا اس وجہ سے کسی بھی حالت میں گھبرایا نہیں کرتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی اس بات کی تلقین کیا کرتے تھے کہ صرف خدا پر یقین کریں اور اسی سے مدد کے طلبگار رہا کریں۔ خلیفۂ وقت سے بیحد پیار کیا کرتے تھے جب 2005ء جلسہ سالانہ پر حضور انور قادیان تشریف لائے اور نصرت لائبریری کا معائنہ کرنے کے بعد حضور آپ کے گھر کے سامنے تشریف لائے تو حضور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے آپ سخت سردی میں کرسی پر بیٹھے رہے۔ جب حضور واپس تشریف لے جانے لگے تو آپ کو دیکھ کر آپکے پاس آ گئے مصافحہ اور معانقہ کیا اور حضور انور خود سہارا دے کر آپکو آپکے گھر کے اندر لائے۔حضور نے آپکے بیوی بچوں سے باتیں کیں اور فیملی کے ساتھ فوٹوز کھچوائے۔

مکرم ہاشمی صاحب چار بھائی تھے جن میں سے مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی ملازمت کرتے تھے اور ربوہ میں دفتر خدمت درویشان میں تھے۔ آپکے دو بھائی مکرم محمد منیر ہاشمی صاحب آف لاہور اور مکرم افتخار احمد صاحب ہاشمی آف کراچی گورنمنٹ ملازمت میں تھے۔ آپنے صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں کام کیا اور ذیلی تنظیموں میں بھی کام کیا ریٹائرمنٹ کے وقت آپ سیکرٹری بہشتی مقبرہ کے طور پر خدمت انجام دے رہے تھے۔ مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی 06-11-25 کو مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن مورخہ 06-11-26 قطعہ درویشان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپنے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا مکرم سرفراز احمد ہاشمی اور تین بیٹیاں چھوڑے ہیں جو سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

49 محترم چودھری عبد القدیر چٹھہ صاحب درویش

(مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ، نیویارک، امریکہ)



گلشن احمدؑ کے 313 پھولوں میں سے ایک پھول میرے پیارے ابّا جان محترم چوہدری عبد القدیر چٹھہ درویش ابن محترم چوہدری سردار خان صاحب چٹھہ مرحوم تھے۔ آپ 1927ء میں موہلنکہ چٹھہ ضلع گوجرانوالا میں پیدا ہوئے۔ میرے ابّا جان نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی۔ بعد میں میرے دادا جان نے ان کو دینی اور اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے قادیان بھجوا دیا جب آپ کی تعلیم مکمل ہوئی تو آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قائم کردہ دفتر ایم۔ این سینڈ یکیٹ میں بطور اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ خدمت بجالانے لگے۔ میرے ابّا جان بتایا کرتے تھے کہ وہ ہر سال جولائی کے مہینہ میں گاؤں جاتے تاکہ اپنے والدین اور عزیز و اقارب سے ملاقات ہوجائے۔ حسب معمول جولائی 1947ء میں بھی گاؤں گئے۔ اس وقت آپ کی عمر 20 سال کے قریب تھی۔ میری دادی جان کی بیماری کی وجہ سے آپ کی شادی محترمہ امۃ القیوم صاحبہ بنت مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب مرحوم نمبردار موضع چک نمبر 35 جنوبی ضلع سرگودہا سے اسی سال کر دی گئی۔ ابھی شادی کو کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ ملک کے حالات خراب ہونے شروع ہوگئے۔ اور ہر طرح کی آمد و رفت کے ذرائع جو قادیان جانے کے تھے بند ہوگئے۔ میرے ابّا کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کا قادیان جانا ناممکن ہوگیا ہے تو ان کو بہت دکھ ہوا۔ اور وہ پوری رات سو نہ سکے کیونکہ انہیں قادیان کی بستی سے عشق کی حد تک پیار تھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور ان کی دُعاؤں کو سنا اسی عرصہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانوں کو اپنی زندگیاں وقف کر کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے تحریک فرمائی تو فوراً لبیک کہا اور قادیان جانے والے قافلوں میں سے ایک قافلہ میں قادیان پہنچ گئے۔ میری امّی جان بتاتی تھیں کہ میری شادی کو ابھی بہت کم عرصہ گزرا تھا کہ تمہارے ابّا جان مجھے چھوڑ کے قادیان چلے گئے۔ اس کے بعد سات سال میری امّی جان نے اکیلے گزارے۔ قادیان کے حالات کچھ بہتر ہونے پر میری امّی جان قادیان آئیں۔ ابّا جان کی قادیان سے جو عشق کی کیفیت تھی وہ تازندگی رہی۔ مجھے یاد ہے جب بھی ہم سفر پر جاتے تو ابّا جان کو قادیان جانے کی جلدی ہوتی۔ قادیان پہنچ کر کہا کرتے تھے کہ "مجھے سکون آ گیا ہے"۔ آخری وقت جب Heart کی تکلیف ہوئی تو آپ ربوہ بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب تکلیف ہوئی تو سب سے پہلے یہ الفاظ کہے کہ ''دعا کرو مجھے یہاں کچھ نہ ہو۔ اگر وقت آ بھی گیا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے قادیان لے جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا بھی سنی اور بڑی عزت و احترام سے ان کا جنازہ قادیان پہنچ گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

میرے ابّا جان بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ حقیقت میں درویش صفت انسان تھے۔ ہر وقت ذکر الٰہی کرنے والے، تہجد گزار، پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنے والے، کثرت سے درود شریف اور استغفار کرنے والے، خدا پر کامل توکل کرنے والے، کوشش کر کے تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے، قرآن کی تلاوت باقاعدہ کرنے والے، نیک فطرت بہت دعا گو، بہت سادہ اور حلیم اور صابر اور عاجز انسان تھے۔ انتہائی مہمان نواز اور بہت نرم دل، بہت محنتی بڑے صاف گو، بڑے ہنس مکھ، بڑے زندہ دل، بہت دیانتدار، امین، معتمد و راز دار، صائب الرائے، بہت سچے، ضرورت مندوں اور رشتہ داروں کا بہت خیال رکھنے والے، بہت نفیس، خوش اخلاق، چھوٹوں بڑوں کی عزت کرنے والے اور سب میں ہر دل عزیز تھے۔ آپ اپنے ان اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے غیروں میں بھی بہت مقبول تھے۔ اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس دن میرے ابّا جان کا جنازہ قادیان میں پہنچا اس دن جہاں ہندو بازار سے کافی لوگ اپنے کام چھوڑ کر جنازہ میں کثیر تعداد میں شریک ہوئے، وہیں سابق وزیر مکرم سردار ستنام سنگھ باجوہ صاحب بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ شامل ہوئے۔ اب بھی جب کبھی میں قادیان جاتی ہوں تو پرانے لوگ جو میرے ابّا جان کو جانتے ہیں ان کی وجہ سے بڑے پیار سے پیش آتے ہیں۔ کیونکہ احمدیوں کے علاوہ اکثر غیر مسلم بھی اپنی امانتیں ان کے پاس رکھوا تے تھے۔ اس بارہ میں مکرم سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ سابق وزیر پنجاب کی بیگم آج بھی محترم والد صاحب مرحوم کا نام لیکر اکثر ذکر کرتی ہیں کہ

انہوں نے ان کے پاس کچھ زیور وغیرہ بطور امانت رکھوائے تھے۔ پاکستان سفر پر جانے سے ایک روز قبل وہ امانت والد صاحب نے خود ان کے گھر جاکر واپس کی کہ میں کل پاکستان جارہاہوں اس لئے آپ اپنی امانت واپس لے لیں۔ باجوہ صاحب کی بیگم صاحبہ کے یہ کہنے پر کہ آپ واپس آکر بھی امانت واپس دے سکتے تھے اتنی کیا جلدی تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ "بہن جی زندگی کا کیا پتہ ہے۔ اس لئے واپس کرنے آیا ہوں"۔ اور پھر اس سفر پر جاکر والد صاحب زندہ واپس قادیان نہیں آئے۔

میرے ابّاجان کی ایک بہت بڑی صفت ضرورت مندوں کا خیال رکھنا تھا۔ مجھے یاد ہیکہ کبھی دروازے پر کوئی دستک دیتا تو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے اور ہم کو بھی اس کی خاص تلقین کرتے۔ خلافت و نظام جماعت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عقیدت اور محبت میرے ابّاجان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جماعت کا کوئی کام ہو رات ہو یا دن ہم نے ہمیشہ ان کو تیار دیکھا۔ مجھے یاد ہے کہ کئی دفعہ آدھی رات کو باہر دروازے پر دستک ہوتی اور کسی جماعتی کام کے لئے بلاوا ہوتا تو فوراً دروازے سے لبیک کہتے ہوئے چلے جاتے۔ اندر آکر بتاتے بھی نہ تھے کہ کہیں مجھے دیر نہ ہوجائے اس بات پر کئی دفعہ میری امّی جان ناراض بھی ہوتیں تو کہتے کہ " اس بات پر مجھ سے ناراض نہ ہوا کرو۔ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے"۔ جو بھی کام جماعت کا سپرد ہوتا بڑی محنت اور جذبہ کے ساتھ اس کو کرتے۔

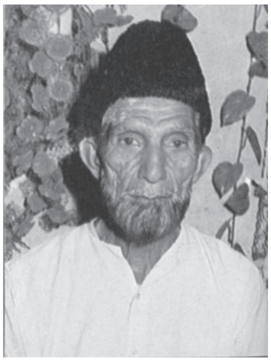
میرے ابّاجان ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایک مثالی شوہر اور نہایت ہی شفیق باپ بھی تھے۔ میری امّی جان میرے ابّاجان کی رشتہ میں cousin بھی تھیں تازندگی ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا، بڑے پیار محبت سے ان سے پیش آتے دونوں کا آپس میں بہت محبت و پیار کا رشتہ تھا۔ ابّاجان کی وفات کے بعد کئی دفعہ میری امّی جان نے بڑے غم بھرے انداز میں میرے ابّاجان کا ذکر اس طرح کیا کہ " اگر خدا مجھ کو تمہارے ابّاجان سے پہلے لے جاتا تو اچھا تھا"۔ میرے ابّاجان انتہائی شفیق باپ تھے۔ ہم سب بھائی بہنوں سے بہت پیار تھا۔ ہماری ہر چھوٹی چھوٹی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ تربیت کا بڑا خیال رہتا۔ ہر وقت نمازوں اور چندوں کی ادائیگی کی تلقین اٹھتے بیٹھتے کرتے رہتے اور کہتے خلافت و نظام جماعت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور عقیدت تمہاری زندگی کا سب سے پہلا کامیابی کا ستون ہے۔ ہم تینوں بھائی بہنوں کی وصیت اپنی زندگی میں ہی کروادی تھی۔ میرا ایک ہی چھوٹا بھائی چوہدری عبد الواسع چٹھہ ہے جس کو آجکل قادیان میں نائب ناظر امور عامہ اور جماعتی نمائندہ کے طور پر میونسپل کونسلر کے فرائض انجام دینے کی توفیق مل رہی ہے۔ جب میرا بھائی چھوٹا تھا تو اکثر میری امّی جان کو کہا کرتے تھے کہ "دعا کیا کرو کہ خدا کرے عبد الواسع زندگی وقف کردے"۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو سنا اور خدا کے فضل سے وہ واقف زندگی ہے اور جماعت کی خدمت کی توفیق پارہا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

زمانہ درویشی میں میرے ابّاجان کو تازندگی جماعت کے مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق ملتی رہی۔ جو آپ بڑے جذبہ، محنت اور احسن رنگ میں ادا کرتے رہے۔ افسر لنگرخانہ ناظر بیت المال خرچ، وکیل الاعلیٰ تحریک جدید اور مکرم ناظر صاحب اعلیٰ و امیر صاحب مقامی کے باہر جانے کے وقت کئی مرتبہ قائم مقام ناظر اعلیٰ و امیر مقامی کے طور پر خدمت کی توفیق بھی ملتی رہی۔ اسی طرح قادیان کی مختلف جماعتی جائدادوں کے حصول اور مختلف اہم امور کے سلسلہ میں مختلف سرکاری محکمہ جات اور وزراء وغیرہ سے جو جماعتی وفود ملتے رہے اس میں بھی والد صاحب کو شامل ہونے کی توفیق ملتی رہی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

میرے ابّاجان آخری وقت میں بیٹے کی شادی کے سلسلہ میں پاکستان گئے ہوئے تھے۔ 13 اپریل 1987ء کو شادی کے بعد قادیان واپسی کے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے آپ کو Heart Attack ہوا اور آپ اپنے حقیقی مولیٰ سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ قادیان میں مؤرخہ 14 اپریل 1987ء کو محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعد جنازہ ان کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے تعزیتی تار میں فرمایا کہ " جماعت ایک شجاع اور مخلص خادم سے محروم ہوگئی" ۔ خدا تعالیٰ آپ پر اپنے فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں برسائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

50 محترم عطاء اللہ خان صاحب درویش

(بقلم خود)



خاکسار 1909میں گاؤں ’’ نوراں والی‘‘ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوا۔ خاکسار کے والد صاحب کا نام شیر محمد تھا اور خاکسار کی والدہ ماجدہ کا نام رحمت بی بی تھا خاکسار کی والدہ نے میرے قبول احمدیت کے بعد تحریری بیعت کر لی لیکن خاکسار کے والد صاحب نے بیعت نہیں کی۔ خاکسار کے والد صاحب کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ درویشی سے قبل خاکسار اسکول میں عارضی ملازمت کرتا تھا۔ ایک احمدی مولوی عبد المجید صاحب کی تبلیغ اور ان کے ساتھ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر 1936ء میں پہلی مرتبہ قادیان آکر احمدی ماحول اور طریق کار دیکھا مجھے تسلی ہوئی کہ احمدیت سچا اسلام ہے تو بیعت کے موقعہ پر خاکسار نے بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے میرا نام عطاء اللہ خان رکھ دیا۔

درویشی کی سعادت

حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ نے دیہاتی مبلغین کی ضرورت کے لئے تحریک فرمائی۔ خاکسار اس تحریک میں قادیان میں آکر شامل ہوا یہ دسمبر 1945ء کی بات ہے جس کا کورس تین سال تھا۔ اسی دوران مارچ 1947ء میں خاکسار کی شادی ’’ بڈھ رانجھا‘‘ ضلع سرگودھا میں امیر جماعت شیخ شمس الدین صاحب کی لڑکی سعیدہ بیگم سے ہوئی۔ اہلیہ کو اپنے ساتھ لیکر قادیان پہنچا۔ اسی سن 1947ء میں تقسیم ملک عمل میں آئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد تھا کہ عورتیں، بچے اور ساٹھ سال اوپر کے بوڑھے آدمی پاکستان چلے جائیں اور نوجوان میری اجازت کے بغیر نہ جائیں۔ خاکسار نے اہلیہ سے کہا کہ آپ قافلہ میں چلی جائیں اور میں حضور کے ارشاد کے مطابق نہیں جاسکتا۔ مگر وہ بضد رہیں کہ آپ چلیں گے تو میں جاؤں گی۔ ورنہ نہیں۔ اہلیہ کے ایک رشتہ دار پاکستان جارہے تھے ان سے میں نے کہا کہ آپ انہیں سمجھا کر ساتھ لے جائیں اور گھر پہنچائیں۔ مگر وہ پھر بھی نہ مانیں تو قافلہ روانہ ہونے والا تھا میں نے اپنا کچھ سامان اپنے ساتھ لیا اور چل پڑا تا کہ (اہلیہ) یہ سمجھ لیں کہ میں ان کے ساتھ چل رہا ہوں وہ راضی ہوجائیں۔ جب قافلہ روانہ ہونے لگا اور ٹرک اسٹارٹ ہوگئے یہ تمام قافلہ ’’ تتلہ ‘‘ کی نہر کی پٹری پر تھا حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؓ نے Whistle دی کہ جو قادیان واپس جانے والے ہیں وہ نہر کی پٹری کے نیچے درختوں کے سائے میں کھڑے ہوجائیں میں اس وقت ٹرک کے اوپر کی چھت پر تھا اور وہ اہلیہ کے رشتہ دار بھی وہیں موجود تھے۔ ان کو میں نے کہا کہ اب میں جارہا ہوں آپ نے ان کو گھر پہنچانا ہے اور میں نے ٹرک کے اوپر سے چھلانگ لگادی اور قادیان واپس جانے والوں کی لائن میں کھڑا ہوگیا۔ اس طرح وہ بھی بخیر عافیت پاکستان پہنچ گئیں اور خاکسار بھی اس ابتلا میں کامیاب ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اہلیہ نے مطالبہ کیا کہ آپ پاکستان واپس آجائیں۔ ورنہ میں کوئی اور قدم اٹھاؤں گی۔ چنانچہ خاکسار نے اہلیہ کو جواباً لکھا کہ آپ پاکستان میں میرے آنے کیلئے کوشش کریں اور اپنے پاسپورٹ کی نقل بھجوادی اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اب یہاں سے واپسی کا معاملہ ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں سے کوئی کوشش نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے دوبارہ مرکز میں میرے پاکستان جانے کیلئے درخواست دے دی۔ چنانچہ خاکسار سے پوچھا گیا کہ کیا آپ واپس جانا چاہتے ہیں یا نہیں؟ خاکسار نے جواب دیا کہ میں رہنا تو یہاں چاہتا ہوں مگر چونکہ میری بیوی بچوں کو سنبھالنا اور ان کی ساری ضروریات کا پورا کرنا بھی میرا فرض ہے اس معاملہ کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ فرمائیں چنانچہ فیصلہ ہوا کہ آپ اپنے طور پر چلے جائیں سلسلہ اس معاملہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ تو خاکسار نے پھر دوبارہ لکھا کہ بغیر مدد کے میں نہیں آسکتا۔ آپ وہاں پوری کوشش کریں اگر کامیاب ہوجائیں تو میں آجاؤں گا چنانچہ انہوں نے پوری کوشش کی مگر ناکام رہے اس طرح اس ابتلا میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیاب کیا۔

خدائی تائید و نصرت:

اس کے بعد خاکسار کچھ سالوں بعد جب بیوی بچوں سے ملنے کیلئے پاکستان گیا ابھی گئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ اچانک رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں سفر کر رہا ہوں لیکن اکیلا ہوں اور یوں لگتا ہے کہ گویا ایک گیٹ ہے جہاں پر ایک آدمی کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گیٹ تمہارے لئے کھلا ہے اگر ابھی نہیں گئے تو پھر نہیں جا پاؤ گے اس لئے سوچ لو۔ یہ خواب دیکھ کر میں نے اگلے دن ہی واپس آنے کا ارادہ کیا اور گھر والوں کے لاکھ اصرار پر بھی نہیں رُکا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ دے دیا ہے اس لئے میرا جانا ضروری ہے اور میں سخت دل ہو کر باڈر پہنچا۔ جب وہاں پہنچا تو اس وقت شام ہوچکی تھی اور گیٹ بند ہو رہے تھے۔ میں نے جب وہاں کے ایک حاکم سے درخواست کی تو اس نے سراسر

انکار کر دیا کہ اب گیٹ نہیں کھولا جا سکتا کسی ایک کیلئے بھی۔ میں مایوس ہو کر وہیں بیٹھ گیا اور دُعا شروع کی کہ اللہ تعالیٰ میں تو تیرے خواب کی بناء پر آیا تھا اب اگر ایسا میرے ساتھ ہوا ہے تو میں کیا کروں۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو کہاں سے آئے ہو غرض بہت سے سوالات کئے میں نے اس کو تمام باتیں بتا دیں یہ سن کر اس نے مجھے کہا کہ پانچ منٹ کا وقت دیتا ہوں گذر سکتے ہو تو گذر جاؤ پس میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دوسری طرف آ گیا اب دوسری طرف ہندوستان والوں نے بھی مجھے کئی سوالات کئے تو میں نے ان کو تمام باتیں بتا دیں۔ اس پر انہوں نے مجھے قادیان جانے کی اجازت دے دی۔ یہاں تک کہ پاسپورٹ بھی چیک نہیں کیا۔ وہاں سے آنے کے چند دن بعد ہی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔

جماعتی خدمات:

جماعتی خدمات کے طور پر خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعزاز بخشا۔ دیہاتی مبلغین کلاس میں سے صرف پانچ مبلغین باہر جماعتوں میں بھیجنے کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ ان پانچ جانے والوں میں خاکسار کا نام بھی آیا۔ اور خاکسار کو ساندھن (یوپی) ضلع آگرہ بھیجا گیا۔ یہ 1948ء کا واقعہ ہے وہاں جب سلسلہ تبلیغ شروع کیا تو وہاں کے لوگ اردو نہیں بولتے تھے بلکہ ہندی بولتے تھے اور اس کی خاکسار کو پوری سمجھ نہ تھی۔ چنانچہ 1951 میں یہاں (قادیان) میں پانچ مبلغین کو ہندی پڑھانے کا انتظام ہوا۔ ان پانچ میں سے ایک حاضر نہ ہوا۔ خاکسار نے ہندی سیکھنے کیلئے مرکز میں درخواست بھیجی۔ چنانچہ غیر حاضر کی جگہ خاکسار کو رکھ لیا گیا۔ تین سال کے کورس کے امتحان کے بعد 1954ء میں خاکسار کو بطور ہندی مدرس تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں متعین کیا گیا اور ساتھ ہی ٹیوٹر بھی مقرر ہوا۔ اس طرح خاکسار کو اسکول میں تیس سال سے بھی زائد عرصہ تدریس میں گزارنے کا موقعہ ملا پس بطور استاد ڈیوٹی سرانجام دینے کی خاطر خاکسار کو 1989ء میں لائن کلب کی جانب سے گورنر صاحب پنجاب نے ایک ٹرافی اور سرٹیفکیٹ عطا کیا۔

اولاد کا تذکرہ:

خاکسار کے ہاں اللہ کے فضل سے چار بچے ہیں دو لڑکے اور دو لڑکیاں بڑے بیٹے کا نام عزیزم اعجاز احمد ہے جو کہ جرمنی میں رہتے ہیں اور وہیں سروس کرتے ہیں دوسرے بیٹے کا نام امتیاز احمد ہے وہ بھی جرمنی میں ہی رہتے ہیں اسی طرح بڑی بیٹی امینہ مسرت بھی جرمنی میں ہی اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہیں اور چھوٹی بیٹی کشور شاہین پاکستان میں فیصل آباد میں اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہے۔ اللہ کے فضل سے چاروں بچے شادی شدہ ہیں اور سب کی اولادیں ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان تمام کو اور انکی اولادوں کو نیک بنائے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مجھے درویشی کی نعمت عطا فرمائی۔"

(ماخوذ از: مشکوۃ اپریل 2003ء)

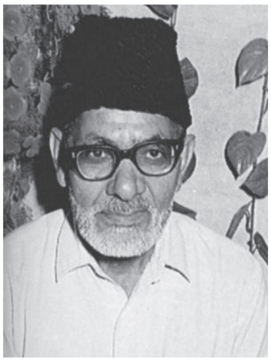
قادیان میں قیام:

آپ کا قیام قادیان میں ایک لمبے عرصہ تک "مکان حضرت ام متین" دار المسیح میں رہا اور اس طرح آپ کو دار المسیح میں ایک لمبا عرصہ گزارنے اور دعاؤں کا موقعہ عطاء ہوا۔ اس دوران آپ کے ساتھ اور بھی درویشان کا دار المسیح میں قیام رہا۔ کچھ عرصہ کیلئے آپ کا قیام مسجد اقصیٰ کے پرانے حصہ میں بالائی منزل پر بھی رہا۔ اس کے بعد دار الضیافت لنگر خانہ میں وفات تک آپ کا قیام رہا۔

نوٹ: محترم مولوی صاحب بہت نرم دل خوش مزاج تھے اور تقسیم ملک کے بعد ابتدائی اساتذہ میں سے تھے بڑی محنت لگن اور پیار سے پڑھاتے آپ کو دار المسیح میں کئی سال رہنے کی سعادت ملی۔ سینکڑوں طلباء کو علم کے نور سے منور کیا۔ ایک عظیم اور شفیق استاد تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جب افراد قادیان کو بہشتی مقبرہ کی صفائی رکھنے کا ارشاد فرمایا تو جو قطعہ آپ کے حصہ میں آیا اس کی اتنی صفائی کرتے کہ ایک تنکا بھی دیکھائی نہ دیتا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1991ء میں قادیان تشریف لائے تو آپ کے قطعہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو ایک تبرک بھی عطا فرمایا۔ اکثر اوقات رات کو جب چہل پہل کم ہو جاتی تو لنگر خانہ کے سامنے والی سڑک پر جھاڑو لیکر دھول کو ایک کنارے کر دیتے۔ آپ کے بچوں نے کئی بار کوشش کی کہ آپ ان کے پاس چلے جائیں اور انہوں نے اپنی طرف سے تمام کاروائیاں بھی مکمل کروا لیں لیکن ہر مرتبہ آپ نے ہر حالت میں قادیان میں رہنے کو ہی فوقیت دی اور سارا عرصہ تجرد میں گذارا۔ آپ 17.5.06 کو وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار رحمتیں نازل کرے۔ (ادارہ)



51 محترم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش

(مکرم طاہر احمد حفیظ صاحب۔ مبلغ سلسلہ اصلاح و ارشاد قادیان)

خاکسار کے دادا محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کے والد کا نام محترم مولوی عبد الرحمن صاحبؓ تھا اور آپ کے دادا کا نام حضرت مولوی محمد حسین صاحب کپورتھلویؓ تھا آپؓ اُن جیّد علماء میں سے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ صرف مصدق ہوئے اور آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف پایا۔ بلکہ آپ کی تائید کی۔

آپؓ کا نام 313 صحابہ کرام رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْن۔ کی اُس فہرست میں موجود ہے جسے سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ’’انجام آتھم‘‘ میں رقم فرمایا ہے۔

محترم دادا جان فرماتے تھے کہ میرے دادا یعنی حضرت مولوی محمد حسین صاحب کپورتھلویؓ کا زمانہ بہت عروج کا تھا۔ زمین و جائیداد کے مالک تھے اور پورے علاقہ میں خوب رُعب داب تھا۔ بہت نیک طبیعت اور سادہ لوح شخص تھے لیکن بعد میں یہ عروج زوال میں بدل گیا اور میرے چچا جان اور والد صاحب کو گاؤں ترک کر کے قادیان آنا پڑا۔

پیدائش: محترم گیانی عبد اللطیف صاحب 1927 میں مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی گاؤں کپورتھلہ کی تحصیل سلطان پور لودھی میں شمال کی جانب 15 کلومیٹر کی دوری پر پرم جیت پور یعنی آلو پور کے نام سے واقع ہے۔ آپ نے آزادی اور لاڈ پیار میں ابتدائی زندگی کی شروعات کی اور تنگی اور فکر و فاقہ سے دور ہی رہے۔ لیکن وقت کب اپنی آزمائش کی چکّی میں ڈال دے کون جان سکتا ہے؟

دور درویشی:

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کی دختر محترمہ گیانی شمیم اختر صاحبہ فرماتی ہیں کہ: محترم عطاء اللہ خان صاحب درویش مرحوم سُنایا کرتے تھے کہ ’’جب 1947ء کے وقت مسلمانوں کو ٹرکوں پر بھر بھر کر قادیان سے پاکستان لے جایا جارہا تھا تو اس وقت ایک قافلہ نور ہسپتال (جدید) سے قریب ہی ایک مسجد سے روانہ ہونے والا تھا۔ اس وقت محترم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش کی ڈیوٹی غالباً مسجد کے قریب ہی تھی۔ ایک انگریز افسر نے محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کو پکڑا اور کہا کہ چلو ٹرک میں بیٹھ جاؤ بچ جاؤ گے ورنہ یہاں مارے جاؤ گے۔ اُس وقت گیانی صاحب نے بڑی مسرّت کے ساتھ جواب دیا کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے ہم یہاں مرنے کے لئے ہی تو رُکے ہوئے ہیں ہمیں موت سے ڈر نہیں لگتا۔ وہ انگریز افسر گیانی صاحب کی بات سُن کر دنگ رہ گیا اور سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ایسی بھی مخلوق ہے کہ جو اپنی جانوں کا صدقہ دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔‘‘

ازدواجی زندگی

جلسہ سالانہ 1954ء پر بھدرواہ جموں کشمیر سٹیٹ سے چند احمدی احباب تشریف لائے۔ محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کے ہونے والے خسر صاحب نے محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے سے اپنی بڑی بچی کے رشتہ کے لئے کہا تو بات ہوتے ہوتے محترم گیانی صاحب پر آکر ٹھہر گئی۔ اور آپ کا نکاح عمل میں آ گیا۔ شادی انتہائی سادگی اور تنگی میں اس طرح ہوئی کہ آپ کے نزدیکی رشتہ میں آپ کے بھانجے مکرم قریشی محمد شفیع اسلم صاحب نے آپ کو اس پریشانی کے عالم میں حوصلہ دے کر شادی کے لئے تیار کیا۔ نہ کوئی کپڑا، نہ زیور، نہ سامان، آپ نے جانا بھی اکیلے ہی تھا۔ قریشی صاحب نے پرانے بکس کو پینٹ کیا اور اس میں ایک جوڑا کپڑا اور شاید کچھ زیور بھی ہو گا جانے کہاں سے لا کر آپ کے ساتھ کر دیا۔ جب آپ بھدرواہ پہنچے تو آپ حیران تھے کہ جاؤں تو کدھر جاؤں۔ خیر اللہ تعالیٰ نے سب کام درست کر دئے برات وہاں سے بنی اور شادی ہوئی اور آپ اپنی بیوی کو لے کر قادیان پہنچ گئے۔ آپ کی بیگم کا نام ثمینہ بیگم تھا۔ بفضلہ تعالیٰ محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کی عائلی زندگی بہت ہی خوشگوار صبر و تحمل اور آپسی تعاون سے گزری۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔

میدانِ تبلیغ:

1948ء میں ہندوستان کی جماعتوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے معلمین اور مبلغین کا مطالبہ کیا گیا۔ مبلغین تو ابھی تھے نہیں دیہاتی مبلغین کلاس میں جو درویش تعلیم حاصل کر رہے تھے ان میں سے پانچ کا انٹرویو لے کر ان کو مختلف جماعتوں میں متعین کیا گیا۔ محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کا تقرر بیجو پورہ ضلع سہارن پور میں ہوا۔

اہم خدمات:

آپ نے ہر اس خدمت کو جو نظام سلسلہ کی طرف سے آپ کے سپرد کی گئی نہایت خوش اسلوبی اور پوری لگن سے سرانجام دیا بالخصوص۔

☆ مکرم گیانی عباد اللہ صاحب کے ذریعہ کئے گئے قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کی پروف ریڈنگ کا مکمل کام آپ نے بڑی محنت سے کیا اور اس کی اشاعت کا کام آپ کی نگرانی میں ہی پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

☆ منتخب آیات، منتخب احادیث اور منتخب تحریرات سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے گورمکھی تراجم کئے۔

☆ ۔ پوتر جیونی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جسے بڑی محنت سے محترم برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم ناظر امور عامہ نے محترم گیانی ترلوک سنگھ جی طوفان جو کہ گورمکھی ادب میں کافی مہارت رکھتے تھے اور جن کے کئی ایک سکھ دھارمک ناولوں کو کافی مان حاصل تھا سے لکھوایا۔ اس کام کی نگرانی، درستی اور پرنٹ کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔

☆ قرآن کریم کے گورمکھی ترجمہ کے سلسلہ میں کئی کئی ماہ تک آپ امرتسر اور جالندھر میں رہے۔ اس کے علاوہ محترم گیانی صاحب نے قادیان سے باہر تبلیغی میدان میں بھی خدمت کی۔ بعدہ دفتر زائرین دفتر امور عامہ، نظارت بیت المال، نظارت تعلیم، دفتر امیر مقامی میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ کچھ عرصہ مینیجر ہفت روزہ بدر بھی رہے۔

حفاظت مرکز اور دلیری اور حوصلہ مندی کا ایک نمونہ :

آپ جس مکان میں رہتے تھے اس مکان میں آپ کا آنا حفاظتی نقطۂ نظر سے ایک اہم کام تھا اس کی تفصیل یوں ہے کہ:

''1965ء کا واقعہ ہے کہ ہندوستان و پاکستان کی لڑائی شروع ہوئی تو پھر سے ابتلاء کی گھڑی شروع ہوگئی جس مکان میں آپ رہائش پذیر رہے دراصل وہ محلہ احمدیہ کا آخری گھر تھا۔ اس کے دوسری طرف غیر مسلم آبادی تھی تو جو درویش اُس مکان میں تھے وہ اُس مکان کو چھوڑ کر کسی دوسرے مکان میں منتقل ہو گئے۔ ایسی حالت میں یہ مکان کچھ عرصہ تک بالکل خالی رہا کوئی یہاں آنے کو راضی نہ ہو رہا تھا۔ اس پر دفتر کی طرف سے محترم گیانی صاحب کو بھی بلایا گیا اور آپ سے پوچھا کہ کیا آپ فلاں مکان میں جانے کے لئے تیار ہیں اور ساری صورت حال بتا کر اُس مکان میں جانے کے بارہ دریافت کیا گیا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ چونکہ محترم گیانی صاحب بہت دلیر اور بلند حوصلہ کے مالک تھے اور اطاعت کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا فوراً اطاعت و فرمابرداری اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولے کہ:

''ہاں ضرور جاؤں گا۔ جنگ نے صرف میرا کیا بگاڑنا ہے میرے ساتھ کسی کو کیا ذاتی دشمنی ہوسکتی ہے جو صرف مجھے ہی کوئی مارنے آئے گا۔ سب سے بڑا حفاظت کرنے والا تو اوپر بیٹھا ہے جو واحد و لاشریک خدا ہے۔'' حکم ملتے ہی فوراً محترم گیانی صاحب اپنے گھر میں آئے اور سارا چھوٹا موٹا سامان باندھ لیا اور نئے گھر میں پہنچا یا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس وقت سے لے کر اپنی آخری عمر تک اسی مکان میں رہائش پذیر رہے۔ وہ مکان جو محلہ احمدیہ کا آخری مکان تھا آج محلہ احمدیہ کا ایک حصہ بن گیا ہے اور محلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے روز بروز پھیلتا جارہا ہے۔

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب نے ریٹائرمنٹ کے بعد دفتر زائرین میں بھی تیرہ چودہ سال کام کیا۔ آپ اتنی لگن سے کام کرتے تھے کہ نہ دن دیکھتے تھے اور نہ رات، نہ دھوپ کی فکر ہوتی تھی نہ چھاؤں کی اور نہ برسات کی اور اس شدّتِ فعل کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہو چکے تھے ایک بار آپ کی کمزوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ کے گھر والوں نے کہا کہ آپ مہمانوں کے ساتھ کبھی منارۃ المسیح اور کبھی دوسرے مقامات پر دن میں کئی کئی بار چکّر نہ لگایا کریں آپ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں اور کسی اور مددگار کارکن کو منارۃ المسیح پر بھیج دیا کریں اور خود نیچے رہا کریں کیوں کہ بار بار اوپر چڑھنا اُترنا آپ کی صحت کے لئے مضر ہے۔ اس پر گیانی صاحب نے بڑی تسلی سے جواب دیا کہ منارۃ المسیح اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے جتنی دفعہ کوئی مقامات مقدسہ کو دیکھنے آئے ہمیں اُس کے ساتھ اُوپر چڑھنا حفاظتی پہلو سے مقدم ہے نہ کہ اپنی جان اور ہمت۔

مالی تنگی اور افسران بالا کی شفقت کا ہاتھ:

درویشی دور کے شروع میں تو درویشوں کو بہت ہی مالی تنگی سے دوچار ہونا پڑا۔ پیٹ بھر کر کھانا نہ ملتا تھا۔ نہ پہننے کو وافر کپڑا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ محترم گیانی صاحب کے پاس کپڑوں کا صرف ایک ہی جوڑا تھا وہ آپ کی بیگم صاحبہ نے رات کو دھو کر سوکھنے کے لئے ڈالا تھا۔ صبح جب محترم گیانی صاحب کے دفتر جانے کا وقت ہوا تو دیکھا کہ جوڑا تو ابھی گیلا ہے اگر گیلا پہن کر جاتے ہیں تو بیمار ہونے کا ڈر ہے کریں تو کریں کیا۔ دفتر جانا بھی ضروری ہے خیر لونگی (دھوتی) پُرانی سی جو گھر میں پہن کر گزارہ کرتے تھے وہ پہن کر دفتر کی طرف رُخ کرلیا۔ چنانچہ اُس وقت حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ

جٹ صحابی مرحوم جو ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ہوا کرتے تھے گیانی صاحب ان کے دفتر میں کام کیا کرتے تھے جب گیانی صاحب دفتر پہنچے تو مکرم مولوی صاحب مرحوم نے محترم گیانی صاحب کو اس لونگی والے حلیہ میں دیکھا تو فوراً پاس بلوایا اور لونگی پکڑ کر کہنے لگے کہ: یہ کیا ہے؟ آگے سے محترم گیانی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت یہ دھوتی ہے۔مولوی صاحب فرمانے لگے کہ وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے کہ یہ دھوتی ہے مگر یہ بتاؤ کہ کیا یہ دفتر کا لباس ہے یہ پہن کر تم دفتر کیوں آئے ہو۔اس پر محترم گیانی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت کپڑے کا صرف ایک ہی جوڑا ہے بیوی نے رات کو دھو کر ڈال دیا تھا ابھی تک نہیں سوکھا۔اس لئے مجھے مجبوراً آج یہ دھوتی پہن کر دفتر آنا پڑا۔محترم گیانی صاحب کی یہ بات سُن کر شفیق مولوی صاحب کے چہرہ پر جو ناراضگی تھی وہ شفقت و محبت میں بدل گئی۔

بہشتی مقبرہ کے وقارِ عمل کا کام:

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب نے بہشتی مقبرہ میں قبرستان کے کئی ایک قطعہ کی صفائی کی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہوئی تھی۔اور اس ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔آپ کی بڑی بیٹی فرماتی ہیں کہ:

’’صبح صبح کبھی ہمیں بہشتی مقبرہ جانے کا موقع ملتا تو کبھی کسی کونہ میں تو کبھی کسی کونہ میں مکرم والد صاحب کو دنیا سے بالکل بے خبر اپنے وقارِ عمل کے کام میں مست دیکھا۔کبھی جھاڑو دینے میں مصروف ہوتے تو کبھی کُھرپے سے گھاس صاف کر رہے ہوتے۔کیونکہ یہ طبعی جذبہ ہے کہ جب ہم اپنے والد صاحب کو ضعیف العمری میں بھی اتنی محنت کرتے ہوئے دیکھتے تو آپ کی صحت کا خیال آجاتا تو آپ کو جب ہم اپنی صحت کا خیال رکھنے کو کہتے تو آپ آگے سے ناراض ہوجاتے اور کہتے کہ محنت کرنے سے صحت خراب نہیں ہوتی بلکہ صحت ٹھیک رہتی ہے اور اسی بہانے سے روزانہ مبارک مزار کے دیدار بھی ہوجاتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے مزار پر دعا کا موقع بھی مل جاتا ہے۔‘‘

درویشی دور میں پاکستان جانا:

درویشی دور میں درویش احباب قافلہ کی صورت میں جلسہ سالانہ ربوہ میں شمولیت کے لئے جایا کرتے تھے لیکن محترم گیانی صاحب کبھی جا نہ سکے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ نظارت امور عامہ میں محترم گیانی صاحب کے پاس رشتہ ناطہ کی ٹیبل تھی اور ایڈیشنل ناظر صاحب مکرم مولوی مبارک علی صاحب درویش تھے۔انہوں نے اپنے کارکنان سے کہا کہ دیکھو وہ کون درویش ہے جو ابھی تک ربوہ نہ جاپایا ہو انہوں نے کہا اب تو ایک ہی محترم گیانی عبد اللطیف صاحب رہ گئے ہیں۔اس پر مولوی صاحب نے محترم گیانی صاحب کو دفتر میں بلایا اور کہا کہ تم ربوہ جانے کے لئے تیار ہوجاؤ۔اس پر محترم گیانی صاحب نے کہا نہیں یہ میرے بس کی بات نہیں۔نہ پیسہ ہے نہ کپڑا،نہ جوتا نہ زادِ راہ۔لیکن پھر بھی مولوی صاحب نے کہا کہ ضرور جانا ہوگا۔

محترم گیانی صاحب نے جب یہ سارا واقعہ گھر آکر اپنی اہلیہ کو سنایا تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کہنے لگیں کہ میرے پاس تھوڑے سے کپڑے ہیں میں ایک جوڑا سی دیتی ہوں۔محترم گیانی صاحب تیار ہو گئے اور آپ کی بیگم نے کپڑے سی دئے اور پلاسٹک کے لفافہ میں ڈال کر آپ کے ہاتھ میں رکھ دئے۔محترم گیانی صاحب نے یہ سوچا کہ کپڑے ربوہ کے نزدیک پہن لوں گا۔جب ربوہ کی پاک بستی قریب آتی دکھائی دی تو محترم گیانی صاحب نے پاجامہ نکال کر پہنا تو وہ شاید ململ یا خاسے کا تھا اور اُس میں سے ٹانگیں نظر آتی تھیں اور قمیص بھی عجیب ڈھنگ کی تھی آگا پیچھا عجیب،بازو عجیب تھے۔خیر محترم گیانی صاحب نے یہ سوچ کر پہن لیا کہ بیوی نے ہمدردی تو کی لیکن یہ بات اور ہے کہ وہ درزن نہیں۔الحمد للہ ربوہ کی مقدس بستی آئی،ریلوے اسٹیشن کا پلیٹ فارم احباب سے بھرا پڑا تھا۔تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی،چاروں طرف درویشان قادیان زندہ باد،قادیان زندہ باد،نعرہ تکبیر کے فلک بوس نعرے اور ساتھ ہی خوشا نصیب کہ تم قادیان میں رہتے ہو کی سریلی نظموں کی آوازوں نے ایک تہلکہ مچا رکھا تھا۔لوگ اپنے اپنے رشتہ داروں کی تلاش میں تھے آپ کے رشتہ دار بھی معلوم کر رہے تھے کہ محترم گیانی صاحب کا کسی کو اتہ پتہ ہے۔اُن کا نام لطیف ہے کسی نے اشارہ کیا وہ ہیں؟ محترم گیانی صاحب کے بھانجوں نے سر ہلایا،نہیں یہ نہیں ہیں۔پھر کسی نے کہا یہ وہی ہیں۔انہوں نے پھر سر ہلا کر جواب دیا نہیں یہ نہیں ہیں۔جب ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے نے ان کو یقین دلایا کہ وہی ہیں تو اس وقت گیانی صاحب کی شکل قابل دید تھی۔خیر آپ کے بھانجے چارو ناچار آپ کو گھر لے گئے۔جب آپ کی ملاقات اپنی بہن سے ہوئی تو آپ کی بہن نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اس پر آپ نے کہا کہ درویشی زمانہ میں ابتلاؤں سے جنگ کر رہا ہوں۔بہر حال آپ کی بہن نے راتوں رات دو جوڑے کپڑے سئے جن کو پہن کر آپ جلسہ گاہ میں گئے۔لیکن پھر بھی آپ کی حالت دیکھ کر آپ کی بہن کو اطمینان نہ رہا اور آپ کو اپنے پاس رہنے کے لئے کہا۔اس پر آپ نے جواب دیا کہ میں نے درویشی کی خاطر سب کچھ قربان کیا اب کیا پاکستان رہنے کے لئے درویشی بھی قربان کر دوں۔بس تم میرے لئے دعا کیا کرو کیوں کہ دعائیں ایک دن رنگ لائیں گی۔

درویشی کی نعمت کے مقابل پر جائیدادوں کو ٹھکرانا:

محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کے بزرگ کپور تھلہ کے گاؤں پرم جیت کور عُرف آلو پور کے رہنے والے تھے۔ زمین و جائیداد کے مالک تھے اپنے علاقہ میں خوب رعب داب تھا۔ مگر 1947 ء کے پُر آشوب حالات کی وجہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پاکستان ہجرت کرنی پڑی اور محترم گیانی صاحب قادیان آگئے اور درویش بن گئے اور اس درویشی میں ایسے مست ہو گئے کہ ساری زندگی اپنی خاندانی جائیداد کا خیال تک نہ آیا اور ساری زندگی تنگی ترشی میں گزاری لیکن کبھی پچھلی جائیداد کا خیال تک نہ آیا اور نہ کبھی کپور تھلہ جاکر اپنے گاؤں کو دیکھنے کا شوق اُبھرا۔ دنیاوی خواہشات ساری ختم کر دیں۔ اسی وجہ سے اپنے گاؤں کی مٹی بھی یاد نہ آئی اور اگر آئی تو اُس کو ظاہر نہ ہونے دیا اور صرف اس درویشی کی خاطر بھول گئے۔

آپ کی بڑی بیٹی مکرمہ گیانی شمیم اختر صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ بھارت بتاتی ہیں کہ :

”1999ء کا واقعہ ہے کہ ہم اپنے والد صاحب کے پیچھے پڑ گئے کہ ہمیں اپنا گاؤں دکھا کر لائیں۔ بڑی ضد و منت کے بعد آپ تیار ہوئے۔ پورے 52 سال کے بعد آپ اپنے گاؤں جا رہے تھے ایک بڑی گاڑی بُک کروالی گئی تھی۔ اس وقت والد صاحب کے دل کی کیفیت کیا تھی یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ 52 سال کے بعد لازماً گاؤں کافی تبدیل ہو چکا تھا۔ پتہ کرتے ہوئے جب ہم گاؤں میں داخل ہوئے تو مکرم والد صاحب نے سب سے پہلے اجتماعی دعا کروائی اور خدا تعالیٰ کا شُکر ادا کیا کہ خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے 52 سال بعد اپنے گاؤں واپس لایا۔ مکرم والد صاحب کے دل میں اپنی مٹی کی محبت جوش مارنے لگی اور آپ فوراً سب سے پہلے گاڑی سے نیچے اُترے گاؤں کے ایک غیر مسلم بزرگ گاڑی کے پاس کھڑے تھے۔ مکرم والد صاحب کو دیکھتے ہی وہ بزرگ بولے کہ :

”آپ لطیف تو نہیں ہو جو میرے ساتھ بچپن میں کبڈی کھیلتا تھا۔“

یہ سوال کرنے کی دیر تھی کہ دونوں دوست ایک دوسرے سے گلے ملے اور 52 سال کی طویل دوری ایک لمحہ میں ختم ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے والد صاحب ہمیں چھوڑ کر گاؤں کی طرف دوڑتے ہوئے چلے گئے۔ ہم بھی پھر جلدی جلدی والد صاحب کا تعاقب کرنے لگے آگے چلے تو ایک بہت بڑا پرانے زمانے کا گیٹ لگا ہوا تھا۔ اتنا بڑا گیٹ کہ بآسانی ہاتھی گزر جائے۔ یہ وہی گیٹ تھا جہاں مکرم والد صاحب کے بزرگوں کا دیوان لگا کرتا تھا۔ جب ہمارا چھوٹا سا قافلہ گیٹ کے اندر داخل ہوا تو اندر ایک کوٹھی بنی ہوئی تھی جس میں ایک سکھ زمیندار فیملی رہتی تھی۔ جب ہم نے اُن کو والد صاحب کے حالات بتائے تو وہ بہت حیران رہ گئے اور انہوں نے ہماری خوب خاطر تواضع کی۔ ہمارے والد صاحب وہ تھے جو پورا پورا دن گاؤں کی گلیوں، کھیتوں اور دوستوں میں گذار دیتے تھے لیکن کبھی بھی اپنی اس کمزوری کو درویشی میں روک نہ بننے دیا۔ اور اپنی جائیدادوں کو جو ایک بار خیر باد کہا تو بس کہہ دیا۔ انڈیا میں رہتے ہوئے بھی کبھی جائیداد حاصل کرنے کی کوشش نہ کی۔ اور تنگی میں ہی زندگی گزار دی لیکن اگر کوشش کرتے اور اپنی جائیداد زمین وغیرہ کا کیس درج کرواتے تو آپ اپنے بزرگوں کی ساری جائیداد کے مالک ہوتے مگر آپ کے پاس وہ جائیداد تھی جس کی قیمت انمول ہے اور اسکے سامنے دنیا کی ساری جائیدادیں ہیچ اور بے کار اور بے معنی ہیں۔ اور ساری زندگی آپ نے اپنے عمل سے اس کو ثابت بھی کیا کہ سب سے بڑی جائیداد ”درویشی کی جائیداد ہے۔“

خلیفہ وقت سے محبت اور خلافت سے وابستگی:

آپ کو خلیفہ وقت سے بہت محبت تھی۔ 1991ء میں جب خلیفۃ المسیح الرابع ؒ کے بابرکت قدم 1947ء کے بعد پہلی مرتبہ قادیان کی مقدس بستی میں پڑے تو آپ یعنی محترم گیانی عبد اللطیف صاحب کا خلیفۂ وقت سے عشق و محبت کا ایک واقعہ یوں ہے کہ :

”1991ء دسمبر کی بات تھی کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ قادیان کی مقدس بستی میں تشریف لائے ہوئے تھے اس وقت آپ کی بڑی بیٹی کا گھر رحمان ٹی اسٹال کے سامنے سڑک پر تھا اور اس وقت محترم گیانی صاحب کا ایک بیٹا جس کا نام عبد الشکور تھا جو کہ معذور تھا اور بعمر 25 سال وفات پا گیا۔ وہ گھر میں اپنی معذوری کی وجہ سے بیٹھا ہوا تھا اور خلیفۂ وقت کے دیدار سے بھی دور ویرانے میں تھا اور اُس کی یہ بے چینی عبد الشکور کی بڑی بہن کو کھائے جا رہی تھی کہ اُس کے بھائی کے دل میں کتنے ارمان آتے ہوں گے اور ساتھ ہی چکنا چور ہو جاتے ہوں گے۔ اور اسی کشمکش میں آپ نے حضور انور کی خدمت میں گیانی صاحب کے گھر آنے کی درخواست کر دی۔ اور بڑی خوشی خوشی جب آپ نے یہ خبر اپنے والد صاحب کو بتائی اور دل میں سوچا

کہ والد صاحب مجھے شاباشی دیں گے مجھے داد دیں گے اور کہیں گے کہ تو نے اتنی ہمت دکھائی اورضرور کہیں گے کہ خدا تعالیٰ کرے کہ آپ کی درخواست خلیفہ ٔوقت کے دربار میں ضرور قبول ہو اور ہمارا گھر برکتوں سے بھر جائے۔لیکن ہوااس کا بالکل اُلٹ اور وہ اپنی بیٹی کی بات سُن کرخاموش ہو گئے اور کچھ دیر بعد جواب دیا: ''میں خوش نہیں ہوں مجھے خلیفۂ وقت کا ہمارے گھر آنا زیادہ محبوب نہیں ہے مجھے خلیفۂ وقت کی صحت محبوب اور مقدم ہے۔''

محترم گیانی صاحب کے ایسا کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اُن کے گھر کے سامنے سے ایک گندہ نالا جاتا ہے جس میں شہر کے پانی کا نکاس ہوتا ہے اور بڑی بدبو آتی ہے۔خلیفۂ وقت کو اتنی گندی گلی میں لانا ایک درویش کو کیسے گوارہ ہوسکتا ہے وہ تو ہر وقت اپنی جانیں خلیفۂ وقت پر نچھاور کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔لیکن خلیفۂ وقت بھی شفقت سے بھرا ایک دریا ہوتا ہے اور یہی ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ محترم گیانی صاحب کے گھر تشریف لائے صبح صادق کے وقت اور ہر ایک چھوٹے بڑے سے ملے اور خاص طور پر محترم گیانی صاحب کے چھوٹے بیٹے سے ملے جو کہ معذور تھے اور ان کے ساتھ فوٹو بھی کھینچی۔

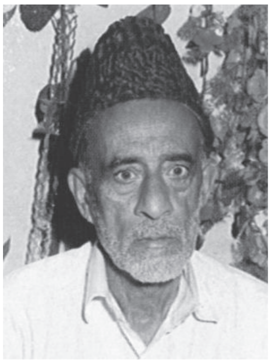
قادیان دار الامان سے محبت وعشق:

گیانی عبد اللطیف صاحب نے اپنی ساری زندگی مقامات مقدسہ کی حفاظت اور قادیان دار الامان جیسی پاک ومقدس بستی کی محبت وعشق میں گزاری۔ اور یہی وجہ تھی کہ قادیان دار الامان کو ایک پل کے لئے بھی چھوڑ کر کہیں باہر جانا آپ کو گوارا نہ تھا۔آپ نے اس پاک بستی کے نام اپنی ساری عمر وقف کر دی اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قادیان کی اس مقدس بستی کی حفاظت کے لئے اپنے آخری دم تک اپنی جان کو قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ جہاں آپ کو خود اپنے لئے قادیان کی مقدس بستی عزیز تھی وہیں آپ نے یہ بھی چاہا کہ آپ کی لڑکیوں کی شادی بھی قادیان میں ہی ہو اور آپ کی اس تڑپ کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانا اور اللہ کے فضل سے آپ کی تینوں بیٹیوں کی شادی قادیان میں ہی ہوئی۔

مورخہ 20 نومبر 2009ء بروز جمعۃ المبارک محترم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش رات 11:45 منٹ پر اپنے حقیقی مولیٰ کریم سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ محترم موصوف کی اہلیہ صاحبہ دو سال قبل مورخہ 27 ستمبر 2007ء کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں وفات پا گئی تھیں۔حضور انور نے ازراہ شفقت آپ کا بھی نماز جنازہ غائب پڑھایا تھا۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اپنے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 27 نومبر 2009ء میں محترم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش مرحوم کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا۔

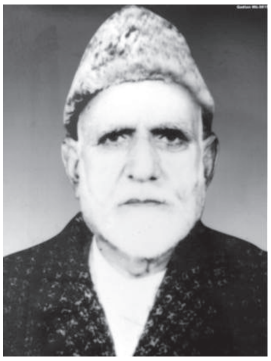
''وفات کا دوسرا اعلان جو کہ مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب درویش ابن مکرم عبد الرحمن صاحب قادیان کا ہے جو 21-20 نومبر کی درمیانی رات کو 82 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن آپ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی محترم حضرت محمد حسین صاحبؓ کپورتھلوی کے پوتے تھے۔آپ نے گورمکھی کا امتحان گیانی پاس کیا تھا اس لئے گیانی کے نام سے مشہور تھے۔حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر فوج سے ریلیز ہو کر قادیان آئے اور 313 درویشوں میں شامل ہوئے۔کچھ عرصہ دیہاتی مبلغین میں شامل ہو کر فیلڈ میں خدمات بجالاتے رہے۔پھر ریٹائرمنٹ کے بعد ری امپلائی ہو کر دفتر زائرین میں لمبا عرصہ خدمت کی توفیق پائی۔قرآن کریم کے گورمکھی ترجمہ کی نظر ثانی اور پروف ریڈنگ بھی بڑی محنت سے آپ نے کی۔کچھ عرصہ مینیجر البدر بھی رہے۔اسی طرح بہشتی مقبرہ کا ایک قطعہ بھی اپنے ذمہ لیا ہوا تھا۔مسلسل وقار عمل کرتے رہتے تھے اُس کو ٹھیک رکھنے کے لئے۔خوش طبع اور زندہ دل انسان تھے۔مطالعہ کا شوق تھا۔معاشی تنگی کے باوجود ہمیشہ خوش باش نظر آتے تھے۔کہتے ہیں کہ کوئی افسردہ شخص بھی اُن سے بات کرتا تو خوش ہوئے بغیر نہ رہتا۔اُن کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔عبد الہادی صاحب نور ہسپتال کی لیب میں کام کر رہے ہیں اور ایک اُن کی بیٹی شمیم اختر نصرت گرلز اسکول میں ٹیچر ہیں اور صدر لجنہ بھارت بھی ہیں۔اُن کے ایک داماد صباح الدین صاحب نائب ناظر بیت المال ہیں۔بچے مختلف حیثیتوں سے جماعتی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی اپنے والد کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ان کے درجات بلند فرمائے۔



52 محترم خواجہ عبد الستار صاحب درویش

محترم خواجہ عبد الستار صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت خواجہ محمد عبد اللہ صاحبؓ عبدل کے بیٹے اور حضرت خواجہ میاں گلاب دین صاحبؓ کے پوتے تھے۔1947ء میں بطور درویش خدمت دین کا شرف حاصل ہوا مہمان نواز، کم گو، بے ضرر انسان تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے گہرا تعلق تھا۔تبلیغ کا بہت شوق تھا دفتر زائرین میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔آپ کی وفات 14 مئی 2008ء کو ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین (ادارہ)

53 چوہدری عبد الحق صاحب درویش



(ادارہ)

چودری عبد الحق صاحب درویش موضع بھٹیاں ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ابتداء میں نہرہ پٹواری کی حیثیت سے ملازمت شروع کی۔ پھر جنگ عظیم دوم میں ملٹری میں بھرتی ہوئے اور جنگ کے دوران ہی قبولیت احمدیت کی توفیق پائی۔ملڑی سے ریٹائرمنٹ کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر میں بطور ہیڈ کلرک نظارت امور عامہ کئی سال تک خدمت بجالاتے رہے۔ پھر بطور معاون ناظر اعلیٰ بھی خدمت کی توفیق ملی۔ انجمن کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اچھی صحت اور خدمت کا جذبہ رکھنے کی وجہ سے آخر تک دفتر وقف جدید میں کام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ لوکل انجمن احمدیہ کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔

آپ کی پہلی بیوی زمانہ درویشی سے کافی قبل فوت ہو چکی تھیں جن سے دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں جو پاکستان میں مقیم ہیں۔ زمانہ درویشی میں مالابار کی ایک بیوہ خاتون سے شادی کی جس کے پہلے خاوند سے دولڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ان بچوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی۔ ایک بیٹا نوجوانی کی عمر میں فوت ہو گیا اور دوسرے بیٹے مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر ناظر بیت المال آمد کے طور پر خدمت سلسلہ بجالا رہے ہیں۔تینوں ربائب کی شادیاں کیں اور پھر چوہدری صاحب کی صلب سے بھی دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ ایک بیٹا عزیز نور الدین مغربی جرمنی میں مقیم ہے۔ بیٹی نوجوانی کی عمر میں گزشتہ سال پہلی زچگی میں وفات پا گئی۔ بڑھاپے کی عمر میں یہ صدمہ مرحوم چوہدری صاحب نے نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔لیکن چھ عرصہ بعد طبیعت یکدم کمزور ہوتی گئی۔ پاسپورٹ پر اپنے عزیز و اقارب سے ملنے پاکستان گئے وہاں جاکر یرقان ہو گیا۔ ربوہ میں علاج ہوا۔ پھر لاہور کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ پانچ جون کو بارڈر کراس کرنے کا پروگرام تھا لیکن چار جون 1980ء کو لاہور ہی میں آخری بلاوا آ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

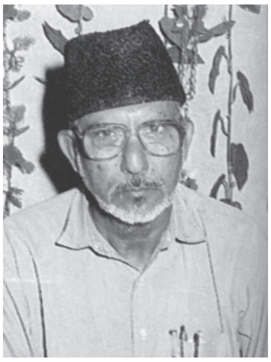
آپ نیک، صوم وصلوۃ کے پابند خوش مزاج اور زندہ دل آدمی تھے۔غیر مسلموں سے بھی وسیع تعلقات تھے۔اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور جوار قرب میں جگہ عطا فرمائے۔آمین۔

54 محترم مستری ہدایت اللہ صاحب درویش

مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب درویش ابتدائی مخلص درویشان میں سے تھے۔آپ نے 33 سالہ دور درویشی نہایت صبر اور استقلال اور سلسلہ کی خدمات کرتے ہوئے گزاری۔ آپ صوم صلوٰۃ کے پابند، نیک مخلص اور محنتی تھے۔آپ کی شادی استانی ربیعہ خانم صاحب آف گجرات سے ہوئی تھی جن کے بطن سے ایک لڑکی تولد ہوئی تھی جو چھوٹی عمر میں فوت ہو گئی۔ پہلی بیوی کے فوت ہونے پر آپ نے دوسری شادی خانپور ملکی بہار میں کی اور دوسری بیوی کے ساتھ دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ آپ نے ان بچوں کی تربیت بڑے پیار اور احسن طریق سے کی۔ آپ کو مورخہ 3.7.1981 دل کا دورہ پڑا علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن اگلے دن دوبارہ دورہ پڑا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔آپ کی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین (تلخیص اخبار بدر 16 اگست 1981ء)

55 محترم چوہدری عبد السلام صاحب درویش

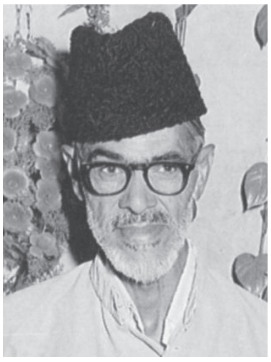


آپ مکرم چوہدری عبد الحکیم صاحب کے ہاں درگانوالی ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم پائی۔ پیدائشی احمدی تھے۔ والدہ بچپن میں ہی فوت ہوگئی تھیں۔ بھائی بہن چھوٹے تھے انکی پرورش کے لئے آپ روزگار کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے اور پھر والد صاحب سے انکی زندگی میں دوبارہ ملاقات نہ ہوسکی۔ تقسیم ملک کے وقت جب مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک فرمائی تو آپکے تایا چودھری اللہ دتا صاحب نے آپکی بہادری اور بعض خوبیوں کے پیش نظر فرمایا کہ ہمارے خاندان میں یہ لڑکا ہے جوان حالات میں کام آنے کے لائق ہے چنانچہ آپ نے خود کو پیش کیا اور ابتدائی 313 درویشان میں شامل ہونے کی سعادت پائی اور تادم وفات عہد درویشی کو نہایت صبر شکر اور وفا سے نبھایا۔ 7جون 1948 کو 24 سال کی عمر میں آپ وصیت کے نظام میں شامل ہو گئے۔ 1950 میں آپکی شادی آپ کے ماموں زاد مکرمہ سلیمہ اختر صاحبہ سے ہوئی۔ آپ نہایت جری، جفاکش، بہادر اور نڈر انسان تھے۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے جو کام بھی سپرد ہوا اطاعت اخلاص اور محنت سے سرانجام دیا اور مختلف رنگوں میں خدمت کی توفیق پائی۔

قادیان میں فضل عمر پریس لگائے جانے پر اسکے پہلے مینیجر مقرر ہوئے۔ ایک حادثہ میں آپکی بائیں باز و مشین میں آکر کچلی گئی تو آپنے بڑی ہمت اور حوصلہ وصبر سے اپنے آپ کو سنبھالا اور مشین میں پھنسی ہوئی اپنی بازو خود اپنے دوسرے ہاتھ سے کاٹ دی۔ اور نہ صرف خود برداشت کیا بلکہ دیکھنے اور علاج کرنے والوں کو بھی حوصلہ دیا اسکی وجہ سے آپکی صحت کمزور ہوگئی اسکے باوجود آپنے پریس اور بعد میں دفتر تعمیرات میں خدمات سر انجام دیں۔ آپکو نظام جماعت، خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام سے بہت محبت وعقیدت تھی۔ نہایت مخلص، دعاگو، صابر، شاکر، صوم و صلوۃ کے پابند قرآن مجید کی تلاوت باقاعدہ کرنے اور مخلوق خدا کی ہمدردی کرنے والے شریف النفس وجود تھے۔ آپ جلسہ سالانہ کے لئے جلسہ گاہ اور پنڈال تیار کرنے کے لئے سالہا سال تک ڈیوٹی دیتے رہے۔ دیوار بہشتی مقبرہ بنانے، منارۃ المسیح میں سنگ مرمر کی سلیب لگانے اور دیگر تعمیراتی کاموں میں انتھک محنت سے خدمت انجام دی۔ باوجود ایک ہاتھ نہ ہونے کے ہر طرح کا کام خود کر لیتے اور کسی قسم کی مجبوری کا اظہار نہیں کیا۔ ہر ایک سے محبت و پیار شفقت سے پیش آتے ہر ایک کو سلام کرتے۔ محلے میں بھی کوئی بیمار ہوجاتا تو بے چین ہوجاتے اسکی ہر طرح مدد کرتے اور دعا کرتے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے بہت محبت وعقیدت تھی ان کے بلانے پر کھانا پینا، سب کام کاج چھوڑ کر چلے جاتے اور ہر کام پر انکے حکم کو مقدم رکھتے۔ بار بار گھر والوں سے پوچھتے میرے گھر سے باہر جانے کے بعد میاں صاحب کا کوئی پیغام تو نہیں آیا۔ والی بال کے بہت اچھے کھلاڑی تھے۔ اپنی اہلیہ کی کمزوری و بیماری میں بہت خدمت کی۔ کبھی کسی کو تنگی نہ دی۔ آپنے دو یتیم بچیوں کی پرورش کی اور انکی شادیاں کیں۔

تقسیم ملک سے قبل جب دہلی میں جلسہ ہوا آپ دہلی میں ملازم تھے۔ مخالفین نے حملہ کر دیا اس موقعہ پر آپنے عورتوں کی حفاظت میں بہادری سے نمایاں کردار ادا کیا۔ تقسیم ملک کے وقت عورتوں کو مضافات سے مرکز پہنچانے کی انتہائی کوشش کی۔ 18 ستمبر 2006ء کو حرکت قلب بند ہونے سے احمدیہ ہسپتال قادیان میں بعمر 83 سال وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں جو سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ بڑے بیٹے مکرم عبد العزیز صاحب اختر قادیان میں حلقہ مبارک کے صدر، ہیں۔ آپکی نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں پڑھائی اور قطعہ درویشان میں آپکی تدفین کے بعد دعا کرائی۔ حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں آپ کے نیک اوصاف کا ذکر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

56 محترم بشیر احمد مہار صاحب درویش



(مکرم چودھری رفیع احمد گجراتی صاحب۔ کارکن صدر انجمن احمدیہ قادیان)

خاکسار کے سسر محترم بشیر احمد صاحب مہار درویش ساکن قادیان ولد مکرم چودھری حاجی خدا بخش صاحب نے اپنے حالات زندگی رسالہ مشکوۃ قادیان جون 2004ء میں شائع کئے تھے۔ ان کی مدد سے خاکسار یہ مضمون مرتب کر رہا ہے۔ محترم سسر صاحب لکھتے ہیں:

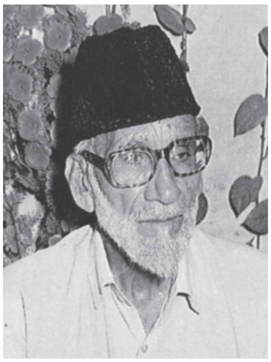
''میں نے اپنے گاؤں میں ساتویں تک تعلیم حاصل کی۔ بعدہ والد صاحب کے ساتھ کاشت کاری میں مدد دینے لگا۔ ہم دو بھائی تھے۔ اور 1942ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر ہم دونوں فوج میں بھرتی ہو گئے صاحبزادہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب افسر بھرتی تھے۔ انہوں نے ہمیں بھرتی کرلیا۔ ایک دوست نے آپ سے عرض کیا کہ یہ دو ہی بھائی ہیں دونوں کو بھرتی کرلیا تو گھر میں ان کے والد صاحب کے ساتھ زمیندارہ کا کام سنبھالنے والا کوئی نہیں ہوگا۔'' اس پر حضرت میاں صاحب نے میرے بڑے بھائی کو مستثنیٰ کر دیا اور مجھے بھرتی کر دیا۔ 1942 تا 1946 میں نے ملٹری میں سروس کی۔ جنگ بندی ہونے پر جب میں فارغ ہو کر گھر آ گیا تو زمیندارا کا کام کرنے لگا۔ تقسیم ہند کے ساتھ ہی ہزاروں افراد پناہ کی غرض سے قادیان آ گئے تو حضور نے ایک بار پھر احمدی خدام کو خدمت کیلئے بلایا اور میں والد صاحب کی ہدایت پر قادیان آ گیا میرے ساتھ چھ سات نوجوان اور بھی آئے تھے جو چند دن بعد واپس چلے گئے جبکہ میں اور چودھری عطاء اللہ صاحب قادیان میں رہ گئے 1954 میں عطاء اللہ صاحب بھی اپنی خاندانی مجبوریوں کے باعث واپس چلے گئے اور میں اکیلا اللہ تعالیٰ کے فضل کے باعث اپنے عہد و وفا کو نبھا رہا ہوں۔''

محترم سسر صاحب لکھتے ہیں'' 1949 میں میرے بڑے بھائی کی وفات پر بعض احباب نے والد صاحب کو مشورہ دیا کہ اب آپ اکیلے رہ گئے ہیں بشیر احمد کو قادیان سے بلالیں لیکن والد صاحب نے جواب دیا کہ میرے سات لڑکے پیدا ہوئے ان میں سے صرف ایک ہی ہے جو مسیح پاک کی مقدس بستی میں خدمت کی توفیق پا رہا ہے میں اس کو ہرگز واپس نہیں بلاؤں گا۔''۔'' ابتداء میں میں نے نظارت علیا، پھر نظامت جائیداد اور بعد ازاں دفتر بیت المال میں ایک لمبا عرصہ بطور کلرک خدمت کی توفیق پائی تھوڑی تعلیم اور دیہاتی ماحول میں پرورش پانے کے باوجود دفاتر میں خدمت کی سعادت صرف اللہ تعالیٰ کا ہی فضل تھا۔

1954 میں میں پاکستان گیا اور 10 مارچ کو میں بھی مسجد مبارک ربوہ میں عصر کی نماز میں محراب کے سامنے موجود تھا جب وہ دردناک سانحہ پیش آیا اور حضرت المصلح الموعودؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا مجرم پہلی صف میں چادر اوڑھے بیٹھا تھا جوں ہی حضور نماز پڑھا کر واپس جانے لگے تو اُس نے بڑی پھرتی سے اُٹھ کر چاقو سے حملہ کر دیا۔ زخم حضور کی گردن میں لگا اور حضور کی پگڑی بھی گر گئی فوری طور پر کچھ دوست حضور کی طرف بڑھے اور کچھ حملہ آور کی طرف۔ حضور نے فرمایا، حملہ آور کو مارنا نہیں کوئی کچھ نہ کہے۔ حملہ آور کا نام محمد حنیف تھا۔ جسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ یہ خوفناک حادثہ میرے ذہن پر نقش ہے اور میں اسے کبھی نہیں بھولا۔''

آپ کی 5 بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بڑی دو بیٹیوں کی شادیاں سیالکوٹ میں ہوئیں۔ تیسری بیٹی کی شادی اپنے بھانجے چوہدری اعجاز احمد باجوہ ربوہ سے کی۔ چوتھی بیٹی کی شادی خاکسار رفیع احمد ابن چودھری سکندر خان صاحب درویش مرحوم قادیان سے ہوئی۔ پانچویں بیٹی کی شادی مکرم انس احمد صاحب ابن مکرم سکندر خان صاحب درویش مرحوم سے ہوئی۔ آپ کا بیٹا مشہود احمد ذہنی طور پر ٹھیک نہیں تھا جو گم ہو گیا۔ اب تک کوئی پتہ نہیں لگا ہے۔

آپ نے اپنے بچوں کی اچھے رنگ میں تربیت کی۔ مرحوم نے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے ساری زندگی قادیان میں بسر کی۔ آپ تہجد گذار خاموش طبع اور پر وقار شخصیت کے مالک تھے زمانہ درویشی نہایت صبر و استقامت و قناعت کے ساتھ گزارا۔ اپنی زندگی میں ہی آبائی جائیداد کی تشخیص کروا کے حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔ بلند آواز اور خوش الحانی سے اذان دیا کرتے تھے۔ خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والے تھے۔ آپ کا شمار ابتدائی درویشوں میں سے تھا۔ آپ موصی تھے آپ کی تدفین قطعہ درویشان قادیان میں ہوئی۔ دفتر اوقات کے بعد آپ نے ذریعہ معاش کیلئے بھینسیں پالی ہوئی تھیں۔ آپ کی امانت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ علاقہ بھر میں آپ کا دودھ سب سے زیادہ خالص ہوا کرتا تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص لحن عطا فرمایا تھا۔ اذان ایک خصوصی لے اور لحن سے ادا کیا کرتے تھے جسے سن کر نمازی خود بخود مسجد کی جانب گامزن ہو جاتے تھے۔ آپ بعمر 84 سال مورخہ 13/ نومبر 2008ء کو قادیان میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ درویشان میں ہوئی۔ اور اسی طرح حضور انور نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔



57 محترم مولوی برکت علی انعام صاحب درویش

مکرم مولوی برکت علی صاحب انعام درویش قادیان ولد مکرم محمد اسماعیل صاحب ولد مکرم نظام دین صاحب صحابیؓ کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قریباً 17 سال کی عمر میں فوج میں بھرتی ہو گئے اور صوبے دار کی پوسٹ پر کام کرتے ہوئے ریٹائرمنٹ لے لی اور لاہور میں پولیس انسپکٹر کی سروس کی آپ کو پیش کش ہوئی جسے قبول نہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر قادیان آئے اور درویشان میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

آرمی سروس کے دوران آپ نے سپورٹس کوچنگ کا کورس اٹلی میں کیا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت مرکز قادیان کی حفاظت کے لئے آپ کے چھوٹے بھائی مکرم محمد یوسف صاحب درویش مرحوم پہلے آگئے پھر آپ بھی جب اپنے والدین سے ملکر آنے لگے تو آپ کی والدہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہ دونوں بچے جا رہے ہیں اور گھر کو کوئی سنبھالنے والا نہیں تو آپ کے والد صاحب نے اپنی اہلیہ کو سمجھایا کہ اگر مرکز کی حفاظت کے لئے میری ضرورت پڑی تو میں بھی چلا جاؤں گا اور پیچھے بچوں کو تم سنبھالو گی۔ اس طرح آپ مرکز کی حفاظت کے جذبہ سے قادیان آگئے اور چونکہ فوجی تجربہ کار اور بہادر نوجوان تھے تقسیم ملک کے مخدوش حالات میں نمایاں طور پر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ بعد میں بھی کبھی ضرورت پڑتی تو آپ سکیورٹی کے شعبہ میں خاص خدمت انجام دیتے۔

آپ کو مختلف دفاتر میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ نائب ناظر امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عہدے پر ریٹائر ہوئے۔ لمبا عرصہ افسر سپورٹس رہے۔ فٹ بال، والی بال، کبڈی، ہاکی کے بہترین کھلاڑی تھے۔ احمدی نوجوانوں کے ساتھ قادیان اور گردونواح کے غیروں کو بھی گیموں کی ٹریننگ دیتے رہے۔ تقسیم ملک سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی پہلی بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں تقسیم ملک کے بعد وہ قادیان نہ آسکے تو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت سے دوسری شادی مدراس میں مکرم عبد الرحیم صاحب کی بیٹی مکرمہ شہناز بیگم صاحبہ سے 1953ء میں کی جن سے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں سب بچے شادی شدہ ہیں۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، ہنس مکھ، ملنسار ہر ایک سے محبت پیار کرنے والے اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ تمام بھائی بہنوں سے بڑے تھے۔

آپ اپنے بیٹوں کے پاس امریکہ میں رہ رہے تھے اور مختلف عوارض سے بیمار تھے اور وہیں مورخہ 30/ مئی کو امریکہ میں بعمر 88 سال وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وہاں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ آپ کا تابوت آپ کے چھوٹے بیٹے ظفر احمد ندیم 6/ جون کو قادیان لائے۔ اسی روز بعد نماز عصر محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ درویشان میں تدفین ہوئی اس موقعہ پر کافی تعداد میں غیر مسلم افراد بھی تشریف لائے۔ آپ کی بہن مکرمہ فضل بیگم صاحبہ اور بھانجے داماد مکرم ملک طاہر احمد صاحب اور بیٹی طیبہ ناہید ربوہ پاکستان سے اور بڑی بیٹی مکرمہ منصورہ عصمت صاحبہ اہلیہ مکرم عبد المالک صاحب ملکانہ فرانس سے قادیان تشریف لائیں۔ بڑی بیٹی جرمن میں اور سب سے چھوٹی ربوہ میں ہیں جبکہ چاروں بیٹے امریکہ میں ہیں۔

58 محترم شیخ غلام جیلانی صاحب درویش



محترم شیخ غلام جیلانی صاحب موضع ساماں موضع کیمبل پور پاکستان کے رہنے والے تھے۔ آپ ابتدائی درویشان میں سے تھے۔ نہایت صوفی منش بزرگ تھے۔ بہت ہی کم گو تھے۔ اور تنہائی پسند تھے۔ جب تک حرکت کے قابل تھے مسجد مبارک کا ایک کونہ ہمیشہ آباد رکھا۔ تمام نمازیوں سے پہلے اپنے اس گوشہ پر قبضہ کرتے۔ دُعاؤں اور وظائف میں بہت شغف تھا۔ قریباً دو سال قبل بیماری کی حالت میں پاکستان گئے لیکن وہاں جا کر زیادہ بیمار ہو گئے اور چند ماہ قبل واپس آگئے۔ آپ ایک لمبے عرصے سے بیمار چلے آرہے تھے اور بڑھاپے اور بیماری نے ملکر بہت کمزور کر دیا تھا۔

آپ کی وفات مورخہ 16 مئی 1965ء کو بعمر 85 سال قادیان میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی نماز جنازہ محترم حضرت امیر صاحب نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ (تلخیص اخبار بدر قادیان 20 مئی 1965ء)

59 محترم مولوی سراج الحق صاحب درویش

(مکرم قمر الحق صاحب ۔حیدر آباد)

میرے والد مکرم مولوی سراج الحق صاحب درویش ولد محترم منشی حضرت عبد الحق صاحب صحابیؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام 17/ مئی 2006ء کو بعمر 78 سال بقضائے الٰہی رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ 10 جون 1929 کو پیدا ہوئے تھے۔

اگست 1947ء کا پر آشوب اور تقسیم ملک کا وقت تھا۔ لاکھوں مسلمان اپنی جانوں کو بچانے کی خاطر خالی ہاتھ پاکستان کی طرف رواں دواں تھے۔ ایسے خطرناک حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے مقامات مقدسہ کی آبادی کیلئے نوجوانوں کو ارشاد فرمایا انہی میں ایک خوبرو نوجوان مکرم سراج الحق صاحب جن کی عمر بمشکل 17-16 سال ہوگی اس حکم کی تعمیل میں چل پڑے۔ آپ ان 313 درویشان کرام میں سے ہیں جنہوں نے پرخطر حالات میں قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت میں خدمات کیں۔

اپنی تعلیم قادیان میں مکمل کر کے بطور مبلغ اپنی خدمات کا آغاز کیا۔ آپ کا پہلا تقرر مظفر پور بہار میں ہوا۔ بعد ازاں شموگہ (کرناٹک) تیماپور ضلع گلبرگہ (کرناٹک) یادگیر اور حیدر آباد میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کے سلسلہ میں متعین رہے۔ جب آپ مبلغ تیماپور تھے یہ تاریخی فیصلہ ہوا کہ ایک ہی مسجد میں پہلے غیر احمدی اذان دیکر نمازیں پڑھیں اور اس کے بعد احمدی حضرات اسی مسجد میں اپنی نمازیں ادا کریں۔ یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا۔ جب ایک احمدی دوست مکرم مبشر احمد صاحب شہید کر دیئے گئے تو تیماپور میں احمدیوں کی علیحدہ مسجد تعمیر ہوئی۔ آپ تربیتی و تبلیغی اُمور انجام دینے کے بعد بطور انسپکٹر بیت المال جنوبی ہند کی جماعتوں میں دورہ کرتے رہے۔ اور ریٹائر ہونے سے قبل لمبے عرصہ تک مختار عام جائداد صدر انجمن احمدیہ (حیدر آباد) کے طور پر خدمات بجالائیں۔

حیدر آباد کی جائدادیں بیت الارشاد اور انور منزل کے مقدمات میں کامیابی کیلئے آپ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ غیر احمدی وکیل جناب علی عادل صاحب ایڈوکیٹ جنہوں نے متذکرہ بالا عمارات کے مقدمہ میں جماعت کی طرف سے پیروی کی تھی۔ آپ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا کہ ایسے ایماندار، دیانتدار، محنتی شخص جس نے دن رات پیروی کر کے یہ عمارات مخالفوں سے واپس حاصل کرنے میں میرا بھرپور تعاون کیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ میں احمدیہ جوبلی ہال کی دوبارہ تعمیر اور مدراس کے مشن ہاؤس کی تعمیر شامل ہیں علاوہ اس کے الحق بلڈنگ ممبئی کے مقدمہ میں کئی سال تک آپ نے پیروی کی۔

والد صاحب مرحوم ناظم انصار اللہ صوبہ آندھرا پردیش کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے اور اپنی محنت لگن اور کاوشوں سے جماعتوں میں ایک نئی رُوح پھونکی۔ آپ کی شادی 1955 میں حیدر آباد کے ایک معزز اور مخلص خاندان میں محترم میر احمد علی صاحب مرحوم کی صاحبزادی (محترم سیٹھ محمد غوث صاحب مرحوم کی نواسی) محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تین لڑکیوں اور ایک لڑکے سے نوازا الحمد للہ۔ آپ مکرم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید عالم اور الشرکۃ الاسلامیہ کے چیرمین کے چھوٹے بھائی تھے۔

اپنی وفات سے چند سال قبل عزیز واقارب سے ملنے تنہا ہی پاکستان تشریف لے گئے تھے اور ربوہ، لاہور کراچی میں ملاقات کر کے لوٹے 2000 میں ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ دوسرا حملہ جو حلق پر ہوا اس سے آپ بہت کمزور ہو گئے اور 17 مئی 2006ء کو بعمر 78 سال بقضائے الٰہی رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ موصی تھے خواہش کے مطابق جسد خاکی کو اسی دن بذریعہ طیارہ دہلی اور پھر قادیان لے جایا گیا۔ دوسرے دن حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ درویشان بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تہجد گذار، مخلص تلاوت باقاعدہ کرنے والے، بہت ملنسار اور اپنوں وغیروں میں یکساں مقبول تھے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ کثیر تعداد میں غیر احمدیوں نے بھی امیر صاحب جماعت احمدیہ حیدر آباد کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی اور آپ کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے رہے۔ آپ نے چار خلفائے کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ بالخصوص اپنی زندگی کی آخری بیماری میں باوجود شدید علالت و کمزوری کے اپنی اہلیہ۔ بہو۔ بیٹے اور دو پوتا پوتی کے ہمراہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے دہلی میں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

60 محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب درویش

(مکرم منیر احمد خادم صاحب۔ ناظر اصلاح و ارشاد قادیان)



والد محترم مولانا بشیر احمد خادم صاحب درویش نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل اپنے خاندان کے اور اپنے بعض حالات ایک ڈائری میں لکھے تھے۔ خاکسار انہیں سے فائدہ اٹھا کر یہ مضمون لکھ رہا ہے۔ اپنے خاندانی حالات لکھتے ہوئے محترم والد صاحب مرحوم و مغفور نے تحریر فرمایا کہ:

’’خاکسار ناچیز بشیر احمد خادم کی پیدائش قریباً 1925ء کی ہے۔ ہمارے خاندان میں سب سے پہلے میری دادی محترمہ حضرت مائی جیواں رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت مولوی جان محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئی تھیں۔ اس کے بعد والد محترم حضرت میاں اللہ بخش صاحب رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ حضرت عمراں بی بی صاحبہؓ اور پھر چچا اللہ رکھا صاحب اور چچا محمد دین صاحب اور چچا احمد دین صاحب اور چچا محمد حسین صاحب بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ ان تمام بزرگوں کی اپنے غیر احمدی رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں میں انتہائی مخالفت ہوئی۔ مگر یہ سب بفضل خدا ثابت قدم رہے اور احمدیت کی تبلیغ کرتے رہے۔

ڈسکہ میں ہمارے دو مکان تھے اور بھینسوں کے بیوپار وغیرہ کا اچھا کاروبار تھا۔ ہم لوگ نئے ڈسکہ میں رہتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ڈسکہ کی جائداد بیچ کر ہم لوگ حضرت مصلح موعودؓ کے دور بابرکت میں قریباً 1930ء میں قادیان ہجرت کر کے آ گئے اور کچھ عرصہ کے بعد یہاں محلہ دارالشکر میں زمین خرید کر مکان بنوایا۔ قادیان میں نہایت ہی پیارا اور مقدس ماحول تھا۔ ہر محلے کی الگ الگ تنظیم تھی۔ تمام مجالس بہت سرگرم اور فعال تھیں۔ نمازِ فجر سے پہلے خدام اور اطفال درود شریف بلند آواز سے پڑھ کر لوگوں کو نماز کیلئے جگایا کرتے تھے۔ نمازوں کی حاضری ہوتی تھی۔ تعلیم و تربیت کا نہایت ہی اچھا انتظام تھا۔ قادیان کے ارد گرد مضافات میں تبلیغی گروپ جا کر یوم التبلیغ کا پروگرام بڑے اخلاص اور جوش سے منایا کرتے تھے۔ مشترکہ اجلاس اور کھیلوں کے اجتماعی پروگرام ہوتے تھے۔ خاص طور پر جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک عجیب بہار ہوتی تھی۔

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کا خاندان جو کہ پرانا احمدی تھا ان کے اثر و رسوخ اور وجاہت کی وجہ سے مخالفین اکثر دب جاتے تھے مگر ہنگامہ آرائی اور بد خلقی اور غیر اسلامی طور طریق کا مظاہرہ ہمیشہ مخالفین کی طرف سے ہوتا رہتا تھا۔ آتے جاتے ہوئے غنڈے اور بد خلق نوجوان جو اکثر اوباش قسم کے ہوتے تھے وہ گندی سے گندی گالیاں دیا کرتے تھے۔ مگر کمال ہے جوش و اخلاص احمدیوں کا کہ ہر موقعہ پر تبلیغی سرگرمی رہتی تھی اور مخالفین کو دندان شکن جوابات دیتے رہتے تھے چند مرتبہ پرانے ڈسکے میں غیر احمدیوں نے فساد بھی کر دیا مگر آخر اُنہیں مُنہ کی کھانی پڑی۔ اور خاموش ہو گئے۔

میری والدہ محترمہ ہمارے بچپن کے زمانہ میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ ان کی بہت معمولی پہچان ہے۔ ان کی وفات کے بعد والد محترم نے ہمیں بڑی محبت سے پالا اور تربیت کی۔ مجھے یاد ہے بچپن میں مجھے وہ اکثر اپنے ساتھ نماز کیلئے لے جایا کرتے تھے اور محض ہماری تربیت کیلئے وہ ڈسکہ سے قادیان ہجرت کر کے آ بسے اور پھر ہمیشہ کیلئے ہم لوگ قادیان کے ہو گئے۔ ہم تین بھائی تھے۔ بڑے بھائی خدا بخش صاحب اور چھوٹے بھائی نذیر احمد صاحب جو بعد میں زندگی وقف کر کے تحریک جدید کی زمینوں پر سندھ میں بطور منشی مقرر ہوئے اور اب تک سندھ میں ہی مقیم ہیں۔ ان کے 9 بچے ہیں اور بڑے بھائی صاحب کے 11 بچے اور خاکسار کے بفضلہٖ تعالیٰ 12 بچے ہیں۔ خاکسار نے قادیان میں آ کر چھ جماعت تک تعلیم پائی اور پھر بعض مجبوریوں کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دی۔

1941ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر کہ نوجوان فوج میں بھرتی ہو جائیں خاکسار بھی جنگ عظیم ثانی کے موقع پر فوج میں بھرتی ہو گیا اور پھر عرصہ پانچ سال تک فوج میں رہا۔ مجھے خدا کے فضل سے بچپن سے ہی تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ فوج میں اکثر تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ آخر 1946ء میں فوج میں ہی یہ عہد کر کے فراغت حاصل کر لی کہ اب زندگی وقف کر دوں گا۔ چنانچہ فوج سے آتے ہی دیہاتی مبلغین میں اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ فوج میں مجھے ہندوستانیوں کے علاوہ جاپانیوں کو بھی تبلیغ کرنے کا موقعہ ملا۔ فوج سے آنے کے بعد اپریل 1946ء میں میری شادی حضرت فضل الدین صاحب عبد اللہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی بیٹی محترمہ عطیہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی اور پہلا بیٹا اللہ تعالیٰ نے 2 دسمبر 1946 کو

دیا جس کا نام اس کی نانی حضرت خیراں بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے رکھوایا حضور نے بچے کا نام نصیر احمد تجویز فرمایا اور دعائیں کی۔ اس بچے کی پیدائش سے پہلے ہی خدا تعالیٰ سے میں نے دعا کی کہ خدایا اگر تو مجھے بیٹا دے گا تو میں اس کو تیری راہ میں وقف کر دوں گا۔ چنانچہ عزیز نصیر احمد نے مولوی فاضل تک تعلیم حاصل کی اور بحیثیت معلم وقف جدید باقاعدہ سلسلے کی خدمت کر رہا ہے۔

تقسیم ملک کے وقت کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے محترم والد صاحب مرحوم نے لکھا کہ:

''1947میں تقسیم ملک ہوا جس کی وجہ سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا۔ اور قتل و غارت بھی ہوئی۔ اُن ایام میں نہایت ہی خطرناک قسم کے فسادات ہوئے جس کی تفصیل تاریخ احمدیت میں موجود ہے اور آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی بنا پر اکثر احمدیوں کو قادیان سے ہجرت کرنی پڑی اور سوائے حلقہ مسجد مبارک کے باقی تمام احمدی احباب حالات کی مجبوری کی وجہ سے قادیان سے ہجرت کر گئے۔ اُس وقت قادیان کی مجموعی آبادی قریباً پندرہ سولہ ہزار تھی۔ قادیان کی اکثریت کی ہجرت اور دیار مسیح یعنی حلقہ مسجد مبارک کا آباد رہنا اور محفوظ رہنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسے وقت میں اپنے تمام خاندان میں سے خاکسار کو قادیان میں قیام اور خدمت کا موقعہ ملا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

خاکسار ابتدائی 313 درویشوں میں سے ہے جن کو ہجرت کے وقت یہاں قیام کی توفیق ملی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اور انتخاب کے مطابق ہم لوگ یہاں رہے۔ انشراح صدر اور محض خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے انتہائی خطرناک حالات میں خاکسار یہاں قیام پذیر ہوا۔ ''ہندوستان کے مختلف علاقوں، یوپی، پنجاب (مالیر کوٹلہ) مضافات پنجاب، بہار، آندھرا، اڑیسہ، بنگال، علاقہ بمبئی، ہبلی، نندگڑھ وغیرہ علاقوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجموعی لحاظ (سے) قریباً گیارہ سو غیر احمدی اور بعض ہندو خاکسار کے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور جماعتوں کی تربیت کا اچھا موقع ملا۔ اسی عرصہ میں کافی تعداد میں احمدی احباب کی وصیتیں کروائیں اور رشتے ناطے میں تعاون کیا اور قریباً دو درجن احمدی اور بعض غیر احمدی بچے مرکز میں لاکر مدرسہ احمدیہ میں داخل کئے۔ بعض ان میں سے بفضلہ تعالیٰ کامیاب مبلغ ہیں اور میرے تمام لڑکے خدا کے فضل سے مولوی فاضل کے بعد سلسلہ کے کام میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر و استقلال سے خدمت کی توفیق دے''۔

دیہاتی مبلغین کی کلاس سے فراغت کے بعد محترم والد صاحب نے عرصہ چالیس سال تک ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تبلیغ و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا۔ بفضلہ تعالیٰ آپ کو یوپی کی مختلف جماعتوں میں پنجاب کے ملیر کوٹلہ میں اور مضافات قادیان میں اسی طرح بہار۔ آندھرا، آڑیسہ، بنگال، مہاراشٹر، کے کئی علاقوں میں تبلیغ و تربیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس دوران دو درجن سے زائد بچوں کو قادیان لاکر ابتدائی تربیت دیکر اور بعضوں کا خرچ خود برداشت کر کے مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخلہ دلوانے کی توفیق ملی۔ میدان تبلیغ میں والد مرحوم کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ نظام وصیت میں لانے کی کوشش کرتے تھے اور رشتے احمدی خاندانوں میں کروانے کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ والد صاحب مرحوم و مغفور کو تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا ایک جنون تھا قادیان میں آنے والے غیر احمدی اور غیر مسلم مہمانوں کو تبلیغ کے لئے بہت دلچسپی سے وقت دیتے تھے۔ ایک لمبا عرصہ آپ دفتر زائرین میں بھی خدمت بجالاتے رہے اور بڑے پر اثر انداز میں تبلیغ کرتے رہے۔ تبلیغ اور دعوۃ الی اللہ کے لئے آپ کی ایک انفرادیت یہ بھی تھی کہ آپ گھر میں خاص طور پر نماز تہجد ادا کرتے تھے اور رو رو کر دعا کرتے تھے۔ تمام مبلغین اور معلمین اور خلیفہ وقت کے لئے دعائیں کرنا آپ کا معمول تھا۔ نماز تہجد بہت رقت اور سوز کے ساتھ ادا کرتے تھے اور چلتے پھرتے بھی ذکر الٰہی کرتے۔ گھر میں بھی بچوں کی تربیت کا بلکہ ماحول کی تربیت کا بھی خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

والد محترم کو بفضلہ تعالیٰ عرصہ آٹھ سال بحیثیت صدر مجلس انصار اللہ بھارت خدمت کی توفیق ملی آپ کے وقت میں مجلس انصار اللہ بھارت کو مجالس کے قیام اور تنظیم کی فعالیت کے علاوہ نیا دفتر تعمیر کرنے کی توفیق بھی ملی۔ اسی طرح بھارت میں مجلس کے اجتماعات کا آغاز بھی آپ کے دور میں ہوا۔ آپ نے اپنی تمام اولاد کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔ خاکسار کو یاد ہے کہ بچپن میں جب ہم لوگ چار یا پانچ سال کی عمر سے بھی کم تھے تو خاکسار اور مکرم مولوی ظہیر احمد صاحب خادم کو اپنی ٹانگوں پر جھولا جھلاتے ہوئے ہم سے ہمارا نام پوچھتے اور یوں یاد دلاتے کہ ہم اپنا پورا نام یوں بولیں کہ منیر احمد خادم واقف زندگی، ظہیر احمد خادم واقف زندگی۔ والد صاحب مرحوم کی خاص کوششوں اور ذاتی توجہ کا نتیجہ تھا کہ ہم آٹھ بھائی واقف زندگی ہیں۔

خدمت خلق:

خدمت خلق والد صاحب کی زندگی کا خصوصی شعار تھا۔ یتیم بچوں اور بچیوں کو گھر میں لاکر ان کی پرورش کرتے تھے۔ کئی غریب اور یتیم بچیوں کی شادیاں ہمارے گھر میں ہوئیں۔ اس کے لئے محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور والد صاحب کا خاص خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ یوپی

کے گاؤں انچولی سے حکیم عبد القدوس صاحب جو لاوارث تھے ،ان کو میرے چھوٹے بھائی مکرم ظہیر احمد خادم صاحب قادیان لائے ۔ انکی ایک زمین تھی جو انہوں نے جماعت کے نام وقف کر دی تھی اور پھر وہ ہمارے گھر میں رہا کرتے تھے ۔

آخری عمر میں والد صاحب ان کے معصوم بچوں کی طرح نگہداشت کیا کرتے تھے ۔ایک دفعہ گھر میں اس بات کا تذکرہ ہوا کہ آپ حکیم صاحب کا بہت خیال رکھتے ہیں۔اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کی خدمت کی وجہ سے جنت کی بشارت دی ہے۔آپ نہایت خاموش اور چھپ کر غربا کی مدد کیا کرتے تھے اور بعض دفعہ اپنی ضرورت کو نظرانداز کر کے دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے ۔ایک مرتبہ جب کہ گھر میں گندم کی قلت تھی، فاقے چل رہے تھے ۔محترم والد صاحب نے محترم حضرت مولانا عبد الرحمان جٹ صاحب امیر مقامی کو درخواست دی ، جس پر آپ نے بیس کلو گندم جماعتی اسٹور سے مہیا کروادی۔ والد صاحب جب گندم لے کر گھر جا رہے تھے تو راستے میں قادیان میں ان دنوں رہائش کے لئے آنے والے ایک دوست نے محترم والد صاحب کو کہا کے آپ تو یہاں کے پرانے باشندے ہیں آپ کو تو اور گندم مل جائیگی ۔میرے گھر میں گندم نہیں ہے ۔ اس پر والد صاحب نے یہ گندم ان کو اٹھوادی اور خود خالی ہاتھ گھر آ گئے ۔ اگرچہ بعد میں کسی نے امیر صاحب کو اس بات کی خبر دے دی کہ خادم صاحب نے گندم کسی کو بیچ دی ہے ۔لیکن محترم والد صاحب نے اس بات کی وضاحت کر دی ۔

ہماری والدہ مرحومہ عطیہ بیگم صاحبہ کی وفات 1970ء میں ہوگئی تھی ان کا ذکر کرتے ہوئے والد صاحب اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں

’’پہلے دس بچے یعنی چھ بیٹے اور چار بیٹیاں میری پہلی بیوی محترمہ عطیہ بیگم صاحب جو کہ حضرت فضل الدین عبد اللہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ ان سے ہیں اور حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت و تربیت کا کافی اثر اُن پر تھا۔حضور رضی اللہ عنہ نے مستورات کی تربیت کا اہتمام کروار کھا تھا یہ میری اہلیہ مرحومہ حضور پرنور رضی اللہ عنہ کے محلہ میں ہی حلقہ مسجد مبارک میں رہتی تھیں۔ اس لئے حضور کے خطبات وتقاریر اور تربیتی امور سے خوب استفادہ کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کے اندر خدمت دین کی ایک عجیب لگن پیدا کی ہوئی تھی۔میرے ساتھ باہر تبلیغی میدان میں جہاں بھی رہیں۔عورتوں میں تبلیغ اور تربیت وتنظیم لجنہ اماء اللہ کا بہترین کام کیا اور بچوں کو قرآن کریم اور بڑی عمر کی مستورات کو قرآن کریم مع ترجمہ پڑھانے کی کوشش کی اور یہ سلسلہ ان کی وفات کے ایک دن قبل تک چلتا رہا۔وفات سے ایک روز پہلے اپنے حلقہ کی مستورات کو قرآن پڑھایا اور اگلے روز وفات پا گئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ نے مرحومہ کو بہشتی مقبرہ قادیان میں جگہ دی۔ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں اُن پر نازل ہوں اور مولیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تمام اولاد کو ان کے نمونہ پر چلنے کی توفیق دے آمین۔اور میری یہ دلی تمنا اور دُعا ہے کہ مولیٰ کریم ان سب کو اور ان کی نسلوں کو ہمیشہ کیلئے اپنا بنالے۔سب کے سب اعلیٰ درجہ کے نافع الدین اور نافع الناس وجود ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی خدمت میں زندگیاں گزارنے والے ہوں۔

محترم والد صاحب نے اپنی ذاتی ڈائری میں اپنے بعض رویاء وکشوف لکھے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

رویاء، کشوف:

آج مورخہ 10.12.77 بروز ہفتہ بوقت شب تہجد کے ٹائم میں بیدار ہو رہا تھا تو نیم بیداری کی حالت میں خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ انسان کی شکل میں کھڑے ہیں اور میں ان سے لپٹ لپٹ کر پیار کر رہا ہوں اور پیار کے ساتھ جسم دبا رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ اللہ میاں واقعی مخلوق پر آپ کے بڑے احسان ہیں آپ بہت ہی بہت مہربان ہیں ۔ہمیں آپ کا بیحد شکر کرنا چاہیئے۔ (اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ)۔ (دستخط بشیر احمد خادم درویش)

21.3.79 کو دو مہمان میاں بیوی تعلیم یافتہ ہندو قوم سے قادیان آئے اور تحقیق کی غرض سے مہمان خانہ میں ایک دن کیلئے ٹھہر گئے ان کو پیغام حق پہنچایا گیا اور کچھ لٹریچر دیا۔ 22.3.79 بعد نماز فجر میں تلاوت کر کے لیٹ گیا اور مہمانوں کے پاس پہنچنے میں اور مزید تبادلہ خیالات کرنے میں کچھ سستی اور بے توجہی کر رہا تھا کروٹیں بدل رہا تھا کہ الہام ہوا ’’ وصل مولیٰ کے جو بھوکے ہیں انہیں سیر کرو ‘‘۔اسی وقت فوراً اُٹھ کر گیا اور ان سے محبت الٰہی کے موضوع پر باتیں کیں جس کا ان پر خدا کے فضل سے بڑا اچھا اثر ہوا اور وہ دونوں خود کو احمدیت میں شامل کرنے کا اقرار کر کے دوبارہ آنے کی تمنا لیکر رخصت ہوئے ۔ (بشیر احمد خادم درویش)۔22.3.79

بشارت الٰہی:

آج مورخہ 17 رمضان المبارک غالباً جمعۃ المبارک کا روز تھا دُعاؤں اور تلاوت قرآن کریم کے بعد لیٹا تو خواب میں میں بڑے ترنم سے ذیل کا شعر پڑھ

رہا ہوں۔

اب نہیں ہیں دوستو گھبرانے کے دن   اب تو ہیں اے دوستو فتح کے پانے کے دن (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ)   17رمضان۔...1994

24.9.78.

آج بعد نماز فجر تلاوت کر کے لیٹ گیا تو خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹے ہوئے ہیں کچھ تھکاوٹ محسوس فرما رہے ہیں۔ اور میرے تمام بچے جن میں عزیز نصیر احمد بھی ہیں معلوم ہوتا ہے حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کو دبا رہے ہیں اور میں بھی پاس ہی بیٹھا نظارہ دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی حضورؑ کا جسم مبارک دباؤں گا کہ حضور دُعا دیں۔ چنانچہ میں نے بھی ٹانگوں کی طرف سے دبانا شروع کیا اور لڑکوں سے کہہ رہا ہوں کہ اچھے انداز سے دباؤ کہ حضور علیہ السلام کو زیادہ سے زیادہ آرام ملے۔ اس کے بعد حضور اُٹھ کر بیٹھ گئے اور حضورؑ خوش ہیں۔ پھر اُٹھ کر ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے جسم مبارک میں کسی حصہ میں درد تھا جو دبانے سے ٹھیک ہوگیا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ خدا ہم سب کو حضورؑ کی خدمت کی توفیق دے۔ (بشیر احمد خادم درویش)

چند روز قبل خاکسار کو الہام ہوا کہ ’’وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ‘‘۔-23.10.77

قریباً ایک ماہ قبل (23.9.77 ناقل) خاکسار نے خواب دیکھا کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہوں اور دائیں طرف کھڑا ہوں اور اپنے جسم کو حضور علیہ السلام کے جسم کے ساتھ مل رہا ہوں۔ تابرکت حاصل کروں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے ایک بہت بڑا پیالہ شربت کا بھر کر دیا ہے۔ میں اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر رقت بھرے لہجے میں عرض کرتا ہوں کہ حضور دعا فرماویں کہ یہ پیالہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کا ہو۔ حضور فرماتے ہیں آمین۔ اس کے بعد شربت تمام کا تمام میں پی گیا اور کچھ باقی بچا ہوا شربت ہے۔ وہ بھی حضور نے میرے پیالے میں ڈال دیا اور وہ بھی میں نے پی لیا۔ اس کے بعد میں بیدار ہوگیا۔ یہ دن کے وقت بعد ظہر آرام کیلئے لیٹا تو اس وقت کا خواب ہے۔ خدا اس کو میرے لئے دنیا و آخرت کے لحاظ سے مبارک کرے۔ اور میری اولاد کیلئے بھی۔ (آمین)۔-23.10.77

آج مورخہ 12.9.77 (25 رمضان) مسجد مبارک کے پرانے حصہ میں نماز فجر کے بعد تلاوت کر کے لیٹا تو نیم بیداری میں خواب دیکھا کہ ذیل کا شعر بڑے ترنم سے پڑھ رہا ہوں۔   میرا دل تجھے پکارے آواز دے کہاں ہے

یہ شعر پڑھ رہا ہوں اور سجدہ میں گر کر رو رہا ہوں اور روتے روتے بیدار ہوگیا۔

غالباً 12 یا 13 تاریخ نومبر 1977ء آج بیداری کی حالت میں نظارہ دیکھا کہ ایک کاغذ میرے سامنے آیا اس پر سرخ سیاہی سے ذیل کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔

’’آج 18 مارچ 1978‘‘ اور اس کے بعد الہام ہوا۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْن۔

ترجمہ: کہ یقینا ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ چنانچہ مسٹر بھٹو کو پھانسی کا حکم 18 مارچ کو ہوا تھا۔

26.11.77   تہجد کے وقت میری طبیعت خراب تھی بیدار ہو چکا تھا مگر نماز کے لئے اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا کروٹیں بدل رہا تھا اور تسبیح کر رہا تھا کہ الہام ہوا۔ جس کے پورے الفاظ یاد نہیں مگر مفہوم یہ ہے کہ اے منعم علیہ گروہ والے! نبی کے نمونہ کو یاد رکھو۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بشیر احمد خادم۔

غالباً 1971ء کی بات ہے بعض لوگ دولت کے لالچ اور بعض یہاں کی پابندیوں کی وجہ سے دینی ذوق کے کم ہونے کی وجہ سے باہر جا کر زندگی گزارنے اور مادی ترقی کرنے کی خاطر قادیان سے جا رہے تھے یا جانا چاہتے ہیں۔ تو مجھے الہام ہوا۔

ہم قادیان کو چھوڑ کر ہر گز نہ جائیں گے   کوچہ میں اپنے یار کے دھونی رمائیں گے

29.7.76   پانچویں بار میں کشمیر کے وفد میں یاری پورہ اور چک ایمر چھ میں مقیم تھا۔ ایک دن ذرا سی پریشانی میں لیٹ گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک جھولے میں سوار ہوں وہ جھولا فضاء میں چل رہا ہے اور میری مرضی کے مطابق چلتا ہے۔ اور ساتھ ہی بڑے ترنم کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہا ہوں۔

کیوں اس قدر غمناک ہے   کیوں اس قدر پریشان ہے
یہ جہاں تیرے لئے ہے   اور جہاں تیرے لئے

1968 خلافت ثالثہ کے ابتدائی دور میں خاکسار نے خواب دیکھا کہ حضرت مرزا طاہر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے آئے ہیں اور آواز آئی ہے کہ قادیان کی واپسی کا تعلق مرزا طاہر احمد کے ساتھ ہے۔

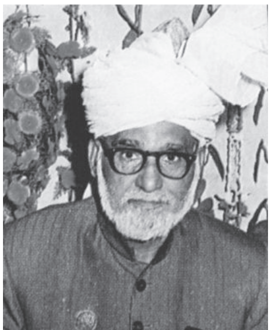
خاکسار اُسی وقت سمجھ گیا کہ چوتھے خلیفہ حضرت میاں طاہر احمد صاحب ہوں گے۔ اور قادیان کی واپسی کا عظیم نشان ان کے ذریعہ ظاہر ہو گا۔ انشاء اللہ۔ ہم درویش لوگ خاص طور پر قادیان کی واپسی اور عظیم فتح کے شائق اور متمنی ہیں کیونکہ عرصہ سے محدود اور گھٹن والی اور کم ذرائع معیشت والی زندگی گزار رہے ہیں۔ رشتہ داروں اور جائیدادوں سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس لئے شروع سے ہی توجہ اور ابتہال کے ساتھ قادیان کی واپسی کی دُعائیں کرتے رہے ہیں۔ خلافت ثانیہ میں اُمید تھی مگر نہ پوری ہو سکی پھر خلافت ثالثہ میں اُمید بندھی کہ شاید اب مشکل کشائی ہو۔ لیکن مولیٰ کریم محسن منان آقا نے بتایا کہ ابھی مزید انتظار کرو۔ اور خلافت رابعہ جس کا تعلق مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ کے ساتھ ہے اس کے منتظر رہو۔ (بشیر احمد خادم)

مورخہ 21.8.86 بوقت دوپہر گھر پر لیٹا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھ سے دستخط کروا رہا ہے اس کی اپنی کوئی کتاب یا نوٹ بک ہے پہلے اپنا نام لکھا ہے پھر ساتھ اُس کے لکھا درویش، اور اس کے بعد یہ عبارت مَلِكُ الْمُلُوْكِ ۔۔(بشیر احمد خادم درویش ملک الملوک)

یکم اگست بروز جمعۃ المبارک دوپہر کے وقت ایک خواب دیکھا۔ مسجد مبارک ہے۔ مکرم مولوی عبد الواحد صاحب دکاندار، عزیز وحید الدین نائب انچارج لنگر خانہ، اور کچھ دوست ہیں۔ وحید الدین کہتے ہیں مولوی عبد الواحد صاحب سے ان کی یہ خواب سن لیں مغرب کا وقت ہے میں دُعا کرتا ہوں کہ خدایا اگر یہ خواب شر کا موجب ہے تو دشمن کیلئے ہو۔ اور اگر خیر کا موجب ہے تو ہمارے لئے ہو۔ بعد علیک سلیک مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ خواب سنائیں۔ مگر وہ بجائے زبانی بیان کرنے کے ایک تحریر میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کافی لمبی ہے مگر میری نظر تحریر کے آخری حصہ پر پڑتی ہے آخری حصہ میں خوب غور سے میں نے دیکھا تو 12 دسمبر 1986 لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ 12 دسمبر کو یا 12 دسمبر تک احمدیت کے حق میں کوئی الٰہی تائید و نصرت کا شاندار مبارک واقعہ ظاہر ہونے والا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ انشاء اللہ۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر۔

بھٹو کے متعلق اور اس کی ظالم حکومت کے متعلق بھی ایسا ہی واقعہ ناچیز کو قبل از وقت بتایا گیا تھا۔ ضیاء الحق کی حکومت اور تباہی کا پہلا واقعہ کراچی سے 12 دسمبر 1986 کو شروع ہوا اور 17 اگست 1988 کو سین ڈراپ ہوا۔ والد صاحب مرحوم کی وفات 26 جولائی 2001ء میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اپنے مقام قرب سے نوازے۔

61 محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب درویش



محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب ولد سیٹھ محمد ابراہیم صاحب 19 نومبر 1917ء کو بمقام بنگہ ضلع جالندھر پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ 1934ء میں میٹرک پاس کر کے قادیان تشریف لے آئے تھے اور یہاں مولوی فاضل جامعہ احمدیہ کی درجہ رابعہ مبلغین کلاس 1938ء میں پاس کی اور 1942ء میں ایف اے انگریزی میں بھی پاس کیا۔ مولوی فاضل اور مبلغین کلاس پاس کرنے کے بعد دینی درس گاہ جامعہ احمدیہ میں بطور مدرس مقرر ہوئے اور اگست 1947ء تک دینی تعلیم پر مامور رہے۔

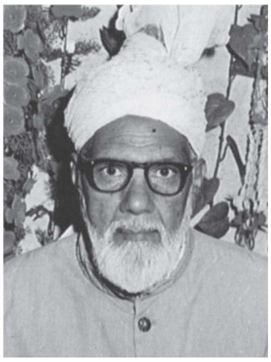
آپ انگریزی، عربی، اردو، پنجابی زبان میں بڑی عمدگی کے ساتھ تقاریر کیا کرتے تھے۔ مذاہب عالم پر بڑی وسیع معلومات رکھتے تھے۔ اسلامیات کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔ 1947ء سے ممبر صدر انجمن احمدیہ، نائب ناظر تعلیم، نائب ناظر اعلیٰ کی خدمات بجالاتے رہے۔ مبلغ کے جملہ اوصاف کی بنا پر آپ کو 1951ء میں مرکز کی طرف سے میدان تبلیغ میں بھجوایا گیا اور ہندوستان کی بڑی بڑی جماعتوں حیدرآباد، ممبئی، کولکتہ، مدراس میں جنوری 1951 سے فروری 1977ء تک تبلیغی و تربیتی خدمات کی توفیق پائی۔ بعد ازاں مرکز قادیان میں آپ کو بطور نائب ناظر دعوت و تبلیغ اور بطور ناظر امور عامہ خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ نے بیرون ہند 1984ء سے 1986ء تک بطور المبشر الاسلامی کبابیر میں انجام دیں۔ وہاں سے تشریف لانے پر نظارت دعوت تبلیغ میں بطور ایڈیشنل ناظر خدمات بجالاتے رہے۔

آپ کی وفات 22 فروری 1990ء بروز جمعرات قریباً ساڑھے چار بجے شام ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن مورخہ 23 فروری کو بعد نماز جمعہ جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں آپ کی نماز جنازہ و تدفین عمل میں آئی۔ آپ سلسلہ احمدیہ کے جید عالم بہت سی خوبیوں کے مالک اور خوش بیان مقرر تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

62 محترم مولانا عبد الحق فضل صاحب درویش

(مکرم فاروق احمد فضل صاحب۔مربی سلسلہ)

قبولیت احمدیت اور قادیان آمد:



خاکسار کے والد محترم مکرم عبد الحق صاحب فضل موضع گنج ضلع سیالکوٹ پاکستان کے رہنے والے تھے۔آپ کی پیدائش 4اپریل 1924ء کو ہوئی۔آپ کے پانچ بھائی اور ایک بہن تھی۔نوجوانی کے وقت ایک احمدی دوست سے آپ کے مراسم ہوئے اور آپ نے جماعت کی کچھ کتب ان سے حاصل کیں۔شروع سے مذہبی رجحان ہونے کی وجہ سے آپ پر احمدیت کی سچائی کھل گئی۔1946ء میں آپ باقاعدہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو گئے آپ کی بیعت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح تمام علاقہ میں پھیل گئی تمام علاقہ کے لوگ آپ کو احمدیت سے ہٹانے کیلئے کوششیں کرنے لگے مگر آپ کا ایمان اتنا پختہ تھا کہ آپ تمام مخالفتوں کے بعد بھی احمدیت پر قائم رہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ مخالفین کو تبلیغ بھی کرتے رہے۔کچھ عرصہ آپ مخالفین کا اکیلے مقابلہ کرتے رہے اور بعد میں خلیفة المسیح الثانیؓ سے ملاقات کے لئے قادیان تشریف لائے۔حضور سے ملاقات کی اور کچھ عرصہ قادیان میں ہی دعا کی غرض سے رک گئے۔قادیان کی پاک بستی میں آپ کا دل ایسا لگا کہ آپ کافی عرصہ تک قادیان میں ہی رک گئے۔کہتے ہیں کہ دین کی خدمت کا موقعہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔یہ بات آپ پر صد فیصد لاگو ہوتی ہے۔آپ کے قادیان قیام کے دوران ہی ہندوستان اور پاکستان کا بٹوارہ ہو گیا۔آپ نے حضرت خلیفة المسیح کی تحریک پر اپنے آپ کو حفاظت مرکز کے لئے پیش کر دیا۔اور 313 خوش نصیب درویشان قادیان میں شامل ہو گئے۔

والد صاحب محترم شروع سے علم دوست آدمی تھے۔جب حالات کچھ بہتر ہوئے تو آپ نے جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی اور میدان تبلیغ میں چلے گئے۔

محترم والد صاحب کو ایک لمبا عرصہ ہندوستان میں بطور مبلغ سلسلہ اور مبلغ انچارج خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔اس دوران بیشمار غیر احمدی احباب کے ساتھ مباحثوں اور مناظروں اور نشستوں کا موقع ملا۔آپ میدان تبلیغ میں کبھی بھی گھبراتے نہ تھے بلکہ جس علاقہ میں رہے وہاں کے علاقہ میں تبلیغی مہم کو تیز تر کیا۔اسی طرح جماعت کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ کی۔والد صاحب محترم بہترین تقریر اور تحریر کا ملکہ رکھتے تھے اور آپ نے ان دونوں ذرائع سے مخالفین کا منہ بند کیا۔

آپ نہایت ملنسار، خوش مزاج طبیعت کے مالک تھے۔ہر حالت عزیز واقارب کا خیال رکھنے والے تھے آپ باوجود مشکل حالات کے پاکستان میں اپنی والدہ محترمہ اور بہن بھائیوں سے ملنے جاتے تھے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی لے جایا کرتے تھے ان کو تبلیغ بھی کیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ آپ کی وفات سے ایک سال قبل تک جاری رہا۔آپ کی شادی تقسیم ملک کے بعد حالات درست ہونے پر محترم قاضی ظہیر الدین صاحب عباسی ساکن یوپی سے ہوئی۔آپ کی چھ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی تمام اولاد قادیان میں ہے۔اور دونوں بیٹے اور پانچوں داماد سلسلہ کے خادم ہیں۔آپ ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی اولاد قادیان میں رہے اور سلسلہ کی خدمات بجالائے۔الحمد للہ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی۔آپ کو قادیان سے عشق تھا۔جب بھی آپ پاکستان اپنے غیر احمدی بھائی بہنوں سے ملنے جاتے جو کہ انتہائی امیر و کبیر تھے، تو وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ آپ قادیان سے ہمارے پاس آجائیں آپ کو قادیان میں کیا ملا۔اس پر آپ ہمیشہ جواب دیا کرتے تھے کہ مجھے قادیان جاکر وہ نعمت مل گئی ہے جس کے آگے دنیا کی بڑی بڑی نعمتیں ہیچ ہیں۔

میدان تبلیغ سے واپسی:

قریباً 30 سال میدان تبلیغ میں بہترین خدمات بجالانے کے بعد 1982ء میں آپ کو سلسلہ نے دفتری ضرورت کے پیش نظر قادیان بلالیا۔یہاں آپ کو ایک لمبا عرصہ بطور استاد جامعہ احمدیہ،ایڈیٹر بدر، زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ خدمات کی توفیق ملی۔بطور استاد بھی آپ کامیاب ثابت ہوئے آپ نہایت درجہ شفیق استاد تھے انتہائی محنت سے طلبا کو پڑھاتے اور میدان تبلیغ کے لئے تیار کرتے تھے۔بطور ایڈیٹر بھی آپ نے بہترین خدمات سرانجام دیں۔

آپ کو خلیفہ وقت کی طرف سے بھی خوشنودی کے خطوط موصول ہوتے رہے۔آپ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک خدمت دین میں لگے رہے۔

مورخہ 13 مئی 1993ء کو قادیان میں آپ کی وفات ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔

میدان تبلیغ کے واقعات:

محترم والد صاحب کو اللہ تعالیٰ پر بے انتہائی توکل تھا۔ آپ مخالفت سے کبھی نہ گھبراتے تھے۔آپ کے میدان تبلیغ کے چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں:

(1) محترم والد صاحب ایک مرتبہ مخالفین احمدیت پر حجت قائم کرنے اور انہیں سمجھانے کی غرض سے ایک احمدی دوست کے ساتھ اکیلے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں اعلان کر دیا کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں اور کافی دیر تک وہاں پر تبلیغ کرتے رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچا کر بڑے آرام سے واپس آئے۔

(2) ایک جماعت میں غیر احمدیوں کے ساتھ تبلیغی گفتگو کے دوران جب غیر احمدی مولوی لاجواب ہو گیا تو اس نے دوران گفتگو کہا کہ اگر مسیح موعودؑ کا دعویٰ سچا ہے تو یہ آم کا درخت ہے اسمیں کبھی میٹھے آم نہیں لگے آپ اس میں میٹھا آم لگا کر دکھائیں۔اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ انشاء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس درخت میں میٹھے آم لگائے گا۔ بعد میں جماعت کے احباب نے کہا کہ مولوی صاحب اس درخت میں تو آج تک کبھی میٹھے آم نہیں لگے۔آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری عزت کی خاطر اس میں میٹھے پھل لگا دے گا اور ہوا بھی ایسا ہی۔ اگلے سال جب آم کے پھل کا وقت آیا تو واقعی اس درخت میں میٹھا پھل آیا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مولوی مذکور کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

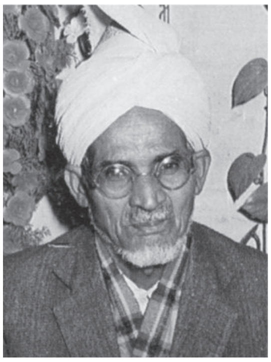
(3) بہار میں ایک احمدی کے گھر میں فسادات کے دوران کچھ لوگ حملہ کرنے کی نیت سے آگئے۔آپ اس وقت ان کے گھر میں ہی موجود تھے۔ احمدی دوست حالات کے پیش نظر گھبرانے لگے۔آپ نے انہیں تسلّی دیتے ہوئے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر رہا ہوں انشاء اللہ کچھ نہیں ہوگا اور ہوا بھی ایسا ہی، حملہ کرنے والے لوگ چلے گئے۔ اس کے بعد وہ احمدی دوست گھبرا کر کسی دوسری جگہ مکان تبدیل کرنے کے بارے میں سوچنے لگے لیکن آپ نے کہا کہ آپ یہیں رہیں انشاء اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا اور بہت برکت دیگا اور ایسا ہی ہوا۔

(4)ایک مرتبہ بہار کے ایک شہر میں آپ قیام پذیر تھے وہاں کے جامع مسجد کے امام کو جب علم ہوا کہ مولانا عبد الحق صاحب فضل آئے ہوئے ہیں تو اس نے کچھ آدمیوں کے ساتھ پیغام بھجوایا کہ ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں چونکہ آپ پہلے کئی مرتبہ اس مولوی سے بات کر چکے تھے اور اسے لاجواب کر چکے تھے ،اس لئے آپ نے کہلا بھیجا کہ اگر آپ بات چیت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے میرے چند سوالات کے جواب دیں اس کے بعد گفتگو ہو گی۔ چنانچہ مولوی صاحب مذکور کو دس سوالات بھجوائے گئے۔ ان پر مہر سکوت طاری ہو گیا۔ اور مولوی صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں والد صاحب محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

63 محترم محمد احمد کالا افغاناں صاحب درویش

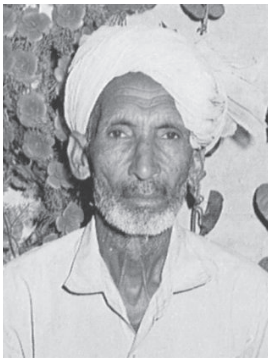
(مکرم مبشر احمد صاحب، قادیان)



خاکسار کے والد محترم کا نام جو والدین نے رکھا تھا، وہ فقیر سائیں تھا۔ آپ کا یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بدل کر محمد احمد رکھا۔ آپ کی پیدائش کالا افغاناں میں 1924ء میں ہوئی۔آپ کے والد محترم مولیٰ بخش صاحب اور والدہ محترمہ کا نام اللہ رکھی صاحبہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم پانچویں تک گاؤں میں حاصل کی تھی بعد میں آپ نے دسویں بٹالہ کے اسلامیہ اسکول میں جو نہرو گیٹ کی طرف جاتے ہوئے ہنسلی کے پل کے ساتھ ہے میں داخلہ لیا اور دسویں پاس کی۔ وہاں سے میٹرک پاس کرنے کے بعد قادیان کی محصول چنگی میں ملازم ہو گئے۔آپ نے مرزا محمود احمد بولانوی صاحب کی تبلیغ سے احمدیت قبول کی۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کی شدید مخالفت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو درویشی کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ کو تبلیغ کا بہت زیادہ شوق تھا۔ خصوصاً آپ گاؤں دیہات میں تبلیغ کے لئے جاتے تھے۔آپ کی پہلی شادی رشتہ داروں میں ہوئی جبکہ دوسری شادی محترمہ ہدایت بی بی صاحبہ بنت علی محمد صاحب کالا افغاناں کے ساتھ ہوئی۔ آپ کی وفات جون 2010ء میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔

64 محترم غلام حسین صاحب درویش

(مکرم فیاض احمد صاحب کارکن دفتر آڈیٹر قادیان)



خاکسار کے والد محترم غلام حسین صاحب درویش ابن مکرم نظام دین صاحب کی پیدائش قادیان میں ہوئی تھی۔ آپ کا مکان محلہ دار البرکات کی مسجد کے عین مغرب کی طرف تھا۔ آپ کے والد یعنی ہمارے دادجان نے احمدیت قبول کی تھی۔ والد صاحب کو اپنا سن پیدائش یاد نہیں تھا مگر آپ اکثر یہ بتایا کرتے تھے کہ قادیان میں جب پہلی بار ٹرین آئے تھی تو وہ واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ والد صاحب اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کے دیگر تین بھائیوں میں سے دو مکرم غلام نبی صاحب اور مکرم محمد شفیع صاحب ساکن ربوہ ابھی حیات ہیں۔ مکرم ومحترم والد صاحب کو اسکول جانے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ مگر آپ کو تعلیم کے حصول کی شدید خواہش تھی۔ آپ نے اپنے ذاتی شوق اور لگن سے قرآن مجید پڑھنا سیکھا اور قرآن مجید کی تلاوت سے آپ کو خاص عشق تھا۔ عموماً فرض نمازوں کے بعد مسجد میں تلاوت کیا کرتے تھے اور صبح نماز فجر کے بعد گھر میں آکر تلاوت کیا کرتے تھے۔ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے حصول کے لئے آپ نے خاص محنت کی اور اس کے لئے بہت زیادہ کوشاں رہتے تھے۔ الحمد للہ ہم سب بھائی بہن اعلیٰ تعلیم کے حصول میں کامیاب رہے۔ والد صاحب کا عموماً یہ طریق تھا کہ بچوں کو کہتے تھے کہ صبح ناشتہ سب سے پہلے اسی کو ملے گا جو قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرے گا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کے مطابق درویشان قادیان میں آپ کو شمولیت کی توفیق ملی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بیشمار فضل واحسان فرمایا کہ درویشان قادیان میں شمولیت کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ اکثر یہ واقعہ بتایا کرتے تھے کہ ابتدائی زمانہ درویشی میں جب حالات بہت زیادہ خراب تھے ،محلہ میں حفاظتی ڈیوٹیاں لگی ہوئی تھیں، کرفیو کے دوران جب ڈھیل ملی، تو میں ایک مکان کی ڈیوڑھی میں تھا اس دوران ملٹری آگئی۔ ابا جان کہا کرتے تھے کہ اس وقت میں نے وہاں موجود گھاس پھوس کو اپنے اوپر ڈال لیا اور اس کے نیچے چھپ گیا۔ سوچا کہ اب آخری وقت آ گیا ہے۔ اس دوران دعائیں کرتا رہا۔ اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ خلیفہ وقت کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے معجزانہ حفاظت فرمائی۔

آپ کے اندر خلیفہ وقت کی اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ہم بچوں نے ساری زندگی ابا جان کو خلیفہ وقت کو ”حضرت صاحب“ کے نام سے پکارتے ہوئے سنا۔ آپ ہر وقت خلیفہ وقت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہر حکم کی اطاعت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک واقعہ پیش ہے۔ قادیان میں درویشی کے ابتدائی دن اکثر دوستوں کے غربت کے تھے اکثر گھروں میں بمشکل کھانا نصیب ہوتا تھا۔ ایک بار جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ میں اعلان ہوا کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ صاحب حیثیت ہیں وہ انجمن کے گھر خالی کر دیں اور اپنے گھر بنائیں نیز خود کفیل بنیں۔ گھر میں آکر والد صاحب نے ہم سب بچوں کو بلایا۔ اور کہا کہ حضرت صاحب کا حکم آ گیا ہے آپ لوگ اپنا انتظام کر لیں۔ میں نے عرض کی یہ اعلان تو صاحب حیثیت افراد کے لئے ہے۔ نہ ہمارے پاس پیسہ، نہ زمین نہ ہی ہم صاحب حیثیت ہم گھر کیسے بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کو والد صاحب کا اخلاص پسند آیا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں قادیان میں زمین خریدنے کی توفیق دی۔

والد صاحب کو اللہ تعالیٰ پر پورا توکل تھا۔ آپ کی زندگی انتہائی سادہ تھی آپ نے ساری زندگی قناعت سے گزاری۔ آپ کو تبلیغ کا خاص شوق تھا باوجود اس کے کہ کم علم تھے مگر کوشش کرتے تھے کہ جس طرح بھی ہو سلسلہ کی خدمت کی جائے۔ صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت سے ریٹارمنٹ کے باوجود 1983ء میں خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے پیش کر دیا۔ اور قادیان کے ارد گرد تبلیغی محاذ میں کام کرنے والے مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صبر کی دولت سے نوازا تھا۔ 1989ء میں خاکسار کے بڑے بھائی ممتاز احمد صاحب کو دہشت گردوں نے شہید کر دیا تھا۔ نوجوان بیٹے کی وفات پر والد صاحب نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔

محترم والد صاحب کو اکثر سچی خوابیں آیا کرتی تھیں۔ جس کا وہ اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔ خاکسار کے بڑے بھائی محترم مختار احمد صاحب جن دنوں پڑھائی کر رہے تھے والد صاحب نے خواب دیکھی کہ مختار احمد ایک اونچی پہاڑی پر کھڑا ہوا ہے۔ اس کے بعد بھائی صاحب کو فوج میں ملازمت ملی اور اس میں انہیں اعلیٰ درجہ کے رینک ملے اور خصوصاً صدر جمہوریہ ہند کے دستخط سے ”آنرشپ ایوارڈ“ سے بھی نوازا گیا۔ یہ والد صاحب کے خواب کی تعبیر تھی۔ آخری عمر میں کمزوری کے سبب لاٹھی کا استعمال کرتے تھے۔ اور کوشش کر کے پنج وقتہ نمازیں مسجد میں ادا کرتے تھے۔ آپ کی وفات 14 مارچ 2004ء میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں قطعہ درویشان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ہم سب بچوں کو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ کا خادم دین بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازا تھا آپ کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

65 محترم عبد المطلب صاحب درویش

(مکرم سلطان صلاح الدین کبیر صاحب۔ استاد جامعتہ المبشرین)



خاکسار کے والد مکرم ومحترم عبد المطلب صاحب نے بزبان بنگلہ اپنے خود نوشت حالات تحریر فرمائے تھے ان کی مدد سے اور کچھ آپ کے حالات سے واقف لوگوں سے معلوم کر کے آپ کے حالات مختصراً درج ہیں۔

والد صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''میرے دادا کا نام منشی ریاض الدین ساکن ناوگھاٹ تھانہ وتحصیل برھمن بڑیہ پوسٹ تال ضلع تریپورہ (کملہٗ) بنگلہ دیش ہے خاکسار کے والد صاحب کا نام منشی دائم اللہ اور والدہ محترمہ کا نام خاطب النساء ہے۔ والد صاحب مرحوم ومغفور نہایت نیک اور پانچ گاؤں کے سرپنچ تھے۔ میرے خاندان کے تمام لوگ ایک پیر صاحب ماچھاا تار کے مرید تھے اور سب کے سب پیر صاحب کے قدموں کو چومتے تھے مگر میں نے کبھی ایسا نہ کیا۔ ایک میرے بھائیوں نے اس تعلق سے بہت کوشش کی مگر پھر بھی میں نے قدم نہیں چومے بعد میں پیر صاحب نے اس تعلق میں بھائیوں کو منع کر دیا کہ اس تعلق میں زور زبردستی نہ کریں پس آج میں سوچتا ہوں کہ کیا وجہ تھی کہ میں قدم چوم نہ سکا۔ غیب کی کوئی طاقت تھی جس نے میرے قدم روک دیئے کچے دل و دماغ کو شرک سے بچالیا۔''

محترم والد صاحب اپنے احمدیت قبول کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

1936 میں جب خاکسار 12یا13 سال کا تھا خاکسار احمدیت یعنی سچے اسلام کو قبول کرنے کی سعادت سے مستفیض ہوا۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ خاکسار نے مولوی عزیز الدین صاحب کے اخلاق عالیہ دیکھ کر احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی۔ 1937ء میں ہمارے گاؤں کے تمام سرکردہ لوگ جمع ہوئے اور میرے بڑے بھائی عبد العلیٰ کے پاس آئے اور اُنہیں کہا کہ اگر آپ ہمیں چاہتے ہیں تو اپنے چھوٹے بھائی کو ترک کر دو اور اگر اپنے بھائی کو چاہتے ہیں تو ہمیں ترک کر دو۔ اس وقت والد صاحب وفات پا چکے تھے اور وہی میرے نگران اور علاقہ کے سرپنچ تھے۔ وہ خاکسار کو بہت پیار کرتے تھے، انہوں نے مجھے کہا کہ علاقہ کے لوگ یہ بات کہہ رہے ہیں سو تم توبہ کر و کیونکہ تم مجھ سے بڑھ کر عالم فاضل نہیں ہو اور تمہاری عمر بھی کم ہے۔ اگر یہ چیز بہتر ہے تو ہم بھی اس کو قبول کریں گے اس کے بعد تم بھی قبول کر لینا۔ میں نے جواباً کہا کہ جس بات کو بہتر جان لیا ہے اس حق کو قبول کر لیا ہے۔ دین کے معاملہ میں چھوٹے اور بڑے کا سوال نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت فرمائے تو وہ چھوٹا بھی ہو تو اسے سمجھ لیتا ہے تاریخ اس کی گواہ ہے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس جواب سے وہ نہایت غصہ سے سمجھانے لگے۔ آخر کار میری آخری بات یہی تھی کہ آپ علاقہ کے لوگوں کو لیکر رہیں اور مجھے ترک کر دیں یہ کہہ کر میں گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اس وقت برہمن بڑیہ (حال بنگلہ دیش) میں انجمن احمدیہ کا علاقائی اجلاس ہو رہا تھا اس جلسہ میں جا کر میں نے اپنی مصیبت بتائی تو سلہٹ کے رہنے والے ماسٹر سکندر صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے اور باضابطہ پڑھائی کا انتظام کیا۔ جب میں اسکول میں زیر تعلیم تھا تو گاؤں والوں اور آس پاس کے لوگوں کو خوب تبلیغ کرتا تھا۔ خاکسار کی تبلیغ سے میرے دور کے رشتہ دار نے، جو رشتہ میں میرے نانا لگتے تھے اور عالم فاضل تھے احمدیت قبول کی، الحمد للہ۔ اس دوران تمام طلبا و اساتذہ کے علاوہ عیسائی پادریوں کو بھی تبلیغ کرنے کا موقع ملا۔ ایک روز پادریوں نے بہت عزت کے ساتھ دعوت دی جب میں دعوت پر گیا تو دیکھا کہ مشن کے ایک فادر صاحب قرآن مجید کا بنگلہ ترجمہ مع تفسیر کھولے بیٹھے ہیں اور ان کے ساتھ دو پادری انہیں حوالے نکال نکال کر دے رہے ہیں۔ فادر صاحب نے سب سے پہلے یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن مجید نے لوگوں کو حوروں کا لالچ دیکر اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ میں نے جواباً کہا کہ یہ لالچ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ اگر اگلے جہان میں جوڑا رکھنا اس قدر قابل نفرت بات ہے تو دنیا میں بیوی رکھنا کیا گناہ نہیں ہے۔ آپ لوگ میم صاحبوں کے پیچھے اس قدر کیوں دوڑتے پھرتے رہتے ہیں؟ رات کے بارہ بجے تک بحث چلتی رہی۔ پھر میم صاحب کافر کافر کہہ کر چلانے لگیں میرے دلائل کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ آخر کار فادر نے اگلے دن آنے کا کہہ کر بحث کو ختم کیا اور پھر دوبارہ ملاقات نہ کی۔''

والد صاحب محترم اپنی قادیان آمد کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''1947ء میں جب میں نویں کلاس میں تھا اسی دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر جو دیہاتی مبلغین کے لئے شائع ہوئی تھی میں نے اس تحریک کو جہادی تحریک سمجھ کر درخواست دے دی مگر چاروں طرف سے یہ دباؤ ڈالا گیا کہ کم سے کم بی۔ اے پاس کر کے جاؤں۔ پریشان ہو کر استخارہ کیا تو دیکھا کہ مولوی علی انور صاحب نے قادیان کی طرف اشارہ کیا ہے اس خواب کے بعد تمام روکاوٹوں کو توڑ کر 17مارچ 1947ء کو قادیان پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ تحریک جہادی نہیں بلکہ دیہاتی مبلغ کے لئے تھی۔ اس پر مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو کر پڑھنا لکھنا شروع کر دیا 15اگست 1947ء میں ملک کی تقسیم کے بعد بہت ساری تبدیلیوں کے بعد فیصلہ ہوا کہ 313 درویش مرکز قادیان کی حفاظت کے لئے رہیں گے ہر دو ماہ کے بعد پہلا گروپ واپس چلا

جائے گا اور ان کے بدلہ میں دوسرا گروپ آئے گا۔ یہ سن کر حضور کی خدمت میں ایک درخواست دی کہ اس خدمت کا موقع خاکسار کو بھی دیا جائے۔ حضور رنے خاکسار کی درخواست کو قبول فرمایا۔ خاکسار کا درویشی نمبر 38 ہے۔ انہیں دنوں معلوم ہوا کہ خاکسار کی شفیق والدہ اس دنیا سے رخصت فرما گئی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں قادیان کے لئے روانہ ہو رہا تھا تو والدہ صاحبہ نے ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کہا تھا کہ یہ آخری دیدار ہے ہوسکتا ہے کہ دوبارہ دیدار نہ ہو۔ حقیقت میں وہی ہوا گھر سے نکلنے کے سات ماہ بعد ان کی کہی بات سچ ثابت ہوئی۔‘‘

والد صاحب اپنے میدان تبلیغ میں جانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

’’خاکسار کا تقرر مرکزی مبلغ کے طور پر 1950ء میں ہوا اور دسمبر 1950ء میں خاکسار قادیان سے کلکتہ کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں کے مشنری انچارج مولانا محمد سلیم صاحب فاضل کی ہدایت کے مطابق ابراہیم پور بھرتپور ضلع مرشد آباد میں سب سے پہلے مرکزی مبلغ کے طور پر فرائض ادا کئے۔ یہاں پہنچ کر سب سے پہلے مرحوم جناب اللہ رکھا صاحب کے یہاں قیام کیا۔ یہاں قیام کے دوران مرحوم یعقوب حسین صاحب کی بیٹی سے خاکسار کی شادی طے پائی۔ یہ شادی بھی قیام قادیان کے دوران دیکھے ہوئے ایک خواب کے پورا ہونے کا موجب ہوئی۔ اس نظارہ میں آنحضرت ﷺ محبت بھرے کلام کے ساتھ دکھائی دیئے تھے۔ اس کے بعد منتشر حال احمدیوں کو جمع اور متحد کرنے کے لئے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جن تک رسائی نہیں تھی ان سے رابطہ کے لئے مساعی جاری رکھیں۔ مکرم مرحوم آفتاب الدین صاحب ملّا ساکن گورگرام اور مکرم عبد الرزاق صاحب ساکن کھرندی سے ملاقات کی اور جناب عبد الحفیظ صاحب ساکن سالار کو مرشد آباد شہر میں شراب کا کاروبار کرتے ہوئے پایا جب انہیں اس کاروبار کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی تو فوری طور پر انہوں نے اس کاروبار کو ترک کرنے کا عہد کیا اور چند دنوں میں ہی ترک کر دیا۔ اور وہ میرے ساتھ مرشد آباد - بھگوان گولہ اور بردھمان کی مختلف جگہوں میں تبلیغی کاموں میں بڑے اخلاص کے ساتھ شامل رہے۔ مکرم محمد حکمت اللہ صاحب، مکرم یونس صاحب، مکرم آفتاب الدین صاحب ملّا، مکرم محمد چھاکے علی صاحب، مکرم عبد الستار صاحب، مکرم یعقوب حسین صاحب اور مکرم ڈاکٹر اللہ رکھا صاحب وغیرہ احباب بیچ بیچ میں تبلیغی کاموں میں تعاون کرتے رہتے تھے۔ اس طرح پرانی جماعتوں سے بھی دھیرے دھیرے سینکڑوں لوگ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے جس سے جماعت کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ کچھ دن بعد جناب مولوی عبید الرحمٰن فانی صاحب بانسڑا (24 پرگنہ بنگال) سے ایک اور مولوی صاحب عثمان علی صاحب دھر مگھر (تریپورہ علاقہ) کے ساتھ بھرتپور میں آئے اور کافی دنوں تک یہ تین مبلغ اس علاقہ میں کام کرتے رہے بعد میں مولوی عثمان علی صاحب کسی وجہ سے پاکستان چلے گئے اور نارائن گنج میں ملازمت اختیار کی۔ ہمارے دوسرے ایک دوست جناب شمس الدین دانی صاحب کے ایک نوجوان دوست شیخ ابوبکر صاحب (مومنہ آباد) بعد میں بیعت کر کے مددگار ہوئے اور مختلف علاقوں میں کام کیا مولوی محمد صاحب امیر مشرقی پاکستان انجمن احمدیہ (بنگلہ دیش) کے توسط سے اور دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا کہ ضلع بردھمان کے دو موضع ماٹر ڈانگہ اور باکوڑا ضلع کے چاندائی اور صدر ٹاؤن کے نزدیک کچھ احمدی احباب ہیں۔ کئی دفعہ سفر کر کے انہیں نظام کے تحت لانے کی کوشش کی لیکن چاندائی کے سوا اور کوئی علاقہ نظام کے تحت نہیں رہ سکا۔ ان دوروں کے دوران کبھی کبھار مختلف جماعتوں میں جلسے بھی منعقد کئے۔ خاص جلسوں میں مولانا محمد سلیم صاحب، مولانا بشیر احمد دہلوی صاحب، منشی شمس الدین صاحب، مولوی فضل کریم صاحب وغیرہ کو بھی دعوت دی گئی۔ اس کے علاوہ غیر احمدی اور ہندوؤں کے جلسوں میں بھی کئی بار تقریر کر کے احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ کاندی شہر میں بھی ہندو دوستوں، وکلاء اور کالج اور اسکولوں کے اساتذہ اور طلبا کی مدد سے دو بار جلسے منعقد کئے۔ ہینکس ہال میں بھی جلسہ اور تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔‘‘

والد صاحب محترم کو تبلیغ کا بے حد شوق تھا آپ جنون کی حد تک رات دن اس میں لگے رہتے تھے۔ اور اس معاملہ میں آپ بے خوف تھے کبھی کسی مخالف کی مخالفت سے نہ گھبرائے۔

آپ اپنا ایک تبلیغی واقعہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’1955 میں خاکسار اور مکرم شمس الدین دانی صاحب برہم پور ہوتے ہوئے عظیم گنج پانچ میل دور باجت پور کو تبلیغ کے لئے گئے۔ گاؤں کے کچھ لوگ ہمارے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ لوگوں کی ایک طرفہ بات سنکر ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے اگر اجازت ہو تو ہم ایک مولوی لے کر آئیں گے۔ نہایت امن وسکون کی حالت میں بحث کرنے کا انتظام کر دیں گے۔ ہم نے کہا کہ دو دن کا وقت دیتے ہیں تیسرے دن کسی بھی حال میں پاسپورٹ آفس میں جانا ضروری ہے۔ دو یوم تک چاروں طرف لوگوں کو بھیجا گیا مگر کہیں مولوی نہ ملنے پر انہوں نے کہا کہ آئندہ وقت نکالنا ہوگا دوسرے دن اجازت لیکر ٹرین میں سوار ہوتے ہی دیکھا کہ کچھ لوگ ہڑ ہری کے نعمت اللہ قاری اور ان کے ایک ساتھی کو لے کر گاڑی سے اترے پھر کیا تھا چلتی گاڑی سے ہمیں اتار کر لے گئے اور شمس الدین دانی صاحب کو بھی کھیت سے واپس لایا گیا دو تین دنوں کی منادی پر قریباً 5 یا 6 ہزار لوگ جمع ہو گئے تھے۔ دونوں فریق نے بیٹھ کر وفات مسیح اور نبوت کے موضوع پر بحث شروع ہوئی۔ قاری صاحب جب دلائل اور ثبوتوں سے عاجز آگئے تو غصہ کرنے لگے۔ اسی دوران کلکتہ سے شائع ہونے والے بنگلہ رسالے پیغام کی کاپی ڈاک والے نے لاکر دی اسے کھول کر دیکھا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ پاکستان کا یہ عام فتویٰ ہے کہ جو شخص کسی قادیانی کو قتل

کرنے میں کامیاب ہوگا وہ یقیناً جنت میں جائیگا۔ قاری صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا اس کو عمل میں لایا جا سکتا ہے؟ قاری صاحب کے سر مبارک کے ہلاتے ہی سبھی لوگ مارو مارو کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان پانچ چھ ہزار آدمیوں کے درمیان ہم صرف دو آدمی تھے اور ہمارے سامنے ہمارا خدا جَلَّ جَلَالَہٗ تھا جس کے حضور ہم دعا میں مشغول ہو گئے چند لمحوں میں ہی دیکھا کہ اُنہیں لوگوں میں سے کچھ لوگ ہماری حفاظت کرنے لگے ہیں ہمیں اپنے ساتھ مکان کی اوپر والی منزل میں لے جاکر محفوظ کیا اور بعد میں نہانے اور کھانے کا انتظام بھی کیا دوپہر میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہمیں اپنے ساتھ لے جاکر محفوظ مقام تک پہنچا دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

اس کے بعد بھی مور گرام، مترا پور، شیر پور، لال گولہ، نلہٹی وغیرہ بہت سے علاقوں میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ یہاں آنے کے بعد جب رشتہ داری قائم ہوئی تو رشتہ دار کہنے لگے کہ سبھی جگہ جاو مگر دھلیان نہ جاؤ کیونکہ وہاں کے لوگ نہایت خونخوار ہیں لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں اور دریائے پدما ندی عبور کر کے مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) چلے جاتے ہیں۔ اس پر میری جستجو بڑھ گئی۔ ایک روز اس علاقہ کے ایک شخص کا پتہ لے کر چل پڑا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ ایک بڑے آم کے باغ میں تمام مکتبہ فکر کے عالموں کو لے کر ایک عظیم جلسہ ہو رہا ہے جس کے منتظم اس علاقہ کے کاکڑیہ مدرسہ کے عالم اور طلباء ہیں۔

وہاں جاکر کچھ اشتہار اور لٹریچر تقسیم کیا جسے طلبا اِدھر اُدھر لیکر پڑھنے لگے۔ اسی دوران جرجس صاحب نے مجھے کہا کہ آپ کتابیں ابھی تقسیم نہ کریں ورنہ جلسہ کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ جرجیس صاحب نے تقاریر کرنے والوں کی فہرست میں میرا نام بھی دوسرے نمبر پر درج کر دیا۔ مقررین تقریباً 50 یا 60 کی تعداد میں تھے۔ اس دوران اہل حدیث کے ایک پرانے عالم نے مجھے نصیحت کی کہ اس جگہ آپ اپنی جماعت کے بارہ میں نہ بتائیں ورنہ جھگڑا شروع ہوجائیگا۔ تب جرجس صاحب بولے کہ آپ جو چاہے بولیں کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ پس میں نے اپنا موضوع ''تمام عالم کے لئے اسوہ عالمگیر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم'' رکھا۔ تقریر کے اختتام پر احمدیت کا پیغام بھی دے دیا۔ جب تقریر ختم ہوئی تو تمام طلبا جلسہ گاہ کو چھوڑ کر میری طرف دوڑ آئے۔ اور کہنے لگے کہ کتابیں دیں کتابیں دیں۔ تیسرے مقرر جو کہ اہل حدیث کے ایک بڑے عالم تھے کھڑے ہوگئے اور بانئ جماعت احمدیہ کے خلاف گندی گندی گالیاں دینے لگے۔ جب کہ ان کی تقریر کا اصل موضوع کچھ اور تھا۔ اور اپنی تقریر میں انہوں نے بانئ جماعت احمدیہ کی وفات نعوذ باللہ بیت الخلاء میں ہونے کا اعتراض کیا۔ مگر نتیجہ ان کی خواہش کے برخلاف نکلا کیونکہ تمام طلبا اور جرجیس صاحب میرے ساتھ جلسہ چھوڑ کر چلے آئے۔ باغ کے ایک طرف بہت ہی احترام کے ساتھ سوال کرنے لگے اور کتابیں بھی بہت غور اور دلچسپی سے پڑھنے لگے۔

مذکورہ مولوی نے جب گالی دینا بند کیا تو ہاتھ میں ایک لوٹا پکڑ کر میری طرف آیا اور لوگوں کو کہا کہ یہ کتابیں نہ پڑھو اس پر جرجیس صاحب نے کہا کہ کیوں نہ پڑھیں انہوں نے جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان بیان کی ہے وہ باتیں دوسروں میں کہاں؟ ہم اندھے نہیں ہیں ہر قسم کی کتابیں پڑھیں گے۔ وغیرہ۔ اس پر مولوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اعتراضات کئے۔ میں نے کہا کہ مولانا صاحب سنیں کیا مرزا صاحب بیت الخلاء میں فوت ہوئے تھے آپ اس جگہ موجود تھے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کیا ہے؟ جب انہوں نے عمر بتائی تو میں نے کہا کے آپ کی پیدائش تو ان کے چند سال قبل کی ہے۔ تب بولے کہ میں نے نہیں دیکھا بلکہ دیوبند میں حصول تعلیم کے دوران بڑے بڑے عالموں سے سنا ہے۔ جواب میں میں نے کہا کہ آپ نے مذکورہ مدرسہ میں بڑے بڑے مولویوں سے یہ حدیث بھی پڑھی ہے کہ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ۔ یعنی سنی سنائی بات آنکھوں دیکھی کی طرح نہیں ہے۔ مولوی صاحب آخر اس طرح سچ کے خلاف جھوٹا پروپگنڈہ کب تک چلے گا؟''

خدائی تائید ونصرت:

والد صاحب اکثر نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ اور رو رو کر دعائیں مانگا کرتے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے آپ کے ہاتھوں کئی افراد کو احمدیت میں شمولیت کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ کا خدا تعالی کے ساتھ ایک گہرا تعلق تھا۔ آپ کے بارہ میں آپ کے بھائی مکرم محمد محسن صاحب بنگلہ دیش چند واقعات تحریر کرتے ہیں کہ:

''جس وقت میرے بھائی قادیان میں تھے اُن ہی دنوں ہماری والدہ محترمہ کی وفات ہوگئی ان کے ساتھ میرا خط وکتابت کا سلسلہ بند تھا لیکن عجیب بات ہے کہ والدہ محترمہ کی وفات کے چند دن بعد بھائی صاحب کا قادیان سے خط موصول ہوا جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ ہم 313 درویش بھائیوں نے مل کر والدہ صاحبہ کا نماز جنازہ غائب ادا کیا ہے۔ اور وہ دن وہی تھا جس دن ہم نے بھی بنگلہ دیش میں والدہ محترمہ کا نماز جنازہ ادا کیا تھا۔''

مرشد آباد، بنگال کے سفر کے دوران ایک بار بھائی صاحب کی چند احباب سے ٹرین میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مخالفین نے دلائل سے عاجز آکر آپ کو جان سے مارنے کا پروگرام بنایا۔ اور انہوں نے بحث کے دوران ہی آپ کو زد و کوب کیا اور دھکا دیکر ٹرین سے باہر پھینک دیا۔ گاوں کے ایک احمدی کو اطلاع ملی تو وہ دوڑ کر آئے تو دیکھا کہ بھائی صاحب بے ہوش پڑے ہیں۔ جب اس احمدی نے بھائی صاحب کے بدن پر ہاتھ لگایا تو بھائی صاحب نے آنکھیں کھول

دیں اور کہنے لگے کہ مجھے ایسا لگا کہ میں نیند سے جاگا ہوں یعنی بھائی صاحب کو کوئی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر گاؤں کے کئی لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے‘‘

خدائی مہمانی:

اللہ تعالیٰ پر والد صاحب کو کامل توکل تھا۔ مکرم ومحترم ماسٹر مشرق علی صاحب ایک تبلیغی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

’’ایک بار مولوی صاحب مجھے لے کر مرشد آباد کے ڈھولیاں گاؤں کی طرف چلے گئے وہاں جس کے گھر آپ جانا چاہتے تھے وہ گھر پر موجود نہیں تھا رات ہونے والی تھی ہم نے ایک انجان آدمی کے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت لی اور نماز ادا کی واپسی کا کوئی چارہ نہ تھا کیوں کہ ابراہیم پور وہاں سے بہت دور تھا خاکسار فکر کرنے لگا کہ کہاں رہیں گے اور کیا کھائیں گے؟ مگر مولوی صاحب کو خدا تعالیٰ پر اس قدر توکل تھا کہ آپ بے فکر اور پُرسکون تھے اتنے میں وہ آدمی بولا کہ آپ لوگوں کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ میرے مہمان ہیں اور اس نے ایک ہتھیار لیکر بطخ جس کو بنگلہ میں ہنس کہا جاتا ہے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور اس طرح ہماری اس انجانے گاؤں میں اللہ تعالیٰ نے مکرم مولانا صاحب کی دعاؤں کی برکت سے مہمان نوازی کا سامان کیا۔‘‘

تعبیر الرویا کا ملکہ:

مکرم ومحترم والد صاحب مرحوم نہایت درجہ سادہ اور نیک و پاک فطرت اور درویشی زندگی گزارنے والے انسان تھے۔ اکثر اوقات ہم نے دیکھا کے آپ اپنے کپڑوں میں خود ہی پیوند لگا رہے ہوتے تھے۔ لیکن غربت کے باوجود مصائب و مشکلات میں آپ اپنا قدم تقویٰ پر رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو تعبیر الرویا کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کی اکثر تعبیر درست ہوا کرتی تھی۔ والد صاحب تحقیق حق کے لئے آنے والوں کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت کا سلوک کیا کرتے تھے۔ مکرم ومحترم عطاء الرحمن صاحب نیشنل پریذیڈنٹ نیپال تحریر کرتے ہیں کہ

’’جب وہ 1985 میں تحقیق حق کے لئے پہلی بار قادیان آئے تھے تو قادیان آنے کے دوسرے یا تیسرے دن ہی میری ملاقات مکرم عبد المطلب صاحب سے ہوئی۔ جب ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا لگا کہ جیسے میں اپنے والد یا کسی ایسے شخص سے مل رہا ہوں جو نہایت شفیق اور ہمدرد ہے اس کے بعد تقریباً ایک سال تک ملاقات ہوتی رہی اور آپ سے مل کر کبھی ایسا نہیں محسوس ہوا کہ میں اپنے گھر نیپال سے دور ہوں۔ جب مکرم عبد المطلب صاحب کی وفات ہوئی تو مجھے انتہائی صدمہ ہوا۔‘‘

خلیفۂ وقت سے دلی محبت:

والد محترم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفہ وقت سے محبت انتہائی درجہ کی تھی اور یہ تعلق دلی تھا۔ چنانچہ محترم حکیم محمد دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے خاکسار کے بھتیجے عزیزم مبارک احمد ابن مکرم عبد اللہ جلال الدین کے نکاح کے موقع پر خطبہ نکاح میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

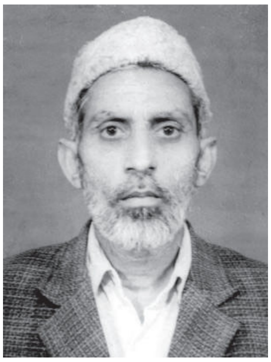
’’ایک دفعہ ہم وفد کی صورت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ سے ملنے کے لئے ربوہ گئے ہمیں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ چونکہ حضور کی طبیعت ناساز ہے اس لئے قادیان کے بارہ میں زیادہ باتیں نہیں کرنی صرف ملاقات کر کے لوٹنا ہے۔ چنانچہ جب عبد المطلب صاحب درویش کی باری آئی اور وہ حضور المصلح الموعودؓ کی طرف بڑھے تب حضور نے بڑے پیار سے ان کو دیکھتے ہی مسکرا کر فرمایا دیکھو یہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بزرگ تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلیفہ وقت کے دل میں بھی آپ کی محبت رکھی ہوئی تھی۔‘‘

وفات:

خاکسار کے والد محترم کو تبلیغی کاموں میں ہمیشہ دلچسپی تھی۔ وہ زیر تبلیغ لوگوں کو خوب چٹھیاں لکھا کرتے تھے۔ اپنی وفات کا آپ کو قبل از یں علم ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنی وفات سے چند روز قبل لفافوں پر صرف ایڈرس لکھ کر رکھ دیئے تھے اور انہیں ایڈرسوں کے مطابق بعد میں ہم نے آپ کی وفات کی اطلاع احباب کو دی۔ وفات کے چالیس روز قبل آپ کو لقوہ کی شکایت ہو گئی تھی۔ وفات سے چند روز قبل خاکسار کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی چچی جی نے ان کے ہاتھوں سے چوڑیاں نکال لی ہیں اس کے بعد پھر دو دو چوڑیاں پہنا دی ہیں۔ یہ خواب جب صبح والد صاحب کو سنایا گیا تو آپ نے بتایا کہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے کچھ دن اور زندگی دے دی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب والد صاحب کی وفات قریب آئی تو اس دن قادیان کے تمام دوستوں اور احباب سے ملاقات کر کے آئے۔ رات آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہوئی اور صبح تہجد کے وقت آپ نے اپنی جان مالک حقیقی کو سونپ دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کی وفات 7 دسمبر 1985 کو ہوئی۔ ہم پانچ بھائی والد صاحب کی یادگار ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہم دو بھائی خاکسار مکرم سفیر احمد شمیم صاحب کو بطور مبلغ خدمت کی، اور باقی تین بھائیوں کو دیگر رنگ میں سلسلہ کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

66 محترم چودھری عبد الرشید نیاز صاحب درویش

محترم بدرالدین عامل صاحب درویش



میرے چچا زاد بھائی مکرم عبد الرشید نیاز درویش بھٹہ خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد محترم چوہدری عبد الحکیم صاحب تھے۔ جنہوں نے ریٹائرمنٹ کے بعد 1942ء میں گاؤں عارف والا سے آ کر قادیان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ محترم عبد الرشید صاحب کی ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی 1945ء کے آخر تک آپ نے میک ورکس قادیان میں کام کیا۔ اکتوبر 1945ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اور ابتداء 1946ء میں آپ نے میک ورکس کی ملازمت چھوڑ کر ڈولیلن الیکٹرک ورکس قادیان میں بجلی کے روم ہیٹر وغیرہ بنانے کا کام شروع کیا۔

16 نومبر 1947ء کو ہم دونوں کے بزرگان پاکستان چلے گئے۔ ماہ فروری 1948ء ہم دونوں اسٹور کیپر کی خدمات بجالاتے رہے۔ فروری 1950ء تک محترم عبد الرشید صاحب نیاز بطور نائب انچارج اسٹور کام کرتے رہے۔ آپ کو دفتر آڈیٹر میں بطور نائب آڈیٹر اور چند سالوں بعد آڈیٹر مقرر کر کے آپ کا درجہ نائب ناظر کر دیا گیا اور آپ نے تاحیات اس عہدہ پر نہایت کامیابی کے ساتھ خدمت سرانجام دی۔ 1981ء میں آپ کو دائیں بازو کی طرف استرخاء کا اٹیک ہوا تھا فوری طور پر طبی امداد میسر آ گئی اور چند دن میں طبیعت بحال ہو گئی۔ آپ پھر اپنے فرائض انجام دینے لگے اس وقت آپ کو علم ہوا کہ آپ کو شوگر بھی تھی۔

14 اگست 1986ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ بیماری سے چند ماہ قبل آپ نے خواب میں دیکھا کہ مکرم بھائی عبد الرحیم صاحب دیانت درویش مرحوم اور مکرم شیر خان صاحب درویش مرحوم و مکرم مستری محمد حسین صاحب درویش مرحوم اور خود نیاز صاحب بہشتی مقبرہ میں فوارے کے پاس کھڑے ہیں۔ نیاز صاحب کے ہاتھ میں چند کاغذ ہیں شیر خان صاحب نے کہا کہ آؤ چلیں مستری محمد حسین صاحب ان دونوں مرحوم درویشان کے ساتھ کنویں والی طرف چل پڑے۔ نیاز صاحب نے کہا آپ چلیں میں یہ کاغذ دے کر آتا ہوں۔ یہ خواب اپنے اہل خانہ کو سنائی اور حسب توفیق صدقہ بھی دیا۔ محترم مستری محمد حسین صاحب کی وفات 25 جولائی 1986ء کو اور نیاز صاحب کی 14 اگست 1986ء کو گویا کل 20 روز بعد ہوئی۔

آپ کے دل میں خوش طبعی اور ملاحت لئے ہوئے لطیف مزاج موجود تھا جس روز میاں بیوی کا شوگر کا ٹیسٹ ہوتا تو آپ کی شوگر زیادہ نکلتی تو مسکراتے ہوئے بتاتے کہ میں فسٹ آیا ہوں (شوگر کے امتحان میں)"۔ آپ کے تین بیٹے مکرم عبد الوکیل نیاز صاحب، مکرم عبد القدیم نیاز صاحب سلسلہ کی خدمت کر رہے ہیں جبکہ تیسرے بیٹے مکرم عبد القدوس نیاز صاحب طب کا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک بیٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

67 محترم محمد شفیع صاحب درویش



محترم محمد شفیع صاحب درویش ابتدائی درویشان میں سے تھے اور درویشی کا تمام زمانہ موصوف نے نہایت صبر و شکر و خلوص و محبت کے ساتھ گذارا۔ محلہ احمدیہ کے چوک میں پرچون کی ایک دکان کیا کرتے تھے۔ اور اپنا خرچ خود برداشت کرتے تھے البتہ ان کی آخری بیماری کے پیش نظر انہیں سلسلہ کی طرف سے کچھ وظیفہ بھی تین چار ماہ جاری کیا گیا موصوف خوش مزاج، ملنسار سادہ مزاج اور صاف گو شخصیت کے مالک تھے۔ سب سے الفت سے پیش آتے تھے۔ کاروباری دیانت اور معاملات میں صفائی آپ کا معمول تھا۔ اپنی خوش اخلاقی اور ملنساری کی وجہ سے احمدیہ چوک کی رونق تھے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق کا غیروں پر بھی ایک عمدہ اثر تھا۔ آپ ایک عرصہ سے دل کے مریض چلے آ رہے تھے چند بار پہلے بھی دل کا دورہ پڑ چکا تھا لیکن جلد طبی امداد مل جانے اور مناسب ادویات کے استعمال اور احتیاطی تدابیر عمل میں لانے پر چلنے پھرنے اور دکان کے کام کرنے کے قابل ہو گئے تاہم ہائی بلڈ پریشر رہتا تھا۔ آپ کی وفات 26 جون 1978ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کی نماز جنازہ محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین (تلخیص اخبار بدر 29 جون 1978ء) آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی یادگار ہیں۔ مکرم انور احمد صاحب دفتر نظارت علیا میں اور مکرم ارشد احمد صاحب دفتر محاسب میں اور مکرم اشرف احمد صاحب دفتر جلسہ سالانہ قادیان میں خدمت بجالا رہے ہیں جبکہ ایک بیٹی پاکستان میں ہے۔ (ادارہ)

68 محترم عبدالرحیم سندھی صاحب درویش

(مکرم لطیف احمد صاحب سندھی، قادیان)



میرے پیارے ابّاجی مکرم چودھری عبدالرحیم سندھی صاحب درویش ولد مکرم الٰہی بخش صاحب مرحوم گاؤں بھٹیاں ضلع گورداسپور پنجاب کے رہنے والے تھے۔ گاؤں کی اکثر زمین آپ کے نام تھی جو لوگوں کو کاشت کیلئے دی جاتی تھی۔ چنانچہ گاؤں والے اس لئے والد محترم کی بڑی عزت کرتے تھے اور آپ کو میاں جی کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ نے گاؤں میں دو مسجدیں بہت خوبصورت اور بڑی بڑی بنوائی تھیں آج کل وہ مسجدیں گُردواروں کے طور پر استعمال کی جارہی ہیں۔ بھٹیاں گاؤں میں ایک اسکول والد محترم نے بنوایا تھا اسکول کی ذمہ داری والد محترم کے بڑے بھائی محترم چودھری عبدالحق صاحب کے ذمہ تھی۔ وہ مشہور عالم تھے اور گاؤں کے تمام بچوں کو اس اسکول میں پڑھایا کرتے تھے۔ اسی طرح گاؤں کے ہی ایک اور بزرگ محترم چودھری عبدالحق صاحب پٹواری درویش قادیان ہوا کرتے تھے، یہ دونوں بزرگ احمدیہ جماعت کے علما کے ساتھ اکثر تبادلہ خیالات کرتے رہتے تھے۔ جب وفات مسیح کا ذکر ہوتا تو بحث وہیں رُک جاتی کیونکہ ہمارے بزرگ بھی مسیح کے آنے کے انتظار میں تھے چنانچہ ہمارے ان بزرگوں نے اپنے کچھ علما کو بلوایا اور جماعت کے ساتھ مناظرے کا دور شروع ہوا۔ اور مناظرے دو تین یا اُس سے زیادہ دفعہ ہوئے۔ مناظروں میں ہمارے بزرگوں کے بلائے ہوئے مولوی جماعت احمدیہ کے علما کا جواب نہ دے پائے جس پر ہمارے خاندان نے اور محترم چودھری عبدالحق صاحب پٹواری نے ملکر بیعت کر لی الحمد اللہ علی ذالک۔ اُن کی وجہ سے آج ہم احمدیت میں داخل ہیں اور حقیقی اسلام پر قائم ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صحابہ کا رتبہ نا پا سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کے بزرگوں میں سے ایک کو یعنی میرے والد صاحب مرحوم کو درویشی اور ایک بزرگ یعنی میرے تایا جان صاحب مرحوم کو شہادت کا مقام عطا فرمایا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی شہادت کا ذکر بڑے ہی درد بھرے الفاظ میں فرمایا کہ بدبخت لوگ تین دن تک خدمت کروانے کے بعد فرضی بیعت کر لینے کے بعد بھی ان کے ہی باغ میں یعنی سندھ میں انکی گردن کاٹ کر لے جاتے ہوئے پکڑے گئے۔ اس وقت حکومت بھٹو کی تھی اور وہ لوگ بھی انہیں کے تھے؟

قادیان آمد:

1947 کے دور میں چاروں طرف قتل وغارت کا دور شروع ہو گیا ہمارے بزرگوں نے گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ لیا اور سارے افرادِ خانہ کو لیکر لاہور چلے گئے۔ لیکن دادا جان اور دادی جان نے جانے سے انکار کیا۔ لاہور جا کر اِنہوں نے اپنی زمینوں کے کاغذات داخل کئے۔ جس پر 1/3 حصّہ زمین دو جگہ سندھ اور رلّو کے علاقہ میں ملی۔ ابھی یہ نشان دہی ہو ہی رہی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مرکز احمدیہ قادیان کی حفاظت کیلئے نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپ اور آپکے چاروں بھائی بھی سندھ سے قادیان جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ اِس پر اِنکے بڑے بھائی مکرم عبدالحق صاحب نے کہا کہ ہم پانچوں بھائیوں میں قُرعہ اندازی کرتے۔ ہم میں سے جس کا نام نکلے گا وہ ہی قادیان جائیگا اور دوسرے بھائی اُسکے بیوی بچوں کا خیال رکھیں گے۔ چنانچہ قُرعہ اندازی ہوئی اور خاکسار کے والد محترم کا نام نکل آیا۔ آپ اپنے بھائیوں اور اہل خانہ کو خُدا حافظ کہہ کر سندھ سے قادیان کے لئے روانہ ہو گئے اور قادیان کی حفاظت پر مامور 313 درویشوں میں شامل ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

گھریلو حالات:

1947ء میں ملکی حالات کے بہتر ہونے پر جب درویشان کے عزیز واقارب نے ایک دوسرے سے مِلنا شروع کیا تو مکرم والد صاحب کے بیوی بچوں کو آپ کے زندہ ہونے کا علم ہوا۔ عزیز واقارب جب درویشوں سے ملنے جُلنے کیلئے آنے لگے تو پہلی ہی دفعہ میں ہماری والدہ صاحبہ کو قادیان آنے کا موقعہ ملا اور پھر ہم لوگ بھی ساتھ آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس طرح والد محترم کے اُوپر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑی۔ لیکن یہاں آکر ہم نے یہ دیکھا کہ کھانے پینے کو تو کچھ نہیں ہے لیکن آپس میں تمام درویش ایک دوسرے کا بہت خیال رکھ رہے ہیں۔ ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ اِس کے باوجود بھی آپس میں ایک دوسرے کو ملے بغیر نہ رہ پاتے تھے۔ اِس لئے ہم سب بچوں کو جو اُس وقت قافلہ میں آئے تھے ہر درویش بہت ہی پیار کرتا

تھااور ہم کو اِدھر سے اُدھر گود میں لیکر گھومتے ہی رہتے تھے۔آج بھی ہمارے دلوں میں اُن بزرگوں کی بڑی عزت و احترام ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اِن بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اِس دوران والد صاحب کو مبلغ -/5 روپے ماہوار وظیفہ ملا کرتا تھا جو کہ ایک کے لئے بھی کافی نہ تھا۔اسی لئے والد صاحب نے بیوی بچوں کو پالنے کیلئے محنت مزدوری کرنی شروع کر دی۔اور ساتھ ہی گائے بھینسیں وغیرہ پالیں اور کھیتی باڑی شروع کر دی۔فصل وغیرہ تیار ہونے پر گاؤں میں جاکر بیچا کرتے تھے۔کبھی سبزی کبھی اناج کی شکل میں گاؤں گاؤں گھوم کر بیچا کرتے تھے۔اِس طرح گھر چلانے کیلئے محنت و مشقت کرتے رہے۔یہاں تک کہ مٹی کے برتن بنانے کا کام سیکھ کر خود بھی بنانا شروع کیا اور برتن تیار کر کے گاؤں گاؤں گھوم گھوم کر بیچا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم آپ کی چھ اولادوں میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہیں آپ نے ہم سب بھائی بہنوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا ہم سب کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ہماری شادیاں بھی کروائیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم سب بھائی بہن اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔اللہ تعالی کے فضل سے ہم سب کی اولادیں جماعت کی خدمت بجالا رہی ہیں۔

اولاد کو قادیان میں ہی رکھنا:

ایک مرتبہ میرے والد محترم اپنے ساتھی درویش بھائی کو کچھ رقم دینے کا وعدہ کر کے آئے کہ میں آپ کو اتنی رقم بطور قرض دے دونگا۔اس درویش کے بچے نے باہر کسی دوسرے ملک جانا تھا۔گھر میں آنے پر والدہ محترمہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا رقم تو گھر میں کوئی نہیں ہے اس پر اباجان نے مجھے کہا ؟ان دنوں خاکسار ایک دو جگہ پر کام کرتا تھا۔پیسے تو میرے پاس تھے لیکن میں نے ایسے ہی اپنے والد صاحب سے پوچھ لیا کہ یہ رقم آپ نے کیا کرنی ہے۔انہوں نے بتایا کہ میرے ایک بھائی کا بیٹا باہر جرمنی جا رہا ہے اس کو دینی ہے۔خاکسار ناراض ہوا کہ اباجان مجھے تو آپ جانے نہیں دے رہے اور اس کو بھجوا رہے ہیں اس پر میرے والد محترم مجھ سے ناراض ہو گئے اور گھر میں گندم رکھی ہوئی تھی وہ بیچ کر اپنے درویش بھائی کو رقم دی اور میں والد محترم کو دو دن تک مناتا رہا اور پیسے دیتا رہا مگر والد محترم انکار کرتے رہے کہا کہ تم نے کیوں کہا کہ میں نے بھی جانا ہے۔میں ان کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ مجھے اپنے پاس قادیان میں ہی رکھنا چاہتے تھے۔

ایک منذر خواب:

والد صاحب محترم کی ڈیوٹی بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک کے ساتھ والے کمرہ میں ہوا کرتی تھی۔ایک دن اچانک رات کو سوتے ہوئے آپ کے پیٹ میں درد پیدا ہوئی آپ نے ساری رات تڑپ تڑپ کر گزاری اچانک آپ کی آنکھ لگ گئی۔آپ نے خواب میں دیکھا کہ میرے چاروں طرف ڈاکٹر کھڑے ہوئے ہیں اور آپس میں میرا آپریشن کرنے کے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں اس پر گھبرا کر خواب میں اُٹھ کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ میں آپریشن نہیں کرواؤں گا میرا آپریشن کرنے کے لئے آپ کو ہمارے امیر حضرت میاں وسیم احمد صاحب سے اجازت لینی پڑے گی۔اچانک میں نے نظر اُٹھائی تو دیکھا حضرت میاں وسیم احمد صاحب تشریف لا رہے ہیں اس پر میں نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ حضرت میاں صاحب وہ آ رہے ہیں آپ ان سے دریافت کر لیں۔جیسا وہ کہیں کر لیں اس پر قریب آ کر حضرت میاں صاحب نے سلام کیا اور میرا حال پوچھا میں نے کہا میرے پیٹ میں شدید درد ہو رہی ہے اس پر وہ ڈاکٹر صاحبان کی طرف متوجہ ہوئے ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم ان کا آپریشن کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرت میاں صاحب نے کہا کہ پیٹ درد تو دوائی سے بھی ٹھیک ہو سکتی ہے آپریشن تو ایک سال بعد بھی کیا جا سکتا ہے۔اس پر میری آنکھ کھل گئی۔میں یہ محسوس کرنے لگا کہ مجھے ایک سال کی مزید مہلت ملی ہے۔

والد صاحب کی وفات اور درویشان کے پیار کا نشان:

محترم والد صاحب کی یہ خواب میں نے گھر میں اور اپنے کئی عزیز دوستوں کو بھی بتائی۔اس طرح آٹھ نو ماہ گزر گئے لیکن پیٹ میں درد بدستور رہتی تھی۔خاکسار نے حضرت میاں صاحب سے امرتسر علاج کے لئے اجازت لی تین ماہ تک خاکسار نے والد صاحب کا امرتسر میں کئی ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ہر ڈاکٹر چیک کرنے کے بعد دوسرے ڈاکٹر کی طرف بھجوا دیتے رہے آخر میں TB کے ہسپتال میں داخل تھے۔3 جون 1980 کا دن تھا۔کہ رات سوتے ہوئے والد محترم زور زور سے رونے لگے جس پر اس وارڈ کے تمام مریض جو سو رہے تھے اُٹھ گئے۔میں نے والد محترم سے پوچھا کیا

بات ہے آپ نے بتایا میرا بھائی فوت ہو گیا ہے میرا دایاں ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔ بھائی سے آپ کی مراد مکرم چوہدری عبد الحق صاحب درویش سے تھی، جو آپ کے گاؤں کے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں وہ تو پاکستان میں اپنے عزیزوں کو ملنے کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ آپ بیمار ہیں رونا ٹھیک نہیں۔ اس طرح ان کو چپ کرایا گیا۔ دن چڑھے ہوئے چند گھنٹے ہی ابھی گزرے تھے کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر اباجی کا حال پوچھنے کے لئے قادیان سے امرتسر آئے۔ میں نے ان سے چودھری صاحب کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

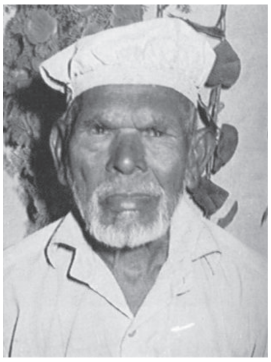
میں باڈر پر جا رہا ہوں انکو لینے کے لئے اس پر خاکسار نے کہا آپ اباجی کو نہ بتانا کہ فوت ہو گئے ہیں کیونکہ انہوں نے رات کو خواب میں دیکھ لیا ہے اور آج میں نے بہانے سے چپ کروایا ہے چنانچہ ان کو ملتے ہی اباجی نے یہی سوال کیا کہ میرے بھائی کا کیا حال ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ میں ان کو لینے کے لئے جا رہا ہوں وہ ٹھیک ہیں مکرم چوہدری صاحب کی میّت قادیان لائی گئی۔ چونکہ والد صاحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپریشن سے ان کی موت ہو جاتی ہے اسلئے مجھے بار بار آپریشن کرنے سے منع کرتے تھے اس روز تمام ڈاکٹر اکٹھے ہوئے اور والد صاحب کو آپریشن تھیٹر میں لے گئے۔ تقریباً دو تین گھنٹے تک تمام ڈاکٹران کی تمام رپوٹوں پر مشورہ وغیرہ کرتے رہے کافی دیر کے بعد ایک ڈاکٹر آیا اور مجھ سے کہا کہ ہم ان کا آپریشن کرنا چاہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو اس پر میں پریشان ہو گیا کیونکہ والد صاحب نے مجھے بار بار آپریشن کرنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا آپریشن سے میری وفات ہو جائے گی میں گھبرا گیا۔ میں نے ڈاکٹر سے کہا اس وقت تو خاکسار کے پاس کوئی رقم وغیرہ نہیں ہے کیونکہ آپریشن کے وقت دوائیوں اور خون وغیرہ کی ضرورت پڑے گی اور میرے پاس تو اس اخراجات کیلئے رقم موجود نہیں ہے لہٰذا آپ اگر مجھے اور میرے والد صاحب کو گھر جانے کی اجازت دیں تو میں ان کو بچوں سے ملا کر اور رقم لے کر آؤنگا۔ اس کے بعد آپ کسی اور دن بھی ان کا آپریشن کر سکتے ہیں اس پر ڈاکٹر نے مجھے دو دن کی مہلت دی اور کہا کہ دو دن بعد آ جاؤ ہم آپریشن کریں گے۔

اس پر میرے والد محترم بہت خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ جلدی مجھے قادیان لے جاؤ میرا کوئی پتہ نہیں ہے۔ ٹرین سے خاکسار والد محترم کو قادیان لایا۔ جب میں اسٹیشن سے ٹانگے پر ان کو گھر لایا تو وہ مغرب کا وقت تھا، اس وقت اسکول کے صحن میں مکرم چودھری عبد الحق صاحب درویش کی نماز جنازہ پڑھی جا رہی تھی۔ چونکہ جنازہ کے بعد تمام درویشان کرام والد محترم سے ملنے کے لئے آئے بعد میں تدفین کو جاتے، ان کو دیکھ کر میں بھی چوہدری عبد الحق صاحب کی تدفین کیلئے چلا گیا۔ اس پر سب سے آخر میں مکرم چودھری محمد احمد صاحب درویش آئے۔ اسوقت مرحوم چودھری عبد الحق صاحب درویش کو قبر میں اُتار اجا رہا تھا، آپ نے خاکسار کا نام لے کر آواز لگائی کہ اگر یہاں پر لطیف ہے تو وہ گھر چلا جائے انکے والد کی اچانک طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ خاکسار جلدی سے گھر کی طرف روانہ ہوا گھر پہنچا تو دیکھا کہ والد محترم وفات پا چکے ہیں۔ والد صاحب کی وفات 7 جون 1980 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ تھا درویشوں کا آپس میں پیار اور محبت۔ والد صاحب مرحوم نے 59 سال عمر پائی اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ہزاروں ہزار رحمتیں آپ پر نازل ہوں آمین۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا   اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ پنجگانہ نمازوں کے پابند تھے اور خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر پیش پیش رہتے تھے اور اسکی عادت انہوں نے اپنے بچوں میں بھی ڈالی وہ اسطرح کہ جب مجھے تنخواہ ملتی تو محترم والد صاحب کا پہلا سوال ہوتا تھا کہ آپکو چندہ یا حصّہ آمد، چندہ آمد تو وضع ہو کر رقم ملتی ہو گی۔ لیکن دوسرے چندہ تحریک جدید اور جو خلیفہ وقت سے تحریک ہوتی ہے۔ اُسکی ادائیگی بھی اِسی تنخواہ سے کرنی ہوتی ہے۔ باقی رقم آپ اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کریں۔ یہ ہر مہینہ مجھے سُننا پڑتا تھا اور مجھے اس پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ آپ مجاہد تحریک جدید صف اوّل میں تھے۔ حضور انور کے ارشاد کے مطابق کہ صف اوّل و دوم کے مجاہدوں کے نام روشن رکھنے کے لئے انکے بچوں کو انکا چندہ ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار اپنے والد اور والدہ محترمہ دونوں بزرگوں کے چندہ تحریک جدید اور چندہ وقف جدید جاری رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین اور ہمیں ان بزرگوں کی قُربانیوں کو سمجھتے ہوئے انکے نام کو روشن کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

69 محترم شیخ محمد ابراھیم صاحب درویش

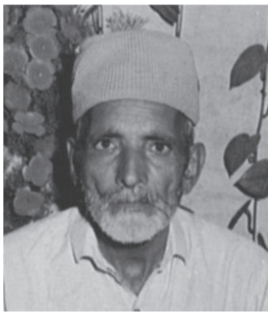


محترم بدر الدین عامل صاحب درویش آپ کے متعلق لکھتے ہیں:۔آپ نہایت سادہ اور سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک تھے سادگی آپ کے قول وفعل سے نمایاں تھی ان پڑھ تھے مگر مسلسل قادیان کی رہائش اور سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے خطبات سنتے رہنے کی وجہ سے دینی معلومات اچھی تھیں۔قادیان سے جماعت احمدیہ کی اکثریت کے ہجرت کرجانے کے موقعہ پر آپ لنگرخانہ کی ملازمت میں ہی تھے پہلے آٹا گوندھنے پر تھے بعد میں بطور نائب نانبائی کے خدمت بجالاتے رہے ریٹائر ہونے تک اسی خدمت پر رہے۔آپ نے لمبا عرصہ تجرد میں گزارا عمر خاصی بڑی ہوجانے پر آپ کی شادی مکرم فتح محمد صاحب اسلم دیہاتی مبلغ کی بیٹی سے ہوئی۔اس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی عطا فرمائی۔لڑکا یہاں قادیان میں ہے اور لڑکی کی شادی ربوہ میں ہوئی۔دونوں صاحب اولاد اور اپنے گھروں میں خوش وخرم ہیں بیٹا قادیان میں معماری کے کام میں ماہر ہے۔

صد سالہ جوبلی 1989ء کے جلسہ سالانہ پر لنگرخانہ میں روٹی نکالنے والے دو افراد یکدم بیمار ہوگئے اور اس طرح کھانے کی تیاری کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔میں نائب افسر جلسہ سالانہ تھا مجھے افسر صاحب جلسہ سالانہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہوئی کہ اس مشکل کا جلد کوئی حل نکالا جائے۔مکرم شیخ محمد ابراھیم صاحب کئی سالوں سے ریٹائر ہوچکے تھے۔میں آپکے پاس گیا اور صورت حال بتائی مکرم شیخ صاحب اسی وقت میرے ساتھ چل پڑے کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لنگرخانہ کے نظام میں رکاوٹ پڑے جب تک میں زندہ ہوں ایسا نہیں ہونے دوں گا اور لنگرخانہ میں آکر کام سنبھال لیا۔حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں رپورٹ گئی تو بڑی ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔

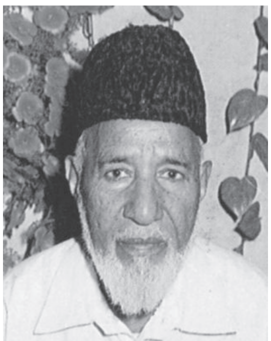
گیس والے تنوروں پر کام کرتے کرتے آپ کو دمہ کا عارضہ لاحق ہو چکا ہوا تھا آخر عمر میں کمزور بھی بہت ہوچکے تھے دمہ کا گاہ بگاہ دورہ پڑتا رہتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہائی بلڈ پریشر بھی تھا مورخہ 2 جنوری 1994ء کو دمہ کا جو دورہ پڑا تو وہ جان لیکر ہی سکون پذیر ہوا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔آپ موصی تھے اگلے روز بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ایک بیوہ اور دو بچے آپ کی یادگار ہیں بیٹی کی شادی ربوہ میں ہوئی تھی بیٹا مکرم نصیر احمد صاحب یحیٰ قادیان میں صاحب اولاد اور برسر روزگار ہیں۔

70 محترم شریف احمد ڈوگر صاحب درویش



محترم شریف احمد ڈوگر صاحب کے والد محترم کا نام مکرم سردار خان صاحب ساکن چینکے ضلع سیالکوٹ تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، صابر وشاکر، مہمان نواز، خاموش طبع تھے۔آپ کے والد صاحب الٰہی بشارتوں سے احمدی ہوئے۔آپ کی وفات 19 ستمبر 1998ء کو بعمر 77 سال حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے ہوئی۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔آپ کی تین بیٹیاں ہیں۔(ادارہ)

71 محترم چودھری غلام ربانی صاحب درویش

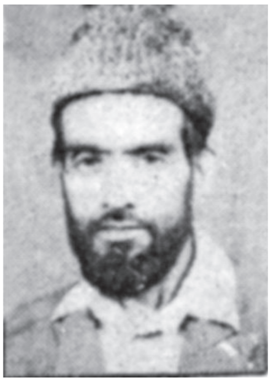


محترم چودھری غلام ربانی صاحب درویش محترم چودھری غلام محمد صاحب کے فرزند تھے۔آپ پیدائشی احمدی تھے۔جنگ عظیم دوئم کے دوران میڈیکل سروس میں ملازم رہے۔لمبا عرصہ احمدیہ شفاخانہ کے انچارج کی حیثیت سے خدمت سرانجام دی اور انچارج احمدیہ شفاخانہ کے طور پر ریٹائرمنٹ ہوئی۔

آپ نہایت صابر، شاکر، خاموش طبع اور مخلص درویش تھے۔وفات سے قریباً دو ماہ قبل اپنے جوان بیٹے کی موت کا صدمہ انتہائی حوصلہ اور صبر کے ساتھ برداشت کیا۔10 فروری 1999ء کو بعمر 84 سال آپ کی وفات ہوئی۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔اسی روز حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ درویشان بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔(ادارہ)

72 محترم سید منظور احمد شاہ صاحب درویش

(از۔مکرم سید مبشر احمد عامل صاحب۔مربی سلسلہ)



خاکسار کے دادا جان محترم سید فضل احمد شاہ صاحب انتہائی نیک طبیعت انسان تھے اور آپ کی پوری کوشش اور خواہش تھی کہ ان کی اولاد کے اندر بھی خلافت سے وابستگی کا جذبہ قائم رہے۔ ہمارے دادا جان مرحوم کے بارے میں مکرم ومحترم بشیر احمد صاحب خادم اکثر مجھے بتایا کرتے تھے کہ تم ایک بہت مخلص انسان کے پوتے ہو۔وہ مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پیچھے فجر کی نماز ادا کرنے کے لئے اپنے گاؤں بھینی بانگر سے ایک ہاتھ میں ڈنڈا اور ایک ہاتھ میں لالٹین لیکر چل پڑتے تھے۔ اس وقت سڑک نہیں ہوتی تھی کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر چل کر آنا پڑتا تھا اتنی مشقت کے باوجود وہ ہر روز نماز فجر ادا کرنے مسجد مبارک ضرور آیا کرتے تھے۔اسی طرح دادی جان بھی صوم صلوٰۃ کی پابند مخلص خاتون تھیں۔ والد صاحب میں یہ جذبہ ورثہ میں آیا۔

آج سے تقریباً 250 سو سال قبل ہمارے خاندان کے بزرگ وفد کی صورت میں ترمذ سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور ہوشیار پور ضلع کے ایک گاؤں موہاں مستی میں آکر آباد ہوئے۔ سادات کا یہ گھرانہ موہاں مستی میں اور اس کے ارد گرد کافی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ہمارے بزگوں کے جو مزار اس علاقہ میں ہیں ان کو آج بھی لوگ انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور سید پیروں کے مزار کہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور خلافت میں 1930 کے آس پاس ہمارے دادا جان مرحوم اور آپ کے ایک بھائی کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ان دونوں بزرگان نے احمدیت قبول کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ہجرت کر کے قادیان چلے جائیں اور وہیں اپنی باقی زندگی مسیح الزمان کے در پر خلیفۃ المسیح کے سائے میں گزاریں۔ ہمارے دادا کے بڑے بھائی نے محلہ سنت نگر میں بورڈنگ تحریک جدید موجودہ خالصہ کالج کے نزدیک سکونت اختیار کی اور دادا جان مکرم سید فضل شاہ صاحب نے قادیان سے دو کلومیٹر دور گاؤں بھینی بانگر میں گھر بنا کر سکونت اختیار کی۔

زمانہ درویشی:

1947ء میں جب ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی۔ تو اس کے نتیجہ میں پنجاب کے اکثر مسلمان ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔قادیان اور مقدس مقامات کی حفاظت کے لئے چند سرفروشوں کو یہاں رہنا ضروری تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر مرحوم والد صاحب نے اپنے آپ کو حفاظت مرکز کے لئے پیش کر دیا۔مرحوم والد صاحب جسمانی لحاظ سے بہت صحت مند نہیں تھے،لیکن ہمت اور دلیری بہت تھی۔ آپ نے اپنے گھر والوں کو کہہ دیا کہ پرواہ نہ کریں میں قربانی کے اس حسین موقعہ کو کھونا نہیں چاہتا۔ ہماری دادی جان اپنے اس بیٹے کو بہت پیار کرتی تھیں اور یہاں چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں اس لئے انہوں نے والد صاحب کو بہت منایا لیکن والد صاحب نے ایک نہ سنی اور قادیان میں رہنے کو ترجیح دی۔

گھریلو حالات:

تقسیم ملک کے بعد شروع کے کئی سالوں تک حالات اچھے نہ تھے۔غیروں کے دلوں میں نفرتیں اور کدورتیں تھیں۔ درویشوں کے پاس مال و دولت کچھ نہ تھا کہ اس سے اپنا کاروبار شروع کر سکیں۔سلسلہ کی طرف سے جو معمولی وظیفہ ملتا تھا اس میں بمشکل گذر ہوتا تھا۔ ہم سات بھائی اور ایک بہن ہیں۔ میرے والد محترم اپنا گھر چلانے کے لئے بہت محنت کیا کرتے تھے۔آپ نے تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں چند سال مدرس کے طور پر خدمت کی تھی اس لئے دو بجے چھٹی ہونے کے بعد ٹیوشن پڑھاتے یا پھر فصل کی کٹائی کے وقت اپنے دوستوں کے کھیتوں میں فصل کٹواتے تا کہ تھوڑی آمدنی ہوجائے۔ خاکسار کو اچھی طرح یاد ہے کہ مرحوم والد صاحب گندم اور دھان کی کٹائی کے وقت بہت زیادہ محنت کیا کرتے تھے ساری ساری رات کھیتوں میں جاگ کر کام کرتے تھے۔ اگر والد صاحب کو کبھی چوٹ لگ جاتی یا پھر آپ بیمار ہوجاتے، تو اس کے نتیجہ میں گھر میں اتنی مالی تنگی ہوجاتی تھی کہ کئی بار فاقہ کی نوبت آجاتی لیکن والد صاحب بہت زیادہ خود دار تھے انتہائی پریشانی میں بھی صبر اور حوصلہ سے کام لیتے تھے۔ اکثر درویشان کے ایسے حالات تھے مگر ان کے مسکراتے چہروں سے ان کے فاقوں کا علم نہ ہوتا تھا۔تمام درویشان اپنا دکھ مولائے حقیقی کو ہی بتایا کرتے تھے اور اسی سے مدد طلب کرتے تھے۔

والد صاحب نے دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کی تھی۔ جامعہ کے علاوہ آپ نے ہائی اسکول تک تعلیم حاصل کی تھی۔اردو اور پنجابی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ کئی بچے ہمارے گھروں میں ٹیوشن پڑھنے آیا کرتے تھے۔آج بھی وہ تمام بچے والد صاحب کا ذکر عزت اور احترام سے کرتے ہیں۔

واقف زندگی ہونے کا اعزاز:

مرحوم والد صاحب کو ابتدائی 313 درویشان میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ واقف زندگی ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ آپ ابتدائی دیہاتی مبلغین میں سے تھے۔ آپ کو بطور مبلغ شدھی کے علاقہ ساندھن، صالح نگر، جموں کشمیر میں چار کوٹ، کالابن، بڈھانو، ہرتال وغیرہ میں کافی لمبا عرصہ خدمت بجا لانے کا موقعہ ملا۔ آپ نے ساری زندگی بڑے خلوص اور محنت کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا۔ جن علاقوں میں والد صاحب محترم کو خدمت کا موقعہ ملا وہاں کے لوگ آج بھی والد صاحب کو یاد کرتے ہیں۔ صالح نگر اور ساندھن کے بزرگوں سے میں نے کئی بار سنا ہے کہ آپ کی خاص کوشش ہوا کرتی تھی کہ ہر احمدی بچہ اور بچی قرآن کریم پڑھنا سیکھے۔ اگر کوئی لڑکا کام کی وجہ سے پڑھنے نہیں آتا تھا تو اس سے آپ کہا کرتے تھے کہ اچھا میں کھیت میں آکر تمہارا کام کروں گا اور تم بیٹھ کر پڑھنا اور جو بات تم کو سمجھ نہ آئے وہ پوچھ لیا کرنا۔ وہاں کے بزرگان بتاتے ہیں کہ مولوی صاحب خود کولہو میں لگے رہتے بیلوں کو ہنکاتے اور ساتھ ساتھ طلبا کو پڑھایا کرتے تھے۔ کئی بار آپ نے ان طلبا کو پڑھانے کی خاطر کھیتوں میں ہل بھی چلایا۔

والد صاحب مرحوم صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ جب آپ کھیت میں کام کر رہے ہوتے تھے تو نماز کا وقت آنے پر کھیت میں ہی نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ آپ باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ گھر میں آپ کا ایک مخصوص تخت ہوا کرتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب بھی میں اپنی کسی ضرورت کے لئے رات کو اٹھتا تو والد صاحب کو اپنے خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز پاتا۔ قرآن مجید سے آپ کو خاص محبت تھی اکثر قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ اپنی جیب میں ہمیشہ قرآن مجید رکھا کرتے تھے۔ جہاں موقعہ ملتا قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ محترمہ والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ جب بھی ہمارے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو والد صاحب سب سے پہلے بیت الدعا جاتے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور دعا کیا کرتے تھے اس کے بعد گھر آکر بچہ کے کان میں اذان دیتے تھے۔

والد صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ کسی کو پریشان دیکھ کر بہت زیادہ فکر مند ہوا کرتے تھے۔ اور خود مفلس ہونے کے باوجود ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے آپ شام کو جب گھر آئے تو آپ کے بدن پر قمیض نہیں تھی صرف شلوار پہنی ہوئی تھی۔ امی جان کے پوچھنے پر بتایا کہ ایک بہت غریب انسان ملا تھا اس کے پاس پہننے کو کچھ نہیں تھا۔ میں نے اپنی قمیض اتار کر اس کو دے دی تا کہ اس کا بھلا ہو جائے۔ اکثر باہر سے کسی نہ کسی آدمی کو اپنے ساتھ لے آتے اور کہتے کہ آج کھانا ہمارے گھر پر کھاؤ۔ جبکہ اکثر اوقات ہمارے گھر پر بھی کھانا نہیں ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دل دیا ہے اور اس میں اپنوں کی محبت ڈالی ہوئی ہے۔ انسان چاہے اپنے عزیزوں کو جتنا بھلانے کی کوشش کرے مگر کسی خاص موقعہ پر ان کی یاد آ ہی جاتی ہے اور ایک لمحہ میں گزشتہ ساری یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ والد صاحب اپنے پورے خاندان کو چھوڑ کر قادیان میں آ گئے تھے۔ کبھی کبھی آپ کو اپنی والدہ، بھائی، بہنوں کی یاد پریشان کرتی تھی اور آپ کا دل بھر جاتا تھا۔ ہماری دادی جان کا بھی یہ حال تھا کہ اپنے اس بیٹے کی یاد آپ کو بہت ستاتی تھی۔ اپنے اس بیٹے کی صحت کے لئے چھ چھ ماہ روزے رکھا کرتی تھیں۔ 1965ء کی جنگ کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے حالات کشیدہ تھے۔ پاکستان جا کر اپنے پیاروں سے ملاقات کرنا انتہائی مشکل ہو گیا تھا اس لئے ایک لمبا عرصہ ملاقات نہ ہو سکی۔ ہمارے والد صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ لگتا ہے کہ اب والدہ محترمہ کے ساتھ مرنے کے بعد اوپر ملاقات ہوگی۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہی منظور تھا۔ مارچ 1975ء میں دادی جان کی وفات ہوئی اور ایک ماہ بعد ہمارے والد صاحب 7 اپریل 1975ء کو اپنے مولائے حقیقی کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

ہمارے والد صاحب کی شدید خواہش تھی کی اُن کے سات بیٹوں میں سے ایک بیٹا ضرور واقف زندگی بنے اور دین کی خدمت کرے۔ خاکسار کو بطور واقف زندگی اباجان کی خواہش کو پورا کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ کے فضل و کرم سے باقی بچوں کو بھی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ ہماری بڑی بہن مکرمہ فہمیدہ آپا صاحبہ کو چھ سال تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ سکندر آباد اور مختلف شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ مجھ سے بڑے بھائی مکرم سید مظفر احمد عامل صاحب کو ایک لمبا عرصہ بطور نائب امیر یا قائم مقام امیر کویت میں خدمت کی توفیق ملی۔ بڑے بھائی مکرم سید منصور احمد عامل صاحب کو 27 سال سے صدر انجمن احمدیہ میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد للہ محترم والد صاحب مرحوم کے پوتے پوتیوں میں سے 10 بچے تحریک وقف نو اور وقف زندگی میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام کو خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور سلسلہ کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے والد محترم کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور انہیں اپنے خاص قرب میں جگہ عطا فرمائے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کے ہم اپنے والد مرحوم کی نیکیوں کو زندہ رکھنے والے ہوں۔ تا کہ اس رنگ میں ان کی یہ بات پوری ہو کہ "میرا مستقبل روشن ہے۔" آمین

73 محترم مرزا محمود احمد صاحب درویش



محترم مرزا محمود احمد صاحب درویش درویشان میں اپنی بہادری اور مضبوط عزم کے لئے مشہور تھے۔ 1955ء میں قادیان اور مضافات میں جو شدید سیلاب آیا اس میں آپ نے بہادری اور جواں مردی کا ایک عظیم کام کیا۔ قادیان پوری طرح پانی میں گھرا ہوا تھا باہر جانے کے تمام راستے مسدود تھے اس موقعہ پر آپ کو یہ خیال آیا کہ اس تعلق سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ذاتی طور پر درخواست دُعا کی جائے۔ آپ اس طوفان عظیم کی پرواہ کئے بغیر قادیان سے روانہ ہو گئے۔ اس تعلق سے لکھا ہے کہ:

''5/اکتوبر تک قادیان میں بارش ہوتی رہی اور ذرائع آمد و رفت بالکل مسدود ہو چکے تھے مگر یہ نوجوان 7/اکتوبر کو اس نیک جذبہ کو لے کر قادیان سے پیدل روانہ ہو گئے۔ یہ ایسا وقت تھا جبکہ قادیان سے واہگہ سرحد تک جس طرف نظر جاتی پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔ رستہ میں گاؤں کے گاؤں زیر آب تھے خشکی کا نشان نہ ملتا تھا لوگ اونچی جگہوں پر پناہ لئے ہوئے تھے متعدد مقامات سے ریلوے لائن ٹوٹ گئی۔ سڑکیں بہہ گئیں۔ چنانچہ بعض جگہ انہیں تیرنا بھی پڑا۔ اکثر راستہ میں گلے گلے تک پانی بہہ رہا تھا۔ بٹالہ تحصیل اور ڈیل گھر کے آس پاس سات سات فٹ پانی بڑی تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ الغرض صبح سات بجے چل کر ساڑھے پانچ بجے شام بڑی مشکل سے وہ امرتسر پہنچ گئے اگلی صبح واہگہ کی سرحد سے گزر کر لاہور آئے لیکن آگے راوی کے شدید سیلاب نے رستہ بالکل مسدود کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نوجوان کو ناچار 11/اکتوبر تک لاہور ہی میں ٹھہرنا پڑا۔ آخر 12/اکتوبر کو حالات قدرے سازگار ہوئے تو یہ لاہور سے کالا شاہ کاکو تک پانی میں پیدل چل کر پہنچے۔ یہ رستہ بھی سیلاب کے باعث حد درجہ خستہ اور خراب ہو چکا تھا۔ پھر گوجرانوالہ کے رستہ اسی روز بخیریت ربوہ پہنچ گئے۔ اگلے روز 13/اکتوبر کو انہیں بعد نماز ظہر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور درخواستِ دُعا کا بھی موقعہ ملا۔ حضور نے ان کے حالاتِ سفر سُن کر اظہار خوشنودی فرمایا جس کی اطلاع پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے انہیں حسب ذیل الفاظ میں دی گئی:

آپ جس ہمت اور کوشش سے قادیان سے لاہور اور پھر ربوہ پہنچے ہیں ان حالات کی اطلاع حضور کی خدمت میں دی گئی۔ حضور نے آپ کو جزاکم اللہ احسن الجزاء فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ قادیان کے سب درویشوں کو تیرنا سیکھنا چاہئے کیونکہ خطرے کے وقت آتے ہی رہتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ایک نہیں آنا چاہئے بلکہ دو تین ہوں اور باہمی رسہ پکڑا ہوا ہو، سکھوں اور ہندوؤں کی مدد بھی کرنی چاہئے۔''

(ہفت روزہ بدر 28/اکتوبر 1955ء بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ 38-39 جلد 3)

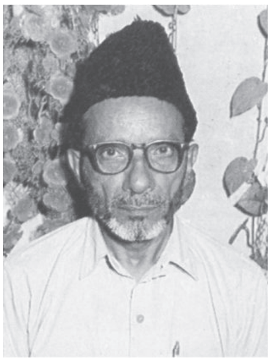
''آپ کو محمود پہاڑی کے نام سے آپ کی پھرتی، تیزی اور جواں ہمتی کی وجہ سے جانا جاتا تھا۔ آپ کبڈی کے بہترین کھلاڑی تھے ہمت اس قدر تھی کہ کسی بھی کام میں بے دریغ ہاتھ ڈال دیتے۔ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کے کنویں کی صفائی کر رہے تھے سارا دن پانی میں رہنے کے باعث آپ کا جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ عصر کے وقت رسہ پکڑ کر کنویں سے باہر آ رہے تھے کہ اوپر آ کر ہاتھ سے رسہ چھوٹ گیا اور آپ اوپر سے کنویں میں گر پڑے کنویں کے اندر مینارۃ المسیح پر لگے مقناطیس سے لگی بڑی بڑی پلیٹیں تھیں جو کہ بجلی کے ارتھ کے لئے ڈالی گئی ہیں اُن میں سے ایک آپ کی ران میں لگی جس سے ران کے گوشت کا ایک بڑا لوتھڑا کٹ کر لٹک گیا۔ آپ کے جسم سے خون بڑی تیزی سے جاری تھا کمزور دل والے کے لئے وہ خون دیکھ کر بیہوش ہو جانا لازمی تھا لیکن آپ بنا کسی کو آواز دیئے واپس اس رسہ کے سہارے کنویں سے باہر آئے۔ تب لوگوں کو اس حادثہ کا علم ہوا اور آپ کو فوراً ہسپتال لیجایا گیا۔ آپ کو چارپائی پر لٹا کر ڈاکٹر کیدار ناتھ کے ہسپتال لیجا رہے تھے خون سے لت پت تھے تو راستہ میں لوگ پوچھتے کیا ہوا تو آپ فوراً چارپائی پر جو کہ لوگوں نے اُٹھائی ہوئی تھی بیٹھ جاتے اور لوگوں کو کہتے کچھ نہیں ہوا کچھ نہیں ہوا ایسے ہی ذرا سی چوٹ لگ گئی ہے۔

(دور درویشی اور درویش صفحہ 255 موئفہ برہان احمد ظفر درانی قادیان)

آپ کی اولاد میں سے اس وقت قادیان میں مرزا مولود احمد صاحب اور مرزا مقبول احمد صاحب موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ آپ کی وفات 20/جون 1986 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

74 محترم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش

(مکرم محمد یعقوب جاوید صاحب)



میرے دادا جان صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام مکرم میاں فضل کریم صاحب ہیں اور دادی جان مکرمہ چراغ بی بی صاحبہ ہیں۔ میرے دادا جان 1885 میں گوجرانوالہ پاکستان میں پیدا ہوئے۔ آپ جب ذرا بڑے ہوئے تو درزی کا کام سیکھ کر کام کرنے لگے۔ آپ کی نیک شہرت کی وجہ سے اردگرد کے لوگوں کا بکثرت آپ کے پاس آنا جانا تھا۔ انہیں لوگوں میں سے زبانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم ہوا۔ چنانچہ آپ نے اپنے بزرگوں دوستوں اور عزیزوں سے اس بارہ میں مشورہ کیا اور شرح صدر پر ہونے پر بیعت کا خط جلد ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں غالباً 1904یا 1905ء کے شروع میں بھجوا دیا۔ اُس وقت آپ کی عمر صرف 20 سال کے قریب تھی۔ 1905ء میں قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر دستی بیعت بھی کی۔ آپ کے ہمراہ دستی بیعت کرنے والوں میں مکرم میاں فضل دین صاحب صحابی بھی تھے۔ جو ہماری دادی جان مکرمہ چراغ بی صاحبہ کے والد محترم تھے۔ اس طرح یہ مقدس جوڑا ایک صحابی کا بیٹا اور ایک صحابی کی بیٹی پر مشتمل تھا۔ 1906 میں دوبارہ قادیان جانے پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے سینے کی توفیق ملی۔ کام کے اختتام پر واپس گجرانوالہ جانے کی اجازت طلب کرنے پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گھر میں بلایا اور کھڑے ہو کر دعا دی کُرتے کی مزدوری نہ لینے اور اس کے عوض کوئی نذرانہ دینے کی درخواست کی گئی اس پر حضور کا کرتہ نذرانہ کے طور پر ملا، جو آج بھی ہمارے خاندان میں محفوظ ہے۔ میرے والد صاحب چار بھائی (مکرم ماسٹر عبد السلام صاحب مرحوم، مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب درویش مرحوم، مکرم مولانا اسمائیل منیر صاحب واقف زندگی، مکرم محمد اسحاق صاحب مرحوم) اور تین بہنیں (مکرمہ فاطمہ بی بی صاحبہ، مکرمہ زینب بیگم صاحبہ، مکرمہ امتہ الرحیم صاحبہ) تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو غریق رحمت کرے۔ آمین

ابتدائی حالات:

محترم والد صاحب 1925ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا بچپن بہت سادہ تھا۔ گھر کا ماحول نیک اور قربانی کرنے والوں سے بھرپور تھا۔ اس لئے آپ کو بچپن سے نمازوں کی باقائدگی کی عادت تھی۔

میرے دادا صاحب کو باوجود کم تعلیم ہونے کے قرآنی احکامات پر چلنے کی بہت زیادہ پابندی تھی۔ جو آپ نے اپنے بچوں میں شروع سے ڈالی۔ آپ خود بھی جمعہ کے روز سب کاروباری کام چھوڑ کر بچوں کے ہمراہ نماز جمعہ ادا کرنے مسجد چلے جاتے تھے ایک موقعہ پر ایک غیر احمدی کاروباری شریک نے صرف اس وجہ سے دادا صاحب مرحوم سے ناطہ توڑ لیا کہ وہ نماز جمعہ کے وقت دُوکان کیوں بند کر دیتے ہیں لیکن آپ نے اس کو بھی قبول کر لیا اور خود بچوں کو نماز جمعہ میں شامل کرنے لے جاتے ایسے دینی ماحول میں والد صاحب نے پرورش پائی۔ تھوڑے بڑے ہوئے تو دادا جان مرحوم نے والد صاحب کو ابتدائی تعلیم کے حصول کے لئے اسکول میں بھجوانا شروع کر دیا۔ والد صاحب مرحوم صرف چار کلاسیں ہی پڑھ سکے۔ مخالفت سے تنگ آ کر دادا جان مرحوم نے والد صاحب کو ماسٹر محمد اسماعیل کے پاس ٹیلرنگ کا کام سیکھنے کے لئے بھجوا دیا۔ کام سیکھ کر آپ اپنے بڑے بھائی ماسٹر عبد الاسلام کے ہمراہ رانچی جھارکھنڈ چلے گئے۔ 11 نومبر 1939ء کو دادا جان محترم کی وفات گوجرانوالہ میں ہوئی اس وقت والد صاحب رانچی میں تھے۔ آپ نے والد صاحب کی وفات کا صدمہ صرف 14 سال کی عمر میں بڑے صبر اور حوصلہ سے برداشت کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ واپس گوجرانوالہ چلے گئے بعدہ آپ نے کراچی میں کام شروع کیا۔

ہندوستان کا جب بٹوارہ ہوا تو اس وقت آپ کراچی میں مقیم تھے۔ آپ کو 17 اگست کو عید الفطر کے دن مکرم مولانا عبد الرحیم صاحب درد۔ نمائندہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے یہ پیغام سننے کو ملا کہ نوجوان اپنے آپ کو وقف کر کے دو ماہ کے لئے قادیان جائیں۔ آپ فوراً کراچی سے 22 نوجوانوں کے ساتھ 25 اگست کو بخیریت قادیان پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھ ایک خادم مکرم یونس احمد اسلم صاحب درویش تھے۔ حسب وعدہ دو ماہ کا عرصہ گذار کر

20 خدام تو واپس چلے گئے مگر والد صاحب محترم اور مکرم یونس صاحب اسلم قادیان میں رہ گئے۔ اس پر والدہ محترمہ یعنی دادی جان نے اپنے بیٹے کو خط لکھا کہ اکثر نوجوان تو آ گئے ہیں اب تم بھی آ جاو۔ اس پر والد صاحب مرحوم نے اپنی والدہ کو لکھا کہ آج تک ہم جماعتی اجتماعات میں یہ عہد دہراتے ہیں کہ قوم اور ملی مفاد کی خاطر ہم اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہیں گے۔ پہلے تو صرف زبانی عہد تھا اب عمل کرنے کا وقت ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس عہد کو پورا کئے بغیر واپس آجاوں۔ چنانچہ اس کے بعد دادی جان مرحومہ نے کبھی آپ کو آنے کیلئے نہیں کہا بلکہ خود اپنے بیٹے کی دلداری کی خاطر قادیان آتی رہتیں۔ اس طرح آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مبارک تحریک پر لبیک کہتے ہوئے درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

خاکسار کے والد صاحب مرحوم کو ٹیلرنگ کا کام بخوبی آتا تھا۔ اس لئے جب سلسلہ کی طرف سے تحریک ہوئی کہ ایسے درویش جو کوئی ہنر جانتے ہیں سلسلہ پر بوجھ نہ بنیں اور اپنا کام کر کے گذارہ کریں والد صاحب محترم نے فوراً اس پر لبیک کہا اور انجمن سے تھوڑی سی رقم قرض لے کر اپنی دکان کھول لی۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ ایک مشین اور ایک تخت لے کر میں بیٹھ گیا اور یہ عہد کیا کہ میں تاحیات ہاتھ سے محنت مزدوری کروں گا اور سلسلہ کا بوجھ نہ بن کر چندہ ادا کر کے بوجھ کم کروں گا۔ یہ اس وقت کی اہم ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت برکت ڈالی نہ صرف احمدی حضرات بلکہ بعض شریف النفس غیر احمدی حضرات بھی دوکان پر کپڑے سلوانے آنے لگے اور چند سالوں میں دکان کی اتنی مشہوری ہوگئی کہ کام زیادہ اور وقت کم ہونے لگا۔ آپ کی نیک نامی کی سارے قادیان اور اردگرد مشہوری ہوگئی۔

والد صاحب کی شادی:

محترم والد صاحب اور مکرم یونس احمد اسلم صاحب ایسے دو نوجوان تھے جو 1947 میں کراچی سے ایک ساتھ قادیان تشریف لائے تھے اور ساتھی خداموں کے واپس چلے جانے کے باوجود آپ دونوں درویشوں میں شامل ہوئے۔ بریلی (یوپی) کے ایک بزرگ نے ان دونوں کو ازدواجی زندگی میں بھی ایک ساتھ کر دیا یعنی میرے نانا جان مرحوم نے اپنی دو بیٹیوں امۃ السلام صاحبہ اور میری والدہ امۃ القیوم صاحبہ مرحوم کی ان دونوں درویش بھائیوں سے شادی کرادی۔ اس طرح 1951ء میں والد صاحب مرحوم کی شادی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹی محترم امتہ القدیر صاحبہ کے علاوہ تمام بچے باحیات ہیں۔ الحمد للہ۔ اُن کو چار بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ ایک بیٹی محترم امتہ القدیر صاحبہ کے علاوہ تمام بچے باحیات ہیں۔ الحمد للہ

کاروبار میں تبدیلی:

محترم والد صاحب نے 1949ء سے 1966ء تک ٹیلرنگ کی دکان کی۔ اس دوران وقت نکال کر آپ والی بال بھی کھیلا کرتے تھے۔ کیونکہ ٹیلرنگ کا کام زیادہ بیٹھک والا ہوتا تھا اس لئے آپ کو پریشانی ہونے لگی۔ آپ کے دوستوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ ٹیلرنگ کا کام چھوڑ کر کوئی اور کام کر لیں۔ ٹیلرنگ کا کام اس قدر زیادہ ہوتا تھا کہ دکان پر کاریگر کام کرتے تھے۔ عید کے وقت ساری ساری رات کام کر کے بھی وقت دینا مشکل ہوجاتا تھا۔ ان سب حالات میں والد صاحب بٹالہ جاکر 1963ء میں ریڈیو مکینک کا کام سیکھنا شروع کیا۔ جو 1966ء تک جاری رہا۔ آپ نے مارچ 1966ء میں ریڈیو ریپیئرنگ کام شروع کر دیا۔ الحمد للہ یہ کام بھی خوب چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کاروبار میں برکت ڈال دی۔ محترم والد صاحب اپنے کاروبار سے گھر کے اخراجات پورا کرتے اور غریبوں اور مسکینوں کی بھی دل کھول کر مدد کیا کرتے تھے۔

خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق:

محترم والد صاحب کو خلیفۂ وقت اور خصوصاً حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ 1965 میں جب حضور کی وفات ہوئی تو آپ نے کہا کہ ہم درویشوں کا روحانی باپ فوت ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ ہمیں ہمیشہ خلافت کی اطاعت اور خلیفہ وقت کے ہر حکم کی پیروی کی تاکید کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کی تقریر سیر روحانی اور تعلق باللہ کیسٹ میں بھروا کر رکھیں ہوئی تھیں اور جلسہ سالانہ پر آنے جانے

والے لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ تا لوگ کثرت سے خلیفہ وقت کی آواز کو سنیں۔

محترم والد صاحب کو جماعتی کام کی بھی توفیق ملی۔ آپ کو انصار اللہ بھارت میں بطور قائد مرکزیہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ نیز جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اور اجتماعات کے اوقات لاوڈ اسپیکر میں بھی ڈیوٹی دینے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی خوبیوں سے نوازا تھا۔

آپ کی زندگی میں ہمیں صبر اور حوصلہ نظر آتا ہے۔ خاکسار کی دادی محترمہ جب 5اپریل 1985ء کو وفات پا گئیں تو آپ نے اس خبر پر صرف اتنا کہا کہ میری بے بے بھی آج چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ اپنی بڑی بہن سے بے انتہا پیار تھا۔ ان کی وفات پر گھر میں آکر امی جان کو کہا کہ آج میری چھوٹی ماں فوت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری پھوپھی جان کو غریق رحمت کرے آپ کا ایک پوتا مولانا عبد الماجد طاہر صاحب ایڈیشنل وکیل المال التبشیر لندن ہیں۔

محترم والد صاحب مرحوم ایک قبولیت دعا کا واقعہ بار بار سنایا کرتے تھے کہ خاکسار اور چند خدام شیشوں والی کوٹھی سول لائن میں ڈیوٹی پر تھے چند شرارتی لوگ حملہ کرنے کے لئے آگئے۔ وہ اتنی تعداد میں تھے کہ ہمارا بچنا مشکل نظر آتا تھا۔

آواز سن کر تمام خدام دُعاؤں میں لگ گئے۔ باہر شور تھا اور اندر دُعاؤں پر زور تھا۔ اچانک کیا دیکھا کہ ایک شریف اور بزرگ آدمی سامنے آتا ہے اور باقی قافلہ پیچھے رک جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جلد یہاں سے چلے جاو ورنہ مار دیں گے والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ خدائی طاقت نے مجھے ہمت دی اور میں نے اس بزرگ عمر رسیدہ آدمی کو کہا کہ آپ ایک شریف آدمی ہیں اور مذہبی بھی لگتے ہیں کیا آپ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ اس قدر قتل وغارت کا حکم کس مذہبی کتاب میں ملتا ہے۔ ہم تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر حاضر ہیں آپ جو چاہے کریں لیکن اپنی مذہبی کتابوں سے اپنے فعل کو درست ثابت کر دکھائیں۔ وہ آدمی بہت شرمندہ ہوا اور سارے قافلہ کو واپس جانے کا حکم دیا۔ خدائی طاقت نے حق کا رعب اس کے دل پر ڈالا اور وہ سب واپس چلے گئے۔

(2) والد صاحب مرحوم کو بچپن سے نمازوں میں ایک لذت محسوس ہوتی تھی اور آپ نمازوں کے بہت زیادہ پابند تھے۔ اذان کی آواز آئی اور آپ نماز کے لئے روانہ ہوجاتے تھے۔

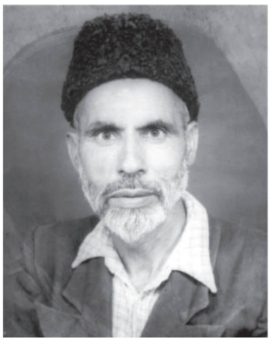
مورخہ 23دسمبر 2003ء کو والد صاحب مختصر علالت کے بعد اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم کو غریق رحمت کرے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پیار کا سلوک فرمائے۔ آمین

75 محترم مرزا عبد اللطیف صاحب درویش



مکرم مرزا عبد اللطیف صاحب ولد محترم مرزا مہتاب بیگ صاحب ؓ۔ آپ کی پیدائش 6 / فروری 1906ء میں محلہ کشمیریاں سیالکوٹ میں ہوئی اور 13/اپریل1913ء کو والدین کے ساتھ قادیان ہجرت کر کے آگئے اور یہیں میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ بعد فراغت تعلیم والد صاحب کے ہمراہ بزازی کا کام کرتے رہے۔ 47ء کے پرخطر ایام نہایت صبر اور جذبۂ خدمت سے گزارے۔ آپ سلسلہ کی طرف سے مفوضہ ڈیوٹیاں بجالاتے رہے۔ آپ نگران لنگرخانہ بھی رہے۔ آپ میں بے شمار خوبیاں تھیں خصوصاً اپنی ڈیوٹیوں کو بروقت سنجیدگی اور ذمہ داری سے ادا کرتے تھے۔ اللہ آپ کے درجات بلند کرے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ کی وفات 30/ دسمبر 1984 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ (ادارہ)

76 محترم بھائی عبد الرحیم دیانت صاحب درویش



محترم بھائی عبد الرحیم دیانت صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں فضل محمد صاحب متوطن ہرسیاں ضلع گورداسپور بعدہ مہاجر قادیان کے فرزند تھے۔ملکی تقسیم سے بہت عرصہ قبل مکرم بھائی جی مرحوم نے قادیان میں مٹھائی، سوڈا واٹر اور برف وغیرہ کی دکان کھولی اور پھر اپنی انتھک محنت، لگن اور تندہی کے باعث اس چھوٹے پیمانے کے کاروبار سے انہوں نے قادیان میں ایک معقول جائداد بنائی جو تقسیم ملک کے بعد قادیان میں بحیثیت درویش قیام رکھنے کے باوجود محکمہ کسٹوڈین نے اپنے قبضہ میں لے لی اور ہر ممکن چارہ جوئی کے باوجود واگذار نہیں ہوئی۔آپ نے اس نقصان کو نہایت صبر وتحمل اور خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا اور حسب معمول اپنی ذمہ داریوں اور عہد درویشی کو انتہائی صبر اور صدق وصفا کے ساتھ نبھایا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہترین ذہن عطا فرمایا تھا اور آپ کے ساتھ خاص خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کے واقعات نظر آتے ہیں۔آپ نے جس کاروبار کو شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اس میں حد درجہ برکت ڈالی۔آپ اپنے کاروبار کے فروغ کے سلسلہ میں چھوٹے چھوٹے جملے بینرز کی شکل میں بنا کر لگاتے تھے اور یہ جملے اتنے جاذب نظر اور پرتاثیر ہوا کرتے تھے کہ ان کو صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اور دیگر بزرگان بھی بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔آپ کو کتابوں کا حد درجہ شوق تھا اور اس کوشش میں رہتے تھے کہ نادر ونایاب کتب جمع کریں اور اپنے احباب کو تحفۃً دیں۔کتابوں سے محبت آپ نے اپنے بچوں میں بھی ڈالی۔

آپ نہایت درجہ نیک، متقی، پابند صوم صلوٰۃ، عبادت گزار اور دعا گو بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی دوسری خوبیوں کے مالک بھی تھے۔طبیعت نہایت درجہ سادہ اور نرم خو واقع ہوئی تھی۔ ہر فن مولیٰ ہوتے ہوئے بھی محنت مشقت سے کبھی عار محسوس نہ کی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق بہت سی ایمان افروز روایات جو انہوں نے اپنے والد محترم اور سلسلہ کے دوسرے بزرگوں سے زبانی سن رکھی تھیں اکثر اپنے حلقہ احباب میں بڑے دلچسپ اور روح پرور انداز میں بیان کرتے تھے۔ بیشتر مذہبی اور متنازعہ فیہ مسائل پر عبور حاصل ہونے کی وجہ سے طبیعت میں تبلیغ کا جوش بھی بھرپور تھا جس کی بنا پر بار ہا تحریک وقف عارضی کے تحت دور دور کے علاقوں میں تبلیغی سفر بھی اختیار کئے۔زمانہ درویشی میں عرصہ تقریباً 9-10 ماہ تک لوکل انجمن احمدیہ میں بطور سیکرٹری تبلیغ خدمت بجالاتے رہے۔

اسی طرح آپ دفتر زائرین میں بھی خالی اوقات میں تشریف لاتے اور قادیان آنے والے نو واردوں کو مقامات مقدسہ کا تعارف اور احمدیت کی حقیقت سے متعارف کراتے۔قریباً آٹھ نو ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد مورخہ 7.21980 کو بعمر 76 سال لاہور پاکستان میں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔لاہور سے آپ کا جنازہ مورخہ 7.2.1980 کو براستہ واہگہ بارڈر قادیان لایا گیا۔آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ کے جذبہ اخلاص اور قربانیوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے قرب خاص میں بلند درجات عطا فرمائے۔

آپ نے اپنے پیچھے سلسلہ سے نہایت درجہ اخلاص و محبت رکھنے والی اولاد چھوڑی۔آپ کے تین فرزند مکرم عبد المجید صاحب، مکرم مولوی عبد الباسط صاحب مربی سلسلہ، مکرم عبد السلام صاحب اور پانچ بیٹیاں محترمہ امتہ اللطیف صاحبہ ایڈیٹر ماہنامہ مصباح، محترمہ امتہ الرشید صاحبہ، محترمہ امتہ الحمید صاحبہ، محترمہ امتہ الباری صاحبہ، محترمہ امتہ الشکور صاحبہ، یادگار چھوڑیں۔آپ کی حالات زندگی آپ کی بیٹی امۃ الباری صاحبہ آف کراچی نے ” زندہ درخت “ کے نام سے شائع کی ہے۔ (تلخیص اخبار بدر 14 فروری 1980ء)

مکرم میاں عبد الرحیم صاحب دیانت درویش کے یہ حالات کتاب زندہ درخت ” از امتہ الباری ناصر صاحبہ آف کراچی “ کے صفحہ 155 سے صفحہ 166 تک سے لئے گئے ہیں۔

درویشی کے زمانے کے ابتدائی حالات: 1947ء میں میں نے اللہ تعالیٰ سے ایک سودا کیا۔خود کو مرکز کی حفاظت کے لئے پیش کر دیا۔بیوی اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ہر طرف قیامت کبریٰ کا سماں تھا۔ہوش رُبا مناظر تھے۔ہولناک حقائق تھے۔ہر طرف موت نے منہ کھولا ہوا تھا۔متاع دنیا کی بے ثباتی واضح حقیقت کی طرح سامنے تھی۔یہ فیصلہ جن حالات میں ہوا اس کی الگ کہانی ہے۔قادیان کے اردگرد کے گاؤں دیہات سے ہزاروں افراد قادیان کو نسبتاً محفوظ سمجھتے ہوئے قادیان آگئے۔کچھ خاندانوں نے بالکل ہمارے گھر کے سامنے ڈیرہ ڈال لیا۔بالکل بے سروسامانی اور کسمپرسی

کی حالت دیکھ کر میں نے انہیں اجازت دے دی کہ ہمارے گھر آ کر روٹی پکالیا کریں۔ گھر سے مربہ اچار سالن وغیرہ مہیا کر دیا جاتا۔ ایک دن ان خواتین کو آنے میں کچھ دیر ہو گئی استفسار پر علم ہوا کہ ان کی دو نوجوان لڑکیاں بدمعاش اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اس خبر کے بعد جان و آبرو بچانے کے لئے بیوی بچوں کو قادیان سے رخصت کرنا ضروری ہو گیا۔ ایک خواب میں بھی اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھئے کہ قادیان پر حملے کے ایک دن پہلے مکرم کیپٹن عمر حیات صاحب اور مکرم اشرف نسیم صاحب کے تعاون سے سفر ہجرت ممکن ہوا۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے۔ بیوی بچوں کو بھیج کر گھر واپس آئے تو عجیب وحشت پھیلی ہوئی تھی۔ میرا بڑا بیٹا عبدالمجید نیاز میرے ساتھ تھا۔ خالی گھر میں سامان بکھرا پڑا تھا۔ چاہت سے خریدا ہوا لکڑی کا فرنیچر جس میں اخروٹ کی لکڑی کی چیزیں بھی شامل تھیں توڑ توڑ کر پناہ گزینوں کو چولہا جلانے کے لئے دے رہے تھے۔ باہر کرفیو لگا ہوا تھا۔ دارالفتوح کے جس مکان میں ہم رہتے تھے۔ اس کے نیچے کی دو کانیں باٹا شو اسٹور والوں نے کرایہ پر لے رکھی تھیں۔ شام کے وقت ملٹری کے سپاہی آئے گھر کے ارد گرد پہرہ لگا دیا۔ دو آدمی باٹا شوز اسٹور کھول کر اندر آ گئے اور اندر سے چٹخنی لگا کر اپنی پسند کے جوتے بوریوں میں بھرنے لگے۔ مجید کو میں نے اندر سے دروازہ بند کرنے کو کہا اور خود چھت کے اوپر ممٹی پر جا کر جائزہ لیا کہ کیا ہو سکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک کیپٹن اور تھانیدار قریباً چالیس ملٹری کے آدمیوں کے ساتھ کالج کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے ان کو آواز دی کہ یہ کیسی ہماری حفاظت ہے کہ باہر آپ نے کرفیو لگایا ہوا ہے اندر اپنے آدمی نقب زنی اور لوٹ مار پر لگا رکھے ہیں۔ کیپٹن انگریز تھا اس نے پوچھا کہ یہ آدمی کیا کہتا ہے جب اسے بتایا گیا تو اس نے مجھے نیچے بلایا اور ساری بات پوچھی وہ ایماندار تھا اس نے زبردستی باٹا شوز اسٹور کا دروازہ کھلوایا۔ اپنے سارے آدمیوں کو قطار میں کھڑا کر کے پوچھا کہ ان میں سے پہچانیں آپ کی چوری کس نے کی تھی۔ دو آدمی پہچانے گئے۔ اس نے تھانیدار کو کہا کہ ان سے رائفلیں لے لیں اور پیٹیاں اتار لیں اور مجھے کہا کہ آپ کے کسی ذمہ دار آدمی کے سامنے ہم ان کو سزا سنا دیں گے۔ چنانچہ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوٹھی پر محترم مرزا عبدالحق صاحب کو بلوا کر ان چوروں کے خلاف فرد جرم لگائی اور پندرہ پندرہ دن کی سزا سنائی۔ اس بات سے اس علاقے کے ملٹری والے میرے خون کے پیاسے ہو گئے جو گزرتا چوبارے کی طرف ضرور فائر کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص حفاظت سے مجھے ان کے حملوں سے محفوظ رکھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہوا بہت احباب میری خیریت پوچھتے اور دعا کرتے حتیٰ کے حضرت اماں جانؓ بھی میرے لئے دعا کرتیں اور گھر والوں سے خیریت پوچھتیں۔ رات کو ملٹری نے چھاپا مارا کل بارہ سپاہی تھے۔ دو سپاہی دروازہ توڑ کر اوپر آئے اور میری چھاتی پر سنگین رکھ کر پوچھا تم شور کیوں کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ میں نے صرف یہی پوچھا تھا کہ کون ہے؟

بات کرتے کرتے ایک سپائی نے سنگر سلائی مشین اٹھالی اور مجھے کہا کہ نیچے چلو میں نے پوچھا کیوں نیچے جا رہے ہو کرفیو لگا ہوا ہے۔ نیچے گیا تو کرفیو کی خلاف ورزی کا الزام دھر کے آپ مجھے گولی مار دیں گے۔ ایک سپاہی نے اپنا رینک دکھایا اور کہا میں ذمہ دار ہوں آپ کی حفاظت کریں گے۔

میں نے کہا حفاظت کے بجائے آپ تو لوٹ رہے ہیں کرفیو بھی لگا رکھا ہے تا کہ کوئی مدد کو نہ آ سکے۔ آپ پر کیسے بھروسہ ہو سکتا ہے۔ باتوں کے دوران اس نے گھر کی خوب تلاشی لی حتیٰ کہ میری بیٹی کی گڑیوں کو پھاڑ کر دیکھا کہ ان میں کچھ چھپایا ہوا تو نہیں پھر چھابے میں پڑے دس بارہ روپے کے کھلے پیسوں کو اٹھایا۔ تیس روپے کپڑے میں بندھے تھے بے کار چیز سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور مجھے زبردستی نیچے لے گئے اور باز پرس شروع کر دی کہ آپ نے شور کیوں کیا تھا۔ میں نے وضاحت دی کہ میرے گھر کے نیچے باٹا کا اسٹور ہے۔ جو میری دکانیں کرایہ پر لے کر بنایا گیا ہے مجھے دروازہ توڑنے کی آوازیں آئیں تو میں نے پوچھا کون ہے؟

اوپر سے لے کر آنے والے سپاہیوں کے لوٹ کے مال سے بھاری جھولے کو دیکھ کر انہیں گمان ہوا کہ بہت مال لے آئے ہیں فوراً جیپیں اسٹارٹ کیں اور مجھے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ حملے کے انداز سے لگتا تھا کہ شاید اب زندہ واپس اوپر نہ آؤں۔ انسانی جان تو ان کے سامنے مکھی سے بھی زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی۔ بڑی بے دری سے پیش آتے۔ ان کا ایک لفظ بہت جان لیوا تھا۔ اگر کسی کو کہتے کہ۔ بنگلے چلو۔ اس کا مطلب تھا وہ شخص زندہ واپس نہ آئے گا۔ مجھے محترم مرزا عبدالحق صاحب اور دوسرے افسروں نے سمجھایا تھا کہ بنگلے جانے کو کہیں اور زور بھی دیں تو مت جانا۔ مجھے تین دفعہ زبردستی بنگلے لے جانے کی کوشش کی گئی۔

قادیان پر منظم حملہ اور خدا تعالیٰ کی مدد: قادیان پر حملے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی تھی۔ مسلح حملہ آوروں کو عید گاہ شمشان بھومی میں رات ہی چھپا دیا گیا تھا صبح ہوتے ہی ایک گروہ نے دارالصحت کی طرف سے اور دوسرے گروہ نے دارالفتوح کی طرف سے اور کچھ حملہ آور کھارے اور ٹھیکری والے کی طرف سے بھی آئے۔ حملہ بہت اچانک کیا گیا تھا۔ کھلے عام قتل و غارت، لوٹ مار دہشت گردی ہوئی۔ شہر کے لوگ احمدیہ چوک اور باہر کے

اسکول کالج وغیرہ میں جمع ہو گئے۔حملہ آوروں نے جو چاہا جس طرح چاہا لوٹ لیا۔سوٹی لاٹھی تک چھین کر لے گئے۔سائیکل گھوڑے سب لے گئے۔میں نے بھی ضرورت کے وقت کے لئے ایک گھوڑی خرید رکھی تھی مگر ایک جاننے والے غیر مسلم خاندان کے لڑکے نے چھین لی۔

لٹے پٹے لوگ ایک طرح محاصرے میں گھرے ہوئے تھے۔اب اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ جو درویش وہاں رہ گئے تھے ان میں ہر فن اور پیشے کا فرد موجود تھا۔ ہم ہر ضرورت آپس میں کام کر کے پوری کر لیتے۔شہر بھر کو ہماری ضرورت پڑتی مگر ہمیں کسی کی محتاجی نہ ہوئی ضرورت کا سامان بھی انہیں محصور علاقوں سے مل جاتا جو افراتفری میں لوگ لالا کر ڈال گئے تھے۔میاں عبد المنان صاحب نے میری ڈیوٹی کھانے کا انتظام کرنے پر لگادی۔لنگر خانے کا آٹا ختم ہو گیا تو ہم نے گندم کے دانے بھون کر اور ابال کر کھائے۔ کھچڑی کی دیگیں پکائیں۔دال موجود تھی وہی تل تل کر دینے لگے۔خوب خدمت کا موقع ملا۔

کچھ دنوں کے بعد ملٹری کے آدمی اور دس بارہ دوسرے آدمیوں کو ساتھ لے کر میں نے کوشش کی کہ گھر کا قیمتی سامان لے آؤں۔ دراصل ہمارے گھر میں دوسروں کی بھی امانتیں تھیں۔مگر ہوا یہ کہ لوٹنے والوں کی تالا توڑنے کی کوشش اتنی ناکام ہو چکی تھیں کہ تالا اصلی چابی سے بھی نہ کھلا۔مگر ان کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اس مکان سے کچھ ملے گا ضرور۔ پہلے تو حکومت کے آدمیوں نے حفاظت کا کہہ کر پہرہ بٹھا دیا پھر باقاعدہ قبضہ کر لیا۔سارا سامان لوٹ لیا اور ایک مقامی باشندے کو اس پر قبضہ کرنے کا موقع ملا جس نے بھاری فرنیچر، جو توڑا نہ جا سکتا تھا، باہر کی دیوار توڑ کر نکالا اور بٹالہ لے گیا۔یہ سب میرے سامنے ہوا۔مگر صبر کرنا پڑا۔ایک دن میں نے اپنے گھر کے قبضہ کنندہ سے کہا کہ باباجی گھر میں کچھ قیمتی دوائیں اور جڑی بوٹیاں ہیں اگر آپ کو بتا دوں تو کم از کم آپ کے کام آ جائیں میں آپ کو اوپر جا کر سمجھا دیتا ہوں۔ پہلے تو اس نے اوپر جانے سے منع کر دیا۔پھر قیمتی کے لفظ سے یہ سوچ کر کہ شاید کوئی مالی فائدہ ہو اوپر بلا لیا۔میں نے سب کچھ سمجھا کر اس کی اجازت سے صرف پیپل کے پیڑ کی داڑھی اٹھالی۔وہ بضد ہوا کہ اس کا فائدہ بھی سمجھاؤ۔مگر میں نے کہا کہ جب میں یہ ساتھ لے جا رہا ہوں تو آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟اس کے خواص سمجھ کر۔۔۔اس نے ہاتھ جوڑ کر ایک چھٹانک مانگی جو میں نے دے دی۔

قادیان میں ٹھہر کر کیا کیا؟: مئی جون 1947ء سے اپنے محلہ کے انتظام کے ماتحت مختلف ڈیوٹیوں پر کام کرتا رہا۔22 گھنٹے بیت میں رہنا شروع کر دیا تا کہ ضرورت کے وقت غیر حاضر نہ ہوں۔ پھر اس اثنا میں بجلی بند ہوگئی تو گیس لیمپ جلانے کا کام کرتا۔فساد زدہ علاقوں سے پناہ گزین آتے تو ان کو منزل پر پہنچاتا۔کھانے اور رہائش کا خیال رکھا۔خاص گروپ کو اپنے چارج میں جہاں بھیجتے لے کر جاتا رہا۔کرفیو کے دوران بعض ظلم و تشدد کو اپنے سر لے کر روکنے کی کوشش کرتا رہا۔جو اچانک گھر جاتے انہیں پرائیویٹ راستوں سے منزل مقصود پر جانے میں مدد کرتا۔پھر باہر سے آنے والے بے حساب لوگوں سے حسن سلوک کرتا۔کسی کو روٹی پکا کر دیتا۔کسی کو دوائی وغیرہ کا بندوبست کر دیتا۔دن رات خدمت خلق اور نظام سلسلہ کی پابندی کرتا رہا۔اس دوران میں میری اپنی جان خطرے اور موت کے منہ سے خدا نے بچائی۔پھر حملے کے دن ہر قسم کے اسلئے اور حکومت کے آدمیوں کا سامنا کرتے ہوئے مسجد مبارک میں آ گیا۔حملے کے بعد دو تین دن مسجد مبارک میں سویا پھر دکان پر بندوبست کیا۔حضرت میاں ناصر احمد کے کہنے پر کئی من مٹھائی تیار کی اور نمکین دال بنائی۔اس اثناء میں اپنے گزارے کی صورت یہ کی کہ گندم بھگو دیتا اور نشاستہ بنا کر گڑ ملا کر مٹھائی بناتا۔پھر مجھ سے پوچھا گیا کہ آپ قادیان ٹھہریں گے یا پاکستان جائیں گے۔

میں نے قادیان ٹھہرنے کا فیصلہ کیا: خدا کا شکر ہے کہ میرا نام قادیان رہنے والوں میں آ گیا۔پھر لوگوں کے تالوں کی چابیاں بنا دیتا۔کتابوں کی جلدیں بناتا۔پھر ہندوؤں کے محلوں سے کتابیں خرید کر فروخت کرتا۔ایک وقت سب کام بند ہو گئے۔تو سوڈا لنے کے لفافے بنائے۔نگران درویشان محترم مرزا محمد حیات صاحب کے فرمان کے مطابق پہرے کی ڈیوٹی دیتا۔دیوار بناتا۔مکان تعمیر کرتا،ٹیپ کرتا، کوئی دروازہ لگاتا۔بازار اور پرائیویٹ احاطوں کی صفائی کرتا۔پودوں کو بالٹیوں سے لا کر پانی ڈالتا۔لنگر کے چولہے اور تنور بھی لگائے۔شکستہ مکانوں کی مرمت چھت وغیرہ ٹھیک کرتا۔لوگوں کے گھروں سے سامان لا کر سٹور میں جمع کرواتا۔صدر انجمن کے سٹور میں صابن برائے فروخت دکان صدر انجمن بناتا۔غرض جہاں حکم ہوا اور جس کام کا حکم ہوا اس کے علاوہ خود نیک نیتی سے سوچ کر کام کرتا۔زائرین کو دعوت الی اللہ کرتا۔

قادیان میں کیوں ٹھہرے: رضائے الٰہی اور مقامات مقدسہ سے افادہ کرنا، خدا تعالیٰ سے دعا کرنا کہ قادیان کو پھر ویسے ہی آباد کر دے اور پھر یہاں سے ساری دنیا میں دعوت الی اللہ ہو۔اور شعائر اللہ سے برکت حاصل کرنا اور ان کو آباد رکھنے کی ہر ممکن قربانی سے کوشش کرنا۔اور اپنی ہر حقیر قربانی پیش کر کے اس کی رحمت اور عنایت کو قریب سے قریب تر لانے کی امید پر جینے کے لئے ٹھہرا۔

قادیان میں ٹھہر کر کیا پایا: خدا کے فضل سے درجہ رفقاء کرام پا لیا۔ہاں ہم نے وہ زندگی حاصل کی جس پر اب بڑے بڑے بزرگ ہاں ہاں

ہمارے واجب الادب و احترام خلیفہ رشک کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مگر ذاتی طاقت، حوصلے اور وسائل سے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل رحم کرم سے مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا۔ کے مصداق بن گئے مگر اسی کی ذرہ نوازی سے فَالۡحَمۡدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ۔ اطاعت امیر کا احساس، بھائی بندی کا سلوک، ایک دوسرے کے غم میں حقیقی شرکت، وقت کی پابندی، نمازوں میں لطف وسرور، دُعاؤں کے مواقع، تیمارداری کا پاک جذبہ پیدا کیا۔ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے پیاروں سے جدائی کی گھڑیاں صبر اور دُعا سے برداشت کیں۔

اپنی مشکلات اپنے تک ہی محدود رکھتا اور صرف خدا تعالیٰ کا دروازہ کھٹکھٹاتا۔ اخوت، ہمدردی اور رواداری کا سلوک سیکھا۔ گرمی ترشی برداشت کرنی سیکھی۔ غرض قادیان میں ٹھہر کر جو ملا اس کو میری طاقت بیان نہیں کرسکتی۔ اور خدا سے دُعا ہے جو بھی وہ اپنے بندے کو دینا چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے عنایت کر دے۔ جو ہم لینا چاہتے وہ بھی عنایت فرمادے۔ آمین ثم آمین عبدالرحیم درویش نمبر 73۔ مالک احمدیہ دیانت سوڈا واٹر فیکٹری قادیان

دیانت صاحب کے زمانہ درویشی کے چند واقعات

دیانت لوشن: درویشی کے دور میں ایک ساتھی چوہدری محمد طفیل صاحب کو آنکھوں میں تکلیف تھی ڈاکٹر صاحب نے جو ٹیوب لگانے کے لئے دی مہنگی تھی میں نے ایک سستا سا نسخہ بتایا کہ سفید پیاز کے پانی میں برابر کا شہد ملا کر صبح و شام دو دو قطرے ڈالیں۔ آپ کو بہت فائدہ ہوا۔ اس دوا کا نام دیانت لوشن رکھ لیا اور بہت لوگوں کو بتایا۔ پھر ان کو اکسیر جگر کا نسخہ بھی بتایا۔ نوشادر، قلمی شورہ، ریوند چینی، الائچی، سفید باریک پیس کر دو دو رتی خوراک لے لیں۔ انہیں بفضل خدا اس قدر فائدہ ہوا کہ اکثر لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ بھائی جی اتنے کام کے آدمی ہیں کہ فوت ہو جائیں تو مصالحہ لگا کر محفوظ کر لینا چاہئے۔

غیب سے رزق کے سامان: درویشی کے زمانہ میں فقر و فاقہ اور سادگی سے گزارہ ہوتا۔ درویشوں کو جو وظیفہ ملتا تھا۔ لینا گوارا نہ کیا البتہ ایک مدت دراز کے بعد لنگر خانہ سے کچھ عرصہ کھانا لیا مگر پھر چھوڑ کر خود پکانا شروع کر دیا۔ ایک ٹین کا ڈبہ تھا اس میں کچھ پکا لیتا۔ میری بڑی بیٹی عزیزہ امتہ الطیف قادیانی آئی تو اس پرانے ڈبے کو اس طرح مانجھا کہ استعمال کے قابل نہ رہا یعنی سوراخ ہو گئے۔ میں کبھی سوال کر کے کسی سے کوئی چیز نہ لیتا۔ ان دنوں پیسے بالکل ختم تھے۔ بچی آئی تھی اور میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ میری عادت تھی کہ کہیں سے آمد ہوتی تو کتابیں اور جلد سازی کا سامان خرید لیتا۔۔ اس آڑے وقت میں اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمائی۔ سامنے صحن میں کالی سی ڈھیری نظر آئی قریب جا کر دیکھا کہ تو دو اڑھائی سیر کلونجی تھی غالباً کسی کے کام کی نہ ہوگی باہر پھینک دی میں نے اٹھا کر صاف کی اور دکان پر جا کر فروخت کر دی ضرورت کی کچھ رقم مل گئی سبحان اللہ۔ اس طرح کی ایک شدید ضرورت میں ایک بوری مہندی کے خشک پتوں کی ملی جو پسوا کر فروخت کر دی۔ ایک دفعہ چائے پینے کے لئے بھی پیسے نہیں تھے۔ راستے میں ایک کلاہ نظر آیا جس پر پگڑی پہنی جاتی ہے۔ نظر تو سب کو آیا مگر مجھ کو رقم کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا کہ اس کو اٹھا لو۔ لا کر آگ لگا دی چاندی الگ ہو گئی کافی رقم مل گئی۔ سبحان اللّٰہ ربّ العٰلمین۔

شان ربوبیت: اللہ تعالیٰ کی مدد کا ایک واقعہ یاد آیا بظاہر معمولی ہے مگر میرے لئے بہت بڑا شکر کا مقام تھا۔ اسی لئے یاد رہا۔ ایک دفعہ ایک عزیز مہمان آئے۔ میرے پاس اس قدر بھی پیسے نہ تھے کہ چائے بھی پلا سکوں لنگر خانے سے ان کو ناشتہ کروایا اور کنڈی لے کر ڈھاب کے کنارے جا بیٹھا اور دُعا کی الٰہی اکرام ضیف کی خاطر مچھلی بھیج دے۔ خدا کی شان اچھی خاصی سات مچھلیاں آ گئیں۔ ایک ہوٹل والے کو دے کر کہا کہ یہ تم رکھ لو میرے مہمان کو پر تکلف کھانا کھلا دینا۔ اس طرح مہمان داری کی باوقار صورت بن گئی۔ پھر ایک کشمیری بھائی بڑے سائز کا قرآن پاک تلاش کرتے ہوئے آئے اور ہدیہ دے کر لے لیا۔ اپنے مولا کے ایسے سلوک پر اس پر فدا کیوں نہ ہو جاؤں۔ و ھو علیٰ کل شی قدیر۔

پہرے ہی پہرے: پھر تقسیم کے دنوں کے پہرے جنہوں نے سب کو مات کر دیا۔ جانے والے تو چلے گئے باقی جو محدود علاقہ احمدیوں کے پاس رہ گیا اس کے خالی مکانوں کی لوٹ مار کا دور چلا۔ ذرا غفلت ہوتی مکان پر ہی قبضہ ہو جاتا۔ حتیٰ کہ ضرورت کا کہہ کر ٹھہرنے کی اجازت لے کر قبضہ کر لیتے۔ ہم حفاظتی دیواریں اور گیٹ بناتے راتوں کو پہرا دیتے۔ کوئی ہم پر ترس کھاتا، کوئی مذاق کرتا۔ کوئی جان لینے کی دھمکی دیتا غرض کوئی دکھ ایسا نہیں جو ان دنوں میں نہ دیکھا ہو مگر یہ سراسر خدائی فضل و احسان ہے کہ اس نے ہم نہتوں کے پہروں پر اپنے فرشتے شامل کئے اور ہمیشہ محفوظ و مامون رکھا۔

77 محترم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ایم سی درویش

(محترمہ بشریٰ مظفر صاحبہ ۔ لاہور)



گیارہ نومبر کا دن ہمیشہ اداسی لئے ہوئے آئے گا میرے پیارے ابا جی ہم سے اس روز جدا ہوئے ۔ صبح تہجد کے بعد جب نماز پڑھانے مسجد الحمد گئے تو غیر معمولی طور پر لمبی نماز پڑھائی اپنے محلہ کی مسجد الحمد کے امام الصلوٰة بھی تھے گھر آ کر تلاوت قرآن کریم کے بعد کچھ دیر آرام کیا۔ چھوٹی بہن امتہ الآخر اور امی کے ساتھ ناشتہ کرنے لگے۔ ناشتہ کے بعد کرسی سے اٹھنے لگے تو سر دھڑام سے میز پر آ لگا ایک آدھا گھونٹ پانی پیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ محترم ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب نے اسی وقت تشریف لا کر وفات کی تصدیق کر دی۔ ابا جی کی ہمیشہ یہی خواہش تھی کہ چلتے پھرتے کام کرتے ہوئے رخصت ہو جاؤں کسی کا محتاج نہ بنوں۔ خدا نے ان کی یہ خواہش پوری کی۔

میرے پیارے ابا جی 27 جولائی 1906ء کو سیالکوٹ کے ایک چھوٹے سے گاؤں بوبک متراں میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ نے 21 سال کی عمر میں ڈاکٹری کا کورس پاس کر لیا تھا اور دوسری جنگ عظیم میں بطور ڈاکٹر بھرتی ہو گئے۔ پنجاب رجمنٹ 4/14 میں تقرری ہوئی۔ دوسرے سال میں ترقی کر کے کیپٹن بن گئے خدا کا فضل شامل حال تھا۔ تیسرے سال برما کے محاذ پر جاپانیوں کے خلاف لڑتے ہوئے بہادری کا انعام ایم سی یعنی ملٹری کراس حاصل کر لیا۔

ایم سی کے بدلہ میں ضلع لائلپور واقع دسوہہ میں ایک مربع زمین انعام میں ملی۔ 1946ء میں واپس آ گئے اور دوبارہ ملازمت کیلئے درخواست دی۔ میری امی جان بتاتی ہیں کہ جلسہ سالانہ 1946 جو کہ قادیان میں پاکستان بننے سے پہلے آخری جلسہ سالانہ تھا (امی جان اور ابا جان جلسہ سالانہ پر گئے) جلسہ کے آخری دن رات کے وقت ان کے دل میں ایک سکیم آئی اور لکھنا شروع کر دی۔ منٹوں میں اپنے خیالات صفحہ قرطاس پر بکھیر دیئے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ہمیں افریقہ میں ہسپتال کھولنے چاہئیں جو دعوت الی اللہ کے لحاظ سے سود مند ہوں گے اور عیسائیوں کی طبی مساعی کی مثالیں دیں اور آخر میں اپنے آپ کو اس کار خیر کیلئے پیش کر دیا۔ امی کو درخواست دکھائی۔ امی نے کہا کہ دعائیں کر لیں۔ دو بیویاں ڈھیروں بچے ،چھوٹے بھائی کے بیوی بچے کیسے کام چلے گا۔ ہنس کر فرمانے لگے۔ دانے تو خدا نے دے دیئے اوپر کا خرچ بھی اللہ پورا کر دے گا۔ بہت دنیا کما لی ہے اب دین کی فکر کرنی چاہیئے۔ امی ابا جی کی عرضی لیکر حضور کے پاس گئیں۔ حضور پڑھ کر فرمانے لگے۔ ڈاکٹر کو کہنا وقف میں بہت تکلیفیں ہوتی ہیں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ امی نے جواب دیا۔ حضور کیا جاپانیوں کے مقابلے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ عرضی دیکر واپس اپنے گاؤں بوبک متراں آ گئے۔ جنوری کے آخر میں حضور کا جواب مل گیا۔ ڈاک لیکر گھر آئے۔ سب گھر والے صحن میں تھے۔ ابّا جی مسکراتے ہوئے اونچی آواز میں پڑھ رہے تھے (اور ہم نے انہیں ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو مقام امن اور چشموں والی جگہ ہے)۔ ” کشمیر اور سرینگر جاؤ وہاں جا کر اپنا کلینک کھولو۔ اپنی گرہ سے روپیہ لگاؤ جو آمد ہو اس میں سے نصف اپنے خرچ کیلئے رکھو اور نصف جماعت احمدیہ کو بھیج دو نیز جو واقفین کا الاؤنس 125 روپے ہے وہ الگ ملتا رہے گا اور وہاں جا کر بہائیت کا مقابلہ کرو۔ ایک مہینہ کی ٹریننگ بہائی مذہب کیخلاف قادیان سے حاصل کر کے جاؤ“۔

حسب حکم 31 مارچ 1947ء میں سرینگر کشمیر پہنچ گئے۔ ہری سنگھ ہائی سٹریٹ میں مکان لے لیا اور 10 ٹینگی کدل میں کلینک کھول لیا۔ پہلے مہینہ 900 روپے آمد ہوئی 450 روپے قادیان بھیج دیئے اور باقی گھر کے اخراجات کیلئے رکھ لئے خوش اور مطمئن بہت تھے۔ فرماتے اب مجھے فکر نہیں اللہ تعالیٰ روپیہ دے گا تو اٹھنی تو اس کی اپنی ہو گی حضور انور نے روپیہ وصول کرنے کے بعد فرمایا اب انجمن کو روپیہ نہ بھیجنا۔ جو انجمن کا حصہ ہے وہ بھی کلینک میں ڈالو اور کلینک پوری طرح سنبھالو۔ پانچویں ماہ پاکستان بن گیا۔ بیوی بچوں کو اپنے گاؤں بوبک (سیالکوٹ) چھوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا کشمیر واپس چلے جاؤ ابا جی دوبارہ کشمیر چلے گئے...

18 دسمبر کی صبح کو لاہور پہنچ کر اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا کہ گھر جا کر بیوی بچوں کو مل آؤ میں تمہیں قادیان بھجوانا چاہتا ہوں اور 3 جنوری 1948ء کو ابا جی کو قادیان بھجوا دیا گیا ابا جی کا گھر اور کلینک سرینگر میں، بیوی بچے پاکستان میں اور آپ اپنے آقا کے حکم پر قادیان میں تھے سچ ہے جو آقا نے فرمایا تھا کہ وقف میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے خدا کا شکر ہے کہ آپ ثابت قدم رہے۔ اس وقت ابا جی کی چھ بیٹیاں تین بیٹے دو بیویاں ایک بوڑھی ماں ان کے زیر کفالت تھیں۔

حالات نہایت مخدوش تھے۔ ہروقت جان کا خطرہ تھا درویش دنیا سے بے نیاز ہو کر شب و روز جان ہتھیلی پر رکھ کر پہرہ دیتے۔ ڈاکٹر احسان الحق صاحب کی دوکان میں کچھ ادویات تھیں کچھ دیگر مختلف گھروں سے نکلیں وہاں پر کلینک کا کام شروع کر دیا۔ غالباً چھ سات ماہ تو اسی طرح گذر گئے۔ درویش اپنے مخصوص حلقہ سے باہر نہیں جاسکتے تھے۔ ہندو سکھوں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ ایک روز فضل الٰہی خانصاحب اور ابّا جی حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مزار پر دعا کر رہے تھے ایک سکھ عورت بھی مزار پر آکر دعا کرنے لگی۔ اس کا داماد تھا اس عورت نے ان دونوں احباب سے بھی التجا کی کہ میرے داماد کے لئے دعا کرو مکرم فضل الٰہی خان صاحب نے فرمایا۔ مائی جی ہم دُعا بھی کرتے ہیں اور یہ ڈاکٹر صاحب علاج بھی کریں گے وہ عورت ننگل سے آئی تھی کہنے لگی میرے ساتھ چلو۔ انہوں نے کہا کہ خطرہ کے پیش نظر ہم نہیں جاسکتے۔ ادھر بہشتی مقبرہ کے دروازے پر لے آؤ۔ مریض دروازے پر لایا گیا مریض دیکھا اور اس بڑھیا کو ساتھ لیکر محلہ احمدیہ میں آگئے دوائی دی چند روز میں وہ صحت یاب ہو کر چل کر آ گیا چند دنوں میں مریضوں کا تانتا بندھ گیا۔ غیروں نے مریضوں کو روکا، بہت شور اٹھا جلسے جلوس ہوئے مگر مریضوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔

اس طرح سے آزادی کا تھوڑا سا رستہ کھل گیا مریضوں کے ذریعے سے ضروری اشیاء خریدنے لگے۔ جو بھی ضرورت ہوتی دودھ سبزی دیگر اشیا سب معتقد لوگ لادیتے۔ اس طرح سے پہرہ میں باہر جاکر بھی مریض دیکھنے لگے۔ انجمن سے مدد مانگی کہ اب باقاعدہ ہسپتال کھولنا چاہیئے کچھ احباب نے مخالفت بھی کی مگر ابا جی مصر رہے انجمن سے 80 روپے لیکر کام شروع کر دیا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے مکان کو ہسپتال بنالیا اور قریب قریب کے تین مکانوں کو ان ڈور مریضوں کے لئے استعمال کرنے لگے۔ درویشوں کی طبی خدمات ہسپتال کی آمد سے ہوتی۔ یہاں تک کہ جب امرتسر بھی کسی کو بھیجنا ہوتا تو وہ بھی اسی فنڈ سے دیتے ضعیف درویشوں کو دودھ اور مکھن اسی مد سے دیتے آخر وہ وقت آ گیا جب 1955ء میں حضرت فضل عمرؓ نے سوئزرلینڈ سے تار بھیجا کہ ابّا جی کو پاکستان بھیج دیا جائے چنانچہ حضور کے حکم سے جولائی 1955 کو کھوکھراپار کے رستہ پاکستان میں داخل ہوئے اور 14 جولائی 1955 کو اپنے گھر دسوہہ ضلع لائل پور (جو اب فیصل آباد ہے) پہنچ گئے۔

ابّا جی کی درازی عمر بھی سلسلہ کے بزرگوں کی دعاؤں اور خدا کے فضل اور احسان کا عجیب نمونہ تھی۔ جب ابّا جی پر فروری 1958ء میں دل کا پہلا حملہ ہوا تو پہلی والدہ کے بچے جوان تھے۔ تین کی شادی ہو چکی تھی۔ البتہ میری امی جان کے بچے بہت چھوٹے تھے۔ امی گھبراہٹ میں مولوی غلام رسول صاحبؓ راجیکی کے پاس گئیں۔ اور عرض کیا کہ آپ اللہ میاں سے پوچھیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عمر کتنی ہے فرمانے لگے میں اللہ تعالیٰ کے پیچھے پڑا ہوا ہوں کہ مجھے ڈاکٹر کی عمر بتادے اور درازی عمر کیلئے بھی دعا کر رہا ہوں۔ قبولیت دعا کا وقت آ گیا چند دنوں کے بعد امی جان پھر حاضر ہوئیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے عمر دیکھ لی ہے مجھے خدا نے بتادیا ہے فرمانے لگے کہ میں ہاتھ اٹھا کر ڈاکٹر کے لئے دعا کر رہا تھا۔ دانے چھاننے کی آواز چھج سے نکل رہی تھی آواز آرہی تھی 12x6=72 (بارہ چھ بہتر) بیٹی ڈاکٹر کی عمر 72 سال خدا نے بتائی ہے۔

امی جان بتاتی ہیں کہ میرے لئے ان دنوں 72 ہفتے بھی بہت بڑی خوشخبری ہے پھر بھی انسان حریص ہے میں نے کہا میری سب بچیاں تو اس عمر تک نہیں بیاہی جائیں گی۔ فرمانے لگے پتر اتنی عمر تو لے اور مانگ لیں گے اس دوران بڑی بیماریاں آئیں۔ کئی مرتبہ دل پر حملے ہوئے۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا خدا نے دیا خدا تعالیٰ اپنے فضل سے بچاتا رہا۔ آخر آپ کی عمر 70 برس ہو گئی امیؔ کو گھبراہٹ تھی چار بچے ابھی زیر تعلیم تھے۔ وقت آن پہنچا ہے صرف ایک سال رہ گیا ہے۔ امی جان حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب کے پاس گئیں۔ حضرت مولوی راجیکی صاحبؓ کی قبولیت دعا کا واقعہ سنایا اور ابا جی کی درازی عمر کی دعا کیلئے درخواست کی اگلے دن دوپہر کے وقت ابا جی اپنے کلینک سے واپس لوٹے تو ہنستے ہوئے امی کو مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری کا خط دیا اور کہنے لگے مولوی صاحب نے عمر بھی مانگ لی۔ خدا تعالیٰ نے کیسے بزرگ عطا کئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کیسے قبول فرماتا ہے۔

وقت آ گیا خدا کی بات پوری ہونے کا جب اکیاسی سال میں قدم رکھا تو دل ڈرنے لگا۔ خدا کی رحمت کے امیدوار ہوئے اور دعائیں کرنے لگے کہ جوبلی کا جشن دیکھ لیں 1987 میں امی ابا جی دونوں جلسہ سالانہ پر لندن گئے حضرت اقدس سے ملاقات کی لندن سویڈن ناروے اپنی بیٹیوں کے پاس گئے 8 اکتوبر کو واپس ربوہ پہنچ گئے۔ 11 نومبر 1987 کو صبح ساڑھے آٹھ بجے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ وفات کے بعد حضرت مولوی صاحب کی تحریر پڑھی تو وہ نومبر کا مہینہ تھا اور خدا کا فرمان نومبر میں ہوا تھا۔۔۔ ”ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے“

78 محترم چودھری فیض احمد صاحب درویش

(محترم صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور)



محترم چودھری فیض احمد صاحب محترم حافظ غلام غوث صاحب قوم گوجر کے ہاں بمقام کھاریاں ضلع گجرات 1اپریل 1916ء کو پیدا ہوئے۔ مڈل تک آپ نے تعلیم پائی اور پھر ٹریننگ لے کر آپ پٹواری کے طور پر ملازم ہو گئے۔ آپ خوش خط تو تھے ہی آپ کی تحریر کیا تھی گویا موتی پروئے ہوئے ہوتے تھے لیکن آپ کی تحریری برق رفتاری کا جوہر اس محکمہ میں پہلی بار تب کھلا جبکہ ریکارڈ مال اندراج کرنے میں آپ اپنے ساتھیوں کو پوری طرح مات دے گئے۔

جنگ عظیم دوم میں آپ کو سنگاپور میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ جہاں جاپانیوں کے غلبہ کے بعد نظر بند ہونے والوں میں سے آپ بھی تھے۔ اس وقت کے حالات و واقعات آپ بیان کیا کرتے تھے۔۔۔۔ فوجی ملازمت سے فراغت کے بعد آپ قادیان آئے ہوئے تھے کہ شعبہ زود نویسی میں ایک کارکن کی آسامی کا اعلان ہوا۔ آپ نے بھی درخواست دے دی۔ گو یہ خیال بار بار آتا تھا کہ میں کم علم ہوں، اس کام کے قابل نہیں، اس لئے میری منظوری ناممکن ہے لیکن آپ کی خوشی کی حد نہ رہی جب آپ کو اس ملازمت میں لے لیا گیا۔ احباب کو یاد ہوگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریروں اور خطابات میں تیز رفتاری ہوتی تھی اور سال میں بیسیوں موقع پر ضرورت سلسلہ کے پیش نظر لمبی لمبی تقریریں ہوتی تھیں۔ خود اُردو کی نوشت شارٹ ہینڈ کارنگ رکھتی ہے۔ پہلے سے ہی شارٹ ہینڈ کو مزید شارٹ ہینڈ کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ اس وقت ٹیپ ریکارڈر کا موجودہ انتظام نہیں تھا اور چونکہ سو فیصد الفاظ یاد کرنا ناممکن تھا اس لئے ایک حصہ دماغ میں یاد رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ حضور پر 1944ء میں یہ بات واضح ہوئی کہ آپ ہی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں، حضور مغرب عشاء کے درمیان جماعت کو تربیتی، تعلیمی، اخلاقی امور کے متعلق عجیب وغریب رنگ میں مخاطب ہوا کرتے تھے اور روز روز اپنے نئے الہام و رؤیا کشوف اور ایمان افروز واقعات سے آگاہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ مجلس علم وعرفان بہت طویل ہوا کرتی تھی اور موسم گرما میں مسجد مبارک کی چھت پر یا موسم سرما میں مسجد مبارک کے اندر ایک طبقہ عصر کے معاً بعد آکر بیٹھ جاتا تھا تاکہ حضور کی زیارت کا شرف حاصل رہے۔ احباب قادیان نہایت شوق سے شرکت کرتے تھے۔ اور بسا اوقات بعد عشاء گھر پہنچتے تو رات کے گیارہ بج چکے ہوتے تھے۔ محترم چودھری فیض احمد صاحب کا یہ معمول تھا کہ اس مجلس سے واپس گھر پہنچ کر اس مسودہ کو صاف کرنے کیلئے اسی وقت مصروف ہو جاتے اور صبح ہونے تک اسے مکمل کر کے دفتر کھلنے پر حضور کی خدمت میں بھجوا دیتے جو حضور کی خوشنودی کا موجب ہوتا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو قادیان پہنچنے کی ہدایت فرمائی جو کہ مرکز ہذا کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ اور اس دور کے ایک ابتدائی حصہ میں آپ مقامی انجمن کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ یہ عہدہ امیر مقامی کے لئے دست راست کا حکم رکھتا ہے۔ تمام احباب کی تعلیم وتربیت کی نگرانی اور اپنے محلہ وغیرہ کی پہرہ کی بھاری ذمہ داری اور متنوع کام اس کے سپرد ہوتے تھے اور سیکٹریان تعلیم اور امور عامہ وغیرہ کا مرکز ہوتا تھا۔ آپ نے بہت چوکسی سے اس بارہ میں اپنے فرائض ادا کئے۔

آپ کا ممتاز وصف آپ کی ادیبانہ قادر الکلامی تھا جس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ 1974ء کے مخالف احمدیت فسادات جو پاکستان میں رونما ہوئے اس وقت دہلی کے ادبی ماہوار رسالہ شبستاں نے مرکز ہذا سے احمدیت کے عقیدہ ختم نبوت کے بارہ میں استفسارات کئے جن کے بارہ میں میں نے مشورہ کیا اور چوہدری صاحب محترم نے اس بارہ میں معمولی نوٹ لئے۔ اور بہترین فصیح ومربوط مسلسل اور مدلل جوابات جو مطبوعہ بہت سے صفحات پر مشتمل ہیں چند گھنٹے کے اندر تیار کر کے آپ لے آئے جس میں کوئی کانٹ چھانٹ نہیں تھی اور ان جوابات کو دنیا بھر میں سراہا گیا۔ آپ کے مضامین کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس موضوع پر آپ کا قلم اٹھتا، یہ موضوع پہلے سے دماغ میں مکمل ہوتا اور پھر بلا روک ٹوک آپ کے قلم سے صفحہ قرطاس پر منتقل ہو جاتا۔ آپ کچھ عرصہ بدر کی کتابت بھی کرتے رہے۔ بعض دفعہ آپ سے کسی مضمون کے لکھنے کے لئے کہا جاتا تو آپ کہتے کہ میں براہ راست بدر میں کتابت ہی کر دوں گا اور آپ ایسا ہی کرتے۔ سو آپ کا دماغ اس لحاظ سے نہایت صاف تھا، اور آپ کے مضامین جو سیرت احباب کے متعلق ایک فلم کا سا رنگ رکھتے ہیں، ان میں ایسی جاذبیت اور اثر ہے کہ کتاب کو ختم کئے بغیر قاری کو چین نہیں آتا۔ آپ نے مرحوم درویشان کی سیرت کے متعلق " وہ پھول

جو مرجھا گئے'' بدر میں لکھے ہیں جو بعد میں کتابی شکل میں محترم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب اورینوی مرحوم جیسے شہیر و بلند پایہ ادیب کی پسندیدگی اور مشورہ پر دو کتابوں کی شکل میں (جن کے صفحات چھ صد کے قریب ہیں) شائع ہوئے اور دنیا بھر میں بے حد مقبول ہوئے۔۔۔۔آپ اپنی طرز نگارش میں منفرد و وحید تھے۔ گویا صاحب طرز ادیب تھے اور قلیل وقت میں مضمون کو فاضلانہ اور مدلل رنگ میں احاطہ تحریر میں لے آنے میں بھی آپ منفرد نہیں تو نہایت قابل تھے اور اس خاص ملکہ سے بھی سلسلہ احمدیہ کو فائدہ پہنچایا۔

آپ درویشی دور میں نظارت ہائے علیا، تعلیم و تربیت اور دعوت و تبلیغ میں معاون رہے۔ اس زمانہ میں معاون ناظر کے فرائض وہی تھے جو بعد میں نائب ناظر کے ہوئے۔۔۔ جولائی 1970ء میں نائب ناظر اور ستمبر 1970ء میں قائم مقام بیت المال آمد کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔تحریک جدید بہشتی مقبرہ اور نظامت جائداد کا کام بہت اہم اور ہمہ وقت کی توجہ ان کے لئے مطلوب ہے۔ اور بیت المال کا کام اپنی وسعت اور ہر سال کی ضروریات سلسلہ میں اضافہ کی وجہ سے اور بھی زیادہ محنت و توجہ کا طالب ہے۔ سالہا سال تک ان صیغہ جات کی تمام ضروری خط و کتابت آپ گھر میں بعد نماز عشاء ضبط تحریر میں لاتے آپ میں بے پناہ کام کرنیکی طاقت تھی آپ بعد نماز عشاء ایسے ضروری کاموں کی تکمیل کے لئے یوں سکون سے و اطمینان سے بیٹھ جاتے گویا رات سونے کے لئے نہیں ہے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ کے طور پر آپ نے تزئین کا کام کیا وہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔ بہشتی مقبرہ پہنچتے ہی جو سنگریزوں سے انگریزی کے حروف میں '' بہشتی مقبرہ'' مرقوم ہے وہ آپ کی جدت تھی۔ وہاں سے شمالاً جنوباً پندرہ فٹ کی سڑک جس کی سیدھ میں مینارۃ المسیح نظر آتا ہے، آپ ہی نے اس کی تجویز حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ناظر خدمت درویشان کی خدمت میں رکھ کر منظوری و ہدایت لیکر تیار کروائی تھی اور سیمنٹ کے بینچ بھی تیار کرواکر وہاں رکھوائے تھے اور یہ سارے کام رضا کارانہ طور پر ہوئے۔ آپ نے اپنی علالت کو محسوس کرتے ہوئے یکم اپریل 1976ء کو ریٹائر ہونے پر مزید کام سے معذرت کی لیکن باوجود حالات میں تجربہ کار افراد کی جن کو ایسی ذمہ داری کے کام تفویض کئے جاسکیں بے حد کمی ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ اور چودھری صاحب نے سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے پر عمل کیا۔ آپ بہترین دوست، بہت مفید مُشیر، صائب الرائے، باحوصلہ، سلسلہ کے نہایت مخلص، اکرام ضیف کرنے والے، نظافت طبع، پُرمزاح طبیعت، دور بین بصیرت کے مالک، سنجیدہ طبع، ہمدرد، باوقار، بااثر اور باعلم اور اپنے صیغہ کے عملہ سے خصوصاً! بھائیوں کا سلوک کرنے والے اور نرمی اور چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔

آخری عمر میں آپ کو ہائی بلڈ پریشر کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ اندرونی طور پر بہت کمزور ہو چکے تھے مگر ظاہری طور پر صحت اچھی نظر آتی تھی۔ آپ کی وفات مورخہ 28 اگست 1978 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

(تلخیص اردو ادب کا احمدیہ دبستان حصہ دوم)

آپ کی نماز جنازہ دفتر محاسب کے سامنے گلشن احمد کے صحن میں محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی قادیان نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ نمبر 9 میں ہوئی۔ اس وقت قادیان میں آپ کی بیٹی مکرمہ صادقہ پروین صاحبہ بیوہ مکرم مبرور احمد صاحب چیمہ مع بچگان موجود ہیں۔

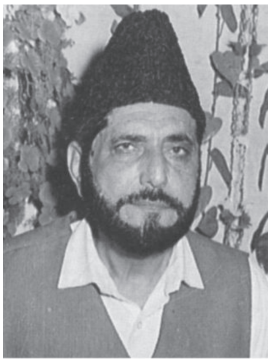
79 محترم چودھری محمد اسماعیل صاحب درویش



محترم چودھری محمد اسماعیل صاحب محترم چودھری فقیر محمد صاحب کے فرزند تھے۔ آپ عبادت گزار نماز تہجد کے پابند، سادہ اور نہایت مضبوط جسم و ارادہ کے مالک تھے۔ کسی کی مدد کرتے ہوئے اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈالنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ تحریک جدید کے مطالبات کے مطابق سادہ زندگی گزارنے میں ایک نمونہ تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے بہت عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ آپ کی وفات 16 ستمبر 2002ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

80 محترم چودھری محمود احمد عارف صاحب درویش

(مکرم نصیر احمد عارف۔ کارکن نظارت اصلاح وارشاد قادیان)



میرے پیارے ابّاجان محترم سردار محمود احمد صاحب عارف درویش ولد مکرم سردار شیر محمد صاحب مرحوم مورخہ 16-12-1925 کو موضع نواں کوٹ ضلع شیخوپورہ (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔آپ کی ایک ہمشیرہ محترمہ نور آمنہ صاحبہ اور دو بھائی محترم سردار عبد الحق صاحب شاکر مرحوم واقف زندگی اور محترم سردار ماسٹر محمد انور صاحب مرحوم تھے ۔محترم والد صاحب کی والدہ کا نام محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ تھا۔آپ کے والدین بچپن میں ہی وفات پا چکے تھے۔آپ کی پرورش آپ کے تایا جان مکرم سردار غلام احمد صاحب نے کی۔ مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپ کے تایا جان نے 1938ء میں آپ کو مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل کرا دیا۔ 1939ء میں جب دوسری عالمی جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔بقول محترم والد صاحب آپ کی یونٹ کا نام 8/15 پنجاب رجمنٹ تھا۔جو عالمی جنگ عظیم کے آغاز میں قائم کی گئی تھی۔اس رجمنٹ میں 3 کمپنیاں عیسائیوں کی اور ایک احمدی نوجوانوں کی احمدیہ کمپنی تھی۔عیسائی کمپنیوں میں سے ایک کے کمپنی کمانڈر محترم صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب ابن محترم حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ تھے۔جبکہ احمدیہ کمپنی کا کمانڈر ایک سکھ تھا جس کا نام سرائن سنگھ آف جالندھر تھا۔وہ احمدی نوجوانوں کے تئیں بہت نرم گوشہ رکھتا تھا۔ فوج میں بھرتی ہونے کے بعد آپ پہلے انبالہ گئے اور وہاں چند ماہ کی ٹریننگ کے بعد کلکتہ چلے گئے۔جہاں آپ کی ٹریننگ مکمل ہوئی اور حلف برداری کے بعد واپس انبالہ آ گئے چند ماہ کے بعد آپ کی ڈیوٹی سندھ میں لگی۔یہ مسلم علاقہ تھا اور وہاں کے مسلمانوں نے بغاوت کر رکھی تھی۔آپ بتاتے تھے کہ ہم ان مسلمانوں کو پیار و محبت سے سمجھاتے اور ان پر کسی بھی قسم کا ظلم یا زیادتی نہ کرتے اور نہ ہی انہوں نے ہمیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی مگر ہماری یونٹ کے عیسائی فوجیوں نے ان مسلمانوں پر بہت ظلم کئے۔ان کو گرفتار بھی کیا۔اور کئی ایک کو جان سے بھی مارا۔اس دوران آپ کی یونٹ صوبہ سرحد چلی گئی جو ایک آزاد علاقہ تھا۔یہاں پٹھان رہتے تھے۔آپ نے بتایا کہ ہم کو تاکیدی ھدایت تھی کہ ان لوگوں سے کوئی ناروا سلوک نہیں کرنا۔ ہماری ڈیوٹی اس آزاد علاقہ میں عمومی نوعیت کی تھی۔ کمپنی کمانڈر محترم صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب تھے جو میجر کے عہدہ پر فائز تھے۔آپ جب قلعہ سے باہر نکلتے خاکسار بھی اکثر آپ کے ہمراہ ہوتا۔خاکسار نے دیکھا کہ پٹھان محترم صاحبزادہ صاحب کی بہت عزت کرتے تھے اور اکثر پھل وغیرہ تحفے بھی لا کر دیا کرتے تھے۔آپ بتاتے تھے کہ غالباً 1943,44ء میں جب ہماری یونٹ انبالہ میں تھی تو دہلی اور سندھ میں بغاوت کی شورش اٹھی۔جس کے مدنظر محکمہ دفاع گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک پیراشوٹ بٹالین قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس میں مختلف بٹالینوں کے تعلیم یافتہ، تجربہ کار اور صحت مند جوانوں کو شامل کیا۔احمدیہ کمپنی سے بھی چند نوجوانوں کو اس پیراشوٹ بٹالین میں ٹرانسفر کر دیا گیا جس میں خاکسار بھی تھا۔

اس بٹالین میں غیر احمدی بھی تھے اور اس کا کمپنی کمانڈر ایک پٹھان تھا۔غالباً عید الفطر کے موقع پر نماز عید کا باجماعت اہتمام کیا گیا۔نماز دہلی کے ایک غیر احمدی امام نے پڑھانی تھی۔احمدی جوانوں نے اپنی نماز الگ ادا کی جب کمپنی کمانڈر کو علم ہوا کہ یہ احمدی ہیں اور انہوں نے الگ نماز ادا کی ہے تو اس نے ہمیں سزا کے طور پر واپس ہماری بٹالین میں بھیج دیا۔بعد میں علم ہوا کہ جو پیراشوٹ بٹالین سندھ بھجوائی گئی تھی اس کا وہاں کافی نقصان ہوا۔پیراشوٹ بٹالین کے جوان سندھ کے غیر آباد، دور دراز علاقوں اور جنگلوں میں اتارے گئے ان میں سے کئی جوان مر گئے اور کئی لاپتہ ہو گئے۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہم احمدی نوجوانوں کو محفوظ رکھا اور انہیں کسی دوسرے جنگی محاذ پر بھی نہیں جانا پڑا۔

1944ء میں فوجی نوکری کے دوران ہی آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کرنے کے لئے خط لکھا جسے حضور انورؓ نے از راہ شفقت منظور فرما لیا اور سروس جاری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ نیز فرمایا کہ جب ضرورت ہوگی بلا لیا جائے گا۔1945ء میں جب عالمی جنگ ختم ہو گئی تو حضور انورؓ نے فوج چھوڑ کر قادیان آنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپ 1946ء کے آخر میں قادیان حاضر ہو گئے۔آپکے ساتھ ایک اور واقف زندگی احمدی جوان مکرم محمد شفیع سلیم صاحب آف گجرات بھی تھے۔والد صاحب نے قادیان آ کر قصر خلافت قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے

ملاقات کی۔حضور انورؒ نے بڑی شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے آپ کی شعبہ حفاظت مرکز میں تقرری کا ارشاد فرمایا اور مکرم محمد شفیع سلیم صاحب کی تقرری دفتر تجارت میں ہوئی۔

محترم والد صاحب مرحوم بتاتے تھے کہ افراد جماعت کو دار الہجرت بھجوانے کا انتظام شعبہ حفاظت مرکز کے سپرد تھا۔ خاکسار کی بھی اس میں ڈیوٹی تھی۔ خاکسار نے اپنے بھائی بہن، اہلیہ اور دیگر عزیز و اقارب کے جانے کا انتظام کیا۔مگر خود میرے دل میں ایک لحہ کے لئے بھی قادیان کو چھوڑنے کا خیال تک نہ آیا۔ میں یہ عزم کر چکا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو اپنے پیارے مرکز کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا قادیان کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔خواہ اس کے لئے مجھے جان بھی قربان کرنی پڑے۔مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہر طرح سے محفوظ رکھا اور مجھے درویشی کی زندگی اختیار کرنے کی توفیق دی۔محترم والد صاحب کی شادی 1945ء میں اپنے تایا مکرم غلام احمد صاحب مرحوم کی بیٹی مکرمہ فاطمہ بیگم صاحبہ مرحومہ سے ہوئی۔ 1947ء میں آپ کی اہلیہ بھی پاکستان چلی گئیں اور 1950ء میں حالات نارمل ہونے پر واپس قادیان آئیں۔شادی کے سات سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے درویشانہ زندگی کی برکت سے جہاں بے شمار دیگر برکتیں عطا فرمائیں وہاں اولاد کی نعمت سے بھی نوازا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا کیں جو اللہ کے فضل سے شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔آپ نے اپنی ساری اولاد کی بہترین رنگ میں تربیت کی۔

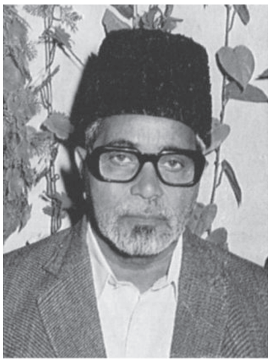
آپکو صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں اعلیٰ رنگ میں خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ بطور نائب ناظر اعلیٰ، نائب ناظر تعلیم، نائب ناظر امور عامہ، آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ، ناظر بیت المال آمد و خرچ اور قائمقام ناظر اعلیٰ قادیان کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔1985ء میں ناظر بیت المال خرچ کے عہدہ بیت المال سے ریٹائر ہوئے۔بعدہ بطور نائب ناظم وقف جدید بیرون تقرر ہوا۔اس عہدہ پر بھی آپ نے لمبا عرصہ خدمت سرانجام دی۔آخر کمزوری اور عمر کے تقاضا کی بنا پر 2005ء میں اس خدمت سے سبکدوش ہوئے۔آپ نے نہایت لگن اور جذبہ سے تمام دفاتر میں خدمات سرانجام دیں۔ساری درویشانہ زندگی نہایت صبر وشکر سے گزاری اور ہمیشہ سلسلہ سے وفا کی۔تنگی کے ادوار میں بھی کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ آبائی جائیداد کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور آخری وقت تک درمسیح پر دھونی رمائے بیٹھے رہے۔1982ء میں آپکو انتخاب خلافت رابعہ کے موقعہ پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی نمائندگی کی سعادت نصیب ہوئی۔اسی طرح 1988ء میں بھی آپ کو جلسہ سالانہ UK میں بھی بطور نمائندہ صدر انجمن احمدیہ قادیان شامل ہونے کی توفیق ملی۔

محترم ابا جان 25 فروری 2009ء بروز بدھ صبح 4 بجے مولائے حقیقی سے جاملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ۔آپ موصی تھے۔اگلے روز یعنی 26 فروری کو جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔اسی روز قادیان میں شوریٰ کا اجلاس تھا۔جس میں شمولیت کے لئے ہندوستان کے تمام صوبہ جات سے امرا و صدر صاحبان تشریف لائے تھے۔اس طرح آپ کے جنازہ میں پورے ہندوستان کی نمائندگی ہوگئی۔بعد جنازہ آپ کی تدفین قطعہ درویشان میں ہوئی اور بعد تدفین مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری نے دعا کروائی۔مورخہ 27 فروری کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیت الفتوح لندن میں نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ غائب ادا کی اور آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

''تیسرا جنازہ مکرم محمود احمد صاحب عارف درویش قادیان کا ہے۔انہوں نے 25 فروری کو 84 سال کی عمر میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن ۔ آپ بھی نہایت نیک متقی نمازوں کے پابند صابر شاکر انسان تھے۔نوجوانی میں شیخوپورہ سے قادیان ہجرت کر گئے اور مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور زندگی وقف کرنے کی توفیق پائی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر فوج میں بھرتی ہوئے اور پھر آپ کے حکم سے ہی فوج چھوڑ دی اور جماعت کی خدمت پر آ گئے۔آپ نے ناظر بیت المال آمد و خرچ اور بعد میں نائب ناظم وقف جدید بیرون کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ ان کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔آپ کے ایک بیٹے نصیر احمد عارف صاحب کو نظارت اصلاح و ارشاد قادیان میں خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔''

اللہ تعالیٰ محترم ابّا جان مرحوم کے درجات بلند کرے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور انہیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔آمین۔

81 محترم حکیم بدر الدین صاحب عامل بھٹہ درویش



محترم حکیم بدر الدین صاحب عامل درویش نے اپنے حالات زندگی مشکوٰۃ جون 2003ء میں شائع کئے ہیں ان کی مدد سے آپ کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ''میری پیدائش 15جون 1927ء کو چک 438 ج بی لائلپور (حال فیصل آباد پاکستان) میں مکرم چودھری عبد الغنی صاحب بھٹہ کے ہاں ہوئی۔
ہمارا شجرہ نسب شاہ عبد اللطیف بھٹائی سے جاملتا ہے اس لئے یہ اپنے نام کے ساتھ بھٹہ لکھتے تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے پہلے اس خاندان کے بزرگ پیر کہلاتے تھے۔ لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے میرے والد صاحب کے چچازاد بھائی چوہدری حکیم احمد دین صاحب صحابیؓ نے سنا کہ قادیان میں ایک شخص نے امام مہدی اور مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو وہ قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کی اور اسی وقت بیعت کر لی۔
واپس لاہور شاہدرہ آکر اپنے خاندان میں اعلان کیا کہ میں نے امام مہدی کی بیعت کر لی ہے اور آپ سب بھی سوچ سمجھ لیں۔ آپ کی مسلسل تبلیغ کے نتیجہ میں خاندان کی چھ فیملیوں نے مل کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دورِ خلافت میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پیری مریدی چھوڑ دی۔ خاکسار کے تایا حضرت حکیم احمد دین صاحب صحابیؓ طب جدید کے موجد تھے اس طرح پورا خاندان حکیموں کا خاندان مشہور ہو گیا۔ عامل صاحب نے اپنے بہنوئی حکیم مختار احمد صاحب سراج الاطبا سے حکمت کا علم حاصل کیا۔''
آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر 313 درویشان میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ اس وقت کے ہنگاموں میں آپ نے اجناس اکٹھا کرنے کی ڈیوٹی انجام دی اور بہترین کارکردگی کی وجہ سے اس کام کے نگران مقرر کر دیئے گئے۔ جب حالات کچھ سازگار ہوئے تو جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر خدمت بجالائے اور 20 سال سے زائد عرصہ تک خدمت سرانجام دی۔ کئی سال تک قادیان کی میونسپلٹی میں کمشنر رہے۔ 1953ء میں آپ نے ادیب فاضل بھی کیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر مضافات قادیان میں جب تبلیغی سلسلہ کی مہم شروع ہوئی تو آپ نے بہت حد تک ذاتی دلچسپی سے اس سلسلہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں اور متعدد مقامات پر نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور ہر طرح دلجوئی کی۔
مختلف جماعتی عہدوں پر آپ کو خدمت کی سعادت ملی اور تادم آخر آپ خدمت پر فائز رہے۔ افسر لنگرخانہ، نائب افسر جلسہ سالانہ، ممبر تحریک جدید، ممبر وقف جدید، ممبر الاٹمنٹ کمیٹی، ممبر آبادی کمیٹی، قاضی سلسلہ احمدیہ، نائب ناظم وقف جدید کے علاوہ قائمقام وکیل اعلیٰ، قائمقام صدر مجلس تحریک جدید کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔
ماہر طبیب ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس بہت سے مریض آتے ان سے ہمدردی اور دلجوئی کرتے۔ غریبوں کو مفت ادویات دیتے۔ بلاشبہ آپ نافع الناس اور صائب الرائے وجود تھے احمدیہ چوک میں طب جدید کے نام سے مطب چلاتے تھے۔ علمی ذوق کے ساتھ ساتھ لکھنے کا بھی قدرتی ملکہ آپ کو عطا ہوا تھا۔ نہایت ذہین انسان تھے۔ تاریخی واقعات کا آپ کو بہت علم تھا۔ آپ نے درویشان کے حالات پر مشتمل ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' کا سلسلہ جاری رکھا 1944ء میں آپ کی شادی مکرمہ معراج سلطانہ صاحبہ سے ہوئی۔ تقسیم ملک کے وقت آپ پاکستان چلی گئیں اور سات سال بعد آپ قادیان واپس آئیں۔ لمبا عرصہ تک اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بھائی کی بیٹی بشریٰ شہزادی کو گود لیا۔ شادی کے 19 سال بعد آپ کے ہاں حضرت مصلح موعودؓ کی دعاؤں سے معجزانہ طور پر ایک بیٹی طاہرہ شوکت پیدا ہوئیں جو آج کل امریکہ میں اپنے خاوند مکرم محمد انور جاوید صاحب کے ساتھ مقیم ہیں۔
آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گذار اور غریب پرور انسان تھے۔ آپ ایک مختصر علالت کے بعد مورخہ 5 فروری 2006ء کو فورٹس ہسپتال امرتسر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کی نماز جنازہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان نے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں بعد نماز مغرب پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ درویشان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ نے اپنے مطبوعہ حالات زندگی میں بہت سے تاریخی اور تائید الٰہی کے واقعات بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند ایک قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:
ابتدائی زمانہ میں درویشان کی طرف سے وقار عمل کے محاذ کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر کرتے ہیں کہ:
''وقار عمل کے تین محاذ (ا) بہشتی مقبرہ کے اردگرد ایک کچی اور مضبوط دیوار تعمیر کرنا۔ (2) 1947ء کے سال میں کثرت سے بارش ہو کر اکثر مکانات

قابل مرمت ہو چکے تھے قابل مرمت مکانوں کی مرمت کرنا اور جو مکان بالکل خستہ ہو گئے تھے ان کے ملبہ میں سے کار آمد سامان نکال کر محفوظ کرنا (3) جو مکانات ہمارے قبضہ میں تھے ان میں پڑا سامان فرنیچر، برتن، کپڑے وغیرہ مکانوں سے اکٹھے کر ایک جگہ اسٹور میں فہرستیں بنا کر محفوظ رکھنا۔''

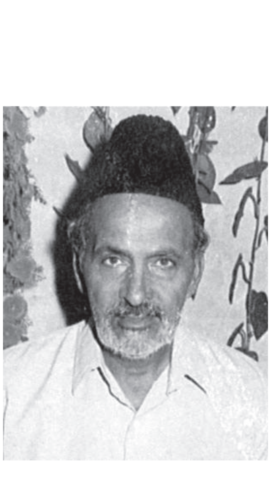
جنرل سیکرٹری کے طور پر آپ نے جو کام کئے ان کا ذکر کرتے ہوئے دار المسیح میں پائپ بچھائے جانے کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:

''قادیان میں واٹر سپلائی کی سکیم کا اجرا ہوا تو سب سے پہلے احمدیہ ایریا میں پانی فراہم کیا گیا۔ جب دیار مسیح میں پانی کے لئے لائن بچھائی جانے لگی تو میں نے اس کام کو روک دیا اور کہا کہ زمین دوز لائن اس حصہ میں نہیں بچھائی جانی چاہیے کیونکہ گلیاں تنگ ہیں اور عمارتیں پرانی ہیں اور مقدس ہونے کی وجہ سے ان کی اہمیت نئی عمارتوں سے بھی زیادہ ہے۔ واٹر سپلائی کے مقررہ افسران نے کہا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس بارہ میں چنڈی گڑھ جا کر منسٹری سے اجازت حاصل کرنی ہوگی۔ اور سطح پر پائپ ڈالنے کیلئے جستی پائپ بھی درکار ہونگے زمیں دوز لائینوں میں کالے لوہے کی پائپ استعمال ہو رہی تھی کالے اور جستی پائپوں کی قیمت میں بھی نمایاں فرق تھا۔ اس پر میں نے میونسپل صدر اور ممبران کو چنڈی گڑھ جانے کے لئے تیار کیا اور جماعت کی طرف سے خاکسار اور مکرم ناظر صاحب امور عامہ چنڈی گڑھ گئے اور تین دن کی تگ و دو کے بعد منسٹری نے یہ بات مان لی کہ اندرونی مقدس ایریا میں جستی پائپوں سے سطح زمین کے اوپر وائرنگ کی جائے۔ اس غرض سے منسٹری نے اپنے خصوصی فنڈ سے جستی پائپ بھی فراہم کر دئے اور اسی پر عمل درآمد ہوا۔''

محترم عامل صاحب اپنی ناقابل فراموش یادوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' جن ایام میں جماعت احمدیہ کی جائدادوں کی واگذاری کا کیس چل رہا تھا ایک مرتبہ ایک مقدمہ کی پیشی پر محترم ملک صلاح الدین صاحب اور مکرم فیض احمد صاحب اور خاکسار گورداسپور جارہے تھے۔ ہم خرچ میں بچت کے خیال سے احمدیہ محلہ سے ریلوے اسٹیشن تک پیدل ہی جایا کرتے تھے۔ جلسہ گاہ (جہاں آجکل لنگر خانہ نمبر 2 ہے) کے مغربی کونہ سے گذر کر پرانے قبرستان کی پگڈنڈیوں پر سے گذر کر کھیتوں سے ہوتے ہوئے مکرم چودھری محمود مبشر صاحب درویش کے کھیتوں میں ہو کر ریلوے اسٹیشن جایا کرتے تھے۔ شارٹ کٹ ہونے کی وجہ سے اکثر اس راستہ کو اپنایا جاتا تھا۔ ہم اسی راستہ پر جارہے تھے ابھی کچھ فاصلہ پر تھے کہ گاڑی چل پڑی اور ہم تینوں دوڑ کر گاڑی میں سوار ہونے کیلئے لپکے۔ محترم ملک صاحب اور چودھری صاحب پہلے سوار ہو گئے میں جب سوار ہونے لگا تو میرا ایک ہاتھ ہینڈل پر مضبوطی سے پڑ گیا اور دوسرے ہاتھ میں کاغذات کی فائل تھی۔ جب میں نے جمپ لے کر پاؤں پائے دان میں رکھنا چاہا تو پاؤں اوس سے گیلے ہونے کی وجہ سے پھسل گئے۔ آدھا دھڑ دونوں پائیدانوں کے اندر سے ریل کے اندر گھس گیا۔ اور میرے پاؤں ریل کے پہیے سے ٹکرا کر پھر واپس آگئے اور میں ایک ہاتھ سے زور لگا کر اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے ساتھیوں کو اس ساری واردات کا علم نہ ہوا مگر میں زندگی اور موت کی کشمکش میں سوار ہوا تھا۔ میں ریل میں سارا وقت اس بات پر حیران رہا کہ میری ٹانگیں کٹنے کی بجائے واپس کیوں آگئیں۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا ہی فضل وکرم تھا کہ اس نے ابھی اور کام لینے کے لئے بچایا تھا۔''

82 محترم چودھری بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں درویش



محترم چودھری بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کے ایک باعزت زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ درویشی کو ترجیح دے کر قادیان آگئے۔ نہایت خاموش طبع، معاملہ فہم، سنجیدہ اور ذہین دماغ کے مالک تھے۔ جماعتی زمینوں کے متعلق ان کی رائے صائب سمجھی جاتی تھی صوم صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ نماز تہجد کے عادی تھے اور اپنی اولاد کو بھی دینی دنیاوی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ باوجود بیماری کے رمضان کے پورے روزے رکھتے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔ عید کے روز خطبہ عید سنتے ہوئے اچانک بلڈ پریشر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے بیہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی بیماری میں چند روز بعد اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے، اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔ آپ کے دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں یادگار ہیں۔ آپ کی وفات 23 دسمبر 2002ء میں بعمر 76 سال ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن. (ادارہ)

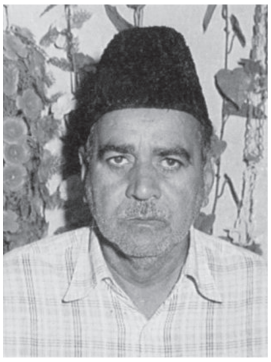
83 محترم ماسٹر محمد اسماعیل گجراتی صاحب درویش



آپ اگرچہ تعلیم یافتہ نہ تھے سرکاری پنشن بھی انگوٹھا لگا کر وصول کرتے تھے لیکن اپنے فن کے ماہر تھے۔ دوسری عالم گیر جنگ کے دوران ملٹری میں بطور دھوبی بھرتی ہوئے تھے اور جنگ ختم ہونے پر فارغ ہو کر واپس اپنے گاؤں آگئے تھے۔ جب قادیان میں خدمت کیلئے خدام کی ضرورت محسوس کی گئی تو اس وقت اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے چک سکندر ضلع گجرات سے چھ خدام آئے تھے جن میں سے ایک مکرم ماسٹر محمد اسماعیل صاحب تھے یہ چھ خدام 313 درویشان میں شامل کر لئے گئے تھے بعد میں 1955ء میں جن افراد کو گھریلو مجبوریاں تھیں وہ کھوکھرا پار پاکستان چلے گئے تھے مکرم محمد اسماعیل صاحب وفات تک عہد وفا کو پورا کرنے والوں میں سے ہیں۔ ابتدائی دو تین سالوں میں پہرہ کی ڈیوٹیوں میں خدمت کا موقع ملا بعد میں جب صدر انجمن احمدیہ نے تحریک کی کہ جو درویش اپنا کوئی کاروبار کر کے اپنا گزارہ چلا سکتے ہیں وہ فارغ ہو کر اپنے خرچ کا بوجھ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ سے ہلکا کر دیں آپ بھی فارغ ہو گئے۔ آپ کا تعلق خدام حلقہ ناصر آباد سے تھا پہلے قادیان میں لانڈری کھولی اور کئی سال تک کام کیا ان ایام میں درویشان کی شادیاں ہو رہی تھیں اور یہ بھی مجرد قابل شادی تھے قادیان میں لانڈری کا کام اتنا نہیں تھا کہ اس میں سے شادی کے مصارف کی گنجائش نکل سکے شہر چھوٹا تھا اور لوگوں کی مالی حالت بھی تازہ تازہ ہجرت کی وجہ سے (جو غیر مسلم پاکستان سے مہاجر ہو کر آئے) کمزور تھی اسلئے ماسٹر صاحب اجازت لیکر پٹیالہ چلے گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا کام خوب چل پڑا قریب دس سال آپ پٹیالہ میں رہے بعد ازاں ہندو پاکستان جنگ 1971ء میں واپس قادیان آ گئے اس وقت قادیان میں بھی کاروباری حالات اچھے ہو چکے تھے قادیان آکر پھر لانڈری اور ڈرائی کلینر کا کام شروع کر دیا اور شادی کی بھی کوشش کی اور دفتر کی طرف سے آپکا رشتہ حیدر آباد دکن میں طے ہو گیا اور آپ اپنے دو دوستوں کے ساتھ جا کر شادی کر کے بیوی کو گھر لے آئے اور امن سکون سے زندگی گزارنے لگے۔

عمر 65 سال ہو جانے پر دیگر درویشان کی طرح انہیں بھی فیملی سکیل گزارہ دینا منظور ہو گیا۔ فوجی خدمت کی وجہ سے تھوڑی سی رقم بطور پنشن گورنمنٹ کی طرف سے ملتی تھی۔ انجمن کی طرف سے فیملی سکیل گزارہ ملا کر گھر کا خرچ چل جاتا تھا۔ صحت بھی کمزور ہو چکی تھی اسلئے لانڈری کا کام چھوڑ دیا صرف کپڑے پریس کرنے کا کام کرتے تھے۔ کمزوری کی وجہ سے کمی خون کے بھی شکار ہوئے احمدیہ شفاخانہ سے علاج جاری رہا مگر روز بروز کمزوری بڑھتی چلی گئی اور آخر مورخہ 21 جنوری 1993ء کو دل نے زندگی کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ آپکی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ آپ کئی خوبیوں کے مالک تھے خصوصاً اپنے کاموں کو خود کیا کرتے تھے کسی کی محتاجی پسند نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

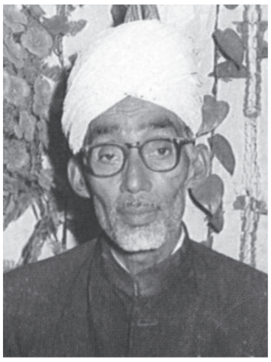
84 محترم چودھری عبد الغفور عبدل صاحب درویش



آپ نے اوائل جوانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کی اور اس کے بعد اپنی تبلیغ سے والدین اور خاندان کے دیگر افراد کو بھی جماعت میں شامل کرنے کی سعادت پائی۔ آپ کو قادیان میں درویش ہونے کی توفیق ملی اور دوران قیام مجلہ ''درویش'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ 1953ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اجازت سے پاکستان چلے گئے بعدہ 1990ء میں کینیڈا چلے گئے۔ گزشتہ سال آپ نے حضور انور کی خدمت میں اپنے وقف کی درخواست دی تھی جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت منظور فرمائی۔ نہایت ہمدرد، سلسلہ کے فدائی اور خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے مخلص انسان تھے۔ سلسلہ کے ساتھ غیرت کا اظہار اپنے منظوم کلام میں بھی کرتے تھے جو مختلف جماعتی جرائد میں شائع ہوتا رہا ہے۔ آپ موصی تھے۔ مورخہ 11 مارچ 2011ء کو 90 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

85 محترم نذیر احمد صاحب درویش

(مکرم بشارت احمد صاحب۔ کارکن احمدیہ مرکزیہ لائبریری)



خاکسار کے والد مکرم نذیر احمد صاحب درویش ابن مکرم نور احمد صاحب فوجی درویش، 30 نومبر 1923ء کو قادیان میں پیدا ہوئے پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کی اور قادیان میں ہی تعلیم و تربیت کا زمانہ گذارا تقسیم ملک کے وقت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک پر درویشی کی سعادت حاصل کی اور مختلف دفاتر اور لنگرخانہ میں خدمت سرانجام دی۔ آپ کو قادیان کا مقامی باشندہ ہونے کی وجہ سے گردو پیش اور قادیان کی پرانی آبادی سے کافی واقفیت اور تعارف تھا اور باہر سے آنے والے مہمانوں کو ساتھ لے جاکر ان جگہوں سے واقف کراتے۔ آپ کے غیر مسلم احباب سے بھی دوستانہ تعلقات تھے جو آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کی بات کی قدر کرتے۔ تقسیم ملک کے وقت اور بعد میں جو خدمات کیں اور ایثار و قربانی کا بہترین نمونہ دکھایا اس پر محترم نگران درویشان نے خوشنودی اور مبارک باد کے خط محررہ 1950ء میں لکھا۔ ” خدا تعالیٰ کے انتہائی فضل و کرم اور اس کی بخشی ہوئی توفیق کے ساتھ آپ نے میرے قائمقام نگران اور نگران کے ایام میں میرے ساتھ مسلسل دو سال کیم اپریل 1948 تا 31 مارچ 1950 درویشانہ زندگی بسر کر کے جس تعاون اخوت اور اخلاص کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے اس کیلئے میں آپ کا شکر گذار ہوں اور میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اور بارگاہ ایزدی میں ملتجی ہوں کہ رب العزت آپ کی اس قربانی کو قبول فرماوے اور آپ کو احمدیت کیلئے بیش از بیش خدمات کی توفیق بخشے“۔

آپ نے درویشی کا سارا عرصہ نہایت صبر و شکر اور سادگی سے گذارا اور جو کام بھی آپ کے سپرد ہوا خندہ پیشانی سے سرانجام دیا۔ فروری 1954 میں آپ کی شادی مکرمہ انیسہ خاتون صاحبہ بنت مکرم سلیم احمد صاحب آف امروہہ سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نعمت اولاد سے نوازا۔ آپ کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ سب بچے شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔ آپ کے بچوں میں سے مکرم بشارت احمد صاحب احمدیہ مرکزیہ لائبریری میں خدمت بجالا رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے مکرم اشرف احمد صاحب دفتر نظامت جائداد میں خدمت بجالا رہے ہیں جبکہ بڑے بیٹے ذاتی کام کرتے ہیں۔ آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے آپ بلند آواز اور خوش الحان تھے اور عموماً حضرت مصلح موعودؓ کی ”ہے دست قبلہ نما۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ“ نظم پڑھتے جس سے سامعین پر خاص اثر ہوتا۔ اسی طرح جس تقریب میں شامل ہوتے۔ اَھْلًا وَ سَھْلًا وَ مَرْحَبًا بلند آواز سے کہہ کر کے حاضرین کو اطلاع دیتے۔ اسی طرح دعا شروع ہونے پر بلند آواز سے کہتے ”دعا شروع ہے۔“

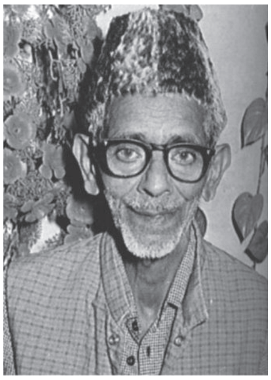
خاکسار کی دادی جان محترمہ حسین بی بی صاحبہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی مکرمہ بی بی قیوم صاحبہ ہمشیرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی رضائی والدہ تھیں۔ محترم والد صاحب کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خصوصی عشق تھا۔ جولائی 2005ء میں قادیان کے درویشان کے نمائندگان کے طور پر جلسہ سالانہ برطانیہ میں شامل ہوئے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اسی طرح قادیان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بھی سٹیج پر بیٹھ کر تینوں دن جلسہ سنا اور سیدنا حضور انور ایدہ اللہ سے ملاقات اور مصافحہ کا شرف حاصل ہوا حضور سے مل کر آپ کو نہایت خوشی اور اطمینان حاصل ہوا۔

جلسہ سالانہ 2005 کے بعد ایک مہمان کو ایک مکان دکھانے کیلئے اسٹیشن تک چل کر گئے واپسی پر گر کر گھٹنے پر چوٹ لگ گئی جس سے چلنا مشکل ہوگیا حضور انور سے ملاقات کے دوران اپنی اس تکلیف کا اظہار کیا تو حضور نے فرمایا انشاء اللہ آپ ٹھیک ہوجائیں گے چنانچہ دوسرے دن آپ کی یہ تکلیف دور ہوگئی اور چلنے پھرنے کے قابل ہوگئے لیکن سردی لگ جانے سے طبیعت نہ سنبھل سکی اور مختصر سی علالت کے بعد 19 جنوری 2006ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ 20 جنوری کو صبح 10 بجے جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد قطعہ درویشان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

86 محترم ملک محمد بشیر صاحب درویش

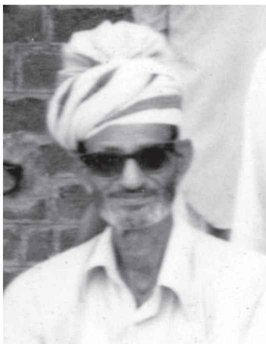
(مکرم بدر الدین صاحب عامل بھٹہ درویش)



نفیس طبیعت، نفیس لباس، بات چیت میں رکھ رکھاؤ گفتگو میں عمدگی۔ یہ تھے ملک محمد بشیر صاحب تعلیم مڈل تک تھی ہینڈ رائیٹنگ بہت اچھی تھی ملٹری میں بھی کلریکل سٹاف میں تھے اور ملٹری میں ہی رومن اردو میں میٹرک کے برابر کا امتحان پاس کیا ہوا تھا جنگ بند ہوجانے پر آپ بھی چھان میں آکر فارغ کر دیئے گئے تھے اور 1946ء کے آخر میں گھر واپس آگئے تھے پھر یہ معلوم ہونے پر کہ قادیان میں خدام کی ضرورت ہے۔ قادیان آگئے اور قادیان میں حلقہ ناصر آباد کے خدام میں شامل ہو کر خدمات بجالانے لگے۔ 1948ء میں جب چار حلقوں کی صورت میں خدام کا نظام مقرر ہوا تو آپ صدر حلقہ ناصر آباد کے دفتر میں بطور کلرک مقرر ہوئے ان دنوں حلقہ جات کے خدام کے ماہوار الاؤنس کے بل بنانا لنگر خانہ سے کھانا حاصل کرنے کی پرچیاں جاری کرنا اور پھر ان کے ماہانہ الاؤنس میں سے کھانے اور چندہ جات وضع کر کے داخل کرانا حلقہ جات کے نگران صاحبان کے ذمہ ہوتا تھا۔ حلقہ ناصر آباد کے خدام کو کچھ گذارہ بھی ملتا تھا اور اس گزارہ میں سے ماہوار کچھ رقم ان کے بیوی بچوں کو بھی بھجوائی جاتی تھی اسلئے حلقہ ناصر آباد کے کلرک کیلئے کافی کام ہوتا تھا۔ ملک صاحب کئی سال تک یہ کام کرتے رہے۔

جب صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کی تنظیم نو ہوئی تو اس وقت مکرم ملک محمد بشیر صاحب کو دفتر بیت المال میں بطور کلرک خدمت کا موقع ملا۔ آپ کئی سال تک دفتر بیت المال میں بطور کلرک خدمت کرتے رہے۔ جب صدر انجمن احمدیہ نے درویشان میں یہ تحریک کی کہ جو اپنا کاروبار کر کے اپنا بوجھ صدر انجمن کے بجٹ سے کم کر سکتے ہیں وہ فارغ ہو جائیں۔ ملک صاحب بھی فارغ ہو گئے اور بٹالہ جا کر نکل پلیٹنگ کا کام سیکھا اور احمدیہ چوک میں نکل پلیٹنگ کی دکان کھولی۔ درویشی میں آنے سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی مگر یہ شادی کامیاب نہیں ہوسکی اور علیحدگی ہو گئی تھی۔ آپ کی دوسری شادی بھدرواہ میں ہوئی اور یہ شادی کامیاب اور بابرکت ثابت ہوئی اس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو لڑکیاں اور تین لڑکے عطا کئے یہ سب شادی شدہ اور برسر روزگار اور قادیان میں ہی ہیں۔

آپ کو شدید کھانسی کا عارضہ اکثر ہو جایا کرتا تھا ماہ جنوری 1994 میں جبکہ شدید سردی کا موسم تھا آپ پر کھانسی کا حملہ ہوا جس سے چھاتی میں جکڑن کا احساس شدید ہو گیا احمدیہ شفاخانہ کے علاج کے علاوہ بھاٹیہ ہسپتال میں بھی چند روز داخل کرایا گیا۔ مگر فائدہ نہیں ہوا کمزوری بڑھتی چلی گئی اور اسی جان لیوا حملہ کے دوران مورخہ 26 جنوری 1994ء کو اس بیماری میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین آپ کے بچوں میں سے مکرم ملک منیر احمد صاحب اُستاد تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان ہیں اور مکرم نصیر احمد صاحب دفتر جائداد میں خدمت بجالا رہے ہیں اور مکرم اکبر احمد صاحب اپنا ذاتی کاروبار کر رہے ہیں۔



87 محترم فضل الٰہی خان صاحب درویش

محترم فضل الٰہی خان صاحب محترم حکیم کرم الٰہی خان صاحب کے فرزند تھے۔ آپ کی پیدائش 1908ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں حاصل کی۔ قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ایک عرصہ تک آپ کو حضرت امّ طاہر صاحبہؓ کی نگرانی میں رہنے کا موقعہ ملا۔ آپ بہت نڈر اور حوصلہ مند تھے۔ 1947ء کے پر آشوب دور میں جماعت کی اہم خدمات کا موقعہ ملا۔ 1947ء کے فسادات کے دوران میں انہوں نے نظارت امور عامہ میں خدمات سرانجام دیں اور اخلاص اور جوانمردی سے کام کرتے رہے اور باہر بکثرت سفروں کی وجہ سے غیر مسلموں میں خاص طور سے متعارف ہیں۔ آپ مختار عام صدر انجمن احمدیہ قادیان، نائب ناظر امور عامہ و ممبر تحریک جدید کے عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کی پیدائش ریاست قلات کے علاقہ میں ہوئی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی وفات پر اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا: ”مرحوم بہت نیک دل مخلص انسان تھے بڑی وفا کے ساتھ زندگی گزاری اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین۔“ آپ کی وفات 8 ستمبر 1997ء کو بعمر 85 سال ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کی شادی محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جن سے چھ بچے ہیں۔ (ادارہ)

88 محترم محمد سلیمان صاحب درویش

(مکرم محمد لقمان دہلوی صاحب کارکن نظارت بیت المال خرچ)



خاکسار کے والد محترم محمد سلیمان صاحب دہلوی درویش دہلی کے علاقہ سرسپور بادلی (نئی دہلی) کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش 1927 کو ہوئی۔ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب دہلوی کی تبلیغ کے نتیجہ میں آپ نے اپنے خاندان کے ساتھ 1938 کو دہلی کانفرنس کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد چودھری رسول بخش صاحب 54 گاؤں کے چودھری تھے، احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کے خاندان کو بہت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے بڑے بیٹے مولوی نور محمد صاحب ایڈوکیٹ ہائی کورٹ تقسیم ملک سے قبل قادیان میں مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ رحمت بی بی صاحبہ جو بہت ہی دُعاگو تہجد گزار تھیں، دہلی میں حضرت مصلح موعودؓ سے بیعت و ملاقات کے بعد وہ آپ سے بہت متاثر تھیں۔ انہوں نے اپنا سب سے چھوٹا بیٹا جو انہیں بہت ہی عزیز تھا اسے تقسیم ملک سے 2 سال قبل قادیان میں خالص دینی ماحول میں رہنے کیلئے قادیان بھیج دیا تھا۔ محترم محمد سلیمان صاحب دہلوی اپنے ساتھ اپنے چچازاد بھائی محترم قمرالدین صاحب دہلوی کو بھی قادیان لے آئے۔ آپ زیادہ وقت حضرت مصلح موعود کی قربت میں گزارنے کی کوشش کرتے، ذریعہ معاش کیلئے محنت مزدوری کرتے۔ انکے قادیان آنے کے چند ماہ بعد ہی فسادات شدت اختیار کر گئے اور آمد و رفت کا سلسلہ بھی مسدود ہو گیا۔ اسی عرصہ میں ملک تقسیم ہو گیا۔ آپ کو اپنے خاندان کے افراد کی خیریت کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی درویشی کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کیا اور 313 درویشانِ قادیان میں شمار ہوئے۔

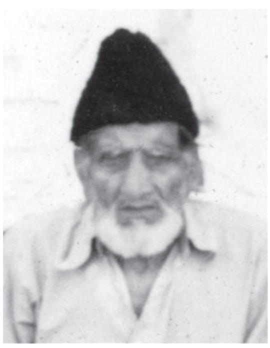
1948 کے جلسہ سالانہ پر ہندوستان سے 50 افراد کا قافلہ جلسہ سالانہ میں شرکت کیلئے پولیس کی نگرانی میں آیا، اس قافلہ میں قمرالدین صاحب کے والد صاحب بھی آئے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ان کا تمام کنبہ تمام خاندانی جائیداد چھوڑ کر دہلی سے ہجرت کر کے پاکستان جا چکا ہے۔ آپ نے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی تھی۔ 16 نومبر 1947 سے آپ کا 5 روپے ماہانہ الاؤنس و کھانا لنگر خانہ سے جاری ہوا۔ صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے 1954 کو درویشان کو تحریک کی گئی کہ جو درویش اپنا خود کما کر گزارہ کر سکتے ہوں وہ انجمن پر بوجھ نہ بنیں۔ اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپ دہلی چلے گئے اور وہاں ماربل اور چپس کا کام سیکھا اور 8 سال تک اپنا خود کا گزارہ کیا اور باقاعدگی سے چندوں کی ادائیگی کرتے رہے۔ بہشتی مقبرہ میں آج بھی موجود خوبصورت رنگین فوارہ، بینچ گملے آپ کی یادگار ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ نے اپنی مالی حالت درست ہونے پر 8 سال بعد آپ کو قادیان بلالیا۔ آپ دہلی میں تمام کام کاج چھوڑ کر 1962 کو قادیان آ گئے۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں بطور محرر کام کرتے رہے۔ ملازمت کے بعد فارغ وقت میں کئی محنت کش کاموں کے علاوہ کاشت کا کام کرتے تھے۔ آپ نے صدر انجمن احمدیہ کی کئی بنجر زمینیں ٹھیکہ پر لیکر انہیں کاشت کے قابل بنایا۔ بہت محنتی و سادہ، صاف گو، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خوش مزاج، تبلیغ کا بے انتہا جوش رکھنے والے تھے۔ ہر کسی شخص سے ہمدردی انکی زندگی کا معمول تھا۔ ہمیشہ یہی نصیحت کرتے تھے کہ کسی بھی محنت کے کام کو چھوٹا نہ سمجھا جائے۔

آپ کی شادی صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کے گھر میں رہ رہیں بشیر النساء صاحبہ دختر سیٹھ محمد علی صاحب آف حیدر آباد کے ساتھ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ مکرم محمد نعمان دہلوی اور خاکسار محمد لقمان دہلوی اللہ تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ میں خدمت بجالا رہے ہیں۔ آپ نے 68 سال کی عمر پائی۔ آپ کی وفات یکم اپریل 1994 کو ہوئی۔ آپ کا نمازِ جنازہ، جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں پڑھایا گیا اور بہشتی مقبرہ کی مقدس زمین میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

89 محترم فضل الرحمن صاحب درویش

(مکرم برہان احمد ظفرؔ صاحب۔قادیان)



خاکسار کے والد محترم فضل الرحمن صاحب درویش حضرت میاں روشن دین صاحب کے بیٹے تھے۔خاکسار کے دادا کو 1904 میں بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کا تعلق پٹھانوں کی قوم دُرانی سے ہے۔آپ کا آبائی گاؤں منگولے ضلع سیالکوٹ تھا۔مکرم فضل الدین صاحب درویش آپ کے بڑے بیٹے تھے جو 1902 میں پیدا ہوئے۔خاکسار کے دادا نے منگولے سے ہجرت کر کے قادیان محلہ دارالرحمت میں مکان تعمیر کیا۔پیشہ کے لحاظ سے یہ تجارتی خاندان تھا۔
آپ کی شادی محترمہ ریشم بی بی صاحبہ سے ہوئی۔قدرت خداوندی کہ بچہ پیدا ہوتا تو فوت ہو جاتا۔چار لڑکے یوں ہی وفات پا گئے۔پانچویں بچے کی پیدائش پر اس کا نام عطاالرحمن رکھا گیا کہ شاید اس نام کی برکت ہی سے بچ جائے۔والد صاحب بتاتے تھے کہ ابھی بچہ دو ماہ کا ہی تھا کہ بچے کی والدہ وفات پا گئیں۔تجہیز و تدفین کی تیاری ہو رہی تھی کہ مردہ زندہ ہو گیا۔سب حیران ہوئے ریشم بی بی (دادی صاحبہ) نے بتایا کہ فرشتے مجھے لیکر خدا کے حضور حاضر ہوئے تو میں نے خدا سے عرض کیا کہ اے خدا تو نے مجھے اولاد دی اور واپس لے لی میں نے کوئی شکوہ نہیں کیا اور اب بچہ چھوٹا ہے تو تو نے مجھے بلا لیا اتنی تو مہلت دے کہ بچہ بڑا ہو جائے۔تو اللہ تعالیٰ نے میری بات سن کر کہا ٹھیک ہے ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے۔تو فرشتوں نے مجھے چھوڑ دیا۔والد صاحب بتاتے تھے کہ ریشم بی بی نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی۔صحت کے ساتھ ہی بیعت کر لی۔جب ایک سال پورا ہوا تو ریشم بی بی صاحبہ اس جہاں سے رخصت ہو گئیں۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔

خاکسار کے والد پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن حساب کتاب کے بڑے پکے تھے۔جب قادیان نے ترقی کی اور بہت سے کارخانے بھی کھل گئے تو اس میں ایک خارخانہ ہوزری کا بھی ہوا کرتا تھا آپ اس میں کام کرنے لگے اس دوران آپ کی دوسری شادی ہماری والدہ محترمہ اللہ رکھی صاحبہ سے ہوئی جن کی محترمہ بی بی قیوم صاحبہ مرحومہ دودھ بہن بھی تھیں جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سگی بہن اور حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقسیم ملک سے قبل قادیان میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔اس وقت ہمارے چچا مکرم عبد الرحمن صاحب دیہاتی مبلغین کلاس میں پڑھا کرتے تھے۔ہندوستان کے حالات بدل رہے تھے تو ایک مرتبہ قادیان سے ہجرت کرنے کا تذکرہ بھی ہوا۔چچا نے گھر میں آکر اس بات کا ذکر کیا یہ تین بھائی تھے یہ طے پایا کہ جب مرکز کی حفاظت کا سوال پیدا ہو تو ہم تین بھائیوں میں سے ایک کو قادیان میں رہنا چاہیئے۔یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہمارے والد صاحب کو اس کیلئے چن لیا۔اللہ کے فضل سے ہمارے خاندان کے سب سے زیادہ افراد مرکز قادیان کی حفاظت کیلئے رُکے اور درویشی کی سعادت پائی۔اس میں خاکسار کے نانا بابو نور احمد صاحب باورچی۔ماموں مکرم نذیر احمد صاحب ٹیلر۔خاکسار کی والدہ کے چچا زاد بھائی محمد عبد اللہ صاحب نانبائی، مکرم محمد شریف صاحب درانی رشتہ میں میرے بھائی ہیں۔ان پانچوں کو درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

خاکسار کے والد نہایت درجہ سادہ تھے ہم نے آپ کو کبھی فارغ نہیں دیکھا۔آپ کسی کام میں عار محسوس نہ کرتے تھے۔بھینسیں بھی پالیں، تجارت بھی کی، آم کے باغات لئے۔مٹی کے برتن بنائے۔جب آپ جماعتی خدمت سے ریٹائر ہوئے اس وقت آپ کو بہت پریشانی ہوئی آپ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے پاس گئے اور رو کر کہنے لگے کہ مجھے آپ چاہے کچھ اُجرت نہ دیں لیکن جماعتی کام سے منع نہ کریں۔اس پر آپ کی ڈیوٹی دوبارہ لجنہ کے دفتر کی ڈاک لانے میں لگا دی گئی اور اس ڈیوٹی کو آپ آخری سانس تک کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ جو سبھی سلسلہ کے خادم ہیں۔چھوٹی بیٹی اس وقت صدر لجنہ دہلی اور بڑی بیٹی کو خصوصاً خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت کی سعادت مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔آپ کی وفات 12/ستمبر 1985 کو ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

90 محترم قریشی محمد شفیع عابد صاحب درویش

(مکرم قریشی محمد فضل اللہ صاحب۔ نائب ناظر نشر و اشاعت قادیان)



میرے والد مکرم قریشی محمد شفیع عابد صاحب میاں اللہ رکھا و مکرمہ ایمنہ بی بی کے ہاں 1925 میں کتھو ننگل ضلع امرتسر پنجاب انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا محترم منشی مہر دین صاحب پٹواری کولیاں ملتان حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی مینارۃ المسیح کی تعمیر کے سلسلہ میں چندہ کی تحریک پر آپ نے 100روپئے چندہ دیا اور حسب فرمان حضرت مسیح موعودؑ آپ کا نام مینارۃ المسیح پر فہرست چندہ دہندگان کی فہرست میں 108نمبر پر درج کیا گیا ہے۔ آپ کا آبائی گاؤں دھرم کوٹ رندھاوا ہے آپ صدیقی قریشی ہیں، آپ کے والد محترم کے والدین بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے خاندان کے تمام افراد غیر احمدی تھے۔ آپ کے والد صاحب کو ان کی پھوپھی محترمہ زینب بیگم اہلیہ حضرت منشی مہر دین رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ والد صاحب کی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کی والدہ وفات پا گئیں۔ اور خالہ مبارکہ بیگم صاحبہ نے ہی آپ کی پرورش کی۔ بچپن نہایت غربت اور محنت میں گذرا اور نہم کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ آپ کی شادی 1945میں آپ کے ماموں چوہدری عبید اللہ صاحب کی بیٹی مریم صدیقہ صاحبہ سے ہوئی۔ ستمبر 1945میں مستقل طور پر آپ قادیان آ گئے اور نائب محرر کے طور پر صدر انجمن احمدیہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ 1946میں آپ نظام وصیت میں شامل ہوئے اور حضرت مصلح موعودؓ کے ایک پیغام کی تعمیل میں یکم مئی 1961سے وصیت کی شرح میں اضافہ کر کے 1\8 حصہ کی وصیت کر دی۔ یہ بات آپ کی وفات کے بعد آپ کے وصیت کے کاغذات سے پتہ چلی۔ آپ ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور اول وقت میں اس کی ادائیگی کرتے۔ آپ صدقہ وخیرات بھی کثرت سے کرتے تھے۔ یکم مئی 1947میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر دیہاتی مبلغین کلاس 3 میں داخلہ لے لیا اور زندگی وقف کر دی۔ اسی دوران تقسیم ملک کا سانحہ ہوا اور حضرت مصلح موعودؓ نے مقامات مقدسہ کی حفاظت کی تحریک فرمائی تو آپ نے بھی اس پر لبیک کہا اور ابتدائی درویشان میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔

حالات کی خرابی کی وجہ سے اہلیہ کو پاکستان بھجوا دیا جو حالات نارمل ہونے پر 1952میں واپس تشریف لائیں۔ ابتدائے پارٹیشن میں پڑھائی کے ساتھ مختلف حفاظتی ڈیوٹیاں بھی سرانجام دیں۔ 1949میں ہندوستان کے مختلف مقامات میں جماعتوں کے قیام اور استحکام کے لئے جو 12دیہاتی مبلغین کا قافلہ گیا اس میں آپ بھی شامل تھے۔ آپ کی ڈیوٹی امر گنڈہ کرناٹک میں لگی۔ تین سال یہ ڈیوٹی سرانجام دی 1952میں آپ کو قادیان بلا لیا گیا اور ریٹائرمنٹ تک مختلف دفاتر میں نمایاں رنگ میں خدمت کا موقعہ ملا۔ لمبا عرصہ انسپکٹر تحریک جدید، آڈیٹر رہے۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ کی مصروفیات کے پیش نظر آپ کی شدید خواہش تھی کہ اگر موقعہ ملے تو ان کے ساتھ تعاون کروں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش پوری فرمائی اور آپ نائب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے اور دس سال سے زیادہ عرصہ یہ خدمت انجام دینے کا موقعہ ملا۔ آپ حسابات اور قواعد صدر انجمن احمدیہ کے ماہر تھے اور اس سلسلہ میں ہر ایک سے تعاون فرماتے اور دفتری اوقات کے علاوہ بھی بہت سا وقت دفتر میں ہی گزارتے اور سلسلہ کے کام کرتے رہتے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر یکم مارچ 1958 کو انجمن وقف جدید کا قیام ہندوستان میں کیا گیا اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب انچارج وقف جدید مقرر ہوئے تو دفتر کا ابتدائی کام چلانے کے لئے آپ کی نگرانی میں محترم والد صاحب اور مکرم قاضی شاد بخت صاحب نے کام شروع کیا۔

آپ کو خلافت احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بہت محبت تھی اور اس کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے۔ نظام جماعت سے وفا اور فدائیت کا تعلق تھا۔ آپ نے تحریک جدید کے مطالبات کے مطابق نہایت سادگی سے زندگی بسر کی اور یہ خوبی اپنے بچوں میں بھی پیدا کی۔ بچوں کی تعلیم اور خاص طور پر تربیت کا بہت خیال رہتا تھا۔ جھوٹ کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے بچپن میں ہمیں نمازوں میں ساتھ لے جاتے اور اگر کسی وجہ سے خود نہ جاسکتے تو ہمیں بھجواتے اور نگرانی کرتے کہ ہم نے نماز پڑھی ہے کہ نہیں اسی طرح جماعتی اجلاسات اور تقاریب میں بھجوا کر بھی نگرانی کرتے بعض اوقات کارروائی کا خلاصہ بھی پوچھتے اور ہر طرح تربیت کا خیال رکھتے اور نگرانی کرتے۔ نماز تہجد اور صبح تلاوت کی پابندی کرتے تھے۔ نمازوں کے اس قدر پابند تھے کہ ایک بار جب شدید بیماری کی وجہ سے قومہ میں چلے گئے اور ذرہ سی ہوش آئی تو آپ نے تیمم کر کے نماز شروع کر دی۔

مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔خادمین سلسلہ اور مبلغین کا بہت احترام کرتے۔ اپنے بچوں کو بھی خدمت سلسلہ کے لئے وقف کیا اور خدمت سلسلہ کرنے والوں سے ہی اپنی بچیوں کی شادیاں کیں۔آپ اپنے بچوں کو بزرگان سلسلہ سے ملاتے اور ان کو دعا کے لئے کہتے۔جب حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان رضی اللہ عنہ قادیان تشریف لائے تو والد صاحب خاص طور پر خاکسار کو اپنے ساتھ مسجد مبارک میں نماز کے لئے لے کر گئے اور اس بزرگ شخصیت سے ملاقات کروائی۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا عطا فرمائے۔

آپ نہایت عالی ہمت اور حوصلہ کے مالک تھے صبر اور توکل آپ کی اعلیٰ صفات تھیں۔وقف بعد ریٹائر منٹ کے لئے بھی آپ نے وقف کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اسے منظور فرماتے ہوئے محترم ناظر اعلیٰ صاحب سے فرمایا کہ ''یہ صاحبِ تجربہ ہیں ان سے کام لیں''۔چنانچہ آپ کو نائب محاسب مقرر کیا گیا۔

ذیلی تنظیموں، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے ساتھ نہایت تعاون فرماتے ان کی طرف سے آپ کو خوشنودی کے سرٹیفکیٹ بھی ملے۔

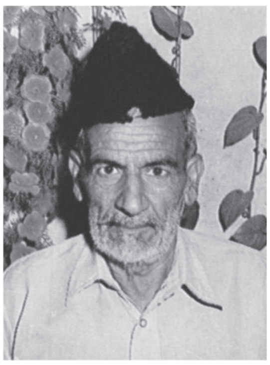
جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات ہوئی اور آپ کو بتایا گیا تو شدید غم کے باعث رو پڑے اسوقت ضعف پیری کے باعث آپ کی ذہنی حالت بھی کافی کمزور ہو چکی تھی اور جب آپ کو کھانا کھانے کے لئے کہا گیا تو انکار کرتے ہوئے بولے کہ حضور کی وفات ہوگئی ہے اور میں کھانا کھاؤں؟ بہر حال سمجھا کر کھانا کھلایا گیا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ سے بھی شدید محبت تھی ایم۔ٹی۔اے اور حضور کی تصویر دیکھنے سے حضور کا نام یاد ہو گیا تھا۔جبکہ بیماری کی وجہ سے سب کچھ بھول چکے تھے۔حتیٰ کہ اپنے بچوں کے نام بھی بھول چکے تھے۔

2005 میں حضور انور ایدہ اللہ جب قادیان تشریف لائے تو حضور سے ملاقات کی سعادت بھی ملی اور جب حضور ہمارے گھر تشریف لائے تو آپ کی خوشی قابل دید تھی آپ کو چار خلفاء کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔اپنی اولاد کے دل میں بھی خلافت کی محبت اور احترام پیدا کیا۔دوسروں کی ہمدردی، سلسلہ احمدیہ سے وفا، اخلاص اور شکر گزاری آپ کا نمایاں وصف تھا۔ہمیشہ توکل، صبر شکر کا نمونہ دکھایا اور اس کی تلقین کی۔طبیعت میں مزاح بھی بہت تھا اور ہر ایک سے مذاق کر لیتے۔کسی کام کو عار نہ سمجھتے، نہایت تنگی کے دور بھی آئے جس میں آپ نے ہر قسم کی محنت و مشقت کی۔تمام عزیز و رشتہ دار تقسیم ملک کے وقت پاکستان چلے گئے تھے۔ان سے جدائی کا احساس تو بہت تھا لیکن ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہے۔

26 مئی 2006 کو رات ساڑھے گیارہ بجے کے بعد آپ پر نزع کی حالت طاری ہوئی اور ساڑھے بارہ بجے جبکہ 27 مئی کی تاریخ شروع ہو چکی تھی آپ کی روح پرواز کر گئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔اللہ تعالیٰ آپ پر بیشمار رحمتیں نازل فرمائے اور اپنے قرب خاص اور رضا کی جنتوں میں جگہ دے اور ہمیں آپ کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔آپ کے دوسرے بیٹے مکرم محمد رحمۃ اللہ صاحب دفتر بدر میں خدمت بجالا رہے ہیں اور 5 بیٹیاں مکرمہ صفیہ نصرت صاحبہ، مکرمہ حمیدہ نصرت صاحبہ مرحومہ، مکرمہ مجیدہ نصرت صاحبہ، مکرمہ بشریٰ نصرت صاحبہ، مکرمہ مبارکہ نصرت صاحبہ ہیں۔آپ کی اہلیہ ضعیف العمر اور کمزور ہیں اللہ تعالیٰ انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

91 محترم چودھری سکندر خان صاحب درویش

(مکرم انس احمد خان صاحب۔لندن)



خاکسار کے والد محترم چودھری سکندر خان صاحب درویش ستمبر 1947ء میں کھاریاں ضلع گجرات سے قادیان آکر درویشان میں شامل ہوئے۔یہاں بطور صدر حلقہ مبارک، خزانچی دفتر محاسب، دفتر بیت المال آمد و جائداد میں خدمت کی توفیق پائی۔اس دوران بحیثیت سیکرٹری مال اور سیکرٹری امور عامہ، سیکرٹری تحریک جدید کی کامیاب خدمات آپ نے سرانجام دیں۔ریٹائر ہونے کے بعد بھی طوعی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

53 سال مرکز احمدیت میں پورے اخلاص سے خدمات بجالاتے ہوئے مورخہ 10 ستمبر 2000ء کو وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔آپ زمینوں کی پیمائش کے ماہر تھے۔ جماعت کی زمینوں کی پیمائش اکثر آپ کیا کرتے تھے۔آپ نماز روزہ کے انتہائی پابند تھے۔جماعتی خدمات جو بھی آپ کے سپرد کی جاتی تھیں وہ بخوشی ادا کرتے تھے۔ہم دو بھائی مکرم رفیع احمد صاحب قادیان اور خاکسار انس احمد ساکن لندن ہیں۔اللہ تعالیٰ والد صاحب کو غریق رحمت کرے۔

92 محترم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب درویش

(مکرم عبد الباسط بقاپوری صاحب۔ کینیڈا)



شمع احمدیت کے وہ پروانے جنہوں نے اپنی زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دی اور تقسیم ملک کے خطرناک طوفان کے وقت چٹان کی طرح مرکز سلسلہ میں خدمت پر مامور رہے ان میں سے ایک نہایت قابل قدر وجود مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب درویش کا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بہترین مدرس، منتظم اور بہترین صحافی کے طور پر اگر کسی کا ذکر کرنا ہو تو ایسے لوگوں میں محترم مولانا حفیظ بقاپوری صاحب کا نام نامی شامل ہوگا۔ آپ ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں (حال پاکستان) بمقام بقاپور 14 اگست 1920ء کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب بقاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند تھے۔ آپ مشہور و معروف صحابی حضرت مولوی محمد ابراہیم بقاپوری صاحب کے بھتیجے تھے۔

آپ کی عمر 3 سال کی تھی کہ آپ کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کی آخری وصیت کے مطابق آپ 10 سال کی عمر میں زندگی وقف کر کے قادیان آ گئے اور یہاں ہی آپ کی دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔ 1939 میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعدہ آپنے ایف اے اور مبلغین کا کورس بھی پاس کیا۔ آپ 1940ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں استاد مقرر ہوئے جبکہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب ؓ ہیڈ ماسٹر تھے۔ حضرت میر صاحب کی آپ پر خاص شفقت تھی۔ آپ کو بورڈنگ کی ٹیوٹری اور دیگر ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ 20 فروری 1944ء کو جو عظیم الشان تاریخی جلسہ ہوا اس میں آپ کو مرکز کی طرف سے حاضرین کے طعام اور قیام کے انتظامات کیلئے ہوشیارپور بھجوایا گیا۔ ان انتظامات پر حضرت مصلح موعود ؓ نے اظہار خوشنودی فرمایا۔ آپ کو حضرت مصلح موعود ؓ کے ساتھ ڈلہوزی اور دیگر کئی سفروں میں جانے کا موقعہ ملا۔

آپ کی شادی محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت چوہدری مولا بخش صاحب ؓ نمبردار چک نمبر 35 جنوبی سرگودھا صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہوئی۔ جس سے آپ کی پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے مکرم ڈاکٹر عبد الرشید بدر صاحب ایم ایس سرجن نور ہسپتال قادیان اور خاکسار عبد الباسط مقیم امریکہ ہیں۔

آپ کی خدمات: تقسیم ملک کے بعد آپ کو متفرق عہدوں پر خدمات کی توفیق نصیب ہوئی۔ آپ معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ، آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ ساتھ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان بھی رہے۔ 30 سال سے زائد عرصہ آپ کو نائب افسر جلسہ سالانہ قادیان کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے علاوہ 25 سال سے زائد عرصہ تک آپ کو اخبار بدر کی کامیاب ادارت کی توفیق نصیب ہوئی آپنے محنت سے اخبار بدر کا علمی معیار بلند کیا۔ آپ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان اور قضا بورڈ کا ممبر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ اور حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب ؓ اور مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری کی آپ پر خاص شفقت تھی اور آپ کے مضامین پسند فرماتے تھے اور دوسری طرف مولانا محمد عثمان فارقلیط ایڈیٹر روزنامہ الجمیعۃ دہلی اور مولانا عبد الماجد دریابادی ایڈیٹر صدق جدید لکھنو جیسے نامور صحافی بھی آپ کے ادارتی نوٹس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ جید عالم تھے صرف و نحو پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ اسی طرح تفسیر القران کا ملکہ آپ کو خدا تعالیٰ نے عنایت فرمایا تھا۔

آپنے حضرت میر محمد اسحاق صاحب ؓ کی تحریک پر صرف و نحو کی دو کتابیں "کتاب الصرف" اور "کتاب النحو" تحریر کیں جو آج تک جامعہ احمدیہ قادیان کے نصاب میں شامل ہیں۔ سالہا سال تک آپ کو رمضان المبارک میں درس کی توفیق نصیب ہوئی۔ دور درویشی میں 25 سال تک مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں امامت کے فرائض سرانجام دئے۔ آپ ایک بہترین مقرر بھی تھے اور تقریر کا ایک غیر معمولی ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سب کچھ آپ نے اپنے محسن استاد حضرت میر محمد اسحاق صاحب ؓ سے حاصل کیا تھا۔ آپ کو سالہا سال تک جلسہ سالانہ میں ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کرنے کا موقعہ ملا۔

شفیق استاد: 1965ء میں آپ محترم مولانا ابراہیم فاضل صاحب کے ریٹائر ہونے کے بعد مدرسہ احمدیہ قادیان میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ کا حلقہ تلامیذ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند تک ممتد تھا۔ اور تقسیم ملک کے بعد قادیان کے اکثر فارغ التحصیل مبلغین و معلمین آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کے صاحبزادے بشمول محترم حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور سابق امیر جماعت و

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان، محترم مولانا محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت قادیان، محترم سید میر محمد ناصر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ، مولانا محمد حمید کوثر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان، محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مرحوم مورخ احمدیت، محترم مولانا عبد الحیٔ صاحب ناظر نشر و اشاعت ربوہ، محترم مولانا سلطان محمود صاحب ربوہ اور ہندوستان کے اکثر سینیئر مبلغین آپ کے شاگرد ہیں۔

فضل عمر فاونڈیشن کے تحت انعامی مقالہ میں اول: حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے عہد خلافت میں 1969ء میں فضل عمر فاونڈیشن کے تحت انعامی مقالہ کے مقابلہ میں آپ نے ''معبود حقیقی ہمارا تمہارا خدا'' کے عنوان سے ایک ٹھوس اور مدلل مضمون لکھا اور اول انعام کے مستحق قرار پائے۔

اس کتاب کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ عنہ نے خاکسار کے نام اپنے مکتوب مورخہ 13 اگست 2010ء میں تحریر فرمایا کہ:

'' آپ کے ابا محترم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب کا مقالہ '' معبود حقیقی ہمارا تمہارا خدا'' آپ کی طرف سے کتابی صورت میں ملا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ میں نے جستہ جستہ دیکھا ہے۔ ماشاء اللہ ایک جامع مضمون ہے۔ اللہ کرے کہ یہ کتاب خدا تعالیٰ کے وجود کی حقیقت اور توحید کا فہم و ادراک پڑھنے والوں کے دلوں میں پہلے سے بڑھ کے پیدا کرے۔ آمین۔ خاص طور پر نوجوان نسل کو ایک ایسی جامع کتاب کی ضرورت ہے جو یہ کتاب پوری کرتی ہے۔ اگر اس کا ترجمہ بھی انگریزی میں ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔ اللہ آپ کے ابّا کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کو ان کی نیکیوں کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کامیاب داعی الی اللہ: آپ ایک کامیاب داعی الی اللہ بھی تھے۔ اکثر غیر از جماعت مہمان قادیان زیارت کے لئے آتے تھے آپ ان کے پاس لنگر خانہ میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے۔ دعوت الی اللہ کے تعلق سے سالہا سال تک مولانا صاحب کو حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ہمراہ پنجاب کی جیلوں میں قیدیوں کے پاس حال احوال پوچھنے کی توفیق ملی۔

خلفاء کرام کی خوشنودی: آپ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ خدمت اسلام میں صرف کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں خطبہ جمعہ 9 دسمبر 1967 میں ارشاد فرمایا:

''آپ قادیان میں خدمت دین اور خدمت احمدیت میں چوبیس گھنٹے مصروف ہیں۔'' آپ پابند صوم و صلوۃ، صاحب الہام و کشف و رؤیا بزرگ تھے۔ آخری عمر میں آپ کا بلڈ پریشر بڑھ گیا تھا۔ 5 نومبر 1987ء کو آپ کا بلڈ پریشر اچانک بڑھ گیا اور مقامی طبیب کے آنے سے قبل ہی اس دار فانی سے رحلت کر کے اپنے معبود حقیقی کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور آپ کی وفات پر فرمایا۔ ''مولانا مرحوم ایک مخلص واقف زندگی اور انتھک داعی الی اللہ تھے۔ انہوں نے جماعت کی وفاداری اور سرگرمی سے خدمت کی ہے۔ ان کی شدت سے کمی محسوس کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو دائمی سلامتی بخشے۔ آمین''

93 محترم چودھری سعید احمد صاحب درویش

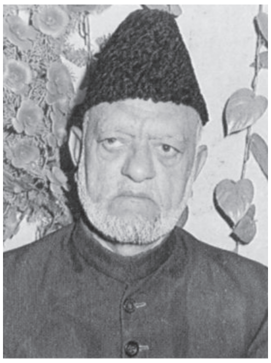


مکرم چودھری سعید احمد صاحب بی اے ولد چودھری فیض احمد صاحب۔ آپ 1922ء کے آخر میں اپنے ننھیال موضع چک 35 جنوبی سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن پوہلا مہاراں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ ہے۔ آپ نے میٹرک دہلی سے پاس کیا اور بی اے آنرز 1945ء میں مرے کالج سیالکوٹ سے پاس کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ آپ نے سرکاری ملازمت کی۔ آپ کے دادا چودھری غلام محمد صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص صحابی اور علاقہ کی جماعتوں کے امیر تھے۔ آپ والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ 17/اگست 1947ء کے پرخطر زمانہ میں اپنے گاؤں سے بچاس میل پیدل مسافت طے کر کے قادیان پہنچے اور یہ خطرناک ایام صبر و سکون اور جرأت سے گزارے اور خدمت دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کی۔ مرکز میں درویشی کے ایام میں آپ بطور نگران درویشان بیرون ممبر صدر انجمن احمدیہ، محاسب، آڈیٹر ناظم جائیداد، ناظم تعمیرات، نائب ناظر بیت المال کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ آپ کی شادی محترمہ طاہرہ سلطانہ صاحبہ لکھنؤ سے ہوئی جن سے سات بچے ہیں۔ آپ کے بچوں میں سے مکرم چودھری مسعود احمد صاحب اور چوہدری منصور احمد صاحب سلسلہ کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے۔ آمین۔ آپ کی وفات 20/جنوری 1991 کو ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ (ادارہ)

94 محترم مولانا منظور احمد گھنو کے.ججہ صاحب درویش

مکرم چوہدری مقبول احمد صاحب۔ جرنلسٹ قادیان



خاکسار کے والد محترم مولانا منظور احمد صاحب کی پیدائیش 17 ستمبر 1925ء بروز جمعرات بمقام صیا تیاں تحصیل کامو کے ضلع گجرانوالہ میں اپنے ننہال میں ہوئی۔ آپ کا اصل وطن گھنو کے ججہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ہے۔آپ کے والد صاحب کا نام محترم ماسٹر یعقوب علی صاحب تھا آپ کا آبائی پیشہ زراعت تھا۔ دادا جان نے والد صاحب کو قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم خود دی اور اسکول میں بھی تعلیم دلوائی۔ آٹھویں پاس کرنے کے بعد آپ کو مزید تعلیم کے حصول کے لئے محترم دادا جان نے جون 1941ء میں قادیان بھیج دیا جہاں آپ مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کو اس دوران بہت سے جیّد صحابہ مثلاً حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ، حضرت محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ ، ڈاکٹر سیّد غلام غوث صاحب رضی اللہ، حضرت ماسٹر عبد الرحمن صاحب، مہر سنگھ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے فیض حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی دوران سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت اور خصوصاً حضور کا پہرہ دینے اور آپ کے پیر دبانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

درویشی کی سعادت:

محترم والد صاحب جولائی 1947ء میں موسمی تعطیلات میں اپنے گھر گئے۔ دس پندرہ دن ہی گزرے تھے کہ فسادات پھوٹ پڑے۔ میرے دادا ماسٹر یعقوب علی صاحب نے والد صاحب کو فرمایا کہ بیٹا اب تمہاری ضرورت قادیان کو ہے اور تمہیں اب قادیان حضور کے ارشاد کی تعمیل میں حفاظت مرکز کے لیے جانا ہے۔ والد صاحب نے اپنے والد صاحب سے عرض کی ٹھیک ہے میں حاضر ہوں۔ آپ اپنے گاؤں سے کچھ دوستوں کے ساتھ قادیان کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں انتہائی نامساعد حالات میں سے گزرتے ہوئے آپ قادیان پہنچے۔ محترم والد صاحب کی ڈیوٹی مکرم مرزا رشید احمد صاحب کے مکان پر پہرہ کی لگی۔ قادیان آکر اپنوں کی یاد وقت کے ساتھ ساتھ مزید تیز ہوگئی ایسے موقعوں پر والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ وہ بیت الدعا میں جاکر خوب اپنے دل کا غبار نکالتے اور رو رو کر اپنے دل کو ہلکا کر لیتے تھے۔

فاضل فی التفسیر کا امتحان:

والد صاحب مرحوم تقسیم ہند سے قبل جامعہ احمدیہ کے درجہ اولی کے طالب علم تھے۔علم کی مزید تڑپ آپ کو بے چین کرتی رہی۔ ابتدائے درویشی میں حالات کے سازگار نہ ہونے کی وجہ سے آپ تعلیم کو مزید جاری نہ رکھ سکے۔ مگر بعد میں آپ نے 1953ء میں لکھنؤ جاکر لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل فی التفسیر کا امتحان پاس کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپکی نظر خراب ہوگئی جسکی وجہ سے آپ سخت پریشان ہو گئے۔ آپ نے اپنا علاج کروایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور صفت شافی کے تحت کافی افاقہ ہو گیا۔ الحمد للہ۔

میدان تبلیغ میں:

محترم والد صاحب مئی 1954ء میں تبلیغ اسلام کے لیے مسکرہ یوپی تعینات تھے۔ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے میدان تبلیغ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائی الحمد للہ۔ آپ کو مسکرہ میں پانچ سال تک رہنے کا موقعہ ملا۔ آپ وہاں کافی سرگرمی کے ساتھ تبلیغ و تربیت کے کاموں میں مصروف رہے۔ اگست 1965ء میں اللہ تعالی کے فضل سے لکھنؤ میں آپ کی شادی ہوئی۔ والد بتایا کرتے تھے کہ شادی ہونے کے بعد میری بیوی نے بھی مشکلات اور مصائب میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ اللہ تعالی انکو جزائے خیر دے۔ محترمہ والدہ صاحبہ نے لکھنؤ میں پرورش پائی تھی اور لکھنؤ جیسے شہر سے مسکرہ جیسے دیہات میں آکر بھی انہوں نے کبھی کوئی شکوہ نہ کیا۔

مسکرہ میں کریم نام کا ایک مخالف تھا جو اکثر والد صاحب کو قتل کرنے کی دھمکیاں دیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے اس قادیانی مبلغ کو نہیں چھوڑنا اور اسکو ختم کر دینا ہے۔ خدا تعالی نے اپنی عجیب قدرت نمائی دکھائی کہ وہ ایک دن گھر بیٹھا ہوا اپنی بندوق کی صفائی کر رہا تھا کہ اچانک بندوق کے اندر جو بارود اور شیشے کے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے ایک دم وہ چلنے لگی اور اسکے دونوں ہاتھ چہرہ اور پورا بدن اس سے چھلنی ہوگیا اور اسکی حالت نازک اور تشویشناک ہوگئی۔ ڈاکٹر نے اسکے ہاتھ کاٹے اور بڑی کوشش کی کہ کسی طرح اسکو موت کے منہ سے بچالیا جائے۔ لیکن وہ شخص بچ نہ سکا۔ اس طرح

خدا تعالیٰ نے اپنے کمزور ناتواں بندے کی لاج رکھی۔مئی 1959ء میں والد صاحب کا تبادلہ امروہہ میں ہوا۔ امروہہ میں والد صاحب مرحوم کو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے پہلی بیٹی عزیزہ سلیمہ شہناز سے نوازا۔

دادجان کا والد صاحب کو سمجھانا:

محترم والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ جب میری بڑی ہمشیرہ کی ولادت ہوئی تو ہمیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور دکھ اٹھانے پڑے۔ ایک مرتبہ میں اپنی مساعی تبلیغی کے سلسلہ میں گھر سے باہر تھا کہ میرے پیچھے ایک شیعہ عورت نے میری اہلیہ خورشیدہ رقیہ کو نہ جانے کیا کھلا دیا کہ جب میں گھر میں آیا تو دیکھا کہ چارپائی قے کے ساتھ بھری پڑی تھی میری بیوی نیم بے ہوشی کے عالم میں تھیں اور کپڑے گندے ہو گئے تھے۔ بچی کے گلے میں چیتھڑے ڈالے ہوئے تھے۔ اور بالوں کو موم لگا کر اکھیڑنے کی کوشش کی گئی تھی اور ناف بھی اکھیڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ چارپائی پر سرخ مرچیں ڈالی ہوئی تھیں۔ اس منظر کو دیکھکر مجھے بے حد پریشانی ہوئی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ میری بیوی دو تین سال تک بیمار رہیں اور مجھے انکا علاج کروانا پڑا۔ والد صاحب بتاتے تھے کہ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو میں نے اپنی بے کسی اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں کیں اور اس ابتلا سے نجات کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر التجا کی۔ یہ وہ واقعہ تھا جس سے میرا دل بہت ڈرا اور میں نے ان تمام مشکلات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ میں اب اپنے وطن واپس چلا جاؤنگا۔ چنانچہ میں نے امروہہ سے اپنے پیارے والد محترم کو خط لکھا کہ ابّا جان اب حالات سخت نازک صورت اختیار کر گئے ہیں۔ میرا یہاں رہنا بہت ہی مشکل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ واپس گھر آ کر کچھ تجارت کروں گا اور کچھ زراعت وغیرہ کرلونگا۔ آپ مجھے واپس آنے کی اجازت دے دیں۔ آپکی بہت بڑی شفقت ہوگی۔ لیکن میرے والد محترم جو ہمیشہ مجھے نورِ چشم راحت جاں اور طول عمر لکھا کرتے تھے میرے اس خط کا جواب انھوں نے اس طرح دیا کہ:۔

''منظور صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

مجھے آپکا خط مل گیا ہے۔ آپ بیشک آجائیں۔ آکر زراعت کریں۔ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور مجھ سے آپکا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ آپ جہاں چاہیں جائیں اور جہاں چاہیں رہیں۔ میرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' والد صاحب کہتے ہیں کہ میرے پاس جب ابّا جان کا یہ خط آیا تو میں سخت پریشان ہو گیا اور میرے لئے دنیا اندھیر ہو گئی۔ ایک باپ جس کا بیٹا ساڑھے چودہ سال سے جدا ہو اور وہ اپنے بیٹے کو اس قسم کا جواب دے یہ صرف احمدیت میں ہی ممکن ہے۔ اس پر والد صاحب نے ان سے معذرت کی اور واپس جانے کا خیال ترک کر دیا۔

دعا گو شخصیت:

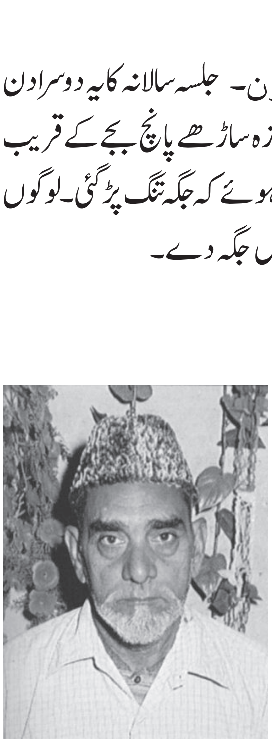
والد صاحب بہت دعا گو انسان تھے۔ آپ اکثر خلیفہ وقت کو اور بزرگوں کو دعا کے لیے کہتے تھے۔ میرے لئے خانہ کعبہ میں صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے دعا کی اور انھوں نے میرے والد صاحب کو وہاں سے آنے کے بعد بتایا کہ خدا تعالے آپکو بیٹے کی نعمت سے نوازے گا اور وہ مقبول ہوگا۔ اسی طرح ایک درویش محترم شریف احمد صاحب گجراتی جو کہ بہت دعا گو شخص تھے نے میرے والد صاحب کو کہا کہ میں نے دعا کی ہے۔ انشااللہ آپکے ہاں بیٹا ہوگا اور وہ مقبول ہوگا۔ اسی طرح میرے والد صاحب نے بھی ایک خواب دیکھی کہ میرے ایک بیٹا ہوا ہے اور وہ سفید گھوڑے پر سوار ہے اور ہاتھ میں اسنے رائفل پکڑی ہے۔ خدا تعالے نے فضل کیا اور میری ولادت ہوئی۔ میرا نام حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح ثالثؒ نے مقبول احمد رکھا۔ بزرگان کی بات اس رنگ میں بھی پوری ہوئی کہ میرا رشتہ پاکستان میں اپنے چچا کی بیٹی سے طے پایا۔ جب شادی ہونے والی تھی اس وقت انڈیا اور پاکستان کے حالات خراب ہو گئے اور بارڈر بند ہو گئے۔ کیونکہ ہندوستان کی پارلیمنٹ پر حملہ ہوا تھا۔ بھارت کا کہنا تھا کہ یہ حملہ سرحد پار بیٹھے دہشت گردوں نے کروایا ہے۔ انہیں دنوں قادیان میں سابقہ ڈپٹی پرائیم منسٹر ایل کے ایڈوانی قادیان آنے والے تھے۔ جسکی کوریج کرنے کے لیے امرتسر سمیت اہم جگہوں سے سرکردہ رپورٹر قادیان پہنچے ہوئے تھے۔ ان رپورٹروں کو پتہ چلا کہ میری شادی ہونے والی تھی پر بارڈر بند ہو جانے کی وجہ سے بیچ میں لٹک گئی ہے تو تمام اخبارات نے جو کہ مختلف زبانوں میں چھپتی ہیں صفحہ اوّل پر خبریں لگا دیں کہ کیسے حالات خراب ہونے کی وجہ سے شادی رک گئی ہے۔ خبریں آئی تھیں کہ دنیا بھر کی میڈیا نے بھی یہ معاملہ اچھالا۔ کافی لمبے عرصہ بعد جب بارڈر کھلے تو پہلی کراس بارڈر میرج میری ہوئی۔ میرا نکاح مسجد مبارک میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے پڑھا اور اس نکاح کی تقریب کو ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار کئی چینلز نے لائیو نشر کیا اور دنیا بھر کے ٹی وی اخبارات نے اس کی کوریج کی اور اوّل صفحہ پر فوٹوز کے ساتھ خبریں نشر کیں۔ اس میں میری کوئی ذاتی خصوصیت نہ تھی بلکہ یہ تمام امور والد صاحب مرحوم اور بزرگان کی دُعاؤں کے طفیل رونما ہوئے۔

احمدیہ مرکزی لائبریری میں تبادلہ:

محترم والد صاحب کا دسمبر 1979ء میں یادگیر سے قادیان میں تبادلہ ہوگیا۔ آپکو اگست 1980ء میں احمدیہ مرکزی لائبریری کا انچارج مقرر کر دیا گیا۔ لائبریری کی حالت بڑی خستہ تھی۔ ابتدا میں آپ اور دیگر کارکنان لائبریری کی صفائی میں ہی لگے رہے۔ پھر کام کی نوعیت کے پیش نظر عملہ میں اضافہ ہوا اور لائبریری کی کچھ ترتیب و تزئین شروع کی گئی۔ لیکن عملہ کی کمی کافی محسوس ہوتی رہی۔ آخر مکرم مظفر احمد صاحب اقبال صاحب کا 1981ء بطور کارکن درجہ اوّل لائبریری میں تقرر ہوا۔ والد صاحب نے بتایا کہ ہم سب کارکنان نے ملکر بڑی محنت اور کوشش و ذوق و شوق سے دن رات کام کر کے لائبریری کو لائبریری کہلانے کے لائق بنایا۔ اس امر کا ذکر محترم شیخ عبد الحمید عاجز صاحب ناظر تعلیم نے اپنی کتاب "کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں" میں کیا ہے۔ الحمد للہ آج مرکزی لائبریری ایک نئی اور وسیع و عریض عمارت میں تمام تر جدید سہولیات کے ساتھ خدمت خلق میں مصروف ہے۔ 16 ستمبر 1985ء کو مرکزی لائبریری سے والد صاحب عہدہ برآ ہوئے۔

آپکی وفات 6 دسمبر 1998ء کو صبح ساڑھے دس پونے گیارہ بجے کے درمیان ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جلسہ سالانہ کا یہ دوسرا دن تھا۔ آپ موصی تھے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب رحمہ اللہ ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے آپ کی نماز جنازہ ساڑھے پانچ بجے کے قریب جنازہ گاہ بہشتی مقبرہ میں پڑھائی۔ جسمیں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ آپکی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شامل ہوئے کہ جگہ تنگ پڑ گئی۔ لوگوں کو پیر رکھنے کی جگہ تک نہیں مل رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ خاکسار کے والد محترم پر اپنا فضل فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

95 محترم حاجی افتخار احمد اشرف صاحب درویش



محترم حاجی افتخار احمد اشرف صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ تقسیم ملک کے وقت حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنے آپ کو درویشانہ زندگی کے لئے پیش کر دیا اور ساری عمر سلسلہ کی خدمت انتہائی لگن اور محنت اور شوق سے کرتے رہے۔ لمبا عرصہ دفتر محاسب میں بطور خزانچی خدمات سرانجام دیں آپ کا حلقہ احباب نہ صرف اپنوں میں تھا بلکہ غیروں کے ساتھ بھی بہت اچھے مراسم تھے ہر دل عزیز ہونے کے سبب سب آپ کو استاد جی کہا کرتے تھے۔ آپ سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اور رقم جمع کر کے رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جماعتی چندوں کو باقاعدگی سے باشرح ادا کرتے۔ 1969ء میں حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ 1/8 حصہ کے موصی تھے۔ حصہ آمد و جائداد نیز کتبہ لگانے تک کا خرچ زندگی میں ہی ادا کر دیا تھا۔ مکرم سیکرٹری صاحب بہشتی مقبرہ کے نام ایک چٹھی میں آپ تحریر کرتے ہیں۔

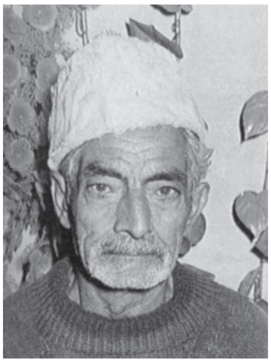
"میری دوسری امانت جو عام چل رہی ہے میرے مرنے کے بعد میرا حصہ جائداد وغیرہ نکال کر جو رقم بچے اس کے چار حصص کر کے ایک حصہ میرا چندہ وقف جدید ادا کر دیا جائے اور باقی تین حصے میری طرف سے میرے تایا اور تائی صاحبہ کی طرف سے چندہ تحریک جدید میں منتقل کر دیئے جائیں۔ یہ دونوں چندہ جات میں نے پیشگی 2000ء تک ادا کر دئے ہوئے ہیں۔ یہ اس کے بعد کے سالوں کیلئے چلتے رہیں گے۔ اگر محترم خلیفہ وقت کی طرف سے کوئی اہم تحریک ہو تو محترم امیر صاحب مقامی کو پورا اختیار ہوگا کہ اگر وہ میری اس رقم کو یا اس کا کچھ حصہ اس تحریک میں کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں میری امانت میں جو رقم میرے مرنے کے بعد ہوگی وہ محض میرے چندہ جات کیلئے ہوگی اس میں کسی کا کسی قسم کا دخل نہیں ہوگا۔"

جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے نشانہ غلیل سیکھنے کی تحریک جاری ہوئی تو آپ نے بے شمار غلیلیں بنائیں اور رعایت کے ساتھ بیچیں جبکہ غربا کو مفت دیں۔ شکار کا بہت شوق تھا۔ ہوشیار پور چلہ کشی والے مقام تک کئی بار سائیکل پر گئے۔ صوم صلوۃ کے پابند خوش دل ہر ایک کے ہمدرد تھے۔ تین چار ماہ سے دل کے عارضہ سے بیمار تھے علاج جاری تھا مگر 19.7.1990 کو سانس رک رک کر چلنے لگی آپ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ مورخہ 19 جولائی 1990ء کو بعمر 74 سال وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ محترم صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

(تلخیص اخبار بدر 2 اگست 1990ء)

96 محترم عزیز احمد منصوری صاحب درویش

(مکرم تنویر احمد صاحب منصوری کارکن دفتر محاسب قادیان)



مکرم عزیز احمد صاحب منصوری ولد منشی عبدالخالق صاحب قادیان۔ آپ کا تعلق حلقہ ناصر آباد خدام سے تھا۔ 1950ء میں جب صدر انجمن احمدیہ نے درویشان میں یہ تحریک کی کہ جو درویش کوئی کاروبار کرکے اپنا گزارہ چلا سکتے ہوں وہ فارغ ہو جائیں۔ حلقہ ناصر آباد درویشان میں سے عزیز احمد صاحب منصوری نے بھی اس پر لبیک کہا۔ اس وقت دس بارہ درویشان کی ایک لمیٹڈ فرم بنا کر گورنمنٹ سے قرضہ حاصل کر کے کھڈیاں لگائی گئی تھیں۔ جو درویش فرم کے ممبر تھے وہ کھڈی پر کپڑا بننے کا کام بھی خود ہی کرتے تھے۔ اس سکیم سے گورنمنٹ کا مقصد یہ تھا کہ نوجوانوں کو روزگار فراہم کیا جائے۔ ان کا بنایا ہوا کپڑا گورنمنٹ خرید لیتی تھی اور اپنے کھدر بھنڈاروں پر فروخت کرتی تھی۔ اب تک یہ سکیم جاری ہے۔ مگر درویشان کی فرم دو سال سے زیادہ نہ چل سکی۔ حالانکہ سرکار کی طرف سے یہ بھی رعایت تھی کہ پانچ سال چلنے کے بعد کھڈیوں کیلئے دیا ہوا قرضہ چوتھا حصہ معاف کر دیا جائے گا۔ فرم فیل ہو جانے کے بعد مکرم منصوری صاحب نے ہمت نہیں ہاری۔ دہلی میں ایک احمدی دوست ماربل چپس کی مصنوعات سنگ بیسن سیٹ گملے وغیرہ بنانے کا کام کرتے تھے۔

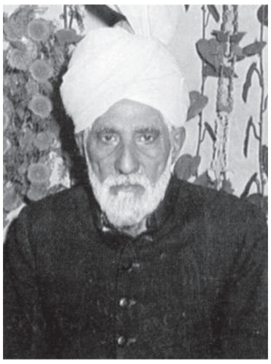
مکرم منصوری صاحب دہلی چلے گئے اور وہاں ان کے پاس ملازم ہو کر ماربل چپس کی مصنوعات بنانے کا کام سیکھا۔ اسی اثنا میں جب یہ وہاں کام سیکھ رہے تھے تو یوپی کے ایک نوجوان ابرار احمد بھی وہاں کام سیکھنے کی غرض سے آکر ملازم ہوئے تھے۔ تین چار سال وہاں کام سیکھا اور جب محسوس کیا کہ اب ہم آزادانہ طور پر کام کر سکتے ہیں تو دہلی میں ایک جگہ کرایہ پر لے کر وہاں ابرار احمد صاحب نے اپنے سرمایہ سے ضروری سامان فراہم کیا اور کام شروع کر دیا چونکہ منصوری صاحب کے پاس سرمایہ نہیں تھا آپ ان کے ساتھ بطور کاریگر کام پر لگ گئے۔ دہلی ترقی پذیر شہر تھا۔ کام کی بہت مانگ تھی ان کا کام اچھا چل نکلا۔ ابرار احمد غیر شادی شدہ نوجوان تھا منصوری صاحب نے دیکھا کہ دینی اور اخلاقی اور کاروباری حالت اچھی ہے۔ اپنی بیٹی کا رشتہ ابرار صاحب سے کر دیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ رشتہ بڑا ہی کامیاب ثابت ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ فرم اب تک کامیابی سے چل رہی ہے۔ مکرم منصوری صاحب کے دو بیٹے بھی ابرار صاحب کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اور ابرار صاحب کے ایک بیٹے کی شادی قادیان میں مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی کی بیٹی سے ہو چکی ہے۔

منصوری صاحب آخر پر دہلی سے قادیان آ گئے تھے اور انہیں محاسب میں پہرہ دار کی خدمت سپرد ہوئی تھی۔ جسے آپ بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتے رہے۔ آخر میں محاسب کی ڈیوٹی سے بھی فارغ کر دیئے گئے تھے۔ اور فیملی سکیل گزارہ بطور پنشن ملنا منظور ہوا تھا۔ باوجود خاصی عمر ہو جانے کے صحت مند تھے اور فراغت کے ایام میں بھی اکثر مچھلی کے شکار کے لئے جایا کرتے تھے۔ مورخہ 26 ستمبر کو آپ کسی غرض سے اٹھے تو صحن میں گر پڑے۔ سر میں سخت چوٹ آئی اہلیہ بھی دہلی گئی ہوئی تھیں اور بچوں میں سے بھی کوئی پاس نہ تھا صرف بہو گھر میں تھیں۔ انہوں نے اپنے گرنے اور سر پر چوٹ آنے کا کسی سے بھی ذکر نہیں کیا۔ صبح تکلیف برداشت سے باہر ہو گئی تو بتایا۔ مقامی انتظامیہ نے انچارج صاحب احمدیہ شفاخانہ کی ہدایت پر امرتسر گورونانک ہسپتال میں لے جا کر داخل کرایا۔ ٹیسٹوں کے بعد معلوم ہوا کہ دماغ میں جریان خون ہوا ہے۔ اسکی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی اور اسی بے ہوشی کے دوران مورخہ 29 ستمبر 1992ء کو امرتسر ہسپتال میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔ جنازہ قادیان لایا گیا اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپکو اپنی رضا کی جنت میں بلند مقام عطا فرمائے اور آپ کی اولاد کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آپ کی شادی تقسیم ملک سے قبل ہو چکی تھی۔ جب درویشان کی فیملیز پاکستان سے آئیں تو آپ کی اہلیہ بھی آ گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو لڑکیاں اور چار لڑکے عطا فرمائے۔ سب بچے شادی شدہ برسر روزگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلسلہ کا خادم بنائے۔ آمین۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

97 محترم چودھری محمد عبد اللہ صاحب درویش

(مکرم محمد نور الدین ناصر صاحب۔ مربی سلسلہ کارکن احمدیہ مرکزیہ لائبریری)



تقسیم ملک کے سخت خطرناک حالات میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کے نوجوانوں کو یہ تحریک کی کہ وہ مرکز کی حفاظت کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں اُس وقت خاکسار کے والد محترم چودھری محمد عبد اللہ صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ آپ نے خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس عہد اور وقف کو بخوبی نبھایا۔ محترم والد صاحب نے اپنی زندگی کے حالات خود ایک رجسٹر میں درج فرمائے تھے۔ اپنی پیدائش تعلیم اور قادیان آنے کے حالات کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''میرا نام عبد اللہ ابن چوہدری نور محمد صاحب سفید پوش آف حسن پور کلاں تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور حال چک W.B/366 تحصیل لودھراں ضلع ملتان ہے۔ میری پیدائش 16 دسمبر 1913ء کی ہے۔

مجھے سات سال کی عمر میں اسکول میں داخل کرایا گیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ کاٹھ گڑھ اور ہمارے گاؤں کے درمیان دریائے ستلج بہتا تھا اور برسات کے موسم میں دریا پار کسی گاؤں میں یا کاٹھ گڑھ میں رہنا پڑتا تھا۔ سردیوں میں دریا خشک ہونے پر روزانہ گھر آنا ہوتا تھا جو چار کوس کا فاصلہ تھا۔ اس طرح اتنا لمبا سفر کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ دوسری طرف ہمارے ننھیال کے گاؤں قصبہ ''بیلہ'' میں سکول تھا جو ہم سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن والد صاحب نے ہمیں اس سکول میں اس لئے داخل نہ کرایا کہ بچے دین نہ سیکھیں گے۔ گویا دین سکھانے کے لئے خود بڑی پریشانی لی اور ہم سب بھائیوں کو بڑی تکلیف اٹھا کر یہ سفر کرنا ہوتا تھا۔ کاٹھ گڑھ میں محترم حضرت مولوی عبد السلام صاحب نے تعلیم الاسلام مڈل سکول کھولا ہوا تھا جس میں خاص احمدیت کی روشنی میں بچوں کی تربیت کی جاتی تھی۔ مجھے پانچویں جماعت تک اسی اسکول میں پڑھایا۔ بعد ازاں روپڑ اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل ہوا۔ اپریل 1929ء تک وہاں پڑھا۔

1933 میں میری پہلی شادی ہوئی۔ 1934 میں بعض گھریلو ابتلاؤں کے باعث اپنے آبائی گاؤں کاٹھ گڑھ کے نزدیک آ گیا۔ پہلے والا گاؤں دریا بُرد ہو چکا تھا۔ وہیں سے میں 11/15 پنجاب رجمنٹ جس میں ایک کمپنی احمدیوں کی تھی میں بھرتی ہو گیا۔ قصہ کوتاہ جنگ شروع ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ جو کیپٹن اور کمپنی کمانڈر تھے ریٹائر ہو گئے۔ صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب لیفٹیننٹ کمپنی کمانڈر مقرر ہوئے۔ احمدیہ کمپنی ستمبر 1939ء میں منتقل ہو کر انبالہ سے آسن سول چلی گئی۔

ایک مخالف آفسر نے جو کٹر آریہ تھا در پردہ احمدی کمپنی کے تڑوانے کی کوشش کی۔ میاں صاحب نے بذریعہ فون حضورؓ کی خدمت میں صورت حال عرض کر دی۔ حضورؓ نے جماعت کے نوجوانوں کو بھرتی ہونے کی تحریک فرمائی۔ اس میں ایک بات حضور نے یہ فرمائی کہ احمدی کمپنی جنگ میں نہیں جائیگی۔ مفت میں ہمارے نوجوان فوجی ٹرینگ لے لیں گے جو کسی وقت مرکز میں ہمارے کام آئیں گے حضورؓ کا خطبہ الفضل میں چھپا۔ میں نے بھی پڑھا چنانچہ اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ ہم جو فوجی جوان ہیں کسی وقت بھی خدمت کے لئے مرکز میں جانا ہے 1939ء کی بات ہے میں نے اسی وقت مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ فوج سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بہر حال مرکز میں جانا ہے۔ چنانچہ جب ہم 1946ء میں انبالہ سے ریلیز ہوئے تو میں نے اپنے نوجوانوں کو تاکید کی کہ جب بھی مرکز سے آواز آئے آپ لوگوں نے مرکز میں آنا ہے۔ (دراصل والد صاحب احمدیہ کمپنی میں نائب صوبہ دار تھے اسلئے آپ نے نصیحتاً ساتھیوں کو یہ تاکید کی تھی) میں اپنے گھر جا کر قریباً ڈیڑھ سال رہا اور اپنے ارادے پر پختہ رہا۔ ہر وقت اپنی نیت کے مطابق ذہنی تیاری میں رہتا۔ بظاہر خیال یہ تھا کہ ہم کوئی علمی آدمی تو ہیں نہیں فوجی آدمی ہیں اس قسم کا کام ہم سے لیا جا سکتا ہے۔ میں نے اپنے نیچے کا بستر اور ایک ایک چیز نکال دی اور کھڑی چار پائی پر جو مُنج کے بان سے بُنی ہوئی تھی سو جاتا۔ محض اس خیال سے کہ خدمت کے وقت کس طرح کہاں کہاں دھکے کھانے ہیں۔ اپنے آپ کو تکلیفوں کا عادی بنانا چاہئے اور سخت جان ہونا چاہیئے۔ اسی زمانہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے مضامین الفضل میں آیا کرتے تھے۔ انکی ایک بات نے مجھے بڑا فائدہ دیا کہ جس شخص نے خدمت دین کے لئے ارادہ کیا ہوا ہو اسکو ذہنی طور پر اپنے آپ کو فرضی ابتلاؤں میں ڈال کر ہر تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہونا چاہئے کہ اگر فلاں قسم کا بھی ابتلا آوے تو میں اس میں ثابت قدم رہوں گا۔ فلاں قسم کا ابتلا آئے تو بھی ثابت قدم رہوں گا میں ایسا ہی کرتا رہا اور اس بات نے مجھے وقت آنے پر بڑا فائدہ دیا اور جب قادیان آ کر

لمبے عرصہ کے لئے ابتلا آئے تو خدا تعالیٰ نے ان بتلاؤں سے صحیح سالم گزرنے کی توفیق دی۔ الحمد للہ۔

گھر آنے پر 1946ء میں محترم والد صاحب مرحوم نے اپنے بعض ملنے والے افسران سے ملکر میرا نام سرکاری ٹھیکیداروں میں درج کروادیا۔ اور مجھے بار بار وہاں جاکر کام کرنے کی تاکید فرماتے۔ لیکن میرا دل پتہ نہیں کس وجہ سے ہرگز اس طرف مائل نہ ہوا باپ کی باتیں سن کر چُپ ہو رہتا۔ قصہ کوتاہ آزادی کا دن آ گیا۔ ہمارا اخبار الفضل آنا بند ہوگیا اور مرکز سے بظاہر کوئی رابطہ نہ رہا۔ جس سے سخت تشویش ہوئی 24 اگست کو جب ہم 11 بجے دن کے کام سے فارغ ہو کر درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے تھے کہ دور سے مکرم شیخ (یہاں اُن کا نام بھولتا ہوں شیخ منیر احمد صاحب کے بڑے بھائی) کو اپنی طرف آتے دیکھا جو سائیکل کھینچے ہماری طرف آ رہے تھے۔ دیکھتے ہی ہم سمجھ گئے کہ مرکز سے کوئی پیغام آیا ہے۔ جب وہ آئے تو یہی بات نکلی کہ مرکز سے نوجوانوں کا بُلاوا آیا ہے انہوں نے کہا کہ آپ میں سے ایک بھائی 28 اگست کو امیر ضلع کے پاس ملتان پہنچ جائے۔ یہ پیغام دیکر وہ واپس چلے گئے۔ کھانے کے لئے بہتراز ور لگایا انہوں نے نہ مانا کہ فلاں جگہ یہی پیغام دیکر دینا پور پہنچنا ہے۔

ہم تین بھائی موجود تھے یہ ہمارے مربع کی بات ہے۔ بھائی حق نواز صاحب برادرم عبد الرحمن اور خاکسار۔ بڑے بھائی (یعنی چوتھے) مستقل بیمار تھے۔ (والد صاحب تیسرے نمبر کے تھے۔) ہم نے اپنی اپنی جگہ خود اپنے آپ کو پیش کیا۔ آخر یہ بات طے پائی کہ قرعہ اندازی سے جس کا نام نکلے وہ چلا جائے۔ چونکہ میں تو اس کے لئے 1939ء سے تیار ہو رہا تھا میری خواہش ایک جنون کی سی کیفیت رکھتی تھی۔ لیکن اس بارے میں میں نے کبھی بھی اپنے کسی بھائی سے بات نہ کی تھی۔ خاموشی سے ذہنی تیاری اور عمل بھی جیسا کہ اوپر ذکر کر آیا ہوں جاری رکھا۔ کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ قرعہ ڈالا تو چھوٹے بھائی کا نام نکلا۔

میں نے اس سے اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا کہ پھر ایک دفعہ ڈالو۔ بلا کسی کے اختلاف کرنے کے دوسری دفعہ قرعہ ڈالا۔ پھر بھی چھوٹے بھائی کا نام نکلا۔ میں نے پھر اس سے اتفاق نہ کرتے ہوئے تیسری دفعہ قرعہ ڈالنے کو کہا۔ میرے باقی دونوں بھائی بغیر کسی اختلاف کے تیسری دفعہ قرعہ ڈالنے پر راضی ہو گئے۔ تیسری بار پھر چھوٹے بھائی کا نام قرعہ میں نکل آیا۔ اب تین بار ہو چکنے کے بعد میں مایوس ہو کر چپ ہو رہا۔

چنانچہ میں نے عبد الرحمن سے کہا کہ بھئی قرعہ تمہارا نکلا بلکہ تین دفعہ نکلا۔ حق تمہارا ہے میرا نہیں۔ ایک بات مانو کہ اپنا حق مجھے دے دو۔ وہ میرے اس کہنے پر فوراً بولا کہ اچھا ٹھیک ہے حق لے لو۔ چنانچہ میں نے تیاری شروع کر دی۔ بڑا لمبا اس بات کو سوچنے پر میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ دراصل باقی دو بھائی بظاہر یہ کاروائی قرعہ اندازی کر رہے تھے دل سے جانے کا ارادہ نہ تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تینوں دفعہ قرعہ پر میرے اختلاف کرنے پر کسی نے بھی کوئی ذرا سی بات بھی نہ کی اور فوراً رضامند ہو گئے کہ ٹھیک ہے پھر قرعہ ڈال لو۔ پھر اس کے علاوہ چھوٹے بھائی سے حق مانگنے پر اس کا فوراً بلا تردد ہاں کر دینا یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ دل سے ارادہ جانے کا نہ تھا۔ دوسری بات جو بعد کے واقعات سے مجھ پر ثابت ہوئی یہ تھی کہ قرعہ نہ نکلنے کی وجہ سے میرے جذبہ وشوق کا امتحان اللہ تعالیٰ نے لینا تھا۔ قادیان آنے کے بعد میری مختلف کاموں پر ڈیوٹی لگتی رہی۔ میرا دل چاہتا تھا کہ مجھے باہر بھیجا جائے جہاں آمنے سامنے مقابلہ ہو۔ ہمارے انچارج صوبیدار میجر شیر ولی صاحب تھے۔ جنکو عام طور پر فاضل بھائی کہا کرتے تھے یا بابا شہر ولی کہتے تھے۔ میرا نام مولوی رکھا گیا۔ تب سے میں مولوی کہلانے لگا۔ جسکو کسی وقت میں خود اور صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب گالی سمجھا کرتے تھے۔ یہ نام ہمیں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا دیا ہوا ہے اسلئے مجھے مولوی کہلوانا چبھتا نہیں ہے۔ اب تو ساری عمر مولوی کہلا کر تو یا کہیں کہ مولوی بن گئے۔"

والد صاحب کی جماعتی خدمات: خاکسار کے والد صاحب نے بہت سی اہم جماعتی خدمات انجام دیں جن میں افسر لنگر خانہ، محاسب، سیکریٹری بہشتی مقبرہ، نائب ناظر تعلیم، معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ اور بعدہ نائب ناظر دعوۃ و تبلیغ اور نائب ناظر اعلیٰ قابل ذکر ہیں۔ والد صاحب کو دفاتر میں کام کرتے ہوئے خاکسار نے اپنے بچپن میں ہی دیکھا تھا۔ والدہ اور بڑے بھائی بہن بتاتے ہیں کہ دفتری ذمہ داریوں کو بڑی دل جمعی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور اکثر دفتر کے کام گھر پر بھی لا کر کرتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے والد محترم کی طرح احسن رنگ میں خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرآن کریم سے والہانہ عشق: محترم والد صاحب کو قرآن کریم سے بہت محبت تھی۔ باوجود سخت بیماری کے خاکسار نے کبھی نہیں دیکھا کہ والد صاحب نے دن میں دو یا تین مرتبہ قرآن کریم نہ پڑھا ہو اور اکثر مع ترجمہ پڑھا کرتے تھے۔ قرآن کریم صرف پڑھنے کی حد تک ہی انکی زندگی نہ تھی بلکہ حتی الوسع انکی کوشش ہوتی کہ قرآن کریم کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ بچپن میں ہم بہن بھائیوں کو لیکر بیٹھ جاتے اور قرآن کریم میں بیان فرمودہ انبیائے کرام کے قصے ہمیں سناتے اور پھر ہم سے سنتے۔ والد صاحب نے اپنی زندگی میں اسقدر قرآن کریم کے دور کیئے کہ کوئی ان کے سامنے قرآن پڑھتے

وقت غلطی نہیں کرسکتا تھا یعنی فوری غلطی پکڑ لیا کرتے تھے۔ اپنے سبھی بچوں کو والد صاحب نے بہت چھوٹی عمر میں ہی قرآن کریم پڑھا دیا تھا اور روزانہ صبح کے وقت تلاوت کی پابندی کرواتے۔ خاکسار جب ابھی پانچ سال کا ہی تھا اور قرآن ختم کر چکا تھا ایک دن قرآن کریم پڑھ رہا تھا لجنہ کی ممبرات رپورٹ لینے کے لئے آئیں تو میری والدہ سے کہنے لگیں کہ دیکھنا بچہ قرآن لیکر بیٹھا ہے گرا نہ دے۔ والدہ نے بتایا کہ اس نے تو کب کا قرآن کریم ختم کرلیا ہے۔ والد صاحب نے اپنے پڑھنے والے قرآن میں جگہ جگہ پر کاغذ سے نشانیاں لگائی ہوئی تھیں جنکی تلاوت روزانہ ایک مرتبہ ضرور کرتے اور ہمیں اس کی اہمیت بھی بتاتے۔ رمضان المبارک میں سارا سارا دن قرآن کریم کی تلاوت میں گزار دیتے۔

صوم وصلوٰۃ کے پابند: والد صاحب مرحوم صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے۔ خاکسار نے تو والد صاحب کو انکی بیماری میں بھی نہیں دیکھا کہ کبھی آپ نے کوئی نماز جمع کر کے پڑھی ہو۔ بستر پر ہی نماز کے لئے باوجود سردی وغیرہ کے وضوء کرتے اور نماز ادا کرتے۔ جس دن کچھ طبیعت اچھی ہوتی تو مسجد میں جا کر نماز ادا کرتے۔ تہجد کبھی بھی نہ چھوڑتے اور والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ جب ہماری شادی ہوئی تو انہوں نے مجھے بھی تہجد کا عادی بنا دیا۔

خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ: محترم والد صاحب کو خلافت اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے انتہا محبت تھی۔ خلیفۂ وقت کے کسی بھی ارشاد پر فوری عمل کرنے کی آپ کی کوشش رہتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب وقف نو کی تحریک کا آغاز فرمایا تو فوری حضور کی خدمت میں لکھا کہ میرے بچوں کی پیدائش تو تحریک سے کافی پہلے کی ہے لیکن میری خواہش ہے کہ میں بھی حضور کی اس مبارک تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنے بچوں کو وقف نو میں شامل کروں۔ حضور نے جواباً فرمایا کہ آپکے بچے بڑے ہیں اسلئے آپ انکو وقفِ اولاد میں وقف کر دیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

جذبہ خدمت دین: محترم والد صاحب کے اندر خدمت دین کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کوئی بھی موقعہ خدمت دین کا اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اسی میں گزرا اور اکثر ہمیں نصائح کرتے کہ دیکھو اگر میں اپنے والد صاحب کے کہنے پر سرکاری ٹھیکیداری میں پڑ جاتا تو اس وقت کے حساب سے لکھ پتی ہوتا مگر میرے اندر دین کی خدمت کا جذبہ تھا تم بھی ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا۔ جب خاکسار ابھی صرف پانچ سال کا تھا تب سے والد صاحب نے میرے ذہن میں ڈالا کہ تم نے مدرسہ احمدیہ میں پڑھنا ہے اور اکثر یہ کہتے کہ میرے پاس کھڑے ہو جاؤ اور بولتے جاؤ کہ ”میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔“ میرے بچپن میں ہی باوجود مالی تنگی کے روحانی خزائن کا مکمل سیٹ مع تفسیر کبیر وغیرہ خرید ا کہ میرے بچے جب مدرسہ احمدیہ میں پڑھیں گے تو ان کے کام آئے گا۔

بہترین مہمان نواز: خاکسار کے والد صاحب بہترین مہمان نواز تھے۔ جلسہ سالانہ سے قبل والدہ صاحبہ کو کہتے کہ دیکھو جلسہ پر مہمان آرہے ہیں۔ انکی خدمت میں کوئی کمی نہیں آنی چاہیئے یہ مہمان حضرت مسیح موعودؑ کے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے کہ کسی بھی مہمان کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ ہمارے گھر رشتہ دار کم اور ہمارے پاکستانی رشتہ داروں کے ملنے جلنے والے زیادہ ٹھہرتے تھے جو سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ الحمد اللہ۔ اسی طرح جب والد صاحب نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے اور اُنکو پتہ لگتا کہ کوئی نو احمدی آیا ہوا ہے یا جامعہ کے طلبا ہیں تو انکو وقتاً فوقتاً گھر میں لے آتے اور چائے کے بہانے سے ان سے لمبی لمبی باتیں کرتے اور انہیں نصائح کرتے رہتے۔

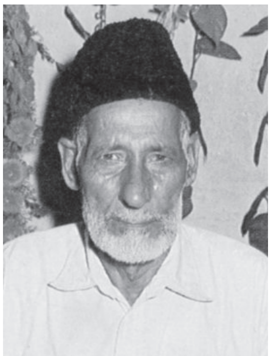
دعا گو انسان: خاکسار کے والد صاحب بہت دعا گو انسان تھے۔ انکو دعا پر بہت بھروسہ تھا۔ خاکسار کو اچھی طرح یاد ہے کہ تہجد تو تہجد انکی عام نمازیں بھی بہت لمبی لمبی ہوا کرتی تھیں۔ جب صبح کے وقت ہم ان کا چہرہ دیکھتے تھے تو آنکھوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ اللہ کے حضور بہت روئے اور دعائیں کی ہیں۔ والدہ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ دیکھو میں نے تمھارے لئے بہت دعائیں کی ہیں جو تمھارے بہت کام آئیں گی اور آج ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ والد صاحب کی دعائیں ہمارے بہت کام آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آئندہ بھی والد صاحب کی دعائیں ہمارے کام آتی رہیں اور ہمیں دین کا بہترین وجود بنائے اور ہم سب بھائی بہنوں کو اپنے مقبول بندوں میں شامل کرے اور والد صاحب کی طرح ہمیں بھی دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الغرض خاکسار کے والد صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے اپنی زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔ ساری عمر آپ نے اسلامی شعار کی پابندی کی پوری کوشش کی۔ آپ کے لباس میں شلوار قمیص، اچکن، اور پگڑی شامل تھی۔ جس پر پوری عمر پابندی کرتے رہے۔ بیماری میں ہاتھ میں سوٹی لیکر چلتے تھے۔ صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آپ نے حقیقت میں درویشانہ طریق پر اپنی زندگی گزاری۔

خاکسار کے والد صاحب کی چار شادیاں ہوئیں تھیں جن سے 6 بیٹے اور 7 بیٹیاں ہوئیں۔ والد صاحب کی وفات 13 اگست 1995ء کو ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں آپکی تدفین ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام بہن بھائیوں کو والد صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے احسن رنگ میں خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

98 محترم مولوی غلام نبی صاحب درویش

(مکرم ناصر محمود صاحب۔ مربی سلسلہ)



ہمارے دادا مرحوم 10اکتوبر 1920ء کو گاؤں مانگا ڈاکخانہ پھلورا تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ پاکستان میں محترم چودھری فضل الدین صاحب اور ریشم بی بی صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت بابا غلام محمد صاحب عرف بابا حویلی ولد مکرم فوجدار صاحب صحابیؓ (بیعت 1902ء) کو بھی درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔ اُن کی وفات 87 سال کی عمر میں 20اپریل 1959 کو قادیان ہی میں ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔

تعلیم وخدمات

داداجان مرحوم نے ابتدائی تعلیم گاؤں ہی کے اسکول میں حاصل کی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جب آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک حفاظت مرکز کے متعلق سُنی جس میں آپ نے نوجوانوں کو قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر زندگیاں وقف کرنے کی تحریک کی تھی تو فوراً فوج سے استعفیٰ دے کر قادیان آ گئے۔ جہاں آپ کو حفاظت مرکز کے سلسلہ میں مختلف خدمات سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔

تبلیغی میدان

جب دیہاتی مبلغین کلاس کا آغاز ہوا تو آپ بھی حصول تعلیم کے لئے اس کلاس میں شامل ہو گئے۔ کلاس مکمل کرنے کے بعد آپ کو بطور دیہاتی مبلغ یوپی کے مختلف مقامات پر خدمت کا موقعہ ملا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے یوپی کے راٹھ، مسکرا، انبیٹہ وغیرہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آج بھی اس علاقہ کے لوگ آپ کو یاد کرتے ہیں۔

عائلی زندگی۔

اس تبلیغی خدمت کے دوران آپ کی پہلی زوجہ مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کے دو بچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا میدان تبلیغ ہی میں پیدا ہوئے الحمد للہ۔ اس دوران آپ نے پیش آنے والی تمام مشکلات کا بڑے ہی صبر اور حوصلے سے سامنا کیا۔

1956ء میں آپ کو قادیان واپس بلا لیا گیا۔ اس دوران آپ کی پہلی زوجہ پاکستان گئیں جہاں آپ کا ایک بیٹا تولد ہوا۔ آپ کی پہلی زوجہ کچھ عرصہ بعد پاکستان میں ہی وفات پا گئیں۔ بعد ازاں آپ کی دوسری شادی مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت مکرم چودھری شکر دین صاحب سیالکوٹ سے 1959 میں مانگا میں ہوئی۔ اس شادی سے پاکستان میں آپ کے دو بچے تولد ہوئے۔ دونوں شادیوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو 11 بچوں سے نوازا۔ جن میں 5 لڑکیاں اور 6 لڑکے ہیں۔ سب بچے بفضلہٖ تعالیٰ کسی نہ کسی رنگ میں دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ 1962ء میں دادی جان قادیان تشریف لے آئیں۔ دادی جان بتاتی ہیں کہ قادیان آ کر ہم سب سے پہلے محترم بابا غلام محمد صاحب کی حویلی میں رہے۔ اس دوران ہر حالت میں صبر و رضا کے ساتھ درویشی کے دن گزارے۔ بعض اوقات انتہائی صبر آزما حالات کا سامنا ہوتا مگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے تمام مشکلات دور کر دیتا۔

داداجان مرحوم کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور اپنی اولاد اور ان کے بچوں کو ہمیشہ خلافت سے وفا کرنے کی تلقین کرتے 1991ء میں جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے تو آپ کو حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور فوٹو بھی کھچوائی۔

عادت و اخلاق

آپ بہت سادہ مزاج، صائب الرائے نیک، متقی، پرہیزگار اور صوم وصلوٰۃ نیز نماز تہجد کے پابند تھے اور اپنی اولاد کو بھی ان باتوں کی طرف تلقین کرتے رہتے تھے۔ آپ نہایت ہی خوددار طبیعت کے مالک تھے اور سلسلہ پر بوجھ بنے بغیر اپنا گزارہ خود اُٹھاتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے کھیتی باڑی اور گائے بھینسیں وغیرہ بھی پالیں۔ دادی جان بتاتی ہیں کہ گھر میں دودھ وغیرہ خاصی مقدار میں ہوتا تھا جس میں سے آپ اکثر غرباء وغیرہ کی مدد کرتے رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ دوسروں کو خوشی پہنچاتے اور خوش رہنے کی تلقین کرتے اور کبھی اپنا غم کسی کو نہیں بتاتے تھے۔

دنیاوی معاملات میں بھی آپ نہایت صاف گو تھے۔ اکثر گائے بھینس وغیرہ کے سودے کے سلسلے میں بیوپاری آپ سے ملنے آتے اور آپ جانوروں

کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اُن کے اندر موجود عیب کو بھی کھول کر بیان کر دیتے تھے۔ بعض اوقات عیب نظر بھی نہیں آتے تھے۔ اکثر لوگوں کی امداد کے سلسلہ میں قرضہ وغیرہ دیتے رہتے تھے اور کبھی مطالبہ میں سختی نہیں کی بعض اوقات قرض دار پہلا قرض چکائے بنا اور قرض کا مطالبہ کر دیتے تھے تب بھی آپ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے اور کہتے تم نے پہلا قرض بھی نہیں چکایا آگے کہاں سے دوگے لیکن پھر بھی آپ قرضہ دے دیتے۔

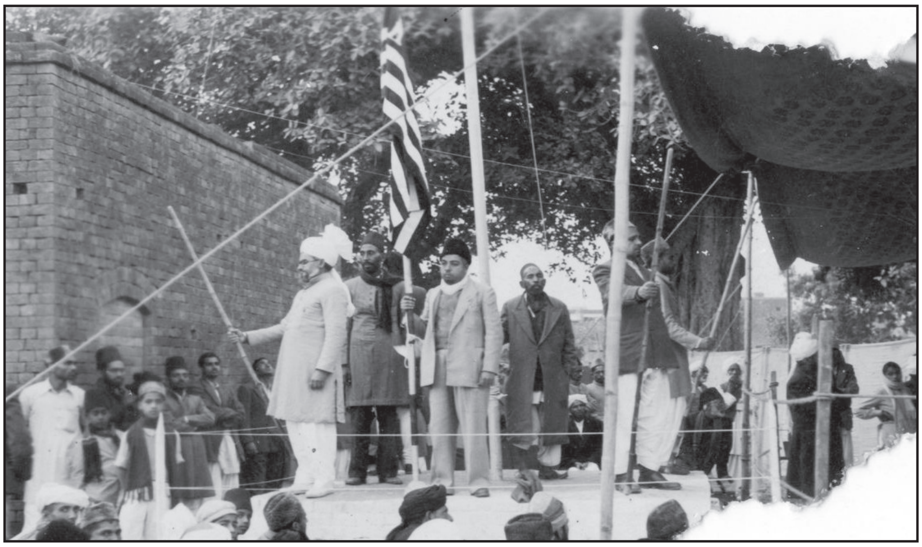
آپ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کی اولاد میں سے بچے مبلغ سلسلہ بن کر خدمت دین کریں۔ الحمد للہ ہم دو بھائی جو آپ کے پوتے ہیں مبلغ بن کر دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہمیں تلقین کرتے کہ روزانہ ایک بار ضرور مجھ سے مل جایا کرو۔ آپ کا معمول تھا کہ آخری جمعرات والے دن آپ ہمارے گھر واقع کاہلواں تشریف لاتے اور اپنے دور درویشی کے حالات سناتے۔ ہمیں کھیتوں کے کام کاج کے متعلق بتاتے۔ آپ نہایت دعاگو اور خدا تعالیٰ پر توکل کرنے والے بزرگ تھے دُکھ تکلیف میں صبر سے کام لینے والے تھے۔ آپ نہایت منکسر المزاج تھے۔ اکثر اپنے لئے دعا کی درخواست کرتے رہتے تھے۔ جب بھی ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ اسکی عیادت کرنے کے لئے باوجود اپنے گھٹنوں کی تکلیف کے تشریف لاتے۔

آپ اکثر ہمارے لئے کھانے کی چیزیں رکھتے اور ہمیں دیتے اور پھر بہت خوش ہوتے۔ سردی کے موسم میں جب رات کے وقت کہرے میں ہم اپنے گھر جاتے تو آپ ہماری بہت فکر کرتے۔ جب ہم صبح جامعہ جاتے تو آپ سے مل کر جاتے آپ ہمارے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں جکڑ لیتے اور کہتے "ہاتھ گرم کرلو" پھر جامعہ جانا۔ آپ اکثر ہم تینوں بھائیوں میں کشتی کرواتے اور جیتنے والے کو انعام دیتے۔ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ اکثر آپ اخبارات اور جماعتی کتب ورسائل کا مطالعہ کرتے رہتے جسکی وجہ سے آپ کی معلومات عامّہ کافی اچھی تھی۔ آپ کو اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت تھی۔ اکثر اوقات کوئی کتاب یا کوئی چیز پھٹی ہوتی تو خود ہی اسکو سی لیتے۔ گھر کے کام کاج میں اہل خانہ کا ہاتھ بٹاتے۔ کم گفتن و کم خوردن کے اصول پر عمل کرتے۔ کبھی لالچ کر کے زیادہ زیادہ کھانے کی عادت نہیں تھی ہاں صاف ستھری اور نفیس چیزیں کھانا پسند کرتے تھے۔ آپ نے اپنے سب بچوں کو اعلیٰ دینی اور دنیاوی علم کے زیور سے آراستہ کیا۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ دبئی اپنی بیٹی اور بیٹے سے ملاقات کرنے کے لئے گئے۔ جہاں آپ کو دل کی تکلیف ہوگئی فوراً آپ کا علاج معالجہ ہوا اور افاقہ ہوگیا۔ اس دوران آپ کے بیٹے مکرم شاہد محمود صاحب کو اپنے والد کی خدمت کا موقعہ ملا۔ بعد ازاں آپ قادیان تشریف لے آئے یہاں آکر کچھ عرصہ بعد دوبارہ آپ کو دل کا عارضہ ہوا۔ امرتسر میں کافی عرصہ علاج معالجہ ہوتا رہا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر اپنا کام کر رہی تھی دن بدن آپ کی صحت روبہ زوال ہوتی جارہی تھی۔ 7 جون 2004ء کو رات 11:50 اور 12:00 بجے کے درمیانی عرصہ میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اگلے دن قبل از دوپہر بہشتی مقبرہ قادیان میں محترم مولانا حکیم محمد دین صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے احباب قادیان کی کثیر تعداد میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور قطعہ درویشان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی بعد تدفین محترم مولانا صاحب موصوف نے دعا کرائی۔ اس موقعہ پر ایک بڑی تعداد میں آپ کے غیر مسلم دوست اور ملنے جلنے والے بھی تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ مرحوم دادا جان کو اپنے کنارِ عاطفت میں لیتے ہوئے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

99 محترم فتح محمد اسلم صاحب درویش

محترم فتح محمد اسلم صاحب درویش دھرم کوٹ بگہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ 1946ء کی تحریک وقف برائے دیہاتی مبلغین میں آپ نے اپنے آپ کو پیش کر دیا اور اپنی تعلیم اور ٹریننگ شروع کی۔ آپ کو درویشان قادیان میں شمولیت حاصل ہوئی۔ دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ مولوی فتح محمد اسلم صاحب کے نام سے مشہور و معروف ہو چکے تھے۔ آپ کا پہلا تقرر کشن گڑھ، راجستھان میں ہوا۔ بعد میں تبادلہ ہو کر آپ ساندھن یوپی کے علاقہ میں کئی سال تک فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے۔ آپ کی سبز پگڑی اپنی نرالی شان رکھتی تھی۔ 1964ء میں خرابی صحت کیوجہ سے آپ کو قادیان بلالیا گیا یہاں پر دفتر زائرین میں خدمات بجالاتے رہے بعد 1977ء میں ریٹائر ہو گئے۔ آپ کی وفات مورخہ 3 دسمبر 1981ء ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین (ادارہ)



جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر درویشان لوائے احمدیت کا پہرہ دیتے ہوئے



درویشان قادیان کھیل کے میدان میں



تقسیم ملک کے بعد 1949ء میں ملک کے مختلف علاقوں میں جانے والے ابتدائی دیہاتی مبلغین (درویشان) کا ایک فوٹو



مبلغین کا وفد میدان تبلیغ کی طرف روانگی سے قبل



بزم درویشان



جلسہ سالانہ قادیان کے ایک موقع پر بھارت و بیرون ہند سے
تشریف لانے والے مہمانان کرام کا یادگار فوٹو



درویشان قادیان کا وقار عمل کے بعد گروپ فوٹو



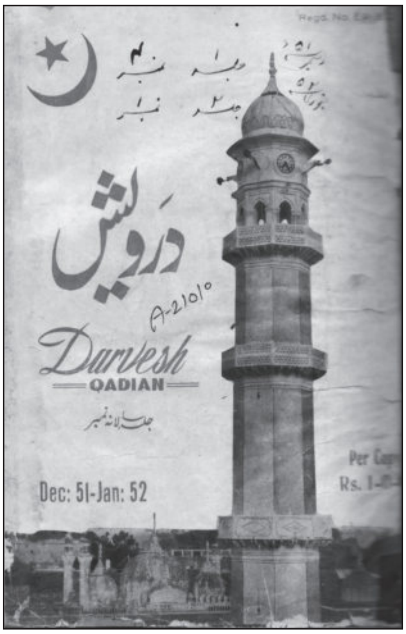
حضرت مولوی عبد الرحمٰن جٹ صاحبؓ امیر جماعت احمدیہ قادیان و
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب جلسہ سالانہ قادیان پر آئے
ہوئے مہمانان کرام کے ساتھ



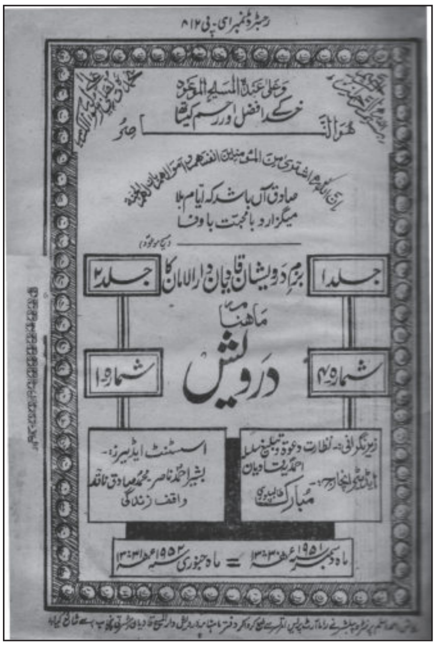
تقسیم ملک کے بعد ابتدائی ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان



دفتر زائرین کے درویشان کارکنان



رسالہ ''درویش''کا ٹائٹل صفحہ



رسالہ ''درویش''کا اندرونی صفحہ



درویشان قادیان ضلع گجرات بتاریخ 2جون 1948ء



درویشان قادیان مکرم عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ امیر مقامی قادیان کے ساتھ



درویشان قادیان



درویشان قادیان مکرم عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ امیر مقامی قادیان کے ساتھ



ضلع گوجرانوالہ کے درویشان قادیان



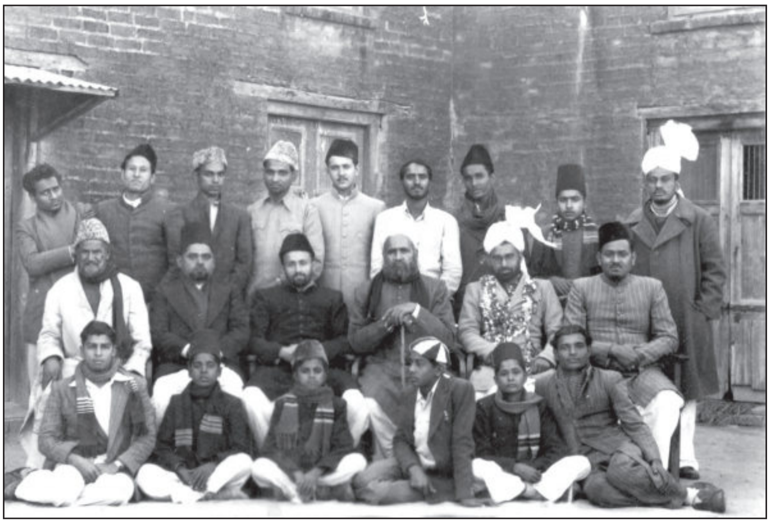
درویشان قادیان مکرم عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ امیر مقامی قادیان کے ساتھ



درویشان قادیان مکرم مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ



درویشان قادیان 11 اپریل 1949ء



درویشان قادیان مکرم عبدالرحمٰن جٹ صاحبؓ امیر مقامی قادیان کے ساتھ



درویشان قادیان



درویشان قادیان کی مسجد اقصیٰ میں عید کے بعد دعوت طعام



جامعۃ المبشرین کے طلباء 16 اگست 1950ء



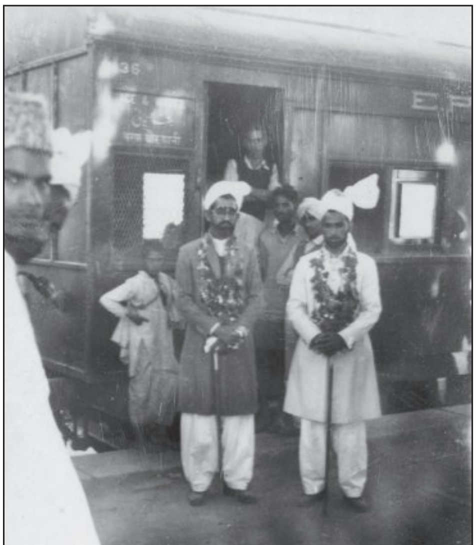
حضرت مرزا عزیز احمد صاحب قائمقام ناظر خدمت درویشان (1963ء)



کارکنان دفتر خدمت درویشان ربوہ



(بیٹھے ہوئے) دائیں سے بائیں۔قریشی عطاء اللہ صاحب، مختار احمد صاحب ہاشمی، اقبال احمد صاحب جالندھری،
(کھڑے ہوئے) بشیر احمد صاحب خادم، انور علی صاحب



















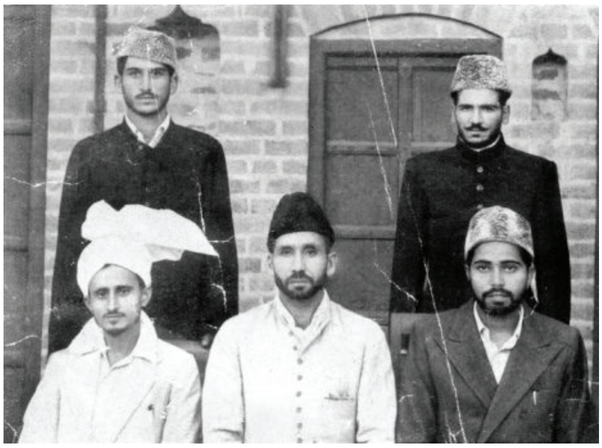








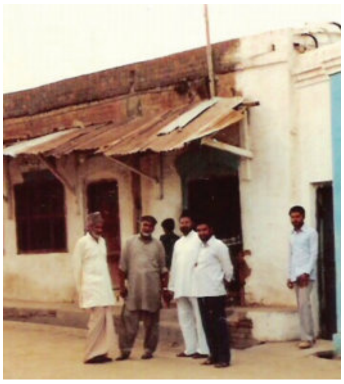









NUMAN TEA STALL











100 محترم عبد الحمید آڑھتی صاحب درویش

(مکرم عبد السمیع صاحب۔ ڈنمارک)

آپ 1906ء میں گلانوالی گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے اسکول میں حاصل کی جو پرائمری تک تھی۔ آپ کے والد محترم چوہدری خدا بخش صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 313 صحابہ میں سے تھے۔ میرے والد محترم نے اپنی زندگی میں مختلف کام کئے اور آخر میں تقسیم ملک سے چند سال قبل قادیان میں آکر کریانہ کی دکان شروع کی جو کہ درویشی کے زمانہ تک کرتے رہے۔ 1947ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر آپ نے لبیک کہتے ہوئے خود کو قادیان کی حفاظت کے لئے وقف کر دیا۔ یہ فیصلہ کرتے وقت آپ نے اپنے بیوی بچوں سے کوئی مشورہ نہیں لیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک یہ معاملہ مشورہ کا نہیں بلکہ اطاعت کا مطالبہ کرتا تھا۔ چنانچہ اس جذبہ اطاعت کے تحت آپ نے فیصلہ کرلیا اور اپنے فیصلے کے اظہار کے وقت کا انتظار کرتے رہے۔ بالآخر وہ گھڑی آگئی یعنی جب ہم قادیان کو خیر باد کہنے کے لئے اس میدان میں پہنچے جہاں سے ہمیں پاکستان جانے کے لئے سوار کرانا تھا۔ تب انہوں نے اپنی والدہ صاحبہ اور ماموں جان جو ایک ٹرک لائے تھے۔ (آپ اس وقت برٹش فوج میں جمعدار تھے) کو بتایا کہ والد صاحب ہمارے ساتھ پاکستان نہیں جارہے۔ تو ہمارے ماموں نے اپنے ساتھ ہمیں لے جانے سے انکار کر دیا کہ میں دوبارہ ٹرک لیکر آؤنگا اور انہیں پھر لے جاؤنگا مگر اس وقت نہیں مگر وہ دوبارہ نہیں آئے اور بعد میں ہم لوگ جماعت کے انتظام کے تحت پاکستان گئے۔

میری والدہ مرحومہ کا صبر: میری والدہ صاحبہ نے نہ تو اس وقت اور نہ ہی باقی زندگی میں کبھی والد صاحب کے اس فیصلہ کی نسبت کبھی کوئی گلہ یا شکوہ کیا اور وفا اور صبر اور توکل علی اللہ کا ایک عظیم نمونہ بنی رہیں اور محنت کر کے یعنی سوت اور اُون کات کات کر ہمیں پالتی رہیں جس سے آپ کی صحت بھی خراب ہوگئی۔ پاکستان کی پیدائش کا سال میرے بڑے بھائی مکرم غلام احمد صاحب مرحوم کے میٹرک کے امتحان کا سال بھی تھا۔ چنانچہ یہ امتحان تعلیم الاسلام ہائی اسکول چنیوٹ سے دیا گیا اور کامیابی حاصل کی اور پھر انہوں نے والدہ صاحبہ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا اور قریباً دس سال بعد میرے دوسرے بڑے بھائی مکرم عبد الباری صاحب مرحوم انگلستان چلے گئے اور بعد ازاں خاکسار ڈنمارک چلا گیا اور بھائی عبد الباری کو بھی لے آیا اور ہمارے گھر کے مالی حالات بہتر ہونے لگے مگر والد صاحب کے سایہ کی کمی اپنی جگہ قائم رہی اور اب بھی ہے۔

میرے والد صاحب کے وصال پر ہفت روزہ بدر قادیان پیشوائے مذاہب نمبر 1976ء کے صفحہ 10 پر آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:۔ ”... مرحوم کے دو بیٹے (مکرم عبد السمیع صاحب و مکرم عبد الباری صاحب) ڈنمارک میں مقیم ہیں اور خود یہ درویش بھی اپنے خون پسینے سے سال میں ہزاروں کماتے رہے، اس کے باوجود لنگر مسیح پاک سے کھانا اور مسجد اقصیٰ میں کبھی فرش پر اور کبھی منارۃ المسیح کے چبوترے پر شب بسری کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے... بار ہا بیٹوں نے انہیں بلایا کہ کم از کم اس عمر میں تو ہمارے پاس آجائیں اور ہمیں بھی خدمت کا موقع دیں۔ لیکن مرحوم نے نہیں مانا بلکہ سختی سے جواب دیا کہ آئندہ کبھی مجھے یہ نہ کہنا کہ قادیان چھوڑ کر آجاؤ... ہم نے اپنے ربّ سے ایک عہد کیا ہوا ہے کہ شعائر اللہ کی خدمت و حفاظت کیلئے ہم اپنی ہر چیز قربان کر دیں گے... اور میں کبھی بدعہدی نہیں کر سکتا۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادی امۃ العلیم عصمت صاحبہ کو محترم صاحبزادہ منصور خان صاحب کے نکاح کے موقع پر خطبہ نکاح میں درویشان کرام کی نسبت فرمایا: ’ایک سے ایک بڑھ کر فدائی وہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بڑی تکالیف اٹھا کر اس مقام کے احترام کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے‘۔ (بحوالہ بدر 3 جون 76 صفحہ 2)

بلاشبہ مرحوم مولوی عبد الحمید صاحب بھی درویشان قادیان کی نسبت حضور کے ارشاد کے مصداقوں میں سے ایک تھے جنہوں نے مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ۔ کے تحت آخر وقت تک فدائیت کا نمونہ دکھایا اور اپنے عہد کو پورا کیا۔ اس درویش نے خدا تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے احسان سے اُسے نوازا۔ وفات سے قبل، پہلے پاکستان گئے بیوی بچوں سے ملاقات کی۔ پھر یورپ گئے وہاں اپنے بیٹے بیٹیوں سے ملاقات کی۔ اپنے پیارے امام سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور وہیں سے عدم کے سفر پر روانہ ہوئے اور یہ شرف بھی پایا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر حضور انور نے ازراہ شفقت یہ فرمایا کہ ہم اس درویش کا جنازہ قادیان پہنچائیں گے۔

جس نے 29 سال اپنے اہل وعیال اور ہر طرح کے آرام کو چھوڑا لیکن شعائر اللہ کی حفاظت کی خاطر قادیان چھوڑنا گوارا نہ کیا، اس کی نعش قادیان سے باہر کس طرح دفن ہوسکتی تھی... مرحوم کے بیٹوں کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی بڑی عزت و تکریم اور بڑے اہتمام کے ساتھ نہایت شاندار تابوت میں اپنے والد مرحوم کی نعش کو محفوظ کر کے انہوں نے قادیان پہنچایا۔ درویشوں کو مرحوم کا آخری دیدار کرانے کیلئے تابوت میں گردن سے چہرہ تک کے حصہ پر شیشہ لگوایا گیا تھا اس طرح سب کو اپنے بھائی کے دیدار کرنے اور ان کے اچھے انجام پر طمانیت محسوس کرنے کا موقع ملا... اللہ تعالیٰ ہم سب کا انجام بخیر کرے۔ آمین! آپ کی وفات 5/ اکتوبر 1976 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے ہمیں حضرت والد صاحب کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

101 محترم میاں محمد حسین صاحب درویش

(مکرمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ میاں محمد حسین صاحب درویش قادیان)



خاکسار کے شوہر کا نام مکرم میاں محمد حسین ہے۔ آپ بیگووال ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام میاں محمد قاسم صاحب اور والدہ محترمہ کا نام مکرمہ طالع بی بی تھا۔ میرے شوہر کی عمر 6 سال کی تھی کہ آپ کے والد محترم کا انتقال ہو گیا تھا۔ دیہات میں سونے چاندی کی دکان تھی کہا کرتے تھے کہ اس کام میں ایمان قائم نہیں رہتا جب ذرا بڑے ہو گئے تو گھر سے نکل گئے اور یوپی کانپور چلے گئے۔ لانوش کمپنی میں انجن کا کام سیکھنا شروع کر دیا اور دو سال میں کام سیکھ لیا۔ باقی دونوں بھائی والدہ محترمہ کو لے کر قادیان میں بس گئے۔ قادیان آکر والدہ محترمہ سے ملاقات کرتے گھر کے اخراجات دیتے۔ 25 سال کی عمر میں بہن نے اپنی نند کی بیٹی سے شادی کروادی۔ 6 سال بعد آپ کی اہلیہ کی وفات ہو گئی۔ ان سے پانچ بچے پیدا ہوئے۔ چار بچے فوت ہو گئے اور ایک لڑکا اپنی دادی کے پاس پاکستان چلا گیا۔

خاکسار کے شوہر متقی نمازوں کے پابند، تہجد گذار انسان تھے۔ اکثر سچی خوابیں آتیں تھیں۔ ابتدائی دور درویشی میں جب آپ کی ابھی شادی نہ ہوئی تھی آپ نے خواب میں دیکھا کہ جواہر لعل نہرو آپ کو جوتا پہنا رہے ہیں پھر خواب دیکھی کہ کوئی بزرگ سفید گھوڑی دے گیا ہے۔ ان دونوں خوابوں کی آپ نے یہ تعبیر نکالی کہ میرا رشتہ ہندوستان میں ہو گا۔ آپ نے اپنی یہ خواب دوستوں کو سنائی دوست کہنے لگے کہ 32 دانتوں میں زبان کی طرح جان ہتھیلی میں لئے بیٹھے ہیں اور آپ کو شادی کی خوابیں آرہی ہیں۔ مگر بعد کے حالات نے اس کو درست ثابت کر دیا۔ جب خاکسار کے والد محترم منشی عبد الرحیم فانی صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک آبادی قادیان کے سلسلہ میں امروہہ سے قادیان 1950ء میں ہجرت کر کے آگئے اور میرے رشتہ کی بات چلی تو آپ کی خواب کی تعبیر سچ ہوئی۔ شادی کے بعد دو ماہ تک لنگر سے کھانا ملتا رہا۔ میرے شوہر زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن ہنر جانتے تھے۔ انجمن کے ذریعہ دوبارہ کانپور جانے کی اجازت مانگی آپ کو اجازت مل گئی۔ آپ 1959ء میں دوبارہ کانپور چلے گئے۔ ہماری بیٹی اس وقت چار ماہ کی تھی۔ کمپنی نے ضلع لکھیم پور یوپی میں ایک گاؤں میں کارخانہ لگایا ہوا تھا۔ میرے شوہر کو اس کا انچارج بنا کر بھیج دیا اور تین صد روپے تنخواہ مقرر کر دی وہاں اللہ کے فضل سے خوب اچھا کام چلنے لگا، آپ مجھے قادیان سے لے گئے اس وقت ہماری بیٹی دو سال کی تھی، دس ماہ بعد جلسہ سالانہ قادیان میں آئے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی عطا فرمایا۔ مجھے قادیان چھوڑ کر جلسہ کے بعد آپ دوبارہ کانپور چلے گئے۔

آپ کانپور میں کافی عرصہ تک رہے۔ وہاں احمدیوں کی کوئی مسجد نہ تھی۔ ایک مکان میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ اس وقت قادیان سے کوئی مبلغ بھی نہیں گیا تھا میرے شوہر ہی حضرت مسیح موعودؑ کی کسی کتاب سے یا اخبار بدر سے جمعہ کا خطبہ دیتے۔ آپ کے اچھے اخلاق کی وجہ سے کئی ایک ہندو آپ کے دوست بن گئے۔ اس علاقہ میں چھوت چھات کا بڑا زور تھا مگر وہ لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔

خاکسار کے شوہر نے کمپنی کی ملازمت کو چھوڑ کر عیسیٰ نگر میں ایک چکی لگائی۔ کانپور سے اپنے ایک پرانے ملازم کو بھی ساتھ لے آئے۔ کام اچھا چل نکلا۔ سارا کام خاکسار کے شوہر محترم خود ہی کرتے لیکن جن لوگوں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کی تھی ان کی نیت خراب ہو گئی۔ ایک دن آپ کا شاگرد انجن چلا رہا تھا کہ اچانک انجن کا بیرنگ ٹوٹ گیا ساجھی دار آپ کا قصور ٹھہرانے لگے۔ اس طرح سے ہمارے حالات بہت خراب ہو گئے۔ جو پیسے بچے تھے اسے چار حصوں میں بانٹ دیا اور یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اب ہمارے پاس سوائے چند روپیوں کے کچھ نہ تھا۔ کام بھی بند تھا۔ قادیان میں ابا کو خط لکھا آپ نے منی آرڈر کے ذریعہ کچھ روپے بھیج دئے۔ اس دوران دعائیں خوب کیں ایک دن ہم ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا باہر نکلے تو دو آدمی تھے کہنے لگے کہ ہم دس میل دور گاؤں سے آئے ہیں۔ ہمارے پاس چکی ہے دھان کی مشین ہے جو کئی دنوں سے خراب پڑھی ہوئی ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چل کر اس کو ٹھیک کر دیں۔ آپ نے اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی سمجھا جانے کو تیار ہو گئے۔ گھر میں اس وقت کچھ آٹا موجود تھا۔

مجھ کو سمجھایا کہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتی رہنا۔ آپ ان کے ساتھ سائیکل لیکر چلے گئے۔ چار دن تک تو ٹھیک رہے لیکن پھر مجھے فکر ہونے لگی کہ پردیس میں کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے اور آپ کی کوئی خبر بھی نہیں آرہی۔ دوسرا گھر میں موجود آٹا دال وغیرہ بھی ختم ہو رہا ہے۔ اب کریں تو کیا کریں۔ ہم پانچ افراد تھے روٹی پکاتے اور چینی سے کھا لیتے۔ چھوٹا بچہ ایک سال کا تھا۔

ایک بیوہ عورت جو ہمارے یہاں رہتی تھی وہ کھیتوں میں جا کر مکئی کی چھلیاں لے آئی جو ہم بھون کر کھانے لگے۔ اس طرح سے دن گزرنے لگے۔ اپنے باپ کو قریب نہ پا کر بچہ بھی بیمار ہوگیا۔ میرے میاں کی غیر موجودگی میں ڈاکیا منی آرڈر لے کر آیا جو میرے والد محترم نے بھجوائے تھے۔ لیکن منی آرڈر میرے شوہر کے نام پر ہونے کی وجہ سے اس نے مجھے نہ دیا۔ میرے لئے اللہ کے آگے دعا کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر اچانک 11دن بعد دروازہ پر سائیکل کی گھنٹی بجی دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میرے میاں آئے ہیں۔ میری جان میں جان آئی۔ آپ نے بتایا کہ میں جس گاوں گیا تھا اس کا نام دھوارہ تھا۔ وہاں چکی اچھی حالت میں ہے۔ میرے کانپور کے دوست کے بیوی بچے بھی وہیں رہتے ہیں۔ میں چکی چالو کرنے کے لئے وہیں سے کانپور چلا گیا تھا اور کہہ گیا تھا کہ میرے گھر والوں کو بتا دینا کہ میں کانپور جا رہا ہوں لیکن اس آدمی نے پیغام نہ پہنچایا۔ اس وجہ سے ہم پر یہ مصیبت آئی تھی۔ ہم لوگ وہاں سے دھوارہ چلے گئے۔

قادیان آمد:

یہاں رہتے ہوئے دو سال کا عرصہ ہوگیا بچے بڑے ہو رہے تھے۔ ان کی پڑھائی کا مسئلہ تھا۔ وہاں کی بولی اور رہن سہن مجھے پسند نہ تھا جلسہ سالانہ پر ہم قادیان آگئے۔ قادیان میں صدر انجمن احمدیہ میں بجلی کے شعبہ میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ کچھ عرصہ بعد قادیان میں ہی ایک جگہ مول لے کر چکی ڈال لی۔ جس کو آج تک میرا بیٹا محمد احسن چلا رہا ہے۔

وفات سے قریباً ایک ماہ قبل خواب دیکھی کے ایک درویش کی وفات ہوگئی ہے اس کا نام رشید ہے۔ آپ نے صدقہ دیا۔ 5جولائی کو ہم پاکستان گئے۔ کچھ دن فیصل آباد میں اپنے بیٹے کے پاس رہے پھر اپنی بہن کو ملنے کراچی جانے کے لئے ریل میں بیٹھے۔ جب گاڑی حیدر آباد اسٹیشن پر رکی تو آپ ایک بوڑھے آدمی کو پانی دینے کیلئے اسٹیشن پر اترے۔ اس دوران گاڑی ہلکا سا چل پڑی۔ آپ جلدی سے گاڑی میں بیٹھنے لگے ریل اور پلیٹ فارم میں کچھ فاصلہ تھا آپ کا وہاں سے پیر پھسل گیا خدا جانے کیا ہوا۔ گاڑی ایک دم سے رک گئی۔ بڑی تیزی سے ایک آدمی نے کھڑکی سے پکارا کہ ہاجرہ بیگم نام کی کوئی عورت ہے۔ میں نے کہا کہ میرا نام ہے۔ اس نے جلدی سے مجھے گاڑی سے اتار لیا مجھے ویٹنگ روم میں بٹھا دیا اور کچھ نہ بولا پولیس کا آدمی تھوڑی دیر بعد آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے میاں کو چوٹ لگی ہے ہسپتال لے گئے ہیں۔ یہ سن کر میں دعائیں کرنے لگی۔ مجھے ہسپتال کے ایمرجنسی روم کے باہر بٹھا دیا گیا۔ کوئی میرے پاس نہ تھا۔ تقریباً رات دس بجے ڈاکٹر نے مجھے آکر بتایا کہ آپ کے میاں فوت ہو چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وہ وقت میں بیان نہیں کر سکتی دل کٹ کر رہ گیا۔ کوئی آنسو پونچھنے والا بھی نہ تھا۔ میرے بھانجے کو پولیس نے اطلاع دی تھوڑی دیر میں وہ وہاں پہنچا اور کہنے لگا کہ ماموں کہاں ہیں؟ میں نے بتایا کہ ماموں کی وفات ہوگئی ہے۔ وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا پھر جلدی سے حیدر آباد کے مشن میں گیا اور جماعت کے لوگ وہاں سے آگئے اور غسل دے کر تابوت میں رکھ دیا اور واپس فیصل آباد پہنچے۔ وہاں سب رشتہ داروں نے جنازہ پڑھا اگلے دن لاہور پہنچے جماعت نے بہت تعاون دیا۔ دونوں چھوٹے بچے بھی ساتھ تھے۔ ان دنوں محترم عبد السلام صاحب کا بیٹا عبد الحمید پاکستان سیالکوٹ میں تھا، اس کو اطلاع دی۔ اس کے ساتھ میں نے بارڈر کراس کیا۔ خدا کا شکر ہے منگل کی شام ہم اچانک قادیان پہنچے یہاں کسی کو اطلاع نہ تھی جس کو بھی علم ہوا بہت دکھ ہوا۔ میرے خاوند محترم موصی تھے۔ قادیان میں جنازہ ہوا۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی وفات 25جولائی 1986 کو ہوئی اور تدفین 29جولائی 1986 کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ میرے شوہر کی مغفرت فرمائے۔ اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آپ اپنے پیچھے دس بچے جن کے اسمایہ ہیں عزیز نعیم احمد عارف۔ محمد احسن۔ انور احمد تنویر، محمد احمد ناصر، کلیم احمد۔ عزیزہ امۃ العلیم، نسیم اختر، شمیم اختر، امۃ الکریم، حسینہ رفعت چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

102 محترم چودھری محمد صادق ننگلی صاحب درویش

(مکرم چودھری محمد اکبر صاحب۔ ایم اے قادیان)

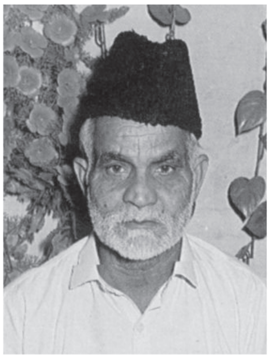


خاکسار کے والد محترم چودھری محمد صادق ننگلی درویش صاحب 1928ء کو قادیان کے قریب گاؤں ننگل باغبان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام وریام دین اور والدہ محترمہ کا نام برکت بی بی تھا۔ آپ چار بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے چھوٹے بیٹے کو حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر لبیک کہنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ دور درویشی میں مختلف قسم کی ڈیوٹیاں دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نہایت بہادر اور ذہین تھے۔ دور درویشی میں بعض اہم خدمات کی توفیق ملی خصوصاً بعض اہم پیغامات اور اہم قیمتی سامان کو پہنچانا آپ کے ذمہ تھا۔ شروع سے ہی بہت محنتی تھے۔ خود تو زیادہ تعلیم حاصل نہ کر سکے لیکن بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ دور درویشی کے مشکل حالات میں گزارہ کرنا مشکل تھا۔ محترم والد صاحب نے اس وقت ہم بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ آپ نے مختلف دفاتر میں خدمات سرانجام دیں اور انجمن کی جانب سے جب درویشوں کو کہا گیا کہ جو درویش اپنا انتظام خود کر سکتے ہیں وہ اپنا انتظام خود کریں تو محترم والد صاحب نے لبیک کہتے ہوئے بھینسیں وغیرہ پال لیں۔ جب تک صحت رہی گائے بھینس وغیرہ پالتے رہے۔ خود بھی نمازوں کے پابند تھے اور بچوں کو بھی سختی سے نمازوں کا پابند کیا۔ جماعتی زمینوں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں جماعت کو مفید مشورہ جات دیتے۔ آپ کا غیر مسلم احباب کے ساتھ اچھا تعلق تھا اکثر غیر مسلم احباب آپ سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔ آپ کی شادی محترمہ زینب بی بی صاحبہ بنت مکرم مہر نھو صاحب سے 1946ء کے آخر میں ہوئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ سبھی بچے سلسہ کے وفادار اور درد رکھنے والے ہیں۔ والدہ محترمہ نے بڑے صبر کے ساتھ دور درویشی کے دن گزارے اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں کمی نہ آنے دی۔ آپ نے اپنے ایک بیٹے اور جواں سال بیٹی کی وفات کا صدمہ بڑے حوصلہ اور صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ 29 اکتوبر 2011ء کو کرسی سے گر جانے کے سبب کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ دل کی تکلیف پہلے سے تھی علاج کیلئے جالندھر لے جایا گیا۔ لیکن آخری وقت آچکا تھا۔ 5 نومبر 2011ء کو محترم والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کی نماز جنازہ بہشتی مقبرہ میں محترم ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے بعد نماز عصر پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی مورخہ 11 نومبر 2011ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترم والد صاحب کا ذکر خیر ان الفاظ میں فرمایا:

''ہمارے درویش ہیں قادیان کے مکرم چودھری محمد صادق صاحب ننگلی ابن مکرم وریام دین صاحب ننگلی۔ 29 اکتوبر کو گر گئے تھے۔ کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی دل کی تکلیف بھی تھی علاج وغیرہ ہوتا رہا۔ لیکن بہرحال 5 نومبر کو ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب تحریک کی تو آپ ابھی چھوٹے تھے لیکن آپ نے اس تحریک میں بڑے اخلاص کے ساتھ لبیک کہا اور آخر دم تک پوری وفا کے ساتھ اس عہد کو نبھایا۔ آپ مرکزی دفاتر میں خدمت بجالاتے رہے۔ علاوہ ازیں قادیان میں جماعت کی بہت سے ایسی زمینیں جو غیر ہموار تھیں۔ آپ نے ہموار کرنے کی بھی توفیق پائی۔ آپ ایک ہمدرد دین اور مخلص کارکن تھے۔ آپ کو خدمت خلق کا بہت شوق تھا۔ دودھ سبزیاں، پھل، اور اناج وغیرہ گھر کا ہوتا تھا۔ اس لئے آپ مختلف گھروں میں بلا معاوضہ کچھ نہ کچھ روزانہ بھجوایا کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ قادیان پر آنے والے مہمانوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے ان کے آرام اور کھانے پینے کیلئے اپنی طاقت سے بڑھ کر خرچ کیا کرتے تھے انتہائی ملنسار، غریب پرور، صابر اور شاکر صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ اولاد کی بہترین رنگ میں تربیت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ (بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ 11 نومبر 2011)۔ خطبہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

103 محترم امیر احمد صاحب درویش

(مکرم محمد ایوب ساجد صاحب مینیجر اخبار بدر)



محترم امیر احمد صاحب درویش عرف شری بھائی محترم چودھری مہر دین صاحب کے صاحبزادے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل آپ کو مسجد مبارک میں بحیثیت خادم مسجد خدمت کی توفیق نصیب ہوئی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کو مختلف دفاتر میں خدمات کی توفیق ملی۔ خصوصاً شعبہ نشر واشاعت میں باوجود کم علم ہونے کے آپ نے بہت سا لٹریچر خود طبع کروایا۔ آپ نہایت مخلص اور خلیفہ وقت سے محبت رکھنے والے تھے۔ حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب تحریک جدید کے مرحوم مجاہدین کی طرف سے چندہ ادا کرنے کی تحریک فرمائی تو آپ نے U.T.I کے حصص صدر انجمن احمدیہ کے نام وقف کر دئے۔ آپ نے 1942ء میں وصیت فرمائی تھی۔ آخری عمر میں آپ کو شوگر ہوگئی تھی۔ اور پاؤں میں مستقل زخم ہوگیا تھا آپ نے اس تکلیف کا بڑے صبر وحوصلہ سے مقابلہ کیا۔ آپ کی وفات 3 جنوری 1996ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

آپ کی وفات کی خبر سے سارے ہندوستان کے طول وعرض میں رہنے والے احمدیوں کو شدید صدمہ ہوا کیونکہ آپ سے ہندستان کی تمام جماعتی عہدیداران اور احباب کی ملاقات جلسہ سالانہ میں ہوا کرتی تھی۔ آپ لٹریچر برانچ کے انچارج ہوا کرتے تھے اور محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کے زیر نگرانی کتب کی ترسیل اور اشاعت کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ خود ہی کتابوں کو جالندھر سے شائع کرواتے، پروف ریڈنگ وغیرہ کے مراحل پر نظر رکھتے تھے۔ آپ بہت باہمت محنتی اور باحوصلہ بزرگ تھے۔ جماعتی کتب سے اس قدر واقفیت تھی کہ فوراً دریافت کرنے پر حوالہ جات نکال دیا کرتے تھے موصوف کی معلومات اور خوش مزاجی کا عالم یہ تھا کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر اکثر زائد وقت مبلغین آپ کی قربت میں رہا کرتے تھے۔ آپ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمانان اور مبلغین کی مہمان نوازی دل کھول کر کیا کرتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعود سے بہت قربت تھی اور مقدس خاندان کی فدائیت میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ صاف گو اور تقویٰ شعار تھے۔ آپ کی رہائش وفات تک دار المسیح میں رہی۔

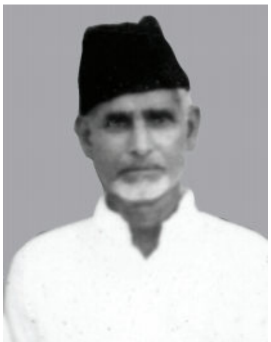
تقسیم ملک سے قبل آپ آسنور کوریل کشمیر کی جماعت میں بطور دیہاتی مبلغ خدمت بجالاتے رہے۔ احمدی تو احمدی قریب کے غیراز جماعت لوگ بھی آپ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ آپ تقویٰ اور مومنانہ شان کے حامل تھے۔ مندرجہ ذیل واقعہ خاکسار نے اپنے والد محترم عبد الخالق صاحب نمبردار کوریل سے جو آپ کے گہرے دوست تھے، سنا ہے، یہ واقعہ آپ کی تقوی شعاری کی عکاسی کرتا ہے۔

والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مکرم امیر احمد صاحب کا تقرر بطور دیہاتی مبلغ آسنور کوریل میں ہوا (اس وقت آسنور کوریل، ریوٹن، منڈوال، طاہر آباد، پنڈت پورہ ایک ہی جماعت ہوا کرتی تھے۔) آپ شروع سے ہی صفائی پسند اور نفاست پسند تھے آپ کی رہائش ریوٹن سے ملحق جنگل میں سرکاری بنگلہ میں تھی۔ آپ نے کوریل میں تعلیم تربیت کا کام شروع کیا جو کہ ریوٹن سے دو کلومیٹر دور ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ اس جنگل میں شیر چیتے وغیرہ موذی جانور بکثرت ہوا کرتے تھے۔ آپ آدھی رات کو اٹھ کر اس خطرناک جنگل میں سے گزرتے ہوئے مسجد احمدیہ کوریل میں نماز تہجد ادا کرنے کے بعد گاوں والوں کو جگایا کرتے تھے۔ ہمارا خاندان جو کہ ایک بہت بڑا خاندان تھا خاندان کے چند نوجوان صبح کی نماز میں نہیں آتے تھے محترم امیر صاحب نے خاندان کے بزرگوں کو اس طرف توجہ دلائی لیکن اس پر بھی وہ نوجوان نماز میں حاضر نہیں ہوئے۔ اس پر امیر احمد صاحب ناراض ہو گئے اور قریب کے غیر احمدی گاوں کھڈ ہانجی پورہ میں جا کر تعلیم وتربیت کا کام شرع کیا۔ اس واقعہ کے بعد خاندان کا ایک عربی نسل کا گھوڑا اچانک مر گیا۔ گاوں میں یہ بات عام ہوگئی کہ چونکہ محترم امیر احمد صاحب ناراض ہو گئے ہیں اس لئے یہ گھوڑا مر گیا ہے تب خاندان کے دو بزرگ خاکسار کے والد صاحب اور مکرم غلام احمد صاحب کھڈ ہانجی پورہ گئے اور محترم امیر صاحب سے معذرت کی اور گاوں واپس لے آئے۔

خاکسار جون 1967ء میں قادیان میں مدرسہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے آیا تو آپ کو مزاحاً کہا کرتا تھا کہ آپ نے ہی ہمارا گھوڑا مار دیا تھا۔ آپ مسکرا کر فرمایا کرتے کہ گھوڑا تو اپنی قسمت سے مر گیا مگر اس وجہ سے آپ کا خاندان نمازی بن گیا۔ خاکسار نے ایک بار پوچھا کہ شری بھائی آپ کو ریوٹن سے آتے ہوئے ریچھ وغیرہ سے ڈر نہیں لگتا تھا فرمایا ریچھ کی کیا مجال کہ مسیح کے غلام کو چھیڑے۔ آپ بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔ چونکہ آپ نے اس علاقہ میں ایک لمبا عرصہ خدمت سرنجام دی تھی اس لئے جلسہ سالانہ کے دنوں میں اس علاقہ کے لوگ بعد نماز فجر آپ کے پاس آتے اور آپ نمکین چائے سے ان کی تواضع فرمایا کرتے تھے۔ آپ نہایت ظریف الطبع اور منفرد مزاج کے مالک تھے۔ اپنا ایک مخصوص حلقہ احباب تھا اور جب آپ اپنے مخصوص حلقہ احباب میں ہوتے اس وقت آپ کی ظرافت کی جولانیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

104 محترم چودھری محمد شریف گجراتی صاحب درویش

(مکرم محمد حمید کوثر صاحب۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)



میرے والد صاحب مرحوم چودھری محمد شریف گجراتی درویش (1984-1923) نے 1947ء کے شروع میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی خدمت میں اپنی زندگی وقف کرنے کی درخواست بھجوائی۔ چنانچہ دفتر کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ قادیان حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ والد صاحب اور غلام قادر صاحب درویش نے 25مارچ 1947ء کو انبالہ چھاؤنی میں اپنا اپنا استعفیٰ پیش کیا اور یکم اپریل 1947ء کو ہر دو افراد قادیان حاضر ہو گئے۔ اُسی روز سے انہیں کیپٹن شیرولی صاحب مرحوم کے ماتحت خدمت بجالانے کا حکم ہوا۔ 15اگست 1947ء سے لے کر 16نومبر 1947ء کے پُر آشوب عرصہ کے دوران جو حالات و واقعات آپ کو پیش آئے ان کے تذکرہ کی نہ تو یہاں گنجائش ہے اور نہ ہی ماحول و حالات اجازت دیتے ہیں۔

والد صاحب مرحوم کی وفات مؤرخہ 12مارچ 1984ء کو قادیان میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور تدفین بھی بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

آپ کی وفات پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت قادیان کی اطلاع پر ناظر خدمت درویشان ربوہ نے تحریر فرمایا:

(تقسیم ملک کے وقت) ان کی عمر 25-26 سال تھی، تقسیم ملک کا فیصلہ ہونے پر واپس وطن جانے کا ارادہ ترک کر کے مستقل طور پر درویشانہ زندگی گزارنے کا عہد کر لیا اور بتوفیق ایزدی آخر دم تک اس عہد کو خوشدلی اور فرمانبرداری کے ساتھ نبھایا۔ ابتدائی زمانہ میں مصائب و آلام کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے رہے اور جو بھی ڈیوٹی سپرد کی جاتی رہی وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔ بلکہ ساری زندگی صبر و سکون اور اطاعت گزاری میں بسر کی۔ کبھی اضطراب اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا۔ (روزنامہ الفضل، ربوہ 3اپریل 1984)

محترم والد صاحب میں کئی عادات و صفات تھیں جن میں سے چند کا ذکر کیا جارہا ہے۔

جہاں تک مجھے یاد ہے خاکسار نے والد صاحب کو باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے دیکھا۔ اور تہجد جب گھر میں پڑھتے تو باآواز بلند پڑھتے اور دعائیں اتنی دردو سوز سے پڑھتے کہ ہم نیند سے بیدار ہو جاتے۔ اور پھر ہم بھی نوافل ادا کرنے لگتے۔ نماز باجماعت کے پابند تھے۔ اگر کبھی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے مسجد نہ جاسکتے تو مجھے روک لیتے اور باقی بھائیوں کو مسجد جانے کے لئے کہتے اور مجھ سے کہتے گھر میں باجماعت نماز پڑھاؤ اور مجھ سے ہی امامت کرواتے۔ اسی طرح اگر ہم بھائی کھیت میں گندم یا دھان کی کٹائی کرتے یا اور کوئی زراعتی کام کر رہے ہوتے، نماز کے وقت کام روک دیتے اور وہاں ہی گھاس پر یا کسی پاک صاف جگہ پر باجماعت نماز کا اہتمام فرماتے اور اپنے بچوں میں سے کسی سے امامت کرواتے۔ یہی وہ عملی تربیت تھی جو اُن کی اولاد کو بچپن سے ملی۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ اور اسی تربیت کا اثر ہے کہ مرحوم کی اکثر اولاد نماز کی پابند ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

سن ساٹھ کے دہاکے نصف اوّل میں سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ شدید بیمار ہو گئے۔ ان سالوں میں مرحوم باقاعدگی سے جمعرات کے روز روزہ رکھتے اور حتی المقدور غربا کو صدقہ بھجواتے کبھی آٹے اور چاولوں کی شکل میں اور کبھی نقدی کی صورت میں۔ یہ طریق عمر کے آخری ایام تک رہا۔ بچوں کو نصیحت کرتے کہ سفر پر جانے سے قبل دُعا کر کے اور کچھ نہ کچھ صدقہ دے کر نکلا کرو اور سفر میں بھی دعائیں کرتے رہا کرو کیوں کہ سفر میں بھی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کے دو رکوع کی تلاوت روزانہ کا معمول تھا۔ مرحوم کے پاس ایک باترجمہ قرآن مجید (مترجم میر محمد اسحاق صاحبؓ) تھا۔ پہلے بلند آواز سے آیت پڑھتے پھر اتنی ہی بلند آواز سے اُس کا ترجمہ پڑھتے جس سے سننے والوں کو بھی فائدہ ہوتا۔ اسی طرح سونے سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سے کسی کتاب کے صفحات پڑھتے اور بچوں کو بھی سناتے۔

دیانتداری:

تقسیم ملک کے بعد جب درویشان کرام کی شادیاں ہونے لگیں، اور اللہ تعالیٰ اولاد کی نعمت سے نوازنے لگا تو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے ملنے والی تنخواہ ناکافی ہونے لگی۔ اب ایسی صورت میں درویشان کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق زائد آمدنی کے لئے کچھ نہ کچھ ذریعہ معاش تلاش کرنا شروع کیا۔ ان ذرائع میں سے سب سے کامیاب اور نسبتاً فائدہ مند ذریعہ دودھ دینے والے جانوروں کو پالنا تھا۔ عام طور پر بھینسیں اور گائیں پالی جاتیں، ان کا خالص دودھ افراد خانہ کے استعمال میں بھی آتا اور فروخت کر کے کچھ آمدنی بھی ہو جاتی۔ چنانچہ والد صاحب مرحوم نے بھی بھینسیں رکھنی

شروع کیں۔ ہم اپنے قرب و جوار میں بعض غیر مسلموں کو دیکھتے کہ وہ بازار میں دودھ لے جانے سے قبل نلکے سے دودھ میں پانی ملادیتے۔ایک دفعہ ہم بھائیوں میں سے ایک نے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دیا اور ایک دوسرے بھائی نے والد صاحب کو بتا دیا، والد صاحب مرحوم نے دودھ کی بالٹی اپنے ہاتھ میں لے لی اور جو خریدار دودھ کے لئے آتا اُسے کہتے اس دودھ میں پانی مل گیا، اس لئے آج یہ دودھ میری طرف سے مفت دیا جاتا ہے اور ہمارے اُس بھائی کو اور ہم سب کو نصیحت کی کہ تم نے بے ایمانی اور دھوکے کو آمدنی میں اضافے کا ذریعہ سمجھ لیا، اور جس اللہ کی ہم عبادت کرتے ہیں اُسے بھول گئے کہ وہ رازق خدا اس سے بھی کہیں زیادہ دے سکتا ہے اور اگر وہ تمہاری اس حرکت سے ناراض ہوا تو جو دیا ہے وہ بھی چھین سکتا ہے۔ اس لئے توبہ کرو استغفار کرو اور وعدہ کرو کہ آئندہ ایسا نہ کرو گے۔

جھوٹ سے آپ کو شدید نفرت تھی۔مشکل حالات میں بھی سچ کا دامن نہ چھوڑتے۔دسمبر 1960ء میں ہم سب اہل خانہ ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے گئے اور واپسی جنوری 1961ء میں ہوئی۔واپسی پر واگہ باڈر کے کسٹم والے کارکنان نے پوچھا کہ آپ کے پاس بغیر سلے کپڑے ہیں، والد صاحب نے کہا ہاں ہیں، اور وہ میرے رشتہ داروں نے بچوں کو تحفہ دئے ہیں (اس وقت کپڑے لانے پر پابندی تھی) اُس کسٹم والے نے کہا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ابا جان نے بتایا قادیان۔وہ کہنے لگا آپ کے سچ اور واضح بیان پر میں آپ کا سامان نہیں کھولتا، سامان لے جائیں۔اس طرح ہر موقعہ پر سچ کو اپنا شعار بناتے، غلط بیانی، جھوٹ سے آپ کو سخت نفرت تھی۔

تبلیغ کا شوق:

والد صاحب کی تعلیم اگرچہ مڈل تک تھی مگر مسلسل مطالعہ کی وجہ سے دینی معلومات بہت اچھی تھیں اور سیاسی معلومات سے بھی بہت دلچسپی تھی۔جہاں کہیں جاتے موقعہ و محل کے مطابق تبلیغ کرتے اور تبلیغی کتب ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔مرحوم کا آبائی وطن شیخ پور ضلع گجرات تھا۔اور آپ کا خاندان وڑیچ تھا۔تقسیم ملک کے وقت وہاں سے بہت سے ہندو ہجرت کر کے قادیان اور اس کے گردونواح میں آبسے تھے۔والد صاحب نے ہمیشہ ان سے رابطہ رکھا۔ہمیشہ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوئے۔اور انسانی ہمدردی کے طور پر جو کچھ ہو سکتا وہ کرتے۔مجھے یاد ہے کہ اُن میں ایک ہندو سبزی فروش تھے۔اور بڈھامل بلڈنگ قادیان کے شمال مشرق میں ان کی دکان تھی۔وہ ایک دفعہ بہت بیمار ہو گئے چنانچہ رات کا وقت تھا اُن کا کوئی رشتہ دار آیا کہ مریض کی حالت بہت خراب ہے آپ کچھ کریں والد صاحب مرحوم اور ڈاکٹر غلام ربانی صاحب درویش مرحوم کو لے کر اُن کے گھر گئے۔ڈاکٹر صاحب نے اُن کو دوائی دی۔اور کہا کہ ان کے گھر میں مسلسل آگ جلائے رکھیں۔ابا جان نے انہیں تسلی دی کہ ہم سب آپ کے لئے دعا بھی کریں گے آپ شفایاب ہو جائیں گے۔چنانچہ چند دنوں میں وہ مریض صحت یاب ہو گئے اس طرح کی خدمت انسانیت کے مواقع وہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

قناعت: سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے القناعۃ کنز لا یفنیٰ کہ قناعت اتنا بڑا خزانہ ہے جو فنا نہیں ہوتا۔اپنے والد صاحب مرحوم کو خاکسار نے ہمیشہ اس حدیث پر عمل پیرا پایا۔جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا کرتا، اُس کا شکر ادا کرتے اور کبھی لالچ سے کسی چیز کو نہیں دیکھتے تھے۔اور یہی وجہ تھی کہ امداد وغیرہ لینے سے گریز کرتے تھے۔جب کبھی ہمارے گھر میں سے کوئی امداد لینے کے بارے میں بات کرتا تو اُسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر میں جواب دیتے:

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت رواں کے سامنے

بعد میں جب حالات کچھ بہتر ہو گئے اور آپ کا کوئی قریبی یا رشتہ دار کوئی رقم بھجواتا اُسے غربا میں تقسیم کر دیتے۔حتی المقدور اپنی ذات یا گھر میں خرچ کرنے سے اجتناب کرتے۔

افسران بالا کی اطاعت اور ڈیوٹی کی پابندی:

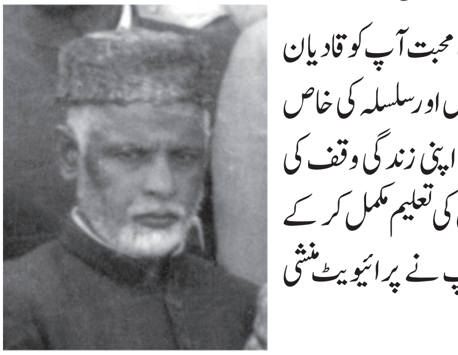
فوج و ملٹری میں رہ کر ایک انسان افسران بالا کی اطاعت ڈیوٹی اور وقت کی پابندی اچھی طرح سے سیکھ جاتا ہے اور ان کی پابندی میں انسان اُس وقت اور زیادہ شدت اختیار کر لیتا ہے جہاں جماعت و نظام کا معاملہ آجائے۔1950-1960ء کے دہاکوں میں درویشان کرام کے رات کو پہرے لگتے تھے۔والد صاحب کو جنوری کی ایک رات شدید بخار تھا اور آپ کی بارہ بجے رات سے چھ بجے صبح (اذاں فجر) تک بہشتی مقبرہ میں ڈیوٹی تھی۔بارش اور اولے اور تیز ہوا کا موسم تھا والدہ صاحبہ نے منع کیا کہ ڈیوٹی کے لئے نہ جائیں مرحوم نے جواب دیا کہ حالات ٹھیک نہیں، بہت سے احمدی احباب ربوہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے گئے ہوئے ہیں۔جماعت کے افراد اور افسران اس یقین پر سو رہے ہیں کہ ایک آدمی ڈیوٹی دے رہا ہے ہم اطمینان

سے سوتے ہیں۔ اگر میں بھی سوگیا، اور کوئی حادثہ ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ چنانچہ آپ اسی حالت میں ڈیوٹی دینے چلے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئے اور کہنے لگے کہ میرے سے پہلے محترم بابا خدا بخش صاحب درویش مرحوم ڈیوٹی دے رہے تھے جب انہوں نے مجھے اتنے بخار میں دیکھا تو کہنے لگے، شریف صاحب آپ گھر جائیں آپ کو تو بہت بخار ہے، میں آپ کی جگہ ڈیوٹی دیتا ہوں۔

اللہ اللہ یہ تھا ایثار درویشان کرام کا۔ ایک درویش جو پہلے ہی چھ گھنٹے ڈیوٹی دے چکا ہو، اُس نے جب اپنے درویش بھائی کو بیمار دیکھا تو اُس کی جگہ ڈیوٹی دینے کے لئے تیار ہوگیا۔ انہوں نے حالات کی نزاکت کو بھی سمجھا اور ڈیوٹی کی اہمیت کو بھی۔ خدا کرے درویشان کرام کی اولادیں اسی طرح اطاعت کے جذبہ کے ساتھ خدمت بجالانے والی ہوں۔ عید الفطر کا دن تھا نماز سے واپس آنے کے بعد ہم سب اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ والد صاحب گھر آئے اور رسید بک لے کر چلے گئے۔ ہم کھانے پر انتظار کر رہے ہیں۔ والد صاحب کا کہیں پتہ نہیں۔ بہت دیر کے بعد آئے اور کہنے لگے کہ بعض غیر مسلم کرایہ داروں نے آج کرایہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے سوچا کرایہ لے آؤں۔ ہوسکتا ہے کل وہ کوئی عذر کر دیں اور انجمن کو نقصان ہوجائے۔ (والد صاحب اپنی عمر کے آخری سالوں میں نظامت جائیداد میں خدمت بجالاتے رہے)۔

ایک خوبی جو والد صاحب میں خاکسار نے دیکھی وہ یہ کہ اپنے آپ کو قادیان کے ماحول میں رونما ہونے والے واقعات سے آگاہ رکھتے تھے۔ ہندو اور سکھ دوستوں سے وسیع تعلقات تھے۔ اُن سے بھی آپ کو معلومات ملتی رہتیں۔ اگر کوئی بات جماعتی مفادات کے خلاف ہوتی اُس کی اطلاع فوراً مولانا عبد الرحمان صاحب ؓ (سابق ناظر اعلیٰ و امیر جماعت) اور حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور کو دیتے۔ ریتی چھلہ کی دکانیں عید گاہ کے معاملات اور کسی بھی زمینی معاملات کو ناظر صاحب اعلیٰ کے علم میں لاتے۔ جماعتی معاملات کو ہر کسی معاملہ پر ترجیح دیتے۔ جماعت کی کسی معمولی سی چیز کا بھی نقصان آپ کو برداشت نہ تھا۔ محترم والد صاحب اور محترمہ والدہ صاحبہ نے درویشی کے کٹھن عرصہ میں ہم پانچ بھائیوں اور دو بہنوں کو بڑی شفقت اور محبت سے پالا۔ خود تکلیفیں اٹھا کر ہماری ہر ضرورت کو پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا

105 محترم گیانی بشیر احمد صاحب درویش

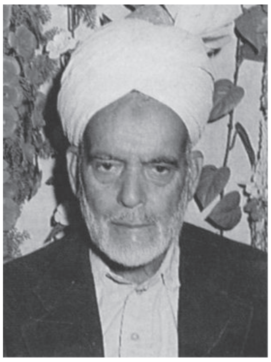


محترم گیانی بشیر احمد ناصر صاحب موضع ماہل پور ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ کی محبت آپ کو قادیان کھینچ لائی۔ آپ ابتدائی مخلص درویشان میں سے تھے آپ نے ساری عمر نہایت صبر و استقلال اور سلسلہ کی خاص خدمات بجالاتے ہوئے گزارا۔ ملک کی تقسیم سے قبل سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنی زندگی وقف کی اور دیہاتی مبلغین کلاس میں شامل ہوئے۔ زمانہ درویشی کے ابتدائی سالوں میں اس کلاس کی تعلیم مکمل کر کے آپ بہار کے علاقہ میں تبلیغ کے لئے بھیجے گئے۔ آپ کو قرآن مجید سے خصوصی عشق تھا۔ آپ نے پرائیویٹ منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

جب حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانوں کو پنجابی زبان میں مہارت حاصل کرنے کا ارشاد فرمایا تو آپ نے انتہائی محنت کے ساتھ گیانی کا امتحان بھی پاس کیا۔ آپ ایک لمبے عرصہ تک تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں بطور ہیڈ ماسٹر خدمات بجالاتے رہے۔ مگر جب اعصابی عارضہ نے شدت پکڑ لی تو بوجہ بیماری رخصت لینے پر مجبور ہوگئے۔ اس حالت میں بھی جب سلسلہ کو پنجابی لٹریچر یا تقاریر کے سلسلہ میں ضرورت پڑی اپنی مخلصانہ خدمات ہمیشہ ہی پیش کرتے رہے۔

آپ نہایت درجہ پابند صوم وصلوٰۃ شگفتہ مزاج علم دوست انسان تھے۔ باوجود آخری عمر میں پیروں کی کمزوری کے مسجد میں خود جایا کرتے تھے اور کبھی لوگوں کا سہارا لئے بغیر مسجد میں نماز پڑھنے کو اولیت دیتے تھے۔ آپ کی پہلی شادی جمشید پور میں ہوئی جبکہ دوسری شادی محترم محمد یونس صاحب آف بریلی کی صاحبزادی سے ہوئی اس طرح آپ محترم مولانا عبد الرحمٰن صاحب جٹ ؓ فاضل سابق امیر جماعت احمدیہ بھارت کے ہمزلف تھے۔ آپ کی وفات 24 جون 1979ء کو قادیان میں بعمر 58 سال حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے ہوئی اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ (ادارہ)



106 محترم بشیر احمد بانگروی صاحب درویش

(مکرم حبیب احمد طارق صاحب کارکن دفتر آڈیٹر)

خاکسار اپنے والد صاحب کے حالات زندگی بیان کرنے سے پہلے اُن بزرگوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہے جن کی وجہ سے ہمیں احمدیت کی نعمت سے سرفراز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للہ۔ خاکسار کے والدین پہلے سے ہی آپس میں رشتہ دار تھے یعنی میرے والدین کے نانا جان ایک ہی تھے۔ میری دادی جان اور نانی جان آپس میں حقیقی بہنیں تھیں۔ حضرت نانا جانؓ سے مراد حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ آف بسّے حالی ضلع گورداسپور ہیں۔ آپ کو حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی بیعت کی سعادت 1890ء میں حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

آپؓ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ موضع بسّے حالی قادیان سے تقریباً 15 سے 20 کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ اِس وجہ سے آپ کئی مرتبہ قادیان دارالامان آیا جایا کرتے تھے۔ اِسی گاؤں سے ایک مشہور صحابی حضرت میاں جھنڈے خان صاحبؓ بھی ہوئے ہیں۔ اِن دو بزرگ صحابہ کا جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں بھی ذکر ملتا ہے۔ صداقتِ حضرت مسیح پاک علیہ السلام اور تبلیغ احمدیت کرنے کے لئے کئی قسم کے طریق اپنائے گئے ہیں۔ بعض بزرگان نے تقریری و تحریری اور بحث مباحثہ اور نثر و نظم کے رنگ میں تبلیغ کی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں پنجاب میں گاؤں میں بکثرت مسلمان رہائش پذیر تھے۔ محترم والد صاحب کے نانا حضرت نانا جانؓ نے اس وجہ سے صداقت مسیح موعود علیہ السلام اور تبلیغ احمدیت کے لئے بڑے ہی پیارے انداز میں پنجابی زبان میں اُردو رسم الخط میں بہت اشعار تحریر کئے اور بہت سے تعداد میں اپنے خرچ پر شائع کر کے اس زمانہ میں تقسیم کئے جس سے ایک عام فہم زبان سادہ آدمی بھی احمدیت کو سمجھ جاتا تھا۔ ان کتابچوں میں مندرجہ ذیل کتابچے بہت مشہور ہیں: (1) موتی بازار (2) سُچا موتی (3) حلوے کی دکان ملا کی کامیابی (4) اخبار مہدی (5) خالص موتی وغیرہ۔ یہ کتابچے آج بھی احمدیہ مرکزی لائبریری قادیان میں یہ موجود ہیں۔

والد صاحب کا قبول احمدیت: خاکسار کے والد محترم کے نانا جان حضرت حکیم اللہ بخش صاحبؓ آف بسّی ہالی گورداسپور کی وجہ سے ہمارے خاندان میں احمدیت آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ کی وفات جون 1946ء میں قادیان میں ہوئی۔ حضرت سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ میرے پیارے والد صاحب مولوی بشیر احمد صاحب ولد مکرم چودھری محمد اسماعیل صاحب دلد مکرم حاجی محمد رمضان صاحب موضع گھٹیالی بانگر ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے یہ گاؤں قادیان سے بٹالہ اور بٹالہ سے فتح گڑھ چوڑیاں کے راستہ میں پڑتا ہے۔ میرے والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ یہ گاؤں زیادہ تر سکھوں کا تھا، مسلم آبادی کم تھی۔

میری دادی جان محترمہ زینب بی بی صاحبہ صحابیہؓ تھیں اور صحابی کی بیٹی تھیں، لیکن میرے دادا جان احمدی نہیں تھے۔ میرے والد صاحب کو اپنے خاندان یعنی میرے ددھال میں سے سب سے پہلے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ الحمد للہ۔ چونکہ میرے والد صاحب کا ننہال احمدی تھا اس لئے آپ کو احمدیت کا پیغام پہنچتا رہتا تھا۔ 1939ء میں خلافت جوبلی کے موقع پر خاکسار کے والد صاحب نے قصر خلافت میں حضرت مصلح موعودؓ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ بیعت کے بعد آپ کو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کے بھائیوں کی طرف سے بہت مارا پیٹا گیا لیکن آپ حق پر ڈٹے رہے اس کے نتیجہ میں آپ کے ددھیال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سارے کے سارے احمدیت کی آغوش میں آ گئے۔

والد صاحب کی شادی غالباً 1945ء میں اپنی خالہ زاد بہن "ناصرہ بیگم" سے ہوئی۔ شادی کے بعد ایک دو سال آبائی گاؤں میں رہے ہونگے کہ ملکی حالات بگڑنے شروع ہوئے۔ مرکز احمدیت یعنی قادیان دارالامان کی حفاظت کے لئے سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی طرف سے تحریک کی گئی۔ اس تحریک میں خاکسار کے والد صاحب نے اپنا نام بھی پیش کیا۔ خاکسار کے والد محترم نے اپنے مختصر حالات نوٹ کئے تھے وہ پیش خدمت ہیں:

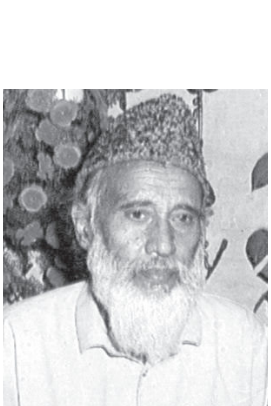
"خاکسار بشیر احمد بانگری ولد چودھری محمد اسماعیل صاحب بمقام، گھٹیالی بانگر پیدائش 6/مارچ 1914ء مورخہ 10/اپریل 1947ء کو زندگی وقف کر کے قادیان حاضر خدمت ہوا۔ ہماری کلاس 3 ستر آدمیوں پر مشتمل تھی۔ پڑھائی شروع ہوئے ابھی چند ماہ ہوئے تھے کہ ملک میں پارٹیشن کی گڑبڑ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں سے پنجاب خالی ہو گیا۔ بلکہ قادیان بھی خالی ہو گیا۔ حفاظت مرکز کے لئے تین سو تیرہ (313) درویش رہ گئے۔ چھ مہینے کے بعد پڑھائی شروع ہوئی۔ مگر کلاس کے آدمی چالیس رہ گئے تھے۔ ذرا امن ہوا تو دیہاتی کلاس کے اکثر آدمیوں کو تبلیغ کے میدان میں ہندوستان

میں مختلف مقامات پر بھجوایا گیا۔ خاکسار کو آٹھ آدمیوں کے سمیت صوبہ بہار میں مختلف علاقوں میں بھجوایا گیا۔ خاکسار کو ہوبیا کورااور تارا کورا بھجوایا گیا۔ جو کہ نہایت جنگلی علاقہ تھا۔ خاکسار نے نہایت ہمت اور دلجمعی سے کام کیا۔ بچوں کو پڑھانا شروع کر دیا اور اپنے علاقہ کے ارد گرد میں تبلیغ شروع کر دی تب ارد گرد کے دیہاتوں کے لوگوں نے جماعت کے افراد پر دباؤ ڈالا کہ اس مولوی کو یہاں سے نکال دو۔ تب وہ لوگ مجھے قریب کے گاؤں گوری کو الے گئے وہاں دوسو (200) آدمی دو تین مولوی جمع تھے۔ بحث مباحثہ شروع ہوا۔ خاکسار نے کہا کہ پہلے حیات وفات حضرت مسیح علیہ السلام ختم ہو جائے۔ پھر صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بات ہو گی۔ میں تین آیات وفات پر پیش کر کے معنیٰ کرتا ہوں پھر آپ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر تین آیات پیش کرنا مگر جب میں نے تین آیات پیش کر کے ترجمہ کیا تو وہ اتنے میں ہی لاجواب ہو گئے۔ پھر میں نے تفصیل سے جماعت کے متعلق سمجھایا وہ سردار جو دھوبیا کو رالے کر آیا تھا اپنا سامنہ لے کر شرمندہ ہو گیا۔ پھر خاکسار تقریباً نو مہینے کے بعد مونگھیر کے ضلع میں چلا گیا وہاں بھی ارد گرد دیہاتوں کے دورے کرتا رہا۔'' محترم والد صاحب کے ہاتھوں کئی افراد کو سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی توفیق ملی بعدہ محترم والد قادیان آ گئے۔ محترم والد صاحب آگے تحریر فرماتے ہیں:

''1960ء کے شروع میں جماعت احمدیہ انبیٹہ ضلع مظفر نگر (یو۔پی) میں بھجوایا گیا وہاں تین سال تک رہا۔ ارد گرد کے دیہاتوں اسلام پور سبائی، میرٹھ، جھلانوی، پختہ گڑھی ان قصبات میں تبلیغی دورے ہوتے رہے اور چھوٹے چھوٹے دیہات کا شمار ہی نہیں ان دنوں میں تقریباً چار ہزار میل سفر کیا۔ اسی سال کے آخر میں واپس قادیان جانا پڑا۔ 1966-6-24 کو قادیان سے رانچی صوبہ کے لئے روانگی ہوئی۔ 66-6-26 کو محترم سید بدر الدین صاحب ایڈوکیٹ رانچی پہنچ گئے۔ صبح محترم چھکن صاحب انصاری موضع سملیہ مجھے لے گئے۔ میرے لئے دو جگہیں مقرر تھیں۔ ایک موضع سملیہ یہاں اصل قیام تھا اور دوسرے رانچی جو سملیہ سے سات میل کے فاصلے پر ہے چونکہ رانچی والے وکیل صاحب موصوف صدر انجمن احمدیہ کے ممبر تھے اسلئے مجھے حکم تھا کہ جمعہ کی نماز رانچی میں پڑھانی ہو گی۔ یہ علاقہ مسلمانوں کا تھا۔ اسلئے کئی جگہ مسلمانوں سے مُٹھ بھیڑ ہوئی دو تین جگہ مناظرہ ہوا جہاں وہ ہمیشہ شکست کھاتے رہے۔

مناظرہ سملیہ کی مختصر حقیقت: فریق ثانی موضع سکرٹو کا تھا۔ اسکو سمجھایا۔ مناظرہ کرنے کا فائدہ نہیں اس سے ضد پیدا ہوتی ہے اور سچائی چھپ جاتی ہے۔ جب نہیں مانا تو مجھے بھی مکرم مولانا شریف احمد امینی صاحب اور مولانا عبد الحق صاحب درویش کو بلانا پڑا۔ فریق ثانی کی طرف سے تقریباً پچیس مولوی آ گئے۔ جب ہم نے فریق ثانی کو کہا کہ اگر مناظرہ کرنا ہے تو شرائط لکھیں اور مناظرہ کریں گاؤں والوں نے مولویوں کو کہا کہ مناظرہ کرلو ورنہ ہم دونوں گاؤں احمدی ہونے لگے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم بھٹے میں پڑو ہمیں مناظرہ نہیں کرنا اتنا کہنا ہی تھا کہ اُن مولویوں کو لوگ اینٹ، پتھر، لاٹھی اور تلواریں مارنے کے لئے نکل آئے۔ اکثر کو میں نے روکا جب وہ مولوی بھاگ گئے تو تین آدمی بیعت میں داخل ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس کے علاوہ انفرادی بیعتیں بھی ہوتی رہیں۔'' محترم والد صاحب صوبہ یوپی بہار میں 26 سال تک تبلیغی میدان میں سرگرم رہے۔ نیز اس کے بعد دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں لمبا عرصہ خدمت کی۔ خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی تحریک پر مضافات قادیان میں بھی ایک لمبا عرصہ تبلیغی میدان میں خدمت سر انجام دی۔ آپ کی وفات 22 اکتوبر 1998ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ صوم وصلوۃ کے پابند، تہجد گزار، نیک و مخلص، خوش مزاج و مہمان نواز تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں عطا کیں۔

107 محترم مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب درویش



محترم مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب ولد محترم مرزا برکت علی صاحبؓ 2 نومبر 1918ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم آپ نے قادیان میں ہی اپنے والد صاحب اور حضرت بھائی عبد الرحیم صاحبؓ سے حاصل کی۔ مدرسہ احمدیہ میں سات جماعت پڑھنے کے بعد میٹرک پاس کی۔ اس کے بعد آپ نے ادیب فاضل اور مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ پھر مختلف کاموں کی ٹریننگ حاصل کرتے رہے۔ 1947ء کے پرخطر ایام میں آپ سلسلہ کی خدمت کرتے رہے نیز آپ نے انسپیکٹر بیت المال کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ آپ معاون ناظر بیت المال بھی رہے۔ آپ کے والد صاحب صحابی تھے۔ آپ کی دوسری شادی بشیر خاتون صاحبہ سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ آپ کی وفات 29/اگست 2001 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (ادارہ)

108 محترم محمد یوسف زیروی بھکشو صاحب درویش

مکرم طاہر احمد گلبرگی صاحب۔مربی سلسلہ دھولپور۔راجستھان



مکرم محمد یوسف صاحب زیروی درویش اپنے ابتدائی حالات اور آبائی وطن نیز اپنی پیدائش کے متعلق اپنی کتاب۔سوانح عمری مسلم بھکشو۔میں یوں تحریر کرتے ہیں: ”میرا آبائی وطن اور میری پیدائش کی جگہ کا نام ملسیاں کلاں ہے۔یہ تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں ہے میرے گاؤں ملسیاں کی بنیاد میرے دادا نے ڈالی تھی۔میرے دادا کا نام چوہدری محمد حسن تھا۔“

(سوانح عمری مسلم بھکشو ص9-8)

نیز لکھا ہے میرے والد کی اولاد میں سے میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں۔میرے والد کا نام چوہدری نظام الدین اور والدہ کا نام حلیمہ بیگم تھا۔میری 1919ء کی پیدائش ہے۔میری عمر تین سال کی تھی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد میری دادی، دادا اور ایک ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد میری عمر پانچ سال کی ہوئی تھی تو میرے والد کا انتقال ہو گیا۔

(سوانح عمری مسلم بھکشو۔ص12)

آپ کے چچا نے ان سے برا سلوک کیا اور گھر کا سارا اسامان لیکر دینے سے انکار کر دیا۔اور اسکے بعد اپنے ماموں مولوی محمد عبداللہ صاحب زیروی جو قادیان میں پڑھ رہے تھے انکے ساتھ قادیان آ گئے۔قادیان میں کچھ وقت تو اپنے ماموں کے ساتھ رہے پھر ان کے ماموں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے سپرد کر دیا۔1928ء تک حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے پاس قیام رہا حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اور محمد یوسف صاحب بھکشو کے درمیان ایک گہرا تعلق تھا۔یہ بات مارچ 1944ء کی ہے۔مھمد یوسف صاحب کو خواب میں خبر دی گئی کہ میر صاحبؓ انتقال ہو گیا ہے۔یہ خواب دیکھ کر وہ چارپائی پر بیٹھ گئے اور زور زور سے رونے لگے گھر کے سب لوگ اٹھ گئے اور سب نے رونے کا سبب دریافت کیا تو بتایا خواب میں دیکھا کی میر صاحبؓ کی وفات ہو گئی ہے۔سب نے کہا خواب غلط ہے۔مگر جب تحقیقات کی تو انتقال ہو گیا تھا۔سارے لوگ حیران رہ گئے۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو میر صاحب سے کتنی محبت تھی۔آپ کو درویشان قادیان میں شمولیت کی اللہ تعالیٰ نے سعادت نصیب فرمائی۔

1952ء میں انکی لڑکی کا انتقال ہو گیا تھا۔اور انکے رشتہ دار بار بار کہہ رہے تھے کہ قادیان چھوڑ کر پاکستان آ جاؤ۔دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ملسیاں میں جائیداد تھی جو تمام رشتہ دار حاصل کر چکے تھے اور آپ کی اہلیہ کو جائیداد اس وقت ملتی جب وہ پاکستان میں آتے۔اس لئے وہ بار بار زور دے رہے تھے کہ پاکستان آ جاؤ۔مگر آپ نے جواب دیا کہ اگر مصلح موعودؓ اجازت دیں گے تو میں آ جاؤں گا ورنہ نہیں۔اسکے بعد رشتہ داروں نے مصلح موعودؓ سے اجازت طلب کی تو آپؓ نے منع فرمایا۔اور پھر بعد میں مصلح موعودؓ کی اجازت کے بعد 1954ء میں آپ پاکستان آتے جاتے رہے مگر رشتہ داروں کے حالات ٹھیک نہ ہو سکے۔جس کے بعد 1955ء میں ان کے خسر صاحب کا ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ اگر تم نہیں آ سکتے ہو تو اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو انہوں نے طلاق دے دی اور تین ماہ بعد ان کی شادی پاکستان میں کسی اور کے ساتھ ہو گئی۔

بھکشو تحریک اور یوسف صاحب زیروی

حضرت مصلح موعودؓ نے 1956ء میں اس وقت کے حالات کو مدنظر رکھ کر۔بھکشو تحریک۔کا آغاز فرمایا۔اسی وقت محمد یوسف صاحب زیروی نے اس تحریک پر لبیک کہہ کر اپنا نام پیش کیا۔اس جگہ حضورؓ کا وہ ارشاد درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ریزولیوشن نمبر 271 بتاریخ 56-5-17-ارشاد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

”کہ غیر مسلموں کو تبلیغ کی جائے۔وہ مرزا صاحب کے چیلے کہلائیں اور دیہاتی مبلغین اور جماعت کے نوجوانوں کو تحریک کی جائے کہ ہاتھ میں سوٹی

لے کر چوغے پہنے ہوئے مانگ کر کھائیں اور اسلام کی اخلاقی تعلیم بیان کریں۔قریب آنے والے غیر مسلموں کو قادیان بلوا کر خوب مہمان نوازی کی جائے اور غیر مسلموں میں گوتم بدھ کے بھکشو کی طرح تبلیغ کی جائے۔"

آپ نے اپنے آپ کو اس تحریک کے لئے پیش کیا۔اور اس کی منظوری آپ کو زیر ریزولیوشن نمبر 452 بتاریخ 1956-7-24 صدر انجمن احمدیہ قادیان ملی۔چنانچہ اس کے مطابق آپ کو گاؤں،اورنگ آباد، گلبر گہ اڑیسہ وغیرہ علاقوں میں جا کر تبلیغ کرنے کا ارشاد موصول ہوا۔منظوری کے بعد آپ کو بھکشو رنگ میں قادیان سے الوداع کیا گیا اس پروگرام میں مکرم ناظر صاحب اعلیٰ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ اور حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ مرحوم ومغفور موجود تھے اور ہر دو بزرگان نے تقریر فرمائی اور پھر نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے ایک چوغہ اور سوٹا اور ٹوپی دی گئی جو پہلے سے تیار تھی۔اس پروگرام کے آخر پر ناظر صاحب اعلیٰ نے پرسوز اجتماعی دعا فرمائی جس میں جامعہ احمدیہ قادیان کے طلباء بھی شریک تھے۔دعاؤں کے ساتھ آپ کا یہ تبلیغی سفر شروع ہوا۔امرتسر سے ہی تبلیغ شروع کر دی اور اپنے گاؤں جا کر بھی تبلیغ کی۔دس جنوری 1957ء کو ربوہ میں حضور اور اپنے گھر والوں کے ساتھ ملاقات کر کے قادیان واپس آ گئے۔قادیان سے یوپی کا سفر شروع کیا اور ساتھ میں چند دوائیں بھی رکھ لیں۔آپ اس سے علاج کرنا جانتے تھے۔

ایک نصرت الٰہی کا واقعہ اور حیدر آباد دکن میں آمد

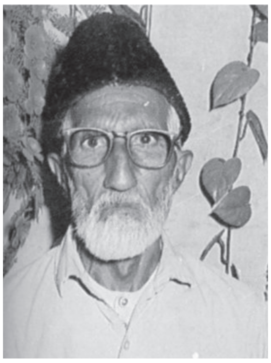
آپ لکھتے ہیں۔میں کسی سے مانگنا مناسب خیال نہیں کرتا تھا اور نہ مجھے مانگنے کی عادت تھی۔خدا تعالیٰ سے ضرور مانگتا تھا اور اللہ تعالیٰ دیتا بھی تھا۔چنانچہ شاہجہاں پور (یوپی) سے چلنے سے تین دن پہلے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ کرایہ کی ضرورت ہے۔دوسرے روز ایک سفید پوش آدمی آیا اور اس نے ایک لفافہ دیا اور غائب ہو گیا۔اس لفافہ کو کھولا تو اس میں پچاس روپے تھے۔اس وقت حیدر آباد کا کرایہ 29 روپیہ تھا۔

مکرم محمد یوسف صاحب درویش کر ساتھ بارش کی دعا قبول ہونے کے بے شمار واقعات ہیں جب کبھی بھی موصوف نے بارش کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا۔یہ 1961ء کی بات ہے کہ جناب حکیم محمد دین صاحب مبلغ حیدر آباد کا تبادلہ شموگہ ہو گیا۔اور آپ جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔محمد یوسف صاحب درویش کی خواہش تھی کہ وہ حکیم صاحب سے ملاقات کریں۔اور راستہ میں یادگیر پڑتا تھا۔یادگیر میں سیٹھ عبد الحئی صاحب سے انکی ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو زبردستی روک لیا اور یہ کہا کہ دعا کریں بارش نہیں ہو رہی ہے اگر بارش ہو گئی تو میں آپ کو حیدر آباد گاڑی میں چھوڑ کر آؤنگا۔پھر محمد یوسف صاحب درویش نے نماز تہجد میں دعا کی اور فجر کے بعد ہی پانچ گھنٹے مسلسل بارش ہوتی رہی اور پھر عبد الحئی صاحب سے ملاقات کی اور کہا کہ چلیں اب حیدر آباد کیلئے روانہ ہو جائیں۔

خاکسار کے والد صاحب محمود صاحب گلبر گی کہتے ہیں کہ جب بھی درویش صاحب نے نماز استسقاء پڑھائی تو بارش ضرور ہوئی۔1961ء میں عبد الحئی صاحب نے یوسف درویش صاحب سے اپنی بیماری دور ہونے کے لئے دعا کی درخواست کرائی تو ایک روز یوسف درویش صاحب انکے لئے نماز تہجد میں دعا کر کے کچھ دیر آرام کر رہے تھے کہ ایک خواب دیکھا جس میں ایک مسجد میں ایک گھڑی رکھی ہوئی تھی جس میں بارہ بجنے میں ایک گھنٹہ ہے اور گیارہ بجنے میں سات منٹ اور دو سیکنڈ ہیں۔اس میں بتایا گیا کہ جو بیمار ہیں اس کی عمر سال رواں کو چھوڑ کر گھنٹہ سے مراد ایک سال ہے اور سات منٹ سے مراد سات ماہ ہے اور دو سیکنڈ سے دو دن باقی ہے۔عبد الحئی صاحب کی وفات اتنے ہی عرصہ بعد ہوئی۔جو خواب میں یوسف درویش صاحب نے دیکھی تھی اور ان کی نماز جنازہ بھی درویش صاحب نے پڑھائی۔محمد یوسف صاحب درویش وفات سے قبل کچھ عرصہ علیل تھے اور اس عرصہ میں آپ کی رہائش جماعت احمدیہ یادگیر میں ہی تھی بروز منگل مورخہ تیس اکتوبر 1990ء میں بعمر 71 سال اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔موصوف کا وصیت نمبر 10694 ہے آپ کی تدفین امانتاً یادگیر جماعت کے قبرستان میں ہوئی اور پھر دو سال بعد آٹھ جنوری 1992ء کو آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو انکے نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

109 محترم محمد دین بدر صاحب درویش

(مکرم مبشر احمد بدر مربی سلسلہ قادیان)



میرے پیارے اباجان کا آبائی وطن موضع چھنیاں تحصیل دسوہا ضلع ہوشیار پور ہے خاکسار کے داداجان کا نام غلام نبی تھا جن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی بڑے بیٹے مکرم عمردین صاحب تھے اور چھوٹے بیٹے مکرم محمد دین صاحب تھے بدر جو کہ خاکسار کے والد ہیں۔ آپ کی ایک بہن بھی تھی جو کہ غیر احمدی ہونے کی حالت میں ہی چند سال قبل سیالکوٹ میں رحلت فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اسی طرح اباجان کے دو چچا تھے پہلے مکرم برکے علی صاحب اور دوسرے مکرم عطاء اللہ صاحب دونوں چچا صاحب اولاد تھے جن میں سے اول الذکر چچا مکرم برکت علی صاحب اپنے ایک استاد جو کہ موضع چھنیاں میں پڑھاتے تھے کے ذریعہ قبول احمدیت کی سعادت حاصل کی پھر چچا برکت علی صاحب نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو اچھی طرح سمجھ کر اپنے خاندان کے افراد کو اس نعمت مالا مال کرنے کی کوشش کی آپ کے خاندان کا کوئی فرد بھی جماعت میں شامل نہ ہوا۔ خاکسار کے اباجان اپنے چچا کے ساتھ قادیان میں رہنے لگے اور آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اباجان کو قبول احمدیت کی توفیق عطا فرمائی۔ میرے والد صاحب کے چچا نے 1947ء سے قبل قادیان میں مستقل رہائش اختیار کی تھی۔ 1947ء تک والد صاحب اپنے چچا کے ساتھ قادیان میں رہے پھر ملکی حالات بہت خراب ہو گئے تو آپ کے چچا قادیان سے سیالکوٹ ہجرت کر گئے اور بہت کوشش کی کہ والد صاحب کو بھی ساتھ لے جائیں مگر والد صاحب کو قادیان سے بے انتہا محبت اور انس تھا جس کی وجہ سے والد صاحب نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں قادیان جیسی پیاری بستی کو جس میں خدا کا مامور پیدا ہوا جس سے دنیا کی تقدیریں وابستہ ہیں کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور کہا آپ جائیں اور میرے لئے دعا کرتے رہیں کہ اس کا حق ادا کرنے کی مجھے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کی پہلی شادی 1945ء میں کپور تھلہ کے ایک احمدی گھرانے میں ہوئی۔ 1947ء کے حالات کی وجہ سے آپ کی بیوی محترمہ سلطانہ بیگم گاؤں چھنیاں ہوشیار پور سے سیالکوٹ چلی گئیں۔ اس بیوی سے آپ کی ایک بیٹی تھی حالات کی وجہ سے اس بیوی سے رشتہ ختم ہو گیا۔ 1953ء میں والد صاحب کی شادی میری والدہ محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ آف دیودرگ کرناٹک سے ہوئی یہ شادی مکرم عبدالرحیم صاحب ملکانہ جو کہ مولوی فاضل اور انسپکٹر بیت المال آمد کی حیثیت سے خدمت بجالا رہے تھے کے ذریعہ ہوئی۔ ان دنوں میں والد صاحب لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ میں کام کرتے تھے معمولی تنخواہ تھی۔ شادی کے ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹی سے نوازا۔ اور چند ہی سالوں میں اللہ تعالیٰ نے مزید پانچ بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ بڑا بیٹا اچانک حرکت قلب بند ہونے سے جوانی میں ہی رحلت کر گیا۔ باقی بیٹے اور بیٹیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور سب کی شادیاں ہو چکی ہیں ظاہر ہے کہ والد صاحب عیالدار تھے مگر نہایت صبر و شکر کے ساتھ قلیل تنخواہ میں گزر بسر کیا اور کبھی ناشکری کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔

والد صاحب 1947ء میں قادیان کے مختلف مقامات میں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر مقامات مقدسہ کی حفاظت کی غرض سے ڈیوٹیاں دیتے رہے اور بڑی ہمت اور حوصلہ کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا بعض اوقات ڈیوٹی کے دوران فاقہ کشی کی سی نوبت آجاتی تھی اباجان بتاتے تھے ہم نے کئی کئی ہفتے گندم ابال کر کھائی اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اباجان کا درویش نمبر 42 تھا آپ بتایا کرتے تھے کہ ہمیں پورا یقین تھا کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے بظاہر ہماری کوئی طاقت نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ ان مقامات کی ہمارے ذریعہ حفاظت فرما رہا تھا اس کام کے لئے ہمیں کبھی بھی مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اباجان نے اپنی بیوی اور بچی کے ہوتے ہوئے اور دیگر رشتہ داروں کے بلانے پر کسی کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس اہم فریضہ کے بالمقابل کسی کا بھی خیال تک دل میں نہیں لائے۔

اباجان جب اپنے آبائی وطن میں قیام پذیر تھے صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں تھے مگر جب آپ اپنے چچا مکرم برکت علی صاحب کے ساتھ قادیان آ گئے اور حضرت المصلح موعودؓ کی صحبت اور قربت اختیار کی تو اس کے نتیجہ میں صوم وصلوٰۃ میں ایسی پابندی کا مظاہرہ کیا کہ خدا کے خاص فضل کے بغیر انسانی قلب میں ایسی پاک تبدیلی ممکن نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ بسا اوقات اباجان نماز مغرب کے قریب ننگل میں کھیت میں چارا کاٹ رہے ہوتے اور مغرب کی اذان کا وقت ہو جاتا جلدی جلدی چارا کاٹ کر تقریباً ایک کوئنٹل وزنی چارے کی گرہ اٹھاتے اور باجماعت نماز کے حصول کے سلسلہ میں اتنے حریص ہوتے

کہ اسی حالت میں بھاگنا شروع کر دیتے اور گھر میں چارا پھینکتے ہی وضو کرتے اور مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے۔ کھیت میں جانے سے قبل گھر میں ہماری ہمشیرہ کو یہ کہہ کر جاتے تھے کہ جہاں میں نے چارا پھینکنا ہوتا ہے وہاں جھاڑو سے صفائی کر دیا کرو۔ بہن بتاتی ہیں کہ میں اکثر اس جگہ میں جھاڑو دینا بھول جاتی تھی اور ابا جان نے گٹھا سر پر اٹھایا ہوتا تھا اور زور سے آواز دیتے تھے کہ ابھی تک صفائی نہیں کی جلدی آ کر صفائی کرو اور اس عرصہ میں ابا جان نماز باجماعت کے چھوٹ جانے کے خیال سے خوف زدہ اور بے چین نظر آتے۔ بہن بتاتی ہیں کہ میں ایک ہاتھ سے صفائی کرتی تھی اور دوسرا ہاتھ گٹھے کو روکنے کے لئے اوپر رکھتی تھی۔ مجھے یہ ڈر ہوتا تھا کہ نماز باجماعت کے فکر کی وجہ سے گٹھا غصہ میں میرے سر پر نہ پھینک دیں۔ خاکسار کو بعض لوگ بتاتے تھے کہ اذان مغرب کے وقت آپ کے والد ننگل میں ہوتے اتنی جلدی مسجد اقصیٰ کی پہلی صف میں کیسے پہنچ جاتے ہیں سمجھ نہیں آتی۔ ایسے واقعات خاکسار نے اپنی زندگی میں بہت مشاہدہ کئے ہر کام کو پیچھے ڈال دیتے مگر نماز باجماعت کو کبھی ترک نہ کرتے۔
آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ اباجی کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے اوصاف کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

110 محترم میاں احمد دین صاحب درویش

(مکرم حبیب احمد طارق صاحب کارکن دفتر آڈیٹر قادیان)

مکرم میاں احمد دین صاحب ولد حکیم اللہ بخش صاحب سکنہ بیٹے ہالی ضلع گورداسپور خاکسار کے والدین کے حقیقی ماموں تھے۔ آپ خاموش طبیعت سادہ لباس اور نیک طینت، صوم وصلوۃ کے پابند اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کرام سے والہانہ عشق رکھنے والے درویش تھے۔ آپ کی پیدائش 1915ء کو ہوئی۔ آپ نے شروع درویشی کے زمانہ سے ہی سلسلہ پر بوجھ نہ بنتے ہوئے صدر انجمن احمدیہ کی تحریک پر اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا۔ آپ ستارہ جون 1943ء کو تاریخی جلسہ موضع بھامڑی نزد قادیان میں بھی شریک ہوئے اور اس جلسہ میں آپ کو مخالفین کی طرف سے شرانگیزی کے نتیجہ میں شدید چوٹیں آئیں۔ (بحوالہ الفضل تیس جون 1943ء)
حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر آپ نے لبیک کہتے ہوئے درویشی اختیار کی۔ درویشی میں تجرد کی زندگی گزارتے رہے۔ محترم میاں عبد الرحیم صاحب درویش دیانت (سوڈا واٹر فیکٹری) آپ کے بہنوئی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مشہور صحابی حضرت منشی جھنڈے خان صاحبؓ جو پنجابی زبان کے مشہور شاعر تھے جب اپنے گاؤں بیے ہالی میں فوت ہوئے تو ان کے بعض غیر از جماعت رشتہ داروں نے ان کو اپنے گاؤں میں دفن کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ نے ایک احمدی صحابی کے جنازہ کی حفاظت اور قادیان پہنچانے کی لگن میں جنازہ ایک شخص کی مدد سے گڈے پر رکھ کر قادیان پہنچایا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کے خاندان کی شدید مخالفت ہوئی۔ اس بنا پر آپ قادیان ہجرت کر گئے۔
آپ کی وفات مورخہ سولہ جولائی 1959ء کو امرتسر کے وی۔ جے ہسپتال میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

111 محترم حکیم عبد الرحیم صاحب درویش



آپ حیدر آباد ریاست کپور تھلہ کے رہنے والے تھے۔ لیکن لمبے عرصہ سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔ اور محلہ مسجد فضل میں اپنا مکان بنا لیا تھا۔ اور دواخانہ بھی بنام۔ فیض عام۔ کھول لیا تھا۔ طبابت سے اچھی گزر بسر ہوتی تھی۔ خاموش طبع، سنجیدہ اور دعا گو بزرگ تھے۔ قادیان آنے سے قبل آپ نے کچھ عرصہ پرانی انار کلی لاہور میں بھی دواخانہ جاری کیا تھا۔ اور کچھ عرصہ ایبٹ آباد میں بھی طبابت کرتے رہے۔ پھر کچھ عرصہ تلاش روزگار میں برما میں رہے۔ درویشی کے چودہ سال بڑی سنجیدگی، فرمانبرداری اور وقار کے ساتھ گزارے اور ساٹھ سال کی عمر میں دس جون 1961ء کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں دفن ہوئے۔ مرحوم کے ایک فرزند فضل محمود صاحب سرگودھا میں ہیں۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص168۔ بدر 6 دسمبر 1962ء)

112 محترم قریشی فضل حق صاحب درویش

(مکرم قریشی انعام الحق صاحب صاحب، نظارت علیا قادیان)



خاکسار اپنے والد محترم کے حالات ان کی خود نوشت تحریرات کی روشنی میں سپرد قلم کر رہا ہے۔ آپ نے اپنے یہ حالات مورخہ آٹھ جون 1948ء کو اپنے نگران اعلیٰ مکرم صوفی عبد القدیر صاحب درویش قادیان کے نام تحریر کئے ہیں۔ محترم والد صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"اس درویش نمبر 67 کا نام قریشی فضل حق ہے۔ میری پیدائش یکم بساکھ 1962ء بکرمی (مطابق 1905ء) کی ہے۔ میرے والد صاحب کا نام میاں کمال الدین صاحب مرحوم تھا اور والدہ ماجدہ کا نام مکرمہ معظّمہ جنت بی بی تھا۔ ہم پانچ بھائی تھے۔ سب سے بڑے بھائی میاں بخش عزیز صاحب مرحوم فوت ہو چکے۔ ان کا صرف ایک لڑکا عبد الحق باقی ہے جو پنجٹری راجگان ضلع میر پور میں امامت کر رہا ہے اور ڈاکخانہ کا پوسٹ ماسٹر بھی ہے مگر سلسلہ کا اشد ترین دشمن ہے۔ باقی دوسرا بھائی محمد شریف ابھی تک زندہ ہے مگر احمدی نہیں اور تیسرے بھائی (قریشی محمد حنیف صاحب قمر مبلغ بنگال سیاح) احمدی ہیں اب گجرانوالہ خاص شہر میں مکان نمبر 331 میں موجود ہیں۔ اور چوتھے بھائی (فقیر محمد انور صاحب) اپنے گھر کنڈور میں موجود ہیں مگر سلسلہ کے وہ بھی مخالف ہی ہیں۔ اور پانچواں یہ خاکسار ہے۔ جس نے ستارہ چیت 1996ء قادیان بروز جمعہ مسجد مبارک میں عصر کی نماز کے بعد آ کر بیعت کی۔"

محترم والد صاحب اپنے آبائی خاندان کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"ہمارا خاندان کاشت کاری و حکمت و مدرسی کا کام و کتابت کا کام و کاغذ بنانا و درزی و نجاری کا کام بھی کرتا چلا آیا ہے۔ کوئی نہ کوئی فرد اس ایک کام کو ضرور کرتا رہا ہے۔ قوم ہماری قریش ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شاخ میں ہماری شاخ جا ملتی ہے۔ اور میرے پاس وہ شجرہ جو کہ ہمارے راجہ مہاراجہ جموں کے دفاتر میں موجود ہے وہی ہو بہو نقل اس وقت موجود ہے۔ جو چاہے ملاحظہ کر سکتا ہے۔"

ابتدائی تعلیم

محترم والد صاحب اپنی ابتدائی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ بندہ نے پہلے گھر پر مدرسہ کی چار جماعتیں بھائی محمد حنیف صاحب سے پڑھی تھیں۔ اور پھر پانچ پھاگن 1981ء (بمطابق 1924ء) کو سندھ ٹنڈو آدم خان چلا گیا۔ وہاں کوئی تین ماہ چھٹی رسائی اور ہرکارہ کا کام کیا۔ پھر کراچی چلا گیا اور وہاں تین چار روز سیر کر کے واپس تحصیل چکوال میں ایک حافظوں کے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کرنے لگ گیا۔ بائیس ہاڑ 1982ء بکرمی (بمطابق 1925ء) کا ذکر ہے اس عرصہ میں 23 پارے یاد کئے اور ایک پارہ تیسواں بھی کھوکھرا پار استاد احمد الدین صاحب کے پاس 28 چیت 1984ء (بکرمی مطابق 1927ء) تک یاد کرتا رہا۔ اس کے بعد پھر میرا بھائی مجھے اپنے گھر کنڈور لے آیا تھا اور پہلے ایک سید خاندان کے استاد صاحب کے پاس پڑھتا رہا جن کا نام سید الف شاعر صاحب تھا۔ پھر گھر آ کر ایک پرائیویٹ مدرسہ کھول دیا اور دوسرا اپنے سگے چچا کے گھر شادی کر لی مورخہ تیس ساون 1985ء کو۔ پھر میرا مدرسہ پختہ طور پر منظور ہو گیا اور ماہوار میری دس روپیہ تنخواہ جاری ہو گئی۔

پیری مریدی کا سلسلہ

پھر بندہ کے ایک مجذوب فقیر سائیں خوشی محمد صاحب محلہ نلوئی میر پور اور سائیں حکمداد صاحب راجگاں کھری سالک کے ساتھ پیری مریدی کے تعلقات بن گئے یہ معاملہ یکم ساون 1992 بکرمی (مطابق 1935ء) کا واقعہ ہے کہ میرے حالات کچھ فقیروں والے ہو گئے۔ پاؤں سے برہنہ اور سر سے ننگا اور دن کو روزہ رکھنا مگر صرف شام کو روٹی کھانا سحری کو ہرگز نہ کھانا۔ یہ تین رجب 1353 ہجری سے روزہ شروع ہوا۔ اور سترہ صفر 1359 ہجری کو چینی صاحب کی کوٹھی آ کر روزہ افطار کیا۔

قبول احمدیت

محترم والد صاحب نے اپنے بڑے بھائی مکرم قریشی محمد حنیف صاحب کی تبلیغ سے احمدیت کو قبول کیا آپ اپنے قبول احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ مجھے احمدیت کی خبر اپنے بھائی قریشی محمد حنیف صاحب قمر سے لگی اور ماسٹر خلیل الرحمٰن صاحب محلہ دار الرحمت والوں سے ملی اور انہوں نے کچھ کتابیں مطالعہ کو دی تھیں۔ اور کچھ پتہ بھائی محمد افضل صاحب حکیم بلانی والوں سے ملا تھا۔ ایک دن انہوں نے تبلیغ کی تھی۔ اور دو دن گھنٹہ گھنٹہ

ماسٹر خلیل الرحمٰن صاحب نے تبلیغ کی تھی۔ اور عصل مصفّٰی کتاب بھی دی تھی۔ اور سچ بیان اور تبلیغ ہدایت اور کشتی نوح کے مطالعہ سے احمدی ہونا میرے لئے مقدر ہوا تھا۔ ایک دفعہ پہلے بھی دس جیٹھ 1996 بکرمی (بمطابق1939ء) کو دوسری بار گھر سے نکلا اور دس چیت کو جہلم پہنچا۔ اور جمعہ پڑھا اور اتوار بارہ چیت 1996 بکرمی (بمطابق1939ء) مجلس شوریٰ میں دعا میں آکر داخل ہو گیا تھا۔

بیعت کے بعد محترم والد صاحب کی شدت سے مخالفت ہوئی۔خصوصاً آپ کی پہلی اہلیہ کے والد میاں عبد الغنی صاحب آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔محترم والد صاحب مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ پانچ دفعہ گھر والوں نے بلایا اور مجھے توبہ کرنے کی تاکید کرتے رہے۔ کہ مرزا سے توبہ کرو تو بیوی بھی بچی بھی مکان تمہارا اور جامعہ مسجد اور مدرسہ وغیرہ غرضیکہ جو چیز تمہاری ہے سب واگزار ہو جائیگی۔ بلکہ اور بھی تم کو کچھ انعام ملے گا مگر مرزے کو چھوڑ دیں۔ بلکہ آٹھ مسجدوں کا میں ہی امام تھا۔ اور چارسو دفعہ گھر کی امامت تھی یہ آمدن سب کی سب تمہاری ہو گی مگر احمدی نہ بن مگر خدا کے فضل سے سب کو خدا کی رضا کیلئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کو مدنظر رکھ کر خیر باد کہہ کر قادیان آ گیا۔ اور یہاں ستارہ چیت 1996 بکرمی (بمطابق1939ء) کو بیعت کر کے مجھے احمد آباد کاٹھیاواڑ ملازمت پر بھیج دیا۔ ملازمت روئی کی رنگائی کی تھی۔ وہ میرے سے نہ ہو سکی۔ تو اٹھارہ اکتوبر 1940ء کو واپس قادیان بیمار ہو کر آ گیا۔ پھر یہاں سے گھر واپس کنڈور گیا۔

سیکھواں میں ملازمت

محترم والد صاحب کی سخت مخالفت ہونے پر آپ واپس قادیان آ گئے اور قادیان کے قریب مشہور گاؤں سیکھواں میں مدرس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر کرتے ہیں۔ مگر سخت مخالفت سے پھر واپس آ گیا اور متفرق کلاس میں مولوی شہزادہ صاحب کے پاس اور مولوی تاجدین صاحب کے پاس بیٹھتا رہا آخر تعلیم و تربیت والوں نے خصوصاً مولوی قمر الدین صاحب اور مولوی میاں امام الدین صاحب نے مدرسہ کے کام پر سیکھواں احمدیہ سکول میں نائب مقرر کر کے بھیج دیا اور میری ماہوار تنخواہ مبلغ سات روپیہ صرف دو ماہ کے لئے۔ پھر کرتے کرتے ان لوگوں کو اور مدرسہ والوں کو کچھ میرا کام پسند آ گیا۔ اور مجھے پختہ مدرسہ قائم کر دیا۔ چونکہ میری اپنی پڑھائی تو مدرسہ سرکاری کی ہرگز نہ تھی۔ اور ادھر چار جماعت کو پڑھانا۔ اور اکیلا ہونا۔ پھر مخلوط تعلیم۔ لڑکیاں بھی اور لڑکے بھی۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانچ فروری 1941ء سے لیکر 1947ء تک خوب کام کیا جس سے افسران محکمہ تعلیم بہت خوش رہے۔

درویشی کا شرف

محترم والد صاحب درویشی اختیار کرنے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ میری رہائش صوفی صاحب مرزا محمد یعقوب واقف زندگی تحریک جدید کے گھر رہی۔ پھر سب کے سب قافلے اور کنوائے چلے گئے اور میرے دل میں معاً خیال پیدا ہوا کہ قادیان کی حفاظت کرنی لازمی ہے۔ تو وقت ہے کہ درخواست لکھ کر دے دوں۔ اس سے پہلے بھی ایک درخواست قادیان میں رہنے کے متعلق دے چکا تھا۔ مگر پھر دوبارہ دی کہ میں یہاں ہی رہوں گا۔ پھر حکم ہوا کہ اب آخری فیصلہ ہے اور سہ بارہ درخواستیں دو۔ پھر تیسری دی۔ پھر میرا نام رہنے والوں میں ہو گیا۔ پھر یکم نومبر 1947ء کو کارڈ ملے درویشی کے کہ اکتوبر نومبر اور دسمبر تک رہنا پڑیگا۔ پھر تبدیل ہو کر اور دوست آئینگے۔ پھر کرتے کراتے ہم رہ گئے۔

پھر ہم نے ایک درخواست دی کہ جب تک ہم کو امیر مقامی اپنی خوشی اور رضا و رغبت سے اجازت باہر جانے کی نہ دیں گے تب تک زبردستی میں نہ جاؤں گا۔ اور ہرگز نہ جاؤں گا۔ پھر 28 مئی 1948ء کو بہشتی مقبرہ میں دعا کے بعد اعلان ہوا کہ اب جس نے مستقل طور رہنا ہے وہ پھر درخواست دے کہ قادیان کے دوبارہ مل جانے تک جو رہیگا وہ نام اپنا لکھے۔ اور درخواست پیش کرے۔ یہ اعلان ساڑھے پانچ بجے ہوا تھا۔ اور آٹھ بج کر چھ منٹ پر درخواست اپنے نگران صاحب کو دے آیا تھا۔ کہ میں مستقل رہوں گا۔ تا وقتیکہ حضرت صاحب خود نہ بلائیں۔ یا سلسلہ خود نہ باہر بھیجے۔

تعلیم و تدریس

چونکہ شروع ہی سے درس و تدریس کا شوق تھا۔ لہٰذا کم عمر درویشوں کو قرآن کریم اور اردو سکھانے کا کام شروع کیا۔ اکثر درویش احباب نے محترم والد صاحب سے قرآن اور اردو کی تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب کچھ درویشاں نے اپنی اپنی فیملیاں قادیان منگوالیں تو چند بچے مل گئے ان کو تعلیم دینی شروع کی۔ پھر نوجوان درویشوں کی شادیوں کا سلسلہ ہوا تو بچوں کی تعداد زیادہ ہوئی۔ تعلیم الاسلام اسکول اور نصرت گرلز اسکول قادیان

کے دوبارہ اجراء کی توفیق محترم والد صاحب کو ملی۔آج یہ اسکول بفضلہٖ تعالیٰ ہائی اسکول کے زمرہ میں شامل ہے۔محترم والد صاحب کے شاگرد کئی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔قرآن کریم بھی حفظ تھا مدرستہ الحفظ میں بھی خدمت کا موقعہ ملا اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں پہلے بطور ہیڈ ماسٹر اور بعد میں بطور مدرس ایک طویل عرصہ تک خدمت کی توفیق پائی۔پابند صوم وصلوۃ تہجد گزار تھے۔بتاتے تھے کہ کبھی کوئی نماز ضائع نہیں ہوئی۔قبولیت دعا پر بہت زیادہ یقین تھا۔خاکسار جب کالج میں زیرتعلیم تھا تو فیس کے مرحلہ کی ادائیگی کی جب بہت فکر ہوئی تو والد صاحب کو ڈرتے ڈرتے بتایا کہ فلاں تاریخ کو یک صد چالیس روپے ادا کرنے ہیں۔بظاہر رقم حاصل ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ایک دن قبل تک کوئی انتظام نہیں تھا لیکن والد صاحب کی دعاؤں کے نتیجہ میں عین فیس کی ادائیگی والے دن ڈاکیہ تقریباً اسی قدر رقم کا منی آڈر لے آیا جو لنڈن سے ان کے کسی عزیز شاگرد نے بھیجا تھا۔آپ ہمیشہ اپنے پاس چاقو رکھا کرتے تھے اور جو بچہ آپ سے کہتا کہ میرے پاس قلم نہیں ہے فوراً جیب سے کانا نکال کر جو آپ نے پہلے سے جیب میں رکھا ہوتا تھا، چاقو سے تراش کر قلم بنا کر اس بچے کو دے دیتے۔

مسجد مبارک میں بحیثیت خادم مسجد

والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بھی عطا فرمایا کہ آپ کو کئی سال تک مسجد مبارک میں بحیثیت خادم مسجد خدمت بجالانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مسجد کی صفائی کے لئے ہم بچوں کو بھی ساتھ لے کر جاتے تھے اور بہت ذوق وشوق سے مسجد کی صفائی اور اذان کا خیال رکھتے تھے۔مسجد سے محبت وفات تک قائم رہی۔

تلاوت قرآن مجید

محترم والد صاحب بہت ٹھہر ٹھہر کر اور بڑی محبت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔دن میں کئی بار تلاوت کیا کرتے تھے۔بلکہ دکان میں بھی بیٹھے بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔اعتکاف بکثرت بیٹھتے تھے۔

ڈائری کا شوق

محترم والد صاحب کو ڈائری لکھنے کا انتہائی شوق تھا۔بلکہ یہ آپ کی Hobby تھی۔آپ نے شروع درویشی سے لے کر اپنی وفات تک روزمرہ کے معمولی معمولی واقعات بھی اپنی ڈائری میں درج کئے ہیں۔تمام درویشان کے کوائف قادیان آمد،متفرق دفاتر مین تبدیلیاں، شادیاں،اولاد کی تاریخ پیدائش۔وفات وغیرہ وغیرہ امور ان ڈائریوں میں درج ہیں۔اس طرح یہ ڈائری درویشان قادیان اور قادیان کی تقسیم ہند کے بعد کی تاریخ جاننے کا مستند ماخذ بن چکی ہے۔

شادی

1954ء میں دوسری شادی مونگھیر میں مکرم قمرالہدیٰ صاحب کی بڑی بیٹی محترمہ حسنیٰ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔والدہ صاحبہ کی بھی یہ دوسری شادی تھی۔یہ شادی بھی ایک خواب کی بنا پر ہوئی جس میں محترم والد صاحب کو محترم والدہ صاحبہ کا نام اور ان کی والدہ کا نام بھی بتایا گیا تھا، محترمہ والدہ صاحبہ کے ساتھ ان کی بیٹی محترمہ نصرت بیگم صاحبہ بھی آئیں۔محترم والد صاحب نے اپنی سگی بیٹیوں کی طرح ان کی پرورش اور تعلیم کا خیال رکھا۔گورداسپور سے JBT کی ٹریننگ دلوا کر نصرت گرلز اسکول میں بطور استانی کے تقرر تک تمام کام محترم والد صاحب نے بڑی توجہ سے کروائے۔محترمہ نصرت باجی کے علاوہ مزید پانچ لڑکیاں اور خاکسار انعام الحق تھے یعنی چھ لڑکیاں اور ایک لڑکے کی تعلیم و تدریس اور پالنا پوسنا درویشی کے ایام میں کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

ہمیشہ جماعتی کاموں میں پیش پیش رہے۔تدریسی ڈیوٹی کے علاوہ بطور خادم مسجد مبارک اور سیکریٹری مال لوکل و انصار اللہ ایک عرصہ تک خدمت کی سعادت ملی۔خاکسار کو ہمیشہ خدمت سلسلہ کی تحریک کرتے رہے۔اس وقت جبکہ قادیان کے اکثر بچے بہتر روزگار کے لئے بیرون ملک جارہے تھے خاکسار کو بیرون ملک نہ جانے اور پاسپورٹ نہ بنوانے کی ہدایت کی لہٰذا آج تک خاکسار نے اپنا پاسپورٹ نہیں بنوایا۔خلافت احمدیت کے ساتھ انتہائی والہانہ لگاؤ تھا اور آخری دم تک خلافت سے وفاداری نبھائی۔ہمیشہ خاکسار کو بھی یہی تلقین کی۔خلافت کے ساتھ پختہ تعلق رکھنے کی تاکید کرتے رہے۔زائد آمدنی کے طور پر محترم والد صاحب غیر مسلم افراد کو ٹیوشن پر اردو پڑھاتے رہے اور ریٹائرمنٹ کے بعد محلہ احمدیہ میں ایک پرچون کی دکان بھی کھولی ہوئی تھی۔خاکسار بھی ان کے ساتھ معاونت کرتا رہا۔کچھ تجربہ کاروبار کا ہوا جو بعد میں خاکسار کے کام آیا۔

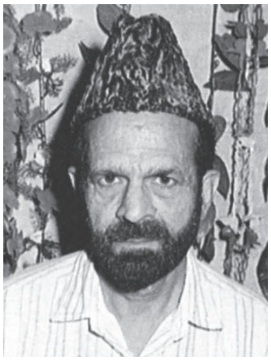
تمام مالی تحریکات میں بفضلہٖ تعالیٰ شمولیت کی توفیق ملتی رہی۔تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔آپ موصی تھے۔محترم والد صاحب

ہر ایک معاملہ میں شریعت کے احکامات کی مکمل پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو کسی کی وفات کے بعد اس کے اثاثہ کی قیمت درج کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ محترم والد صاحب نے گھر کے برتن، کپڑے یہاں تک کہ لوٹوں تک کی قیمت کا اندراج کیا۔

محترم والد صاحب کی درج ذیل اولاد ہوئیں۔ مکرمہ نصرت بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مبارک احمد بٹ صاحب، مکرمہ مبشرہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم منیر احمد خادم صاحب، مکرمہ زیب النساء صاحبہ مکرم سید نصیر الدین صاحب کارکن نور ہسپتال، مکرمہ فردوس بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ملک محمد اقبال صاحب بھدرواہ کشمیر، مکرمہ فرخندہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی عبد الرؤف صاحب نیر کارکن دفتر زائرین، مکرمہ حلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم رفیق احمد امینی صاحب قادیان،۔۔۔ محترم والد صاحب کو وفات سے چند یوم قبل اللہ تعالیٰ نے وفات کی اطلاع دے دی تھی۔ اس کے مطابق آپ نے اپنی تیاریاں شروع کر دیں، آپ نے اپنا جنازہ لے جانے کے لئے گھر کے چوکھٹے بڑے کرائے اور چارپائی درست کی۔ اس طرح اپنی ڈائری میں خود درج کیا۔ وفات قریشی فضل حق تاریخ ۔۔۔ اس کے بعد پھر ڈائری نہیں لکھی۔ اور اپنے داماد مکرم منیر احمد خادم صاحب کو پاس بلا کر کہا کہ میری وفات کے بعد یہاں پرسن اور تاریخ درج کر دینا۔ اس کے چند یوم بعد ہی محترم والد صاحب کی وفات ہوگئی۔ آپ کی وفات 28 اپریل 1986ء میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ہم سبھی کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

113 محترم ملک بشیر احمد ناصر صاحب درویش

(بقلم خود)



خاکسار کے دادا حضرت ملک محمد جمال صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ میرے والد محترم کا نام ملک عبد الکریم اور والدہ محترمہ کا نام خورشید بیگم صاحبہ ہے۔ میری پیدائش یکم جنوری 1924ء کو موضع تنگڑی ضلع گجرانوالہ پاکستان میں ہوئی۔ پانچویں کلاس تک گاؤں کے اسکول میں تعلیم حاصل کی۔

بعد ازاں والد صاحب نے تایا جان کے پاس قادیان بھجوا دیا۔ جہاں تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں دسویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ 1942ء میں خاکسار نیوی میں بھرتی ہوگیا۔ خاکسار کی والدہ سات سال کی عمر میں ہی انتقال فرما گئیں تھیں۔ دادی جان نے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ وہ روتیں تھیں کہ بشیر پانیوں میں رہے گا۔ دادی جان کی خاطر نیوی کی نوکری چھوڑ دی۔ بعد ازاں برٹش آرمی میں بھرتی ہوگیا۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان چلا گیا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر خود کو وقف کرنے کی تحریک فرمائی، تو خاکسار نے اپنا نام پیش کر دیا۔ دور درویشی میں مسجد اقصیٰ مسجد مبارک، قصر خلافت اور بہشتی مقبرہ وغیرہ مقامات پر حفاظتی ڈیوٹیاں دیں۔ دفتر محاسب اور احمدیہ شفاخانہ میں خدمت کا موقعہ ملا۔ احمدیہ شفاخانہ کی ایک برانچ بھرتھ گاؤں میں کھل گئی جس کا انچارج مجھے بنایا گیا۔

اس کے بعد مجھے مسیحی سرکاری ادارہ پائل کی طرف سے آنکھوں کے علاج و آپریشن کی ٹریننگ کیلئے داخلہ ملا جس میں خاکسار اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوا۔ مجھے گولڈ میڈل ملا۔ اس کورس کے بعد میں نے قادیان میں ہی ایک چھوٹا سا دواخانہ کھول لیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں میں شفا بخشی اور ہزاروں مریضوں کا علاج میں کرتا رہا۔

جماعت کی طرف سے لگائے جانے والے طبی کیمپوں میں بھی خدمت کا موقعہ ملا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر کہ درویشان اپنا بوجھ خود اٹھائیں خاکسار نے اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ڈاکٹری کی پریکٹس شروع کی تھی۔ اللہ کے فضل سے خاکسار کو کئی مواقع پر یتامیٰ اور بیوگان وغرباٗ کی مالی امداد کا موقع ملا۔ الحمد للہ ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے۔ خاکسار کی پہلی شادی 1953ء میں محترمہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ بنت محترم پہلوان عبد الواحد صاحب بٹ سے ہوئی۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ تمام بچے شادی شدہ ہیں۔ دوسری شادی محترمہ طلعت منیر صاحبہ بنت مکرم نور الحق بٹ صاحب سے 1992ء میں ہوئی۔ خاکسار کو آج کل مختلف عوارض لاحق ہیں۔ قارئین بدر سے صحت و سلامتی اور شفا عطا ہونے کے لئے نیز انجام بخیر ہونے کے لئے دعاوں کی عاجزانہ درخواست ہے۔ آپ کی وفات 13/ مئی 2013 کو ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

114 محترم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش

(بقلم خود)



میرے آباء واجداد موضع دھنی دیو تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ ہمارے خاندان میں والد صاحب کے احمدی ہونے سے پہلے کسی لڑکی کے زندہ رہنے کا نام ونشان نہیں ملتا۔ خاکسار کے والد صاحب کا نام محترم چودھری نواب الدین اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی محترمہ جیواں بی بی ہے۔ اسکول کے کاغذات کی رو سے میری پیدائش 9 اپریل 1921ء ہے۔ ایام شیرخوارگی میں میرا جسم خاص کر ایک پاوں بانی لوہار کی خراس پر جل گیا تھا۔ پاؤں جل جانے کے سبب مجھے والدہ صاحبہ زیادہ تر اپنے پاس رکھا کرتی تھیں۔ میں خود چل پھر نہ سکتا تھا اس طرح مجھے دوسرے بھائی بہنوں کی نسبت والدہ صاحبہ کا زیادہ پیار ملا۔ میری عمر لگ بھگ چار پانچ سال ہوگی کہ گاؤں میں غالباً 1924ء میں طاعون پھوٹی۔ میرا اسکول میں داخلہ 7 یا 8 سال کی عمر میں ستمبر 1929ء میں ہوا۔ پانچویں جماعت میں میرا داخلہ 1932ء میں ہوا۔

تعلیم: اپنے گاؤں چک 332 ج ب ضلع لائلپور سے فارسی مڈل اسکول پاس کیا تھا۔ دور درویشی میں ہائی سکول۔ انٹرمیڈیٹ کیا پھر B.A کرنے کیلئے جی ایف کالج شاہجہانپور میں 1956 میں داخلہ لیا لیکن انگریزی میں کامیاب نہ ہوسکا ادیب فاضل پنجاب یونیورسٹی (بھارت) سے پاس کیا۔ جامعة المبشرین کلاس نمبر 3 قادیان میں پاس کی۔ کلاس میں اوّل رہا۔

ماہ جولائی 1936ء کو قادیان کی پہلی بار زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ کی مجلس عرفان روزانہ نماز مغرب وعشاء کے درمیان مسجد مبارک کی چھت پر ہوا کرتی تھی۔ جن میں مختلف معارف اور سوالات کے جوابات بیان ہوتے تھے۔ قادیان کا ذرہ ذرہ اپنے اندر ایک عرفان کے موتی لپیٹے ہوئے تھا۔ ماسٹر عبدالرحمن صاحب B.A نے مجھے وصیت کی ترغیب دی تو میں نے 19 سال کی عمر میں وصیت کر دی۔ ورنیکلر مڈل اسکول پاس کرنے کے بعد جب آگے تعلیم جاری رکھنے سے مایوس ہوگیا تو کاشت کاری شروع کر دی۔ بھائی سید محمد صاحب نے قادیان سے لکھا کہ تم حضرت صاحب کی سندھ کی زمینوں پر کام کے لئے چلے جاو۔ یہ دسمبر 1936ء کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔ ان ایام میں ناصر آباد اسٹیٹ چند گھروں پر مشتمل تھا۔ حضرت میاں مبارک احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر الدین صاحب خلیفہ المسیح الثانیؓ اور حضرت میاں منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے والد بزرگوار کبھی کبھی ناصر آباد آیا کرتے تھے۔ والی بال کھیلا کرتے تھے۔ اور مجھے بھی کھلاڑیوں میں شامل کرلیا کرتے تھے۔ 1938ء میں سندھ سے واپسی ہوئی۔

زندگی کا نیا باب:

اندازاً 1946ء کی بات ہے کہ ہم تینوں بھائی اپنے مربع میں ایک جگہ بیٹھے تھے کہ بڑے بھائی نے کہا کہ حضرت امیر المومنین کے 1934ء سے متواتر خطبات آرہے ہیں کہ ہر ایک گھرانہ میں سے ایک فرد دین کی خدمت کیلئے زندگی وقف کرے۔ خواہ وہ کسی بھی پیشہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اس پر بڑے بھائی نے کہا کہ ہم تین بھائی ہیں بڑا میں سید محمد ہوں۔ جو نوکری کر رہا ہوں خورشید احمد زندگی وقف کر دے اور چھوٹا محمد طفیل گھر اور زمین سنبھالے۔ میں آپ دونوں کی مالی مدد کرتا رہوں گا۔ چنانچہ میں نے گاؤں چک 332 ج ب ضلع لائلپور سے حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ حضور میں نے اسلام کی خدمت کیلئے زندگی وقف کر دی ہے۔ اس عریضہ میں اپنی تعلیم موجودہ پیشہ اور دلی رجحانات کا بھی ذکر کر دیا اور خود ماہ مئی 1947 کے شروع میں قادیان پہنچ گیا۔

قادیان میں ان دنوں دیہاتی مبلغین کلاس 3 کے امیدواروں کا انٹرویو چل رہا تھا۔ امیدوار کیلئے پرائمری پاس ہونا شرط تھی عمر کی کوئی قید نہ تھی۔ انٹرویو مولوی عبدالرحمن صاحب انور لے رہے تھے۔ مجھے انہوں نے سندھ کی اراضیات پر بطور منشی بھجوانے کیلئے الگ کرلیا تھا جبکہ میں سندھ جانا نہیں چاہتا تھا۔ انٹرویو جاری تھا کہ دربار خلافت سے میری چٹھی حضور کے ارشاد کے ساتھ مولانا انور صاحب کو ملی کہ خورشید احمد کو مبلغین کلاس میں رکھ لیا جائے۔ خدا نے میری سُن لی اور مجھے بغیر انٹرویو لئے چن لیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد طالب علموں نے اس کلاس کا نام خود ہی جامعة المبشرین رکھ لیا۔ اس نام کو

خدا تعالیٰ نے ایسا پسند کیا کہ آج اس کلاس کا نام جامعۃ المبشرین رجسٹرڈ ہو گیا ہے۔
جامعۃ المبشرین کلاس میں ساٹھ کے قریب طالب علم تھے جن میں چند پچاس برس سے زائد عمر کے بھی تھے۔ کلاس مسجد اقصیٰ میں لگا کرتی تھی۔ ہر طالب علم کو بیس روپے ماہانہ وظیفہ ملا کرتے تھے۔ اسی میں رہائش، طعام اور دیگر ضروریات پوری کرنی ہوتی تھیں۔ طالب علموں نے ایک بڑا سا مکان کرایہ پر لے لیا۔ بیس روپے ماہانہ اور کھانے پر باورچی رکھ لیا بعد میں طلبا دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اور کھانے کا انتظام بھی الگ الگ ہو گیا۔ میری زندگی کا یہ نیا موڑ، نیا باب اور نئی کتاب تھا۔ میری پہلی شادی محترمہ عالم بی بی صاحبہ بنت چودھری نور محمد صاحب سے 1944ء میں ہوئی جس سے ایک بیٹا منیر احمد پیدا ہوا۔ دوسری شادی سن 1956ء میں محترمہ عائشہ بیگم بنت عبد الرزاق صاحب آف ہبلی (کرناٹک) سے ہوئی جس سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں عطاء کیں۔
آزادی کے آثار
قادیان میں جامعۃ المبشرین کلاس جاری تھی کہ ماحول میں سراسیمگی بڑھتی گئی۔ 25 جولائی 1947 سے بٹالہ قادیان ریلوے روٹ پر ٹرین بند ہو گئی اور قادیان کا ذریعہ آمد و رفت و مال برداری دوسری دنیا سے کٹ گیا۔ آگے چل کر آزادی وطن کے اعلان کے بعد تو قادیان کے تمام ذرائع ملاپ اور دیگر دنیا سے رابطے منقطع ہو گئے۔
(تفصیل اخبار بدر قادیان جلد 57 شمارہ 51-50 صفحہ 196 مورخہ 18 دسمبر 2008ء) بعنوان خلافت ثانیہ کی عظیم یادگار تین صد تیرہ درویشان کرام)
ان حالات میں بھی جامعۃ المبشرین کلاس جاری تھی کہ جلد ہی برصغیر ہند نے اپنی آزادی کا بگل بجایا۔ اور اس کے ساتھ ہی جامعۃ المبشرین کلاس کا عارضی طور پر التوا ہو گیا۔ اب ہماری ڈیوٹی پہرہ دینے پر مقرر ہوئی۔

ارض کہن بدل گئی ، آسمان بدل گیا
وطن بھارت بن گیا ، ہندوستان بدل گیا

جامعۃ المبشرین کے طلبا کے ہاتھوں میں پہلے تو کتابیں تھیں مگر آزادی کے ساتھ ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے اور حصول تعلیم کے ساتھ رات دن پہرہ دینے کی ڈیوٹی تھی۔ آزادی کا اعلان ہونے سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خطبہ کے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ جو میں نے ڈیوٹی کے وقت مسجد اقصیٰ میں منارۃ المسیح کے اور مزار حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے درمیان بیٹھ کر سنے۔ 8 اگست 1947 کے خطبہ جمعہ میں آپ نے فرمایا کہ،
"موجودہ ایام میں ہماری جماعت ایسے خطرات میں سے گذر رہی ہے کہ اگر تمہیں پوری طرح ان خطرات کا علم ہو... تو شاید تم میں سے بہت سے کمزور دل لوگوں کی جان نکل جائے... ہوسکتا ہے کہ درمیانی عرصہ میں ہزاروں... اور ہزاروں نوجوانوں کو قربان کرنا پڑے۔" (تاریخ احمدیت جلد 10)
وڈالہ گرنتھیاں ریلوے اسٹیشن کے بم دھماکہ کے بعد سارے پنجاب میں آتش زنی، لُوٹ کھسوٹ، قتل و غارت پھیل گئی۔ پورا پنجاب مرگھٹ کی جوالا کی طرح آگ میں دہک رہا تھا۔ ہمارے ہاتھ کہیں سے کھلونا دوربین آ گئی تھی میں دن میں دو تین بار مینار کی بالائی منزل سے دیکھا کرتا تھا۔ خاص کر شام کے وقت کہ قادیان کے مضافات میں دیہات کے دیہات جل رہے ہوتے تھے مسلمان افراتفری میں سر پر سامان اُٹھا کر ادھر اُدھر بھاگ رہے ہوتے تھے۔

خرید گندم:

جب دیہات مسلمانوں سے خالی ہو رہے تھے مسلمان بدحواس ہو کر قادیان کی طرف آ رہے تھے تو میری ڈیوٹی جلسہ سالانہ کے لئے گندم خریدنے کیلئے لگا دی گئی۔ سرکاری ریٹ 15 روپے فی من تھا چنانچہ میں نے پہلے پہل پندرہ روپے من خریدی بعد میں 10 روپے فی من پھر 5 روپے فی من۔ اتنی گندم آ گئی کہ خریداری بند کر دی گئی۔ گندم فروخت کرنے والوں میں سے ایک حضرت صاحب کے باڈی گارڈ جناب سردار کرمداد خان صاحب بیس سیر گندم فروخت کرنے لائے میں نے تعجب اور خوفناک لہجہ میں ان سے پوچھا کہ آپ تو باڈی گارڈ ہیں۔ گندم کیوں فروخت کر رہے ہیں عام لوگ تو پاکستان جا رہے ہیں۔ مگر آپ کو تو قادیان ہی رہنا ہے وہ بولے "سب لوگ جانے کی تیاری کر چکے ہیں"۔

انقلاب ہجرت کا آغاز انخلائے قادیان:

دیکھتے ہی دیکھتے زمین و آسمان بدل گئے۔ امن بدامنی میں، اکثریت اقلیت میں، انسانیت حیوانیت میں وسکون اضطراب میں بدل گئے۔

زمین پنجاب تھی رنگین، مگر تھا خونِ انسانی   درندے خون کے پیاسے، بظاہر شکل انسانی

ہر جگہ افراتفری پراگندگی اور انتشار کا عالم تھا۔ سارا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ میں نے مرزا بشیر احمد صاحب نائب ناظر دعوت و تبلیغ سے پندرہ یوم کی رخصت لی اور اپنی اہلیہ صاحبہ چار ماہ کا بیٹا اور دو اہلیہ کے بھائی لیکر اپنے آبائی گھر 332 ج ب لائلپور پہنچانے چلا۔ قادیان کے احمدی بھی شدید دباؤ کی وجہ سے پاکستان ہجرت کرنے لگے۔

ناقابل بیان حالات میں لاہور پہنچا تو پایا کہ سینکڑوں میل تک پاکستان میں محکمہ ریلوے، ٹرانسپورٹ، بس، ٹرک، کار اور پورا نظام مفلوج ہو چکا تھا۔ نہایت مشکل سے لاہور سے سچا سودا پرائیویٹ کمپنی کی بس سے بمعہ فیملی پہنچا۔ سچا سودا سے اس روز لوکل ٹرین چلی تھی تو لائلپور پہنچ گیا۔ لائلپور اسٹیشن کے باہر سڑک پر حصار سے آیا ہوا شرنارتھی روٹی دال بیچ رہا تھا۔ چار آنے کی ایک روٹی ساتھ دال۔ اس سے آٹھ روٹی دال لیکر بچوں کو کھلائی۔ رات اسٹیشن پر گذاری۔ صبح کو لائلپور جھنگ بس اڈا پر گئے مگر ہو کا عالم کوئی بس کار نہ تھی بازار سنسان تھے۔

ہمارے گاؤں کے چودھری اللہ رکھا صاحب کے رشتہ دار بھی انڈیا سے اڈا بس پر بیٹھے تھے۔ چودھری صاحب نے انتظامیہ کے ذریعہ ایک منی بس کا لائلپور سے نواں لاہور تک کا انتظام کیا۔ ان کی مہربانی سے میری فیملی پل ڈنڈے وال اور پھر انہی کی بیل گاڑی سے گاؤں پہنچ گئے۔ مجھے اور بیوی کو لاہور لگائے گئے کالرا کے ٹیکہ کی وجہ سے شدید بخار تھا۔ جوان سال اہلیہ اسی ٹیکہ کے اثر سے نمونیا میں مبتلا ہوئی اور خدا کو پیاری ہوگئی۔ میرے ہم کلاس حکیم محمد شریف ویرو کے کجلے نے والدہ کے متعلق بتایا کہ یہ پندرہ دن کے بعد فوت ہوجائے گی۔ اسے جوان بہو کے فوت ہونے کا غم کھا گیا تھا۔

قربانیاں

☆...اکتوبر 1947 کو میں دوبارہ قادیان پہنچنے کیلئے نکلا تو اس کے بارہ دن کے بعد والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور مجھے اس سانحہ کی اطلاع 1948 میں لندن کے ذریعہ ملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ والدہ کی دعاؤں اور انکی خدمت سے محروم ہو گیا۔

☆...پرآشوب ایام میں قادیان سے پندرہ یوم کی رخصت لے کر اپنے بیوی، بچہ کو آبائی گھر چک 332 ج ب لائلپور پہنچانے آیا، تو جوان سال اہلیہ صاحبہ بوجہ نمونیہ خدا تعالیٰ کو پیاری ہوگئی۔ چار مہینے کا اکلوتا بیٹا بیمار والدہ اور کنوارے بہن بھائی کے سپرد کر کے قادیان آ گیا

☆...عزیز منیر احمد صاحب چار ماہ کا اکلوتا بیٹا نمونیہ میں مبتلا ہوا۔ بغیر دوا کے محض دعا کے سہارے اسے دوبارہ زندگی ملی۔ تقدیر میری ٹل گئی۔ وہ بے سہارا گھر رہا۔

☆... میں نے اپنی جان، مال، عزت سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دیئے۔ تفصیل دیکھیں؛

(اخبار بدر جلد 50 شمارہ 52-51 صفحہ 36 مورخہ 18 دسمبر 1997 بعنوان اچھا بیٹا جاؤ۔ خدا کے سپرد)

☆... وقف زندگی ریزولیشن نمبر 3/19.3.58 قادیان منظور ہوا۔ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے ریکارڈ کیا۔ زندگی وقف بھی ایک موت ہے۔

☆... ذاتی مکان، اراضیات سیالکوٹ، لائلپور کی جائیداد سے کلیۃً محروم ہو گیا اور آج تک محروم ہوں۔ جائداد پر قابض لوگوں نے ہم باپ بیٹے کو دھمکی دے کر گاؤں جانے سے بھی محروم کر دیا کہ اگر گھر آؤ گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے۔ جبکہ گھر کی جائداد کی زمانہ درویشی گذارنے کیلئے سخت ضرورت تھی۔ میں قادیان میں اُبلی گندم کھایا کرتا اور بیٹا دربدر بھٹکتا پھرا کرتا تھا۔ وہ آج تک گھر کی جائداد سے محروم ہے۔

☆... آزاد بھارت کے ہم شہری سرحدی قصبہ قادیان میں آزادی تقریر، آزادی تحریر، آزادی ضمیر، آزادی آمد و رفت سے محروم کر دیئے گئے۔ لمبا عرصہ قادیان مرکزی سرکار، صوبہ پنجاب کی سرکار قادیان کی لوکل سرکار کے کنٹرول میں رہا۔ مذہب اور اسیری کی تشریح ماحول کے مطابق قبول کروالی گئی۔ ذاتی ڈاک، رجسٹرڈ لیٹر تین جگہ سنسر کئے جاتے اور قابل اعتراض لیٹرز کے متعلقہ حصص ضبط کر لیتے تھے۔

☆... حضرت امیر المومنین و بزرگوں کی زیارت سے محروم ہو گیا۔ جذبات کی قربانی۔ عزت و وقار کی قربانی سب سے زیادہ مشکل ثابت ہوئی۔ یہ الہام مجھ پر پورا ہوا کہ۔ ''بڑے چھوٹے کئے جائیں گے اور چھوٹے بڑے کئے جائیں گے''

موری نین ترستے ہیں پیا مورت دکھاجانا

بجھے ہیں نین راہوں میں کہ جب سے قادیان آیا

☆ غیرمسلم لوگوں کی سختیاں انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ آغاز میں جتھہ بند غیر منظم گروہ کے حملے، پبلک کا بائیکاٹ، موقعہ ملتے ہی قتل و غارت ایک معمول کی بات تھی۔ ''دو پاٹن کے بیچ میں ثابت رہا نہ کوئے''

(تفصیل ملاحظہ ہو۔ رسالہ راہ ایمان۔ جلد 8 شمارہ 2 صفحہ 24-20 مورخہ ماہ فروری 2007ء بعنوان'' کیا کھویا کیا پایا'')

درویشی کے شروع کے ایام 1948ء میں میں نے اپنے ساتھی کے ساتھ بنتا سنگھ کا دیا ہوا ساگ پکا کر سات روز تک کھایا۔ بائیکاٹ کے دنوں میں یہ نعمت من سلویٰ بھی چھن گئی۔

''یَنْقَطِعُ آبَائُكَ وَيُبْدَأُ مِنْكَ''۔ الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ میں نے اپنے گاؤں چک 332 ج ب ضلع لائلپور کا ہرا بھرا گھر، برادری عزیز و اقارب اور دوست واحباب قادیان آکر درویشی کی خاطر قربان کر دیئے۔ عزیز منیر احمد اکلوتا فرزند بھی خدا کی راہ میں عملاً قربان کر دیا۔ لمبی کہانی ہے۔ فرزند اکلوتا 1947 میں چار ماہ کا تھا بذریعہ رؤیا بتایا گیا تھا کہ اس کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔

درویشی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ''یَنْقَطِعُ آبَائُكَ وَيُبْدَأُ مِنْكَ'' میری ذات میں پورا ہوا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت بالغہ چاہتی تھی کہ اُدھر (آبائی دنیا) سے کاٹا جائے اور (ادھر مسیح موعود علیہ السلام سے) جوڑا جائے۔ مطلب یہ کہ تیرے آباؤ اجداد سے تیرا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور نئے سرے سے تیرا سلسلہ نمود تجھ سے چلے گا۔

چنانچہ عزیز منیر احمد چار ماہ کا بچہ پلا بڑھا۔ بی اے ہوا۔ شادی ہوئی بیس سال شادی شدہ زندگی گذاری۔ آج وہ چوسٹھ سال کا ہو گیا ہے مگر اولاد سے محروم ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے الہام کا پہلا حصہ پورا ہو گیا مگر دوسرا حصہ ''وَيُبْدَأُ مِنْكَ'' پورا ہونا مشکل سا معاملہ بن گیا۔ خاکسار حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان کے تحت خدمت کرتا آرہا تھا کہ موصوف نے ایک بار بخوشی بندہ کی شادی و رشتہ کیلئے بہار کے مخلص احمدی سے رشتہ دینے کی اپیل کی کہ اب تو خورشید احمد کو نیا اعلیٰ گریڈ مل گیا ہے۔ جواباً اس مخلص احمدی نے لکھا کہ ادھر ایک شخص کے کھانے کا پچاس روپے ماہانہ خرچ ہے۔ گریڈ میں بعد وضع چندہ جات 35 روپے میں فیملی کا گذارہ ناممکن ہے۔ اس طرح کہیں سے رشتہ نہ ملا۔

کئی سالوں کے بعد میسور اسٹیٹ کے ایک مخلص احمدی نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے رشتہ دے دیا۔ اس بی بی سے پانچ بیٹے اور تین دختران پیدا ہوئیں۔ اس سے '' ويبدأ منك'' کا الہامی حصہ صفائی سے پورا ہوا۔

جلسہ سالانہ قادیان 1947

قادیان کا 1947 کا جلسہ سالانہ 26 دسمبر جمعہ تا 28 دسمبر اتوار جاری رہا۔ 26 دسمبر 47 کو جلسہ کا سٹیج منارۃ المسیح اور مزار مبارک حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے قریب بنایا گیا اس کا منہ جنوب کی طرف تھا، درویش ہی سامعین و شاملین تھے۔ جو دریوں و چٹائیوں پر بیٹھے تھے پہرہ دینے والے باری باری جلسہ میں آتے تھے۔ تھانے دار چار پانچ پولیس مین اور ایک پولیس افسر اور چار چھ ہندو لیڈر بھی شامل ہوئے۔ مولانا محمد ابراہیم کی جوشیلی تقریر پر مولوی عبد الرحمن جٹ امیر جماعت قادیان بار بار کہتے ''صبر ! جذبات پر قابو رکھا جائے'' نہ کوئی مہمان نہ مہمان نواز، نہ لنگر خانہ، نہ مہمان نوازوں کا نگران۔

1948 میں جلسہ سالانہ قادیان میں پہلی بار ہندوستانی احمدیوں کا سو سے کم افراد کا قافلہ آیا۔ 5 اپریل 1950 کو خاکسار کو تعلیم و تربیت کیلئے بنارس بھجوایا گیا پولیس کی نگرانی میں خاکسار نے ہندی کے تینوں درجوں رتن، بھوشن اور پربھاکر کا کورس پاس کیا۔

30.3.52 جلسہ پیشوایان مذاہب۔ زیر صدارت سردار گوربچن سنگھ باجوہ سابق وزیر، لنگر خانہ نمبر 2 آجکل دفتر آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ میں ہوا۔ میری تقریر شری رام چندر جی کی تعلیم پر ہوئی۔ بعد جلسہ مولوی عبد الرحمن صاحب امیر جماعت نے بندہ کو فرمایا کہ '' تمہاری تقریر کا کوئی لفظ بھی سمجھ میں نہیں آیا''. میری تقریر ہندی بھاشا میں ہوئی تھی۔

خلفاء احمدیت کے متعلق خواب، رؤیا و کشوف:

احقر العباد خورشید احمد پربھاکر کو لڑکپن سے خواب آیا کرتے تھے۔ جو وقت پاکر اپنی تعبیر کے ساتھ پورے ہوتے رہے ہیں۔

زیارت خلیفۃ المسیح الاوّل:

لڑکپن کی خواب ہے اپنے گھر چک 332ج ب لائلپور خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ہمارے گھر گھوڑے پر سوار نمودار ہوئے ہیں۔ رنگ سفید گندمی آنکھیں بڑی بڑی کشادہ، داڑھی گھنی۔سر پر ٹھاٹھ کی طرح پگڑی۔ بائیں ٹانگ کی پنڈلی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بارے میں خواب:

23/22 نومبر 1957 جمعرات و جمعہ درمیانی شب بمقام شاہجہانپور یوپی۔

چوہدری محمد اعظم صاحب صدر جماعت چک 332ج ب لائلپور نے خواب میں بتایا کہ " حضور (خلیفہ ثانیؓ) کی وفات ہوئی ہے "۔ایک بولا "بعد میں کچھ تو انتظام چاہیئے" دوسرے نے کہا" میاں ناصر احمد صاحب" اس خواب سے وحشت پیدا ہوئی۔حضرت خلیفہ ثانی سے بے پناہ خلوص و محبت وعقیدت تھی۔ لہٰذا اس خواب پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اور یہ خواب بالکل بھولی بسری ہو گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بارے میں خواب

خواب: " ایک میدان جو سطح زمین سے ذرا اُونچا ہے۔24 ستمبر 1982 اس میں ایک وسیع قطعہ زمین ہے جس میں بڑے بڑے بلند ہال قبلہ رُخ بنے ہوئے ہیں ان ہالوں میں ایک میں حضرت خلیفۃ المسیح چہارم نماز پڑھانے آنے والے ہیں۔ نمازیوں میں عورتوں کی کثرت ہے۔ آدمی تھوڑے ہیں۔

یہ خواب اور اس کی تعبیر حضورؒ کی خدمت میں بھیجی حضور نے فرمایا: " بہت اچھی خواب ہے اور بہت عمدہ ہے "۔

قلمی خدمات:

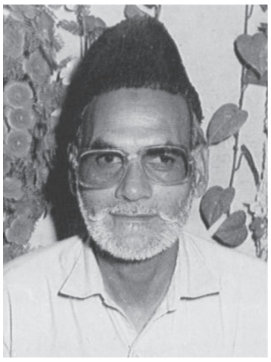
آزادی بھارت کے بعد 1948ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جانب سے جامعۃ المبشرین کلاس کے چار طلبا کو مولوی فاضل کی تعلیم کے لئے چن لیا گیا اور چار طلبا کو ہندی کے تینوں درجات پاس کرنے کے لئے چن لیا گیا۔ ان ہندی طلبا میں احقر خورشید احمد بھی شامل تھا۔تعلیم کے ساتھ ساتھ میں نے 1952ء سے مضامین لکھنے شروع کئے۔سلطان القلم کی روحانی زبردست قوت نے میرے حوصلہ کو پروان چڑھایا۔ اور الحمد للہ قلمی خدمت کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ خاکسار کے الحمد للہ 250 سے زائد مضامین اور 60 سے زائد نظمیں مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکی ہیں اسی طرح 10 سے زائد کتب اور پمفلٹ شائع ہوئے ہیں۔ اور 10-12 مسودے ابھی طباعت کے انتظار میں ہیں۔ خاکسار کی کوشش رہتی کے اپنے مضامین میں کوئی نہ کوئی نئی بات پیش کی جائے یا کم از کم نئے رنگ میں پیش کی جائے۔ خاکسار کی حوصلہ افزائی دربار خلافت سے گاہ بگاہ ہوتی رہتی ہے۔ اسی طرح ملک کے دانشور طبقہ کی طرف سے بھی پزیرائی ہوتی ہے۔

ترجمۃ القرآن ہندی:

خاکسار کو اللہ کے فضل و کرم سے قرآن مجید کے ہندی ترجمہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ خاکسار نے یہ کام 23.4.59 سے شروع کیا اور 1967ء میں مکمل ہوا۔ اس بارہ میں خاکسار نے سینکڑوں کتب کا مطالعہ کیا، خصوصاً تفاسیر اور ہندی کتب کا تا کہ ترجمہ معیاری ہو۔ اس طرح ترجمہ میں جابجا حاشیہ لگائے گئے تا کہ ترجمہ معیاری اور سہل ہو ان نوٹوں کو خلفاء کرام کی اجازت سے اشاعت کا شرف ملا۔ خاکسار کو الحمد للہ 50 سے زائد اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا موقع نصیب ہوا۔

عبادات و نماز تہجد: خدا تعالیٰ کی خالص عبادت کی توفیق پانا اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ میں نے آٹھ دس سال کی عمر میں نمازیں ادا کرنا شروع کی تھیں اور آٹھویں کلاس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے نماز تہجد پڑھنا شروع کی۔ الحمد للہ کہ 92 سال کی عمر تک ایک بھی نماز ترک نہیں ہوئی اور تہجد بھی باقاعدہ پڑھتا ہوں۔ الحمد للہ اور اب تک یہ سلسلہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو پہلی اہلیہ محترمہ عالم بی بی صاحبہ سے عزیز منیر احمد اور دوسری اہلیہ محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ سے پانچ ہونہار بیٹے اور تین دختران نیک اختران عطا کیں۔جن کے اسمایوں ہیں۔عزیزم اسماعیل احمد (مرحوم) عزیزم اسرائیل احمد، عزیزم ذوالقرنین، عزیزہ بشریٰ خورشید، عزیزم کرشن احمد۔عزیزم ابراھیم احمد، عزیزہ نصرت جہاں بیگم، اور عزیزہ امۃ الکریم ہیں۔ سبھی صاحب علم، صاحب اولاد اور صاحب جائداد ہیں۔ پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔ جو اسکول سے لیکر کالج تک زیر تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا جس قدر شکر کیا جائے کم ہے۔ آخر میں قارئین سے اپنے انجام بخیر ہونے کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست کرتا ہوں۔ ادارہ ہفت روزہ بدر کو درویشان نمبر شائع کرنے پر دلی مبارک باد۔ آپ کی وفات 28/ جولائی 2015 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

115 محترم حاجی منظور احمد صاحب درویش



محترم حاجی منظور احمد صاحب درویش نے اپنے جو حالات زندگی جامعہ احمدیہ قادیان کے شاہد کے مقالہ میں درج کروائے ہیں ان میں سے کچھ حصہ درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ ’’میرے گاؤں کا نام چانگریا سیالکوٹ پاکستان ہے۔ بہت سے اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعلق ہمارے گاؤں سے ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب پیشاوریؓ کے ذریعہ ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے احمدیت 1902ء میں قائم ہوئی۔ خاکسار کی پیدائش 1929ء میں ہوئی۔ والد محترم حضرت نظام الدین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے مکرمہ والدہ صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ پیدائش تک تعلیم موضع الہڑ میں حاصل کی بعد ازاں مڈل تک تعلیم اسکول پھلورہ میں حاصل کی اردو کے ساتھ ساتھ فارسی دو سال تک پڑھی۔ ہم کل چار بھائی اور ایک بہن ہیں۔

حصول معاش:

ساتویں کلاس سے پڑھائی چھوڑنے کے بعد خاکسار نے جموں توی میں اپنے بڑے بھائی کے پاس 1942ء تا 1947ء فرنیچر کا کام سیکھا۔ بچپن میں والد صاحب مرحوم احمدی ہونے کے باعث جو تکالیف برداشت کرتے رہے ان واقعات کو اکثر بیان فرماتے، سن کر دل میں خیال آتا کاش یہ واقعات ہمارے ساتھ پیش آتے اور ہم بھی خدا تعالیٰ کے یہاں ثواب کے حصہ دار بنتے۔ اسی جذبہ کے تحت خاکسار نے زندگی وقف کی جو کہ منظور ہوئی۔ مارچ 1947ء کو حالات کی سنگینی کے پیش نظر خاکسار اپنی جماعت کے پانچ خدام کے ساتھ قادیان ڈیڑھ ماہ کے لئے آیا لیکن بعد میں ہم لوگوں کو قریباً چار ماہ تک رکنا پڑا۔ جولائی 1947ء میں خاکسار اپنے گاؤں واپس چلا گیا۔ ملکی فسادات ہمارے گاؤں میں پھوٹ پڑے۔ جس میں خاکسار کو کئی لوگوں کی جان بچانے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

درویشی کی سعادت:

’’حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر ہماری جماعت جو تین گاؤں مانگا، چانگریا، اور لبے پر مشتمل تھی کے خدام مرکز کے لئے تیار ہو گئے۔ خاکسار نے اپنا نام ازخود لکھوایا تھا۔ سیالکوٹ قریباً 20 میل کا سفر پیدل چل کر پہنچے۔ ان ایام میں بارشیں بہت زیادہ ہوئی تھیں جس کی وجہ سے سیلاب آکر سڑک اور ریل کی پٹریاں ٹوٹ گئی تھیں۔ سیالکوٹ سے آگے لاہور جانے کا راستہ بند تھا۔ ایک ہفتہ تک کبوتراں والی مسجد سیالکوٹ میں رہنا پڑا۔ ہفتہ بعد ایک بس میں سوار ہوئے مگر بس نے کالا شاہ کاکو جو کہ لاہور سے 20 میل دور ہے، میں اُتار دیا کیونکہ آگے پانی بہت زیادہ تھا اور سڑک توڑ کر بہ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے ہم سب سامان سروں پر اٹھائے پانچ چھ فٹ پانی میں سے تیرتے، چلتے ہوئے شام رتن باغ لاہور پہنچے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا قیام ان دنوں رتن باغ میں تھا۔ باغ بہت بڑا تھا اس میں خدام کے ٹینٹ بھی لگائے گئے تھے۔ حضور انور کی رہائشی کوٹھی کے نچلے حصہ میں بہت بڑا حال نما کمرہ تھا جہاں پر نماز باجماعت ہوتی تھی اکثر نمازیں حضور خود پڑھایا کرتے تھے۔ ان دنوں نمازوں میں اس قدر سوز اور الحاح اور رونا گڑگڑانا ہوتا تھا کہ بعض دفعہ اتنا شور ہوتا تھا کہ سڑک پر لوگ جمع ہوجاتے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔‘‘

ایک ناقابل فراموش واقعہ:

رتن باغ کے اردگرد حفاظتی نقطہ نگاہ سے خدام کی ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ ایک رات خاکسار ڈیوٹی دے رہا تھا کہ قریباً ساڑھے بارہ بجے رات کو کسی آدمی کے آنے کی آہٹ سنائی دی لیکن سڑک کی گدلائی اور باڑھ کی وجہ سے آدمی نظر نہیں آرہا تھا۔ خاکسار نے زور سے کہا کون ہے کھڑے ہوجاؤ۔ اس پر آواز آئی، مرزا محمود احمد! یہ آواز سن کر اور پہچان کر خاکسار کے پاوں تلے سے زمین نکل گئی کہ میں نے یہ کیا گستاخی کی ہے اور جانے کیا سزا ملے۔ اس پر حضور انور قریب تشریف لائے خاکسار کا نام دریافت کیا اور یہ کہ کس جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ خاکسار نے اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتایا۔ سنکر فرمایا ہاں چانگریا کی جماعت پرانی جماعت ہے اور یہ کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ واقعہ خاکسار کی زندگی کا ایک عظیم واقعہ ہے۔‘‘

قادیان آمد:

''حضور انور کی اجازت سے آپ کے ساتھ کے خدام نے پاکستان سے آنے والے قافلے کے ساتھ قادیان آنے کی کوشش کی مگر ساتھ کے قافلہ والوں نے واہگہ بارڈر پر شور مچادیا کہ یہ مسلمان ہیں جو ہندوستان جارہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے وہاں ہم سب خدام کی جان کی حفاظت فرمائی۔حضور انور انتہائی فکرمند تھے کہ قادیان سے بوڑھے، بچے آرہے ہیں مگر قادیان کی حفاظت کے لئے خدام قادیان نہیں پہنچ پارہے۔آخر بڑی کوشش کے بعد دس ٹرک اس بات پر راضی ہوئے انہوں نے لاہور سے غیر مسلموں کے کیمپ سے غیر مسلموں کو لے کر جانا تھا۔ چنانچہ ہم 20 کے قریب خدام کو فجر کی نماز میں تیار ہو کر آنے کا آرڈر ملا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نماز کے بعد باغ کے ایک حصہ میں جانے والے خدام سے خطاب فرمایا۔سب سے پہلے حضور نے تمام خدام سے تعارف کیا اور مصافحہ او رمعانقہ کیا۔ پھر حضور نے بڑی پر جوش تقریر فرمائی کہ ایک بات میں واضح کرنی چاہتا ہوں کہ آپ لوگ کسی میلے میں نہیں جارہے بلکہ ایسی جگہ جارہے ہیں جہاں پر تمہارے چاروں طرف دشمن ہوگا اور آپ کو ہر قسم کی تکالیف کا سامنا کرنا ہوگا۔ممکن ہے آپ کو بھوکا رہنا پڑے اور اگر کھانے کو ملے تو پیشاب پاخانہ بھی وہیں کرنا پڑے کیونکہ باہر تو آپ لوگ نہیں جاسکتے۔ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر تیار ہیں تو بہتر ورنہ ایمانداری سے کہہ دو کہ ہم ان تکالیف کو برداشت نہیں کرسکتے۔ مجھے ایسے خادم پر کوئی افسوس نہیں ہوگا اور اس کی جگہ دوسرا خادم چلا جائے گا۔لیکن اگر کوئی وہاں جاکر واویلا مچائے کہ ہمیں کس مصیبت میں ڈال دیا ہے ہمیں واپس بھیج دیں اور واپس آنے کی کوشش کرے تو ایسے خادم کو معاف نہیں کیا جائے گا۔چنانچہ خدام نے عرض کی حضور ہم تمام قربانیوں کیلئے تیار ہیں۔اس پر حضور نے بڑی پرسوز دعا کروائی اور خدا حافظ فرمایا۔ٹرک رتن باغ سے نکل کر رفیوجی کیمپ پہنچے چند منٹوں میں ہی غیر مسلم افراد سے ٹرک بھر گئے اور ہم خدام بھی انہیں میں گم ہو گئے۔واہگہ بارڈر سے ہوتے ہوئے ہم اٹاری پہنچے۔مغرب کے بعد ٹرک امرتسر پہنچے۔ رات ہی ہم لوگ بٹالہ پہنچ گئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قادیان جانے والی سڑک تخریب کاریوں نے گڑھے کھود کر بند کر دی ہے۔

چونکہ ہمارے ساتھ قادیان کے دو چار خدام تھے انہیں قادیان جانے کے سارے راستے معلوم تھے۔ چنانچہ وہاں سے ٹرک سری ہرگوبند پور کی جانب چل پڑا۔وہاں پنج گرایں والی سڑک سے ہوتے ہوئے نہر پر پہنچے اور نہر کے کنارے موضع تتلہ والے پل سے چل پڑے۔ یہاں سے آگے اس قدر لاشیں تھیں کہ خدا کی پناہ۔ بدبو سے دماغ پھٹا جارہا تھا۔ راستہ میں ایک ٹرک پٹری پر سے اتر گیا۔ ہم لوگ چند ہی خدام باقی رہ گئے تھے ہم لوگوں نے دھکا دے کر ٹرک اُوپر چڑھایا پھر ٹرک موضع کھارا سے اُوپر اُوپر ہوتا ہوا بھینی کی طرف سے ہوتا ہوا اتر کھانہ والی کی طرف سے ملک عمر علی صاحب مرحوم کی کوٹھی (جہاں اب سرائے طاہر ہے) رات 11 بجے تقریباً پہنچا۔ ہم نے سار راستہ کھانا وغیرہ کچھ نہ کھایا تھا۔ رات جب قادیان پہنچے تو کرفیو لگا ہوا تھا۔اگلے دن جب کرفیو میں ڈھیل ملی تو چند خدام احمدیہ محلہ سے چائے اور روٹی لیکر آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے مجھے قادیان آنے کی توفیق دی۔''

جماعتی خدمات:

بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کی تعمیر میں دیگر درویشان کے ساتھ آپ کو بھی خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح قادیان سے جماعتی کتابوں کو بحفاظت دارالہجرت پہنچانے میں آپ کو نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔اس بارہ میں آپ بتاتے ہیں کہ :۔''ایک بار مجھے ملک صلاح الدین صاحب مرحوم ملے اور کہا کہ چار لائبریریاں جن میں جماعت کا اہم لٹریچر ہے دارالہجرت بھجوانا ہے۔اب ایک بڑا مسئلہ ان کو بحفاظت رکھنا تھا۔ چنانچہ بعد میں ان کو لکڑی کے صندوقوں میں رکھ کر محفوظ مقام پر پہنچا دیا گیا۔''

منارۃ المسیح پر سنگ مرمر چڑھانا اور دیگر خدمات:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خاکسار کو منارۃ المسیح پر ماربل پتھر چڑھانے کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔ خاکسار کو اس کام کا نگران مقرر کیا گیا تھا اور ماربل چڑھانے کیلئے جو اسٹینڈ بنایا گیا تھا وہ بانس کی لکڑی سے بنایا گیا تھا وہ ہم نے منارہ میں کہیں سوراخ کئے بنا بنایا تھا اور اسٹینڈ چاروں طرف دور دور سے کھڑا کیا گیا۔اس کام کے لئے دو کاریگر مکرانہ راجستھان سے آئے تھے۔ یہ مسئلہ ہمارے سامنے تھا کہ ماربل پتھر کو اوپر کیسے چڑھایا جائے چونکہ پتھر وغیرہ بہت بھاری تھے اور کرین وغیرہ اس تنگ جگہ پر نہیں آسکتی تھی۔اس کے لئے خاکسار نے مینار کے اُوپر مشین کی قسم کا ایک آلہ تیار کیا اور اس میں

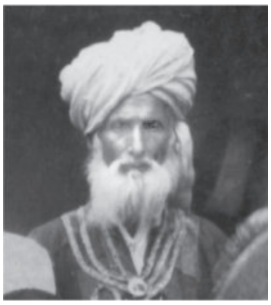
امرتسر سے لوہے کی آدھ انچ موٹی تار لا کر لگا دی اس طرح ماربل لگانے شروع کئے۔ اس کی رپورٹ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو ساتھ ساتھ دی جارہی تھی۔ حضور نے فرمایا کام نیچے کی طرف سے نہیں بلکہ اُوپر کی طرف سے شروع کیا جائے۔ کیونکہ کاریگر جب آسان کام ہوتا ہے وہ کر کے مشکل کام میں بھاگ جاتے ہیں۔ کاریگروں کو جب کہا گیا کہ آپ کام اوپر سے شروع کریں تو وہ کہنے لگے ہم کام تو نیچے کی طرف سے شروع کرتے ہیں۔ لیکن انہیں آخر میں راضی کیا گیا۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ ہم نے جو اڈا بنایا تھا وہ گنبد تک نہ تھا اور سب سے پہلے گنبد پر سنگ مرمر چڑھانے تھے۔ اس کے لئے ایک اڈا الگ سے بنایا گیا چنانچہ کام ہوتا رہا۔ مینارہ کی اُوپر کی چوٹی میں تین پتھر لگائے گئے جو کہ دو دو فٹ کے تھے اور اس کی چھ فٹ اُونچائی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے مجھے مینارہ المسیح میں سنگ مرمر چڑھانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی طرح احمدیہ مسجد سری نگر، احمدیہ مسجد جموں، احمدیہ مسجد مسکرا میں تعمیراتی خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔''

شادی و اولاد:

محترم منظور صاحب درویش کی شادی مسکرا ضلع حمیر پور یوپی میں ہوئی ہے۔ آپ اپنی شادی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''شادی کے وقت نہ میرے پاس کوئی روپیہ تھا نہ پاکستان سے آسکتا تھا۔ ایک سنار گردھاری لعل سے اُدھار ایک دو زیور بنوا لئے۔ محترم چوہدری فیض صاحب مرحوم نے اپنی پگڑی دی اور چوہدری سعید صاحب درویش مرحوم نے اپنی شیروانی دی اس طرح میں شادی کے لئے اکیلا قادیان سے روانہ ہوا، وہاں میرا نکاح مولوی غلام نبی صاحب درویش نے مکرم نثار احمد صاحب کی دختر کے ساتھ 1952ء میں پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شادی کو میرے لئے خیر و برکت کا موجب بنایا اور اس شادی سے میرے یہاں چھ لڑکے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔'' الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ محترم حاجی منظور احمد صاحب کو صحت و سلامتی والی عمر عطا فرمائے اور آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین (آپ کی وفات پہلی اپریل 2015 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡن۔ اور تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی)

116 محترم بابا بھاگ صاحب قادیانی درویش

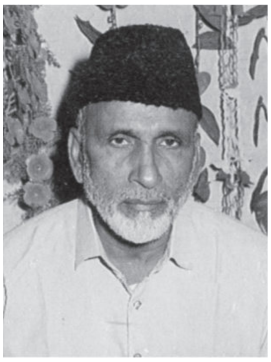


انہی سدا بہار پھولوں میں سے ایک ہمارے بزرگ بھائی بابا بھاگ صاحب قادیانی بھی تھے۔ سالہا سال کے دیکھے ہوئے مناظر آج کی طرح میرے تصور میں تازہ ہیں۔ وہ جھکی جھکی پیرانہ سالی۔ وہ خمیدہ کمر۔ ایک لمبی لاٹھی کے سہارے دھیمے دھیمے قدم اٹھاتا وہ بوڑھا درویش اپنی قربانی کو خدا کے حضور پیش کرنے کے لئے ہمارے ساتھ قریباً بارہ سال اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ وہ زندہ دل 72 سالہ بوڑھا ایک ایک کر کے دن گزارتا اور راتیں کاٹتا 85 کے پیٹے میں پہنچا۔ اس کے سر اور ڈاڑھی کے سفید بال موت کا پیغام لئے اس کے سر پر منڈلاتے رہتے۔ لیکن جب وہ شگفتگی پر آتا تھا اور اکثر آتا تھا تو ایک پرسرور لے میں حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پڑھتا۔ طبیعت بہت پر مذاق تھی۔ اور خوش دلی ہر وقت اس کا ساتھ دیتی تھی۔ وہ سلک کی بڑی سی پگڑی باندھے اور مختلف رنگوں کی واسکٹ پہنے اپنا لمبا ڈنڈا کھٹکھٹاتے جب مسجد مبارک کی سیڑھیاں طے کرتا تو جوانوں کو بھی رشک آجاتا۔ وہ اکثر اپنے اس دلوے کا ذکر کرتا کہ اللہ تعالیٰ کب اس کی قربانی کو قبول فرماتا ہے۔ آپ کا قد لمبا اور رنگ سانولا تھا۔ مرحوم موصی تھے اور تحریک جدید کے دور اول کے مجاہد تھے۔ بوڑھا باپ ہو اور اس کا اکلوتا ہی فرزند ہو اور وہ بھی سالہا سال سے اس سے جدا ہو اور اچانک بوڑھے باپ کو یہ اندوہناک اطلاع پہنچے کہ تمہارا اکلوتا فرزند، تمہاری امیدوں کا مرکز تم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ہے تو خمیدہ کمر اور بھی زمین بوس ہو جاتی ہے۔ لیکن ہمارے بھائی بابا بھاگ صاحب مرحوم نے یہ صدمہ صبر اور حوصلہ اور دعا کے ساتھ برداشت کیا۔ اور آخر ایک لمبی عمر پا کر معمولی سی چند روزہ بیماری کے بعد 85 سال کی عمر میں 13 مارچ 1960ء کو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡن۔ اور اب بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں ابدی نیند سو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنا قرب بخشے۔ آپ قادیان کے محلہ کمہاروں کے قدیم باشندے تھے۔

(وہ پھول جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 116-115۔ بدر۔ 13 ستمبر 1962ء)

117 محترم چودھری مبارک علی صاحب درویش

(بقلم خود)



خاکسار چودھری مبارک علی درویش 1922ء میں بمقام طالب پور پنڈوری ضلع گورداسپور پنجاب میں پیدا ہوا میرے والدین صاحب کا نام چودھری بانے خان اور میری والدہ کا نام غلام بی بی تھا۔ میرے والد صاحب مرحوم اہل حدیث تھے۔ ابتدائی تعلیم میں نے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ میرے بڑے بھائی برکت علی صاحب نے مجھے قادیان تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں داخل کروایا اور مجھے احمدی ہونے کی توفیق ملی۔ اگرچہ بھائی صاحب اور ان کے بچوں میں آج تک کوئی احمدی نہیں ہوسکا۔ خاکسار کے بڑے بھائی کانپور میں بطور قانونگو کام کرتے تھے وہاں آپ کے چودھری محمد طفیل صاحب پٹواری سے دوستانہ مراسم قائم ہوگئے تھے۔ چودھری صاحب کو بھی تقسیم ملک کے موقع پر درویشی کی سعادت نصیب ہوئی۔

ہمارے گاؤں میں مکرم مولوی غلام احمد ارشد تبلیغ احمدیت کے لئے آیا کرتے تھے۔ میں اکثر گاؤں کے بچوں کے ساتھ ملکر ان کے خلاف نعرے لگایا کرتا تھا مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے تم جتنا چاہے مجھے تنگ کرلو لیکن اس گاؤں میں سب سے پہلے تم ہی احمدی ہوگے۔ مولوی صاحب موصوف زمانہ درویشی میں نوجوان درویشوں کی دینی تعلیم پر متعین ہوئے۔ میں بھی آپ کی کلاس میں جایا کرتا تھا۔ مجھے دیکھ کر آپ فرماتے کہ جب میں تمہارے گاؤں میں تبلیغ کیلئے جاتا تھا تو تم ہمارے خلاف نعرے لگایا کرتے تھے اور آج تمہیں اپنی کلاس میں بیٹھے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ تقسیم ملک کے وقت ہمارے گاؤں پر حملہ ہوا اور والد صاحب شہید ہوگئے باقی خاندان کو ملٹری نے بحفاظت رفیوجی کیمپ میں لاکر چھوڑ دیا اور اس طرح وہ پاکستان چلے گئے۔

تقسیم ہند کے وقت میں اپنی ہمشیرہ رقیہ بیگم کو ملنے کیلئے سندھ گیا ہوا تھا اگر میں تقسیم ہند کے وقت سندھ نہ گیا ہوتا تو والد صاحب کے ساتھ حادثہ کا شکار ہوگیا ہوتا۔ جب میں سندھ سے آکر لاہور رتن باغ میں حضور سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو حضور نے بوجہ میرے واقف زندگی ہونے کے مجھے فوراً اُس رات جبکہ ملٹری کانوائے قادیان میں مقیم احمدیوں کو لانے جارہا تھا اس کے ساتھ قادیان بھجوادیا حالانکہ میں سندھ سے آکر صرف ایک دن کیلئے اپنی اہلیہ اوّل کے پاس ٹھہرا تھا۔ یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان تھا کہ خلیفہ وقت کی نظر میں میں خدمت کے لائق تھا۔

ابتداً قادیان میں میری ڈیوٹی مسجد مبارک کے پاس والے مکان پر تھی۔ خاکسار نے قادیان میں دینی تعلیم حاصل کی اور سب سے پہلے میرے اُستاد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب تھے۔ بعد ازاں حضرت مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب اور حضرت مولوی ابراہیم صاحب سے مدرسہ احمدیہ کی ابتدائی جماعتوں کا کورس پورا کیا۔ خاکسار حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ہمراہ لکھنؤ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے گیا۔ جہاں خاکسار نے تفسیر کی ڈگری لی بعدہ حضور نے مجھے علاقہ کرناٹک میں تبلیغ کیلئے بھجوانے کا ارشاد فرمایا جہاں خاکسار نے تبلیغی خدمات انجام دیں۔ خاکسار کی پہلی بیوی کوٹلی (پاکستان) میں مقیم تھی اور اسکول میں ٹیچر تھی۔ اس کے رشتہ داروں نے بہت زور لگایا کہ میں واپس آجاؤں مگر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے صاف منع کردیا کہ ہمارے پاس ہندوستان میں پہلے ہی بہت کم مبلغین ہیں۔ اس لئے اُس کی بیوی کو اس کے پاس بھجوایا جائے وگرنہ میں اُس کو وہاں شادی کی اجازت دے دوں گا۔ خاکسار اُس وقت بمبئی میں الحق بلڈنگ میں مقیم تھا۔

خاکسار کی پہلی بیوی محترمہ رسول بی بی صاحبہ سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔ دوسری شادی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ بنت مکرم عبد الرزاق صاحب ساکن ہبلی کرناٹک سے ہوئی جن سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیوں سے نوازا۔ خاکسار کو نظارت امور عامہ اور جماعت کے کئی کلیدی عہدوں پر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ دور درویشی میں کئی مشکلات کا بڑی ہمت اور جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ اس وقت میری عمر 89 سال ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر کرے۔ آمین ۔ آپ کی وفات 13/ دسمبر 2013 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

118 محترم الحاج عبد القادر دہلوی درویش قادیان

(بقلم خود)

خاکسار عبد القادر دہلوی درویش ولد محترم ڈاکٹر عبد الرحیم صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آبائی وطن دہلی ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر دہلی میں پہنچی تو والد صاحب کے نانا مکرم محمد اسماعیل صاحبؓ اور ماموں مکرم عبد العزیز صاحبؓ نے احمدیت قبول کرلی اور انکے اسما 313 اصحاب کی فہرست میں آئینہ کمالات اسلام میں درج ہیں۔ والد بزرگوار نے بھی 1890ء میں بذریعہ خط اور پھر 1891 میں قادیان آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرلی۔ والد صاحب کے سات بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں جو سب خدا کے فضل سے مخلص احمدی اور سلسلہ کے خدمت گزار ہیں۔

خاکسار کے والد صاحب دہلی کے وسط میں رہائش رکھتے تھے۔ اس لئے خاکسار اور بھائی عبد المنان کو ابتدائی تعلیم کیلئے پرائمری سکول گلی قاسم جان بازار بلی ماران میں داخل کرایا گیا۔ چونکہ ہماری نشوونما بچپن سے احمدیت کی آغوش میں ہوئی تھی ہم دونوں بھائی احمدیت کے لٹریچر ٹریکٹ وغیرہ گھر سے لے جاتے تھے۔ میں دوسری جماعت میں اور بھائی عبد المنان تیسری میں تھے۔ ہم اپنے مولوی صاحبان کے ڈسکوں میں لٹریچر ڈال دیا کرتے تھے۔ وہ لٹریچر پڑھتے رہے۔ تین چار ماہ بعد مولوی صاحبوں نے شاگردوں سے پوچھا کہ لٹریچر کون سے بچے ہمارے ڈسکوں میں ڈالا کرتے ہیں؟ بتاؤ ہم کچھ نہیں کہیں گے ہم دونوں بھائیوں نے کہا کہ ہم ڈالا کرتے ہیں مولوی صاحبان نے کہا کہ اپنے والد صاحب سے ہمیں ملاؤ۔ جب وہ ملے تو والد صاحب نے انہیں دہلی کے سیکرٹری تبلیغ سے ملایا اور ہمارے دونوں مولوی صاحبان نے احمدیت قبول کرلی۔ ہم دونوں بھائیوں نے دہلی میں چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ پھر والد صاحب ہمیں قادیان لے آئے اور مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت میں داخلہ ملا۔

قادیان کے روحانی ماحول نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد، صحابہ کرامؓ اور نیک سیرت بزرگوں میں چلنے پھرنے اور مساجد میں پنجوقتہ نمازوں میں شمولیت نے مجھے روحانی جاذبیت بخشی۔ دو تین سال بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں رہا۔ پھر اسٹیشن کے قریب محلہ دار الفضل میں والد بزرگوار نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ ہمارا گھرانا دہلی سے قادیان آ گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ حضرت صاحب کا خطبہ جمعہ سننے کے لئے خاکسار کھانا اور غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر گیارہ بجے مسجد اقصیٰ کے دالان میں جس جگہ خطبہ کیلئے منبر رکھا ہوا تھا وہاں جاکر بیٹھا کرتا تھا تاکہ حضور کا خطبہ مجھے پوری طرح سنائی دے۔ نزدیک بیٹھنے والے حضور کا پورا خطبہ سنتے اور بعد میں آنے والوں کو دور جگہ ملتی۔ خاکسار نوجوانی میں بھی نمازیں التزام سے پڑھتا گرمی سردی کی شدت کی پرواہ کئے بغیر۔ دار الفضل سے چل کر محلہ احمدیہ مسجد مبارک پہنچتا اور حضرت صاحب کی امامت میں ظہر کی نماز ادا کرتا پھر مسجد میں ہی بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مصروف رہتا اور عصر کی نماز پڑھ کر گھر جاتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں بھی مسجد مبارک میں آکر حضرت صاحب کی امامت میں پڑھتا اور حضور کی مجلس عرفان میں بھی آیا کرتا تھا۔

مدرسہ احمدیہ کی سات کلاسیں پاس کر کے خاکسار جامعہ احمدیہ میں داخل ہوگیا اور بیحد ذوق و شوق سے تعلیم حاصل کی۔

جب خاکسار نے جامعہ احمدیہ کی تعلیم مکمل کر کے مولوی فاضل کا امتحان پاس کرلیا تو حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ جو ہمیں مدرسہ احمدیہ میں اوپر کی کلاسز میں حدیث شریف پڑھاتے تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے نے کہا کہ مصر جاکر تعلیم حاصل کرنے کی درخواست دیدو۔ میں نے درخواست دیدی تو جواب آیا پاسپورٹ بنوانے کیلئے جس کے پاس پیسے نہیں وہ مصر کیا لینے جائے گا۔ یہ بات میں نے حضرت میر صاحبؓ کو بتادی۔ دو تین دن بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ آئے ہیں اور کہتے ہیں ''عبد القادر مصر'' یہ خواب بھی میں نے حضرت میر صاحبؓ کو سنادی اور اتفاق یہ ہوا کہ دوسری جنگ عظیم کا زمانہ تھا اور جماعت احمدیہ کی طرف سے نوجوان بھرتی کرائے جارہے تھے میں جماعت کی طرف سے چلا گیا اور فوج میں محکمہ سپلائی میں بھرتی ہوگیا۔ فوجی ملازمت کے دوران خاکسار کو مصر کے علاوہ یورپ کے کئی ممالک میں جانے کا موقعہ ملا۔ یورپ میں پوپ صاحب کو مسیح کی آمد ثانی کے بارے میں بتانے کا موقعہ ملا انہوں نے میری باتیں سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تائید و نصرت فرمائی اور دعائیں قبول کیں۔ چند ایک واقعات پیش ہیں:

تائید الٰہی کے واقعات:

(1) اٹلی میں جہاں ہمارا قیام تھا ایک روز برف باری کے دوران ہماری گاڑی راشن لینے کیلئے سپلائی ڈپو پر گئی۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ واپسی پر شدید

برف باری کی وجہ سے راستہ بند ہوگیا تھا۔ راشن سے لدی ہوئی گاڑیاں پھنس گئیں۔مغرب وعشاء کے درمیان اندھیرا سا ہوگیا۔ گاڑیوں سے اچھل کر میں اور میرے دو ساتھی باہر آئے کہ پیدل دوڑ کر سیکشن میں پہنچ جائیں۔لیکن فاصلہ تین فرلانگ کا نہیں بلکہ دو تین میل کا تھا۔ ہرطرف برف تھی۔ اندھیرا ہوگیا تھا۔ خاکسار نے دعا کی خدایا تو ہی ہمیں بچا سکتا ہے اور کوئی نہیں بچا سکتا۔ دُعا کے بعد فوراً میں نے دو سرخ روشنیاں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھیں۔ جو ہمارے پاس آکر ٹھہر گئیں اور دیکھا کہ ہماری سپلائی کی جیپ ہے جو بھولے بھٹکے کی تلاش میں نکلی تھی۔ ہم اس پر بیٹھ کر ڈیرے پر پہنچ گئے۔ خدا کی مدد نہ پہنچتی تو ہم برف کے طوفان میں دب کر مرجاتے۔

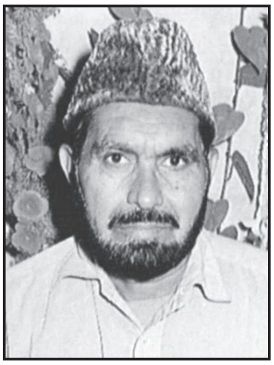
(2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یاجوج ماجوج دجّال کے فتنہ سے بچنے کیلئے سورہ کہف کی پہلی وآخری دس دس آیات پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا میں میدان جنگ میں ہر روز صبح کو ان آیات کی تلاوت کر کے دم لیا کرتا تھا۔ایک روز جب ہماری سپلائی کی گاڑی لیبیا میں بن غازی پہنچی راشن اتارنے کی جگہ پر میں کھڑا تھا کہ ایک راشن سے لدی ہوئی گاڑی نے موڑ کاٹا۔ میں اس سے ٹکرا کر گر پڑا اور گاڑی کا آخری ڈبل پہیہ میرے ٹخنوں پر سے گزر گیا۔ میں نے پہیے کے گزرتے وقت نیچے چٹان اور لکڑیاں ٹوٹنے کی آواز سنی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری ٹانگ کو محفوظ رکھا اور میرے ساتھی میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہنے لگے کہ روتے کیوں ہو؟ میں نے کہا کہ خدا کی شان کو دیکھ کر چٹان کے ٹکڑے ہو گئے اور لکڑیاں ٹوٹ گئیں۔ خدا کے فضل سے میری ٹانگیں محفوظ ہیں۔

جنگ ختم ہونے کے بعد ہماری سپلائی یونٹ یونان سے کراچی اتر کر جالندھر پہنچی۔جن نوجوان کی سروس کم تھی ان کی چھٹیاں کر دی گئیں، خاکسار بھی فارغ ہو گیا۔ جب قادیان پہنچا تو حفاظت مرکز کے ضمن میں خدمات انجام دیتا رہا۔ جب تقسیم ملک کا اعلان ہو گیا اور مخدوش حالات کی وجہ سے قادیان کی اکثر آبادی کو بھی لاہور جانا پڑا تو شعائر اللہ اور مقامات مقدسہ کی دیکھ بھال اور حفاظت مرکز اور احمدیہ محلہ کو آباد کرنے کی خاطر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قادیان میں 313 نوجوانوں کو ٹھہرائے رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ جو نوجوان بھی قادیان میں ٹھہرے ان کو درویش کالقب دیا اور ہر نوجوان انتہائی جوش وجذبہ سے بطور درویش ٹھہرنے کے لئے اپنا نام لکھاتا تھا۔ جو خوش قسمت تھے ان کے نام درویشوں کی فہرست میں آ گئے۔ انتظام کی خاطر ان کے چار حلقے بنائے گئے۔ ہر حلقہ کا صدر رہتا تھا۔ خاکسار کو نگرانی کیلئے جنرل سیکرٹری بنایا گیا اور میرے سپرد ان درویشوں کو مصروف رکھنے کیلئے کام بانٹنے کا کام کیا گیا۔ خاکسار خود بھی ان کے ساتھ کاموں میں شریک ہوتا۔ ابتدائی درویشی میں دیہاتی مبلغین کلاس میں ہفتہ میں ایک بار موازنہ مذاہب پر میرا لیکچر ہوتا تھا۔

ادائیگی حج: اللہ کے فضل سے خاکسار کو 1969 میں حج کرنے کی سعادت نصیب ہوئی میرے ہمراہ حضرت ڈاکٹر عطر دین صاحب صحابیؓ درویش اور افتخار احمد صاحب درویش بھی تھے۔ خاکسار نے بطور ناظم جائیداد و تعمیرات، آڈیٹر، محاسب، سیکرٹری بہشتی مقبرہ، نظارت امور عامہ، بیت المال، دعوۃ و تبلیغ کے عہدوں پر فرائض انجام دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو تین لڑکے چار لڑکیاں عطا کیں۔سب بچے اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہیں اور دل وجان سے اسلام واحمدیت پر فریفتہ ہیں اور خادم دین ہیں فالحمد للہ علی ذالک۔ اللہ تعالیٰ دینی و دنیاوی ترقیات عطا فرمائے۔(ماخوذ مشکوٰۃ نومبر 2003) آخر میں قارئین سے محترم مولانا صاحب کی صحت وسلامتی درازی عمر کیلئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔آپ کی وفات 10/جنوری 2015 کو ہوئی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔(ادارہ)

119 محترم میاں فضل دین صاحب ماشکی درویش

ہمارے معمر درویش بھائی میاں فضل دین صاحب ماشکی ولد نور محمد صاحب قادیان کے قدیمی باشندہ تھے۔اور تقسیم ملک کے بعد اپنے بھائی میاں محمدؐ عبد اللہ صاحب ماشکی سمیت خدمت مرکز کے جذبہ کے ساتھ یہیں ٹھہر گئے تھے۔اور بال بچوں کو پاکستان بھجوا دیا تھا۔اس طرح قیام قادیان کو پاکستان جانے پر ترجیح دے کر خلوص وفدائیت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ خاموش طبع اور غریب مزاج انسان تھے۔ کچھ عرصہ تک قادیان کی میونسپل کمیٹی میں ماشکی کے طور پر کام کرتے رہے۔اور پھر لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ میں سقہ کی ڈیوٹی پر مامور ہوئے۔عام صحت بہت اچھی تھی اور ہمت کے ساتھ کام کرتے تھے۔ایک شام جبکہ وہ مہمان خانہ کے سامنے اچانک چکرا کر گر گئے۔اور حرکت قلب بند ہوجانے سے، قبل اس کے کوئی طبی امداد پہنچتی جسم وجان کا رشتہ منقطع ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔مرحوم موصی تھے بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر آٹھ میں دفن ہوئے۔وفات 18 جنوری 1953ء کو ہوئی۔ مرحوم کی بیوہ اور چار بچے ربوہ میں ہیں۔ (وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص 169 ۔ بدر چھ دسمبر 1963ء)



120 محترم خواجہ احمد حسین صاحب درویش

خواجہ احمد حسین صاحب درویش 1928ء میں سیکھواں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا جان محترم میاں امام الدین صاحبؓ اور ان کے دو بھائی محترم جمال الدین صاحبؓ اور خیر الدین صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے نماز فجر پڑھنے کے لئے سیکھواں سے پیدل آیا کرتے تھے۔ آپ کے والد صاحب مرحوم کا نام محمد حسین ابن محمد عیسی صاحب تھا اور والدہ صاحبہ کا نام رمضان بی بی تھا۔ آپ کی والدہ خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔

بچپن:

آپ کل تین بہنیں اور چار بھائی تھے جن میں سے آپ سب سے بڑے تھے پارٹیشن کے وقت آپ کے والدین اور بہن بھائی پاکستان چلے گئے۔ آپ کا بچپن انتہائی غربت میں گزرا۔ والد صاحب محنت کر کے جملہ اخراجات پورا کرتے تھے۔ 1935ء کے قریب والد صاحب مع خاندان قادیان میں رہائش کیلئے آگئے۔ آپ کی عمر اس وقت تقریباً 7 یا 8 سال کے قریب تھی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ غربت کا یہ عالم تھا کہ ہم بچے بہشتی مقبرہ جا کر سوکھی ٹہنیاں اور پتے جمع کر کے لایا کرتے تھے اور وہ پتے ہمارے گھروں میں جلائے جاتے تھے۔ غربت کی وجہ سے آپ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ لیکن چونکہ آپ کو بچپن سے پڑھائی کا بہت شوق تھا اس لئے ذاتی کوشش سے قرآن شریف پڑھنا سیکھ لیا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اس زمانہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی مجلس عرفان میں جاتا تھا اس طرح اللہ کے فضل سے میری پڑھائی محض صحبت صالحین ہے۔ بچپن سے ہی ہم بھائی بہنوں نے ایثار و صبر کی تعلیم پائی۔ 1941 یا 1942ء کے قریب آپ قادیان میں ہوزری کا کام کرنے لگے۔ کام سے فارغ ہو کر آپ مجلس عرفان میں شامل ہوا کرتے تھے۔ صبح سے آپ کی مساعی یہ ہوا کرتی تھی کہ ہر حلقہ میں وقار عمل کرتے اور مہینہ میں ایک بار مشترکہ وقار عمل ہوا کرتا تھا جس میں ڈھاب کو بھر کر سڑکیں بنائی جاتی تھیں۔ وید کور اسکول کے نزدیک کی سڑک اور بسراواں کو جانے والی سڑک درویشان نے وقار عمل کے ذریعہ تیار کی تھی۔ اس میں آپ بھی شامل تھے۔

انتخاب درویش:

تقسیم ملک کے وقت حضورؓ نے تحریک فرمائی کے ہمیں ایسے نوجوان چاہئیں جو اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنے والدین سے مشورہ کیا اور وہ آپ کے قادیان رہنے پر راضی ہو گئے۔ چونکہ نام دینے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور آپ کا نام پاکستان جانے والوں میں آیا۔ یہ جان کر آپ بہت پریشان ہوئے۔ لیکن بعض دوستوں کے بعض مجبوریوں کے باعث پاکستان چلے جانے کی وجہ سے آپ کا نام قادیان میں رہنے والوں میں شامل ہو گیا۔

دور درویشی کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

آخری قافلہ کی روانگی کے بعد ہم درویشان قادیان میں رہ گئے۔ میرا درویش نمبر غالباً 93 تھا یا اس کے اوپر نیچے۔ اس وقت صدر انجمن احمدیہ سے ہمارا وظیفہ 5 روپے مقرر ہوا اور ہم سب نے وصیت کی ہوئی تھی۔ جس میں سے 50 پیسے وصیت کے کٹ جانے کے بعد ساڑھے چار روپے میں پورا ایک مہینہ گزارہ کرنا ہوتا تھا۔ اس وقت ہمارا شغل یہ تھا کہ صبح سے 12 بجے تک ہم وقار عمل کرتے اور پھر کھانا وغیرہ کھاتے۔ اس زمانہ میں ناشتہ میں چنے ملتے تھے اور دوپہر یا رات کو دو روٹیاں۔ اس کے علاوہ کھانے کو اور کچھ نہ تھا۔ اس وقت جہاں ایوانِ خدمت اور ایوانِ طاہر وغیرہ ہے ہم لڑکے وہاں اکٹھے ہو جاتے اور لاٹھیاں وغیرہ کھیلتے تھے۔ ہم درویشان تو مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے مگر اس کا خدا کے فضل سے غیروں پر بڑا رعب تھا۔ وہ ان مقامات کی طرف رخ کرنے سے گریز کرتے تھے۔

شادی اور قربانی:

آپ کی شادی 1946ء میں گوجرانوالہ میں ہوئی تھی۔ تقسیم ملک کے وقت میں حکم ہوا کہ عورتوں کو پاکستان بھجوایا جائے آپ کی اہلیہ پاکستان جانے پر راضی نہ ہوئیں اور قادیان ہی میں رہنے پر مصر تھیں، آپ نے ان کو سمجھا بجھا کر پاکستان بھیج دیا۔ ان کی والدہ چونکہ غیر احمدی تھیں اس لئے ان کی طرف سے آپ کو قادیان چھوڑنے کا دباؤ ڈالا جانے لگا۔ اس پر آپ نے لکھا کہ میں نے والدین اور بھائی بہنیں قادیان کی خاطر چھوڑ دیئے ہیں قادیان کو چھوڑ کر میں نہیں آسکتا ہاں اگر حالات سدھر جائیں تو اہلیہ کو میں قادیان لے آؤں گا۔ اس پر آپ کے سسرال والوں نے گوجرانوالہ کی عدالت میں آپ کے خلاف

خرچ کا مقدمہ دائر کر دیا جس کی پیروی ناظر خدمت درویشان حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم،اے کرتے رہے اور بالآخر آپ کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کو ایک دوست کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی اہلیہ کے گھر والے مولوی سے فتویٰ حاصل کر کے ان کا نکاح کہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم،اے کو مشورہ کے لئے خط لکھا آپ نے جواباً فرمایا کہ اگر چہ آپ مقدمہ جیت گئے ہیں اور ہم آپ کی اہلیہ کو قادیان بجھوا بھی دیں تو بعد میں قادیان جا کر کوئی پریشانی اور پیچیدگی پیدا ہو جائے تو مشکل ہو گی۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ آپ خاموشی اختیار کریں۔ چنانچہ آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ اس معاملہ میں دخل نہیں دیا اور اس طرح آپ کا اس اہلیہ سے رشتہ ہمیشہ کیلئے منقطع ہو گیا۔

اس کے بعد آپ کی دوسری شادی 1953ء میں حیدر آباد دکن میں ہوئی۔ جہاں محمد دین بدر درویش مرحوم اور صوفی غلام احمد درویش صاحب مرحوم نے اپنے ساتھ ساتھ آپ کے لئے بھی رشتہ دیکھ لیا۔ پہلے آپ اتنی دور رشتہ کے لئے راضی نہ ہوئے مگر بعد میں مکرم برکات احمد راجیکی صاحب کے سمجھانے پر آپ راضی ہو گئے اور یوں جلسہ سالانہ قادیان 1953ء میں تینوں درویش بھائیوں کی شادیاں حیدر آباد میں ہوگئیں۔ اس شادی سے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا عطا ہوا۔ بیٹا مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب ریٹائرڈ پرنسپل تعلیم الاسلام اسکول قادیان ہیں، جبکہ تین بیٹیوں کی شادیاں پاکستان میں ہو گئی ہیں اور ایک بیٹی کی قادیان میں ہی شادی ہوئی ہے۔

1953 تا1962ء آپ کو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں رہنا پڑا۔ جہاں آپ نے محنت سے زندگی گزر بسر کی۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے مختلف دفاتر میں مختلف عہدوں پر کام کیا۔ بعدہ 1989ء میں آپ ریٹائیر ہوئے۔ جماعتی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ سلائی کا کام بھی کرتے رہے۔ گیٹ دارالمسیح کے سامنے آپ کی سلائی کی دکان تھی۔ آپ شیروانی کی سلائی میں مہارت رکھتے تھے۔ آج بھی قادیان میں آپ سے بہتر شیروانی سینے والا شاید ہی کوئی کاریگر ملے۔

خلافت سے محبت

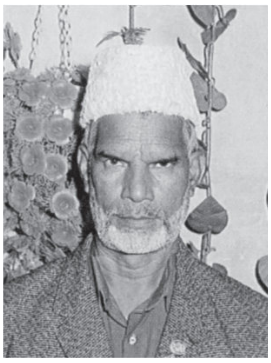
محترم خواجہ احمد حسین صاحب قادیان میں خلافت ثانیہ کے وقت سے ہیں۔ آپ نے بچپن سے حضورؓ کو دیکھا اور قادیان کے پاک ماحول میں رہے۔ آپ کو حضورؓ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم تو حضور کو آدمی سمجھتے ہی نہیں تھے بلکہ کوئی فرشتہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ اپنے کاموں سے جلد فارغ ہو کر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مجلس عرفان میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کی باتیں ہی ہیں جنہوں نے ہمیں قادیان میں رکھا۔ آپ کو کئی مرتبہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دبانے کا موقعہ بھی نصیب ہوا۔ ایک موقعہ پر حضورؓ سے ربوہ میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت محترم چوہدری سعید احمد صاحب مرحوم درویش اور محترم ماسٹر ابرہیم صاحب درویش مرحوم بھی ساتھ تھے۔ حضورؓ نے آپ کو کافی وقت دیا اور قادیان کے حالات وغیرہ کے بارہ میں پوچھا۔ اس وقت حضور نے فرمایا کہ درویشان کہیں کام نہیں کر سکتے؟ ماسٹر ابراہیم صاحب مرحوم نے کہا کہ جی حضور کام تو کر سکتے ہیں مگر یہ کرتے نہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا کیوں کہاں کام ہے؟ تو عرض کی امرتسر اور دوسرے شہروں میں کام ہے۔ حضور نے فرمایا یہ نہیں، کام وہ چاہیئے کہ رات کو گھر پہنچ جائیں کیونکہ قادیان میں رہنے کا مقصد تو یہ نہیں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے آپ کی پہلی ملاقات لندن میں ہوئی جبکہ آپ جلسہ سالانہ یوکے میں بطور نمائندہ شریک ہوئے تھے۔ آپ کو دوبار ملاقات کا شرف ملا۔ ایک مرتبہ درویشان کی ملاقات میں دوسری بار فیملی ملاقات میں۔ پھر 2005ء میں جب سیدنا حضور انور قادیان تشریف لائے تو آپ کو حضور انور سے ملاقات کا شرف عطا ہوا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی قربانیوں اور دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آپ کی وفات 31/ مئی 2017 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قادیان قطعہ درویشان میں ہوئی۔

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے۔ یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔ اب وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

121 محترم مولوی بشیر احمد کالا افغاناں صاحب درویش



خاکسار کا نام بشیر احمد کالا افغاناں ہے۔ خاکسار کے والد کا نام محترم علم دین خان صاحب اور والدہ کا نام عالم بی بی صاحبہ ہے۔ میری پیدائش 1928ء میں کالا افغاناں گاؤں نزدیک بٹالہ میں ہوئی۔ مجھے ملا کر ہم چار بھائی اور ایک بہن تھے۔ میرے بھائی بہن اس وقت فیصل آباد چک 32 پاکستان میں ہیں۔ لیکن ابھی تک ان لوگوں نے بیعت نہیں کی۔ میرا آبائی گاؤں کالا افغاناں قادیان سے بٹالہ جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اس گاؤں کی اکثر آبادی تقسیم ملک سے قبل مسلمان تھی۔ گاؤں میں تمام اشیاء ضرورت زندگی کی موجود تھیں۔ میری ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی بعدہ گاؤں کے اسکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ اللہ کے فضل سے خاکسار شروع سے پڑھائی میں کافی ہوشیار رہا۔ خاکسار شروع زمانہ سے نماز روزہ کا پابند رہا۔ سات آٹھ سال کی عمر سے ہی میں نے نماز پڑھنا اور روزے رکھنا شرع کر دیا تھا۔ 9 سال کی عمر میں میں اور گاؤں کا ایک لڑکا لیلۃ القدر کی تلاش میں 27 رمضان کی رات جاگتے رہے۔ آنکھیں بند ہونے پر پانی ڈال لیا کرتے تھے۔

قادیان آمد اور بیعت:

خاکسار کے گاؤں کے مکرم مولوی محمد احمد کالا افغاناں صاحب مرحوم قادیان آ گئے تھے اور چنگی میں محرر تھے۔ ان دنوں خاکسار ڈیرہ بابا نانک میں امتحان دے کر نوکری کی تلاش میں تھا۔ مکرم محمد احمد صاحب نے مکرم فیض احمد صاحب کے نسبتی بھائی مکرم نذیر احمد مولوی فاضل کے ہاتھوں پیغام بھجوایا کہ میں چنگی کی نوکری چھوڑ کر دفتر الفضل میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ آکر میری چنگی کی نوکری کر لیں۔ 1946ء میں خاکسار فوراً تیار ہو کر پیدل بٹالہ شہر پہنچ گیا۔ اور بذریعہ ریل قادیان عید گاہ والی چنگی میں پہنچ گیا جہاں مکرم مولوی محمد صاحب سے چارج لے کر میونسپل کمیٹی میں نوکری شروع کر دی۔ اس وقت میری عمر 18 سال کے قریب تھی اور تنخواہ بیس روپے ماہوار تھی۔ جب میں قادیان آیا تھا تو اس وقت مجھے احمدیت کے بارہ میں زیادہ معلوم نہ تھا۔ میں نے نماز عصر ادا کرنے کے لئے ڈاکٹر کیدار ناتھ ملہن کے کمپاؤنڈر شری پنڈت شوری لعل سے کہا کہ میں نے نماز پڑھنی ہے مجھے کوئی ایسی مسجد بتائیں جو کہ احمدیوں کی ہو کیونکہ میرا نام بشیر احمد ہے میں نے قادیانیوں کی اور مرزائیوں کی مسجد میں نہیں جانا۔ اس نے مسجد اقصیٰ کا راستہ بتا دیا میں وہاں چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بہت بڑی مسجد ہے۔ کوئی نماز پڑھ رہا ہے کوئی تلاوت قرآن مجید کر رہا ہے۔ خوبصورت مینارہ ہے۔ میں دل میں بہت خوش ہوا کہ ہماری مسجد تو بہت اچھی ہے اب قادیانیوں اور مرزائیوں کی مسجد میں جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خاکسار ایک ماہ تک یہاں نمازیں پڑھتا رہا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ یہ قادیانیوں کی مسجد ہے۔ پھر میں ایک دن احراریوں کی مسجد میں نماز مغرب پڑھنے گیا۔ وہاں کی مسجد کی خستہ حالت ٹوٹے لوٹے دیکھ کر اور نمازیوں کو دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ خاکسار نے دل میں عہد کر لیا کہ اب میں مسجد اقصیٰ میں ہی نمازیں ادا کروں گا۔ ایک ماہ کے بعد خاکسار کا تبادلہ محلہ دارالرحمت کی چنگی میں ہو گیا۔ اس محلہ میں مکرم محترم بشیر احمد خادم صاحب درویش سے میرا تعارف ہوا۔ آپ نے مجھے احمدیت کا تعارف کروایا اور مطالعہ کیلئے تبلیغ ہدایت اور چند دوسرے رسالہ جات دئے اور حق میرے پر آشکار ہو گیا۔

مکرم خادم صاحب نے میرا بیعت فارم پُر کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں بغرض منظوری بھجوا دیا اور مجھے لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ میں لے گئے سفید روٹیاں اور دھلی ہوئی ماش تھی ایسے کھانے کا سواد اور مزہ ابھی تک یاد ہے۔ اور ایسا کھانا خاکسار نے اپنی ساری عمر نہیں کھایا۔ اس کے بعد خاکسار کا تبادلہ عید گاہ کی چنگی پر ہو گیا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد میونسپل کمیٹی میں کام کرنے والے چند احراریوں نے میری مخالفت شروع کر دی اور یہ دلیل دی کہ ہم لوگ یہاں ایک زمانہ سے رہ رہیں ہیں اور پیدائشی قادیانی ہیں اگر احمدیت سچی ہوتی تو ہم لوگ بیعت کیوں نہ کرتے۔ ان کی باتوں کو سن کر اندازہ لگایا کہ جو لوگ جماعت میں بیعت کر کے شامل نہیں ہوئے ہیں ان کی دینی اخلاقی حالت درست نہیں ہے۔ نمازوں میں ان میں سے اکثر غفلت برتتے ہیں۔ یہ کس طرح سچے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے فضل سے مجھے مخالفت کی آزمائش سے محفوظ باہر نکالا۔ اس دوران میرا تبادلہ ناصر آباد چنگی پر ہوا یہاں کے احباب کافی خوش مزاج تھے۔

اس دوران تقسیم ملک کا شور شروع ہوگیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پرخدام دور دور سے حفاظت مرکز کے لئے آرہے تھے میں نے مکرم محمد احمد صاحب کالاافغاناں صاحب کے ساتھ اپنا نام حفاظت مرکز کرنے والوں کی لسٹ میں لکھوادیا اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو درویشی کی سعادت سے نوازا۔ خاکسار نے دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کی اور کامیاب ہوا۔ خاکسار کا تقرر مہاراشٹر میں ہوا۔ ہم 12افراد کا قافلہ تھا جو سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔میرے ساتھ محترم قریشی محمد شفیع عابد صاحب اور محترم فیض احمد صاحب تھے۔ ہم تینوں بمبئی پہنچ گئے۔ان دنوں بمبئی میں محترم حکیم محمد دین صاحب مبلغ ہوا کرتے تھے۔آپ نے علاقے بانٹ دئے۔قریشی صاحب امیر کئی محترم فیض صاحب باندہ اور خاکسار کو نندگڑھ بھجوادیا گیا۔ خاکسار نے اپنے سارے گاوں اور سارے علاقہ کا جائزہ لیا۔ خاکسار کے سر پر سبز پگڑی اور لباس شیروانی ہوا کرتی تھی۔ ہاتھ میں ایک سوٹی اور کتابوں کا بیگ ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح خاکسار کا قد چھ فٹ ہے۔لوگ حیران ہوتے اور پوچھتے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔؟اور اس طرح تبلیغ شروع ہوگئی۔ چند دنوں بعد ہی مخالفت شروع ہوگئی خاکسار نے فوراًایک پمفلٹ مرہٹی زبان میں شائع کر دیا جس میں جماعتی مسائل بتائے گئے تھے۔میں نے پندرہ گاؤں کو اپنا تبلیغی سینٹر بنایا اور روزانہ دس دس پندرہ پندرہ کلومیٹر ارد گرد کے علاقوں میں تبلیغ کے لئے پیدل سفر کرتا تھا۔میرا یہ طریق کار تھا کہ میں کسی کے گھر سے کچھ کھاناوغیرہ نہ کھاتا تھا تا لوگ مجھے بوجھ نہ سمجھیں اور مبادا میرے قریب نہ آئیں جب لوگ مجھے دعوت دیتےاس پر میں انہیں کہتا کہ آپ دعوت کے پیسیوں سے چندے کی رسید کٹوالیں۔ میں جس علاقہ میں رہتا تھاوہاں گاؤں میں ہفتہ وار ایک بازار لگا کرتا تھامیں بازار والے دن جب بھیڑ ہوتی تھی ایک بڑے بلیک بورڈ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر اور آپ کے چیلنج مرہٹی زبان میں لکھ کر دیتا۔ اس طرح آنے جانے والے لوگ اسے پڑھتے اور نیک فطرت اثر قبول کرتے اور تبلیغ کی راہ آسان ہوجاتی۔

1952ء میں خاکسار کی شادی محترم ظہور الدین صاحب ساکن حیدر آباد کی دختر مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شادی کے نتیجہ میں تین بچوں سے نوازا۔ (1)عزیزہ نسیم اختر صاحبہ (2)عزیز محمود احمد صاحب مرحوم(3) عزیز شعیب احمد صاحب۔

محترم مولانا صاحب مستجاب الدعوۃ بزرگ ہیں لیلۃ القدر کے تعلق سے آپ لکھتے ہیں۔

”رمضان کی اکیسویں رات کو بارش ہو رہی تھی طوفان چل رہا تھا میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی کہ اے میرے اللہ بڑھاپا آ گیا ہے خاکسار کو اس مبارک رات کا نظارہ دکھادے۔ خیر رات نکل گئی کچھ نہیں دیکھا، مایوس سا ہوگیا۔ آواز آئی کہ اتنی جلدی گھبرا گئے ہو، لوگ تو کئی کئی سال انتظار کرتے ہیں۔ میری زبان سے نکلا لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ۔ اور پھر میں خاموش ہوگیا اور 23 تاریخ کی رات بھی نکل گئی 25 کی رات جب آئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فجر کی اذان سے پہلے یہ آواز آئی کہ تم سوئے پڑے ہو، لیلۃ القدر کا نظارہ شروع ہوگیا ہے اُٹھ کر دیکھ لیں۔ میں خواب میں ہی اُٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد مبارک کے گیٹ سے لیکر مسجد مبارک، دار المسیح، قصر خلافت، دونوں اور مسجد اقصیٰ سب نور سے بھرے ہوئے ہیں میں دفتر محاسب کے ستون کے پاس کھڑا ہوں، عجیب وغریب روشنی ہے نہ سورج، چاند کی، نہ ستاروں کی، نہ ہی بلب اور ٹیوب کی۔ بہت پیاری خوبصورت روشنی ہے آنکھوں کو چبھتی نہیں بہت ٹھنڈی اور چمکیلی روشنی ہے۔“ الحمد للہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار بھی کئے۔

خاکسار کئی سال تک دفتر دعوت وتبلیغ میں لٹریچر برانچ میں خدمت بجالاتا رہا۔ ایک لمبا عرصہ خاکسار کو اخبار بدر کے مینجر کے طور پر خدمت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسے خود ہی امرتسر سے شائع کرواتا اور پوسٹ کرتا تھا۔ ایک لمبا عرصہ خاکسار کو امپریسٹ جلسہ سالانہ کے طور پر کام کرنے کی توفیق ملی۔ خاکسار نے کبھی بھی کسی کام کیلئے انکار نہیں کیا۔ شروع زمانہ میں قادیان سے امرتسر آمد ورفت کے ذرائع اتنے اچھے نہ تھے۔ خاکسار کو جب کبھی بھی امرتسر حضرت امیر صاحب کی طرف سے جانے کا حکم ہوتا تو فوراً حکم کی تعمیل کرتا اسی طرح افراد کی ضرورت کی اشیا بھی لاکر دیتا تھا۔ خاکسار کی اپنی چیزیں تو کم ہوتیں احباب کی اشیا سے ہی میرا جھولا بھرا ہوتا تھا۔ اس طرح خدمت خلق کے میدان میں مجھے ایک نمایاں کام کرنے کی توفیق ملی۔ دور درویشی میں جب کسی کا M.R.I کروانا ہوتا یا کسی کو امرتسر کسی ہسپتال میں لے جانا ہوتا تو خاکسار ہمیشہ تیار رہتا۔ میں نمازوں کا شروع سے پابند رہا ہوں۔ آج بھی جب کہ میری عمر 80 سال سے تجاوز کر چکی ہے میں اللہ کے فضل سے باقاعدہ نمازیں ادا کرنے مسجد جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خاکسار کی خدمات کو قبول فرمائے اور میرا انجام بخیر کرے۔ آمین۔ آپ کی وفات 7/دسمبر 2015 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

122 محترم مولوی عبد الحمید مومن صاحب درویش

(مکرم عبد الروف نیرؔ صاحب کارکن دعوت الی اللہ بھارت)



خاکسار کے والد محترم مولوی عبد الحمید صاحب درویش کی پیدائش 2/اگست 1916ء کو چک 195 جنڈ اوالہ ضلع فیصل آباد پاکستان میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم اللہ دتہ صاحب اور والدہ محترمہ رجّی بی بی صاحبہ تھیں۔ آپ پیدائشی احمدی ہیں۔ آپ کے دادا مکرم حاکم علی شاہ صاحب پیشاور سے ہجرت کر کے موضع سنگ چٹ ہوشیار پور آگئے تھے۔ خاکسار کے دادا محترم اللہ دتہ صاحب کا شمار ہوشیار پور کے مشہور تاجروں میں ہوتا تھا جو تقسیم ملک سے قبل لائلپور پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔ ایک مرتبہ دادا جان کی گردن میں پھوڑا نکلا جو کہ سخت تکلیف دہ تھا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے ہیں ایک سر کی طرف جبکہ دوسرا پاؤں کی طرف کھڑا ہے۔ محترم دادا جان تہجد گزار شخص تھے۔ سامنے والے شخص نے دادجان کو مخاطب کر کے کہا کہ ان کا وقت پورا ہو گیا ہے۔ دوسرے شخص نے کہا کہ نہیں نہیں یہ نیک شخص ہے انہیں ایک موقعہ اور دینا چاہیئے اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔ جب آپ نے اپنے بزرگوں کو یہ واقعہ سنایا اور سارا حلیہ بتایا تو انہوں نے آپ کو حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کی تصویر دکھائی، آپ نے فوٹو کو پہچان لیا اور کہا کہ بالکل یہی شخص تھا جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور اس کے بعد آپ بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کو احمدیت کی نعمت سے نوازا۔

آپ کے والد محترم بچپن میں وفات پا گئے تھے لہذا محترم والد صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے ننھال میں ہی ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنیکے بعد محترم والد صاحب نے فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ آپ کو تبلیغ کے ساتھ ساتھ دینی علوم کا بہت زیادہ شوق تھا۔ تبلیغ کے شوق کی وجہ سے فوج میں بھی سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ آپ 1944 یا 1945ء میں قادیان تشریف لائے اور یہیں آپ کی شادی آپ کی ماموں زاد ہمشیرہ سے ہو گئی۔ بعد ازاں ملک تقسیم ہو گیا چونکہ آپ فوج کے تربیت یافتہ تھے لہذا آپ کا شمار بھی خوش نصیب درویشان میں ہوا۔ اس کے بعد آپ نے دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کو مکرم مولانا محمد حفیظ بقاپوری صاحب سے شرف تلمذ رہا۔ آپ آج بھی اپنے استاد کا ذکر خیر بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ محترم والد صاحب نے یونیورسٹی سے ادیب فاضل کی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ آپ نے اپنے آپ کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آواز پر مرکز سلسلہ کی حفاظت کے لئے وقف فرما دیا اس لئے آپ نے دیہاتی مبلغین کلاس سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ میدان تبلیغ میں بھی کام کیا۔ بعدہ مرکز نے آپ کو قادیان میں بلا لیا۔ جہاں آپ کو مختلف دفاتر میں خدمت کی توفیق ملی۔ خصوصاً دفتر زائرین میں آپ نے ایک لمبا عرصہ خدمت سرانجام دی۔ محترم والد صاحب کی سکھ ازم اور عیسائیت کے متعلق معلومات بہت وسیع تھیں۔ گرو گرنتھ صاحب اور بائیبل کا مطالعہ بڑی گہرائی سے کیا جگہ جگہ نشان دہی کرتے دفتر زائرین میں جو بھی کسی مذہب سے تعلق رکھنے والا جاتا اس کو تبلیغ کرتے۔

ڈیوٹیوں کے پابند: والد صاحب کو سلسلہ کی جانب سے جو ڈیوٹی سپرد کی گئی آپ نے حتی الوسع پوری ذمہ داری سے اسے سرانجام دیا۔ محترم خورشید احمد پربھاکر صاحب درویش بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی درویشی کے دنوں میں خاکسار کی اور محترم عبد الحمید صاحب کی ڈیوٹی پہرہ پر ایک جگہ لگی۔ ہم دونوں باری باری ڈیوٹی اور نوافل ادا کرتے تھے۔ اس اثنا میں دو درویش بھائی تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں واپس آنے کی ہدایت دی اور بتایا کہ انتظامیہ نے ہمیں خصوصاً آپ کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ دونوں کو واپس بلا لائیں اور ساتھ ہی کہا کہ انتظامیہ یہ سوچ رہی ہے کہ خواہ کچھ ہو جائے یہ دونوں از خود واپس نہیں آئیں گے اس لئے ہمیں خاص طور پر بلانے کیلئے بھیجا ہے اور پھر ہم دونوں واپس آ گئے۔

دست بکار دل بیار: ابتدا میں گھریلو حالات اتنے اچھے نہ تھے تنگی و ترشی بھی رہی اور کئی مرتبہ فاقہ کشی بھی رہی۔ لیکن ان سب کے باوجود آپ نے اپنے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور ان کو نمازوں کا پابند بنایا آپ درویشی کا جو عزم لیکر اپنے گھر سے چلے تھے اُسے ساری زندگی بڑے حوصلہ اور ثابت قدمی سے نبھایا اور نبھا رہے ہیں۔ آپ نے خلفائے وقت کی تحریکات پر ہمیشہ لبیک کہا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے خود ذاتی کام کرنا شروع کیا اور تالوں اور چھاتوں کی مرمت کی دکان کھول لی۔ لیکن اس دوران بھی آپ کا ہاتھ کام میں لگا ہوتا تھا اور دل خدا تعالیٰ کی یاد میں لگا رہتا تھا۔ آپ اذان کی آواز سنتے ہی فوراً دکان بند کر کے مسجد کیلئے روانہ ہو جاتے اور آج بھی یہ دستور جاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے کام میں بھی برکت دی اور گھر کا گزارہ بھی بہتر ہو گیا جب تک صحت درست رہی دکان میں کام کرتے رہے۔ دکان میں بھی غیر مسلموں کو تبلیغ کئے

بنا جانے نہیں دیتے تھے۔ چندہ جات کی ادائیگی ہمیشہ بروقت کرتے۔

توکل علی اللہ: محترم والد صاحب کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بے انتہا بھروسہ ہے۔ درویشی کے ابتدائی دنوں میں اکثر درویشان کے گھر میں کھانے کی قلت رہتی تھی۔ بسا اوقات فاقوں پر نوبت آجاتی تھی۔ ایک بار جب کہ محترمہ والدہ صاحبہ بیمار تھیں اور کھانے کی پریشانی تھی، محترم والد صاحب نے سب ڈبے جھاڑ کر تھوڑا سا آٹا نکالا۔ آپ نے آٹا گوندھ کر خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسکو ڈھانپ دیا اور برکت کی دعا کی چونکہ والدہ صاحبہ کی طبیعت ناساز تھی اس لئے روٹی بھی خود بناتے رہے مگر اس کو کھول کر نہیں دیکھا۔ تقریباً دو یا تین دن اسی طرح گزر گئے اس پر آپ کو خیال آیا کہ دیکھنا چاہیے کہ اس میں کتنا آٹا موجود ہے۔ جب کھول کر دیکھا تو وہ بالکل اتنا ہی تھا۔ اس کے بعد وہ ختم ہو گیا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ 1963ء میں مع فیملی حضور سے ملاقات ہوئی۔ 1991ء میں خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے اور 28 جولائی 2004 میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے لندن جاکر ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔

شادی و اولاد: خاکسار کے والد محترم کی پہلی شادی تقسیم ملک سے قبل ہوئی تھی جو کہ پارٹیشن کے بعد قائم نہ رہ سکی۔ اس سے آپ کی کوئی اولاد بھی نہ تھی جبکہ دوسری شادی خاکسار کی والدہ سیدہ امتہ اللہ فہمیدہ بیگم بنت مکرم سید محی الدین صاحب ابن مکرم منشی شفیق الدین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ساکن محی الدین پور سونگڑہ اڑیسہ کے ساتھ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو 5 بیٹے اور 3 بیٹیوں سے نوازا۔ الحمد للہ ہم سب بھائی اللہ کے فضل سے سلسلہ کی خدمت بجالا رہے ہیں۔ اولاد کے اسما اس طرح سے ہیں: خاکسار عبد الرؤف نیر ؔ مولوی فاضل۔ مکرم بشیر احمد شمس، مکرم گیانی شمشاد احمد عدن۔ مکرم مبارک احمد تقویٰ صاحب، مکرم طارق احمد صاحب، مکرمہ امتہ النصیر صاحبہ، مکرمہ وجیہ بشریٰ صاحبہ، مکرمہ قیصرہ عدن صاحبہ۔

محترم والد صاحب میں بے شمار خوبیاں ہیں آپکو ساری زندگی ہم نے کفایت شعار، صابر و شاکر، خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت کرنے والا اور جماعت کا فدائی پایا۔ آپ نمازوں کے حد درجہ پابند ہیں۔ خصوصاً نماز تہجد ادا کرتے ہیں اور بعد نماز فجر قرآن مجید کی تلاوت اور اس کا ترجمہ آپ کا روزانہ کا معمول رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ اب آپ کی صحت مسجد جانے کی اجازت نہیں دیتی لیکن آپ باقاعدہ باجماعت نماز مسجد میں ادا کیا کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ناسازی طبع اور کمزوری صحت کی وجہ سے جب آپ کو گھر میں نمازیں ادا کرنے کیلئے کہا گیا تو کہنے لگے مجھے مسجد سے نہ روکو! مجھے مسجد سے نہ روکو! آپ نے ہم سب بھائی بہنوں کی بہترین تربیت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی جملہ خدمات قبول فرمائے اور ہمیں والد محترم کے نیک کاموں کو جاری رکھنے والا بنائے۔ آمین۔ آپ کی وفات 11/ ستمبر 2013 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

123 محترم بابا جلال الدین صاحب درویش



کسی سرائے میں جو لوگ شب بسری کے لئے قیام کرتے ہیں وہ عموماً دوسرے سے زیادہ متعارف نہیں ہو سکتے۔ رات گزار کر صبح اپنی منزل پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی مسافر سرائے میں قیام کر کے اگلے روز اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ اس ارشاد نبویؐ پر عملی طور پر عمل کرنے والوں میں ہمارے ایک بزرگ درویش بابا جلال الدین صاحب بھی تھے۔ وہ بوڑھے اور دمہ کے مریض تھے۔ لڑکیوں کے سکول میں ایک معمولی سی ڈیوٹی ان کے سپرد تھی۔ یہی ان کا حلقہ تعارف تھا۔

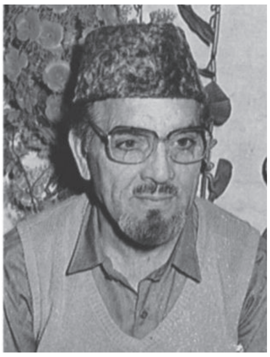
یا نمازوں کے اوقات میں کسی مسجد کا خاموش گوشہ ان کی کنج عافیت۔ وہ اتنے خاموش تھے کہ کراماً کاتبین بھی مہینوں ان کی کوئی بات رکارڈ کرنے کے منتظر رہتے۔ وہ اپنی نیک طبع اور خدمت گزار اہلیہ کے ساتھ ایک چھوٹے سے مکان میں خاموش اور پرسکون اٹھارہ سالہ درویشی گزار کر 19 جولائی 1969ء کو سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور غمگین درویشوں نے انہیں بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں پہنچا دیا۔ بابا صاحب مرحوم زندگی میں بھی عبد الرحیم صاحب ملکانہ کے ہمسایہ رہے اور فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ہمسایہ بن گئے۔

میں جب بھی باباجی کی قبر پر جاتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے باباجی کا نطق خاموش مجھ سے استفسار کر رہا ہے کہ کسی درویش بھائی کو مجھ سے کسی قسم کا شکوہ تو نہیں؟۔ اور میں دل میں کہتا ہوں۔ باباجی! شکوہ یہی ہے کہ آپ کی خوش بختی نے آپ کو بہشتی مقبرہ میں پہنچا دیا اور ہم پیچھے رہ گئے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 174-173 ۔ بدر۔ آٹھ جون 1967ء)

124 محترم مرزا محمد اقبال صاحب درویش



خاکسار کا خاندان شروع سے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے جڑا ہوا ہے۔ خاکسار کے والد محترم مرزا اعظم بیگ صاحب ابن محترم مرزا رسول بیگ صاحبؓ ہیں اور والدہ کا نام محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ ہے۔ ہم چھ بھائی بہن ہیں۔ میں اپنے بھائی بہنوں میں تیسرے نمبر پر ہوں۔ میرے نانا جان محترم سید ناصر احمد شاہ صاحبؓ 313 صحابہ میں سے تھے۔ خاکسار کے دادا جان محترم مرزا رسول بیگ صاحبؓ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ سلام کا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی طرح آپ کے والد صاحب کے چچا محترم مرزا ایوب بیگ صاحب مدفون بہشتی مقبرہ قادیان حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ آپ سے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ آپ بہت دُعاگو اور پاک سیرت نوجوان تھے۔ نوجوانی کی عمر میں وفات ہوئی۔ حضورؑ نے آپ کی وفات پر گہرے دُکھ کا اظہار کیا۔ آپ کی وفات کے بعد حضورؑ نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے اُن کو چاند کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی نہایت پیاری بنائی گئی سڑک پر لے جا رہے ہیں۔

آپ کے خاندانی حالات اصحاب احمد جلد اول میں محترم ملک صلاح الدین صاحب مرحوم نے درج کئے ہیں۔

خاکسار کی ولادت مورخہ یکم جنوری 1928ء کو آبائی گاؤں کلانور ضلع گورداسپور پنجاب میں ہوئی۔ مجھے بچپن سے کھیلوں کا انتہائی شوق تھا۔ گھوڑسواری، تیراکی، باکسنگ، جمپنگ، واٹر پولو، ڈائیونگ، لونگ جمپ، کُشتی، بینی، کبڈی وغیرہ میں کافی مہارت رکھتا تھا۔ بے خوف کھیلوں میں حصہ لیتا تھا اور بڑی سے بڑی چوٹوں کی کوئی پرواہ نہ کیا کرتا تھا۔ خاکسار نے تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ خاکسار کو تعلیم کا بیحد شوق تھا خاکسار نے دور درویشی میں ادیب عالم کا امتحان دیا اور اللہ کے فضل سے کامیاب ہوا۔ اسی طرح ٹیکنیکل کام بھی سیکھے اور زمانہ درویشی میں بٹالہ جاکر ٹیکنیکل امور میں مہارت حاصل کی۔ خدا کے فضل سے وہاں شیر پنجاب زمیندار فاونڈر جو بٹالہ کی بہت بڑی فیکٹری تھی میں بھی کام کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں بھی کام کیا مالک ہمیشہ خوش رہتے۔ میری غیر حاضری میں اگر کسی کو رکھتے تھے تو میرے آنے پر فوراً مجھے دوبارہ کام پر رکھ لیتے تھے۔ اکثر ٹیکنیکل معاملہ میں میرے سے مشورہ لیتے کیونکہ میں اللہ کے فضل سے ہر مشین پر کام کر لیتا تھا۔

ہمارے خاندان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ابتدا سے تعلق ہے۔ میں پہلی بار قادیان اپنے بڑے بھائی مرزا افضل بیگ صاحب کے ساتھ پڑھائی کے سلسلہ میں آیا۔ میرے قادیان آنے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ کوشش محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے کی۔ آپ مجھے اپنے بیٹوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ میری رہائش بورڈنگ میں ہوا کرتی تھی۔ اگلی بار جب میں چھٹیاں گزارنے کے بعد دوبارہ قادیان آیا تو اپنی بڑی بہن کے یہاں رہائش پذیر ہوا۔ خاکسار کی بڑی بہن حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی رشتہ میں بھابھی تھیں اور جس مکان میں میں ٹھہرا وہ موجودہ سول لائن (دار الانوار) میں واقع کوٹھی ہے، جو آج کل ترپت راجندر سنگھ باجوہ صاحب کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو درویشی کی سعادت نصیب فرمائی۔ میں جب قادیان آیا تو میری عمر اس وقت 18 سال کی تھی اور میرے بدن پر صرف ایک قمیص اور نکر تھی۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہ تھی۔ میری قادیان آمد سے میری بچپن کی ایک خواب بھی پوری ہوگئی۔ میں نے 15 سال کی عمر میں خواب میں دیکھا کہ ”آسمان پر سفید رنگ کے بادل ریت کے ذروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں اور وہ میرے دیکھتے دیکھتے اکٹھا ہو جاتے ہیں اور ان میں سے ایک تحریر رب کل شئی خادمک بن جاتی ہے۔“ میری بڑی بہن نے یہ تعبیر کی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بہت بڑا کام لے گا۔

خاکسار کو ابتدا سے قرآن مجید سے خاص عشق ہے۔ مجھے قرآن مجید محترم حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مع ترجمہ پڑھایا تھا۔ مجھے 1968ء تا 1974ء تک کشمیر پہلگام میں رہنے کا موقعہ ملا۔ میں نے یہاں دانتوں کے علاج کا کام کیا۔ غیر احمدی احباب کو میرا قرآن مجید دن میں دو تین بار تلاوت کرنا بہت حیرانی میں ڈالتا تھا۔ کشمیر کے قیام کا واقعہ ہے کہ خاکسار کے پاس ایک تھانہ دار مکرم خالد اقبال صاحب آیا کرتے تھے۔ میرے سے اچھی شناسائی تھی روزانہ آنا جانا تھا۔ ایک دفعہ ایک ماہ سے زائد عرصہ تک وہ غیر حاضر رہے۔ میں نے جب پوچھا تو کہنے لگے کہ آپ قادیانی ہیں، میں آپ کے پاس نہیں آؤں گا اس پر میں نے ان کو اپنا قرآن پڑھنا بتایا اور وہ خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خاکسار کو کئی بار تبلیغی میدان میں دھاریوال، لدھیانہ، بٹالہ، امرتسر، گورداسپور، وغیرہ جگہوں میں جانے کی توفیق ملی۔

اللہ تعالیٰ نے میرے سے کئی مواقع پر مخالفین کو لاجواب کروایا۔ کولگام، کشمیر کا واقعہ ہے کہ ایک بار ایک پاکستانی آدمی وہاں آیا وہ مجھے بھی پاکستانی سمجھ

رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں سے آیا ہوں؟ میں نے جواب دیا کہ کافرستان سے۔ اس پر اس نے دوبارہ پوچھا کہاں سے؟ میں نے کہا کافرستان سے۔ جب وہ دوبارہ نہ سمجھ سکا تو میں نے کہا کہ ہندوؤں نے اپنا ملک ہندوستان بنالیا اور مسلمانوں نے پاکستان بنایا ہم لوگ تو مسلمان ہیں مگر آپ لوگ احمدیوں کو قادیانی کہتے ہیں اور کافر قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے میں کافرستان سے آیا ہوں اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

شروع شروع میں میرے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے میں نے اپنی تھوڑی سی جگہ پر یعنی مکان کے سامنے مولی شلغم وغیرہ لگائے اور اس کو چھوٹی سی ٹوکری میں ڈال کر سبزی منڈی لے کر جاتا۔ اس سے دو چار آنے مل جاتے جس سے کہ صابن چائے وغیرہ کا خرچہ نکل جاتا۔ اس کے علاوہ احمدیہ چوک میں خربوزے بھی بیچے۔ میری یہ حالت دیکھ کر میرے گھروں میں کام کرنے والے کہتے کہ شاہ جی یہ کون سے دن آپ پر آئے ہیں؟ اس پر خاکسار جواب دیتا کہ ہم یہاں خدمت دین اور قادیان کی حفاظت کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں، نیز مانگنے سے بہتر ہے کہ خود کما کر کھایا جائے۔ قادیان کے قریبی گاؤں ناتھپور میں کئی بار سبزیاں وغیرہ بیچنے گیا۔

خاکسار نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر اپنا بوجھ خود اٹھانے کے لئے بٹالہ میں جاکر کام سیکھا اور اللہ کے فضل سے اپنے کام میں ماہر بنا۔ قادیان تھانہ کے سامنے جو گیانی چمن سنگھ کی فیکٹری ہے وہ بھی خدا کے فضل سے میرا شاگرد ہے۔ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے جماعتی خدمات کی توفیق بھی دی۔ میں نے دفتر بیت المال میں اور پھر بہشتی مقبرہ قادیان میں بطور امپریسٹ کلرک کام کی توفیق پائی۔ اس کے بعد میری ڈیوٹی احمدیہ شفاخانہ میں لگی، جہاں میں نے محترم غلام ربانی صاحب درویش مرحوم کے ساتھ کام کیا۔ ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد میں نے میڈیکل پریکٹس شروع کر دی اور اس کے ساتھ ساتھ ڈینٹسٹ کا کام سیکھا۔ اللہ کے فضل سے آج بھی خاکسار کے پاس قادیان اور آس پاس کے علاقہ سے دانتوں کے بہت مریض آتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں نے آنکھوں کے علاج معالجہ میں بھی کافی مہارت حاصل کی اور اس میں بھی خدا تعالیٰ نے غیر معمولی برکت عطا فرمائی۔ خاکسار آج بھی ان دونوں کاموں کو بفضلہٖ تعالیٰ بااحسن طریق پر سرانجام دے رہا ہے۔

(آپ کو خلافت سے بے انتہا عشق ہے آپ اپنی بعض خوابوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے خلفاء حضرت مسیح موعود سے اکثر خوابوں میں ملاقات کی ہے۔ جو آپ کو اپنے بچوں کی طرح پیار کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے یہ خواب نہایت بابرکت کرے۔ آمین۔ دربار خلافت میں اکثر خطوط لکھتے رہتے ہیں اور وہاں سے آپ کو نہایت محبت بھرے جوابات موصول ہوتے رہتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور انجام بخیر کرے۔ آپ کی وفات 11/ جون 2014 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ (ادارہ)

125 محترم حاجی فضل محمد صاحب کپورتھلوی درویش

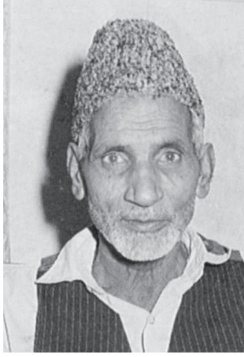
ہمارے ایک اور درویش حاجی فضل محمد صاحب کپورتھلوی تھے۔ ان کا خمیر قدرت نے نیکی اور سادگی کے مرکب سے اٹھایا تھا۔ تقویٰ اور عزلت پسندی ان کا طرہ امتیاز تھا۔ ابتدائے درویشی میں وہ بہشتی مقبرہ میں پہرے وغیرہ کی ہلکی ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ لیکن اپنی عمر کے اعتبار سے جب وہ چارپائی کے حلیف ہو گئے تو برسوں تک لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک چھوٹے سے کمرے میں مقیم رہے۔ عبادات و وظائف ہی ان کا مشغلہ تھا۔ ان کا ایک خاص وصف یہ تھا بایں ضعف و ناتوانی، مقیم یا مہمان علمائے سلسلہ کے پاس پہنچ کر ان سے خط و کتابت کر کے ایک خاص مسئلہ پر بحث کی طرح ڈالتے یعنی دخت نہ پایو قادیاں جے لکھن لیکھ قرآن۔ اور یہ شوق انہیں جنون کی حد تک تھا۔ بہر حال وہ ایسے بزرگوں میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا تبلیغ احمدیت ہوتا ہے۔ اور اسے وہ اپنا مقصد زندگی بنا لیتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ ایک ایسی جماعت پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے جو مجنونانہ طور پر اسلام کی تبلیغ کر سکے۔ الحمد اللہ کہ حضورؑ کی بعثت کا یہ مقصد سو فی صد پورا ہوا۔

اپنی عمر کے آخری سالوں میں حاجی صاحب مرحوم بہت زیادہ کمزور ہو گئے تھے۔ ضعف پیری نے انہیں چارپائی سے چپک جانے پر مجبور کر دیا۔ اور ایک مرنجان مرنج زندگی کے 94 سال گزار کر ہمارا یہ بزرگ درویش سفید براق اَن سلے کپڑے پہنے 26 نومبر 1966ء کو وصال الٰہی کے لئے تیار ہو گیا۔ انَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ یہ لباس مرحوم نے دو مرتبہ زیب تن کیا۔ پہلی بار حج کے موقعہ پر کہ وہ بھی وصال الٰہی کا ایک مظہر ہوتا ہے۔ اور دوسری بار وفات کے بعد کہ وصال الٰہی حقیقت بن جاتا ہے۔ مرحوم موصی تھے مورخہ 26 نومبر 1966ء کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں آسودہ خواب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص176-175۔ بدر۔ آٹھ جون 1967ء)

126 محترم چوہدری منظور احمد چیمہ صاحب درویش

(مکرم منصور احمد چیمہ صاحب ناظم جائداد صدر انجمن احمدیہ قادیان)



خاکسار کے والد محترم چوہدری منظور احمد چیمہ صاحب ابن حضرت چوہدری نور احمد چیمہ صاحب داتہ زید کا سیالکوٹ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے ہیں۔آپ چھ بھائی اور ایک بہن میں سب سے بڑے ہیں۔آپ کی پیدائش 1920ء میں داتہ زید کا سیالکوٹ میں ہوئی۔خاکسار کے دادا جان حضرت چوہدری نور احمد چیمہ صاحب چوہدری عبد اللہ خان صاحبؓ،جو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے ماموں تھے،ان کے ساتھ تقریباً 1902ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان آئے نیز درس کے موقعہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ مبارک دیکھ کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ صحابہ میں ہوئی۔

محترم والد صاحب پیدائشی احمدی ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے حفاظت مرکز کے لئے جب تحریک فرمائی تو محترم دادا جان نے اپنے چھ بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ منظور احمد تم میرے بڑے بیٹے ہو اور برطانوی فوج میں بھی رہ چکے ہو قادیان جانے کی تیاری کرو۔اور میری خواہش ہے کہ میرا بیٹا خدمت دین کیلئے وقف ہو چنانچہ محترم دادا جان کے حکم کے بعد محترم والد صاحب قادیان کیلئے روانہ ہوئے۔دادا جان نے روانگی کے وقت تاکید کی کہ بیٹا اب کبھی قادیان سے دوبارہ واپس آنے کی مت سوچنا۔1954ء میں محترم دادا جان اپنی وفات کے وقت اس بات سے بہت خوش تھے کہ آپ کی تمام تمنائیں پوری ہوگئیں کہ میرا بیٹا خدمت دین کے لئے قادیان میں بطور درویش وقف ہے۔

خدمات: محترم والد صاحب ابتدائی درویشان میں سے ہیں۔آپ جب قادیان تشریف لائے تو درویشان کو مختلف حلقہ جات میں ڈیوٹیوں کے لئے تقسیم کیا گیا تھا آپ حلقہ ناصر آباد میں رہے۔سب سے پہلے کیڑی پٹھاناں میں ڈیوٹی لگی اور وہاں ایک ہفتہ رہ کر ایک بڑے قافلہ کی حفاظت کی ڈیوٹی کرتے ہوئے قادیان آئے اور اس کے بعد بہشتی مقبرہ قادیان میں حفاظت کی خصوصی توفیق پائی۔حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور نے محترم والد صاحب کو بہشتی مقبرہ کے نزدیک مکان الاٹ کیا۔الحمد للہ محترم والد صاحب آج تک یہاں پر قیام رکھتے ہیں اور اس بات پر خوش ہیں۔آپ کے تعلقات گاؤں دیہاتوں کے جاٹوں کے ساتھ بہت اچھے ہیں۔آپ ڈیوٹی کے علاوہ زمینداری اور مویشی پالنے کا کام ایک لمبا عرصہ تک کرتے رہے۔

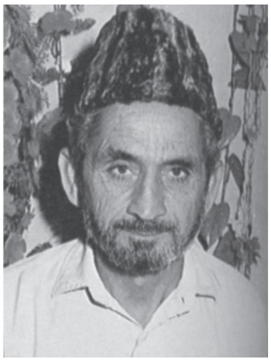
خلیفہ وقت سے اخلاص و وفا: ہم نے محترم والد صاحب کو ساری زندگی خلافت کا شیدائی پایا ہے اور آپ ہمیشہ خلیفہ وقت کو دعا کیلئے خطوط لکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔2005ء میں جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے تھے اس وقت محترم والد صاحب وہیل چئیر میں حضور انور سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔پیارے آقا سے محترم والد صاحب کو سب سے پہلے ملاقات نصیب ہوئی اور مصافحہ اور معانقہ کا شرف عطا فرمایا۔آپ اس پر بہت خوش تھے۔اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھے حضور انور سے معانقہ کرتے ہوئے آپ نے عرض کی کہ میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے چار خلفا سے ملاقات و معانقہ کا شرف حاصل ہوا ہے۔

محترم والد صاحب کی شادی: خاکسار کی والدہ محترمہ معصومہ بیگم صاحبہ بنت مکرم محمد حسن صاحب ساکن جمگاؤں، بہار سے 1953ء میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔اس وقت قادیان میں خاکسار کے علاوہ ایک بہن شادی شدہ موجود ہے۔

الحمد للہ محترم والد صاحب ابتدائی عمر سے نمازوں کے پابند رہے ہیں۔باوجود پیرانہ سالی اور چوٹوں کے آپ نے مسجد میں باجماعت نمازوں کی ادائیگی جاری رکھی۔جب تک آپ کی صحت اجازت دیتی رہی محترم والد صاحب مسجد جاتے رہے۔محترم والد صاحب زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں مگر آپ کی شدید خواہش تھی کہ ہم سب بھائی بہن پڑھیں اور اللہ کے فضل سے ہم سب بھائی بہنوں کو والد صاحب نے اعلیٰ تعلیم دلوائی۔اور بہت خوش ہیں کہ میرا بیٹا بھی واقف زندگی ہے اور دو پوتے واقف زندگی ہیں جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لی ہے اسی طرح ایک پوتا اور پوتی وقف نو کی بابرکت تحریک میں بھی شامل ہیں۔آپ انتہائی خوش مزاج، صابر، ہنس مکھ اور خدا تعالیٰ کی رضا پر بھروسہ رکھنے والے ہیں۔آپ کی خوش مزاجی کی وجہ سے ہمارے گھر کے سامنے نزد بہشتی مقبرہ حلقہ ناصر آباد کے درویشان صبح شام بیٹھا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوا کرتے تھے۔آج الحمد للہ آپ کی عمر 91سال ہے اور حلقہ ناصر آباد کے درویشان میں سے آپ اکیلے رہ گئے ہیں۔اپنے درویش بھائیوں کی یادیں اکثر آپ کو غمگین کر دیتی ہیں۔1988ء میں محترم والد صاحب کی کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی لیکن آپ نے بڑے صبر اور ہمت سے اس مصیبت کو برداشت کیا۔آج آپ چلنے پھرنے سے معذور ہیں لیکن اس کے باوجود آپ اپنی وہیل چئیر میں باہر جاتے ہیں مزار مبارک پر دعا کے لئے روزانہ تشریف لے جاتے ہیں اور لوگوں کے دُکھ سُکھ میں شریک ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحت سلامتی والی فعال عمر عطا فرمائے اور ہم سب بھائی بہنوں کو آپ کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔آپ کی وفات 26/جولائی 2014 کو ہوئی۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

127 محترم غلام قادر صاحب درویش

(بقلم خود)



خاکسار غلام قادر درویش قادیان ولد عبد الغفار ڈار صاحب ولد امام الدین صاحب تاریخ پیدائش 1925۔میری ولادت شادی والا ضلع گجرات میں ہوئی۔ خاکسار کے والد صاحب اور دادا جان نے 1914ء میں اکٹھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔خاکسار کی تعلیم شادی والا گجرات کے پرائمری اسکول میں چار کلاس تک ہوئی اس کے بعد پانچویں کلاس کیلئے گاؤں گُنجاں میں میل دور جانا پڑتا تھا۔اس کے بعد خاکسار نے 15سال کی عمر میں برطانوی فوج میں ساڑھے چار سال تک ملازمت کی۔حضور کی تحریک پر نوکری چھوڑ کر یکم اپریل 1947ء کو قادیان آ گیا میرے ساتھ محمد شریف گجراتی صاحب درویش بھی تھے نوکری چھوڑنے کے بعد صرف سات یا آٹھ دن گھر میں رہا پھر واپس قادیان آ گیا ہم سے پہلے چار درویش آئے ہوئے تھے۔جن میں مکرم محمد عارف صاحب، مکرم بہادر خان صاحب، مکرم عزیز احمد منصوری صاحب اور مکرم محمد خضر باجوہ صاحب۔

مورخہ 20.9.48 کو والد صاحب نے پاکستان سے نہایت پیار بھرا خط لکھا جس میں آپ نے صبر و استقلال کی نصیحت کی چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

عزیزم مکرم محترم فرزند دل بند طول عمر بعد سلام... حال معلوم ہوا۔فرزند ہم سب اُداس ہیں آپ کی ملاقات کو۔ہمشیرہ صاحبہ والدہ صاحبہ نانی صاحبہ بھائی صاحب دونوں اُداس ہیں۔مگر ہم جسمانی جذبہ کو دور کر کے ہم روحانی جذبہ پر قربان کرتے ہیں۔ جسمانی جذبہ سے فرزند گھبرانا نہیں۔نہایت صبر و استقلال ہمت و جواں مردی سے صبر اور استقلال رکھنا۔ خدا تعالیٰ کے دربار میں آہ و پکار ہے جو چاہے گا کرے گا۔ مالک ارض و سما کے سپرد ہے۔ سب کچھ۔''حضرت مصلح موعودؓ نے ہمارے سپرد تھانے دار کی کوٹھی سے لیکر کارخانوں تک کی نگرانی کی ذمہ داری لگائی تھی جن میں ایمونیشن بنتا تھا۔

جب انڈیا پاکستان کی سرحدیں بن رہی تھیں اس وقت حضرت مصلح موعودؓ کو بھی لاہور میں ہونے والے اجلاس میں سے دو اجلاسوں میں شمولیت کا موقع ملا۔اس موقعہ پر حضور کے حفاظتی دستے میں جو آٹھ خدام پر مشتمل تھا خاکسار کو بھی شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ دو آدمی حضورؓ کے آگے دو پیچھے دو دائیں اور دو بائیں تین تین فٹ کی دوری پر کھڑے ہوتے تھے اور انہیں کسی بھی ہنگامی صورت سے نپٹنے کیلئے ہر دم مستعد رہنا تھا۔ مئی کا مہینہ تھا شدید گرمی تھی ہم سب خدام کے کپڑے پسینے سے شرابور تھے۔حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بوتلیں لے آئیں میں کچھ سمجھ نہ پایا اور باہر آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد حضور نے فرمایا کہ بوتلوں کا کہا تھا۔ اس پر میں دوڑ کر بوتلیں لے آیا۔حضور نے میرا بازو پکڑ لیا اور فرمایا کہ اگر آپ کو بات سمجھ میں نہیں آئی تھی تو دوبارہ پوچھ لیتے ایک سیکنڈ لگتا۔ اگر پھر نہیں سمجھ آئی تھی تو دوبارہ پوچھ لیتے دو سیکنڈ لگتے ہم نے بوتلیں مانگیں اور آپ باہر چلے گئے۔ اس موقعہ پر خاکسار کو حضور کو دبانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

جون 1947ء کا زمانہ تھا۔حضورؓ نے مسجد اقصیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں وہ حالات دیکھ رہا ہوں کہ اگر میں بیان کروں تو تمہاری جان نکل جائے۔فرمایا انجمن کو چاہئے کہ گندم خریدے اور لوگ خود بھی گندم خریدیں۔15اگست 1947 کو ہم دس بارہ اشخاص کو تلونڈی جھنگلاں پہنچنے کا حکم ہوا۔ ہمیں ایک خچر تھوڑا بہت ایمونیشن اور ٹارچ ملی۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ہمیں ارد گرد کے دیہات کا نقشہ دیا جس میں سکھ اور مسلم دیہات کے سامنے ''س'' اور ''م'' لکھا ہوا تھا اس سے ہمیں آسانی ہوئی۔تلونڈی جھنگلاں احمدی گاؤں تھا۔ رات ہم نے کلاں والی میں گذاری۔ اسی رات اعلان ہوا کہ قادیان دوبارہ انڈیا میں آ گیا ہے۔ لوگ کشمیر کی طرف جانے لگے ہم سمجھے کہ پولیس نے ہمیں گھیر لیا ہے بہرحال خیر ہوئی۔ ہم ڈیڑھ مہینہ وہاں رہے اور جو مسلمان عورت ملتی اسے بٹالہ کیمپ میں چھوڑ کر آتے۔ فسادات پھوٹ پڑے تھے گاؤں والے قادیان جانے کیلئے تیار ہو گئے ۔چنانچہ تمام گاؤں والوں کو ہم بحفاظت قادیان لے آئے۔

سات آٹھ دن بعد ہمیں حکم ہوا کہ حضرت اماں جان کی کوٹھی پہنچ جائیں ہم وہاں پہنچے کوٹھی پوری طرح سامان سے بھری ہوئی تھی۔ سامنے والی کوٹھی ملک عمر علی صاحب کی تھی جس میں ملٹری رہتی تھی۔ کچھ دن بعد صوبہ دار کہنے لگا کہ کوٹھی خالی کرو۔ ہم نے جواب دیا جب تک پیچھے سے ہمیں حکم نہیں آئے گا ہم کوٹھی خالی نہیں کریں گے اور یہ سلسلہ کئی دن چلتا رہا۔ ایک دن صوبہ دار آیا اور پھر وہی مطالبہ دہرایا۔ ہم نے وہی جواب دیا۔ کہنے لگا دیوار کے ساتھ کھڑے ہو جائے اور ملٹری کو گولیاں بھرنے کا حکم دیا۔ پھر ہم سے گویا ہوا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے میرے ایک اشارہ پر یہ گولی چلا دیں گے ہم

نے وہی جواب دیا اس پر وہ مسکرا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بچانا تھا جو چیز ان کے ہاتھ لگی وہ اُٹھا کر نکل گئے۔

حضرت اماں جان کی کوٹھی میں آپؓ کا ایک پلنگ اور الماری تھی خاکسار کو حضرت اماں جان کا پلنگ بحفاظت بیت الفکر کے پاس لا کر رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الماری بھاری تھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھی وہاں سے بحفاظت اٹھوالی گئی تھی۔ 1947میں ہجرت کے موقعہ پر قادیان میں ڈیڑھ دو لاکھ کے قریب احمدی غیر احمدی ہجرت کر کے آچکے تھے اور ان کی کثرت کی وجہ سے گلیوں میں گندگی بھر گئی حتیٰ کہ پاخانہ وغیرہ بھی بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے مجھے اور میرے ساتھی درویشوں کو یہ توفیق ملی کہ اس پاخانے کو بیلچوں سے اُٹھا کر کنووں میں ڈالا کرتے تھے۔

اس موقع پر ہجرت کرنے والوں کو خصوصاً احمدیوں کو حضور انورؓ نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیدل نہیں جائے گا میں انتظام کروں گا۔ الحمد للہ کہ تمام احمدی سوائے 313 درویشوں کے بحفاظت پاکستان پہنچ گئے۔ پیدل جانے والے مسلمانوں کو نہایت نامساعد حالات سے گذرنا پڑا حتیٰ کہ ان میں سے اکثر کو اپنی جانیں تک گنوانی پڑیں۔حضرت مسیح موعودؑ کا یہ الہام کہ ''یہ نان تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کیلئے ہے'' اس رنگ میں بھی پورا ہوا کہ ہم دو سال تک صرف گندم ہی اُبال اُبال کر کھاتے رہے۔ 1950میں میری ڈیوٹی گندم پسوانے پر لگی۔ خاکسار نے لنگرخانہ، جائیداد، امور عامہ، بیت المال آمد، وغیرہ دفاتر میں خدمت کی توفیق پائی۔ دفتر جائیداد میں مکانوں کے کرائے وصول کرنے اور عید گاہ کی نگرانی کی بھی توفیق ملی۔ الحمد للہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ہندوستان کی جماعتوں کو تحریک کی تھی کہ وہ درویشوں کو رشتے دیں۔ میری شادی بھاگلپور میں 1952میں رشیدہ خاتون صاحبہ بنت مکرم عابد حسین صاحب سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجہ میں خاکسار کو دو بیٹے عزیزم نعیم احمد ڈار اور عزیز انور احمد ہاتف اور پانچ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ خاکسار کے دونوں بیٹے اس وقت سلسلہ احمدیہ کی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ الحمد للہ۔'' محترم غلام قادر صاحب کو تبلیغ کا انتہائی شوق ہے آپ کو خصوصیت سے سکھوں میں تبلیغ کا موقع ملا۔ اس سلسلہ میں آپ نے نادر و نایاب کتب اور حوالہ جات جمع کئے۔ اس وقت بھی باوجود کمزوری اور پیرانہ سالی کے آپ پنجوقتہ نمازوں میں مسجد دار الفضل میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس وقت محترم غلام قادر صاحب درویش کی عمر 86 سال ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے اور تادیر ہمیں آپ اور آپ کے ساتھی درویشوں کی جو 18 کی تعداد میں ہیں، شبانہ روز دُعاؤں سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔ آپ کی وفات 12/ نومبر 2014 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

128 محترم بشیر احمد صاحب سندھی درویش



لیجئے یہ ہمارے ایک اور عزیز بھائی بشیر احمد سندھی ہیں جو عالم جوانی میں ہی ہم سے جدا ہو گئے۔ مرحوم جلسہ سالانہ ربوہ 1960ء میں شرکت کے لئے گئے تھے۔ اور نہایت ہی مختصر سی بیماری کے بعد ربوہ کے فضل ہسپتال میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم ایک خاموش اور سادہ طبیعت درویش تھے۔ اور نلکہ سازی کا کام کرتے۔ اولاد سے بڑی محبت رکھتے تھے۔

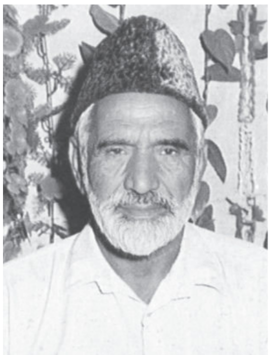
چنانچہ بار بار دیکھا گیا کہ کہیں نلکہ لگا کر آئے ہیں۔ اور چونکہ بورنگ وغیرہ کافی محنت کا کام ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ جب باہر سے کام کر کے آتے تو پسینہ میں شرابور ہوتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اپنے ایک یا دو بچوں کو کندھوں پر بٹھائے ہوتے۔ اور یہ نظارہ ایک شفیق باپ ہی سے متوقع ہو سکتا ہے۔ مرحوم تھے تو پنجابی لیکن لمبا عرصہ سندھ میں رہنے کی وجہ سے سندھی کہلانے لگے۔ اور تقسیم ملک کے وقت خدمت کے لئے قادیان میں ٹھہر گئے۔ اور آخر کشتی عمر رواں نے انہیں اس پار کے ساحل پر پہنچا دیا۔ مگر اس حالت میں کہ ان کے تین کمسن بچے شاید آج بھی اپنی ماں سے پوچھتے ہوں گے کہ ابا ربوہ سے کب آئیں گے۔ اور ماں بیچاری خدا جانے کیا جواب دیتی ہوگی۔ اور بچے تو شاید چیزی یا مٹھائی سے بہلائے جاتے ہوں گے۔ لیکن ماں جو اڑیسہ ایسے دور دراز کے علاقہ سے پنجاب بلکہ سندھ سے ناطہ جوڑ کر آئی تھی اور احمدیت کی برکت نے زمین کی طنابیں کھینچ کر فاصلوں کو کم کر دیا تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ ہی صبر بخشے اور ان سب کا حافظ وناصر رہے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان مرحوم کے بیوی بچوں کو وظیفہ دے رہی ہے۔ اور یہ بھی احمدیت کی برکت ہے۔ اور عظیم الشان تنظیم۔ الحمد للہ۔ ہمارے یہ مرحوم بھائی موصی تھے۔ اور تحریک جدید کے دفتر دوم کے مجاہد تھے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص118-117۔ بدر۔ 13 ستمبر 1962ء)

129 محترم چوہدری محمود احمد مبشر صاحب درویش

(بقلم خود)

موصوف اپنے ذاتی حالات کے متعلق اپنی کتاب ”کلام درویش“ میں فرماتے ہیں۔



”خاکسار محمود احمد مبشر ولد چوہدری غلام محمد صاحب گوندل صحابیؓ چک نمبر 99 شمالی سرگودھا نے ابتدائی تعلیم لوئر مڈل اپنے گاؤں کے اسکول میں حاصل کی پھر اپریل 1934ء میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل ہوا۔تقریباً 3 سالوں تک سندھ میں انجمن کی زمینوں پر محمد آباد اسٹیٹ، احمد آباد اسٹیٹ، محمود آباد اسٹیٹ بطور منشی واٹر کورس رہا۔1943ء میں I.E.M.E. فوج میں بھرتی ہوگیا اور رفتہ موٹر مکینک ڈرائیور کا N.O.C. کورس کر کے کلکتہ ہی میں ورکشاپ میں انسٹرکٹر بن گیا اور رومن میں اردو فرسٹ کلاس پاس کر کے ایجوکیشن انسٹرکٹر بھی رہا۔

1947ء میں دوسری جنگ عظیم ختم ہونے پر ریلیز ہو کر گھر آ گیا اور زندگی وقف کر دی۔وقف منظور ہونے پر پھر سندھ میں زمینوں کی ڈیوٹی پر جانا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر قادیان آ گیا۔ حالات سازگار ہونے پر پھر سے انجمن کے ادارے میں کام کرنے لگے تو خاکسار کو بھی دفتر میں نائب آڈیٹر، قائم مقام آڈیٹر کی پوسٹ پر خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر مختار عام شاہجہانپور بھی رہا۔1950ء میں جب درویشان کی فیملیاں پاکستان سے قادیان آگئیں تو میرے اہل وعیال بھی قادیان آگئے اور دفتر نے مجھے قادیان بلالیا۔اور بطور کلرک دعوت تبلیغ وتعلیم وتربیت وجائیداد وغیرہ میں بھی خدمت کا موقع ملا۔اور اس عرصہ میں سولن یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان بھی فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور 1979ء میں ساٹھ سال کی عمر میں تیس سال دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں خدمت بجالا کر درجہ اول کی پوسٹ سے ریٹائر ہوا۔

شاعری کا شوق مجھے کیسے ہوا۔”داغ ہجرت“ کے بعد قادیان واپسی اور حضرت مصلح موعودؓ کی جدائی کی وجہ سے دل بھر آتا تھا خود بخود اشعار کی صورت میں دل کے جذبات باہر آتے تھے۔جو درویشان کو بہت پسند آتے تھے۔اور درویشان کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے خاکسار نے لکھنا شروع کر دیا جسے شاعری نہیں منظر نگاری کہنا چاہیئے۔مکرم محمد یعقوب قیس مینائی صاحب غالباً 1948ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان آئے اور میری نظمیں دیکھ کر بعد اصلاح ان پر اپنے دستخط کر دئے اور مجھے کہا کہ آپ اپنی نظمیں بے شک شائع کروایا کریں۔خیال اچھا ہے اور جذبات اچھے ہیں ضرور لکھا کریں۔اس کے بعد شاہجہان پور جب مختار عام بن کر گیا تو وہاں سید حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ کے متبنیٰ بیٹے محمد میاں سلیم شاہجہانپوری صاحب سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے کچھ رموز شاعری کے بتائے مثلاً ردیف، قافیہ وغیرہ بتائے۔اس کے بعد خاکسار نے ہر بحر میں نظمیں لکھنی شروع کر دیں۔صحیح جذبات جو حقیقت پر مبنی ہوتے تھے۔عام فہم زبان میں جو سب درویشان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوں نظمیں لکھیں۔میری نظمیں حقیقت نگاری پر مبنی ہوتی ہیں جو تصنع اور بناوٹ سے پاک ہیں۔“

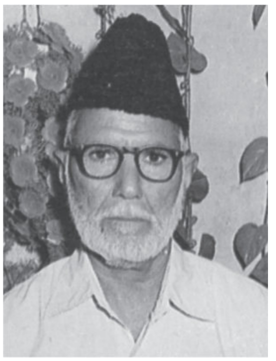
محترم چوہدری صاحب بفضلہٖ تعالیٰ قادیان کے واحد صاحب دیوان درویش ہیں۔آپ کا مجموعہ کلام ”کلام درویش“ کے نام سے شائع ہو کر مقبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔آپ نہایت نفیس طبیعت اور پاکیزہ اخلاق کے مالک ہیں۔ جب تک آپ کی صحت نے ساتھ دیا باقاعدہ پنج وقتہ نمازوں میں شامل ہوتے رہے۔دور درویشی میں ہر موقعہ پر خواہ کسی کی ولادت ہو خواہ رخصتی ہو خواہ وفات ہو جماعتی تقریبات ہوں غرضیکہ ہر موقعہ پر آپ نے اپنے جذبات کا اظہار نظموں کی شکل میں کیا۔آپ کا کلام پڑھ کر دور درویشی آنکھوں کے آگے ایک فلم کی طرح گذر جاتا ہے۔چنانچہ آپ اپنے ایک درویش بھائی محترم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی جو کہ دور درویشی میں درزی کا کام کرتے تھے۔اور اکثر میت کو غسل وغیرہ دیا کرتے تھے کی وفات پر لکھتے ہیں۔

مجھے بازار میں اکثر وہ مل جاتے تھے روزانہ   تو میں ان کو یہی کہتا نرم ہاتھوں سے نہلانا

اس سے درویشان کے آپسی پیار ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے۔اکثر بہشتی مقبرہ میں جب کسی درویش کی وفات کے موقعہ پر درویش اپنی بوڑھی لڑکھڑاتی ٹانگوں اور خمیدہ کمر کے ساتھ اپنے بھائی کو سپرد خدا کرنے آتے ہیں تو اپنی آنکھوں میں غم کی جھلک لئے ہوئے بزبان حال یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ”بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں“۔محترم چوہدری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے بھی نوازا آپ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا متحدہ عرب آمارات میں مخالفت احمدیت کی وجہ سے ایک حادثے میں وفات پا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت وعمر میں برکت عطا فرمائے اور خدمات کو قبول فرمائے۔آپ کی وفات 18/ستمبر 2015 کو ہوئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

130 محترم مولانا محمد یوسف صاحب درویش

(مکرم بدر الدین مہتاب صاحب، منیجر فضل عمر پریس قادیان)



محترم مولانا محمد یوسف صاحب درویش کے والد محترم کا نام محترم رحیم بخش صاحب اور والدہ کا نام مہر بی بی تھا۔ آپ کی پیدائش موضع بیر موکل ضلع لاہور پاکستان کی ہے۔ آپ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے علاقہ میں مشہور و معروف تھا۔ آپ کے تین بھائی مکرم حسن بخش صاحب، مکرم محمد علی صاحب اور مکرم محمد یحییٰ صاحب اور ایک بہن مکرمہ اسامی بی تھیں۔ آپ کو اپنا سن پیدائش یاد نہیں ہے۔ اندازاً آپ نے 1920ء کی پیدائش بیان کی ہے۔ آپ تقسیم ملک سے قبل ہی قادیان آچکے تھے۔ آپ خاموش طبیعت کے مالک ہیں۔ سادہ اور صاف ستھر الباس پہننے کی شروع سے عادت ہے۔ آپ کو دیہاتی مبلغین کلاس میں تعلم حاصل کرنے کا موقعہ بھی ملا۔ مکرم مولانا محمد عمر علی صاحب مرحوم درویش آپ کے ہم جماعت تھے۔ آپ نے حدیث اور فقہ کے مضمون میں ذاتی مطالعہ انتہائی درجہ تک کیا یہاں تک کہ بڑے بڑے علماء آپ سے بعض معاملات میں رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ انتہائی صابر و شاکر ہیں۔ انتہائی معمولی الاؤنس میں آپ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور صبر کے ساتھ دن گزارے۔ عموماً احباب خوش ہوتے ہیں کہ پہلی تاریخ آگئی ہے اب ہمیں تنخواہ ملے گی مگر محترم مولوی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ جب مہینہ کی پہلی تاریخ آتی تھی تو میں پریشان ہو جایا کرتا تھا کہ اب قرض داروں کو جواب دینا پڑے گا۔ اور اس معمولی الاونس میں سب کو راضی کرنا ممکن نہ تھا۔ مگر ان مشکل گھریلو حالات میں بھی آپ نے ہر حال میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ محترم مولوی صاحب سخت گرمی کے دنوں میں کالے رنگ کا کوٹ زیب تن کئے جا رہے تھے۔ مکرم خضر حیات صاحب درویش مرحوم نے آپ سے کہا کہ مولوی صاحب اتنی گرمی میں کوٹ؟ اس پر آپ نے کہا کہ صرف کوٹ ہی پہننے کے لئے گھر میں موجود ہے۔

آپ کی شادی 1951ء میں محترمہ شمیم فاطمہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ جو قاضی ظہیر الدین عباسی صاحب علی پور کھیڑہ ضلع مین پوری یوپی کی منجھلی بیٹی ہیں۔ محترمہ شمیم فاطمہ بیگم صاحب کا یہ دوسرا نکاح تھا اس کے بعد آپ کے چار بچے ہوئے۔ (1) مکرم مریم سلطانہ صاحبہ (2) مکرمہ عائشہ بیگم صاحبہ پرنسپل نصرت گرلز کالج (3) مکرم جمیل احمد ناصر صاحب ایڈوکیٹ (4) مکرمہ طلعت راشدہ صاحبہ۔ اللہ تعالیٰ محترم مولانا صاحب کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے اور آپ کی اولاد کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے والد صاحب کی نیکیوں کو زندہ رکھیں۔ آپ کی وفات 22/جولائی 2015 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

131 محترم نیاز علی صاحب کھاریاں درویش

پھول تو کھلنے کے بعد کچھ وقت تک اپنے رنگ و نکہت سے فضاؤں کو معطر کر جاتے ہیں۔ لیکن کچھ غنچے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ چٹکنے سے پہلے ہی بادِ سموم کا کوئی جھونکا انہیں مرجھا جاتا ہے۔ اور وہ سبز و شاداب شاخ کو حسرت بھری الوداع کہہ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک غنچہ ناشگفتہ ہمارا بھائی نیاز علی بھی تھا۔ کاش زمانہ اپنے اوقات سے 3 اکتوبر 1947ء کا دن کر دیتا کہ قادیان کی بستی پر کرب و بلا کا یہی دن تھا۔ قادیان کے بیرونی محلوں پر حملہ ہو چکا تھا۔ اور عورتوں کو ان محلوں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچانے کا کام ہو رہا تھا۔ ہمارے چند نوجوان ظلم کی اس بھڑکتی ہوئی آگ میں کود کر اپنی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی عصمت بچانے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ لوگ کشتہ کھانا تو اکثر جانتے ہیں لیکن کشتہ بننا تو کسی کسی کو آتا ہے۔

مرحوم نیاز علی محلہ دار الرحمت میں اسی کام پر مامور تھا۔ وہ مسجد دار الرحمت والے چوک میں تھا۔ بس اس کے ساتھی اتنا ہی بتا سکتے تھے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ وہ کہاں گیا۔ کہیں سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ بس یہیں یہ روایت ختم ہو جاتی ہے۔ مرحوم کی نعش باوجود تلاش کے نہیں مل سکی تھی۔ نیاز علی مرحوم میاں غلام محی الدین صاحب گوجر احمدی سکنہ کھاریاں ضلع گجرات کا فرزند تھا۔ اور بائیس سال کی عمر میں شہید ہوا۔ مرحوم خوش قسمت تھا کہ اس نے وفات کے وقت قادیان کی سرزمین پائی اور مرحوم کے پسماندگان کے لئے امر باعث فخر ہے کہ ان کا عزیز قادیان کے کام آیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 139-138 ۔ بدر۔ 13 دسمبر 1962ء)

132 محترم شیخ عبدالقدیر صاحب درویش

(بقلم خود)



خاکسار کے والد محترم شیخ عبدالکریم صاحب دوسرے مسلمانوں کی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارے میں بے تابی سے جستجو میں لگے ہوئے تھے کہ اس تلاش حق کے دوران ہی آپ کی ملاقات حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب سنوریؓ سے ہوگئی آپ انہیں تین ہفتے اپنے پاس رکھنے کے بعد ساتھ لیکر قادیان آئے اور سیدنا حضرت اقدس المصلح الموعودؓ کی خدمت میں پیش کیا۔

سیدنا حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے والد صاحب کو مکرم مرزا مہتاب بیگ صاحب انچارج درزی خانہ ملکیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں درزی کا کام سکھائیں۔ چنانچہ اس دوران سچائی سامنے آجانے پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخلہ کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر کبھی بھی اپنے وطن ریاست پٹیالہ کے گاؤں میں جانے کا خیال تک دل میں نہیں آیا۔ ان کے والد مکرم شیخ شہاب الدین صاحب نیز میرے والد صاحب کے بھائی قادیان آکر گھر میں ایک چکر لگانے کیلئے زور دیتے رہے لیکن والد صاحب محترم کا جواب تھا کہ میں صحیح جگہ پر پہنچ چکا ہوں۔ یہاں آکر ملاقاتیں کرلیا کریں اور ساری عمر حضورؓ کے ساتھ تادم آخر حضور کے قدموں میں زندگی گذار دی۔ موصی تھے وفات ہو کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں امانۃً دفن کئے گئے ہیں الہام داغ ہجرت کے پورا ہونے کا وقت آجانے پر حضور رضی اللہ تعالیٰ کی ہجرت کے معاًبعد پہلے قافلہ جس میں حضور کے چند قریبی خادم تھے محترم والد صاحب مرحوم کو لاہور بلا لیا گیا۔ جس کی تعمیل میں یہ اپنے اہل وعیال کو قادیان میں چھوڑ کر حضور کی خدمت اقدس میں لاہور پہنچ گئے اور اہل وعیال قادیان میں ہی رہے۔

جنہیں پھر حضور کے بھجوائے گئے کانوائے کے ذریعہ آخری قافلہ میں لاہور جاکر ہجرت کی توفیق ملی اور اب میرے بہن بھائی ربوہ میں ہیں۔ جب 16 نومبر 1947 کو آخری قافلہ قادیان سے نکل رہا تھا محترمہ والدہ صاحبہ بخار وغیرہ کی حالت میں علیل تھیں۔ بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس لئے خاکسار سہارا دیکر بٹھانے کی خاطر اس ٹرک میں ساتھ بیٹھا تھا۔ قادیان کی سرحد آجانے پر کوٹھی دارالسلام سے کچھ آگے جاکر محترمہ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ اب اُتر جاؤ اور آگے نہیں جانا۔ تمہیں مقامات مقدسہ کی خدمت وحفاظت کیلئے وقف کیا ہوا ہے۔ چنانچہ اُس ٹرک کو رکوا کر دعاؤں کے ساتھ ٹرک سے نیچے اُتار کر واپس بھجوا دیا گیا۔ جس پر خاکسار والدین کے نیک حکم اور نیک خواہشات کو قربانی دے کر پورا کر دینے کی کوشش میں تادم تحریر مرکز احمدیت میں موجود رہنے کی توفیق پا رہا ہے الحمد للہ۔ خاکسار کا درویش نمبر 13 ہے۔ تو اس طرح اپنے والدین کی نیک خواہشات اور اُن کی شبینہ دعاؤں کے طفیل حضور ایدہ اللہ تعالیٰؓ کی تحریک پر (جو کہ مقامات مقدسہ کے بارے میں تھی) لبیک کہہ کر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہوئی (ورنہ خاکسار اس قابل نہ تھا) اور درویشی نصیب میں آئی۔ الحمد للہ۔

ابتداء درویشی میں خاکسار (بلاک انچارج) کے پاس فیلڈ میں جاکر سروے رپورٹ دینے کی ذمہ داری بھی تھی یعنی مہلک ہونے والی شرارتوں کی اطلاعوں کا انتظام۔ اس کام کی ادائیگی کیلئے خاکسار اور محترم فضل الٰہی خان صاحب انچارج کارِخاص دونوں کے سپرد کی ہوئی تھی۔ اس کیلئے میرے ذمہ قادیان کے مشرقی گاؤں تھے جہاں تقسیم ملک سے پہلے میری کافی واقفیت تھی۔ اس تعلق میں رپورٹس براہ راست سیدی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) اور حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء ناظر اعلیٰ قادیان کو دی جایا کرتیں۔ اگر یہ دونوں مصروف ہوتے تو ایسی حالت میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ امیر جماعت احمدیہ قادیان مذکورہ رپورٹس کو ملاحظہ فرماتے اور پھر اُس وقت اُن پر محترم باباشیر ولی صاحب (ریٹائرڈ کیپٹن) کاروائی کیا کرتے۔ خواہ اُس وقت رات کا وقت ہی کیوں نہ ہوجائے (اگلے دن کا سوال ہی نہ تھا) ایسی ضرورت کے باعث خاکسار کا قیام گول کمرہ میں رکھا گیا تھا۔ جہاں پر بعد میں بھی سات آٹھ سال تک خاکسار کا قیام رہا ہے۔ الحمد للہ۔ پھر اُنہی دنوں خاکسار کو نائب نگران درویشان حلقہ مبارک کی ذمہ داری سونپ کر بہشتی مقبرہ کے گرد حفاظتی دیوار کو بنوانے کی نگرانی کی ذمہ داری بھی تھی۔ جہاں مشرقی طرف کی اس دیوار کو بنانے میں (صرف مٹی سے) 51 درویش حلقہ مبارک کے خاکسار کے ساتھ رہے ہیں اور کئی مہینوں اس کی تعمیر میں حصہ پانے کی خدمت کی توفیق ملی۔ یاد رہے کہ درویشان حلقہ مسجد مبارک کا حلقہ دونوں تین حلقہ جات سے بڑا تھا اور واقفیت بھی تھی اس لئے ان کی ڈیوٹیوں کا دائرہ کافی

وسیع تھا۔ آنے والے مہمانوں وغیرہ کیلئے اس لوکل حلقہ کے درویشان سے خدمت لی جاتی۔

جن دنوں محترم حضرت مرزا مظفر احمد صاحب پلاننگ کمیشن پاکستان کے ڈپٹی چیئر مین بھی تھے حکومت کی طرف سے ایک سرکاری میٹنگ میں شمولیت کیلئے براستہ ریل گاڑی چنڈی گڑھ گئے تھے۔ ان کی خدمت میں بعض ضروری اطلاعتیں دینے کیلئے خاکسار کو امرتسر ریلوے اسٹیشن بھجوایا گیا تھا چنانچہ وہاں جاکر خاکسار کو جماعت کی طرف سے سپرد کردہ ڈیوٹی ادا کرنے کی سعادت ملی اور پھر اُن کی ریل کے روانہ ہونے کے بعد وہاں کی موجودہ انتظامیہ کے شبہات کو دور کرنے کیلئے دو گھنٹے تک ان کے سوالوں کی بوچھاڑ کے جوابات دینے کیلئے حراست میں رہنا پڑا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس موقعہ پر نمایاں کامیابی نصیب میں آئی۔ الحمد للہ۔

تقسیم ملک کے بعد جب محترم مرزا طاہر احمد صاحب زیارت کیلئے قادیان تشریف لائے تھے اُن دنوں محترم مرزا وسیم احمد صاحب جماعتی دورے پر حیدر آباد میں تھے۔ مسجد مبارک میں ادائیگی نماز کے بعد خاکسار کو آواز دے کر فرمایا کہ میاں صاحب جماعتی دورے پر ہیں۔ اس لئے لنگر خانہ سے کھانا لاکر رکھ لیا کر نا ضرورت کے وقت کھالیا کروں گا۔ جس کی تعمیل میں موصوف محترم کے کھانے کا انتظام کرتا رہا۔ اور قریباً آٹھ دس یوم تک موصوف محترم مرزا طاہر احمد صاحب جو کہ بعد میں خلافت رابعہ کے اعلیٰ منصب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فائز کئے گئے گول کمرہ میں آکر (جہاں میرا قیام تھا) اس عاجز درویش کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے رہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مقدس مقامات اور احمدیہ ایریا کو خالی کرانے کیلئے طریق کار کا کچھ ذکر:

پاکستان سے یہاں آئے مہاجرین کی مقامی انتظامیہ سے مانگ تھی کہ اب یہاں سے باقی مسلمانوں کو نکال کر انہیں آباد کیا جائے۔ جس کے لئے بااثر لوگ اپنے مشتعل لوگوں کی حامی بھر کر ان کا ساتھ دے رہے تھے اور انتظامیہ بے بس نظر آتی تھی اور ناکام ہو چکی تھی پھر ان کے گروپ نے احمدیہ چوک کے قریب چکر لگانے شروع کئے۔ ڈرانے کیلئے تلواریں ہاتھ میں ہوتیں لیکن خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی طرف سے پیدا کیا گیا ڈر آگے بڑھنے سے روکتا رہا۔ چنانچہ وہاں سے بچ کر آنے والے ایسے لوگ واپس جانے میں ہی اپنی خیر سمجھ کر لوٹ جاتے اور مقامی لوگوں سے مشورہ کے بعد محاصرہ اور ناکہ بندی کا دور شروع کیا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ راشن، دودھ، چینی، نمک، وغیرہ بند کر دینے سے درویشوں کو نکال دینے میں کامیابی مل سکتی ہے۔ لیکن یہاں تو درویشان کو ایسی حالت کے وقت روغنی نان دینے کا الٰہی وعدہ تھا جس کے نتیجہ میں غالباً سامان عطا ہو کر ہر ضرورت پوری ہوتی رہی۔ اور کبھی بھی کوئی فاقہ نہیں آیا۔ الحمد للہ۔ تو پھر ان کی سرپرستی کرنے والوں کی طرف سے قریبی چوباروں پر سے پتھراؤ کرا کر اور منارۃ المسیح پر گولیاں داغ کر درویشان کو ہراساں کر کے نکال دینے کی کوشش اختیار کی گئی جس پر انہیں کوئی کامیابی نہیں ملی۔

مسجد اقصیٰ قادیان کے مؤذن چچا سراج الدین صاحب تھے۔ اُس وقت لاؤڈ سپیکر نہیں ہوتا تھا۔ اسلئے انہیں منارۃ المسیح کی آخری منزل پر جاکر اذان دینے کا جنون تھا۔ جوشیلی آواز کے مالک تھے اذان کی آواز ساتھ کے گاؤں لیل کلاں، کاہلواں تک سنی جاتی تھی۔ اذان دیتے وقت ان پر گولیاں چلائی گئیں۔ جو اس مؤذن کے ارد گرد سے گذر کر بے کار ہو گئیں۔ معلوم کرنے پر علم ہوا کہ یہ ناپاک حملے ایک پڑوسی کے مکان سے ہو رہے ہیں۔ جنہیں زبانی اپیل کر کے رُک جانے کیلئے پیغام بھجوایا گیا۔ یہ فیملی اب ختم ہو چکی ہے۔ اور ان کی رہائش گاہ اب جماعت احمدیہ کیرالہ کے پاس ہے۔ جو اس مکان کو جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر مہمانوں کے لئے استعمال میں لاتے ہیں۔ اب ان کا نام لینے کیلئے ان کی کوئی اولاد بھی موجود نہیں۔ ایسے مواقع پر حضور رضی اللہ عنہ کی طرف سے اصولی ہدایات ملی ہوئی تھیں۔ ”میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں کہ اب جو لوگ وہاں رہیں ان کو یہ سمجھ کر رہنا چاہیئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھانا ہے۔ اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اس کا ذمہ وار وہ ہوگا۔ (بحوالہ خط سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بنام مولانا جلال الدین صاحب شمس مورخہ 12.11.47)

چنانچہ حضورؓ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے دار الامان میں امن رہا۔ الحمد للہ۔

خدمت سلسلہ کے ساتھ ساتھ کچھ ذاتی کمائی کیلئے حضور کی طرف سے تحریک:

حضور رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذاتی کمائی کیلئے کام کرنے کی اس تحریک پر فوری عمل کرنے کیلئے بظاہر کوئی راستہ نہ مل رہا تھا اس لئے میرے جیسے حلقہ مبارک کے خدام کو لنگر خانہ حضور علیہ السلام سے کھانا ملنے کے ساتھ صرف پانچ روپے ماہانہ ملا کرتے تھے۔ ان نقد روپیوں سے ایک ٹائم چائے نیز

نہانے و کپڑے دھونے کے صابن وغیرہ کی ضرورت پوری ہوجاتی۔ جبکہ دکان شروع کرنے کیلئے تھوڑے بہت سرمایہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ تاہم محترم بھائی شیر محمد صاحب والی بند دکان صاف کر کے دُعا کے ساتھ شروع کی گئی۔ پھر 300 روپے اُدھار لیکر چائے کی دکان کا آغاز کیا گیا۔ یہ قرض آٹھ ماہ بعد حضرت بھائی عبد الرحمن قادیانی صاحبؓ کو واپس کرنے کی توفیق مل گئی۔ قریباً دو سال تک اس چائے کی دکان کو چلا کر آموں کے باغات خرید نے شروع کر دیئے گئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد دوسری تحریک حضور انور کی طرف سے موصول ہوئی کہ درویشان شادیاں کریں جس پر عمل شروع ہو گیا لیکن خاکسار اپنی مالی حالت کے باعث تذبذب میں تھا جس کے باعث خاکسار کی والدہ صاحبہ مرحومہ کو نظارت خدمت درویشان کی طرف سے انہیں ویزا دلوا کر قادیان بھجوایا گیا۔ شادی کیلئے اخراجات نہ تھے اس لئے لڑکی اور اس کے والد صاحب چار کوٹ پونچھ سے قادیان آئے تا کہ حضورؓ کے ارشاد کی تعمیل ہو سکے۔ شادی کر کے اگلے دن حضور انور کی خدمت میں پاکستان حاضر ہوا اور دُعا کی درخواست کی۔ خاکسار کی اہلیہ محترمہ حلیمہ بیگم صاحبہ سے اللہ تعالیٰ نے نیک اولاد عطا کی جن کے اسماء یوں ہیں۔ عزیزہ امۃ الرؤف صاحبہ ایم اے انگلش سابق لیکچرار نصرت گرلز وومن کالج قادیان۔ عزیزہ امۃ الحئی فاروق صاحبہ سابق لیکچرار نصرت گرلز وومن کالج نیز سابق نائب صدر لجنہ اماء اللہ بھارت۔ عزیزم ناصر وحید صاحب سابق ایڈیشنل مہتمم مقامی قادیان و ناظم خدمت خلق قادیان جو اس وقت تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں خدمت بجا لا رہا ہے۔ اور عزیزہ ناصرہ پروین جو سیکرٹری ناصرات لجنہ اماء اللہ میں بھی خدمت کرتی رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاکسار کا انجام بخیر کرے۔ آپ کی وفات 26/ نومبر 2016 کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

133 محترم باباجان محمد صاحب سیالکوٹی درویش



ابتدائے درویشی میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کی تعمیل میں جو لوگ اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کی محبتوں اور قربانیوں کو ترک کر کے درویشانہ زندگی کے ذریعہ سے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے قادیان تشریف لائے تھے۔ انہی میں سے ایک ہمارے بزرگ اور درویش بھائی باباجان محمد صاحب بھی تھے۔ آپ کا اصل وطن موضع گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ (مغربی پاکستان) تھا اور اسی نسبت سے آپ باباجان محمدؒ گھٹیالیاں کہلاتے تھے۔ بابا جی نے اپنی درویشی کے کئی سال حضرت اماں جانؓ کے کنوئیں والے صحن کے حصے میں گزارے اور اس طرح آپ اور آپ کے دوسرے معمر ساتھی جو دار المسیح کے اسی حصہ میں رہتے تھے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے اس ولولہ انگیز شعر کے براہ راست مخاطب قرار پائے۔

تمہارے دم سے ہماری گھروں کی آبادی　　　تمہاری قید پہ صدقے ہزار آزادی

بابا جی اسی صحن میں ننگی کھری چارپائی پر بیٹھ کر ایک تکئے کے اوپر بڑی تقطیع اور جلی حروف والا قرآن کریم رکھ کر بہت بلند آواز میں تلاوت کرتے رہتے تھے۔ اور نمازوں کے اوقات میں مسجد کا رخ کرتے تھے یا پھر اپنا مخصوص ایلیومینیم کا پیالہ لئے کھانا لینے لنگر خانہ جایا کرتے تھے۔ درویشی کے ابتدائی ایام میں آپ مختلف مقامات پر پہرہ وغیرہ کی ڈیوٹی پر متعین رہے۔ لیکن جب بڑھاپے نے توانائیاں چھین لیں اور پیر فرتوت ہو کر رہ گئے تو ڈیوٹیاں معاف ہو گئیں۔ اور تلاوت قرآن کریم، نمازیں اور دعائیں ہی اجزائے زندگی ہو گئیں۔ آج میرا تصور اس بھولی بھالی اور سادہ سی شخصیت کو تلاش کر رہا ہے جو دیسی وضع کا مضبوط موٹا جوتا پہنے گھٹنوں سے ذرا نیچے تک کا تہ بند باندھے کلی دار لمبا کرتہ پہنے موٹے شیشوں کی عینک لگائے کندھے پر چادر ڈالے اور ہاتھ میں بید کا لمبا سوٹا لئے محلہ احمدیہ کی گلیوں میں ہمارے روحانی ماحول کی ایک کڑی بن کر رواں دواں رہتی تھی۔ ایسے ہی معمر بزرگ تھے جو۔ رکعاً سجداً۔ کی تفسیر تھے۔ اور جن کی دعاؤں اور رصالحیت کے سہارے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے ہماری درویشی سن بلوغ کو پہنچی۔ بابا جی مرحوم موصی تھے۔ 22 جنوری 1965ء کو وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اور اسی روز بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں ابدی نیند سو گئے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 131-130۔ بدر۔ 29 جولائی 1965ء)

134 محترم پی محمد صاحب درویش



صوبہ کیرلہ سے جن خوش نصیب افراد کو مرکز احمدیت قادیان اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ درویش کے معزز لقب سے نوازے گئے، ان میں محترم پی محمد صاحب کا اسم گرامی بھی ہے۔آپ نے اپنی درویشی حالات زندگی بزبان مالا یالم لکھے تھے، جن کا ترجمہ محترم مولانا محمد عمر صاحب نائب ناظر اعلیٰ قادیان نے کیا تھا۔محترم پی محمد صاحب محترم محمد عمر صاحب کے رشتہ میں ماموں جان بھی ہیں۔آپ کے یہ حالات مورخہ 18 دسمبر 1997ء کے اخبار بدر قادیان کے جلسہ سالانہ نمبر میں بعنوان۔ایک درویش کی یادگشت۔ شائع ہوئے ہیں۔ایک حصہ قارئین بدر کے ازدیاد ایمان کے لئے پیش ہے۔آپ لکھتے ہیں:

’’ہمارے ٹرک یکم نومبر 1947ء کو رات کے وقت قادیان دارالامان میں پہنچ گئے۔صبح چھ بجے محترم چوہدری مبارک علی صاحب بہت ساری روٹی اور دال لے کر آئے۔لاہور سے قادیان تک کے صفر میں ہمیں کوئی کھانا نہیں ملا تھا،ان ٹرکوں میں قادیان کے 313 درویشوں کو چھوڑ کر باقی احباب کو بھیج دیا گیا۔

جب ہم قادیان پہنچے تو نہایت تکلیف دہ سفر اور صحیح کھانے پینے کی چیزیں نہ ملنے کی وجہ سے ہم دونوں (محترم زین العابدین صاحب درویش مراد ہیں موصوف پی محمد صاحب کے ماموں تھے۔ناقل) کو خون کے اسہال ہونے لگے۔جب ہم نے اس وقت ایک مالاباری بزرگ درویش محترم فخرالدین صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت قادیان میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم اور دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ فوری طور پر ہم اس تکلیف دہ بیماری سے نجات پا گئے۔ہمارے قادیان پہنچنے کے بعد ہماری رہائش کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے مکان میں انتظام کیا گیا۔ہم نے وہاں تین ماہ تک رہائش اختیار کی اس وقت ہماری ڈیوٹی مسجد مبارک سے ملحقہ دارالمسیح میں تھی۔اس وقت میری ڈیوٹی رات کے بارہ بجے سے دو بجے تک اور محترم زین العابدین صاحب کی اس کے بعد دو بجے تا چار بجے تھی لیکن ہم دونوں اکٹھے ہی یعنی رات کے چار بجے تک یہ ڈیوٹی سرانجام دیتے تھے۔ڈیوٹی ختم ہوتے ہی ہم دونوں مسجد مبارک میں نماز تہجد پڑھنے کے لئے چلے جاتے تھے۔اور فجر کی نماز کے بعد مزار مبارک بہشتی مقبرہ دعا کے لئے جاتے تھے۔اس وقت قادیان میں کسی کو چائے پینے کی عادت نہیں تھی اور نہ ہی کوئی چائے پینے کی دوکان تھی۔

صبح ساڑھے نو بجے ہم لنگر خانہ جاکر دو روٹی اور کچھ پتلی دال لے کر آیا کرتے تھے۔وہ کھا کر صبح دس بجے بہشتی مقبرہ میں جاتے وہاں ہماری ڈیوٹی دگر درویشوں کے ساتھ بہشتی مقبرہ کی چار دیواری کی تعمیر کی تھی۔یہ کام ایک بجے دو پہر تک جاری رہتا۔اس کے بعد ہم نہادھو کر ظہر کی نماز پڑھنے مسجد مبارک جایا کرتے تھے۔اس وقت شدت کی بھوک لگتی تھی لیکن دوپہر کے کھانے کا سوال ہی نہیں تھا۔اگر جیب میں پیسہ ہوتا تب بھی کوئی چیز کھانے کو نہیں ملتی تھی۔ہم عصر تک خالی پیٹ ہی آرام کیا کرتے تھے۔عصر کی نماز کے بعد کبھی کبھی مکرم فخرالدین صاحب مالاباری کے کتب خانہ میں جاکر بیٹھا کرتے تھے۔

اس وقت ہمیں اطلاع ملتی تھی کہ قادیان کے احمدیہ محلہ میں حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا جاتا تھا لیکن کوئی منصوبہ عملی جامہ نہیں پہنایا جاتا تھا اور ناکام ہو جایا کرتا تھا باوجود ہمارے اس وقت تین سوتیرہ افراد ہونے کے غیروں کی نظر میں ہزاروں کی تعداد میں دیکھے جاتے تھے۔ہمیں لنگر خانہ سے ملنے والی دو وقت کی خوراک کے علاوہ صابن تیل وغیرہ کے لئے مہینہ میں پانچ روپے مرکز کی طرف سے ملتے تھے۔ہم تین ماہ کے لئے یہاں آئے تھے لیکن وہاں کے حالات کے پیش نظر ہمیں سات ماہ قیام کی سعادت ملی۔اس وقت تک ہم صحیح معنوں میں درویش بن چکے تھے ہم دونوں کی قمیضیں پھٹنے لگیں۔پینٹ پاجامہ میں تبدیل ہو گیا، جوتے پھٹ گئے۔مرمت کے لئے ہندو بازار میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔مرمت کروانے کے لئے ہمارے پاس پیسے بھی نہیں تھے۔

ہمیں 1947ء کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق بھی بفضلہٖ تعالیٰ نصیب ہوئی جن کی ڈیوٹیاں لگی ہوئی تھیں ان کے علاوہ باقی کے سب درویشان کرام مسجد اقصیٰ میں جلسہ سالانہ کے لئے موجود تھے اس جلسہ کی صدارت کے فرائض محترم امیر مقامی حضرت مولانا عبدالرحمان جٹ صاحبؓ سرانجام دے رہے تھے۔محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب قادیانی اور محترم مولانا شریف احمد امینی صاحب نیز محترم ملک صلاح الدین صاحب کی اس وقت تقریریں ہوئیں۔

ایک دن شام کو محترم امیر صاحب نے ہمیں بلا کر فرمایا کہ تین چار دنوں میں یہاں سے پاکستان کے لئے ایک بس آئے گی اس میں آپ دونوں کی واپسی کا انتظام کیا گیا ہے۔اس لئے آپ دونوں تیار ہو جائیں۔23 مئی 1948ء کو ہم بیس افراد پر مشتمل ایک وفد قادیان سے روانہ ہو کر اسی دن شام کو خیریت سے لاہور پہنچ گیا۔‘‘

135 محترم شیخ محمد یعقوب صاحب چنیوٹی درویش

11 مئی 1948ء کو رتن باغ لاہور سے قادیان آنے والے قافلہ میں متدین، متشرع اور بزرگ صورت وسیرت کا ایک شخص 313 درویشوں کے مبارک عدد میں معدود ہونے کے لئے یہاں پہنچا۔ میری اس سے کوئی جان پہچان نہ تھی۔ لیکن راستہ میں میں نے اسے کئی بار دیکھا۔ اور دیکھنے کی خواہش کے ساتھ دیکھا۔ اس کے لب ہلتے تھے اور اس کی پیشانی سے لمعات نور نکل نکل کر نظروں سے اتر کر دل میں کھب جاتے تھے۔ خدا جانے یہ کون نیک سیرت انسان ہے۔ میرے دل نے کئی بار مجھ سے سوال کیا۔ لیکن میں اسے صرف اتنا ہی بتا سکا کہ یہ ایک درویش ہے جو اپنے عزیزوں اور جگر گوشوں اور دنیاداری کو خدا کی خاطر خیر باد کہہ کر جا رہا ہے۔ جا رہا ہے قادیان کی مقدس بستی کے ایک الگ تھلگ اور محصور سے گوشے میں۔ اس گوشے میں جو اس وقت ویران سا ہے۔ ایسا ویران جس کی ویرانی پر لاکھوں آبادیاں تصدق۔۔۔!!

وہ نیک نفس انسان قادیان پہنچ کر دارالمسیح کے اندر ایک مقدس مکان میں مقیم ہو گیا۔ ایک لمبے عرصے تک اسی مکان میں اس کی رہائش رہی۔ یہ وہ بالا خانہ ہے جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا مملوکہ ہے اور حضرت ام طاہرؓ کے مکان کی طرف سے سیڑھیاں اس پر جاتی ہیں۔ شروع ایام میں جب علاقہ حیدرآباد دکن کے چند بچے تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان آئے تو وہ بھی اسی مکان میں رہے۔ اور اسے بورڈنگ کا نام دیا گیا۔ اور شیخ صاحب مرحوم اس بورڈنگ کے ٹیوٹر مقرر ہوئے۔ مرحوم بڑی محنت سے بچوں کی دیکھ بھال کرتے اور انہیں پڑھاتے تھے۔ لیکن وقت یہ پیش آ گئی کہ کہاں ایک خاموش اور برم طبع اور ہر وقت ذکر الٰہی میں غرق رہنے والا ٹیوٹر اور کہاں سکول کے شوخ اور چنچل لڑکے۔ کوئی مناسبت نہ تھی۔ آخر ان کی اپنی خواہش پر انہیں اس ڈیوٹی سے فارغ کر دیا گیا۔

اس کے کچھ عرصہ کے بعد مرحوم حضرت ام المومنینؓ کے اس چھوٹے کمرے میں آ گئے جو بیت الدعا والے دلان کے سامنے ہے۔ اور مسجد مبارک سے ملحق ہے۔ یہ مقدس اور تاریخی کمرہ جس کے ایک طرف مسجد مبارک ہے دوسری طرف بیت الدعا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مکانات۔ تیسری طرف حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش مبارک والا کمرہ۔ اور چوتھی طرف بیت الریاضت۔ وبیت الدعا جس میں اس زمانہ کے مامور و مرسل من اللہ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے دعاؤں کے عین نشانہ پر بیٹھنے والے تیر چھوڑے تھے۔ وہ بیت الریاضت جہاں امام آخر الزمان نے مسلسل چھ ماہ کے روزے رکھ کر اسلام کی ڈوبتی ہوئی نیا کو بچانے کے لئے ہر ہر نفس کے ساتھ خدا کو پکارا تھا۔ اور جس کے کچے فرش پر بیٹھ کر خاتم العشاق محمدؐ نے براہین احمدیہ جیسا اسلامی بم تیار کیا تھا جس نے ایوان کفر کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔

یہ ماحول تھا جس میں مرحوم شیخ محمد یعقوب صاحب مقیم تھے۔ یہ تقدس مآب فضا تھی جس میں مرحوم نے درویشی کا اکثر حصہ گزارا۔ اور اس طرح گزارا کہ ایک قابل صد رشک جینا جیا۔ یہ وہ شخص تھا جسے دیکھ کر ذکر الٰہی کا مفہوم پوری طرح ذہن میں سما جاتا تھا۔ کہ اس کا نام بدل کر شیخ محمدؐ یعقوب کی بجائے ذکر الٰہی رکھ دیا جائے۔ تہجد کے اولین لمحات میں وہ شخص چارپائی کو چھوڑ کر مسجد مبارک میں پہنچ جاتا تھا۔ اور صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اسی چارپائی پر آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ ایک لے اور ترتیل اور سوز کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت اس طرح کرتا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے پپوٹوں نے آنسوؤں کا ایک سیلاب روک رکھا ہے اس کے چہرے پر رقت کا تصرف ہوتا تھا اور نوک مژگاں پر نم کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔ معصومیت اور فرشتگی کا ایک ہالہ سا اس کے بشرے کو گھیرے رہتا تھا۔

کبھی کبھی وہ تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے اشعار پڑھتا تھا۔ ایک گنگناہٹ اور نغمگی اور آہستگی کے ساتھ۔ جیسے بچے اپنا منظوم سبق اپنے گھروں میں اپنے والدین کو خوش کرنے کے لئے ترنم اور کیف کے ساتھ جھوم جھوم کر یاد کرتے ہیں۔ محترم سید محمدؐ شریف صاحب درویش جو مرحوم کے ہمسائے میں رہتے تھے، کہتے ہیں کہ ان کی لے میں ایک عجیب روحانی کشش ہوتی تھی۔ اور یوں جی چاہتا تھا کہ چھپ کر ان اشعار کو سنا جائے اور اس سوز کو اپنے اندر جذب کر لیا جائے۔ چھپ کر اس لئے کہ کہیں آگاہ ہونے پر کہ کوئی سن رہا ہے معصومیت کے اس آئینے میں بال نہ آ جائے۔!

مجھے اس لمبے عرصہ میں سینکڑوں بار محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے ادھر جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک مرتبہ بھی میں نے نہ دیکھا کہ شیخ صاحب مرحوم ذکر الٰہی کے بغیر بیٹھے ہوں۔ چارپائی پر کبھی اکڑوں اور کبھی آلتی پالتی مارے بیٹھے ہیں۔ سامنے تکیہ رکھا ہے۔ تکیے پر قرآن کریم کھلا رکھا ہے اور تلاوت ہو رہی ہے۔ پھر یہ بات بھی نہیں کہ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہونے کا میرا کوئی خاص وقت مقرر تھا۔ کئی بار صبح سویرے جانا پڑا۔ کئی بار دوپہر کو اور کئی بار ظہر یا عصر کے بعد مگر مَیں نے ہر بار یہی دیکھا کہ شیخ صاحب تلاوت یا ذکر میں مشغول ہی نہیں بلکہ محو ہیں۔ بلکہ مدغم ہیں۔ بلکہ یک جان ہو گئے ہیں۔ اس طرح کے من تو شدم من شدی۔ کا سا معاملہ ہے۔

مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے ان مقدس مقامات میں درویش ہونے کی حالت میں رہنے کی توفیق اور اعزاز بخشا۔ لیکن حق یہ ہے کہ مرحوم نے وہاں رہنے کا حق ادا کر دیا۔ اور ان مقامات کی تقدیس کو اس نے اپنے اندر جذب کرنے کی اپنی سی پوری کوشش کی۔ اس نے اپنی درویشی بھر کی راتیں جاگ کر ذکر الٰہی میں گزاریں اور دن یاد الٰہی میں بسر کئے اور ہم سب درویشوں کے لئے ایک نیک اور پاک نمونہ اور قابل رشک زندگی کی یاد چھوڑ گیا۔

اذان سن کر تو ہر مومن مسجد میں جانے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے اور یہی مومنانہ شان ہے۔ لیکن مرحوم کو اذان کا انتظار نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ اذان سے پہلے ہی مسجد مبارک میں جا کر بالعموم مسجد کے پرانے حصے میں دوزانو بیٹھ جاتا تھا۔ اور بڑی خاموشی اور متانت کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا تھا۔ اور کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ایک نماز پڑھ کر وہیں بیٹھ گیا اور پھر دوسری نماز پڑھ کر واپس کمرے میں آیا۔ مرحوم کا مسجد میں بیٹھنا بھی بڑا پر وقار ہوتا تھا۔ اول تو وہ کسی سے بولتا ہی نہ تھا۔ لیکن اگر ضرورت پیش آجاتی تو بڑی آہستگی سے اور سرگوشی کے سے انداز میں بولتا تھا۔ شاید مرحوم کو یہ احترام ملحوظ رہا ہو کہ ان مقدس مقامات میں خدا کے ایک نبی کی آوازیں بلند ہو چکی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بلند آواز میں بات کرنے سے اس کی آواز زیادہ بلند ہو جائے اور فضاؤں میں بکھری ہوئی نبی کی آوازوں سے اونچی ہو جائے۔

مرحوم نے اپنی ساری درویشی بڑی سادگی اور بڑے صبر و رضا کے ساتھ گزاری۔ مرحوم کو دیکھ کر کوئی شخص یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ اچھے کھاتے پیتے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک سادہ سی دھوتی۔ سادہ سی قمیص اور سادہ سی ٹوپی۔ اور دیسی جوتا۔ یہی مرحوم کا لباس تھا۔ مرحوم سالن اپنے ہاتھ سے پکاتے تھے اور روٹی لنگر سے لاتے تھے مگر روٹی کی قیمت ادا کرتے تھے۔ مرحوم نے صدر انجمن احمدیہ سے ابتدائی دو تین سالوں میں وظیفہ لیا۔ لیکن اس کے بعد کوئی وظیفہ نہیں لیا۔ اور نہ صرف اپنا خرچ خود برداشت کرتے رہے بلکہ باقاعدہ چندہ ادا کرتے رہے۔ اور تحریک جدید کے چندوں میں تو مرحوم کا نمونہ قادیان کے درویشوں کے لئے قابل تقلید تھا یعنی مرحوم اپنی زندگی میں ہی دفتر دوم کے بیس سالوں کا چندہ جمع کروا چکے تھے اس کے علاوہ مرحوم سلسلہ کی تمام تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

مرحوم 1959ء کے اوائل میں فالج کے مرض سے بیمار ہوئے۔ احمدیہ شفاخانہ سے اور پھر امرتسر سے بھی علاج کروایا مگر افاقہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آخر یہ خیال کر کے کہ شاید اپنے بچوں کے پاس پہنچ کر وہ بہتر رنگ میں علاج کروا سکیں گے اپنے بیٹے کے پاس ڈھاکہ چلے گئے۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ وہ مرض کے علاج کے لئے نہیں بلکہ فرشتہ موت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ڈھاکہ جا رہے ہیں۔

ڈھاکہ میں علاج ہوتا رہا۔ اور مرض بڑھتا رہا۔ اور قادیان کے درویشوں کو ان کے خطوط آتے رہے کہ میرے لئے شفایابی کی دعا کریں۔ اور ساتھ ہی یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد واپس قادیان لائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کچھ اور ہی تھی۔ جو اس طرح پوری ہوئی کہ شیخ صاحب ڈھاکہ میں 13 جولائی 1960ء کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم کی نعش کو ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈھاکہ سے لاہور لے جایا گیا۔ اور وہاں سے ٹرک میں ربوہ لے جایا گیا۔ جہاں مرحوم کو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 86-81۔ بدر۔ 18 اگست 1960ء)

136 محترم شمس الدین صاحب افغان معذور درویش

جماعت احمدیہ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے باوجود اور اپنی قلت تعداد اور کمی اموال کے باوجود آج اکناف عالم میں تبلیغ اسلام کا جو عظیم الشان کام سرانجام دے رہی ہے وہ حقیقتاً محیر العقول ہے۔اور بادی النظر میں ایک مخالف احمدیت یہی سوچتا ہے کہ اس جماعت کے پاس یا تو کوئی مخفی خزانے ہیں اور یا پھر اسے کسی حکومت کی طرف سے کوئی امداد ملتی ہے۔اور اگر یہ بھی نہیں تو اس جماعت کے پاس جادوگر ہیں جو بزورسحر روپیہ پیدا کرتے ہیں۔اور اس کے مبلغین قادیان اور ربوہ سے اٹھتے ہیں اور بحری۔بری اور ہوائی سفروں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر کے حدود ارضی اور آفاق کو جا چھوتے ہیں اور تبلیغ اسلام کا ایسا غلغلہ برپا ہے کہ اپنے اور بیگانے اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔''مجذوب کی بڑ''ایک محاورہ ہے جو ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے۔جب کوئی ایسی بات کہی جائے جس کے پورا ہونے کا قطعاً کوئی امکان نہ ہو۔لیکن میں ایک ایسے مجذوب کی بڑ کا ذکر کرنے چلا ہوں جو واقعی پوری ہوئی۔اور میں اسوقت جبکہ یہ سطور تحریر کر رہا ہوں بڑی مسرت اور بہجت کے ساتھ یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جو عظیم الشان عمارت جماعت احمدیہ کے ذریعہ زیرتکمیل ہے اس کی مستحکم بنیادوں میں ایک مجذوب کی مخلصانہ بڑ بھی شامل ہے۔میں موصیوں کی پرانی مسلیں دیکھ رہا تھا ان میں وصیت نمبر 1413 کی ایک مسل شمس الدین صاحب معذور مجذوب کی ہے جو 1950ء میں فوت ہو چکے ہیں اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔یہ صاحب 1918ء سے قبل کے کسی سال میں کوہاٹ سے ہجرت کر کے قادیان آئے تھے۔اور آخر دم تک قادیان میں رہے۔اور درویشی کی سعادت پا کر 1950ء میں فوت ہوئے۔یہ اپاہج تھے اور ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں جس کا طول وعرض تین تین فٹ سے زیادہ نہ تھا پڑے رہتے تھے۔

جب یہ اپاہج تھے تو ظاہر ہے کہ ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا کسی نے دے دیا تو کھالیا ورنہ صبر شکر کر کے پڑے رہے۔لیکن قارئین کرام یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اس معذور احمدی نے اپنی ساری عمر معذوری کی حالت میں اس تین فٹ تین فٹ کی کوٹھڑی میں گزار دی۔اور جس کا کوئی ذریعہ آمد سوائے دست غیب کے نہ تھا۔نہ صرف زندگی بھر چندہ دیا بلکہ 1990ء تک کا چندہ وصیت ادا کر دیا۔اور یہ کوئی خیالی اور فرضی بات نہیں ہے بلکہ اس کی باقاعدہ رسیدیں مسل کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔میں جب مسل کے اس حصہ پر پہنچا جہاں رسیدیں لگی ہوئی ہیں تو میں ششدر رہ گیا۔اور سر بگریباں ہو کر بیٹھ گیا اور یہ سوچ کر کہ وہ رسید 1963ء سے لے کر 1970ء کے چندہ کی تھی۔میں سرتاپا عرق انفعال میں ڈوب گیا اور یوں محسوس ہوا کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں۔ذوق جستجو اور بھی بڑھا اور میں نے اگلی رسیدوں کو دیکھا۔میرے منہ سے بے اختیار۔الھم اغفر لہٗ۔ نکل گیا۔جب میں نے وہ رسید دیکھی جس پر لکھا تھا۔حصہ آمد 1986ء۔1987ء۔1988ء۔1989ء۔1990ء۔

اور میں ایک حق الیقین تک پہنچ گیا کہ یہی وہ جماعت ہے جس کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ مقدر ہے۔کیونکہ جب اس جماعت کا ایک معذور اور اپاہج آدمی قربانی کے میدان میں اس حد تک جا سکتا ہے جس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں اور جو اپنی ہمت سے ایک پائی بھی پیدا نہیں کر سکتا اور اسلام کی سربلندی کے لئے سالہاسال متواتر چندہ دیتا ہے تو اس جماعت کے کامیاب و کامران ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے۔بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ مجھے اس مسل میں ایسی رسیدیں بھی نظر آ رہی ہیں جو 1904ء اور 1905ء کے حصہ آمد کی ہیں۔یہ معمولی بات ہوتی اگر شمس الدین صاحب مرحوم نے پہلے وصیت کی ہوتی۔لیکن ان کی وصیت 1919ء کی ہے اور چندہ وصیت وہ 1901ء سے شروع کر کے ادا کر رہے ہیں۔یا یوں سمجھ لیجئے کہ وہ شخص جو بظاہر معذور تھا 1919ء میں وصیت کرتا ہے۔لیکن حصہ آمد 1901ء سے دیتا ہے۔اور 1990ء تک دیتا ہے۔گویا وہ تصویری زبان میں کہہ رہا ہے کہ

''کاش! میں حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے وقت اولین بیعت کنندگان میں ہوتا۔اور کاش! میں 1991ء تک زندگی پا کر اسلام کی خدمت کر سکتا!''

سوال یہ نہیں ہے کہ مرحوم شمس الدین صاحب کے چندے کی مقدار کیا تھی کیونکہ ایک معذور وفقیر بے نوا دے گا بھی کیا کچھ۔مگر سوال اس جذبہ کا ہے جو اس مخلص انسان کے دل میں بے قرار تھا۔اس نے اپنی ساری زندگی ایک چھوٹے سے کنج تنہائی میں گزار دی اور ان تنہائی کی طویل گھڑیوں میں اگر سوچتا رہا تو یہی کہ وہ اپنی دائمی معذوری کے باوجود اسلام کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔وہ چل نہیں سکتا تھا۔پہلو تک نہیں بدل سکتا تھا۔اس کی

زبان میں لکنت تھی۔لیکن اس کا دل متحرک تھا خدمت اسلام کے جذبہ کے لئے۔اس کی رسیدیں دیکھئے اس میں کتنا خلوص جھلک رہا ہے۔۔۔یعنی وہ آئندہ چھیالیس سالوں تک کا چندہ ادا کر رہا تھا۔ وہ ایک معذور شخص ہے۔اس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں۔اگر کوئی رحم دل رہگذر ترس کھا کر اسے کچھ دے جاتا ہے تو وہ اسے سنبھال کر رکھ دیتا ہے۔آخر اسے کوئی کیا دیتا ہو گا۔یہی پیسہ دو پیسے! لیکن وہ جمع کرتا ہے اور پھر اسے آئندہ سالوں کے چندہ میں دے دیتا ہے۔

یہی وہ جذبہ خلوص ہے جو جماعت احمدیہ کے اکثر افراد کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔اور کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا جذبہ رکھنے والوں کی جماعت بام کامرانی تک نہ پہنچے گی۔ پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی۔کیونکہ اس کے بے نوا فقیر بھی خدمت اسلام کے جذبہ سے معمور ہیں۔

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص92-88۔بدر جلسہ سالانہ نمبر 1961ء)

137 محترم بابا خدا بخش صاحب قلی درویش



یہ ایک اور صاحب ہیں بابا خدا بخش صاحب قلی۔یہ تقسیم ملک سے قبل ریلوے سٹیشن قادیان پر قلی کا کام کرتے تھے۔تقسیم ملک کے بعد درویش بن کر قادیان میں رہ گئے۔بوڑھے آدمی تھے اور نظر بھی کمزور تھی۔مگر دل کے دریچے کھلے تھے۔درویشی وظیفہ پاتے تھے جو نہایت ہی قلیل ہوتا تھا۔لیکن آپ کو تعجب ہو گا یہ دیکھ کر کہ بہشتی مقبرہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے مزار مبارک کی چار دیواری پر ایک کتبہ نصب ہے جو تعمیر چار دیواری بہشتی مقبرہ کے لئے چندہ دینے والوں کی فہرست پر مشتمل ہے۔اس فہرست میں سرفہرست ایک نام بابا خدا بخش صاحب قلی کا ہے۔جس کے سامنے 1387 روپیہ کی رقم لکھی ہے۔یہ وہی بابا خدا بخش صاحب قلی مرحوم ہیں جنہوں نے پائی پائی جوڑ کر ایک بڑی رقم بنائی۔اور تعمیر چار دیواری کی مد میں دے کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ جماعت جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عزم لے کر اٹھی ہے اس کے عزم کو ایک قلی سے لے کر بڑے تاجر تک کے خلوص اور جذبہ قربانی کی پشت پناہی حاصل ہے۔یا یوں کہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے جو غریبوں کے دلوں میں بھی قربانی کے بے پناہ جذبات بھر دیتا ہے۔

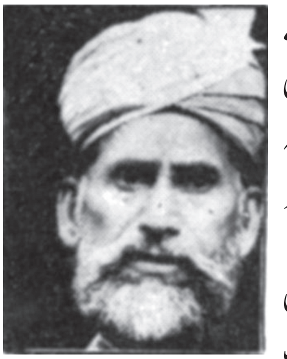
یہ تو ظاہر ہے کہ بابا خدا بخش صاحب قلی مرحوم نے ایک ایک پائی جمع کر کے یہ رقم بنائی تھی۔ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔جس کے لئے وہ جمع کرتے تھے بلکہ وہ صرف خدا کی راہ میں دینے کے لئے جمع کرتے رہے۔اور جذبہ تو دیکھئے کہ ایک معمولی قلی اور درویش نے ایک گراں رقم جمع کر لی۔اور اس عمل سے ثابت کر دیا کہ ننھی ننھی بے مایہ سی بوندیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، جن میں کوئی طاقت نہیں ہوتی۔لیکن جب وہ مجتمع ہوتی ہیں تو سیلاب بن جاتی ہیں۔اور بڑے بڑے مضبوط مکانوں اور بستیوں کو بہا کر لے جاتی ہیں۔

اور یہی وہ ننھی ننھی بوندوں کا اجتماع ہے جو جماعت احمدیہ کے غریب افراد کی جیبوں سے پائی پائی نکل کر ایک نقطہ مرکزی پر پہنچ کر سیلاب بن جاتا ہے۔اور ایک ایک پائی لاکھوں کا جزو بن جاتی ہے۔یہی وہ سحر ہے جو جماعت کے ہر فرد کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ نے پھونک دیا ہے۔اور آج ہماری جماعت خدا کے فضل سے ایک بڑی تنظیم کے ماتحت ایک قربان گاہ کے دہانے پر کھڑی ہے۔ایک آتا ہے اور اپنی قربانی دے کر چلا جاتا ہے۔اور دوسرا آتا ہے تو وہ اپنی قربانی دے جاتا ہے۔قربانیوں کا یہ لامتناہی سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ہمارے قلی بھی اٹھیں گے تو وہ حیرت میں ڈال دینے والی قربانیاں کریں گے۔اور ہمارے اپاہج بھی اٹھیں گے تو اسلام کی سربلندی کے لئے کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔اور جس جماعت کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ اس کے اپاہج اور قلی بھی ہراول دستوں میں شامل ہو جائیں، کون کہتا ہے کہ وہ ناکام ہو گی۔وہ ضرور کامیاب ہو گی۔کیونکہ اسے خدا کی تائید حاصل ہے۔!!

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص94-93۔بدر۔جلسہ سالانہ نمبر 1961ء)

"اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ۔اس لئے رکھا گیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام تھے۔ایک محمد ﷺ۔دوسرا احمد ﷺ۔" (تبلیغ رسالت جلد نہم۔ص90)

138 محترم دفعدار محمدؐ عبد اللہ صاحب گجراتی درویش



حضرت موسیٰ کا عصا آخر ایک بے جان لکڑی ہی تو تھا۔جس سے آپؑ بکریوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑا کرتے تھے۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس سے کام لینا چاہا تو یوں قدرت نمائی فرمائی کہ اسی عصا نے مصر کے شہرہ آفاق ساحروں کو مسحور و مفتوح بنا کر رکھ دیا۔قرآن حکیم نے اس قسم کی مثالیں دے کر ذہن انسانی کو اس طرف مبذول کرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب علویت اور اہمیت بخشنے پر آتا ہے تو اسی طرح ذروں کو آفتاب بنا دیا کرتا ہے۔اور خاک نشینوں کو وہ سر فرازیاں بخشتا ہے کہ وہ بالائے افلاک پرواز کرتے ہیں۔

کچھ اس قسم کی بظاہر بے جان کم پایہ اور ناکارہ لکڑیاں تھیں جو اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں آئیں۔اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لینا چاہا تو ان میں جان ڈال کر درویش بنا دیا جن کا وجود آج دنیائے احمدیت کے لئے باعث فخر وعزت بنا ہوا ہے۔اور خدمت دین کے یہ مواقع پانے پر ہمارے درویش بھائی اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی حمد کریں کم ہے۔درویشوں کا یہ قافلہ سفر زندگی پر رواں دواں ہے۔گزشتہ سترہ سالوں میں ہمارے کتنے ہی عزیز بھائی ہم سے جدا ہو کر اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہی خوش قسمت لوگ تھے جو اپنی منزل پر پہنچ گئے۔اور جو لوگ ابھی اپنی منزل سے دور ہیں بہر حال ان کا راستہ کٹھن اور دشوار گزار ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کا حافظ و ناصر رہے۔

اپنی منزل کو کامیابی اور خوش اسلوبی کے ساتھ پا لینے والوں میں ہمارے ایک عزیز اور بزرگ بھائی دفعدار محمدؐ عبد اللہ صاحب درویش بھی تھے۔ہمہ اوقات مسکراتا ہوا اور باوقار چہرہ۔سفید ریش،ستر سالہ سرخ رو نوجوان بغل میں رجسٹر دبائے۔ہاتھ میں کپڑے کا ایک چھوٹا سا تھیلا لئے جب دور سے نظر آیا کرتا تو دیکھنے والے جان لیتے تھے کہ یہ دفعدار محمدؐ عبد اللہ صاحب ہیں جو چندہ وصول کرتے پھر رہے ہیں۔پیسوں والی تھیلی اور رسید بک۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم کے حصے ہیں۔اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ ان دونوں چیزوں کے بغیر نظر آئے ہوں۔گلی میں۔بازار میں۔مسجد میں۔بہشتی مقبرہ آتے جاتے وقت جہاں کہیں مل جاتے یہ دونوں چیزیں ان کی ناک اور آنکھوں کی طرح ان کے ساتھ ہوتیں۔اور آج جب کے ہمارا وہ بھائی ہم سے جدا ہو گیا ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی درویش ان کا تصور کی سکرین پر رسید بک اور پیسوں والی تھیلی نظر نہ آئے۔جمعہ اور عیدین کے روز تو وہ دوسرے ایام کے مقابلہ میں زیادہ مصروف اور منہمک ہوتے تھے۔اور بقایا داروں کے پاس وہ یوں پہنچ جایا کرتے تھے۔جیسے باز اپنے شکار کی طرف جھپٹتا ہے جہاں دیکھو کسی نہ کسی درویش کو چندہ کے لئے گھیرے رہتے تھے۔میں سمجھتا ہوں کہ وہ پیدائشی سیکرٹری مال تھے۔انہوں نے ایام درویشی میں متواتر سالہا سال تک اس عہدہ پر اتنی اسلوبی سے اور محنت اور جنون کے ساتھ کام کیا ہے کہ لوکل طور پر تحصیل چندہ جات کے ہر موقعہ پر ان کی یاد در آیا کرے گی۔

ان کی اصل ڈیوٹی مرکزی لائبریری میں لائبریرین کی تھی۔دفتری اوقات میں وہ کتابوں کی عظیم الجثہ الماریوں میں گھرے ہوئے رجسٹرات کو ترتیب دیتے رہتے یا کتابوں کے ناموں کی چیٹیں لکھ لکھ کر لگاتے رہتے۔لائبریرین کا کام ایک مشکل کام ہے۔اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے اتنا خشک اور بظاہر سڑئیل سا کام ہے کہ ہر شخص کے بس کا روگ نہیں ہو سکتا۔لائبریری کے کمروں میں بڑی بڑی الماریوں کے سایوں سے پیدا ہونے والی نیم تاریکی میں گونگی کتابوں سے باتیں کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہو سکتا۔مرحوم دفعدار صاحب کی تعلیم بہت کم تھی۔اور لائبریرین کے کام سے قطعاً ناواقف تھے۔لیکن اس کے باوجود انہوں نے لائبریری کی ترتیب اور نگرانی میں اپنے مفوضہ فرائض کو جس ڈھنگ سے سالہا سال تک ادا کیا وہ ان کا حصہ تھا۔

اور بات وہی حضرت موسیٰ کے عصا کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو بے جانی بھی جان بن جاتی ہے۔مرحوم فتح پور ضلع گجرات (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔اور چونکہ یہ روایت سی چلی آتی ہے کہ ضلع گجرات کے لوگ سو فیصدی چور ہوتے ہیں۔اس لئے اس یقینی علم کے باوجود کہ مرحوم امانت و دیانت کے اعلیٰ مقام پر تھے،اکثر تکلف احباب انہیں چھیڑا کرتے تھے مثلاً

”دفعدار صاحب! سنا ہے آج مسجد اقصیٰ سے جوتی چوری ہو گئی ہے۔اور نام آپ کا لگ رہا ہے!“

اس پر وہ مسکرا کر کہتے کہ

”میں تو صرف جیبیں کاٹتا ہوں اور وہ بھی لوگوں کی مرضی سے۔“ (یعنی سیکرٹری مال کا کام کرتا ہوں)

اس طرح کے مزاحیہ تیر وہ برداشت بھی کرتے تھے اور خود بھی چلایا کرتے تھے۔ایک کام جسے مرحوم کا کارنامہ سمجھنا چاہئے یہ ہے کہ انہوں نے لگاتار دس سال تک مربی اطفال کا کام اتنی عمدگی سے کیا کہ ان کے انہماک کو دیکھ کر حیرت آیا کرتی تھی۔ چھوٹے بچوں سے نمازیں یاد کروانا۔اذان کرانا۔ نظمیں یاد کروانا۔انہیں مسجد میں لانا۔نماز کی ادائیگی کا طریق سکھانا۔صفوں میں بٹھانا۔اور نمازوں کے اوقات میں کنٹرول کرنا یہ سارے کام وہ بڑی محبت اور لگن کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بچے تو مرغی کے سنبھالنا بھی ایک مشکل مسئلہ ہے۔ چہ جائے کہ آدم زاد۔ چھوٹی عمر کے بچوں میں جو شوخیاں ہوتی ہیں۔ جو چلبلاپن ہوتا ہے اور نت نئی شرارتیں سوچنے میں وہ جو حیرت انگیز جدتیں اختیار کیا کرتے ہیں۔ان سے بڑے بڑے ماہرین تربیت کا دماغ چکرا جایا کرتا ہے۔لیکن آج قادیان کے سارے والدین کو اعتراف ہے کہ ان کے بچون کی تربیت اور نگرانی میں دفعدار صاحب مرحوم نے نمایاں اور پرخلوص کردار انجام دیا ہے۔ بسا اوقات بچوں نے مرحوم کے ساتھ اس قدر شوخیاں اور گستاخیاں کیں کہ اور ہوتا تو ایسے موقع پر بچوں کو زمین پر دے پٹختا۔لیکن وہ منجھا ہوا صابر بوڑھا سب کچھ برداشت کر کے بڑی ہمدروی کے ساتھ اپنا تربیتی کام کرتا چلا گیا۔گزشتہ جلسہ سالانہ تک مرحوم اتنے صحت مند و توانا تھے اور ستر سال سے تجاوز عمر کے باوجود اس قدر سرخ وسفید تھے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ اتنی جلدی ہم سے رخصت ہو جائیں گے۔لیکن اس کارگاہ حیات میں ایسے ناقابل یقین حادثات بھی ہو جایا کرتے ہیں۔اور اچھی صحتوں والے بلکہ عین عالم شباب میں موت کی وادی میں قدم رکھ کر اپنے پسماندگان کو اپنی زبان بے زبانی سے یہ سبق دے جاتے ہیں کہ۔''موت کا کوئی دن معین نہیں!''

تا کہ حساس دل عبرت پکڑیں اور اس زندگی عزیز کو غنیمت جان کر اس کے ہر لحہ کو مقصدیت کے لئے صرف کریں اور آنے والے کل کا کبھی اعتبار نہ کرتے ہوئے آج کا فائدہ اٹھائیں کہ خدا جانے کل آئے یا نہ آئے۔

مرحوم جلسہ سالانہ قادیان کے بعد عمدہ صحت کی حالت میں جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لئے گئے تھے۔اور وہیں ایک مہلک بیماری نے آدبوچا۔اور متواتر تین ماہ تک بعارضہ سرطان فریش رہے۔مرحوم کے ایک فرزند مرزا عبدالغنی صاحب نے اپنے بیمار والد کی تیمار داری اور خدمت کے لئے اپنی ملازمت سے استعفاد ے دیا اور ان کے پاس چلے آئے۔ دوسرے بیٹوں نے بھی حق خدمت ادا کیا۔لیکن مرحوم کی اس شدید خواہش پر کہ انہیں جلد قادیان پہنچا جائے۔ بیماری اور معذوری کی حالت میں ہی انہیں 26 مارچ کو قادیان بھجوا دیا۔اور یہاں اپنے درویش بھائیوں کو خدمت کا مختصر سا موقعہ دے کر وہ چار اپریل کو وہاں چلے گئے جہاں ہم سب نے ایک روز جانا ہے۔مرحوم موصی تھے (نمبر وصیت 10312) اسی رات کے دس بجے مرحوم کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں دفن کر کے درویش برادری سوگوار واپس آ گئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور جملہ پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔آمین۔

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص 99-95۔بدر۔30 اپریل 1964ء)

139 محترم بابا نور احمد صاحب باورچی درویش



ایک بہت ہی خوش قسمت درویش!میانہ قد جھکی ہوئی کمر۔وہ کمر جو لنگر خانہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سالہا سال خدمت کے باعث دہری ہو گئی تھی۔ سادہ دیہاتی وضع سفید ریش۔چہرے پر شرافت کے نمایاں آثار۔ٹھنڈی طبیعت۔میٹھی زبان۔خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے خادم خاص اور اس مقدس خاندان کی خدمت میں غرق۔یہ تھے بابا نور احمد صاحب باورچی مرحوم۔جو اپنا 25.5 سالہ درویشی دور نہایت خاموشی اور خلوص و متانت سے گزار کر 85 سال کی عمر میں بڑی سرخروئی کے ساتھ اپنے مالک حقیقی کے حضور 31 جولائی 1973ء کو پہنچ گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

باباجی مرحوم آج کے باباجی نہ تھے۔بلکہ ابتدائے درویشی سے ہی وہ باباجی کہلاتے تھے۔وہ اس لحاظ سے بہت ہی خوش قسمت تھے کہ نہ صرف خود انہیں درویشی کی سعادت حاصل ہوئی بلکہ ان کے ایک فرزند نذیر احمد صاحب ٹیلر اور ایک داماد فضل الرحمٰن صاحب بھی ابتداء سے ہی درویش تھے۔اور آج تک یہاں قادیان میں ہی اپنے بیوی بچوں سمیت مقیم ہیں۔باباجی مرحوم کے دو اور فرزندوں کو بھی کچھ عرصہ درویشی کے ایام گزانے کی سعادت نصیب ہوئی۔لیکن بہ تقاضائے حالات وہ بعد میں پاکستان چلے گئے تھے۔

بابا جی مرحوم ایک طویل عرصہ تک خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے مختلف گھرانوں میں نجی باورچی کے طور پر کام کرتے رہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ عمدہ کھانا پکانے کے ماہر تھے۔ لیکن ان مقدس خاندانوں میں کام کرنے کی وجہ سے بابا جی کے اخلاق پر جو اثر پڑا اور تادم آخر قائم رہا وہ یہ تھا کہ وہ نیکی اور تقویٰ کا مجسمہ تھے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی ورد زبان رہتا تھا۔ وہ قریباً پندرہ سال تک خاکسار کے ہمسایہ رہے اور مجھے ان کو بہت قریب سے دیکھنے کے مواقع ملتے رہے۔ موسم گرما کے ایام میں وہ میرے مکان سے باہر ملحقہ میدان میں سویا کرتے تھے۔ اور قرآن پاک کے جو حصے یاد تھے، تلاوت کرتے رہتے یا درثمین کی نظمیں ایک لے کے ساتھ پڑھا کرتے۔ اس بڑھاپے میں بھی انہیں درثمین کی نظمیں، قرآنی آیات اور دعائیں یاد کرنے کا شوق تھا۔ کسی سے کاغذ پر یہ چیزیں لکھوا لیتے اور حفظ کرتے رہتے۔ چلتے پھرتے راستے میں جو بھی مل جاتے کاغذ کا پرزہ اس کے ہاتھ میں دے دیتے اور کہتے ذرا پڑھ کر بتا دو۔ اور پھر حفظ کرنے لگتے۔ گو وہ ان پڑھ تھے۔ لیکن میں نے مدتوں انہیں اشعار و آیات پڑھتے سنا۔ اور ان کا تلفظ بالکل درست ہوتا۔

بابا جی مرحوم کی اہلیہ مائی حسین بی بی صاحبہ جب چند سال قبل فوت ہوگئیں تو اس کا بابا جی کی صحت پر اثر پڑا۔ کچھ تو اس لئے کہ طویل زندگی کا ساتھی جدا ہو گیا۔ اور کچھ اس لئے مائی حسین بی بی بابا جی کی بہت خدمت کرتی تھیں۔ اور روزانہ مالش کیا کرتی تھیں، مائی حسین بی بی کی وفات کے بعد جب بابا جی کے زخم ذرا مندمل ہو گئے تو اس لئے کہ بابا جی میرے ہمسایہ تھے اور میرے ساتھ بے تکلفی سے ہنسی مزاح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ میں انہیں کہتا کہ بابا جی! مائی حسین بی بی کا کوئی خط آیا ہے؟ وہ ہنس کر کہتے، تمہیں بھی کسی روز تمہاری بیوی کا خط آ جائے گا۔ اور اس حقیقت کو کون انکار کرسکتا ہے کہ اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے جلد یا بدیر اس کے مرحومین کی طرف بلاوا آنے والا ہے۔ بابا جی کی اہلیہ مائی حسین بی بی بہشتی مقبرہ میں دفن ہیں۔ میں کئی دفعہ بابا جی کو چھیڑتا، بابا جی! مائی حسین بی بی کا خط آیا ہے، لکھا ہے کہ میں نے یہاں مکان تعمیر کرلیا ہے۔ بابا جی کو جلد بھیج دو۔ بابا جی اس سے چڑتے نہیں تھے بلکہ ہنس کر وہی جواب دیتے، کسی وقت تمہاری مرحومہ بیوی کا خط بھی تمہارے نام آ جائے گا۔

گو بابا جی اپنی زندگی کے آخری سالوں میں کافی کمزور ہو چکے تھے۔ لیکن متحرک رہتے تھے۔ ان تمام گھروں میں جن کے ساتھ بابا جی کے بزرگانہ مراسم تھے قریباً روزانہ جاتے۔ وہ جب موسم گرما میں اپنے بوجھل بڑھاپے کو قریباً گھسیٹتے ہوئے دو منزلہ مسجد مبارک کی اوپر کی چھت پر پہنچتے تو کئی نوجوانوں کی سستیوں کے لئے تازیانہ بن جاتے۔ گو وہ ریٹائر ہو چکے تھے۔ اور بڑھاپے نے اعضاء کو کمزور کر دیا تھا۔ لیکن جب سالانہ جلسوں پر ان کی خدمات کی ضرورت پڑتی تو وہ بڑے شوق سے انجام دیتے۔ اور اپنی جھکی ہوئی کمر کے ساتھ سالن کی دیگوں کے اردگرد چکر لگاتے۔

چند سال قبل بابا جی فرش پر سے پھسل کر گر پڑے تو کولہے کی ہڈی میں بال آ گیا۔ لوکل علاج راس نہ آیا۔ تو بابا جی کو امرتسر وی۔ جے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن وہ بابا جی جنہوں نے ایک انتھک اور متحرک زندگی گزاری تھی۔ انہیں ہسپتال کے بیڈ پر لیٹے رہنا سخت دوبھر تھا۔ وہ ڈاکٹری مشورہ کو نظر انداز کر کے واپس قادیان آ گئے۔ یہاں کافی دنوں تک علاج ہوا۔ لیکن آخر وہ وقت موعود آ گیا۔ جس کا کوئی علاج آج تک ڈاکٹروں سے نہیں ہو سکا۔ بیماری کے ایام میں ان کے بیٹے اور بیٹی اور داماد نے بہت خدمت کی۔ خاص طور پر ان کی بیٹی اللہ رکھی صاحبہ نے اپنے بوڑھے بزرگ باپ کی بہت دعائیں لیں۔ یوں تو بیماری کے آخری ایام میں وہ کئی روز تک زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہے۔ لیکن میرا ذوق کہتا ہے کہ انہیں گویا کسی کا انتظار تھا۔ یہ ذکر ابتداء میں ہو چکا ہے کہ بابا جی خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے خادم خاص تھے۔ ہمارے حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ان ایام میں دورہ پر باہر تھے۔ وہ 31 جولائی 1973ء کو واپس تشریف لائے۔ وہ امرتسر میں ٹرین سے اتر کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ عین اس وقت جب کہ صاحبزادہ صاحب قادیان کی حدود میں داخل ہوئے، بابا جی اپنے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ اور یوں ہمارے ایک بزرگ درویش ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ بابا جی مرحوم موصی تھے، نماز جنازہ کے بعد انہیں بہشتی مقبرہ قطعہ نو میں دفن کر دیا گیا۔

"بہت آگے گئے، باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں!"

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص103-100۔ بدر۔ یکم نومبر 1973ء)

140 محترم یونس احمد صاحب اسلم درویش

میں تو اسے شہید کہوں گا۔



اگر کوئی شخص راہ حق میں خلوص، محبت، وفا اور لگن کے ساتھ انتھک کوشش کرتا چلا جائے تو وہ مجاہد ہوتا ہے۔ اور اپنے مجاہدہ کو اس کی حقیقی معراج تک پہنچاتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دے تو وہ شہید ہوتا ہے۔ ہمارا اکیس سال سے دیرینہ مخلص ساتھی اور درویش بھائی یونس احمد اسلم بھی یقیناً اسی زمرہ کا ایک فرد تھا۔ جو مسلسل کئی ماہ تک ایک متالم اور دردناک کیفیت میں بستر مرگ کا حلیف رہ کر 15 جون 1968ء کو بہشتی مقبرہ کی مقدس اور مبشر سرزمین میں آسودہ خاک ہوا۔ اور ہمارے محلہ احمدیہ کے مختصر سے ماحول کو بیحد افسردہ بنا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ حضرت موسیٰ کا عصا کیا تھا؟ کسی درخت کی ایک عام اور حقیر سی شاخ بریدہ ہی تو تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس سے کام لینے کا فیصلہ فرما دیا تو بڑے بڑے نامور ساحروں کا طنطنہ اور طمطراق خاک میں مل گیا۔ اور اسی حقیر سی لکڑی کے ذریعہ سے ایک زندہ جاوید معجزہ رونما ہوا۔ یہی حال ہمارے بہت سے درویش بھائیوں کا بھی ہے۔ درحقیقت ہم میں سے اکثر درویش اپنی عالمگیر احمدیہ برادری کے بے حقیقت اور حقیر افراد تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان سے سلسلہ کی خدمت لینے کا فیصلہ فرمایا تو مختلف اشجار احمدیت کی ان شاخہائے بریدہ کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور یوں موجودہ زمانہ کا ایک معجزہ حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ رونما ہوا یعنی ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے بیحد غیر معمولی حالات میں ان درویشوں کو احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں رہ کر خدمت کی توفیق عطا کی اور دوسری طرف وہ تین سو تیرہ کے مقدس اور تاریخی عدد کے اجزاء ہو کر حضرت مصلح موعودؓ کی صداقت کا نشان بن گئے۔ انہی میں سے ایک ہمارے درویش بھائی یونس احمد اسلم بھی تھے۔ وہ کچھ زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھے۔ مگر اپنی ذاتی قابلیت کے باعث دفتری کاموں کا ایک سلیقہ رکھتے تھے۔ اور سلیقے کے ساتھ جب خلوص شامل ہو جائے تو وہ ایک اعتماد اور یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ مرحوم کے اندر خلوص بھی تھا اور خوش سلیقگی بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جس دفتر میں بھی کام کیا اپنے افسران کو مطمئن رکھا۔

مرحوم کی شادی 1951ء میں مکرم ماسٹر حبیب احمد صاحب آف بریلی کے ہاں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو کثیر اولاد سے نوازا موجودہ دور میں جبکہ ہمت شکن مہنگائی کا عصریت کم تنخواہ داروں کو نگلتا چلا جا رہا ہے۔ قدرتی طور پر تو اسلم صاحب مرحوم کی کثیر العیالی ان کے لئے پریشانی کا باعث ہونی چاہئے تھی۔ لیکن وہ باہمت انسان ہمیشہ اپنی کثیر العیالی پر بھی نازاں رہا۔ مہنگائی ہر سال تیز رفتاری سے بڑھتی رہی۔ اور ادھر ہر سال مرحوم کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوتا رہا۔ مرحوم کو سولہ سالہ ازدواجی زندگی میں دس بچے پیدا ہوئے۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہیں۔ (اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان سب کا حافظ ناصر ہو) اس ازدواجی زندگی کے سولہ سال میں کچھ عرصہ اسلم مرحوم خود بیمار رہے۔ اور کچھ عرصہ ان کی اہلیہ بیمار رہیں۔ باقی عرصہ کی اگر اوسط نکالی جائے تو مرحوم کے ہاں فی سال ایک بچہ تولد ہوا۔ مگر تعجب اور آفرین ہے اس شخص پر بچوں کی یہ کثرت اور آمدن کی قلت مرحوم کے ماتھے پر شکن نہ ڈال سکی۔ مرحوم کی طبیعت میں بے حد مزاح تھا۔ چنانچہ جب کبھی بچہ تولد ہوتا تو بڑی شگفتگی اور شان بے نیازی کے ساتھ اپنے احباب کو یہ مژدہ سناتے۔ ہر نیا دن صبر آزمائی مہنگائی کا پیغام لئے غرباء کے دروازے پر ایک خوف پیدا کرنے والی دستک دیتا رہا۔ نتیجہ؟ ظاہر ہے وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا یعنی ہمارا یہ درویش بھائی اپنی کثیر العیالی کے بوجھ تلے دبا ہوا گرانی کے اژدہا کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ مگر آفرین ہے اس باہمت اسلم پر کہ وہ گھبرایا نہیں۔ اس کی پیشانی شکنوں سے نا آشنا رہی۔ اور وہ اپنی صحت اور منحنی سے جسم کی پرواکئے بغیر تلاش روزگار کے لئے مختلف میدانوں میں اپنی ہمت کی کمندیں پھینکتا چلا گیا اور مسلسل کئی برس تک ملک خدا تنگ بیست پائے مرا لنگ نیست

کا عملی نعرہ لگاتا ہوا فرشتہ خوراک کے نُوش قدم کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ ابتداء میں مرحوم نے سینٹ ساز کا کام کیا۔ چنانچہ سیون فلاورز۔ Seven Flowers کے نام سے ایک سینٹ تیار کیا۔ مگر وہ کچھ زیادہ کامیاب نہ رہا۔ یا شاید اس کے لئے فلاورز (بچے) سات کی تعداد سے بڑھنے کے آثار تھے۔ مرحوم نے اپنے فارغ اوقات میں مختلف ادوار میں Side Business کے کئی پروگرام بنائے اس نے اپنے مکان کے احاطہ میں ایک مرغی خانہ کھولا۔ اور اپنی ہمت کے مطابق اس پر رقم بھی خرچ کی اور پسینہ بھی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے انڈوں کی خرید و فروخت کا کام بھی شروع کیا۔ وہ روزانہ قادیان اور مضافات سے انڈے خرید لاتا۔ اور بٹالہ اور امرتسر جا کر فروخت کرتا۔ دفتری اوقات کے بعد یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا۔ اور غیر معمولی مشقت

طلب تھا۔لیکن داد دینی چاہئے مرحوم کی ہمت کی کہ وہ ایک عزم اور لگن کے ساتھ روزانہ منجمد کر دینے والی سردی مین صبح سویرے دیہات جاکر انڈے خرید کر لاتا رہا۔لیکن بالآخر جب پنجاب بھر کے مرغی خانے فیل ہو گئے تو مرحوم ایک بالکل انوکھے رنگ میں سرگرم عمل ہوا۔اور ایک روز اچانک ہم نے دیکھا کہ ہمارا یہ بھائی سٹیتھ سکوپ گلے میں لٹکائے اور دوائی کی چند شیشیاں سفری بیگ میں ڈالے ایک پرانے مگر تیل سے چپڑے ہوئے سائیکل پر کہیں جارہا ہے۔بھئی کہاں جاتے ہو۔وہ مسکرادیا۔اب میں ڈاکٹر بن گیا ہوں اور فلاں گاؤں میں جایا کرتا ہوں۔اور وہ مختصر سا انسان بچوں کی پرورش کا ایک آہنی عزم دل میں لئے مئی جون کی جھلسا دینے والی دوپہروں میں قادیان سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر روزانہ ایک گاؤں میں جاکر دیہاتی مریضوں کی ڈاکٹری کر کے شام کو تھکن سے چور واپس آتا۔پھر معلوم ہوا کہ اب وہ صرف ایک گاؤں میں نہیں بلکہ کئی کئی دیہات کا چکر لگا آتا ہے۔

رزق حلال اور پھر بچوں کی اتنی بڑی تعداد کے لئے پیدا کرنا اس دور کا ایک سنگین مسئلہ سہی لیکن اسلم مرحوم کا کردار بتاتا ہے کہ اس کے دل میں درد تھا۔ اپنی اولاد کے لئے۔اور ایک عزم تھا اپنی اولاد کو رزق حلال سے پالنے کے لئے۔وہ ایک کمزور صحت اور نازک طبع انسان تھا۔مگر بعض اوقات تو اس نے بلا مبالغہ روزانہ بیس بیس پچیس پچیس میل کا سفر سائیکل پر لو اور سردی میں کیا۔اسلم مرحوم نے بے شمار تدبیروں سے اپنی اس پریشانی کے ازالہ کی کوششیں کیں۔سینٹ بنایا۔مرغی خانہ کھولا۔بھینس پالی۔طبابت کی۔ڈاکٹری کی۔سرمہ بنایا۔منجن تیار کیا۔کاجل بنایا۔انڈوں کا کاروبار کیا۔اپنے والد محترم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم کے کچھ کتابچے (مثلاً شیطان کا نفرنس وغیرہ) شائع کئے۔مرحوم نے کیا کچھ نہیں کیا جو اسے کرنا چاہئے تھا۔

وقت کے تیز دھارے اور غیر معمولی محنت کے اثرات وعواقب سے کون بچ سکتا ہے۔یوں تو یہ اثر کافی عرصہ پہلے سے ہو رہا تھا چنانچہ مرحوم نے سامنے کے کئی دانت چالیس سال کی عمر ہی میں مصنوعی لگوائے تھے۔لیکن موجودہ سال کے شروع میں اس غیر معمولی محنت کا شدید عمل ہوا۔اور اسلم مرحوم بیمار ہو گیا۔دراصل بیماری تو ایک عرصہ سے اندر ہی اندر دیمک کی طرح اس کے جسم کو چاٹ رہی تھی۔وہ خود بھی یہی سمجھتا تھا اور اس کے معالجوں کا خیال بھی یہی تھا کہ اس کے پیٹ میں جو درد اٹھا کرتا ہے وہ معمولی سا عارضہ ہے۔لیکن امرتسر کے وی۔جے ہسپتال میں ماہر ڈاکٹروں نے معائنہ کر کے بتایا کہ اسے تو کینسر ہے۔اور کینسر بھی آخری سٹیج پر پہنچا ہوا جبکہ علاج بھی بے فائدہ ہو چکا تھا۔چنانچہ ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر چونکا دیا کہ کینسر مایوس کن حد کو پہنچ چکا ہے۔لہٰذا مریض کو واپس لے جاؤ۔اور اسے اپنے گھر میں زندگی کے آخری ایام گزارنے دو۔اور یوں وہ اپنے مکان کے ایک گوشے میں اپنی زندگی کے آخری ایام گزارتا رہا۔ضعف ونقاہت نے اس کے جسم وجاں کا یہ عالم بنادیا تھا کہ بخدا اس کی طرف دیکھ کر ایک دردمند دل برداشت نہ کرسکتا تھا۔سرطان کے ساتھ ہی خون کی کمی کے باعث اسے یرقان بھی تھا۔آنکھیں زرد۔جسم پیلا۔یہ کیفیت دیکھ کر درویش برادری اپنے بھائی کے لئے درد دل سے دعائیں کرتی رہی۔مگر وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا اور آخر قدرت نے اسے کہہ دیا کہ تو نے اپنی کمسن اور کثیر اولاد کے لئے بیحد محنت کی ہے۔اب تو آرام کر۔ابدی آرام۔اور ہم نے باچشم پرنم 15جون 1968ء کو اپنے مخلص درویش بھائی کو اس کی ابدی آرام گاہ بہشتی مقبرہ میں پہنچادیا۔

اسلم مرحوم بہت ہنس مکھ اور بڑی ہی اعلیٰ مزاحیہ طبیعت کا مالک تھا۔وہ ہنسی اور مزاح کے شگوفے چھوڑتا اور دوستوں کے میٹھی چٹکیاں لیتا تھا۔وہ اپنے تمام درویش بھائیوں کی رنج وطرب کی محفلوں میں باقاعدہ شریک ہوتا تھا بیماروں کی احوال پرسی اور تیمارداری مرحوم کا طرہ امتیاز تھا۔

1950ء سے 1953ء تک کے قریب ساڑھے تین سال کا عرصہ درویشوں کی شادیوں کا دور تھا۔ہر چند روز کے بعد کوئی نہ کوئی درویش یا تو شادی کے لئے جارہا تھا۔یا شادی کر کے واپس آرہا تھا۔ان کی الوداعی اور استقبالی تقریبات میں مرحوم نے اپنے اوپر گویا فرض قرار دے لیا تھا کہ ہر درویش کو اس کی روانگی اور واپسی پر پھولوں کے ہار بڑے اہتمام اور محبت سے پہنایا کرتے تھے۔اس کے علاوہ ہر شادی شدہ جوڑے کے مکان کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا کرتے۔اور پھر ہر نئے شادی شدہ جوڑے کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت پر مدعو کرتے۔اس کے علاوہ جلسہ سالانہ کے موقع پر یا سال کے عام دنوں میں سلسلہ کے جو مہمان آتے ان کی حسب توفیق تواضع کرتے۔مرحوم کی آواز میں سوز اور درد تھا۔چنانچہ سالانہ جلسوں کے علاوہ دوسرے تمام جلسوں اور تقریبات میں خوش الحانی سے نظمیں پڑھا کرتے۔اور سامعین کو محفوظ کرتے۔

یوں تو تمام شریف احمدی اپنے اپنے گھروں کے کاموں میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔لیکن اسلم مرحوم میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔اس لئے کہ اس گھر میں تو قریباً ہر سال اس کا موقع پیدا ہوتا تھا۔مرحوم کی اہلیہ جس نے مرحوم کی خدمت اور تیمارداری کا حق واقعی طور پر ادا کر دیا نے خواتین سے ذکر کیا ہے کہ مرحوم اتنے معمور الاوقات ہونے کے باجود گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹایا کرتے۔درویشی کی ایک خاص چیز کے ذکر کا شاید یہی موقعہ ہے۔یہاں درویش کا اپنے بیوی بچوں کے علاوہ کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔نہ ماں،نہ باپ،نہ بہن،نہ بھائی،نہ چچا نہ خالو،نہ بھتیجہ نہ بھانجہ،ظاہر ہے کہ جب ان درویشوں کی بیویاں زچگی یا عام بیماری سے فریش ہوتی ہیں تو درویشوں کو اپنے دفتری فرائض کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کے علاوہ باورچی خانہ کا سارا چارج بھی سنبھالنا پڑتا ہے۔

پھر پریشانیوں اور مشکلات کے موقع پر اگر رشتہ دار قریب ہوں تو ان سے ملنے کے مواقع موجود ہوں تو وہ رشتہ دار دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ گویا وہ رشتے جن کا قرب طبعاً ایک تکلیف زدہ کے لئے سکون کا سامان پیدا کر دیتا ہے ہم سب درویشوں سے دور ہیں۔ اور کسی تکلیف کی اطلاع ملنے پر بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اب دیکھئے نا۔ کتنا دردناک ہے یہ واقعہ کہ مرحوم اسلم یہاں قادیان میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے اس کی خطرناک بیماری کی اطلاعات خطوط اور تاروں کے ذریعہ سے اس کے دور افتادہ بوڑھے والدین کو مل رہی ہیں۔ وہ جی جان سے چاہتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ اپنے جگر گوشے کے پاس جلد از جلد پہنچ جائیں۔ ادھر وہ پاسپورٹ اور ویزا کے حصول کی کوشش کرتے ہیں ادھر ان کا لخت جگر شدت مرض کے کرب کے ساتھ ہی اندوہ انتظار میں مبتلا ہے۔ ان مجبور اور بوڑھے والدین کی کیا کیفیت قلبی ہوگی جب انہیں معلوم ہوا ہوگا کہ اندھے قانون کی بے رحم اور سنگین دیواریں درد میں ڈوبے ہوئے والدین اور زندگی کی آخری گھڑیاں گزارتے ہوئے بیٹے کے درمیان حائل ہوگئیں۔ بیٹا دم واپسیں تک انتظار کرتا رہا۔ مگر کوئی نہ آسکا۔ اور جب ان دکھ اور ہجر کے مارے ہوئے والدین کو اپنے فرزند عزیز کی وفات کی المناک اطلاع ملی ہوگی تو ان کے کلیجوں پر چھریاں چل گئی ہونگی۔ اور اس ناقابل برداشت صدمے سے ان کی بوڑھی کمریں جھک جھک گئی ہوں گی۔

مجھے جہاں مرحوم کے تمام اعزہ و اقرباء سے دلی ہمدردی ہے وہاں میں خاص طور پر مرحوم کے والدین کو قابل مبارکباد بھی سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی کو قبول فرمالیا۔ پنجابی زبان کی ایک کہاوت ہے۔ بھریا اوس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے۔

اور مرحوم کی وفات قابل رشک ہے اس لحاظ سے کہ وہ اپنے عہد وفا کو پورا کر گیا اور اسے بہشتی مقبرہ کے قطعہ نو حصہ نمبر پانچ کی قبر نمبر ایک میں دفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت سے نوازے اور اس کے تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ اور ہم۔ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ کا انجام بھی بخیر کرے آمین۔ (وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص111-104۔ بدر۔ 11 جولائی 1968ء)

141 محترم میاں شیر محمدؒ صاحب پونچھی درویش

گلدستہ ساز کی گلدستہ سازی دیکھئے کہاں کہاں سے اور کس کس رنگ کے پھول لاکر اس میں ٹانکے ہیں۔ یہ تنوع دیکھئے اور یہ رنگ برنگی دیکھئے۔ یہ ہیں ایک نیم گلابی پھول ہمارے بھائی میاں شیر محمدؒ صاحب پونچھی مرحوم۔ اصل وطن پونچھ تھا۔ اور تقسیم ملک سے قبل ہی سے قادیان میں مقیم تھے۔ تقسیم کے بعد خدمت مرکز کی سعادت حاصل کرنے کے لئے قادیان میں ٹھہر گئے۔ نہایت سادہ لوح خاموش طبیعت اور بے ضرر انسان تھے۔ چھوٹا قد۔ دوہرا بدن۔ رنگ سرخ و سپید۔ چونکہ پہاڑی آدمی تھے اس لئے پہاڑی طرز کا لباس پہنتے تھے۔ ان پڑھ تھے صرف دستخط کر سکتے تھے۔ دفاتر میں ڈاک کی تقسیم کا کام کرتے تھے۔ ڈاک کی تقسیم کے سلسلہ میں ایک خاص زبان استعمال کرتے تھے۔ اور وہ زبان بقول راقم ملکوتی زبان تھی۔ انہوں نے مختلف دفاتر کے لئے مختلف نشانیاں بنا رکھی تھیں جنہیں حروف کہنا مشکل ہے۔ جس وقت ڈاک ان کے حوالے کی جاتی تو محرر ڈاک کو پھیپھڑوں کا زور لگا کر ایک بیان دینا پڑتا تھا جسے آس پاس کے تمام دفاتر سنتے تھے۔ کیونکہ مرحوم بہرے تھے۔ اب محرر ڈاک زور زور سے بتا رہا ہے کہ یہ چٹھی نظارت علیا کی ہے۔ یہ چٹھی نظارت بیت المال کی ہے وغیرہ۔ اور مرحوم خاص اپنی ملکوتی زبان میں پنسل کے ساتھ ہر چٹھی پر نشان لگاتے جا رہے ہیں۔ یہ سب نشان لگا کر وہ ڈاک تقسیم کرنے روانہ ہو جاتے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ڈاک کی تقسیم میں غلطی نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنے لگائے ہوئے نشانوں کے مطابق صحیح تقسیم کرتے تھے۔ ان کے نشانات حروف اور لکیروں کے بین بین کوئی چیز ہوتی تھی۔

مرحوم چونکہ پہاڑی علاقے کے تھے اس لئے بکریاں پالنے کا خاص شوق تھا۔ اپنی ساری درویشی میں تین بکریاں ہمیشہ رکھیں۔ اور دفتری اوقات کے بعد ان کو چرانے لے جاتے۔ گو اس میں مرحوم کو کوئی نفع کبھی نہیں ہوا۔ لیکن ایک شغل یا عادت کے طور پر بکریاں ضرور رکھتے تھے۔ مرحوم کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ وہ دو بھائی بطور درویش یہاں رہتے تھے۔ مرحوم کے دوسرے بھائی میاں نور محمد صاحب پونچھی ہیں۔ جو اس وقت ہمارے احمدیہ ہسپتال میں مددگار کارکن کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ انہیں اپنے بھائی کی وفات کا بہت صدمہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر دے اور حافظ و ناصر رہے۔

مرحوم کے گلے میں سرطان ایک لمبے عرصے سے تھا۔ اور پہلے تو یہ بے ضرر تھا۔ لیکن گزشتہ سال سے بہت بڑھ گیا تھا۔ اور گلے کی رگیں پھولنے لگی تھیں۔ چنانچہ اس کے اپریشن کے لئے مرحوم پاکستان گئے اور میو ہسپتال میں داخلہ لے کر اپریشن کروایا۔ لیکن افسوس کہ سرطان کافی پھیل گیا تھا۔ اور اپریشن کامیاب نہ ہو سکا۔ اور ہمارا یہ بھائی 19 مئی 1962ء کو میو ہسپتال لاہور میں فوت ہو گیا۔ اور نعش ربوہ لے جا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کی گئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص148-147۔ بدر۔ 11 اکتوبر 1962ء)

142 محترم نذر محمدؓ خان صاحب افغان درویش

گلدستے کے پھولوں کا تنوع دیکھئے، قادر مطلق نے کہاں کہاں سے پھول لا کر اس میں سجائے۔ان کے رنگوں اور بوقلمونی کو دیکھ کر ایمان کی منزل طے کرنے کے لئے ایک پر کیف مسرت کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔یہ عجیب وغریب اور بے مثل قسم کے پھول ہیں جو افغانستان کی سنگلاخ زمین میں کھلے اور ماہر گلدستہ سازنے اسے یہاں کے گلدستہ میں لا سجایا۔نذر محمدؓ خان صاحب مرحوم اخلاص، محنت اور جفاکشی کا مرقع۔بیلچہ کندھے پر اور کدال ہاتھ میں۔ہر وقت محنت کا کام کرنے کے لئے تیار۔صبح،شام،رات انہیں سوائے نمازوں کے اوقات کے کسی وقت کا کوئی امتیاز نہ تھا۔بعض اوقات سحری کے وقت کھدائی کا کام شروع کرتے اور درمیان میں نمازوں کے اوقات میں نمازیں پڑھ کر یا کھانا کھا کر رات گئے تک کام میں جتے رہتے۔سخت جسم اور سخت جان تھے۔ٹھیٹھ افغان تھے اور ٹھیٹھ پشتو بولتے تھے۔ان کی بات وہ شاید خود ہی سمجھتے ہوں سننے والے کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔چونکہ مخلص بھی تھے اور بارعب چہرے مہرے کے مالک تھے اور پھر خالص پٹھان! مخاطب دیر تک بات سننے پر مجبور ہوتا تھا۔گو ان کے الفاظ کے معانی کے لئے کوئی لغات مدد نہ دے سکتی تھی۔مجذوب قسم کے انسان تھے اور اپنی مرضی سے جہاں چاہتے کھدائی کا کام شروع کر دیتے۔لیکن قارئین کے لئے یہ بات شاید عجیب ہو کہ ایم نذر محمدؓ خان مرحوم اکیلا دس پندرہ آدمیوں کے برابر کام کرتا تھا۔ایک بار بہشتی مقبرہ میں جب نئی پختہ دیوار تعمیر ہو چکی اور پرانی خام دیوار کی مٹی کے بڑے بڑے ڈھیر دیوار کی اندرونی طرف بے ترتیب صورت میں پڑے رہ گئے تو اس مٹی کو ہموار کرنا اتنا بڑا کام تھا کہ ہم کئی بار سوچا کرتے تھے کہ وقار عمل کے ذریعہ سارے درویشوں کو چند روز لگا کر یہ کام سرانجام دیا جائے۔ایک روز کسی کو خیال آیا کہ اگر نذر محمدؓ خان صاحب کو کسی طرح اس کام پر امادہ کیا جائے تو وہ اکیلے اس کام کے لئے کافی ہونگے۔لیکن سوال یہ تھا کہ اس خالص افغان سے کہے کون۔آخر حجرت مرزا وسیم احمد صاحب سے عرض کیا گیا خان صاحب آپ کے بغیر کسی کی بات نہ مانیں گے۔چنانچہ آپ کے فرمانے پر خان صاحب مان گئے۔اور سینکڑوں آدمیوں کا تین روز کا کام اس اکیلے شخص نے چند روز میں ختم کر کے ہمیں دانتوں تلے انگلیاں دبانے پر مجبور کر دیا۔

اس سے ایک اور لطیف بات بھی نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے ہر فرد کو خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے ہر فرد کے ساتھ محبت اور عقیدت ہے۔اور دلوں کی گہرائیوں میں فرمانبرداری کے جذبات ہیں۔نذر محمدؓ خان صاحب مرحوم ایک مجذوب آدمی تھے۔اور صرف اپنی لے اور دھن کے آدمی تھے۔لیکم حضرت صاحبزادہ موصوف کے فرمانے پر فوراً تعمیل کی۔حالانکہ جیسا کہ اکثر مواقع پر ہوا۔اگر کوئی دوسرا کہتا تو اسے یقیناً یہ جواب ملتا کہ۔ خو! ہم تمہارے باپ کا نوکر ہے؟

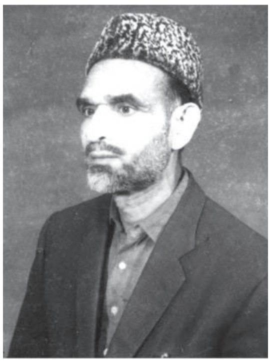
مرحوم کا تکیہ کلام تھا۔الاعمال بالنیات۔اور قریباً ہر فقرے اور جملے میں یہ الفاظ بولتے تھے۔اس سے ظاہر ہے کہ مرحوم نیک نیت اور مخلص انسان تھے اور آخر اس کا اجر یوں پا گئے کہ ایک روز صبح سویرے بہشتی مقبرہ کی سڑک والے پل کے قریب کھجور کے درخت پر چڑھ گئے۔لیکن چونکہ درخت کے کھونٹے کمزور تھے،ایک کھونٹے پر پاؤں رکھا تو وہ ٹوٹ گیا۔درخت عین ڈھاب کے کنارے پر تھا۔ گرتے ہی لڑھک کر ڈھاب کے پانی میں چلے گئے۔بلندی پر سے گرنے کی وجہ سے شدید چوٹیں آئی تھیں۔اور چوٹیں لگتے ہی پانی میں گرے اس لئے خون جم کر رہ گیا۔اور پورے چوبیس گھنٹے بیہوش رہ کر منزل مقصود پر پہنچ گئے۔گویا ایک بلندی سے گرے تھے اور دوسری بلندی پر چڑھ گئے۔یعنی بہشتی مقبرہ میں دفن ہو گئے۔اور جس کا انجام بہشتی مقبرہ ہو اس کی خوش بختی میں کسے کلام ہے۔

مرحوم کیونکہ سخت جان اور جسم اور سخت کوش تھے اس لئے نفسیاتی طور پر مرحوم کو سخت چیزوں سخت رغبت تھی۔جہاں کہیں لوہے کا کیل کانٹا وغیرہ ملتا،لا کر اپنے کمرہ میں رکھ لیتے۔مرحوم افغان ہونے کی وجہ سے نہایت حسین وجمیل نقوش اور سفیف رنگ کے تھے۔ایسا رنگ جو ساری عمر مٹی کھودنے کا کام کرنے کے باوجود میلا اور مٹیالا نہ ہوا۔میانہ قد تھا اور بھرا ہوا پر گوشت آہنی جسم،اگر بدن کو کھجانا ہوتا تو عام طریقہ استعمال نہ کرتے بلکہ اینٹوں کی پختہ دیواروں کے ساتھ کھڑے ہو کر پیٹھ اور سینے کو رگڑتے۔اور اینٹ کا ٹکڑا لے کر بازوں اور ٹانگوں کو رگڑتے۔اپنے آپ میں مست رہ کر تنہائی کی زندگی گزار 28 مئی 1959 کو وفات پائی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنی رحمت کے پھول برسائے۔

مکرم برادرم مولوی محمد حفیظ صاحب ایڈیٹر بدر نے چند روز قبل ذکر فرمایا کہ مرحوم کو جب وظیفہ ملتا تو رقم جھولی میں ڈال لیتے تھے۔اور جب انہیں بتایا جاتا کہ آپ کے ذمہ تحریک جدید وغیرہ کا اتنا طوعی چندہ ہے تو وہ جھولی آگے کر کے کہتے اس میں سے اٹھالو۔وفات کے وقت مرحوم کی عمر 72 سال کی تھی۔کہا جاتا ہے کہ مرحوم کی یہ دماغی کیفیت اس زمانہ سے تھی جب مرحوم کا ایک جواں سال فرزند فوت ہو گیا تھا۔مرحوم موصی تھے اور تحریک جدید دفتر دوم کے مجاہد تھے۔

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص122-119 ۔بدر۔13 ستمبر 1962ء)

143 محترم محمد عزیز صاحب گجراتی درویش



ایک وقت تھا کہ ہم ماضی کی یادیں دوہراتے ہوئے یہ اندازہ لگایا کرتے تھے کہ اب تک کتنے درویش پیام اجل پر لبیک کہہ کر ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ لیکن اب۔ درویشی کے 26.5 سال گزر جانے کے بعد۔

یہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہم یہ اندازے لگا رہے ہیں کہ کتنے درویش باقی رہ گئے ہیں!

دور زمانہ اپنی رفتار سے چل رہا ہے۔ قدرت کا اٹل قانون ہر آن کارفرما ہے۔ ماضی کا تخیل کتنے ہی مسیں بھیگتے ہوئے کڑیل اور حسین نوجوانوں کو نگاہوں کے سامنے لاتا ہے۔ درجنوں گرانڈیل قد آور نوجوانوں کے چہرے اپنی شگفتگیوں، رعنائیوں اور خلوص کے ساتھ سامنے آن کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ پر اعتماد جوانیاں جنہوں نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شعائر اللہ کی خدمت کا عہد باندھا تھا۔ ایثار وخلوص کے وہ پتلے جنہوں نے اپنے بیحد پیارے آقا سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی آواز پر لبیک کہہ کر دین کو دنیا پر اس رنگ میں مقدم کیا تھا ن کہ انہوں نے جماعت کی لاج رکھ لی۔ اور اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی تاریخ میں انہیں ایک مقام اور باب عطا فرمایا۔ وہ مسکراتے ہوئے چہرے، موت اور خطرات کا منہ چڑاتے ہوئے چند ثانیوں کے لئے جنت تصور وخیال بنتے ہیں۔ ماضی اپنے اوراق تیزی سے پلٹتا ہے اور ایک حقیقت ثابتہ احساس کی طنابیں کھینچ کر کہتی ہے کہ ذرا بیدار ہو۔ دیکھ! تیرے کتنے ہی ساتھی سرحد مرگ سے گزر کر خاموش وادیوں میں پہنچ چکے ہیں۔ اور پھر احساس کی رگوں میں درد کی ٹیسیں دوڑتی ہیں۔ تخیل زخم خوردہ ہو کر ماضی سے دامن چھڑا کر حال میں پہنچتا ہے اور پھر یہ منظر سامنے آتا ہے کہ کتنے ہی مکانوں کے مکین اداس ہیں۔ کتنی ہی چار دیواریوں پر حسرتوں کے پہرے ہیں۔ کتنے ہی یتیموں کے سر پر شفقت ہاتھ کے لمس کو ترس گئے۔ اور کتنی ہی بیواؤں کی کلائیاں چوڑیوں سے محروم ہو گئیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ کتنے خوش قسمت تھے ہمارے وہ بھائی جن کی قربانیاں درقبول کو پا گئیں اور وہ سرخرو ہو کر اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے تو دل رشک سے بھر جاتا ہے۔ اور دل کی گہرائیوں سے یہ تمنا دعا بن کے نکلتی ہے کہ خدا کرے ہماری ثابت قدمی ہم سے وفا کرے اور سرخروئی کا دن ہمارے لئے بھی آئے۔

مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ۔ کے اس قافلہ میں جانے والے ہمارے ایک بھائی محمدؐ عزیز صاحب گجراتی بھی تھے جو مکرم راجہ منصب خان صاحب ساکن نورنگ ضلع گجرات مغربی پنجاب کے بڑے فرزند تھے۔ اور مرکز کی خدمت کا پرخلوص جذبہ لے کر قادیان آئے تھے اور حق یہ ہے کہ سارے دور درویشی میں انہوں نے اسی جزبہ سے خدمت کی۔ معمولی نوشت وخواند جانتے تھے۔ اور مختلف مرکزی اداروں میں ڈیوٹی دیتے رہے۔ آخری ایام میں لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ میں باورچی کا کام کرتے تھے۔ کثیر العیال کے باعث اپنے فارغ اوقات مین جلد سازی بھی کر لیتے تھے۔ جس سے خاصی یافت ہو جاتی تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندر ہی اندر ایک موذی مرض اس طویل القامت وجیہ درویش کی ظاہری عمدہ جسمانی صحت کو دیمک کی طرح چاٹ رہا تھا۔ ٹی۔ بی کے جان لیوا مرض نے اس مضبوط جوان کو چارپائی کا حلیف بنا دیا۔ امرتسر میں علاج ہوتا رہا سلسلہ نے بہت سارو پیہ بھی صرف کیا مگر مرض پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ کئی ماہ تک یہی کیفیت جاری رہی اور انسانی کوششوں پر تقدیر الٰہی غالب آتی چلی گئی۔ اور بالآخر 12 دسمبر 1973 ء کو امرتسر کے ٹی۔ بی سینی ٹوریم میں ہمارے اس عزیز بھائی کو داعی اجل وہاں لے گیا جہاں ہم سب نے جلد یا بدیر جانا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ مرحوم اپنے پیچھے ایک بیوہ اور آٹھ بچے چھوڑ گئے جن کی کفایت صدر انجمن احمدیہ کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام پسماندگان کا حافظ و ناصر رہے۔ اور مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ مرحوم موصی تھے بہشتی مقبرہ کے قطعہ نو میں دفن ہوئے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 129-127 ۔ بدر۔ 6 جون 1974ء)

144 محترم فضل الٰہی صاحب گجراتی درویش



ہمارا ایک عزیز درویش بھائی جو فرمانبرداری کا مجسمہ تھا جسے دیکھ کر ہمت وشجاعت کے معنی ذہن میں مستحضر ہوجاتے تھے۔ جسے اگر کہا جاتا کہ تمہارے ذمہ فلاں ڈیوٹی لگائی جارہی ہے تو اس ڈیوٹی کی تفصیل سننے تک اس کے قدم مقام ڈیوٹی کی طرف اٹھ جانے کے لئے بیتاب رہتے۔ اس کا جسم متحرک رہتا۔ اور وہ تفاصیل سننے تک کئی بار قدم اٹھا کر روکتا۔ اور پھر اپنا مفوضہ کام سرانجام دینے تک وہ دم نہ لیتا تھا۔ اس کے سپرد کوئی کام کر دینے سے طبیعت میں ایک اطمینان پیدا ہوجاتا تھا کہ اب یہ کام یقیناً وقت سے پہلے ہوجائے گا۔ جن لوگوں کو ایک عہدہ دار کی حیثیت سے لوکل انجمن احمدیہ قادیان کی خدمات بجالانے کا موقعہ ملا ہے وہ اس کی شہادت دیں گے۔ راقم الحروف نے جنرل سیکریٹری کی حیثیت سے بیسیوں بار اس کا تجربہ کیا۔ اور جہاں کہیں محنت اور وقار عمل کا کام ہوتا مجھے اپنے بھائی فضل الٰہی مرحوم کی ضرورت ہوتی تو بلوانے پر وہ بھاگ کر پہنچتا۔ اور جو کام اس کے سپرد کیا جاتا وہ بڑے خلوص اور محنت کے ساتھ اسے انجام دیتا۔

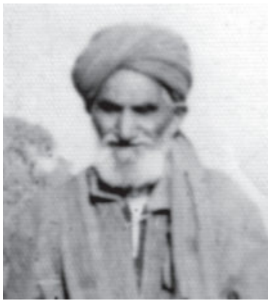
وہ ایک مضبوط اور بہادر نوجوان تھا۔ اور اسکی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کا یہ عالم تھا کہ۔ جاؤ۔ کہنے پر وہ جا چکا ہوتا۔ اور۔ آؤ۔ کہنے پر گویا وہ پہلے ہی آچکا ہوتا۔ اس نے اپنی ساری درویشی میں کبھی کسی مفوضہ کام کے بارہ میں تعطل یا تخلف نہ کیا۔ فضل الٰہی مرحوم قادیان آنے سے قبل ان پڑھ تھا۔ لیکن زمانہ درویشی میں اس نے محنت کر کے پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ اور معمولی لٹریچر پڑھ لیتا تھا۔ درویشی میں ہی مرحوم نے معماری کا کام بھی سیکھ لیا تھا اور تعمیرات کے شعبہ میں کافی عرصہ کام کیا۔ چنانچہ چار دیواری بہشتی مقبرہ کی تعمیر میں بھی مرحوم نے حصہ لیا۔ اور بہشتی مقبرہ کی سڑک کی تعمیر و تزئین میں بھی حصہ لیتا رہا۔ بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر آٹھ اور نو کی وہ قبریں جو تقسیم ملک کے بعد کھودی گئیں ان میں سے اکثر کی کھدائی مرحوم ہی نے بعض اپنے ساتھیوں سمیت کی۔ قبر کی کھدائی کا کام چونکہ محنت اور جلدی کا متقاضی ہوتا ہے اس لئے اکثر مرحوم کو ہی یہ خدمت سپرد کی جاتی۔

مرحوم نہایت صحت مند اور طاقت ور نوجوان تھا۔ اور پنجاب کے مشہور کھیل کبڈی کا ماہر کھلاڑی تھا۔ اور کبڈی کے بڑے بڑے معرکوں میں شوق سے حصہ لیتا اور داد شجاعت دیتا تھا۔ چنانچہ درویشی کے ابتدائی ایام میں ہماری احمدیہ کبڈی ٹیم جس نے کئی اچھے میچ جیتے تھے، مرحوم اس ٹیم کا کیپٹن ہوتا تھا اور قادیان میں۔ یوم آزادی۔ وغیرہ تقاریب کی کھیلوں میں بھی مرحوم ہمیشہ انعام پاتا رہا۔

فضل الٰہی مرحوم میاں محمد عبداللہ صاحب احمدی سکنہ کھاریاں ضلع گجرات (مغربی پاکستان) کا فرزند تھا۔ جماعت احمدیہ کھاریاں نے اپنے پانچ فرزند درویشی کی قربان گاہ پر دئے جن میں سے تین۔ مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ۔ کی فہرست میں آچکے ہیں اور دو۔ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ۔ کی فہرست میں ہیں۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہ فوت ہونے والے ہمارے تینوں بھائی اچانک اور عالم جوانی میں فوت ہوئے۔ افسوس کہ ہمارا یہ بھائی 9 جولائی 1962ء کو اچانک ایک حادثہ کا شکار ہو کر ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اور پیچھے جوان بیوہ اور دو کمسن بچے چھوڑ گیا۔ یا پھر غمزدہ بوڑھے والدین اور تین بھائی اور دو بہنیں۔ جو اسوقت کھاریاں میں ہیں۔ یوں تو ہمارے فوت ہونے والے تمام درویش بھائیوں کی وفات پر درویش برادری نے شدید رنج و غم محسوس کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو مواقع ایسے بھی آئے جب کہ درویش اپنے آنسوؤں کے آخری قطرے تک روئے۔ ایک حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کی وفات پر اور دوسرے فضل الٰہی مرحوم کی وفات پر مرحوم موصی تھا۔ اس لئے بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں سپرد خدا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص137-135 ۔ بدر۔ 13 دسمبر 1962ء)

145 محترم عبد الرحیم خان صاحب افغان درویش



کابل کی سخت جان اور سنگلاخ سرزمین میں ایک اور پھول کھلا تھا جسے خلافت ثانیہ کے عہد میں قادیان آنے کی سعادت نصیب ہوئی۔میاں عبد الرحیم خان صاحب افغان درویش، حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہیدؓ کے ہم وطن تھے۔اور ہجرت کر کے قادیان چلے آئے تھے۔یہاں مختلف صیغوں میں وہ پہرہ دار کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔تقسیم ملک کے بعد خدمت مرکز کے جزبہ سے قادیان میں ہی ٹھہر گئے تھے۔اور اپنی عمر کے مناسب حال مختلف ڈیوٹیاں دیتے رہے۔نہایت خاموش طبع اور تنہائی پسند انسان تھے۔نمازیں اور ذکر الٰہی ہی ان کا مشغلہ رہا۔نماز کے وقت سے بہت پہلے مسجد میں پہنچ جاتے اور ذکر الٰہی کرتے رہتے۔

مرحوم کی کچھ تھوڑی سی زمین بھی احمدیہ محلہ کے شرقی جانب ڈھاب کے کنارے پر واقع تھی۔اسی میں ایک چھوٹا سا مکان اور باغیچہ تھا۔یہ زمین تقسیم ملک کے بعد بھی مرحوم کے ہی قبضہ میں رہی اور اس کی دیکھ بھال کے لئے اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔لیکن بعد میں یہ ساری جائیداد صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام ہبہ کر دی تھی۔مرحوم بڑے نیک سیرت اور کم گو انسان تھے۔چونکہ عبادات اور ذکر الٰہی میں بڑا شغف تھا اس لئے اکثر سچی خوابیں بھی آتی تھیں۔چنانچہ ایک مرتبہ ایک درویش بھائی کے متعلق خواب میں دیکھا کہ ان کے مکان کے اندر آگ لگی ہوئی ہے اور مکان کی ساری کھڑکیوں میں سے دھواں نکل رہا ہے۔یہ خواب اس درویش کو سنادی تا کہ وہ استغفار کریں، بعد میں اس درویش کو واقعی ایسی شدید پریشانیاں لاحق ہوئیں کہ واقعی گویا ان کے مکان میں آگ لگی اور واقعی کچھ عرصہ تک خواب کی کیفیت طاری رہی۔مرحوم مورخہ 31 اکتوبر 1962ء کو فوت ہو کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں دفن ہوئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔وفات کے وقت عمر 80 سال کے قریب تھی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی۔ص141-140 ۔بدر13-دسمبر 1962ء)

یہ معلومات مکرم ڈاکٹر حمید الرحمٰن صاحب آف ایل۔اے امریکہ نے مہیا کی ہیں۔

محترم عبد الرحیم خان افغان درویش قادیان

(مولوی خلیل الرحمٰن آف پشاور)

ابتدائی حالات

(یہ حالات میرے والد محترم نے خود تحریر کئے تھے)

آپ فرماتے ہیں کہ میرے دادا سید امیر خان کے دو بیٹے تھے۔سید آدم خان جو میرے تایا تھے اور سید پیر خان جو قبلہ والد محترم تھے۔ان کا نام قادیان جا کر عبد الرحیم خان رکھا گیا، یہ نام حضرت مصلح موعودؓ نے رکھا۔میرے بڑے بھائی حبیب الرحمٰن خان غازی کابلی بیان کرتے ہیں کہ:

”میں افغانستان کے صوبہ۔پاکتیا۔میں موضع درگئی ضلع خوست کا رہنے والا ہوں۔میرے والد کا نام عبد الرحیم خان عرف خان پیر ہے۔والدہ کا نام۔لونگہ نیازی ہے اور ٹنّی قبیلہ کی شاخ۔درنامی۔سے ہوں۔ٹنّی قبیلہ کرلانیوں کا ایک قبیلہ ہے۔مشہور افغان مجاہد پیر بایزید روشن وزیرستان اور مشہور پشتو کے شاعر خوشحال خان خٹک ساکن اکوڑہ خٹک ضلع پشاور بھی۔کرلانی۔افغان تھے۔پاکتیا اس قدیم آریہ کے نام سے موسوم ہے۔جس کا ذکر اگ وید کے ایک منتر میں اس طرح آیا ہے کہ۔اے اندر! توہمیں ایسی دودھ دینے والی گائیں عطا کر جو تو نے پکتیا کے راجکماروں اور شہزادوں کو عطا کی تھیں۔“ (کچھ آپ بیتی کچھ جاگ بیتی۔رسالہ الحق اکوڑہ خٹک)

میرے دادا سید امیر خان اور تایا سید آدم خان علاقہ خوست کے معززین میں شمار ہوتے تھے اور درگئی گاؤں میں حکومت کابل کی طرف سے عوام کے مقدمات کے تصفیہ کا کام بھی سپرد تھا۔جس کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں میں نہایت عزت تھی اور نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔سید امیر خان نے اپنے مکان کے ساتھ ایک مسجد بنوائی تھی جس کا سارا انتظام انہی کے سپرد تھا۔حکومت کے افسران اور دیگر مہمان یہاں قیام کرتے تھے۔گاؤں میں کنویں نہیں ہوتے تھے کیونکہ زمین سنگلاخ تھی اور پانی بہت گہرا تھا۔اس لئے پانی کے انتظام کے لئے دو بڑے تالاب بنائے گئے۔ان میں برسات کا پانی جمع ہوتا تھا۔ایک تالاب کا پانی جانوروں کے لئے مخصوص ہوا کرتا تھا اور دوسرے تالاب کا پانی پینے کے استعمال میں لایا جاتا تھا۔مسجد دونوں تالابوں کے درمیان بنائی گئی تھی۔جس کے راستے پر دونوں اطراف درختوں کے قطار لگائے گئے جس کی وجہ سے مسجد میں سایہ ہوتا تھا اور ٹھنڈی ہوا

چلتی تھی۔مسجد کے سامنے ایک بڑا میدان تھا جو بچوں کے کھیل اور بڑے آدمیوں کے لئے چاند ماری کا کام دیتا تھا۔ہمارے مکان میں ہمارے ساتھ ہمارے بزرگ ملک خان بادشاہ صحابی کی اولاد رہتی تھی جو احمدی نہیں تھی۔

گاؤں کے سب لوگ نماز روزہ کے پابند تھے۔اسلامی شعار اور اخلاق حسنہ سے گہرا تعلق تھا اور یہ سب اس وجہ سے بھی تھا کہ گاؤں کے سب لوگ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے مرید اور پیروکار تھے۔صاحبزادہ صاحب کا گاؤں دو میل کے فاصلہ پر تھا۔علماء کی آمد و رفت اور اسلامی تعلیمات کا عام چرچا ہوتا تھا۔سارے علاقہ کے عوام حضرت صاحبزادہ کی نیکی کی وجہ سے ان سے عقیدت رکھتے تھے اور ان کی عزت کرتے تھے۔چونکہ امام مہدی اور مسیح کے پیدا ہونے کے بارے میں مسلمانوں میں عام بیداری تھی اور زمینی اور آسمانی نشانات امام مہدی کے آنے کے بارے میں مزید تقویت دیتی تھی۔سو عوام والناس کا عام خیال یہ تھا بلکہ یقین کرتے تھے کہ صاحبزادہ صاحب ہی اس دعویٰ کے حقدار ہیں۔

میرے تایا سید آدم خان اور والد عبدالرحیم خان بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔نمازوں اور اسلامی احکام کے بہدل وجان قربان تھے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ گھر کی دیوار کے ساتھ جامع مسجد تھی۔اپنے ان بزرگوں کی اقتداء میں نمازوں کے پابند تھے اور غریبوں اور مسافروں کی مہمان نوازی کا فرض ادا کرتے تھے۔افغانستان کے اکثر طلباء اس مسجد میں قیام کر کے ہندوستان کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے تھے اور واپسی پر بھی یہاں قیام کر کے اپنے گھروں کو جایا کرتے تھے۔میرے دادا سید امیر خان اور تایا سید آدم خان صاحبزادہ صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے۔اور ان سے نہایت عقیدت رکھتے تھے اور ان کی صحبت میں زیادہ وقت گزارنے کے خواہشمند رہتے تھے۔اور اپنے گاؤں سے جا کر ان کی خدمت کو فخر جانتے تھے۔

اس وقت افغانستان کے بادشاہ کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے خاندان سے خاص عقیدت تھی۔بادشاہ وقت مذہبی اور سیاسی امور میں آپ سے مشورہ لیتے تھے۔اسی عقیدت کی وجہ سے افغانستان اور ہندوستان کے حدود کے تعین کے وقت حضرت صاحبزادہ صاحب شہید مرحوم باؤنڈری کمیشن میں افغانستان کی طرف سے شامل تھے۔اسی باؤنڈری کمیشن کے وقت ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب۔آئینہ کمالات اسلام۔بذریعہ سرصاحبزادہ عبدالقیوم خان آپ کی خدمت میں پیش کی۔آپ نے جب حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب۔آئینہ کمالات اسلام۔کا مطالعہ کیا تو آپ کو اندازہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہی اصل میں مہدی و مسیح ہیں۔تب آپ نے حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کا مصمم ارادہ کرلیا۔اور آپ اپنے وطن سے روانہ ہونے لگے تو آپ کو الوداع کہنے کے لئے ساٹھ مرید انگریزی علاقہ میران شاہ تک تشریف لائے۔اس الوداعی تقریب میں میرے تایا اور والد شامل تھے۔قبلہ والد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے صاحبزادہ صاحب کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا تو صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے کہ عبدالرحیم ! اپنے پانجامہ کو نیچے کرلو اور تیز چلو۔میران شاہ مقام سے سب مریدوں کو واپس کر دیا گیا اور صرف چھ احباب کو لے کر آپ قادیان روانہ ہوئے۔بتایا جاتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ پانچ احباب نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی اور احمدیت میں داخل ہوئے۔

عبدالرحیم خان افغان درویش والد مولوی خلیل الرحمٰن آف پشاور

مشاہدات (از سید شہامت علی درویش)

51-1950ء کی بات ہے کہ یوں تو چلتے پھرتے درویشان کرام سے آپس میں کثرت سے سلام دعا ہوتی رہتی تھی۔اس وقت میری عمر بیس اکیس سال کی تھی۔کم عمری کے باعث بڑی عمر کے بزرگ درویشان سے ملنے اور ان کی چھوٹی موٹی خدمت بجالانے کا جذبہ خاکسار میں قدرتی طور پر تھا۔چنانچہ اس قدرتی جذبہ کے تحت ایک دن ایک ساٹھ ستر سال کے بزرگ درویش سے ان کی قیام گاہ پر ملنے اور موصوف کو قریب سے دیکھنے اور کچھ بات چیت کرنے کا موقع میسر آیا۔میرا مطلب بابا عبدالرحیم افغان درویش مرحوم سے ہے۔مکرم موصوف قادیان کے پرانے دفتر تحریک جدید والی گلی میں ایک چھوٹے سے کمرہ میں تنہا رہتے تھے۔وہ کمرہ گوردوارہ اکال گڈھ کی دیوار سے ملحق تھا۔جہاں اب صدر انجمن احمدیہ کا باقاعدہ ایک فیملی کے لئے رہائشی کوارٹر بنا ہوا ہے۔

خاکسار دعا سلام کے بعد اجازت لے کر باباجی کے صحن میں داخل ہوا۔اس وقت آپ صبح کا کھانا کھا کر برتن دھو رہے تھے۔میں نے اندر باہر نظر دوڑائی۔باباجی کے ہاتھ میں ایک کٹورہ،ایک پلیٹ،ایک گلاس تھا۔کمرہ میں ایک ٹوٹی دار لوٹا اور چھوٹی سی پتیلی اور چمچ رکھا تھا۔یہ سب برتن تانبے کے اور پرانے تھے۔پتیلی کو غور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ چائے بنانے کے لئے ہوگی۔سٹوپ یا چولہا کہیں نظر نہیں آیا۔البتہ باہر صحن کے کونے میں دو چار پختہ اینٹیں ضرور نظر آئیں۔شاید وہی چولہا تھا۔کیونکہ اینٹیں دھوئیں سے کالی ہوئی ہوئیں تھیں۔کمرہ کے ایک کونہ میں جگہ جگہ سے پچکا ٹین کا تقریباً

دواڑھائی فٹ کا بکس تھا جس میں استعمال کے کپڑے ہونگے۔سن کے بان سے بنی ہوئی ایک پرانی چارپائی جس پر معمولی سا بستر بچھا ہوا تھا۔کمرہ کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی میز اور کرسی رکھی ہوئی تھی۔دیوار پر کھونٹی پر ٹنگی ہوئی پٹھانی پگڑی تھی۔بابا جی کے جسم پر پرانے اور مسلے ہوئے کپڑے تھے۔بابا جی کی دنیا میں بس یہی جائیداد تھی۔

میں نے بابا جی سے عادتاً نہایت ادب سے عرض کیا کہ صفائی وغیرہ کی کوئی خدمت بتایئے۔میں آپ کی کوئی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔کسی خدمت کی کوئی ضرورت نہیں۔بابا جی نے کہا۔بابا جی کی آواز میں افغانی لہجہ اور غیرت تھی۔آواز میں جلالی رعب تھا۔میں نے لجاحت سے پھر عرض کیا کہ۔برتن دھونے،بستر جھاڑ کر دوبارہ بچھانے اور کمرہ اور صحن میں جھاڑو لگانے وغیرہ خدمت کا کچھ موقع دیجئے نوازش ہو گی۔بابا جی نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور نہایت رعب دار لہجہ میں فرمایا۔سب ٹھیک ہے۔کسی چیز کی ضرورت نہیں۔جزاکم اللہ۔ملاقات ہوگئی۔اب جاؤ۔میں السلام علیکم اور دعا کی درخواست کر کے مطلوبہ خدمت کی سعادت سے محرومیت کا احساس لئے واپس چل دیا۔اے کاش مجھے اس بزرگ درویش کی خدمت کا موقع ملتا۔

بابا جی لنگر مسیح موعودؑ سے خود کھانا لاتے اور گھر،برتن اور کپڑوں اور بستر کی خود صفائی کرتے۔بابا جی کا قد لمبا،داڑھی لمبی،کالی اور بھوری مہندی لگاتے تھے۔لمبی قمیض وشلوار،لمبا کوٹ اور سر پر افغانی پگڑی پہنتے تھے۔کبھی کبھی ہاتھ میں اپنے قد کے برابر لاٹھی بھی دیکھنے میں آتی تھی۔مرحوم موصوف تہجد گزار تھے۔نماز میں محویت قبل رشک تھی۔معلوم ہوتا تھا کہ کسی اور جہاں میں گئے ہوئے ہیں۔اور اپنے محبوب سے گفتگو کر رہے ہیں۔مرحوم موصوف منکسر المزاج،قناعت پسند، کم گو اور دعا گو بزرگ تھے۔نماز سے پہلے اور نماز کے بعد،چلتے پھرتے مرحوم موصوف مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔خاکسار نے کئی دفعہ موصوف کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔چنانچہ 1952ء،1953ء،اور 1954ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پروفیشینی، ہائی پروفیشینی اور آنرز ان ہندی (رتن،بھوشن،پربھاکر) کے امتحانات دئے اور بعد میں ادیب عالم اور ادیب فاضل کے علاوہ آل انڈیا سطح کا ہندی امتحان میں یونیورسٹی کے میرٹ میں اعزازی پوزیشنوں کے ساتھ کامیابی حاصل ہوئی۔ذالک فضل اللہ یوتیء من یشاء۔موصوف کے مستجاب الدعوات ہونے کا خاکسار کا یہ نجی مشاہدہ ہے۔

عبادت،زہد،سخاوت،بہادری،اطاعت و وفاداری مومن کی علامات بتائی گئیں ہیں۔ان سبھی خوشبوؤں سے معمور وہ پھول اکتوبر 1962ء میں مرجھا کر اپنے مولیٰ حقیقی سے جاملا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔چنانچہ میاں عبدالرحیم خان افغان درویش مرحوم کی دعاؤں کو ثمرہ کہ مرحوم موصوف کی نسل اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہو کر خدمت دین کا فریضہ نمایاں طور پر سرانجام دے رہی ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم موصوف کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔آمین۔

مسجد انوار اور سرائے طاہر کے بانی

دعا کے مستحق ہیں ڈاکٹر حمید افغانی — سرائے طاہر اور مسجد کے جو ہیں دراصل بانی
انہیں اپنی دعاؤں میں بھلا کیسے بھلا دینگے — خدمت دین کا جذبہ ہو جن کے دل میں لا ثانی
خدا ان کو جزائے خیر دے اور خود محافظ ہو — نمایاں کر رہے ہیں اسوقت جو مالی قربانی
مسیح موعودؑ کی بستی سے دیرینہ تعلق ہے — دادا ان کے تھے درویش عبد الرحیم افغانی
بڑے مخلص تھے وہ درویش اور میرے پڑوسی تھے — کبھی ان کے چہرے پر نہ دیکھی تھی پریشانی
صوم و صلوٰۃ کے پابند سنجیدہ مزاج انکا — اردو بول لیتے تھے مگر لہجہ تھا افغانی
میرے گھر میں وہ درویشی میں اکثر آیا کرتے تھے — کبھی لسّی تھے لے جاتے کبھی نلکے کا ہی پانی
افغانستان میں لسی بنانا وہ بتاتے تھے — وہاں کوئی چاٹی ہوتی تھی نہ رکھتے تھے مدھانی
مشکیزے میں دودھ جما کر چھٹک چھٹک دباتے تھے — جب مکھن تھا بن جاتا پھر اس میں ڈالتے پانی
کنارے ڈھاب کے چھوٹی سی تھی اک انکی باغیچی — اس میں پیڑ آڑو کے تھے آلوچا یا خوبانی
وہ بوڑھے تھے جواں ہمت باغیچی میں جاتے تھے — کبھی کوئی سبزیاں بو کر تھے دیتے ڈھاب سے پانی
ابھی تک وہ جگہ محفوظ ہے انجمن کے قبضہ میں — ہے جس کا نام باغیچی عبد الرحیم افغانی
خدا نے ان کی اولادوں کو بھی ایسا نوازہ ہے — خدا کی راہ میں جو کر رہے ہیں مالی قربانی
ہے جذبہ جن کے دل میں مالی قربانی کا مبشر — خدا دیتا ہے انکے مال و زر میں بھی فراوانی

خاکسار: محمود احمد مبشر درویش قادیان۔3 جون 2009ء

146 محترم میاں احمد دین صاحب آف دبے ہالی درویش

زندگی کیا ہے! ؟۔ایک ٹرین ہے جس میں ہم سب سوار ہو کر عالم آخرت کی طرف رواں دواں ہیں۔جس کا ٹکٹ جس سٹیشن تک کا ہوتا ہے وہ وہیں اتر جاتا ہے۔اور ٹرین آگے روانہ ہو جاتی ہے۔قطع منزل کے اوقات مختلف سہی لیکن حد منزل ہم سب کی ایک ہے۔اور دنیا کے اربوں انسانوں کا ایک بہت بڑا قافلہ عالم آخرت کی طرف بڑھ رہا ہے۔اور بڑھتا چلا جائے گا۔کچھ مسافر اترتے رہیں گے اور نئے مسافر سوار ہوتے رہیں گے۔اور یہ مدوزجر گاہ یونہی سینہ زمین پر لیٹی رہے گی۔ہمارے ایک درویش بھائی میاں احمد الدین صاحب ولد حکیم اللہ بخش صاحب سکنہ ببے ہالی ضلع گورداسپور تھے جو تقسیم ملک سے کافی عرصہ قبل ہی سے قادیان میں رہائش پذیر تھے۔ہمارے ساتھ بارہ منزلیں طے کرنے کے بعد 15جولائی 1959ء اچھی بھلی صحت و توانائی کی حالت میں اچانک بیمار ہوئے اور 16جولائی 1959ء کو امرتسر کے وی۔جے ہسپتال میں وفات پا گئے۔اور نعش ٹرک کے ذریعہ قادیان لا کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر آٹھ میں دفن کی گئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم ایک خاموش طبیعت، سادہ لباس اور نیک طینت درویش تھے۔شروع درویشی میں درویشی وظیفہ لیتے رہے۔لیکن 52-51ء میں صدر انجمن احمدیہ کی تحریک پر اپنا کام شروع کر دیا تھا۔شروع ایام میں چند بکریاں بھی پالی ہوئی تھیں۔اور صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں ڈیوٹی بھی دیتے تھے۔لیکن فراغت کے بعد عطاری کی دوکان کھول لی تھی۔مخلف قسم کے عروق نکال کر اور اچار مربے وغیرہ تیار کر کے بیچا کرتے تھے۔اور اجرت پر مولوی عبدالواحد صاحب دکاندار کی دکان پر بھی کام کیا کرتے تھے۔مجرد تھے، گزارہ ہو جاتا تھا۔مرحوم نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں تقسیم ملک سے قبل کی تھیں۔لیکن دونوں کا نباہ نہ ہو سکا تھا۔درویشی میں تجرد کی زندگی گزارتے رہے۔وفات سے کچھ عرصہ قبل مرحوم شادی کروانے کی کوشش کر رہے تھے۔چنانچہ اسی امید پر معمولی زیور بھی تیار کروالیا تھا۔مگر پیغام اجل اچانک آ پہنچا۔مرحوم نے 14جولائی 1959ء کو مولیوں کے ساتھ روٹی کھائی تھی۔اور غالباً مولیاں کثیر تعداد میں کھا کر پانی پی لیا تھا۔اس سے بیمار ہو گئے۔پیٹ میں شدید درد اور اپھارہ ہو گیا۔پاخانہ بند ہو گیا۔احمدیہ ہسپتال میں علاج کیا گیا جو کارگر نہ ہوا اس لئے 16جولائی 1959ء کو امرتسر لے جا کر وی۔جے ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔لیکن وفات کا وقت آ چکا تھا۔لہذا ساری کوششیں ناکام رہیں۔اور اسی روز تیسرے پہر مرحوم وفات پا گئے۔

میاں عبدالرحیم صاحب درویش (دیانت سوڈا واٹر فیکٹری) جو مرحوم کے بہنوئی ہیں نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل موضع جھنڈے خان صاحب ؓ بھی تھے جو پنجابی زبان کے شاعر تھے۔سوانح عمری اور چمکار احمدی وغیرہ کے مصنف تھے حضرت منشی صاحب کی ایک لڑکی کے سوا کوئی اولاد نہ تھی۔منشی صاحب جن ایام میں فوت ہوئے، احمدیت کی مخالفت زوروں پر تھی اور اس گاؤں میں منشی صاحب اور میاں احمد الدین صاحب درویش کے والد حکیم اللہ بخش صاحب کے سوا کوئی احمدی نہ تھا۔چنانچہ منشی صاحب کے غیر احمدی رشتہ دار چاہتے تھے کہ ان کی نعش گاؤں کے قبرستان میں دفنا دی جائے۔لیکن چونکہ منشی صاحب موصوف موصی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی تھے اس لئے میاں احمد الدین صاحب کے دل میں جوش اٹھا کہ جیسے بھی ہو نعش کو قادیان پہنچانا چاہئے۔ان کے والد حکیم اللہ بخش صاحب بھی اتفاق سے کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔تاہم میاں احمد الدین صاحب نے ہمت کر کے کسی سکھ دوست کی بیل گاڑی حاصل کی۔اور رات کے وقت چوری چھپے نعش کو نکالا۔اور راتوں رات قادیان پہنچا دیا۔اور یہ بڑی جرات اور ہمت کا کام تھا۔

اسی بناء پر گاؤں میں مخالفت شدید ہو گئی۔اور میاں احمد الدین صاحب کے والد صاحب کو اپنے گاؤں سے ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان آ جانا پڑا تھا۔اس وقت قادیان میں مرحوم کی ایک بھانجی (اہلیہ مولوی بشیر احمد صاحب بانگروی درویش) ہے اور ان کی ایک ہمشیرہ (اہلیہ میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش) ربوہ میں ہے۔

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص146-144 ۔بدر۔18اکتوبر1963ء)

147 محترم میاں غلام محمدؓ صاحب شہید درویش

معمر باپ نے اپنے اکلوتے فرزند کو اپنے لخت جگر کو اور اپنے بڑھاپے کی خوش آیندہ امیدوں کی آماجگاہ کو محض خدمت مرکز کے جذبہ سے اپنے سے جدا کرنا منظور کرلیا تھا اور اس نے اپنے جگر گوشہ کو الوداع کہتے ہوئے تاکید کی تھی کہ دیکھو بیٹا! تم قادیان جارہے ہو۔ کبھی کسی افسر کے حکم کا انکار نہ کرنا۔ اور کبھی خدمت سلسلہ میں پیٹھ نہ دیکھانا۔ یہ دعا اور ہدایت لے کر والدین کا اکلوتا فرزند یہاں پہنچا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد فسادات شروع ہو گئے جن کی زد سے قادیان بھی نہ بچ سکا۔ بیرونی محلے خالی ہو چکے تھے۔ اور شہر کی اندرونی آبادی بھی خطرے میں تھی مسجد اقصیٰ سے جانب غرب کا محلہ چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا تھا۔ اور بالخصوص بے بس خواتین کو نکال کر محفوظ مقام پر پہنچانے کا کوئی انتظام نہ تھا سوچ سوچ کر آخر یہ انتظام کیا گیا کہ مسجد اقصیٰ کے شمال مغربی کونے پر موذن کے کواٹر کی دیوار پر لمبے تختے رکھے جائیں۔ اور ادھر گلی کے اس پار والے مکان کی منڈیر پر۔ اور اس طرح گھری ہوئی خواتین کو مسجد اقصیٰ میں لے آیا جائے جو ادھر ایک مکان میں محصور تھیں۔

چنانچہ اسی ڈیوٹی پر میاں غلام محمدؓ صاحب کو مامور کیا گیا تھا جو سیالکوٹ شہر کے ایک مخلص غریب احمدی مستری غلام قادر صاحب کا اکلوتا فرزند تھا میاں غلام محمد نے جو ایک مخلص خوبرو نوجوان تھا اور بڑے دل گردے کا مالک تھا عین خطرے کے موقعہ پر جبکہ ایک طرف سے گولیاں چل رہی تھیں یہ فرض انجام دینا شروع کیا اور بڑی ہمت و جرات کے ساتھ خواتین کو کھینچ کھینچ کر اور تھام تھام کر مسجد اقصیٰ کی طرف اتارنا شروع کیا۔ گولیاں متواتر چلتی رہیں۔ اور وہ موت کے اندیشہ سے بے نیاز ہو کر۔ بیٹا پیٹھ نہ دکھانا۔ پر عمل کرتا رہا۔ آخر ایک گولی موت کا پیغام لئے اس کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ اور وہ شہید ہو کر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور اپنے نام کو تاریخ احمدیت میں ایک خاص مقام دے گیا۔

ہر گز نمیرد آنکہ دیلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یہ سخت خطرے کے ایام تھے۔ کرفیو لگا ہوا تھا۔ اور نعش کو بہشتی مقبرہ میں جا کر دفن کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ مرحوم کو مسجد اقصیٰ سے جانب شرق (دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے جانب جنوب) سپرد خدا کر دیا گیا۔ بعد ازاں 1959ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خاص اجازت سے مرحوم کی نعش (جس کی محض ہڈیاں رہ گئی تھیں) وہاں سے نکال کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر آٹھ میں دفن کر دی گئی۔ مرحوم موصی نہ تھے لیکن مرحوم کی اس عظیم الشان خدمت کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نوازہ اور مرحوم نے بہشتی مقبرہ میں جگہ پائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور اس کے والدین کا ہمیشہ حافظ و ناصر رہے جنہوں نے قربان گاہ دین پر اکلوتے فرزند کو قربان کر دیا تھا۔

148 محترم میاں سلطان احمد کھاریاں درویش



آج میرا خامہ خونچکاں کیوں ہے۔ میری یاد نے میرے دل کی رگوں کو اپنی مٹھی میں لے کر کیوں بھینچ دیا ہے۔ میرا تصور کیوں مضمحل ہو رہا ہے۔ میرے افق تخیل پر غم کی گھٹائیں کیوں چھا گئی ہیں۔ آج سے ٹھک تیرہ سال قبل قادیان کے درویش ایک رات معمول کے مطابق سو کر اٹھے تو ایک بیحد غمناک صبح ان کا انتظار کر رہی تھی۔ جس نے یہ دردناک خبر سنائی کہ ہمارا پیارا بھائی سلطان احمد اچانک موت کی آغوش میں پناہ لے چکا ہے۔ کسی کو یقین نہ آتا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تین روز قبل تندرست و توانا تھا۔ شب درمیاں میں کیا ہوا۔ مگر غم اور افسوس کرنے سے کبھی موت جیسی اٹل حقیقتیں بھی بدلا کرتی ہیں؟ جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ اس خوبرو 23 سالہ مخلص نوجوان درویش کی اچانک وفات سے جو زخم دلوں پر لگنا تھا وہ لگ چکا تھا۔ درویش مجسم حیرت و غم بنے امڈ پڑے اور احمدیہ ہسپتال میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ جہاں ہمارے پیارے بھائی کی جوان تندرست نعش رکھی ہوئی تھی۔

ان ایام میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں ہمارے اکثر درویش بھائی ہر سوموار اور جمعرات کو نفلی روزے رکھا کرتے رہے اور مرحوم اس کا بہت زیادہ پابند تھا۔ ایک رات سحری کے وقت مرحوم جب روزہ رکھنے کے لئے اٹھا تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ اور صبح کی اذان میں چند منٹ باقی تھے۔ لیکن مرحوم نے بڑے تعہد سے نفلی روزہ رکھنا اپنے اوپر واجب قرار دے رکھا تھا۔ چنانچہ اور تو کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ رات کی رکھی ہوئی ایک باسی روٹی مل گئی جسے جلدی جلدی کھا کر مرحوم نے پانی پی لیا۔ چنانچہ یہی باسی روٹی موت کا پیغام بن کر مرحوم کے معدے میں چلی گئی۔ اور صبح ہوتے ہوتے مرحوم کے پیٹ میں نہایت شدید درد اٹھا جسے باوجود صحت مند اور نوجوان اور صابر ہونے کے مرحوم بڑی مشکل سے برداشت کرتا

رہا۔شدید قسم کی قبض تھی جو جلاب اور انیمہ کے باوجود کھلنے میں نہ آئی۔ کافی توجہ سے علاج معالجہ ہوا۔لیکن مرحوم اس اچانک مرض سے جانبر نہ ہوسکا۔اور علاج تو امراض پر کامیاب ہوا کرتا ہے نہ کے موت پر۔ چنانچہ قضاو قدر کے کارکنان ہمارا یہ پیارا بھائی ہم سے چھین کر لے گئے۔ اور تمام درویش غم والم میں ڈوب گئے۔

سلطان احمد مرحوم، میاں محمد بخش صاحب کشمیری احمدی ساکن کھاریاں ضلع گجرات کا فرزند تھا۔کھاریاں کا یہ کشمیری خاندان بڑا ہی مخلص خاندان ہے اور سلسلہ عالیہ کے لئے ہرمیدان میں قربانیاں پیش کرنے والا ہے۔چنانچہ اس مخلص خاندان نے درویشی میں بھی اپنا حصہ ڈالا۔اور میاں محمد بخش صاحب نے اپنا ہونہار نوجوان فرزند قادیان بھجوادیا۔ جسے درویشی کی سعادت حاصل ہوئی اور یوں اس کشمیری خاندان کی قربانی بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگئی۔میاں محمد بخش صاحب کے اور بھی بیٹے تھے۔مگر اس زمانہ میں وہ بہت ہی چھوٹی عمروں کے تھے۔صرف یہی بیٹا جوان تھا جسے بوڑھے باپ نے قادیان کے سپرد کر دیا تھا۔قارئین اندازہ فرماسکتے ہیں کہ بوڑھے باپ کو اپنے نوجوان بیٹے کی وفات سے کس قدر صدمہ ہوا ہو گا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں صبر کی توفیق بخشی اور وہ راضی برضائے الٰہی ہو گئے۔

مرحوم بڑا ہی نیک اور فرمانبردار اور مخلص نوجوان تھا۔اور ان ایام میں دفتر زائرین میں کام کرتا تھا۔29 اگست 1949ء کو وفات پائی۔اور موصی ہونے کی وجہ سے بہشتی مقبرہ کے قطعہ آٹھ میں سپرد خدا کیا گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

(وہ پھول۔جو مرجھاگئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص151-149 ۔بدر۔11 اکتوبر 1962ء)

149 محترم میاں مجید احمد ڈرائیور درویش



گلدستہ میں کچھ پھول تو ایسے ہوتے ہیں جو بڑی دیر تک اپنی تروتازگی اور حسن رنگ وبو سے باصرہ نوازی کرتے رہتے ہیں۔لیکن ان میں سے کچھ نرم و نازک پھول ایسے بھی ہوتے ہیں جو لمحاتی جانفزائی کر کے پژمردہ ہوجاتے ہیں۔انہی موخر الذکر قسم کے پھولوں میں سے ایک ہمارے عزیز اور نوجوان بھائی مجید احمد ڈرائیور مرحوم تھے جو عالم شباب میں جادہ آخرت پر گامزن ہو کر ہم سے جدا ہو گئے۔اگر ہم۔در جوانی وبہ کردن۔کو صحیح تصور اپنے ذہن میں لانا چاہیں تو مجید احمد کا جوان، شگفتہ، سنجیدہ اور اخلاق و اخلاص کا مجسم ہیولیٰ نظروں کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔مرحوم تقسیم ملک سے قبل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک موٹر کار کے ڈرائیور تھے۔اور درویشی کے بعد درویشی کی سعادت سے مسعود ہوئے۔مرحوم نہایت نیک نفس۔مخلص اور نماز روزہ کے پابند نوجوان تھے۔اور اطاعت و فرمانبرداری ان کا خاص شعار تھی۔مضبوط اور گٹھیلا جسم تھا۔اور ساتھ ہی محنتی اور جفاکش بھی تھے۔چنانچہ تقسیم ملک کے بعد جب بہشتی مقبرہ کی بیرونی خام دیواری تعمیر ہوئی تو اس میں انہوں نے نمایاں کام کیا۔اور بند محنت میں اپنے ساتھیوں سے بازی لے جاتے رہے۔یہ وہ ایام تھے کہ درویشی کا ابتدائی دور تھا۔جس میں مشکلات بھی تھیں۔اور پریشانیاں بھی۔مرحوم کیونکہ محنت زیادہ کرتے تھے اور خوراک کا مسلہ بھی ان ایام میں پیچیدہ تھا۔اس لئے پہلے مرحوم کے ہاضمہ پر اثر پڑا۔اور پھر انتڑیاں متورم ہوگئیں۔کافی علاج معالجہ ہوتا رہا۔مگر موت کے علاج کے لئے آج تک تو کوئی ڈاکٹر پیدا نہیں ہوا۔چنانچہ اس مرض سے مرحوم عین عالم جوانی میں جبکہ مرحوم کی عمر بمشکل 26 سال کی تھی۔4 اکتوبر 1949ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ آٹھ میں دفن ہوئے۔مرحوم اپنے پیچھے ایک بیوی اور ایک بچی چھوڑ گئے۔ مرحوم کا اصل وطن شادیوال ضلع گجرات تھا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

یہاں اس امر کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم اپنی درویشی کے تین سالہ دور میں جبکہ ہمارے تمام درویش بھائی یہاں مجرد تھے۔اور سب کے بیوی بچے اور دوسرے رشتہ دار پاکستان جاچکے تھے۔خاص طور پر اپنی بیوی اور بچی کی جدائی میں پریشان رہتے تھے۔یہ ایک انسانی طبعی تقاضا تھا۔جو صرف مرحوم سے مختص نہ تھا۔بلکہ اکثر درویشوں کے حالات اسی قسم کے تھے۔اور حقیقتاً یہ دردبڑا ہی صبر آزما تھا۔جس کی تفصیل بڑی طویل بھی ہے اور دردناک بھی۔لیکن یہ تفصیل کسی نوعیت کی بھی ہو۔یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے درویشوں کو اس امتحان میں سے کامیابی کے ساتھ گزرنے کی توفیق بخشی۔اور وہ اپنے تمام مادی جذبات کو کچل کر اس قربان گاہ عشق میں قدم آگے بڑھاتے چلے ئے۔اور آج بھی جبکہ درویشی کے پندرہ سال ہم پر گزر چکے ہیں جب دماغ کا شعور اپنے پٹ کھول کر پرانی یادوں کو سامنے لاتا ہے تو ایک طرف ان تلخیوں کو یاد کر کے دل میں اک ہوک اٹھتی ہے۔اور دوسری طرف دل بارگاہ الٰہی کی چوکھٹ رسجدہ ریز ہوتا ہے کہ اس نے صبر وثبات کی توفیق دی۔الحمد للہ۔

(وہ پھول۔جو مرجھاگئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص158-156 ۔بدر۔27 ستمبر 1962ء)

150 محترم صوفی علی محمدؓ صاحب نارووالی درویش

وہ گلدستہ ہی کیا جس میں انواع واقسام کے پھول نہ ہوں۔ایک اور رنگ دیکھئے۔یہ ہمارے ایک معمر بزرگ بھائی صوفی علی محمد صاحب نارووالی ہیں۔ مرحوم ایک خاص طبیعت کے مالک تھے۔قرآن کریم کی تلاوت کرنا ان کا ہروقت کا محبوب مشغلہ تھا یا کہ ان کی عادت ثانیہ تھی۔یا اسے عشق قرآن کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔اور صرف خود پڑھنے کا شوق نہ تھا بلکہ دوسروں کو بھی ناظرہ اور باترجمہ پڑھانے کا بہت شوق تھا۔اور درویشوں کے پاس خود پہنچ کر پڑھاتے تھے۔چنانچہ ہمارے بہت سے درویش بھائیوں نے ان سے قرآن شریف پڑھا۔اور ترجمہ سیکھا۔مرحوم کو وظیفہ بھی ملتا تھا۔اور معمولی تجارت کا کام بھی کرتے تھے مثلاً منڈی سے پھل لے آتے اور اپنے کمرے میں (حضرت سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کے مکان کی بیٹھک متصل زنانہ جلسہ گاہ) پھل کی ٹوکری سامنے رکھ کر قرآن کریم ہاتھ میں لئے دن بھر بلند آواز سے تلاوت کرتے رہتے اور قرآن پڑھانے کا بہت شوق ہی تھا کہ مرحوم نے بٹالہ میں کوئی علم دوست ہندو فیملی بھی تلاش کر لی جس کے بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کے لئے قادیان سے جایا کرتے تھے۔اور بعض اوقات کئی کئی دن انہی کے ہاں قیام کرتے۔مرحوم چونکہ ایک ناصح بزرگ تھے اسی لئے بلاامتیاز مذہب ہر ملنے والے کو نصیحتیں کرتے رہتے تھے جو ان کی لمبی عمر کے تجربہ کا نچوڑ ہوتی تھیں۔اور نصیحتوں کے ساتھ برمحل اور پر مذاق مثالیں بھی دیتے تھے۔نمازوں اور روزوں اور تہجد کے پابند تھے۔اور لوٹے،مصلے اور مسجد کے ساتھ گہرا رشتہ تھا۔

مرحوم اکثر سنجیدہ رہتے تھے۔لیکن جب شگفتگی پر آتے تو ان کی شگفتگی کو برداشت کرجانا بھی بڑے دل گردے کا کام تھا۔ایسے ایسے لطیفے اور پھبتیاں ہوتیں کہ ماحول کی افسردگی ہوا ہو جاتی۔بات کو ایک خاص اسلوب اور الفاظ میں ڈھالنے کا ڈھنگ آتا تھا۔چنانچہ ایک بار کسی معاملہ کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ سے بات کر رہے تھے۔راقم بھی پاس بیٹھا تھا۔کہنے لگے۔ہم خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کے جاں نثار اور وفادار خادم ہیں۔اور وفاداری کے عہد کو نبھائیں گے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑو اور جب فتح کر چکو تو تین پیسے کا کارڈ لکھ دینا۔

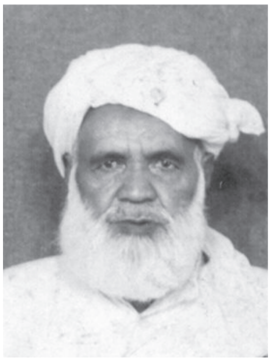
آخری ایام میں کمزوری صحت کی وجہ سے پاؤں متورم ہو گئے تھے۔اور بدقت چلتے پھرتے تھے۔اسی حالت میں پاسپورٹ پر پاکستان گئے۔وہاں بیماری نے شدت اختیار کرلی اور آخر 5 مئی 1961ء کو ربوہ میں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔مرحوم میانہ قامت سانولے رنگ کے تھے۔اچھی صحت کی حالت میں بھی نہایت آہستہ چلتے تھے۔شاید۔وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً۔پر عمل کرتے ہوں۔محترم مولوی نورالحق صاحب انور فاضل مبلغ افریقہ مرحوم کے فرزند ہیں۔

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص161-159۔بدر بیس ستمبر 1962ء)

''میں پھر کہتا ہوں کہ اس وقت بھی خدائے تعالیٰ نے دنیا کو محروم نہیں چھوڑا۔اور ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ہاں اپنے ہاتھ سے اس نے ایک بندہ کو کھڑا کیا اور وہ ہی ہے جو تم میں بیٹھا ہوا بول رہا ہے اب خدائے تعالیٰ کے نزول رحمت کا وقت ہے۔دعائیں مانگو۔استقامت چاہو اور درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔بکثرت پڑھو۔مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہؐ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپؐ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپؐ کی کامیابیوں کے واسطے۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔''

(ملفوظات۔جلد 3۔ص۔38)

151 محترم عبدالاحد خان صاحب افغان درویش



کوئی مالی جتنا زیادہ تجربہ کار، جتنا زیادہ ماہر فن اور چابکدست ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ خوبصورت و دلاویز اور باصرہ نواز گلدستہ تیار کرتا ہے۔ وہ مختلف پھولوں کے متناسب اور متوازن رنگ کو ملحوظ رکھ کر یوں مجتمع کرتا ہے کہ وہ ناظرین کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ گلشن احمدیت کے اس دور کے عظیم مالی سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 1947ء کے پر آشوب زمانہ میں جو گلدستہ تیار فرمایا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور ہمارے اس بے نظیر آقا کا زندہ جاوید شاہکار ہے۔ ہمارے اس محبوب محسن اعظم نے کن کن رنگوں اور خاصیتوں کو ملحوظ رکھ کر اپنی دوربین روحانی نگاہوں سے ایک انتخاب فرمایا۔ اور تین سو تیرہ پھول ایک روحانی دھاگہ میں مضبوطی اور خوبصورتی سے باندھا جس کا حیرت انگیز امتزاج رنگ و بو تھا۔

دیکھئے نا۔ قدرت اس خوشنما پھول کو اس گلدستہ میں سجانے کے لئے کہاں سے لے آئی تھی۔ اس تاریخی سرزمین سے جو آج بھی احمدیت کے بیج کے لئے سنگلاخ ہے۔ لیکن ایک اور نقطہ نظر سے قدرت نے اسے ایک امتیاز بھی بخشا ہے۔ یوں تو احمدیت نام ہی متواتر اور مسلسل قربانیوں کا ہے۔ لیکن سرزمین کابل میں فرزندان احمدیت بالخصوص حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ نے جو قربانی اپنی زبردشت قوت ایمانی کے بل پر دی وہ بے مثال بھی ہے۔ اور زندہ جاوید بھی۔ ہمارے بزرگ درویش بھائی مکرم عبدالاحد خان صاحب مرحوم اسی سرزمین کابل (افغانستان) کے رہنے والے تھے، جہاں فرزندان احمدیت کی وفا کا سخت امتحان لیا گیا ہے۔ اور اپنی جانوں کی قربانی دے کر انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی خوشنودی اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی تھی۔ اور اپنی قوت ایمانی اور ثابت قدمی سے ثابت کر گئے کہ صدق و وفا ہی ایثار کا وہ جذبہ ہے کہ جس کی تکمیل پر قومیں فخر کیا کرتی ہیں۔

عبدالاحد خان صاحب مرحوم بارہ سال کی عمر میں اپنے گاؤں کٹاخیل سے جو کابل سے نو دس میل کے فاصلے پر ہے خلافت اولیٰ کے زمانہ میں 1909ء میں قادیان آئے۔ اور مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں مقیم ہوئے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک مومن اس ناپائیدار دنیا میں یوں زندگی گزارتا ہے جیسے سرائے میں کوئی مسافر شب بسری کے لئے ٹھہر جائے۔ خان صاحب نے گویا معنوی رنگ میں اس پر عمل کیا۔ خان صاحب تعلیم یافتہ نہ تھے۔ مگر قادیان کی مسلسل رہائش اور علمی صحبتوں میں رہ کر پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

آپ ساری عمر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بطور باڈی گارڈ خدمت بجالاتے رہے۔ اپنے مخصوص افغانی لباس میں حضورؓ کے ہمراہ قریباً دوڑنے کے انداز میں چلا کرتے اور اسی حالت میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ان کی پرخلوص محبت کا جذبہ ان کے چہرے پر عیاں تھا۔ یوں تو مرحوم کو حضرت مسیح موعودؑ کے سارے خاندان سے محبت تھی۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ محبت وعقیدت اور خلوص وفدائیت کا رنگ بالکل نرالا تھا۔ ملک کی تقسیم کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی جدائی میں اداس رہتے۔ مرحوم کا ایک قابل فخر کارنامہ یہ ہے کہ جب سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے کتاب۔ دعوۃ الامیر۔ لکھی اور اس کا فارسی ترجمہ بھی شائع ہوا تو شاہ افغانستان کو فارسی نسخہ پہنچانے کے لئے مرحوم کابل گئے تھے جہاں محمود طرزی صاحب وزیر خارجہ افغانستان کے ذریعہ وہ کتاب شاہ افغانستان کو پہنچائی۔

مرحوم خان صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے منظوم فارسی کلام سے عشق تھا، مہمان خانہ کے صحن میں چاپائی پر بیٹھے بلند آواز میں تلاوت قرآن کریم کیا کرتے یا اپنی مخصوص افغانی طرز کے ساتھ حضورؑ کے فارسی اشعار پڑھا کرتے۔ مرحوم بے حد سادہ طبع اور درویش صفت تھے۔ اور دور درویشی میں تو ان کی درویشی ڈبل ہوگئی تھی۔ آپ کی شادی بڑھاپے کی عمر میں ہوئی لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آخری عمر میں بینائی سے بھی محروم ہو گئے تھے۔ اور چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے تھے۔ قریباً ستر سال کی عمر میں ہمارے اس درویش بھائی نے دو اگست 1968ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ مرحوم کے والد کا نام مکرم فتح محمد خان صاحب تھا۔ قد درمیانہ اور جسم بھاری تھا۔ احمدیت پر پختہ ایمان اور خلافت حقہ احمدیہ کے ساتھ بڑی ہی گہری وابستگی اور عقیدت تھی۔ بالخصوص سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ عشق رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص165-162 ۔ بدر۔ 17اپریل1969ء)

152 محترم بابا محمدؐ دین صاحب درویش



ہمارے ایک اور بزرگ درویش بھائی محترم بابا محمد دین صاحب تھے۔ ابتدائے درویشی سے ہی وہ کافی معمر تھے اور دنوں، مہینوں اور سالوں کے بوجھ نے ان کی کمر کو خمیدہ کر رکھا تھا۔لیکن اس ضعف پیری اور خمید گی کمر کے باوجود وہ اس قدر باہمت واقع ہوئے تھے کہ درویشی کے اکیس سالہ طویل دور میں ہاتھ سے اپنا سارا کام کرتے رہے۔اور اپنی روزی خود کماتے رہے۔اب تو مشینی دور نے قوائے انسانی کو مضمحل اور بے کار کر کے رکھ دیا ہے۔اور لوگ بہت زیادہ آرام طلب ہو چکے ہیں۔لیکن پرانے زمانہ کے لوگوں کے جسم ہی مشینوں کا سا کام کرتے تھے۔

انہی میں سے ایک بابا صاحب موصوف بھی تھے۔آپ کو بھینس پالنے کا شوق تھا۔چنانچہ اپنی ساری درویشی میں بھینس پالنے کا شوق اور شغل جاری رکھا۔دن بھر کھرپا ہاتھ میں لئے بہشتی مقبرہ کی کسی سڑک پر گھاس کھودتے نظر آتے۔ یہی وہ سخت قسم کی محنت اور ورزش تھی جو بڑھاپے کے باوجود ان کی صحت کی ضامن بنی رہی اور ایک غیور انسان کی طرح انہیں کسی کا محتاج نہ ہونے دیا۔چونکہ باہمت انسان تھے۔اس لئے قدرت نے پسند نہ کیا کہ جو اں ہمت بوڑھا کسی مرض میں مبتلا ہو کر چارپائی پر پڑ جائے۔اور کھانے پینے کے لئے کسی کا محتاج ہو جائے۔چنانچہ سات جولائی 1968 کی ایک دوپہر کو ان کی وفات اس شان سے واقع ہوئی کہ جھلستی دوپہر میں گھاس کھود کر واپس آئے۔اور اپنے کوارٹر کی ڈیوڑھی میں اسی گھاس کی گٹھڑی سے پیٹھ لگا کر نیم دراز ہو گئے۔اور اسی حالت میں ان کی روح قفس عنصری سے آزاد ہو کر اپنے مولیٰ کے ہاں پہنچ گئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اپنا کھانا تو اپنے ہاتھ سے پکاتے ہی تھے۔لیکن ہمت کی انتہاء یہ تھی کہ اپنے رہائشی مکان میں ہر قسم کی تعمیر کا کام بھی اکیلے اور اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے۔اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بھی دو سال قبل کی بات ہے اپنی ضعیفی اور خمیدہ کمر کے باوجود اپنی ڈیوڑھی کی چھت خود اتاری اور خود ہی گارا وغیرہ بنا کر خود ٹائلیں چھت پر پہنچائیں اور یوں۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ کا مظاہرہ کیا۔بابا جی کی جنون آسا ہمت انہیں ہر وقت متحرک رکھتی تھی۔بابا جی مرحوم بے حد سادہ اور خاموش طبع درویش تھے۔بڑے ہی صبر وسکون کے ساتھ درویشی کے دور کو گزارا۔سفید ریش بابا جی منحنی قد و قامت اور سرخ و سپید رنگت رکھتے تھے۔مرحوم کے والد کا نام بھولا تھا۔ان کا اصل وطن بدو کے ضلع گوجرانوالہ پاکستان تھا۔وفات کے وقت ان کی عمر قریباً 85 سال تھی۔آپ موصی تھے۔اس لئے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

(وہ پھول۔جو مرجھا گئے۔چوہدری فیض احمد گجراتی درویش ص 167-166 ۔بدر۔17 اپریل 1969ء)

153 عبد الرحیم صاحب ملکانہ درویش

ایک بار تو اجل کی آنکھوں میں بھی آنسو تیر گئے ہوں گے۔اور ایک بار تو سنگدل موت کا دل بھی دہل گیا ہو گا جب اس نے ہمارے بھائی عبد الرحیم صاحب ملکانہ کے طائر روح کی گردن اپنے چنگل میں لی ہو گی بعض حادثات اتنے غیر معمولی ہوتے ہیں اور پھر اتنے اچانک کہ ان کے پس پر وہ قدرت کا ایک زبردست ہاتھ کام کرتا ہوا صاف نظر آتا ہے۔اور بعض سانحات اس قدر غیر متوقع طور پر ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ اس سانحہ کی زد میں آنے والے ہر فرد کے عزائم ایک چھناکے کے ساتھ ٹوٹ کر درس حسرت و عبرت بن جاتے ہیں۔یہی اللہ تعالیٰ کی جلوہ گری ہے۔اور یہی فوق العقل مظاہر قدرت ہیں جو ایک آنی طور پر سہی مگر ایک دہریہ کو بھی خدا تعالیٰ کی قادر و توانا ہستی کا قائل بنا دیتے ہیں۔

ابھی کل شام تو وہ صحت در اور تندرست تھے۔کل عصر کے وقت تو وہ بالکل توانا تھے۔کل دوپہر تو وہ اچھے بھلے اپنی دوکان میں مریضوں کو دیکھ رہے تھے۔یہ خبر درست نہیں ہو سکتی۔بہت سی زبانیں تھیں جنہوں نے اس اچانک حادثے کی خبر سن کر ایسے الفاظ کہے۔ملکانہ صاحب کی وفات ایک ایسا واقعہ تھا جسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد بھی درست تسلیم کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔کچھ تو اس لئے کہ وہ کل تک قابل رشک صحت کے مالک تھے۔اور کچھ اس لئے کہ ان کی شخصیت اپنے محدود سے دائرہ میں ہر دل عزیز تھی۔ان کی وفات کی تصدیق ہوتے ہی محلہ احمدیہ کے ہر مرد و زن اور بچے کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔

جیسا کہ جزو نام سے ظاہر ہے ملکانہ صاحب مرحوم علاقہ ملکانہ کے رہنے والے تھے۔مگر بچپن سے ہی قادیان چلے آئے تھے۔اور یہیں رہ کر مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پاتے رہے۔تقسیم ملک کے بعد وہ انسپکٹر بیت المال مقرر ہوئے اور ایک عرصہ دراز تک یہ خدمت بجالاتے رہے۔انہوں نے انسپکٹری

کے فرائض اتنے خلوص اور خوش اسلوبی سے ادا کئے کہ ہندوستان بھر کی جماعتیں ان کے اس امتیاز کا ذکر کرتی ہیں۔ میں ایک مرتبہ اڑیسہ کے دورہ پر کیرنگ گیا تو ایک دوست کہنے لگے کہ ملکانہ صاحب اپنے فرض کی ادائیگی میں اتنے شدید ہیں کہ ہم ہل جوت کر کھیتوں میں چلے جائیں تو وہ کھیتوں میں ہمارے پاس پہنچ جاتے تھے۔ اور جماعتی چندوں کا تقاضا کرتے تھے۔ گو بعض لوگوں کے ساتھ ان کی جھڑپ بھی ہو جاتی تھی مگر ان کے خلوص کے باعث ہم انہیں بہت محبت اور عزت سے یاد کرتے ہیں۔ ملکانہ صاحب مرحوم کی وفات کے بعد بھی خاکسار جنوبی ہند کے دورہ پر گیا تو ہر جماعت کے لوگوں نے ملکانہ صاحب کی اس خوبی کا ذکر کیا۔ بہر حال وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ماہر اور پر خلوص تھے۔ جماعتی مسائل سے واقفیت اور اپنی دینداری کے باعث وہ ایک کامیاب انسپکٹر کی حیثیت سے جماعت کی خدمت کرتے رہے۔ اور آخری چند سالوں میں مرکز میں ہی رہ کر نظارت علیاء کے دفتر میں کام کرتے رہے۔ اور ساتھ ہی طبابت کا کام جاری رکھا۔ طبابت بھی کامیاب تھی اسی لئے اس مہنگی کے دور میں اپنی کثیر العیالی پر قابو پاتے رہے۔ مگر عین عالم جوانی میں بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر موت کا زبردست ہاتھ انہیں ان کے روتے بلکتے بچوں سے چھین کر لے گیا۔

27 دسمبر 1965ء کی رات کو اچانک طور پر بیمار ہوئے اور 28 دسمبر کی صبح کو ان کا وجود عدم کی وسعتوں میں گم ہو گیا۔ مرحوم موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام بخشے اور پسماندگان کا حافظ و ناصر رہے۔ آمین۔ (وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 172-170 ۔ بدر آٹھ جون 1967ء)

154 محترم مستری عبد الغفور صاحب درویش



اس گلشن عالم میں انواع اقسام کے پھول اپنے اپنے مخصوص رنگ و بو کے ساتھ کھلتے ہیں۔ اور ایک محدود عرصہ تک سیر گاہ گیتی میں حسن نظر کی تسکین کا سامان کر کے ایک عمر طبعی پا کر بہر حال وقت کی بادِ سموم کے اثرات سے مرجھا جاتے ہیں۔ قدرت کا یہ نظام اسی طرح چلتا آیا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا۔ تقسیم ملک کے پر آشوب زمانہ میں جب احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کو کچھ ایسے دیوانوں کی ضرورت تھی جو اپنے تمام دینوی علائق سے منقطع ہو کر صرف مقامات مقدسہ کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر کے رضائے الٰہی کو حاصل کریں، تو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں تین سو تیرہ درویشوں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اور صدق و وفا کا وہ نمونہ دکھایا جس پر تاریخ احمدیت ہمیشہ فخر کرے گی۔

گلشن احمدؑ کے یہ پھول اپنی اپنی عمر طبعی کے مطابق زینت چمن بن کر مرجھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور تین سو تیرہ کی تعداد گھٹ کر اب صرف ایک سو کے قریب رہ گئی ہے۔ گزشتہ تھوڑے سے عرصہ میں ہمارے چار ساتھی ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ انہی کی خدمت میں عقیدت و محبت کا ہدیہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔ مضبوط پہلوانی جسم۔ سانولا رنگ۔ چہرے پر سادگی اور مسکراہٹ۔ پر خلوص اور باوفا انسان۔ یہ تھے ہمارے درویش بھائی مستری عبد الغفور صاحب مرحوم۔ جو تقسیم ملک کے وقت مقامات مقدسہ قادیان کی خدمت کا ولولہ دل میں لئے ایک عہد کو خوش اسلوبی سے نبھا کر سرخروئی کے ساتھ مورخہ تین اگست 1974ء کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

مستری صاحب مرحوم کی پہلی بیوی تقسیم ملک کے قبل ہی فوت ہو چکی تھی جس کے بطن سے ایک لڑکا تھا۔ جو پاکستان میں رہتا تھا۔ دوسری شادی انہوں نے راٹھ یوپی) میں مکرم ماسٹر نثار محمد صاحب مرحوم کی ہمشیرہ فخر النساء صاحبہ سے کی۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ زمانہ درویشی میں سے اکثر حصہ مرحوم نے صدر انجمن احمدیہ پر بوجھ بنے بغیر گزارا۔ وہ اپنے آبائی پیشہ یعنی لوہار کا کام کر کے گزارہ چلاتے رہے۔ ان کا بایاں ہاتھ زمانہ درویشی میں ہی ایک مشین پر کام کرتے ہوئے کٹ گیا تھا۔ انگلیاں تو جڑ گئی تھیں۔ لیکن ان میں ٹیڑھا پن آ گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ بدستور مستری کا کام کرتے رہے۔ اور بڑی ہمت کے ساتھ اپنا گزارا چلایا۔ بہت خاموش، نرم دل اور شریف الطبع انسان تھے۔ اگست 1974ء میں کوئی سخت محنت کا لوہارا کام کرتے ہوئے شدت گرمی سے بے حال ہو کر ڈاکٹر کے پاس پہنچے، دوائی لی اور گھر چلے گئے۔ یک بیک حالت بگڑ گئی اور کوئی طبی امداد پہنچنے سے قبل ہی خدا تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں دفن ہوئے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 178-177 ۔ بدر۔ 13 مارچ 1975ء)

155 محترم محمدؐ احمد صاحب نسیم درویش

11 مئی 1948ء کو ہی لاہور سے قادیان پہنچنے والے قافلہ درویشان میں ایک درویش بھائی محمدؐ احمد صاحب نسیم تھے۔ ان کا اصل وطن مالابار (کیرالہ) تھا۔ تقسیم ملک سے قبل قادیان میں رہتے تھے۔ تقسیم کے وقت ہجرت کر کے لاہور چلے گئے۔ اور جب قادیان کی خدمت کے لئے درویشی زندگی گزارنے کی تحریک ہوئی تو انہوں نے بخوشی اپنا نام پیش کر دیا۔ گو اس قافلہ میں معمر احباب کو ہی شامل کیا جانا تھا۔ اور نسیم صاحب اس وقت نوجوان تھے۔ لیکن چونکہ وہ نوجوانی کے عالم میں ہی سامنے والے دانتوں سے محروم ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے اپنی دانتوں سے محرومی کو وجہ جواز بنایا جسے ان کے جذبہ شوق کی وجہ سے تسلیم کرلیا گیا۔ اور وہ قادیان پہنچ گئے۔ یہاں ان کے حسب حال انہیں احمدیہ شفاخانہ میں کمپونڈر کے فرائض تفویض کئے گئے جنہیں بڑی سنجیدگی اور خلوص اور محنت کے ساتھ انہوں نے 27 سال تک ادا کیا۔

طبیعت میں سادگی اور انکسار تھا۔ اپنے کام سے کام رہا۔ کم گوئی کا خاصہ اس قدر تھا کہ بالعموم چلتے پھرتے ایک ہاتھ اپنے منہ کے سامنے رکھتے تھے مبادا کوئی لفظ منہ سے پھسل کر گر جائے۔ چھوٹا قد، سانولا رنگ، موٹی آنکھیں، اونچی ناک۔ ٹخنوں سے اوپر پاجامہ۔ سادگی کا یہ مرقع صرف نمازوں کے اوقات میں مسجد کو جاتے نظر آیا کرتا تھا۔ نماز بڑی آہستگی اور وقار کے ساتھ ادا کرتے۔ تشہد میں بیٹھے ہوئے بالکل بے جان معلوم ہوتے۔ یوں جیسے جسم و جان کو خدا کے سپرد کر دیا ہو۔ اور درحقیقت یہی وہ کیفیت نماز ہے جس پر اہل اسلام کو قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے تھے۔

چند سال قبل ان کے گردوں میں انفیکشن ہوئی تھی۔ ڈاکٹروں نے اپریشن کا مشورہ دیا۔ جس سے وہ خائف ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ وہ ہسپتال کے کارکن تھے، ان کا دماغ اپریشن کے تصور کو قبول نہ کرسکا۔ اور وہ بیماری جو اپنی ابتداء میں معمولی تھی بڑھتی گئی۔ اور وہ بیرونی علاج پر قانع رہے۔ اسی اثناء میں وہ اپنی سروس سے ریٹائر ہو کر دوبارہ ملازمت میں آ گئے۔ جس کے لئے انہوں نے اپنی صحت کا سرٹیفکیٹ بھی پیش کیا۔ لیکن ان کا متورم چہرہ بتاتا تھا کہ وہ بیماری کے شکنجے میں آ رہے ہیں۔ چنانچہ جون 1975ء کے آخر میں مرض نے شدت اختیار کر لی۔ گردوں کی تکلیف بڑھ گئی۔ قادیان کے ڈاکٹروں نے امرتسر لے جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ امرتسر وی۔ جے ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ جہاں علاج کے باوجود مرض مزید شدت اختیار کر گیا۔ اور آخر 21 جولائی 1975ء کو ایک بیوہ اور چھ بچے چھوڑ کر ہمارے یہ درویش بھائی ملک عدم کو سدھار گئے۔ بڑی بیٹی کی شادی ہو چکی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ ایک لڑکا عزیز حمید احمد صدر انجمن احمدیہ کے خرچ پر چنڈی گڑھ میں انجینئرنگ کی تعلیم پا رہا ہے۔ اور باقی بچے کمسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر رہے۔

مرحوم موصی تھے۔ 22 جولائی 1975ء کی صبح کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ نو میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ ص 192-190۔ بدر۔ 21 اگست 1975ء)

156 محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی درویش



یہ ہیں گلدستہ درویشان کے ایک اور مہکتے، خوشبوئیں پھیلاتے اور دل و نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لینے والے ایک اور پھول، ایک ایسے پھول جن کے رنگ و نکہت کے بیان کے لئے میرے پاس شایان شان الفاظ نہیں ہیں۔ مجھے بہت دیر تک سوچنا پڑا کہ وہ اسلوب بیان کہاں سے لاؤں جو اس پھول کی تصویر کھینچ سکے۔ لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میں ایسا نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ یہ پھول گلدستہ میں ایک بہت ہی نمایاں اور بیحد باصرہ نواز ہے۔

مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ مولانا غلام رسول راجیکیؓ کے فرزند ارجمند تھے۔ اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کی شخصیت کیا بلحاظ عظیم المرتبت صحابی ہونے کے اور کیا بلحاظ تبحر علم کے جماعت کے اندر اتنی معروف و مقبول ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت ہی نہیں۔ مولوی برکات احمد صاحب مرحوم نے اپنے گراں قدر باپ کی علمی صفات اور اخلاق سے وافر حصہ پایا تھا۔ اور انکی رہائش گاہ ہمیشہ مرجع خواص و عوام رہی کیونکہ وہاں دن رات سلسلہ کی روایات اور عظمتوں کا بیان ہوتا تھا۔ مرحوم کا حلقہ اثر و احباب بہت وسیع تھا۔ اپنوں اور غیروں میں مقبول تھے۔ اور بڑی صلاحیتوں کے مالک تھے۔

مرحوم نے میٹرک تک تعلیم قادیان کے تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پائی اور انٹرمیڈیٹ کا امتحان رندھیر کالج کپورتھلہ میں پاس کیا اور اسلامیہ کالج لاہور

سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کرلی تھی۔لیکن سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی وقف زندگی کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے سرکاری ملازمت ترک کر دی۔اور خدمت سلسلہ کے لئے قادیان حاضر ہوگئے۔اور دوسرے واقفین کے ساتھ دینی کورس پڑھا۔1944ء میں نائب ناظر امور عامہ مقرر ہوئے اور ستمبر 1947ء میں جب حضرت سید زین العابدین صاحب ناظر امور عامہ کی گرفتاری عمل میں آئی تو نظارت امور عامہ میں ان کا مستقبل تقرر ہوگیا۔گو عہدہ نائب ناظر کا رہا۔لیکن اس نظارت کی تمام ذمہ داریاں انہی کے کاندھوں پر رہیں۔

تقسیم ملک کے بعد مرحوم نے اپنی نظارت کی ذمہ داریوں کو اس قدر خوش اسلوبی سے نبھایا کہ یہ انہی کا حصہ تھا۔اس زمانہ کے حالات میں اتنی تلخی اور کشیدگی تھی کہ آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔پاکستان سے آنے والے زخم خوردہ غیرمسلموں کے دلوں میں قدرتی طور پر مسلمانوں کے خلاف نفرت کا طوفان تھا۔ایسے حالات میں ایک طرف درویشوں کی صحیح رنگ میں رہنمائی کے ساتھ ساتھ غیرمسلمانوں کے ساتھ تعلقات کی استواری کا کام وہی شخص کرسکتا تھا جو حالات کے عمق پر نگاہ رکھتا ہو اور مزاج کے لحاظ سے اس کے اندر بہت دھیما پن ہو۔کیا نکہ ذرا سی بات بھی حالات کو ناخوشگوار بنا سکتی تھی۔چنانچہ مرحوم نے بڑی ہی خوش اسلوبی اور دور دور اندیشی کے ساتھ اپنے اس فرض کو ادا کیا۔اور دو تین سالون کے اندر ہی غیرمسلموں میں سے ایسے تمام لوگوں کے ساتھ گہرے روابط پیدا کر لئے جن کے متعلق یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مسلمانوں کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتے۔آج جب 29 سالہ قبل کے ماضی پر نگاہ جاتی ہے تو مرحوم کی یہ انتظامی خوبی بڑی نمایاں ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

گو مرحوم نے دینی تعلیم یا تو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں میٹرک تک کے دینی کورس میں پائی تھی یا پھر اس کورس میں جو واقفین زندگی کے لئے مقرر تھا۔لیکن حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا فرزند ہونے کے لحاظ سے جو تعلیم انہیں اپنے گھر میں ملی تھی اس کا درجہ بہت بلند تھا۔پھر چونکہ فطری طور پر ذوق مطالعہ رکھتے تھے اس لئے ان کے علم میں بھی اور معلومات دینی و دنیوی میں بھی بہت وسعت پیدا ہوگئی تھی۔سلسلہ احمدیہ کی تاریخ سے بہت آگاہی تھی۔اور سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک زمانہ اور پھر خلفائے عظام کے مبارک دور کے حالات وہ بڑی ہی محبت کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ان کے بیان میں خلوص بھی تھا اور دلآویزی بھی۔یہی وجہ ہے کہ درویشوں کی ایک بڑی تعداد مرحوم کے پاس ہمہ اوقات موجود رہتی تھی۔مرحوم ایک عرصہ تک مجرد رہے۔لیکن مرحوم کے اس مجرد کا فائدہ بہت سے درویشوں کو اس رنگ میں پہنچا کہ مرحوم کی قیام گاہ (حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مکان کا مردانہ حصہ) پر تذکار علمی کے لئے پہنچ جایا کرتے تھے۔

مرحوم کے پاس علمی کتابوں کے علاوہ ادبی کتب کا بھی ایک ذخیرہ تھا۔مطالعہ کی وسعت نے ان کے علم میں ایک رعب اور بیان میں شوکت پیدا کر دی تھی۔گو اپنی اعصابی کمزوری کے باعث مرحوم نے کبھی تقریر نہ کی تھی۔لیکن خانگی علمی مجالس میں مرحوم کے بیان میں ایک غیر منقطع تسلسل ہوتا تھا۔اور حالات وواقعات کے بیان کے ملکہ نے مرحوم کے لئے درویشوں کے دلوں میں ایک مقام پیدا کر دیا تھا۔تقسیم ملک کے بعد جب صدر انجمن احمدیہ کے سامنے کٹھن مسائل ومراحل آئے جن کے لئے حکومت سے طویل عرصہ تک خط وکتابت کرنا پڑی اور صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کو حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ سطح کے افسروں بلکہ آنجہانی پنڈت نہرو کے ساتھ خط وکتابت کرنا پڑی تو اس کی ڈرافٹنگ مرحوم کا ایک یادگار کارنامہ ہے۔اور نظارت امور عامہ کی فائلیں اس پر گواہ ہیں۔

گو خاکسار مرحوم سامنے ایک طفل مکتب سے بھی کم تر حیثیت رکھتا تھا لیکن ادبی مسائل میں مجھ سے اکثر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔علامہ اقبال کے بعض اشعار زیر بحث رہا کرتے تھے۔چنانچہ علامہ اقبال کا یہ شعر۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے   بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سنا کر پوچھا کہ اس کا مفہوم متبادر نہیں ہے۔ہزاروں سال کا مبالغہ ایک استحالہ عقلی ہے۔میں نے اس کا مفہوم بتایا وہ اس پر بہت مطمئن اور خوش ہوئے (یاد رہے کہ علامہ اقبال کے کئی ایسے اشعار پر تنقید نگاروں نے سخت تنقیدیں کی ہیں)

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔میں عرض کر رہا تھا کہ مولوی برکات احمد صاحب مرحوم بے شمار علمی،ادبی اور اخلاقی خوبیوں کے مالک تھے۔ان کی گفتگو کے انداز کی نرمی مخالف سے مخالف تر آدمی کو بھی اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔مطالعہ کی وسعت نے مرحوم کی شخصیت کے اندر ایک امتیاز پیدا کر دیا تھا۔چنانچہ درویشی کے ابتدائی دور میں جب 1952ء میں قادیان سے ایک ہفت روزہ اخبار نکالنے کی تجویز ہوئی تو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی نگاہ انتخاب نے مرحوم ہی کو چنا،چنانچہ 1954ء تک اس کے ایڈیٹر رہے۔اور یہ خدمت آنریری طور پر بجالاتے رہے۔بڑے صائب الرائے انسان تھے۔اس لئے صدر

انجمن احمدیہ کی ممبری کے علاوہ وقف جدید انجمن احمدیہ کے بھی ممبر رہے۔ اصلاحی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے بھی عرصہ تک خدمت انجام دی۔مرحوم نے اپنے قابل فخر والد حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے نہایت ایمان افروز حالات کئی جلدوں میں شائع کر کے جماعت کی ایک بڑی خدمت انجام دینے کے علاوہ اپنے باپ کا حق بھی ادا کیا ہے۔حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کے یہ حالات زندگی اتنے ایمان افروز اور اتنے وجد آفریں ہیں کہ دلوں کے زنگ کو دور کرتے ہیں۔اور سلسلہ کے ساتھ عشق اور والہیت پیدا کرتے ہیں۔

مرحوم کی شادی ایک لمبے عرصہ کے تجرد کے بعد محترم مرزا برکت علی صاحب آف اباد ان ایران (داماد حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ) کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد سے بھی نوازا۔لیکن بوجوہ یہ شادی کامیاب نہ ہوسکی۔اور خلع ہوگیا۔مرحوم کی دوسری شادی ابھی زیر تجویز تھی۔نکاح بھی ہو چکا تھا۔لیکن اچانک پیغام اجل آ گیا اور 17نومبر 1963ء کو مرحوم حرکت قلب بند ہوجانے سے وفات پا گئے۔مرحوم کے فرزند عزیز امتیاز احمد اس وقت ربوہ میں ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم کا قد میانہ، جسم بھاری بھر کم تھا۔آنکھیں موٹی اور دل کشادہ تھا۔صدقہ وخیرات اور غرباء کی مدد ہمیشہ شیوہ رہا۔اعصابی کمزوری کے باعث ہاتھوں میں لرزہ تھا۔جس کا اثر ایک ٹانگ پر بھی کبھی کبھی ہوجاتا تھا۔مرحوم موصی تھے۔بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں تدفین عمل میں آئی۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش۔ص197-193 ۔)

157 محترم نواب خاں صاحب درویش



ہمارے ایک درویش بھائی مکرم نواب خاں صاحب مرحوم چند ہفتے قبل ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں۔مرحوم ضلع گجرات کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔اور تقسیم ملک سے قبل قادیان میں دیہاتی مبلغ کلاس میں تعلیم پاتے تھے۔تقسیم ملک کے بعد وہ خدمت مرکز کے جذبہ سے سرشار ہو کر قادیان میں ہی مقیم رہے۔چونکہ دیہاتی مبلغ کا کورس پورا نہ کر سکے تھے اس لئے وہ مختلف دفاتر میں دفتری کی خدمت بجالاتے رہے۔بہت ہی سادہ اور کم گو انسان تھے۔مرحوم کی بیوی پاکستان میں تھی جو 1954ء میں یہاں آ کر چند سال مرحوم کے ساتھ رہی۔لیکن شومی قسمت سے تعلقات زوجیت میں رخنہ پڑ گیا۔اور مرحوم کی بیوی پاکستان چلی گئی۔اور وہاں جا کر خلع لے لیا۔

مرحوم سادہ اور کم گو تو پہلے ہی تھے۔بیوی کے خلع لینے کے بعد یہ صدمہ گویا آسیب کی طرح چمٹ گیا۔کوئی سوسائٹی نہ تھی، کسی سے یارانہ نہ تھا۔دفتری طور پر خدمت انجام دینا اور پھر سارا وقت اپنے کمرے میں تنہا گزار دینا۔مرتے دم تک یہی ان کی خصوصیت رہی۔اپنے کمرے میں ہی اکثر نمازیں ادا کرتے تھے۔اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتے تھے۔اسے ہم یوں بھی ادا کر سکتے ہیں کہ مرحوم خدا کے سوا کسی سے بولتے نہ تھے۔البتہ کبھی کبھی وظیفہ کے بارہ میں حضرت امیر صاحب یا حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے پاس فریادی کی حیثیت میں آہستہ گوئی کے ساتھ امداد کے طالب ہوتے تھے۔گو وظیفہ تو انہیں دوسرے مجرد درویشوں کی شرح سے ہی ملتا تھا۔لیکن اپنی بیحد سادگی کے باعث وہ اس میں گزارہ نہ کر سکتے تھے۔احمدیہ چوک سے مسجد مبارک کی طرف آئیں تو بائیں ہاتھ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔بس یہی کمرہ ان کی قیام گاہ تھی۔کمرہ بھی خاموش۔در و دیوار بھی خاموش۔اور مکین بھی خاموش۔انہی حدود اور انہی کیفیات میں مرحوم نے کئی سال گزارے۔اور یوں گزارے کہ جب بھی وہ سامنے آجاتے تھے تو یاد آتا تھا کہ نواب خاں بھی یہیں قادیان میں رہتے ہیں۔ورنہ انہیں اپنی تنہائی سے پیار تھا سردی ہو یا گرمی وہ اپنے اسی کمرے میں سوتے تھے۔

اور پھر ایک صبح جب ان کے انچارج نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ سخت گرمی کے ایام میں وہ اپنی چارپائی پر پہلو کے بل لیٹے ہوئے ہیں۔ہلایا تو معلوم ہوا کہ جسم اکڑا ہوا ہے۔وہ رات ہی کے کسی حصہ میں 18جولائی 1976ء کو حرکت قلب بند ہوجانے سے اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے تھے۔اسی روز بعد دوپہر مرحوم کا جنازہ مہمان خانہ کے صحن میں حضرت امیر صاحب مقامی نے پڑھایا اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں ابدی نیند سونے کے لئے ایک قبر کی لحد میں رکھ کر مٹی ڈال دی گئی۔خاموشی سے جانے والے! خدا حافظ۔پہلے تو اپنے کمرے میں خاموش رہا کرتا تھا اور اب تو شہر خموشاں میں رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ تجھے رحمت کی چادر اوڑھادے۔آمین۔مرحوم سرخ وسپید رنگ کے ساڑھے پانچ فٹ قد کے تھے۔آنکھوں میں نیلاہٹ تھی۔سادگی اور خاموشی ان کی امتیازی خاصیت تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ (وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ص206-204)

158 محترم حافظ عبد العزیز صاحب درویش



آہ! ایک اور خوش رنگ پھول کے شجر زندگی کے اوراق موت کی باد سموم سے زرد ہو کر جھڑ گئے۔ اور گلدستہ درویشان کا حسن ایک جانب سے گہنا کر رہ گیا۔ ہمارے درویش بھائی حافظ عبد العزیز صاحب اس گلدستہ کے ایک خوشنما پھول ہی نہ تھے وہ ااس چمنستان کا ایک خوش نوا بلبل بھی تھے۔ درویشی بجائے خود ایک سعادت ہے۔ لیکن یہ سعادت حافظ صاحب مرحوم کے لئے اس لحاظ سے دو آتشہ تھی کہ وہ مسجد اقصیٰ کے موذن تھے۔ بینارۃ المسیح شاہد ہے کہ حافظ صاحب مرحوم نے متواتر چوبیس سال کے طویل عرصہ تک روزانہ پانچوں وقت مینا کی 85 سیڑھیاں طے کر اپنی خوش گلوئی کے ساتھ اذان کے روحانی اور سرمدی نغمے فضاؤں میں گونجتی تو اس کی کیف زائی میں ایک دعوت عبودیت ہوتی۔ یوں تو اذان خود اپنی زبان میں ایک دعوت عبودیت ہے۔ لیکن حافظ صاحب مرحوم کی اذان میں اک عجیب کشش تھی۔ یوں کہ نمازیوں کے قدموں میں مسجد تک پہنچنے کے لئے ایک ارتعاش پیدا ہوجاتا ہے۔ حافظ صاحب مرحوم نابینا تھے۔ غالباً بچپن میں کسی مرض کے حملہ سے وہ بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ یوں ان کی آنکھیں کافی موٹی تھیں اور کوئی اجنبی انہیں دیکھ کر نابینا نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ آنکھیں اپنے حلقوں میں باقاعدہ گردش کرتی تھیں۔

ابتدائے درویشی میں جب درویشوں کی شادیاں ہوئیں تو حافظ صاحب کے لئے شادی کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔ ان کی نابینائی کے علاوہ آمد کی کمی سد راہ تھی۔ انہیں اپنی بیٹی سپرد کر دینے والے شخص کے اندر بڑے ہی حوصلے اور جرات کی ضرورت تھی جس کے دل میں قربانی کا بے انتہا جزبہ ہوتا۔ چنانچہ حافظ صاحب نے تجرد کا ایک طویل عرسہ گزارا۔ نابینائی سے قطع نظر حافظ صاحب کی عام جسمانی صحت بہت اچھی تھی۔ اور بعض حساس درویش ان کے طویل تجرد پر افسوس بھی کرتے۔

لیکن ہر کام وقت معینہ کا مرہون ہوا ہے۔ یہ مسجد اقصیٰ کی مخلصانہ خدمت کا کرشمہ تھا۔ یا حافظ صاحب کے تجرد کی خاموش التجا کہ قدرت ایک ہزار میل کے فاصلے سے ایک مخلص احمدی دوست مکرم مخدوم حسین صاحب کو صوبہ میسور کے گاؤں بیلگام سے قادیان کھینچ لائی۔ وہ تلاش معاش میں قادیان آئے تھے اور ان کے ہمراہ ایک نالتخدا جوان بچی بھی تھی۔ انہیں جب تحریک کی گئی تو وہ اس قربانی پر آمادہ ہو گئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ حافظ عبد العزیز صاحب نابینا اور غریب درویش تھے اور کوئی موثر جواز شادی کے لئے نہ رکھتے تھے۔ لیکن آفرین ہے مخدوم حسین صاحب پر کہ وہ اس بے مثال قربانی پر آمادہ ہو گئے۔ اور پھر آفرین ہے اس نوجوان لڑکی پر بھی جس نے ایک نابینا غریب درویش کی بیوی بننا منظور کر لیا۔ اور پھر شادی کے بعد وفاداری سے اپنے شوہر کی خدمت کی۔ بہر حال 1964 میں حافظ صاحب کی شادی ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد سے بھی نوازا۔ ان کے چار بچے ہیں۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔ سارے بچے گلاب کے شگفتہ پھولوں ایسے۔!

قریباً تین سال قبل حافظ صاحب مرحوم مسجد اقصیٰ میں جھاڑو دے رہے تھے میں نے اپنے دفتر کے دروازے سے (جو مسجد اقصیٰ کی طرف کھلتا ہے) دیکھا کہ حافظ صاحب کا بڑا بیٹا عزیز عبد الرحمٰن انکے گلے سے چمٹا ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے جھاڑو رکھ دیا۔ اور بچے کو مٹا کر پیار سے اس کے ست اور پشت پر ہاتھ پھرنے لگے۔ اس نظارے نے مجھے مسحور بھی کیا اور غمزدہ بھی۔ بچہ نہایت حسین خدوخال کا ہے اور ایک نابینا باپ اس سے ان جانی سی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ میرا دل پکار اٹھا۔

کاش! یہ نابینا باپ اپنے پھول سے بچے کو دیکھ بھی سکتا۔ اے کاش! اس کی بینائی لوٹ آئے۔

جذبات! ابل کر میرے سینے کی گہرائی سے اٹھے۔ اور دعا بن کر میرے لبوں پر مچل گئے۔ میں دیر تک اشکبار کھڑا دیکھتا رہا۔ اور غیر ارادی طور پر بار بار یہ الفاظ میرے منہ سے دعا بن کر نکلتے رہے۔ اور انہی جذبات کے دھارے میں بہتے ہوئے میں نے گلوگیر ہو کر حافظ صاحب کو مخاطب کیا۔

حافظ صاحب! میں دعا کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بینائی بخشے اور آپ اپنے اس خوبصورت ثمر کو دیکھ کر حقیقی مسرت پا سکیں۔

اس کے بعد جب کبھی حافظ صاحب مجھے نظر آتے، وہ نظارہ میرے سامنے آجاتا اور میں ان کی بینائی کے لئے دعا کرتا۔ لیکن مجھے کمزور اور گنہگار انسان کی دعا باب اجابت تک نہ پہنچ سکی۔ اور حافظ صاحب اپنی نابینائی سمیت ہم سب درویشوں کو مغموم کر کے اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔ حافظ صاحب بڑی لگن کے ساتھ اس مسجد اقصیٰ کی خدمت کرتے تھے جو شعائر اللہ میں سے ایک ہے۔ وہ روزانہ بلا ناغہ اس وسیع وعریض مسجد میں جھاڑو دیتے۔ اور ساتھ ساتھ سے فرش کو ٹٹولتے جاتے کہ کہیں کوئی تنکا تو پڑا نہیں رہ گیا۔ وہ ساری دریوں کو بھی جھاڑتے۔ اور نابینائی کے باوجود صفیں سیدھی بچھاتے۔ مسجد

کا ایک ایک کونہ۔ ایک ایک چپہ۔ ایک ایک بلب اور سوئچ ان کے حافظے میں موجود ہوتا۔ یہی نہیں بلکہ محلہ احمدیہ کا ایک ایک گوشہ ان کے حافظہ کی گرفت میں تھا۔ انہیں اگر کوئی اجنبی اس محلے میں چلتے پھرتے دیکھتا تو بتانے کے باوجود اس کے لئے یہ باور کرنا مشکل ہوتا کہ حافظ صاحب نابینا ہیں۔ ان کے قدموں نے اپنے ایریا کی ایک ایک اینٹ ناپی اور حفظ کی ہوئی تھی۔ اپنی تیز رفتار کے ساتھ وہ گلیوں کے موڑیوں کاٹ جاتے اور نالیوں پر سے یوں گزر جاتے جیسے وہ بالکل صحت کی نظر کے ساتھ چل رہے ہوں۔

چند ماہ قبل حافظ صاحب کی صحت بہت عمدہ تھی۔ لیکن اچانک کسی بیماری کے حملہ سے وہ فریش ہوئے۔ بیماری کی پیچیدہ نوعیت نے ڈاکٹروں کو صحیح تشخیص تک نہ پہنچنے دیا۔ اور وہ نڈھال ہوتے چلے گئے۔ وفات سے چند روز قبل امرتسر کے وی۔ جے ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ مگر اس اثناء میں مرض اپنا بھرپور وار کر چکا تھا۔ بدن میں خون اور پانی کی کمی اور پھیپھڑوں کے متاثر ہوجانے کے باعث دوائیں بے اثر ہوگئیں۔ اور آخر بیس فروری 1973ء کو وہ زندگی کی سرحد عبور کر کے موت کی وادی میں داخل ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ بیوی اپنے مشفق شوہر کو صحت مند دیکھنے کی آرزو دل میں لئے بیوہ ہو گئی۔ اور گلاب کے سے شگفتہ پھولوں ایسے چار بچے اپنے محبت کرنے والے نابینا باپ کے پیار سے ہاتھوں کے لمس سے محروم ہو گئے۔ اور درویشوں کا یہ مختصر سا ماحول افسردہ و غمگین ہو گیا۔ حافظ صاحب مرحوم ننگل باغباناں متصل قادیان کے رہنے والے تھے۔ بڑی خاموشی اور وفاداری کے ساتھ اپنے عہد درویشی کو نبھا کر پچاس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر نو میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

(وہ پھول۔ جو مرجھا گئے۔ چوہدری فیض احمد گجراتی درویش ص211-207 ۔ بدر۔ مارچ 1972ء)

159 مکرم ملک خیرالدین صاحب درویش

مکرم ملک خیرالدین صاحب ولد ملک کرم دین صاحب۔ آپ پیدائش کے لحاظ سے موضع لودی ننگل کے رہنے والے تھے۔ آخری عمر قادیان میں گزارنے کے ارادہ سے 1940ء کے لگ بھگ گاؤں سے ہجرت کر کے قادیان آگئے تھے۔ کچھ عرصہ کرایہ کے مکانات میں گزارا۔ پھر جب قادیان کے محلہ جات میں توسیع ہوئی اور دارالرحمت کے شمال میں محلہ دارالیسر آباد کرنے کا منصوبہ بنا تو محترم ملک خیرالدین صاحب نے بھی اس میں پانچ مرلہ کا پلاٹ خرید لیا اور اس میں ایک سادہ سا مکان ایک کمرہ اور ایک باورچی خانہ سٹور اور غسل خانہ وغیرہ سہولیات فراہم کر کے اس میں آباد ہو گئے۔ مسجد محلہ دارالیسر جو ابتدائی تعمیری مراحل میں تھی۔ اس میں آپ پانچوں وقت نظر آتے۔ گویا آپ کے دم سے مسجد آباد اور پر رونق تھی۔ اذان دینے کا فریضہ بھی اکثر آپ ہی ادا کرتے۔ مسجد کی صفائی رکھنا مسجد کی تعمیر کے لئے پڑے ہوئے سامان کی نگرانی رکھنا یہ آپ کا معمول تھا۔ آپ یہ سب کچھ کسی معاوضہ کے شوق میں نہیں کرتے تھے بلکہ مسجد کی صفائی اور سامان کی نگرانی کو ذریعہ نجات جانتے تھے۔

1947ء میں جب حالات قابو سے باہر ہو گئے اور قادیان کی آبادی کو مجبوراً ہجرت کرنا پڑی تو ان ایام میں بوڑھوں، بچوں اور خواتین کو ترجیحی بنیاد پر ٹرکوں پر بھجوانے کا سلسلہ جاری تھا۔ ملک صاحب بھی ایک کنوائے میں پاکستان چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد جب حضور انور رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضور نے پوچھا کہ آپ تو زندگی کے آخری دن قادیان میں گزارنے کیلئے وہاں گئے تھے۔ آپ یہاں کیوں چلے آئے تو عرض کیا حضور مجھ سے غلطی ہو گئی۔ انتظام کرنے والوں نے مجھے بوڑھا سمجھ کر ٹرک میں بٹھا دیا میں یہاں چلا آیا۔ اب پچھتا رہا ہوں کہ میں کیوں آیا اور اب کس طرح واپس جاؤں۔ حضور نے فرمایا دفتر میں واپس قادیان جانے والوں میں اپنا نام لکھوا دو۔ میں نے دفتر میں آکر اپنا نام قادیان جانے والوں کی فہرست میں لکھوا دیا اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں پھر قادیان پہنچ گیا۔

دارالمسیح کے نچلے حصہ میں چار پانچ کمرے خالی کر کے ان میں معمر بزرگوں کو رکھا گیا تھا تا سب آسانی سے مسجد مبارک میں نمازوں کے لئے جا سکیں۔ اور ان کی خدمت کے لئے چند نوجوان درویشوں کی ڈیوٹی رہتی تھی۔ جو انہیں لنگر خانہ سے کھانا لا کر کھلاتے اور اگر کوئی بزرگ بیمار ہوتا تو انہیں احمدیہ شفاخانہ سے دوا بھی لا دیتے۔ ملک صاحب سے جب بھی پوچھا جاتا کہ آپ کا کیا حال ہے کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ تو کہتے شکر الحمد للہ ہمیں یہاں بہت آرام اور سکون ہے۔ کھانسی کا عارضہ آپ کو لاحق تھا جو آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا اور اس وجہ سے بعض اوقات تو سانس لینا بھی مشکل ہو جاتا۔ جو وسائل میسر تھے ان سے علاج میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی مگر مرض بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپ کی عمر بھی اسی سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ آخر تقدیر الٰہی غالب آئی اور ہنستا ہنستا گلشن چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کی طرف پرواز کر گئے۔ مورخہ 23.6.69 کو رات قریب 9 بجے آپ نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مورخہ 24.6.69 کو بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین

اگلے درویشوں کے حالات مکرم چوہدری بدر الدین عامل بھٹہ صاحب (مرحوم) کی کتاب ''وہ پھول جو مرجھا گئے۔حصہ دوم'' سے لئے گئے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رمِ زندگی

47سال بعد آج پھر ایک بار میرے ذہن میں وہ وقت اجاگر ہو رہا ہے۔ جب موت سے بغلگیر ہونے کے لئے درویشان ایک دوسرے پر گرے پڑتے لائینوں میں لگے زیرِ لب دعائیں کر رہے تھے کہ کہیں اس سعادت سے ہم محروم نہ رہ جائیں۔ یہ 11نومبر 1947ء کا دن تھا جب قادیان میں رہ پڑنے والوں کی فہرست کو آخری شکل دی جا رہی تھی اور امیر جماعت احمدیہ قادیان مولانا جلال الدین صاحب شمس قادیان میں موجود افراد کا انٹرویو لے رہے تھے۔ انٹرویو ختم ہوا۔ قادیان میں آباد رہ کر ہر قسم کے دُکھ اور آلام کو قبول کرنے کے ارادہ سے زندگی پر موت کو ترجیح دینے والوں کی تعداد 313 کے عدد سے کہیں زیادہ تھی۔ پھر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق اس مخصوص تعداد کی پابندی کرنا ضروری تھا۔سو اس کا فیصلہ انٹرویو کے بعد اگلے دو روز میں کر دیا گیا۔جن خوش نصیب افراد کو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے ہوئے قادیان میں آباد رہنے کے لئے چن لیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ باقی افراد جانے کی تیاریوں میں لگ گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ خوشی سے جا نہیں رہے بلکہ مجبوراً جا رہے ہوں۔
16نومبر کا سورج طلوع ہوا تو ناشتہ کے بعد اور کچھ کھانا تبرک کے طور پر ہمراہ لے کر جانے والے بھائیوں کی قادیان سے روانگی کا عمل تکمیل پذیر ہوا۔ 10یا11 بجے کا عمل ہوگا کہ یہ قافلہ محلہ دارالانوار سے روانہ ہو پڑا۔ روانگی سے قبل طویل دعا ہوئی اور مولا بخش صاحب باورچی لنگر خانہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا۔

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

یہ شعر سن کر سب کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ نگاہیں قافلہ کی گاڑیوں کے ساتھ ساتھ یہاں تک رواں دواں رہیں کہ قافلہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ درویشان پرنم آنکھوں سے اپنے پیاروں کو الوداع کہہ کر الدار میں لوٹ آئے۔
ابتداء درویشی میں درویشوں کی مصروفیات کا لائحہ عمل کچھ یوں تھا۔ کہ نماز تہجد دونوں مساجد میں باجماعت ادا ہوتی جن افراد کی پہرہ کی ڈیوٹی ہوتی وہ اپنے مقام پر نماز ادا کرتے۔ پھر فجر کی نماز اور درسِ حدیث۔ بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں دعا اور واپس آکر ناشتہ جو لنگر خانہ کی ایک روٹی اور دال پر مشتمل ہوتا۔ بعد ناشتہ چند افراد کو چھوڑ کر جو دفتری اور تیاری طعام کے کاموں پر مامور تھے۔ باقی افراد بہشتی مقبرہ کے گرد بنائی ہوئی حفاظتی دیوار کی مرمت کے کام میں لگ جاتے اور نماز ظہر تک وقارِ عمل کا سلسلہ جاری رہتا۔ نماز ظہر کے بعد کھانا۔ عام معمول کا کھانا دال اور روٹی۔ ایک دو تین چار تک جیسی کسی کی بھوک ہوتی۔ بعد فراغت تھوڑی دیر آرام، اس صورت میں پہرہ کا قیام لازمی اور پھر نماز عصر اور بعد نماز عصر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس۔ نماز مغرب کے بعد رات کا کھانا۔ پھر نماز عشاء اور نماز کے بعد حاضری۔ پھر رات کے پہرہ کی تقسیم۔ اور باقی افراد آرام۔
رات کو جن افراد کی جس روز پہرہ کی ڈیوٹی نہیں ہوتی تھی۔ وہ اپنے ذاتی مطالعہ میں مصروف رہتے۔ مجھے خود بھی پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ دن بھر میں جو بھی ٹائم بچتا وہ پڑھنے میں گزارتا۔ احمدیہ لائبریری میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ گھروں سے بے شمار کتابیں اکٹھی ہو گئی تھیں۔غیر مسلم بھائیوں نے محلہ جات کے مکانوں سے کتابیں لا لا کر دینا شروع کر دی تھیں۔ کتابوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔
1948ء کو مکرم چوہدری فیض احمد صاحب قادیان آئے۔ آپ بہت اچھا ادبی ذوق رکھتے تھے۔طبیعت کی مناسبت سے ہم نے ایک دوسرے سے مل کر پڑھنے کے تعلق سے پروگرام بنالئے۔ ان ایام میں ایک خزانہ دریافت ہوا۔ مکرم ومحترم ملک عمر علی صاحب کے کتب خانہ کی کتابیں جو قریب دو ٹرکوں میں سما سکتی تھیں۔ مکرم چوہدری طفیل صاحب درویش کی تحویل میں تھیں۔ مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب سے ہم (میں اور چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم) ایک ایک کتاب لے آتے اور پھر لائی ہوئی کتاب کو پڑھ چکنے کے بعد آپس میں بدل لیتے اور پڑھ کر باہم تبادلہ خیال اور کتب پر تبصرہ بھی کیا کرتے۔ یہ خزانہ کچھ عرصہ بعد پاکستان بھجوا دیا گیا۔

میں نے اپنے فارغ اوقات میں درویش بھائیوں کے حالات زندگی جمع کرنے کا بھی پروگرام بنایا تھا۔ اور 1956ء تک میں نے اڑھائی سو درویشوں کے حالات نوٹ کر کے ایک فائل میں رکھے تھے۔ بعد میں اس کام میں بعض اور وجوہ سے باقاعدگی نہ رہ سکی۔ اور یہ فائل پڑی رہی۔

1954ء میں پاسپورٹ ویزا جاری ہو کر دونوں ملکوں کے درمیان آمد و رفت شروع ہوگئی تھی۔ ان ایام میں اگر میں خود پاکستان جاتا تو نئی کتابیں پڑھنے کے لئے خرید لاتا اور چوہدری فیض احمد صاحب بھی جاتے تو ضرور کتابوں کا تحفہ ضرور لاتے اور ہم مل کر پڑھا کرتے۔ 1965ء کی جنگ نے چند سال آمد و رفت میں مشکل پیدا کر دی۔ ان ایام میں ایک روز مکرم چوہدری فیض احمد صاحب رات بعد نماز عشاء خاکسار کے مکان پر آئے کسی کتاب کا مطالعہ کیا میں نے کہا کتابیں تو سب آپ کی پڑھی ہوئی ہیں۔ کہنے لگے چلو "او کھر" ہی سہی (یعنی پڑھی ہوئی کو دوبارہ) میں نے کہا اچھا تشریف رکھیں۔ میں اندر جانے کے لئے کہہ کر آتا ہوں۔ جب میں واپس آیا تو چوہدری صاحب میری الماری میں سے وہ فائل نکال کر دیکھ رہے تھے جس میں 250 کے قریب درویش بھائیوں کے حالات تھے۔ میرے آنے پر کہا کہ یہ تو آپ نے عجیب کام کیا ہے۔ یہ مجھے پڑھنے کے لئے دے دیں۔ میں نے کہا لے جائیے۔

کچھ عرصہ بعد چوہدری صاحب نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ جو بھائی وفات پا گئے ہیں ان کے حالات شائع کر دیئے جائیں میں نے ہاں کہہ دی۔ اور چوہدری صاحب نے اخبار بدر میں سلسلہ مضامین شروع کر دیا۔ اور دوسرا حصہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حصہ اول میں 54 درویشان کے حالات آچکے ہیں۔ ان درویشان کے ساتھ ساتھ وہ شہدائے احمدیت۔ جو درویشی دور شروع ہونے سے قبل قادیان میں خدمت بجالاتے ہوئے شہادت پا گئے۔

(1) مکرم نیاز علی صاحب کھاریاں اور (2) میاں غلام محمد صاحب سیالکوٹ۔ ایک بھائی مکرم عبد الرحیم صاحب ملکانہ انسپکٹر بیت المال قادیان کے حالات بھی حصہ اول کی زینت بنے ہیں۔ آپ بھی روزمرہ درویشان میں شامل نہیں تھے۔ لیکن آپ کے نیک نمونہ اور پاکیزہ حالات سے متاثر ہو کر مکرم چوہدری صاحب نے ان کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دی۔ حصہ اوّل میں درویشان کے حالات میں ایک درویش حضرت بابا کرم الٰہی صاحب رضی اللہ عنہ کے حالات مندرجہ صفحہ 63 پر آپ کا وطن بھڈیار ضلع سیالکوٹ لکھا گیا ہے۔ حالانکہ آپ کا وطن موضع بھڈیار ضلع امرتسر ہے۔

قادیان کے ایک درویش کی یاد میں

مکرم حافظ نور الٰہی صاحب مرحوم درویش قادیان تقریباً دو ماہ بیمار رہنے کے بعد 26،27 اپریل 1948ء کی درمیانی شب کو اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے مولا سے جاملے۔ ان کی زندگی کے حالات پر تبصرہ تو وہی احباب کر سکتے ہیں جو پورے طور پر ان کے حالات سے واقف ہوں۔ ذیل میں ان کی قادیان میں درویشانہ زندگی کے مختصر عرصہ قیام کے متعلق میں اپنے ذاتی تاثرات پیش کر رہا ہوں تا کہ اس فرض سے کسی حد تک سبکدوش ہوسکوں جو ایک درویش دوست ہونے کی حیثیت سے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔

حافظ نور الٰہی صاحب مرحوم کوٹ مومن ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے اور آپ ریاست بہاولپور میں محکمہ نہر میں بطور ہیڈ کلرک کام کرتے تھے۔ آپ وہاں کی مقامی جماعت احمدیہ کے امیر تھے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک اور ارشاد پر آپ نے لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو قادیان کے لئے پیش کیا اور محکمہ کے افسران اعلیٰ سے بذریعہ تار چھٹی کا بندوبست کر کے قادیان تشریف لے آنے کی غرض سے لاہور آٹھہرے اور قریباً ڈیڑھ ماہ قیام کے بعد مؤرخہ 6 جنوری 1948ء کو دار الامان میں تشریف لے آئے۔ یہاں آ کر ان کے چہرہ سے بشاشت اور طمانیت کے آثار ان کی دلی کیفیات کی ترجمانی کر رہے تھے۔ اور ان کا ذہن اخلاص وعقیدت کی فراوانی سے اس احساس کی دولت سے مالا مال تھا کہ وہ اپنے آقا کے ارشاد کی تعمیل میں دنیا کی دلفریبیوں کو خیر آباد کہہ کر ایک درویش کی حیثیت سے دیار محبوب میں حاضر ہوئے ہیں۔

قادیان آ کر آپ نے اخلاص اور ایمان کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ حافظ صاحب مرحوم نے یہاں آ کر ایک ماہ تک متواتر روزے رکھے۔ وقت کا بیشتر حصہ دعاؤں اور عبادتوں میں گزارا۔ درسوں میں باقاعدہ حاضر ہوتے رہے۔ اور قرآن مجید کی قرأت کا دور کرتے رہے۔ آپ روزانہ کم از کم گیارہ سپارہ چھ سات مرتبہ دوہراتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مجھے خدا تعالیٰ نے موقع دیا ہے اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ قرآن مجید پڑھتے وقت ان پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ انھیں قرآن مجید سے عشق ہے۔ بیماری کے دوران میں اپنے تیمارداروں سے اصرار کر کے قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ اور اُن کے تلفظ اور قرأت کی درستی فرماتے رہے۔ حافظ صاحب مرحوم روزانہ تہجد کے لئے اٹھتے اور باجماعت تہجد کی نماز کے وقت سے کافی عرصہ پہلے عبادت اور دعاؤں کے لئے شب بیدار رہتے۔ آپ ہر روز شام کو بہشتی مقبرہ میں جا کر دعائیں مانگتے۔ اور عام قبرستان میں

بھی جاتے اور وہاں جاکر اہل قبور کے حق میں دعا کرتے کہ وہ لوگ جو کسی کمزوری کی وجہ سے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے سے رہ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی اپنے فضل سے نوازے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔

حافظ صاحب نے خاکسار کو بتایا تھا کہ ان کے خاندان میں پشت در پشت سے قرآن مجید کے حافظ ہوتے چلے آئے ہیں۔ اُن کے والد صاحب اور دادا صاحب بھی قرآن مجید کے حافظ تھے۔ آپ بتاتے تھے کہ احمدی ہونے سے پیشتر بھی وہ مذہبی باتوں میں بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ اور حق کے متلاشی رہتے تھے۔ احمدیت انہوں نے ایک کشف کی بناء پر 1934ء میں قبول کی۔ احمدی ہونے کے بعد حافظ صاحب نے جماعت کے بعض مخالفین مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین وغیرہ سے اس لئے ملاقاتیں کیں کہ اُن کے نزدیک یہ لوگ بھی ایک لحاظ سے جماعت احمدیہ کی صداقت کے لئے نشان ہیں۔ اور انہیں تبلیغ بھی کی۔ آپ صاحب کشوف و رویاء تھے اور اپنی کئی ایک خوابوں اور رویاء کا مجھ سے ذکر کیا۔ علم تعبیر میں بھی آپ کو کافی واقفیت تھی۔ حافظ صاحب مرحوم کو صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بطور آڈیٹر مقرر کیا گیا۔ اور بیمار ہونے سے قبل قریباً ڈیڑھ ماہ تک پورے جوش اور اخلاص سے اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیتے رہے۔ قادیان میں قیام کے مختصر عرصہ میں آپ نے جملہ درویشوں میں اپنے حسنِ اخلاق کی وجہ سے کافی ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ جملہ امور میں نیکی۔ تقویٰ اور خشیت اللہ کے ساتھ آپ جماعتی مفاد کو ہر وقت پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ کی ہر بات میں انتہائی عاجزی اور انکساری کا وصف نمایاں نظر آتا تھا۔

آپ نے اگرچہ باقاعدہ طور پر عربی تعلیم حاصل نہیں کی ہوئی تھی۔ مگر اسلامی مسائل کی آپ کو کافی واقفیت تھی اور بعض پیچیدہ معاملات میں بھی آپ صائب الرائے رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر قادیان میں جب غیر مسلموں سے احمدیوں کی لٹی ہوئی کتب کی خرید وفروخت کا معاملہ زیر غور تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ایسی کتابیں جو احمدی بھائیوں کی ہیں۔ اور اُن پر اُن کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ وہ جماعتی طور پر غیر مسلموں سے خرید کر اصل مالکوں کے لئے ہی ریزرو رکھنی چاہئیں۔ اور کسی دوست کو انفرادی طور پر سستے داموں خرید کر اُن پر ملکیت کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ وہ دوست جن کا تمام مال اسباب لُٹ چکا ہے اگر انھیں چند اپنی محبوب کتابیں ہی مل جائیں تو ان کے لئے مسرت کا باعث ہوں گی۔ اس لئے جماعت کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ کسی کو اُن کتابوں کی خرید وفروخت کی اجازت نہ دی جائے۔ چنانچہ اس بات کے ایک ماہ بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امر کے متعلق جو اصولی فیصلہ موصول ہوا۔ وہ حافظ صاحب مرحوم نے ایک مضمون بعنوان ''گاندھی جی کی یاد اور ہندو مسلم اتحاد'' تحریر فرمایا جو ہفتہ اخبار '' وفادار'' حیدرآباد دکن میں شائع ہو چکا ہے۔ اس میں انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کی جو سکیم پیش کی ہے قابل تعریف ہے۔ اور ان کی علمی اور ادبی قابلیت کا ثبوت ہے پس مضمون کا خلاصہ اُن کے اپنے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے:۔

''جس طرح انسان اپنے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے خود کوئی روشنی تجویز نہ کرسکا۔ اپنی پیاس کو بجھانے کے لئے کوئی پانی ایجاد نہ کرسکا۔ اپنی بھوک کو دور کرنے کے لئے اور اپنے جسم کو نشو نما دینے کے لئے کوئی غذا تیار نہ کرسکا۔۔۔۔ روشنی پیاس اور بھوک دور کرنے کا انتظام اس کائنات کے پیدا کرنے والے نے ہی اپنی مخلوق کے لئے خود تجویز فرمایا۔ اسی طرح وہ تعلیم جس سے روحیں نشو ونما پاتی ہیں۔ اور جس سے انسانی دماغ جلا پاتے ہیں اور جس سے انسان کے اخلاق اور کریکٹر کی اصلاح ہوتی ہے۔ کوئی انسانی دماغ ہر گز تجویز نہیں کرسکتا تھا۔ بلکہ ایسی پوتر اور پاکیزہ تعلیم کا نظام اسی علیم و حکیم اور دانا ایشور کا کام ہوسکتا ہے۔

فروری 1948ء کے آخری عشرہ میں حافظ صاحب بیمار ہوئے۔ ڈاکٹر صاحبان کی رائے میں آپ کو بیماری اعصابی کمزوری۔ دماغی بوجھ اور کم خوابی اور زیادہ شب بیداری کے باعث تھی۔ یہ بات اپنے لحاظ سے درست ہوگی۔ مگر میرے نزدیک اصل وجہ یہ تھی کہ حافظ صاحب مرحوم اس دنیا سے بے نیاز ہو کر عالم بالا کی سیر کر رہے تھے۔ اور انہوں نے اپنی موت کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ میں اپنی اس رائے کے ثبوت میں حافظ صاحب مرحوم کے اپنے الفاظ جو انہوں نے مؤرخہ 23 فروری 1948ء کو لکھوائے تھے۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جب آپ مجھے یہ عبارت لکھوا رہے تھے۔ تو میں محسوس کر رہا تھا کہ کوئی بالا طاقت ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا رہی ہے۔ الفاظ یوں ہیں کہ:۔

'' ایک دیوانہ تھا جو چند روز ہوئے ساتھ درویشانہ حالت میں رہا پھر خدا جانے کہاں چلا گیا۔ میرے لئے ایک خاص سفر درپیش ہے۔ منزل تاریک وتار ہے۔ اس کے اندر اندھیرے اور طوفان ہیں اس کے اندر کانٹے اور جھاڑیاں ہیں۔ میرے ساتھ صرف ایک ساتھی ہے۔ نامعلوم وہ کہ اس مقام پر جائے۔ اس لئے میں عزیزوں اور دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ میرا ساتھی ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔ اور مجھے منزل مقصود تک پہنچائے۔''

میں نے انھیں اس موقع پر تسلی دی۔ اور کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں آپ کو دو چار روز تک افاقہ ہوجائے گا۔ مگر انہوں نے پورے یقین سے کہا میں

ایک لمبے سفر پر جارہا ہوں۔ تمام درویشوں کو میرے لئے دلی دعا کی تحریک دیں۔ بعض کانوں نے آپ سے بیماری کی حالت میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے درخواست دعا کیا کرتے تھے۔ کہ ان کے بھائی صاحب اور ان کی والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ شروع شروع میں آپ کی بیماری صرف اتنی تھی کہ آپ کی زبان پر تبلیغی فقرات اور خدا کی حمد و تسبیح کے نغمے جاری رہتے۔ کبھی کوئی خلاف شریعت اور غیر موزوں بات منہ سے نہ نکالتے تھے۔ بعد ازاں مسلسل طور پر انگریزی اور اردو میں مختلف دعائیہ فقرات بولنا اور قرآنی آیات پڑھتے رہنا ان کا شب و روز معمول ہو گیا تھا۔ اور ان کی یہ حالت مجذوبیت کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اس دوران میں ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے رویاء میں بتایا گیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک سال کے بعد قادیان میں آجائے گی۔ نیز آپ صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔

”قادیان میں صفائی کرادو۔ یہاں خلّاق آدم آنے والے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنے والے ہیں۔ اور دیگر انبیاء یہاں آنے والے ہیں۔“

حافظ صاحب مرحوم نے بیماری کے ایام میں خوراک بہت کم کر دی تھی۔ اور آہستہ آہستہ بالکل چھوڑ دی۔ صرف گنے کا رس۔ سنگترہ۔ سادہ پانی یا بغیر دودھ کے چائے استعمال کرتے تھے۔ روٹی دودھ چاول یا کوئی اور غذا باوجود اصرار کے نہ کھاتے تھے۔ مگر صرف مکرم امیر صاحب کے حکم کے احترام میں ایک آدھ لقمہ چکھ لیتے تھے۔ بیماری کے ابتدائی ایام میں انہوں نے اپنے تیمار داروں کو بتایا کہ

” میری بیس سال کی سروس ہے۔ اور ملازمت کا ریکارڈ بہت اعلیٰ ہے۔ مگر اب دارالمسیح کی خدمت کروں گا۔ اور یہاں سے بالکل نہیں جاؤں گا۔“

ایک دفعہ انہیں کسی طرح معلوم ہوا کہ ان کو بیماری کی وجہ سے لاہور بھجوانے کی تجویز کی جارہی ہے۔ تو وہ مکرم امیر صاحب سے ملے اور ان سے پُرزور درخواست کی کہ انھیں قادیان سے باہر نہ بھیجا جائے۔ وہ یہیں رہنا چاہتے ہیں۔ حافظ صاحب مرحوم اور ان کے تیمار داروں کی رہائش کا انتظام بوجہ ان کی بیماری کے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے مکان میں کیا گیا تھا۔ ایک دفعہ سرسری طور پر مکرمی مولوی عبدالوہاب صاحب عمر نے دیگر لوگوں سے چھت پر مٹی ڈالنے کا ذکر کیا۔ تو اس بات کو حافظ صاحب نے بھی سُن لیا۔ اور اسی روز اپنے تیمار داروں سے کہا کہ ابھی ٹوکریوں وغیرہ کا انتظام کرو۔ تا کہ مکان کی چھتوں پر مٹی ڈالی جائے۔ لوگوں نے ہر چند منع کیا کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ ہم خود ڈال لیں گے۔ مگر حافظ صاحب اصرار کے ساتھ شامل ہوئے۔ اور سب سے زیادہ کام کیا۔

آہستہ آہستہ ان کی کمزوری بڑھتی گئی۔ اور 10 اپریل 1948ء کو ان کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ اس خیال سے کہ شائد پاکستان میں ان کا علاج تسلی بخش ہوسکے۔ ان کو پاکستان بھجوانے کے لئے ہر چند کوشش کی گئی۔ اور ضلع کے حکام کو فوری چٹھیاں لکھی گئیں۔ تاروں اور ٹیلیفون کے ذریعہ افسران کو درخواست کی گئی مگر افسوس کہ حافظ صاحب کو بھجوانے کا انتظام نہ ہوسکا۔ آخر 26 اور 27 اپریل کی درمیانی شب کو قریباً ڈیڑھ بجے خدا کا یہ درویش بندہ راہیٔ ملک عدم ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مؤرخہ 27 اپریل 1948ء کو صبح پونے دس بجے بہشتی مقبرہ کے ملحقہ باغ میں مکرم امیر صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس کے بعد جملہ درویشوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کی گئی۔ درویشوں کی اس وقت کی آہ وبکا کا نظارہ قابل دید تھا۔ موت ہر انسان کے لئے مقدر ہے۔ اور کسی کو اس سے مفر نہیں۔ مگر مبارک ہے وہ مرنے والا درویش جو خدا کے دین کی خاطر اپنی بیوی بچوں اور دیگر عزیز رشتہ داروں سے تعلق توڑ کر محض خدا کی خوشنودی کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے قادیان آیا۔ اور اپنے عمل سے اپنے ایمان کی تکمیل اور اپنے نفس سے جہاد کیا اور خدا کی خاطر اپنی جان دے کر واصل بحق ہوا۔ خوش نصیب ہے وہ درویش جس کے نیک اور صالح اعمال اس کے کام آئے۔ اور دیارِ محبوب کی مقدس سرزمین میں ایسا آیا کہ اس کی کوشش اُسے واپس نہ لے جاسکی۔ اور اُس نے جان دے کر اس پاک اور مقدس سرزمین میں ابدی راحت حاصل کی۔

فوت ہونے والا فوت ہو گیا۔ اور اپنے رب سے جاملا۔ مگر وہ محبوب اور عزیز مقصد جس کے لئے وہ یہاں آیا۔ اور اُس نے اپنی جان دی اور اُس کے گہرے نقوش ہمارے دلوں میں نئی امیدیں اور نئی اُمنگوں کے ساتھ تازہ ہیں۔ اور ہم جہاں مرحوم کے بیوی بچوں اور خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حافظ صاحب مرحوم کے لئے اعلیٰ درجات کے خواہاں ہیں۔ وہاں اپنے قادر قیوم خدا کے سامنے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں اور غلطیوں کی چشم پوشی کرے۔ اور ہمیں بھی اپنے فضل سے نوازے اور وہ عظیم الشان مقصد جس کے لئے جملہ درویش یہاں مقیم ہیں جلد از جلد پورا ہو۔ آمین

160 مکرم حافظ نور الٰہی صاحب درویش

(از ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

افسوس کہ محترم حافظ نور الٰہی صاحب سکنہ کوٹ مومن ضلع سرگودھا حال قادیان ہیڈ کلرک محکمہ نہر بہاول نگر ریاست بہاول پور و امیر جماعت احمدیہ بہاول نگر 27،26 اپریل 1948ء کی درمیانی شب ڈیڑھ بجے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کا نام رہتی دنیا تک تاریخ احمدیت میں درخشاں رہے گا۔ آپ نے جس قسم کی قربانی کی روح کا مظاہرہ کیا محبتِ مرکز کے دعویداروں نیز خود مرکز میں رہنے والوں کے لئے بھی قابل تقلید مثال ہے۔ آپ نے قادیان حفاظت مرکز کے سلسلہ میں آنے کی وجہ خاکسار کو ان الفاظ میں لکھ کر دی تھی۔

جناب ناظر صاحب آبادی لاہور کی طرف سے حفاظت مرکز کے لئے 20 دسمبر 1947ء تک کوئی خادم لاہور بھیجنے کی تحریک تھی۔ یہ تحریک بوجہ بعض ضروری حالات کے 16 دسمبر 1947ء سے پہلے جماعت کے سامنے بحیثیت وہاں کے امیر ہونے کے نہ پیش کرسکا۔ جب یہ تحریک پیش کی تو بعض دوستوں نے وقت کی تنگی کی وجہ سے مجھے مشورہ دیا کہ سلسلہ کو لکھ دینا چاہئے کہ ہم اس دفعہ کوئی آدمی نہیں بھیج سکتے۔ اگلے پیچ میں بھیج دیں گے۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ میں حضور کو اطلاع دے دوں کہ ہماری جماعت بہاول نگر مر گئی ہے۔ سو میں تمام قیود توڑ کر خود خدا تعالیٰ کے فضل سے حاضر ہو گیا۔ تا کہ میری جماعت بہاول نگر کسی الزام کے نیچے نہ آئے خدا تعالیٰ ہی لایا ہے۔ وہی جب چاہے گا واپس لے جائے گا۔ مرحوم سناتے تھے کہ میرے افسر نے تار کے ذریعہ افسران بالا سے میری رخصت منظور کرائی اور مجھے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ اس غرض کے لئے اگر آپ کو رخصت نہ ملے تو استعفیٰ دے کر بھی جانے کو تیار ہوں گے۔ مرحوم کا کہنا تھا کہ گو میری 20 سالہ ملازمت ہے جس کا مشاہرہ 180 روپے ماہوار تھا۔ اور کسی قسم کا حرف اس عرصہ میں مجھ پر نہیں آیا۔ لیکن اب میرا ارادہ ہمیشہ کے لئے قادیان رہنے کا ہے۔ آخری بیماری کا خفیف آغاز ہو چکا تھا۔ کہ آپ کو معلوم ہوا کہ آج 5 مارچ کو لاہور سے ٹرک آنے والے ہیں۔ اور تجویز ہے کہ آپ کو واپس بھیج دیا جائے۔ تو اپنے تیمار داروں کو مکرم امیر صاحب کے پاس جانے کو کہا کہ آپ ہرگز نہ بھیجیں ٹرک تو اسی روز واپس آ گئے۔ اگلے روز خود مکرم امیر صاحب سے آ کر ملے اور کہا کہ آئندہ بھی جب ٹرک آئیں تو مجھے واپس نہ بھیجا جائے۔ تیمار دار جب بھی آپ سے ذکر کرتے کہ اب آپ کا واپس جانا ہی مناسب ہے تو خفاء ہو جاتے کہ مجھے واپس جانے کا مشورہ کیوں دیتے ہو۔

مرحوم کے دل میں نیکی اور تقویٰ ذکر الٰہی کی عادت، خلاف شریعت افعال سے نفرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ذکر الٰہی، نوافل اور تلاوت قرآن مجید تینوں میں آپ نے کثرت اختیار کر رکھی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اپنی عمر کا ایک لحہ بھر بھی ضائع نہیں کرنا چاہتے اور ہر لحہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ علاوہ پنجگانہ باجماعت نماز کے آپ کا روزانہ کا لائحہ عمل یوں تھا۔ صبح سے بارہ بجے تک آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ کے طور پر کام کرتے تھے۔ ظہر سے عصر تک بیت الدعا میں اسی طرح عشاء کے بعد گیارہ بجے تک۔ وہاں یا مسجد مبارک میں تسبیح وتحمید، درود شریف، نماز تسبیح وغیرہ پڑھتے تھے۔ روزانہ مزار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دعا کے لئے جاتے۔ بلکہ دیگر قطعات مدفونین میں سے باری باری روزانہ ایک قطعہ پر دعا کرتے اور عصر سے مغرب تک کھیتوں میں بیٹھ کر زبانی ایک پارہ چھ سات دفعہ دہراتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ راقم بیت الدعاء کے ملحق حضرت اماں جانؓ کے کمرہ میں موسم سرما میں سویا ہوا ہوتا تھا کہ حافظ صاحب کی آہٹ سے بیدار ہوتا۔ اور آپ سے دریافت کرتا تو آپ بتاتے کہ ڈھائی یا سوا دو بجے ہیں۔ اس وقت سے اندازاً پانچ یا ساڑھے پانچ بجے تک نوافل ادا کر کے پھر مسجد مبارک میں باجماعت تہجد بھی ادا کرتے۔ بہشتی مقبرہ کی دیوار بنائی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی اس میں بھی شامل ہوتے پھر سو کے قریب ٹوکری مٹی آپ نے حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کے مکانوں کی چھت پر ڈالی۔ مولوی محمد حفیظ بقاپوری سناتے ہیں کہ جنوری میں قادیان آنے والوں کی پہلی فہرست چالیس احباب کی تھی۔ لیکن انتظام نہ ہونے کی وجہ سے پہلے دس آدمی 5 جنوری 1948ء کو روانہ ہوئے۔ اس فہرست میں آپ کا تیسرا نمبر تھا۔ میں نے دیکھا کہ لاہور سے لے کر قادیان تک آپ تسبیح وتحمید اور ذکر الٰہی میں مستغرق رہے بلکہ ہمیں بھی متعدد بار توجہ دلائی۔ رات گورداسپور ہمیں ٹھہرنا پڑا۔ رات سردی کی وجہ سے کوئی بھی سو نہ سکا۔ حافظ صاحب کو دیکھا کہ ساری رات نوافل پڑھنے میں گزار دی اور 6 جنوری 1948ء کو قادیان پہنچے۔ آپ کو قرآن مجید سے عشق تھا۔ ابتداء مرض میں اپنے تیمار داروں سے روزانہ قرآن مجید سنتے اور ان کی تلاوت کی اصلاح کرتے۔ فرماتے

تھے کہ مجھے قرآن مجید سے اس قدر محبت ہے کہ بعض دفعہ مجھے بخار ہوا اور میں نے اپنی بیٹی سے قرآن مجید سنا اور بخار جاتا رہا۔ گو ان کی صحت بظاہر اتنی اچھی نظر آتی تھی کہ ہم رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہ اس قدر ریاضت کی طاقت رکھتے ہیں۔ لیکن ریاضت ان کی طاقت سے بڑھ کر ثابت ہوئی۔ اور قلت غذا بھی اس امر میں ممد ثابت ہوا اور دماغی توازن قائم نہ رہا۔ جو بڑھتے بڑھتے وفات کا موجب بن گیا۔... آپ کی سعادت کی ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مکرم امیر صاحب کی حکم عدولی میرے لئے باعث موت ہے۔ چنانچہ شدید بیماری میں جب کہ انہیں اپنا ہوش بھی نہیں تھا۔ مکرم امیر صاحب کا نام سن کر چونک پڑتے تھے اور آپ کے نام پر جو بات بھی کہی جاتی مان لیتے تھے۔ امیر صاحب محترم نے تو بالکل ابتداء مرض میں مرحوم کو حکماً تہجد پڑھنے، باجماعت نماز ادا کرنے اور روزے رکھنے منع کر دیئے تھے۔ مرحوم کہتے تھے کہ گو میں تندرست ہوں اور ان سب باتوں کی طاقت ہے۔ لیکن امیر صاحب کے تعمیل حکم میں سب کچھ ترک کرتا ہوں۔ ایک روز جب کہ ہوش حواس قریباً مفقود تھے اور آپ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ مکرم امیر صاحب نے کہا کہ پوچھ آؤ کہ میں کھانا بھیجتا ہوں کھالیں گے۔ پہلے تو ہوش ہی نہ تھی امیر صاحب کے نام پر چونک پڑے اور کہا کہ اچھا دوڑ کر امیر صاحب سے کھانا لے آؤ۔ لیکن کھانا کھاتے کھاتے پھر توجہ دوسری طرف چلی گئی۔ ایک روٹی زمین پر پھینک دی۔ جب پھر توجہ دلائی کہ امیر صاحب کی بھیجی ہوئی روٹی آپ نے پھینک دی ہے تو بہت متاسف ہوئے اور اس گرد آلود روٹی کو کھا گئے۔

آپ کے مختصر حالات زندگی قبول احمدیت یہ ہیں کہ آپ ایک علمی خاندان سے جو گندل جٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد صاحب کا نام حافظ محمد عارف تھا۔ تاریخ پیدائش 5-1904ء تھی۔ خود حافظ قرآن تھے۔ اور ایف۔ اے پاس تھے ایک بزرگ چوہدری اللہ دتہ صاحب سکنہ حمزہ غوث (سیالکوٹ) محکمہ نہر میں بہاولنگر ملازم تھے۔ اختلافی مسائل پر ان سے گفتگو کرنے کے لئے مرحوم کو بعض غیر احمدی لے گئے۔ اس کے بعد چوہدری صاحب مرحوم نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے پڑھنے کے لئے دی۔ بعد میں مرحوم کے کہنے پر براہین احمدیہ رات کے بارہ بارہ بجے تک سناتے رہتے گو دلائل سے آپ کی تسلی ہوگئی۔ لیکن انشراح صدر نہ ہوا۔ اس وقت بھی آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ یہ لوگ جو پہلے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتے تھے اس سے احتراز کرنے لگے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کی تلقین ہوئی۔ انشراح صدر کے لئے آپ چھ ماہ تک دعا کرتے رہے۔ چنانچہ 19 ذیقعد 1351ھ شب جمعہ کو رویا میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کے سر سے لے کر ارد گرد خطۂ زمین پر اور فضائے آسمان میں ایک نہایت ہی لطیف چیز کی سی شعائیں تاحدّ نگاہ وخیال چلی جاتی ہیں۔ اور زمین اور فضاء آسمان آپ کے نام سے گونج رہے ہیں۔ سوالات پر بزبانِ حال حضورؑ نے فرمایا کہ آپ کو الہامات ہوتے ہیں اور آپ مسیح موعود ہیں جس کی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بشارات دی ہیں۔ اس رویاء کے بعد آپ نے مئی 1933ء میں بیعت کر لی۔ کچھ حالات بشارات رحمانیہ مولوی عبد الرحمان صاحب مبشر میں درج ہیں۔

آپ کی پہلی شادی حسین بی بی مرحومہ سکنہ کوٹ مومن سے ہوئی۔ انہیں سلؔ کی مرض ہوگئی۔ اور مرحومہ نے 1935ء میں خود اصرار کر کے مرحوم کے پیروں کے خاندان میں اپنی زندگی میں حاکم بی بی سکنہ گڑی میانہ (سرگودھا) سے شادی کرادی۔ دوسری اہلیہ سے مرحوم کی کوئی اولاد نہیں۔ پہلی اہلیہ سے ایک ہی بیٹا خالد بعمر 15 سال ہے جو وقف ہے۔ اور اس وقت مدرسہ احمدیہ احمد نگر میں زیر تعلیم ہے۔ اور دو بیٹیاں بعمر انیس وستر ہ سال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ ان کا حافظ و ناصر ہو اور خدمت سلسلہ کی توفیق عطا کرے۔ آمین

مرحوم پہلے مرزا رشید احمد صاحب کے مکان میں رہتے تھے۔ پھر شدت مرض کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے مکان میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ جہاں آخر تک آپ رہے۔ اس عرصہ میں مکرم امیر صاحب بار بار مرحوم کی عیادت کے لئے جاتے تھے۔ اور ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ شیخ سراج الدین صاحب شیخوپوری، شیخ عبد الحق صاحب سکنہ لالہ موسیٰ علاء الدین صاحب ہوشیارپوری، نبی احمد صاحب سیالکوٹی، اور محمد اسلم صاحب بہاولپوری نے مرحوم کی تیمارداری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مرحوم کی قبر کھودنے والے عبد الحمید صاحب شیخوپوری، غلام محمد صاحب عالم گڑھی، عطاء اللہ صاحب سیالکوٹی اور عبد الرحمان صاحب درویش پسر فجا صاحب تھے۔ ساڑھے نو بجے صبح مکرم امیر صاحب نے بڑے باغ میں اس جگہ نماز جنازہ پڑھائی۔ جہاں سیدہ ام طاہر وحضرت میر محمد اسحاق صاحب کے جنازے پڑھائے گئے تھے۔ اور پونے بارہ بجے مرحوم کو لحد میں اُتارا گیا۔ اور تدفین کے بعد مکرم امیر صاحب

نے درویشوں سمیت دعا فرمائی۔ ہمارے دل مرحوم کے لئے روتے تھے۔مرحوم یقیناً منھم من قضی نحبہٗ کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔ع

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا　　　ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

چونکہ مرحوم ایسے مرض میں مبتلاء تھے کہ جس کا یہاں علاج ہونا ناممکن تھا۔ اس لئے آپ کے واپس وطن بھجوانے کے لئے جو یہاں تگ و دو کی گئی اس کا ذکر کر دینا ضروری ہے تا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم نے مرحوم کے بھجوانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی

(1) 24 مارچ 1948ء کو ڈاکٹر ستیہ پال صاحب صدر آل کشمیر سبھا تک سبھا تشریف لائیے۔ خاکسار نے عرض کی کہ ایسے لوگوں کے بھجوانے کے متعلق توجہ دلائیں۔

(2)31 مارچ 1948ء کو مہاتما چونی لال صاحب صدر کانگریس کمیٹی گورداسپور مسٹر من موہن انند صاحب پبلسٹی آفیسر گورداسپور ،بخشی بیج ناتھ صاحب انسپکٹر سی آئی ڈی گورداسپور سے اور

(3) 7 اپریل 1947ء کو مسٹر گنیش دت ورکر پراونشل کانگرس متعین بٹالہ سے بھی خاکسار نے اس امر کا ذکر کیا۔

(4) 12 اپریل 1948ء کو فضل الٰہی صاحب مرحوم کے متعلق مجسٹریٹ صاحب مقامی سے ذکر کیا کہ ان کی حالت ایسی ہے کہ ان کے بھجوانے کا انتظام کیا جائے۔

(5) 14 اپریل 1948ء کو مکرم امیر صاحب نے مجسٹریٹ صاحب کو کہلا بھیجا کہ پٹرول کا خرچ ہم دیتے ہیں۔ آپ ان کے بھجوانے کا انتظام کر دیں۔ پھر آپ تھانیدار سے ملے اور اس طرف توجہ دلائی۔

(6) 15 اپریل 1948ء کو فضل الٰہی خاں صاحب نے مجسٹریٹ صاحب کو توجہ دلائی تو انہوں نے کہا کہ پاکستان جانے کی اجازت دینا میرے اختیار میں نہیں۔ میں ڈی سی کو درخواست بھیج سکتا ہوں۔

(7) راقم نے تھانیدار صاحب سے اس دستی چٹھی کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگے کہ ڈی ایس پی سے میں نے ذکر کیا تھا کہتے تھے کہ ڈی سی کی طرف سے ہمیں ہدایت آنی چاہیئے ۔آج بھی آپ کی چٹھی دستی گورداسپور بھیج دی تھی۔

(8)20 اپریل 1948ء کو عاجز صاحب، فضل الٰہی خاں صاحب اور خاکسار مجسٹریٹ سے ملے انہوں نے کہا کہ حافظ صاحب کے متعلق ایک اور چٹھی لکھ دیں۔ ہم نے تاکیداً درخواست کی کہ کسی خاص قاصد کے ہاتھ گورداسپور بھیجیں تا کہ جلدی جواب آ سکے۔

(9) اسی دن ڈی سی صاحب کو خاکسار نے فون پر حافظ صاحب کی حالت بتائی۔تو انہوں نے کہا کہ مقامی ملٹری کو انتظام کے لئے میں نے کہہ دیا ہے۔

(10) مقامی صوبیدار کو جو ملٹری کے کمانڈنگ ہیں۔مکرم امیر صاحب نے بلایا اور حافظ صاحب کی پوری حالت بتائی اور کہا کہ آپ اس معاملہ میں کچھ کر سکتے ہیں یا نہیں انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ شام کو یہاں کی رپورٹ دیتے وقت اس بات کا ذکر کر دیں۔ اور بعد میں بتایا کہ بٹالہ نے ہمیں جواب دیا کہ ہمیں اس بارہ میں کوئی ہدایت نہیں ۔

(11) 21 اپریل 1948ء کو پہلے ایجوٹنٹ بٹالہ اور پھر ملٹری ہیڈ کوارٹر گورداسپور سے خاکسار نے حافظ صاحب کی تشویشناک حالت اور پھر ڈی سی صاحب کے جواب کا ذکر کیا۔ دونوں جگہ سے جواب ملا کہ ہمارا یہ کام نہیں اور نہ ہمیں کوئی ہدایت ملی ہے۔

(12) چونکہ حالت ہر لحہ سخت نازک ہو رہی تھی 22 اپریل 1948ء کو ڈی سی کو ایکسپریس تار دی اور پھر رجسٹری خط لکھا اور

(13)پھر 24 اپریل 1948ء کو بھی ایکسپریس تار دیا۔

(14) 26 اپریل 1948ء کو امرتسر چھاؤنی کے ایک بریگیڈیر صاحب کو چٹھی لکھی لیکن 27 اپریل 1948ء کی شب کو حافظ صاحب وفات پا گئے۔ جو کوشش ان کی واپسی لاہور کے لئے کی گئی اور کامیابی نہ ہوئی وہ اس سے علیحدہ ہے۔اس تفصیل سے احباب ہماری بے بسی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آخر میں احباب کی خدمت میں گزارش ہے کہ سب درویشوں کی صحت و عافیت اور روحانی بہتری کے لئے دعا کرتے رہیں۔

161 مکرم سید محمد شریف شاہ صاحب درویش



رات کے پُر اسرار اور ہولناک سناٹے جب گہرے ہوجاتے تاریکیاں اپنے شباب پر ہوتیں اور کائنات پر گہرے سکوت کا تسلط ہوتا تو دارالمسیح کے ایک مقدس کمرے ''بیت الریاضت'' میں سے ایک مرتاض بوڑھا لاٹھی ٹیکتے ہوئے اپنی بوڑھی کمزور ٹانگوں کو قریباً گھسیٹتا ہوا۔ منجمد کرنے والی سردی میں باہر نکلتا۔ پکے فرش پر لاٹھی کی ٹھک ٹھک کی آواز سکوت کے تسلسل کو توڑ کر اعلان کرتی کہ شاہ جی اپنا گرم بستر چھوڑ کر شدت سرما کو للکارتے ہوئے باہر نکلے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ مسجد مبارک کے سامنے گیٹ کے پاس پہنچ کر اس ابدی صداقت کا اعلان باآواز بلند کرتے کہ ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نعت کا ایک بہت ہی پیارا اور دلربا شعر ہے جس میں سید نا حضرت محمد عربی ﷺ کی صداقت کی ایک ایسی انوکھی دلیل دی گئی ہے اور عشقِ محمدؐ کے بلند مقام پر کھڑے ہو کر طالبانِ حق و صداقت کی ایک ایسی شاہراہ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جس پر چل کر کوئی بھی شخص محمد عربی کے قدموں میں پہنچنے کی سعادت حاصل کرسکتا ہے۔

اس شعر کے لفظی معنی یہ ہیں کہ اے طالب حق اے متلاشی صداقت اگر تو محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل چاہتا ہے تو تجھے کسی فیلوسفانہ بحث کی ضرورت نہیں۔ تجھے تاریخ کے مطالعہ کی حاجت نہیں اور تو علماء کے ساتھ لمبی چوڑی گفتگو کا بھی محتاج نہیں تو صرف اتنا کر کہ محمدؐ کا عاشق ہوجا اور محمدؐ کے ساتھ محبت میں قدم بڑھاتا چلا جا اور جب تیرے قدم آگے بڑھیں گے تو تُو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ محمد خود اپنی صداقت کی ناقابلِ تردید دلیل ہے تو مخلی بالطبع ہو کر اس معدنِ جود و کرب اور رحمتِ مجسم پر نظر کرے تو نزول انوار الٰہی کو بچشم خود دیکھ لے گا۔

اور پھر شاہ جی گیٹ کے بغلی دروازے سے نکل کر محلہ احمدیہ کی گلیوں میں درود شریف کا ورد کرتے ہوئے دھیمی رفتار کے ساتھ ایک پورا چکر کاٹتے اور ہر چند قدم پر رک کر پوری قوت کے ساتھ باآواز بلند وہی شعر اپنی خاص لے اور ترنم کے ساتھ پڑھتے اور جھومتے ہوئے لاٹھی کی ٹھک ٹھک کے ساتھ آگے بڑھتے۔ ڈھاب کے پُل کو عبور کر کے وہ بہشتی مقبرہ کی سڑک پر نکل جاتے اور سارے راستے اپنی ہی آواز کے ترنم سے اپنے اوپر مدہوشی اور سرشاری کی ایک روحانی کیفیت طاری کئے ہوئے مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پہنچ کر پُرسوز دُعائیں کرتے۔ محترم سید محمد شریف صاحب جو سیالکوٹ کے ایک مشہور خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ 11 مئی 1948ء کو لاہور سے قادیان آنے والے قافلۂ درویشان کے ایک فرد تھے۔ اور اپنی زندگی عزیز کو قادیان کے مقاماتِ مقدسہ کی خدمت پر لگانے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے دارالمسیح کے اندر بیت الریاضت والے تاریخی اور مقدس کمرہ میں سکونت اختیار کی۔ یہ وہی کمرہ ہے جہاں مسیح دوراں نے مسلسل چھ ماہ کے روزے رکھے تھے اور تمام علائق دنیوی سے منقطع ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے بابِ اجابت پر دستک دینے والی دردمندانہ دعائیں کی تھیں۔

یوں تو شاہ جی صاف ستھرا سادہ اور سفید لباس پہنتے تھے لیکن یہ کہنا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کا اصل لباس دینداری ریاضت تہجد گزاری اور تقویٰ تھا اور یہ دونوں لباس ان کے مومنانہ بُشرے پر بہت سجتے تھے۔ شاہ جی نے قادیان پہنچتے ہی اپنے اس پروگرام پر عملدرآمد شروع کر دیا جو خدا جانے کب سے ان کے ذہن میں ترتیب پا رہا تھا یعنی وہ رات ڈھلتے ہی بستر کی استراحت کو اپنے اوپر گویا حرام کر لیتے تھے۔ اور اپنے کمرے سے نکل کر محلہ احمدیہ کی ساری گلیوں اور کوچوں کا چکر لگا کر باآواز بلند تہجد پڑھنے کے لئے لوگوں کو بیدار کیا کرتے تھے۔ اور محلہ احمدیہ کے ہر مکان کا دروازہ یہ سچی شہادت دینے کے لئے تیار ہے کہ اس پر متواتر 26 سال تک شاہ جی نے اس لئے دستک دی کہ اس مکان کے مکین اٹھیں اور رسول کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ پر عمل کر کے راتوں کی تنہائیوں میں اپنے رحیم و کریم خدا کو راضی کرلیں۔

میں وہ وجد آفرین نظارہ کبھی نہیں بھول سکتا جو ایک پوری رات جاگ کر میں نے دیکھا۔ مجھے کسی دوست نے بتایا تھا کہ جب شاہ جی پر جوش آواز میں سحری کے وقت یہ شعر پڑھتے ہیں۔ اگر خواہی دلیلے۔۔۔۔ تو ان کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ شاہ جی کی سحر خیزی کے انتظار میں رات کو ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے دیکھ کر شاہ جی پر وہ کیفیت طاری نہ ہو۔ شاہ جی حسب معمول لاٹھی ٹیکتے ورد کرتے جھومتے ہوئے آئے اور پھیپھڑوں کی پوری قوت کے ساتھ یہ شعر پڑھا اور جب وہ شعر کے آخری لفظ محمدؐ پر پہنچے تو میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑے ہی وجد کے ساتھ

اپنا دایاں ہاتھ سونٹے سمیت ہوا میں لہرایا۔ میں یہ نظارہ دیکھ کر مسحور ہو گیا۔عشق بعض اوقات بے اختیار ایسی حرکات انسان سے کرواتا ہے اور شاہ جی کا یہ فعل بھی عشق محمدی کا ایک کرشمہ تھا۔

شاہ جی تمام محلے کا ایک طویل چکر کاٹ کر ایک روحانی اور قلبی اطمینان حاصل کر کے مسجد مبارک میں باجماعت نمازِ تہجد کے لئے پہنچ جاتے اور اکثر اوقات وہ پہلے شخص ہوتے جو تہجد کے لئے مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ مسجد میں پہنچ کر وہ محراب کے عین سامنے نوافل اور دعاؤں میں مصروف ہوجاتے پھر یہی نہیں کہ وہ تہجد کے وقت محراب کے سامنے امام کے پیچھے جگہ حاصل کرتے تھے بلکہ اس پچیس سالہ طویل عرصہ میں شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ کسی دوسرے شخص نے ان سے سبقت حاصل کر کے امام کے عین پیچھے جگہ پائی ہو کیونکہ پانچوں نمازوں میں شاہ صاحب کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ صف اول میں امام الصلوٰۃ کے پیچھے کھڑے ہوں اور حق یہ ہے کہ وہ اس کا استحقاق بھی رکھتے تھے کیونکہ دینداری کے لحاظ سے وہ واقعی صف اول کے آدمی تھے۔

کوئی شخص کتنے ہی مضبوط اعضاء و اعصاب رکھتا ہو عمر ڈھلنے کے ساتھ ساتھ اس کی خلقت میں کمزوری آتی چلی جاتی ہے۔ یوں جیسے محاذِ مغرب میں پہنچتا ہوا سورج جون کے مہینہ میں بھی اپنی تمازت کی شدت کھو بیٹھتا ہے۔ شاہ جی مرحوم اچھے مضبوط جسم کے مالک تھے۔ جب وہ قادیان آئے تھے۔ لیکن آفتاب شباب کے سائے ڈھل چکے تھے اور رسامنے ٹھوڈی کے نیچے داڑھی کے سفید بال بتا رہے تھے کہ وہ اپنی عمر کی 40 ویں منزل میں ہیں۔ زمانہ گزرتا چلا گیا اور بڑھاپے کی کمزوریوں نے ان کے جسم کو اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا مگر آفرین ہے شاہ جی کی ہمت پر کہ تین سال قبل تک ان کے پروگراموں میں کوئی فرق نہ آیا۔ ان کا بڑھاپا ویسے ہی محلہ احمدیہ کی ایک ایک اینٹ پر قدم رکھتا ہوا محلہ احمدیہ کی گلیوں میں رواں دواں رہا گو چال میں لڑکھڑاہٹ آگئی تھی۔ اور بعض اوقات وہ تہجد کے لئے اُٹھاتے اُٹھاتے کمزوری کے باعث خود گر جاتے تھے۔ لیکن عشق اور عزم انہیں توانائیاں بخشتا رہا اور ضعفِ پیری کے باوجود وہ غالب کی طرح یہی نعرہ لگاتے رہے ؎

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

لیکن جب انتظامیہ کے بزرگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی وقت شاہ جی گر کر شدید زخمی ہوجائیں انھیں روک دیا گیا۔ زندگی کے آخری دو سالوں میں جب ان کی بینائی نے بے وفائی کی اور ضعفِ پیری نے ٹانگوں کی سکت سے محروم کر دیا۔ وہ چارپائی کے حلیف بن کر رہ گئے۔ قدرت کی بے نیازی کہ یخ بستہ راتوں سے ستیزہ کاری کرنے والا سفید ریش بوڑھا اب دن رات چارپائی پر بیٹھا یا لیٹا رہتا لیکن یاد خدا اور اذکار و اوراد کا سلسلہ جاری رہا مگر مسلسل بیٹھے رہنے کے باعث ٹانگیں جڑ گئیں تھیں جنہیں وفات کے بعد بمشکل سیدھا کیا گیا۔

شاہ جی چونکہ بہت دعا گو بزرگ تھے اس لئے تمام درویش انہیں عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور نہ صرف قادیان کے درویش بلکہ ہندوستان کی جماعتوں اور بیرونی ملکوں سے زیارتِ قادیان کے لئے آنے والے دوست بھی ان سے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے اور حتی الامکان خط و کتابت بھی کرتے تھے۔ امارتِ مقامی کی طرف سے بھی دعاؤں کی جو تحریری فہرست روزانہ کسی نہ کسی نماز میں سنا کر تحریکِ دعا کی جاتی ہے۔ بھی طویل عرصہ تک شاہ جی مرحوم بڑے تسلسل سے سنا کر تحریک دعا کرتے تھے۔ خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اور حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ شاہ جی کے گہرے مراسم تھے۔ چنانچہ روزانہ عصر سے مغرب کی اذان کے وقت تک ان کی صحبت میں رہتے اور دونوں معمر بزرگ بہت ہی شگفتہ گفتگو کیا کرتے تھے۔ اور روایاتِ سلسلہ کو دہراتے تھے مولانا عبدالرحمان صاحبؓ کی وفات نے بھی اثر ڈالا اور بڑھاپے کا ضعف تو پہلے ہی اپنا وار کر چکا تھا۔ آخر قریباً ستر سال کی عمر میں مؤرخہ 17 / اکتوبر 1977ء کو موت کا پیغام آ گیا۔ اور اسی روز درویشان کی ایک بڑی تعداد نے جنازہ پڑھ کر اشکبار آنکھوں سے اپنے اس بوڑھے بزرگ کو بہشتی مقبرہ میں قطعہ نمبر 9 میں دفن کر دیا۔ اور یوں تیس سال تک ہمارے درویشی ماحول کو معطّر اور مفید بنانے والا یہ خوشنما پھول مرجھا گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔

شاہ جی درمیانہ قد گورا رنگ اور وجیہ شباہت رکھتے تھے۔ ہنس مکھ زندہ دل اور خوش خوراک تھے۔ روٹی تو لنگر سے لیا کرتے تھے لیکن سالن خود پکایا کرتے تھے جس کے وہ ماہر تھے۔ اور اکثر اوقات اپنی اس مہارت کا اعتراف کروانے کے لئے بعض بے تکلف دوستوں کو بھی شریک طعام کر لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں شاہ جی کے درجات کو بلند کرے۔ آمین

162 مکرم قریشی عطاء الرحمان اعوان صاحب درویش (ادارہ)



سائنس کو اپنی شہرہ آفاق ایجاد کمپیوٹر پر بے شک بجا طور پر ناز ہے لیکن ہم درویشوں اور ہمارے درویشی ماحول کو اس سے بھی زیادہ اپنے مرحوم بھائی محترم قریشی عطاء الرحمان صاحب بیت المال خرچ پر ناز تھا۔ جو ایک چلتے پھرتے کمپیوٹر تھے۔ تقسیم ملک کے بعد جب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفاتر کو منظم کیا جارہا تھا تو گنتی کے وہ چند افراد جو دفتری کاموں کا تجربہ رکھتے تھے قریشی صاحب ان سب میں تجربہ کے لحاظ سے قدآور تھے۔ کیونکہ وہ مختلف دفاتر میں کام کر چکے تھے۔ اور اپنے ذہن کے باریک نقوش کے ساتھ ساتھ بیدار مغز بھی تھے۔ ان کے دماغ کے سارے سیل حیرت انگیز طور پر کارگر تھے۔ چنانچہ دفتری کاموں کے تجربہ کے ساتھ ساتھ صدر انجمن احمدیہ کے قواعد وضوابط کا ایک بڑا ذخیرہ ان کے دماغ میں محفوظ رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے قریشی صاحب کو ایک متحرک کمپیوٹر سے تشبیہ دی ہے۔

قریشی صاحب مرحوم کا چھوٹا سا قد اور نحیف سا جسم بیشمار خوبیوں اور صلاحیتوں کا رہین تھا۔ چنانچہ جب تقسیم ملک کے بعد صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کو منظم کیا جارہا تھا تو اس میں بنیادی کردار قریشی صاحب نے ادا کیا اور تمام دفاتر میں ریکارڈ کی Setting اور کام کی شروعات کے بارہ میں قریشی صاحب کی معلومات بروئے کار آئیں اور خدا کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے تمام دفاتر نے چند روز تعطل کے بعد باقاعدگی سے کام شروع کر دیا۔

تقسیم ملک سے قبل بھی قریشی صاحب نظارت بیت المال کے کلرک تھے اور تقسیم ملک کے بعد بھی ان کی خدمات نظارت بیت المال نے بطور کلرک حاصل کیں۔ چنانچہ وہ مسلسل 20 سال تک اس نظارت میں خدمات بجالاتے رہے۔ اور اپنے مفوّضہ فرائض کے ساتھ ساتھ دوسرے دفاتر کی رہنمائی بھی کرتے رہے۔ اس زمانہ میں ہندوستان کی جماعتوں کے ساتھ رابطہ قائم کرنا بھی ایک بڑا کام تھا اور دوسری طرف مرکز کے ذمہ تین سو تیرہ درویشانِ قادیان کے لئے وظائف اور کھانے کا انتظام بھی ایک بڑی ذمہ داری تھی چنانچہ مکرم ومحترم ناظر بیت المال کی رہنمائی میں قریشی صاحب نے نہایت محنت اور جانفشانی سے کام کیا اور یوں کام کیا کہ نہ دن دیکھا نہ رات۔

قریشی صاحب کا یہ معمول تھا کہ وہ سب سے پہلے دفتر پہنچتے اور سب سے آخر میں دفتر سے اُٹھتے تھے بلکہ دفتری اوقات کے بعد بھی ہمیشہ دفتر ہی میں بیٹھتے دیکھے جاتے اور رات گئے تک وہ بجلی کی روشنی میں فائلوں اور رجسٹروں کے انبار کے درمیان قلم چلاتے رہتے۔ یہ ذمہ داری کا احساس تھا جو دفتری اوقات کے بعد دفتری فرائض کی بجا آوری کے لئے آمادہ رکھتا تھا۔ اس عرصہ میں قریشی صاحب کلرک سے معاون ناظر اور نائب ناظر بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے قریشی صاحب کی ان خدماتِ جلیلہ کو نوازا اور وہ کلرک سے ترقی کرتے کرتے آخر 1969ء میں ناظر کے عہدہ پر پہنچے اور نظارت بیت المال خرچ کی ذمہ داریاں ان کے سپرد کی گئیں۔ جنہیں تادم آخر انہوں نے نہایت محنت، احساسِ ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے نبھایا۔

ابتدائے کارکنیت سے ہی قریشی صاحب مال کے محکمہ میں رہے اور اعداد وشمار سے ہی ان کا واسطہ رہا۔ چنانچہ سالہا سال کے لمبے تجربہ نے انہیں اتنی قابلیت بخش دی تھی کہ وہ ہزاروں لاکھوں کی جمع، تفریق اور ضرب سیکنڈوں میں زبانی کرلیا کرتے تھے۔ اور حاصل جمع تفریق بالکل صحیح ہوتا تھا۔ اور اس قابلیت میں سارے قادیان میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ چنانچہ نظارت بیت المال خرچ میں انہوں نے بڑی قابل قدر خدمات سرانجام دیں اور اپنی بیماری کے ایام میں بھی مہینوں تک اپنی صحت کی پرواہ کئے بغیر حبس البول کی شدتِ درد کے باوجود کام کرتے رہے لیکن منحنی سا جسم بیماری کے باوجود اتنی محنت کا کیسے متحمل ہوسکتا تھا۔ چنانچہ آخر جنوری میں انھیں امرتسر کے وی جے ہسپتال میں داخلہ لینا پڑا اور وہاں کافی روز تک زیرِ علاج رہنے کے بعد اور ایک بار بیماری سے سنبھالا لینے کے باوجود 30 جنوری 1978ء کو ان کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور وہ ایک فعال اور قابلِ رشک زندگی گزار کر خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے ان کی نعش امرتسر سے لا کر مہمان خانہ کے ایک کوارٹر میں رکھ دی گئی۔ تا کہ قریشی صاحب کے فرزند عزیز قریشی مطیع الرحمان صاحب سیف لنڈن سے پہنچ کر جنازہ میں شرکت کرسکیں جن کی طرف سے اطلاع آچکی تھی چنانچہ وہ 2 فروری 1978ء کو بچوں سمیت قادیان پہنچے۔ آخری عمر میں آپ کو ذیابطیس، شکری اور حبس البول کی موذی تکالیف ہوگئیں تھیں مگر ان کے باوجود سلسلہ کی خدمات میں ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ 2 فروری 1978ء کو آپ کی وفات امرتسر کے تیغ بہادر ہسپتال میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کی نماز جنازہ محترم مرزا وسیم احمد صاحب نے پڑھائی اور تدفین بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 9 میں ہوئی۔

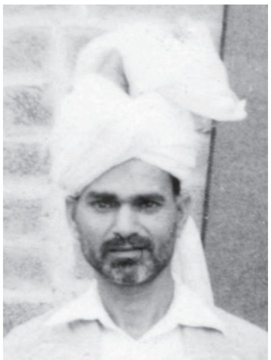
قریشی صاحب کی اہلیہ درویشی کے ابتدائی سالوں میں ہی فوت ہوگئی تھیں۔جن کے بطن سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھے۔ان بچوں کو قریشی صاحب نے پاکستان بھجوا دیا تھا۔ اور وہیں ان کی شادیاں ہوئیں۔قریشی صاحب نے اپنی اہلیہ کی وفات کے بعد 26 سال تک تجرد کی زندگی گزاری اور اپنے تجرد کو سلسلہ کی خدمات میں مصروف رکھا۔قریشی صاحب مرحوم دُبلے پتلے جسم چھوٹے قد اور ذہین نقوش کے مالک تھے لباس اور عادات میں سادگی ساری زندگی ان کا شعار رہا۔ وہ محلہ ناصر آباد میں رہتے تھے اور اس محلہ کی مسجد میں امام الصلوٰۃ کے فرائض بجالانے کے علاوہ درس بھی دیا کرتے تھے۔مطالعہ وسیع تھا اور سلسلہ کی روایات سے اچھی واقفیت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے والد صاحب مرحوم حضرت حافظ محمد امین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالاتِ زندگی بھی ”حیاتِ امین“ کے نام سے شائع کئے تھے۔ وہ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے بڑی محنت کے ساتھ انصار اللہ کے فرائض اور لائحہ عمل سے متعلق ایک چھوٹا جیبی سائز کتابچہ بھی ”الواح الہدیٰ“ کے نام سے تالیف کر کے شائع کیا تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کرام کے ارشادات کے حوالہ جات بڑی خوبصورتی سے یکجا کر دئے تھے۔

1965ء میں جب پاک و ہند جنگ شدت اختیار کرگئی تو قریشی صاحب کو ایک متبادل صدر انجمن احمدیہ کے قیام کے لئے حیدر آباد دکن بھجوایا گیا تھا اور ان کے ذمہ یہ فرض سونپا گیا تھا کہ وہ وہاں صدر انجمن احمدیہ کو رجسٹر کرائیں اور ضرورت پڑنے پر اس کام کو منظم و مرتب کریں۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر قریشی صاحب نے اس سارے کام کا خاکہ تیار کرلیا تھا۔لیکن چونکہ چند ہی روز کے بعد جنگ ختم ہوگئی اس لئے قریشی صاحب واپس قادیان آگئے۔

مرحوم قریشی صاحب بڑے ذہین سادہ طبع اور کم گو تھے۔ حافظہ بہت مضبوط اور ثقہ تھا۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے اجلاسوں میں جب قواعد و ضوابط کے حوالہ جات یا پرانے فیصلوں کی ضرورت پیش آتی تو وہ واقعی کمپیوٹر کی سی تیزی کے ساتھ وہ حوالے پیش کر دیتے تھے۔ ناظر بیت المال خرچ کی حیثیت سے بجٹ صدر انجمن احمدیہ کی ترتیب وتشکیل ان کے ذمہ تھی جسے وہ بڑے سلیقہ کے ساتھ محنت اور عرق ریزی سے تیار کر کے پیش کیا کرتے تھے۔

خاکسار کی راقم کے ساتھ چونکہ تقسیم ملک سے پہلے کی واقفیت تھی اور ہم دونوں انجمن کی کارکنیت میں تھے۔ اس لئے ہمارے درمیان بے تکلفی رہتی۔ میں کبھی کبھی ان کے دفتر میں جاکر مزاحیہ انداز میں کہتا قریشی صاحب! آپ کا کتبہ تیار کروا رہا ہوں۔ اللہ میاں کی طرف سے بلاوے کا خط کب آئے گا تو وہ کہتے ادھر میں بھی آپ کے لئے یہی تیاری کر رہا ہوں۔ مگر آہ! قریشی صاحب مجھ سے سبقت لے گئے۔ اور یہ ناخوشگوار سا فرض آج میں ادا کر رہا ہوں۔قریشی صاحب مرحوم کو ایک امتیاز یہ بھی حاصل تھا کہ ان کے چھوٹے بھائی قریشی عبد القادر صاحب بھی قادیان میں درویش ہیں اور سلسلہ کی خدمت بجالا رہے ہیں۔ انہیں اپنے برادرِ اکبر کی وفات پر قدرتی طور پر بہت صدمہ ہوا جسے انہوں نے صبر و رضا کے ساتھ برداشت کیا۔مرحوم قریشی صاحب نے جس خلوص اور وفاداری اور دیانتداری کے ساتھ اپنے تمام مفوضہ فرائض کو انجام دیا اس کا ذکر عرصہ تک ہمارے ماحول میں زبانوں پر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ قریشی صاحب کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے۔ آمین

163 مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب درویش



تقویٰ۔ دینداری۔ سادگی۔ شرافت اور فرض شناسی کا اگر ایک محلول تیار کیا جائے تو اس کا نام ہم چودھری محمد طفیل صاحب درویش رکھ سکتے ہیں۔ جو اچانک 28 مارچ 1978ء کو دل کا دورہ پڑنے سے بڑی سُرخروئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔مرحوم چودھری صاحب مضافاتِ قادیان کے ایک گاؤں ڈیری والا داروغہ کے رہنے والے تھے۔اور تقسیم ملک سے قبل محکمہ مال کے پٹواری رہ چکے تھے۔اور چونکہ ضلع گورداسپور کے مختلف علاقوں میں کام کر چکے تھے اس لئے اُن کی واقفیت کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ یوں تو پٹواری ہونا کوئی قابل ذکر بات نہیں ہے۔لیکن چودھری صاحب مرحوم نے جس رنگ میں یہ سرکاری سروس کی اس وجہ سے وہ اپنے حکام کی نگاہوں میں بھی اور اپنے حلقہ کے لوگوں کی نگاہوں میں بھی قابلِ احترام سمجھے جاتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ان کے تمام رشتہ دار پاکستان چلے گئے تھے۔ لیکن وہ خدمتِ قادیان کے پُرخلوص جذبہ کے ساتھ قادیان میں مقیم ہوگئے تھے۔ان کی قادیان میں رہائش نے جہاں خود انہیں روحانیت میں ترقی کے مواقع بہم پہنچائے۔ وہاں اُن کے وجود سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔ صدر انجمن احمدیہ کی زرعی اور سکنی جائیدادوں کے ریکارڈ کی تلاش اور تحقیق میں چودھری صاحب نے بہت ہی اہم کردار ادا کیا۔ اور اتنی محنت اور لگن

کے ساتھ یہ کام کیا کہ وہ ہماری دعاؤں کے مستحق قرار پائے۔صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادیں پنجاب کے مختلف علاقوں میں تھیں۔ان سب علاقوں میں پہنچ کر سرکاری دفاتر سے ان کے ریکارڈ جمع کرنے کا مشکل کام چودھری صاحب مرحوم کی کاوشوں کا مرہونِ منت ہے۔ پھر چونکہ وہ خود کاشتکار تھے اور طویل عرصہ تک پٹواری کا کام کرنے کی وجہ سے زراعت کے وسیع تجربے رکھتے تھے۔ اسی لئے جب صدر انجمن احمدیہ کو تمام زرعی جائیدادیں حکومت نے واپس کر دیں تو ان زمینوں پر فصلیں کاشت کرنے یا ٹھیکوں پر مزارعین کو دینے کے سلسلہ میں چودھری صاحب کے مشورے بہت قیمتی اور مفید ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی زندگی کے آخری ایام تک چودھری صاحب یہ خدمات آنریری طور پر نہایت شوق سے بجالاتے رہے۔

چودھری صاحب نہایت نرم خو اور زود آمیز تھے۔ ہر مخاطب کے ساتھ محبت آمیز مومنانہ گفتگو کرتے تھے۔فطرت اتنی بخ بستہ تھی کہ آواز میں کبھی تیزی اور کرختگی نہ آئی۔ اور ان کا یہی حسین طرزِ گفتگو تھا جس کی وجہ سے انھیں تبلیغ کا ملکہ بھی قدرت نے عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ وقفِ ایام کرکے وہ مختلف مقامات پر تبلیغ کے لئے نکل جایا کرتے تھے اور اکثر سفر پیدل ہی کیا کرتے تھے۔ چونکہ ساری زندگی محنت اور جانفشانی کے کام کرتے رہے اس لئے قویٰ بہت مضبوط تھے اور بڑھاپے کے باوجود ان کے جذبوں میں جوانی کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔سلسلہ کے ہر کام کے لئے کب، کیوں اور کیسے کے سوالات کے بغیر پابرکاب رہتے تھے۔ اطاعت اور خدمت کے جذبہ نے اُن کے ذہن سے اس قسم کے تمام سوالات محو کر دیئے تھے۔

کفایت شعاری اور فراخدلی بظاہر دو متضاد سی صفات ہیں لیکن چودھری صاحب کے اندر یہ دونوں صفات موجود تھیں۔ وہ اپنی ذات کے لئے بہت کفایت شعار تھے۔لیکن جماعتی تحریکات میں حصہ لیتے وقت وہ غیر معمولی کشادہ دلی کا مظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ میں ان کا وعدہ مبلغ 4800 روپے کا تھا اور گو یہ وعدہ 16 سال میں قابلِ ادا تھا لیکن مرحوم نے اس میں سے 3700 اپنی زندگی میں ہی یعنی اس تحریک پر صرف پانچ سال گزرنے پر ہی ادا کر دیا تھا۔ تحریک جدید اور وقفِ جدید میں وہ اپنے وعدے ابتدائے سال میں ہی ادا کر کے السابقون الاولون میں شامل ہوتے رہے۔ لباس بہت سادہ مگر سفید اور صاف سُتھرا پہنتے تھے۔طرہ دار پنجابی پگڑی اور تہبند کی قدیم وضع کو انہوں نے کبھی ترک نہیں کیا۔سنت نبوی کے مطابق ہاتھ میں چھڑی ضرور رکھتے تھے۔ قادیان سے باہر سفر پر جاتے تو کوٹ بھی پہنتے تھے۔ ساری درویشی میں ایک گرم کوٹ اُس وقت سلوایا تھا جب 1960ء میں کشمیر کے مالی دورے پر گئے تھے۔لیکن کشمیر کے خاص پسوؤں نے ان کا اتنی محبت سے خیر مقدم کیا کہ دورہ سے واپس آکر عرصہ تک شدید خارش میں مبتلاء رہے اور طویل علاج کے بعد افاقہ ہوا۔

خود نیکی پر کاربند رہ کر لوگوں کو نیکی کی تلقین کیا کرتے تھے۔تجارتی رموز سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک قادیان کی غلہ مارکیٹ میں آڑھت کا کام بھی کیا جو اپنے سمدھی مکرم چودھری عبدالحمید صاحب مرحوم کی شراکت میں تھا۔آخری عمر میں بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ اس لئے مسجد اقصیٰ کے مشرقی حصے میں ایک کمرے میں رہائش اختیار کر لی تھی تا کہ نمازوں کے لئے دُور سے نہ آنا پڑے۔ گویا تصویری زبان میں خدا تعالیٰ کے حضور عرض کیا کہ ؎

مسکن بنا لیا ہے تیرے گھر کے سامنے

چند ہفتے قبل وہ اپنے رشتہ داروں کی ملاقات کے لئے پاسپورٹ پر پاکستان گئے تھے۔ وہاں دومرتبہ دل کا دورہ پڑا۔ زندگی کی ناپائداری کا خیال کر کے پروگرام سے پہلے ہی واپس قادیان آ گئے۔ 28 مارچ کو احمدیہ بازار سے اُٹھ کر مسجد اقصیٰ گئے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دل کا دورہ پڑا اور بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اتفاق سے کسی نے دیکھ لیا۔طبی امداد پہنچائی گئی لیکن وقت مقدر آچکا تھا۔عصر کے قریب وفات ہوگئی۔ وفات کے وقت عمر 76 سال تھی۔

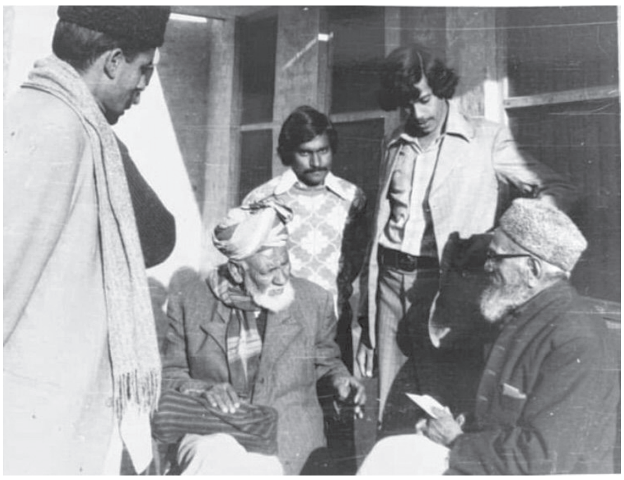
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

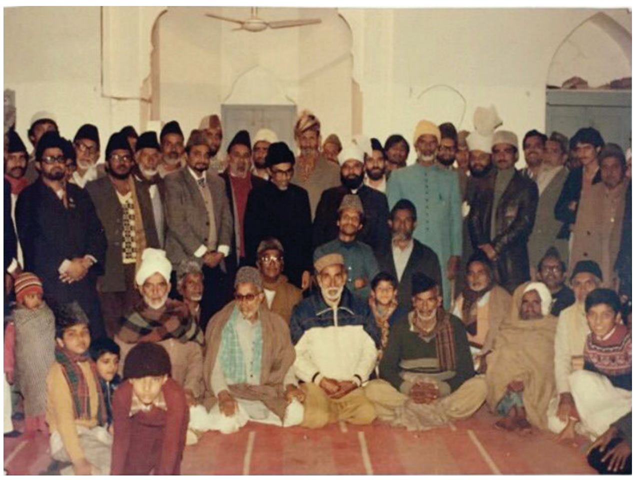
میانہ قد گندمی رنگ اور مناسب خدوخال رکھتے تھے۔نقوش سے زیرکی نمایاں تھی۔ نہایت اطاعت اور وفاداری اور خدمت کے ساتھ درویشی کا ساڑھے بیس سال دور گزارا۔ اور اپنی عادات وخصائل کے لحاظ سے ایک قابلِ رشک زندگی گزار کر 28 جنوری 1978ء کو ہم سے جُدا ہو کر بہشتی مقبرہ کے قطعہ نمبر 9 میں آسودۂ خواب ہیں۔ مجھے 4 اپریل کو جب کہ میں کلکتہ کے دورہ پر تھا اس المناک سانحہ کی اطلاع ملی۔ اور یوں محسوس ہوا کہ درویشوں کی مختصر سی بزم اپنے ایک بیش قیمت اثاثہ سے محروم ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان کا حافظ و ناصر رہے۔ اور انھیں اپنے قرب کے شرف سے نوازے۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔











درویشان قادیان ضلع سیالکوٹ







جلسہ سالانہ قادیان 1948ء کے موقعہ پر پاکستان سے آنے والے وفد کی درویشان قادیان کے ساتھ یادگاری تصویر



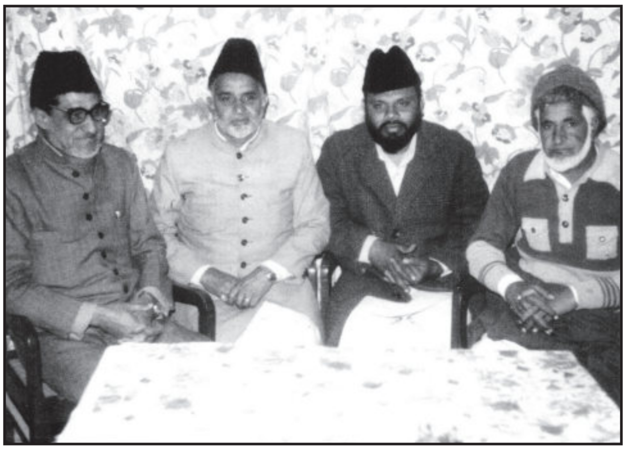
جلسہ سالانہ قادیان 1952ء کے موقعہ پر شرکاء جلسہ و درویشان قادیان



جلسہ سالانہ قادیان 1953ء کے موقعہ پر شرکاء جلسہ و درویشان کی یادگار تصویر



مکرم حاجی محمد احمد صاحب، مکرم محمد شریف شاہ صاحب،
مکرم مولانا شریف احمد امینی صاحب، مکرم مبشر احمد صاحب



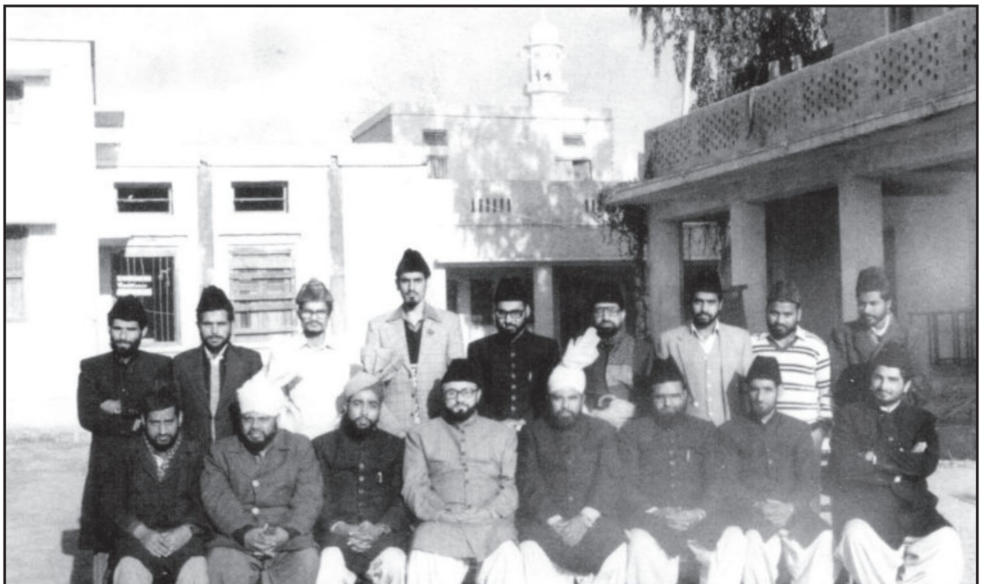
مکرم ارشد اللہ صاحب چٹھہ، مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس،
مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب، مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب



دائیں سے بائیں: مکرم چوہدری فیض احمد صاحب، مکرم ملک صلاح الدین صاحب، مکرم شیخ عبد الحمید عاجز صاحب، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، مکرم مولوی عبد الرحمٰن جٹ صاحبؓ، مکرم مولوی ابراہیم صاحب قادیانی، مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب



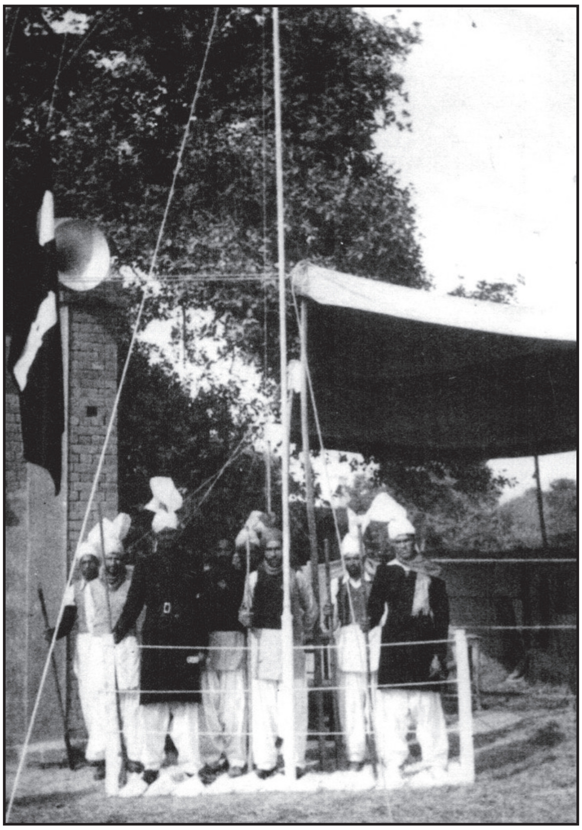
محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور مبلغین کرام واُتر پردیش کے افراد جماعت کے ساتھ



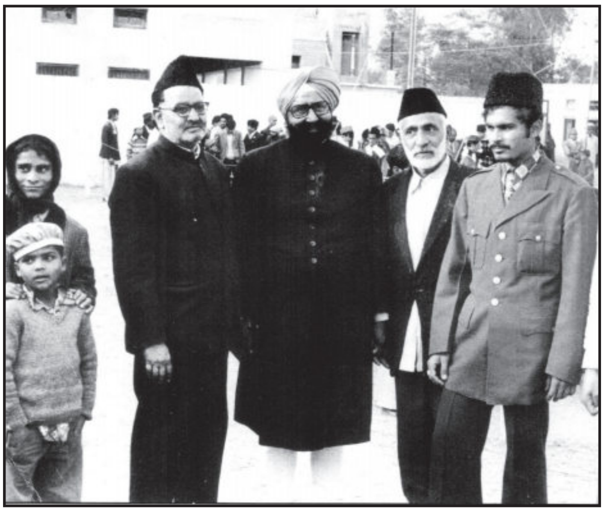
جلسہ سالانہ قادیان 1984ء کے موقع پر ہندوستان کے مبلغین کرام کی ایک تصویر



مکرم مستری منظور احمد صاحب درویش و مکرم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی کے
ہمراہ میاں محمد مراد صاحب حافظ آباد اپنے رشتہ داروں کے ساتھ



درویشان قادیان لوائے احمدیت کا پہرہ دیتے ہوئے



مکرم مولوی سعادت احمد صاحب جاوید، مکرم چوہدری سعید احمد صاحب،
مکرم ستنام سنگھ باجوہ صاحب ایم ایل اے، مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب



مکرم فضل الرحمٰن صاحب، مکرم بابا نور احمد صاحب، مکرم نذیر احمد صاحب ٹیلر



حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ، مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب
اور دیگر درویشان کے ہمراہ



حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ، نامعلوم، مکرم شریف شاہ صاحب



جلسہ سالانہ قادیان 1979ء، مولانا شریف احمد امینی صاحب تقریر کر رہے ہیں



جلسہ سالانہ قادیان کا ایک منظر



جلسہ سالانہ قادیان کا ایک منظر



حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کے ہمراہ ایک گروپ فوٹو



مکرم ملک صلاح الدین صاحب اور مکرم شیخ عبدالحمید عاجز صاحب
ومولوی حکیم محمد دین صاحب ایک غیر مسلم معزز کا استقبال کرتے ہوئے



درویشان قادیان کی والی بال ٹیم



حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ، مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب جلسہ
سالانہ قادیان میں بیرون ہند سے تشریف لانے والے مہمانان کرام کے ساتھ

164 مکرم بابا اللہ دتا صاحب درویش

ہے آدمی بذات خود اک محشر خیال ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

بیٹھتے نہیں۔ میں نے اتنی دفعہ کہا ہے کہ ابھی آجاتے ہیں، ابھی آجاتے ہیں، پنکھا چل رہا ہے، کرسیاں پڑی ہیں، بیٹھ کیوں نہیں جاتے، جاکے بلالاؤ، مجھ سے نہیں جایا جاتا، اگر نہیں بیٹھنا تو بے شک جاؤ... ایڈے کا ہلے پے جاندے نے۔ بابا جی کون ہے۔ اچھا آپ آگئے۔ میں نے پھر پوچھا آپ باتیں کس سے کر رہے تھے۔

میں اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا۔ دل سے! آپ تو کسی کو ڈانٹ رہے تھے کہ بیٹھتا نہیں ہے۔ ہاں میں دل سے ہی تو بات کر رہا تھا۔ اُس روز چند مریض آئے تھے ناجب آپ میٹنگ میں گئے تھے۔ میں اُن کو بٹھاتا رہا مگر وہ رُکے نہیں۔ مجھے کہتے تھے جاکر بلالاؤ۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ جاکر میں نہیں بلاؤں گا۔ بیٹھنا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ زیادہ جلدی میں ہو تو بے شک چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے ہیں۔ اسی واقعہ کو اپنے آپ میں بیان کر رہا تھا۔

بابا اللہ دتا صاحب نہایت سادہ طبیعت کے بزرگ تھے۔ دیہاتی تھے اور پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ جن دنوں صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت میں بطور مدد گار کارکن ملازم تھے تو اپنے دستخط کرنا سیکھ لیا ہوا تھا۔ تا کہ تنخواہ وصول کرتے وقت رجسٹر پر دستخط کرسکیں۔ بس اپنے نام کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ کسی ضروری بات کو یا کسی سے اگر روپے پیسے کا لین دین کرتے تو اس کو فراغت میں اپنے دھیان میں بیٹھے بیٹھے دہرایا کرتے تھے تا کہ بھول نا جائے۔ اور اس طرح وہ اپنے لین دین اور ضروری معاملات کے حافظ تھے۔ مجھے یاد آیا کہ ایک روز میں صبح گھر پر نہ تھا۔ بابا اللہ دتا صاحب گھر پہنچے تو اہلیہ نے کہا، بابا جی، عامل صاحب گھر پر نہیں ہیں۔ چائے کی پتی ختم ہے۔ آپ لادیں۔ بابا جی پیسے لے کر چل پڑے۔ گھر سے انہیں کہا گیا تھا کہ ہم ریڈ لیبل کی بروک بانڈ پیتے ہیں۔ اگر وہ مل جائے تو آپ بڑی پُڑیا نصف پونڈ والی لائیں۔ اگر وہ نہ مل سکے تو آپ بوڑھے آدمی ہیں۔ زیادہ دُور تک تلاش کرنے نہ جائیں بلکہ ایسی صورت میں کوئی بھی برانڈ ہو لے آئیں مگر چھوٹی پڑیا لائیں تا کہ ایک ہی وقت میں ختم ہوجائے۔ پھر ہم بازار کھلنے پر منگوالیں گے۔ بابا جی یہ پیغام سن کر گھر سے نکلے۔ رستہ میں میرے قریب سے گزرے مگر اپنے خیال میں اُوپر والی بات کو دُھراتے ہوئے۔

''چھوٹی ملی تو چھوٹی لاؤں گا بڑی ملی تو بڑی لاؤں گا۔ مگر لاؤں گا ضرور۔''

میں نے گھر آکر پوچھا کہ بابا جی کو کس کام بھجوایا ہے وہ کہتے جارہے تھے کہ چھوٹی ملی تو چھوٹی لاؤں گا... تو معلوم ہوا کہ چائے کی پتی لینے گئے ہیں۔ اور پیغام دُہراتے ہوئے جارہے ہیں کہ کہیں بھول نہ جائے۔

بابا جی نے خود جو حالات بیان کئے وہ اس طرح ہیں۔ آپ کا اصلی نام پیراں دتہ تھا۔ باپ کا نام ماہیا تھا۔ آپ ریاست جموں کے علاقہ موضع دیوا وٹالہ نزد پدرنوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والدین نے اوپر ایک پہاڑی مقام پوڑی پار کر میں کولہو لگا کر وہاں رہائش اختیار کرلی ہوئی تھی۔ ابتداء طاعون جو 1902ء میں پڑی تھی۔ آپ کے والدین اس کی نذر ہوگئے۔ تو ماموں نے اپنے پاس لاکر پرورش کی جب ہوش سنبھالا تو ارد گرد کے ماحول کا جائزہ شروع کیا۔ اس علاقہ کے ایک رئیس ڈوگرہ راجپوت جن کا آبائی نام بجتر تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو کر احمدیت قبول کر چکے ہوئے تھے۔ آپ کا اسلامی نام شیخ عبد العزیز صاحب رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ زیادہ تر قادیان میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں رہتے۔ سال میں چند ماہ کے لئے فصل کی آمد اور زمین کا ٹھیکہ وغیرہ وصول کرنے وطن جایا کرتے تھے۔ بابا اللہ دتا صاحب نے بتایا کہ میں محترم شیخ عبد العزیز صاحب سے جن کو ہم چچا کہا کرتے تھے۔ قادیان کے حالات سُنا کرتا تھا۔ اور یوں ایک غیر شعوری لگاؤ قادیان کے ساتھ ہونے لگا۔ اور یہ لگاؤ بڑھتے بڑھتے شوق کی حدود میں داخل ہوگیا۔

میں بیس سال کا نوجوان تھا۔ جب قادیان کے وصال کی تمنا دل میں لئے گھر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس سے قبل محنت مزدوری کی غرض سے میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ پنجاب آچکا تھا۔ اور ریل میں نے دیکھ لی ہوئی تھی۔ میں گھر سے بھاگ کر جموں تک آیا۔ اور یہاں سے ریل میں سوار ہو کر قادیان آنے کے لئے بٹالہ پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ بعض اور مسافر بھی قادیان آنے والے ہیں۔ اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا جُھٹ پٹے کے وقت قادیان پہنچا۔ رات مہمان خانہ سے کھانا کھا کر سو رہا۔ صبح اُٹھ کر محترم شیخ عبد العزیز صاحب کا پتہ کیا۔ آپ سے مل کر ساری کوفت اور پریشانی دُور ہوئی۔ آپ سے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو وفات پائے چھ ماہ کا عرصہ گزرا ہے۔ میں نے یہاں بطور مددگار کارکن صدر انجمن احمدیہ میں ملازمت کرلی۔ میرا تقرر دفتر محاسب میں ہوا۔ تو ان دنوں حضرت مرزا محمد اشرف صاحب محاسب تھے۔ ان کی شفقت سے دن اچھے گزرنے لگے۔

آپ نے اپنے مکان کے ایک حصہ میں ہی مجھے رہنے کو جگہ دے دی۔ کفایت شعاری میری طبیعت کا اہم جز تھا۔ میں نے اپنی قلیل تنخواہ میں سے کچھ رقم پس انداز کر لی تھی۔ جب حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی طرف سے 1918ء میں منارۃ المسیح کی تکمیل کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی اور یہ شرط ساتھ لگائی کہ جو ایک سو روپیہ تحریک میں دے گا اس کا نام منارۃ المسیح کے اوپر سنگ مرمر کی تختی میں لکھوایا جائے گا۔ میں نے اپنا جمع شدہ روپیہ جو یکصد ہی تھا اس تحریک میں دے دیا۔

(بابا اللہ دتا صاحب کا نام منارۃ المسیح پر جانب جنوب لگی ہوئی سنگ مرمر کی تختی پر لکھا ہوا موجود ہے۔ عامل)

پھر کئی سال کی ملازمت سے آپ نے کچھ رقم پس انداز کر لی تو ایک چھوٹی سی دوکان جو ایک صندوق کی صورت میں تھی۔ جاری کر لی۔ اس میں بچوں کے کھانے کی کھٹی میٹھی گولیاں، ٹافیاں، سوئی دھاگہ، بٹن وغیرہ ہوا کرتے۔ اسی مختصر سی دوکان سے آپ گزارہ چلاتے رہے۔ پانصد روپے کی رقم جمع ہوئی تو آپ نے سٹار ہوزری میں حصص خرید لئے۔ تقسیم ملک کے وقت آپ لائیلپور چلے گئے۔ وہاں چند ماہ بمشکل گزار کر قادیان کی محبت نے پھر زور مارا تو آپ مارچ 1948ء میں پھر چند درویشوں کا تبادلہ عمل میں آنے پر قادیان چلے آئے۔ مارچ 1948ء میں صبح کے وقت بابا جی کو جس نے بھی گھومتے دیکھا خوش ہوا۔ قادیان کے اکثر نوجوان آپ کو پہچانتے تھے۔ کسی نے کہا لاؤ بابا جی مجھے دینا ایک آنہ کی ٹافی کسی نے گولیاں مانگیں کسی نے چائے پتی کی پُڑیا نام لئے بغیر مانگنا شروع کی۔ بابا جی کی طبیعت میں غصہ نہیں تھا سب کا ہنس ہنس کر جواب دیتے۔ بھائی ابھی آیا ہی ہوں۔ بندوبست کروں گا۔ مرزا منور احمد صاحب نے ویزلین کی شیشی مانگی۔ وہ پہلے بھی بابا جی سے ویزلین خریدا کرتے تھے۔ بابا جی اچھی خوشبودار ویزلین بھی اپنی پٹاری نما دوکان میں رکھا کرتے تھے۔

بابا جی کا تقرر میرے ہی حزب میں ہوا۔ ان دنوں میری اور میرے ساتھیوں کی ڈیوٹی سٹور کی حفاظت اور نگرانی پر تھی۔ انچارج سٹور کے علاوہ کئی اور بھی خدمات ناچیز کے سپرد تھیں۔ اور میں اکثر لنگر خانہ سے بروقت کھانا نہیں لے پاتا تھا بعض اوقات تو رہ ہی جاتا۔ اور جب بے وقت جاتا تو جو بچا کھچا ہوتا مل جاتا۔ بابا جی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو میرا کھانا خود وقت پر لا کر رکھ دینے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لی۔ اور کئی سالوں تک اس ڈیوٹی کو نبھاتے رہے۔ گو میں بھی اور دفاتر میں تبدیل ہوتا رہا۔ اور بابا جی بھی مگر یہ کھانا لا کر رکھنے کا عہد قائم رہا۔ بابا جی کی طبیعت میں مستقل مزاجی بدرجہ اتم تھی۔ جب وہ 14۔1915ء میں یہاں آئے تو مرزا محمد اشرف صاحب کے مکان میں رہنے کو جگہ ملی اور پھر وفات تک اس جگہ کو نہ چھوڑا۔ مولوی عبدالواحد صاحب سے آپ کا دوستی کا تعلق انہی ایام میں استوار ہوا تو وفات تک اسی تعلق کو نبھاتے چلے گئے۔ میرے ساتھ تعلق بنا تو وفات تک اس کی پاسداری کرتے چلے گئے۔ میں نے ایک روز پوچھا بابا جی آپ کا اصل نام تو پیراں دتا تھا۔ آپ اللہ دتا کیسے ہو گئے تو بتایا کہ جب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی تو آپ نے فرمایا کہ پیراں دتہ نام میں شرک کی ملونی ہے۔ آپ اپنا نام اللہ دتہ رکھ لیں۔ چنانچہ اسی روز سے میرا نام اللہ دتا ہو گیا۔

میں نے ایک بار پوچھا کہ یہاں آنے کے بعد آپ کو کبھی اپنے وطن جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ یا آپ کے رشتہ دار آپ کو ملنے یہاں آتے رہے ہیں؟ تو بتایا کہ ہم دو بھائی تھے والدین طاعون کی نذر ہو گئے تھے۔ میرا بڑا بھائی بھی قادیان آ گیا تھا۔ اور لنگر خانہ میں روٹی لگانے پر ملازم ہو گیا تھا مگر دیگر رشتہ دار اس کو شادی کا لالچ دے کر واپس اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ مجھے بھی کئی بہانوں سے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ مگر میں نے قادیان سے نکلنا پسند نہیں کیا۔ میرا نکاح بھی قادیان آنے سے قبل ہو چکا تھا۔ جب رشتہ داروں نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر انہیں فارغ کر دیا۔ کہ اب میری طرف نہیں آنا۔ اس کے بعد مجھے لینے کوئی نہیں آیا۔ البتہ میری ایک چچی جب بیوہ ہو گئیں تو وہ زمین کا انتقال کاغذات مال میں چڑھانے کی غرض سے مجھے بطور گواہ پیش کرنے کی غرض سے مجھے لینے آئی تھیں۔ میں اُن کے ہمراہ ایک دو روز کے لئے وطن گیا تھا۔ بس اس کے علاوہ کبھی وطن جانے کا خیال تک نہیں کیا۔

وطن سے آجانے کے بعد بابا جی نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ بتایا کرتے تھے کہ میں غریب نوجوان تھا۔ کوئی اثاثہ اور جائیداد نہیں رکھتا تھا۔ مجھے کون رشتہ دیتا۔ اس لئے پوچھا ہی نہیں۔ اور اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو اب شادی کی عمر نہیں رہی۔ بابا جی نہایت درجہ پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ بڑے پکے تہجد گزار تھے۔ باقاعدہ مسجد میں آکر تہجد کی نماز بھی اور باقی نمازیں بھی ادا کرتے۔ وفات سے چند ماہ قبل تک باقاعدہ مسجد میں آتے رہے ہیں۔ آخری چند ماہ میں کمزوری بہت بڑھ گئی تھی۔ سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اس لئے گھر پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے ہاں نماز جمعہ کے لئے میں انہیں سہارا دے کر ساتھ لے جاتا۔ 1970ء میں بابا جی کی خواہش پر آپ کے کھانے کا انتظام میں نے اپنے گھر میں کر دیا تھا۔ بابا جی ان دنوں میں ریٹائرڈ لائف

گزار رہے تھے۔ آپ سارا دن میرے پاس مطب میں بیٹھا کرتے دونوں وقت گھر پر آکر کھانا کھاتے۔ صبح شام سیر کرنے جاتے اور پھر نمازوں کے اوقات میں مسجد لیکن سونے کے لئے آپ نے مرزا محمد اشرف صاحب کی بیٹھک نہ چھوڑی۔ آپ کہا کرتے کہ میں قادیان آتے ہی اس جگہ مقیم ہوا تھا۔ اور اسی جگہ سے میرا جنازہ اُٹھے گا۔

14 دسمبر 1978ء کو مجھے تاکیداً کہا کہ حجام کو بجھوا دینا میری حجامت بنادی جائے۔ سو میں نے انتظام کر دیا۔ حجامت بنوا کر غسل گرم پانی سے کیا۔ چائے پی اور عصر کی نماز کا وقت ہو چلا تھا۔ چارپائی پر ہی نماز شروع کرلی۔ (مکرم قریشی فضل حق صاحب درویش جو مرزا محمد اشرف صاحب کے برادر نسبتی ہیں اور آج کل اس مکان میں مقیم ہیں اسی مکان کی بیٹھک میں بابا اللہ دتا قیام پذیر تھے۔ اور ان علالت کے ایام میں قریشی صاحب اور آپ کے بیوی بچوں نے بھی بابا جی کی خوب خدمت کی جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ میری اہلیہ انھیں غسل دلوا کر اور چائے وغیرہ پلوا کر آگئی تھیں۔ قریشی صاحب کے گھر والے بھی یہ خیال کر کے کہ بابا جی نماز پڑھ رہے ہیں شور نہ ہو۔ اس جگہ سے ہٹ گئے۔ میں عصر کی نماز مسجد مبارک پڑھ کر درس سُننے کے لئے بیٹھا تھا کہ ایک بچہ آیا۔ اور آکر کہا کہ بابا جی کی طبیعت زیادہ خراب ہے آکر دیکھ لیں۔ میں فوراً گیا۔ جاکر دیکھا کہ بابا جی اپنا عہد وفاداری پورا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں جا چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

آپ کے علاوہ آپ کے رشتہ داروں میں سے کوئی اور احمدی نہیں تھا۔ اور چونکہ بابا جی نے وطن سے تعلق ہی منقطع کرلیا ہوا تھا۔ وفات کے وقت یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی زندہ موجود بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو اس کا پتہ اس وقت کیا ہے۔ 14 دسمبر 1978ء کو ہی رات ساڑھے نو بجے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بعد میں تدفین دُعا فرمائی۔ بابا جی 1917ء سے موصی تھے۔ آپ کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔

165 مکرم میجر محمد عبد اللہ خان صاحب درویش

انیسویں صدی کے ربع کے آخر اور بیسویں صدی کے ربع اول میں ہندوستان کی سیاست کے افق پر علی برادران مولانا محمد علی و شوکت علی کا نام گونجتا تھا۔ انہی برادران کے ایک بھائی جن کا رجحان سیاست کی بجائے دین کی طرف تھا۔ میری مراد حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر سے ہے۔ قادیان میں مامورِ زمانہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں آکر قادیان آکر بس گئے تھے۔ جس طرح علی برادران نے سیاست میں نمایاں کام کیا۔ آپ نے خدمتِ دین اسلام میں اپنی تمام تر اعلیٰ صلاحتیں صرف کر دیں۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی خان گوہر کے پانچ فرزند تھے۔ ایک سرکاری ملازم تھے۔ چاروں کو سلسلہ حقہ احمدیہ حقیقی اسلام کی شاندار خدمات کی توفیق ملی۔

مکرم محمد عبد اللہ خان صاحب آپ کے تیسرے بیٹے تھے۔ ان سے بڑے بیٹے مکرم حاجی ممتاز علی خان صاحب کو بھی ہجرت کے بعد قادیان میں بطور درویش خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ کا ذکر ''گلدستہ درویشان کے وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ اول میں آچکا ہے۔ جب مکرم ممتاز علی صاحب کی وفات ہوئی تو ابھی ان کا جنازہ پڑا تھا اور میجر عبد اللہ صاحب پاس بیٹھے تھے ایک دوست آئے اور کہا عبد اللہ صاحب آپ کے بھائی کی وفات کا بڑا افسوس ہے۔ یہ سن کر کہنے لگے یہ بھائی جن کا جنازہ پڑا ہے۔ اس کا آپ کو افسوس ہے۔ انہوں نے کہا ہاں پھر کہنے لگے یہ جو ابھی فوت ہوئے ہیں ان کا آپ کو افسوس ہے۔ اور میں جو بیس سال سے مرا پڑا ہوں میرا آپ کو کوئی افسوس نہیں ہے۔ اس نوٹ میں محمد عبد اللہ خان صاحب کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ محمد عبد اللہ خان صاحب بچپن سے ذہین تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک پاس کیا۔ اور پھر کاروبار زندگی میں مصروف ہو گئے۔ انگریزی اچھی طرح بول لیتے تھے۔ ان کے اُن ایام کی رپورٹوں میں انگریزی زبان میں تقریر کرنا ثابت ہے۔ ابتداء جوانی میں بعض حوادث کا شکار ہو کر ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے۔ اور ان کی حالت مجذوبوں جیسی ہوگئی تھی۔ احمدیہ بازار میں خاموش کسی نہ کسی کونہ میں کھڑے رہتے۔ نہ کسی کو دکھ دیتے اور نہ کسی سے کچھ مانگتے۔ جس وقت بھوک محسوس ہوتی گھر جاکر کھانا کھا آتے۔ اگر کوئی چائے کی پیش کش کرتا تو قبول کر لیتے تھے۔

قادیان میں بطور درویش جن افراد کو ٹھہرانا تھا ان کا 11 نومبر 1947ء کو انٹرویو لیا گیا تھا۔ اور ان کو کارڈ ایشو کر دیئے گے تھے۔ 16 نومبر کو جب تمام جانے والے افراد رخصت ہو گئے تو معلوم ہوا کہ چند افراد ایسے بھی یہاں مقیم رہ گئے ہیں جنھیں باقاعدہ طور پر یہاں ٹھہرنے کے لئے انتخاب نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کا قیام محض اتفاقی ہے۔ ان میں سے ایک عبد اللہ خان بھی تھے جو اپنی مجذوبیت کے باعث کسی کونہ میں پڑے رہے۔ اور جانے والے قافلہ میں شریک نہیں ہوئے۔ چند افراد اور بھی ایسے ہی تھے۔ ان کو بھی 313 درویشوں کی فہرست میں شامل کرلیا گیا۔ اور یوں 313 کی تعداد بڑھ

کر 326 ہوگئی۔

محمد عبداللہ خان صاحب پر جب دماغی عارضہ کا حملہ ہوا تو وہ ان ایام میں اپنے آپ کو عبداللہ خان کہلانے کی بجائے میجر عبداللہ کہلانا پسند کرنے لگے تھے۔ اور آخر میں یہ ان کی پہچان بن گئی۔ اور وہ میجر عبداللہ کے نام سے ہی جانے جانے لگے۔ درویشی کا 25 سال کا عرصہ اسی طرح خاموشی سے گزار دیا۔ درویشوں سے چونکہ بے تکلف ہو گئے تھے۔ اگر احتیاج ہوتی تو کسی بھی درویش بھائی کو کہہ دیتے چائے نہیں پلواؤ گے۔ اور درویش آگے سے کہہ دیتا کہ کوئی اچھا سا شعر سناؤ تو چائے پلاؤں گا۔ اس پر آپ شعر سناتے۔ اکثر یہ شعر سنایا کرتے تھے ؎

تڑپتے ہوئے دل کو پاکٹ میں ڈالو — جو پوچھے کوئی اس سے کہنا گھڑی ہے

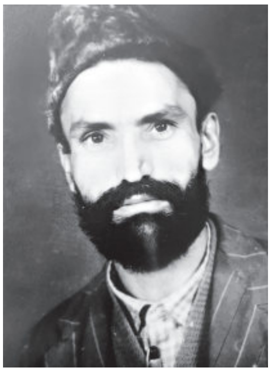
ایک مرتبہ مکرم چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم اور چوہدری عبدالقدیر صاحب مسجد مبارک کے آہنی گیٹ کے دائیں طرف ایک تختہ پر بیٹھے تھے کہ میجر عبداللہ صاحب نے آکر سوال کیا کیا چائے نہیں پلواؤ گے۔ اسی اثناء میں ایک اور دوست چائے کی دوکان میں داخل ہوتے ہوئے نظر آئے دونوں چوہدری صاحب نے کہا وہ دیکھو فلاں صاحب چائے پینے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ آپ بھی شامل ہوجائیں۔ میجر صاحب فوراً گئے ان کے پہنچنے کے ساتھ ہی وہ درویش فوراً دوکان سے نکل کر جلدی جلدی گیٹ کے اندر دفاتر کی طرف چلے گئے۔ میجر صاحب تھوڑی دور تک انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اور پھر یوں گویا ہوئے ”دوسو کنجوس مرا ہو گا تو یہ شخص پیدا ہوا ہو گا۔“

اس قدر لطیف استعارہ لئے ہوئے یہ جملہ سن کر دونوں چوہدری صاحبان پھڑک اٹھے اور میجر صاحب کی چائے سے تواضع فرمائی۔

چند روز کی علالت کے بعد ہمارے یہ بھائی 6 دسمبر 1976ء کو اپنے مولا حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ چونکہ وصیت نہیں تھی۔ بچہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

166 مکرم شیر احمد خان صاحب درویش



میرا تصور آج سے ٹھیک پچیس سال پہلے کی ٹھٹھری ہوئی ایک سرد رات میں گھوم رہا ہے۔ یا ماہِ جنوری کی ایک نہایت سرد رات تھی۔ جب نصف شب گئے میں مطالعہ سے اُکتا کر سونے سے قبل اپنے ایریئے کا پہرہ چیک کرنے کے لئے گھر سے نکلا۔ میں احمدیہ بازار میں مدرسہ احمدیہ کے گیٹ کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ دائیں جانب دوکان کے اندر سے مانوس اور پیاری آواز آئی۔ عامل صاحب ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ پیاری آواز مکرم حافظ عبدالرحمان صاحب کی تھی۔ کہنے لگے ابھی چند منٹ ہوئے بازار میں تھانیدار (داروغہ پولیس) گزرے تھے۔ میں نے ان کے پاؤں کی آہٹ پا کر دوکان کے اندر ہی سے ”کھنگورا“ مار دیا تھا۔ تا وہ سمجھ لیں کہ یہاں لوگ بے خبر نہیں سوتے۔ میں اچھا کہہ کر گزر گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ گیارہ سے ایک بجے تک مکرم شیر احمد خان صاحب کی پہرہ کی ڈیوٹی تھی۔ اور انہی کے پاؤں کی آہٹ کو مکرم حافظ عبدالرحمان صاحب نے تھانیدار کے آنے سے تعبیر کیا تھا۔ 1943ء میں احمدیہ چوک میں خالص افغانی وضع کا ایک ٹی سٹال مکرم خان گل نور صاحب مرحوم نے چلا رکھا تھا۔ آپ عین جوانی میں ہی خدا تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تو 1944ء کے آخر میں احمدیہ بازار میں مدرسہ احمدیہ کے سامنے والی دوکانوں میں مکرم شیر احمد خان صاحب نے اپنے ماموں مکرم خان گل نور صاحب کی یاد تازہ کرتے ہوئے ٹی سٹال جاری کیا۔ وہیں پر چائے کا ایک کپ پی کر مکرم شیر احمد خان صاحب سے میرا پہلا تعارف ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپ مکرم خان میر صاحب محافظ خاص حضرت خلیفۃ المسیح اقدس، مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے صحابی محترم حضرت احمد نور صاحب کابلی کے نواسے ہیں۔

زمانہ درویشی میں اور بھی قریب ہو کر دیکھنے کا موقعہ ملا۔ آپ شعارِ اسلامی کے پابند، خوبصورت داڑھی رکھنے والے تھے۔ نظامِ جماعت سے تعاون آپ کی گھٹی میں پڑا تھا۔ خود بار بار کہا کرتے تھے کہ بھائی جی جو کام بھی آپ چاہیں مجھے بتا دیں میں انشاء اللہ اسے اس رنگ میں انجام دوں گا کہ آپ کو کوئی شکایت نہ ہو سکے۔ راتوں کو اکثر جاگتے۔ گویا رات سونے کے لئے نہیں بنی۔ مجھے یہ کہہ رکھا تھا کہ جب بھی کوئی دوست پہرہ کی ڈیوٹی سے کسی عذر کی بناء پر چھٹی چاہے تو اس کی جگہ مجھے جگانے کے لئے کہہ کر مطمئن ہو جایا کریں۔ اور واقعی میں نے انہیں تجربہ میں ایسا ہی پایا۔

آپ حلقہ مسجد مبارک کے ان چند درویشوں میں سے ایک تھے۔ جو دفتری امور کی انجام دہی کی بجائے پہرہ، وقارِ عمل اور اسی قسم کی دیگر ڈیوٹیوں کو

پسند کرتے تھے۔اور نہیں چاہتے تھے کہ وہ دفاتر میں لگائے جائیں۔مگر میں بڑی محنت سے اُنہیں دفاتر میں لانے میں کامیاب ہوا۔ 1949ء میں حضرت اقدس المصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق قادیان میں دفاتر کی از سر نو تنظیم عمل میں آئی اور جملہ نظارتوں کے کام میں وسعت کے باعث مزید محرروں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں جن آدمیوں کے پیچھے پڑکر انھیں دفاتر میں لایا تھااُن میں مکرم شیر احمد خان صاحب بھی تھے۔ آپ کو دفتر میں حاضری کے لئے کہا جاتا تو عذر کرتے۔ میں فجر کی نماز پڑھتے ہی ان کی قیام گاہ پر جاتا تو اکثر ان کو فجر کی نماز پڑھ کر سوتے ہوئے پاتا۔ آپ اندازہ کریں۔ گرمیوں کے دن ہوں اور ایک شخص کمبل یا رضائی اوڑھ کر سویا ہوا ہو۔ میں جگاتا اور پوچھتا کہ آپ اس قدر گرمی میں بھی کمبل اوڑھ کر سوجاتے ہیں تو کہتے رات کو پہرہ دیا ہے نیند تو آنا ہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر پتلا کپڑا لے کر سوؤں گا تو روشنی اس میں سے چھن کر اندر آجائے گی اور نیند کھل جائے گی۔ لہٰذا موٹا کپڑا لے لیتا ہوں تا روشنی اندر نہ آنے پائے۔ میں انھیں اٹھا کر ساتھ لاتا اور رستہ میں ہی ناشتہ کرواتے ہوئے (ناشتہ ان دنوں لنگر خانہ کی ایک روٹی پر مشتمل ہوا کرتا تھا) دفتر چھوڑ آتا تھا۔ الحمدللہ کہ میری محنت کارگر ہوئی اور انجمن کو ایک اچھا کارکن مل گیا۔ مکرم شیر احمد خان صاحب بعد میں خود مجھ سے اکثر کہا کرتے کہ آپ نے میری زندگی سنوار دی۔ اگر آپ اس قدر کوشش نہ کرتے تو میں ہرگز دفتر میں نہ آتا۔ کچھ عرصہ بعد دفتر کے کام میں انہیں خاصی مہارت ہوگئی اور وہ ایک اچھے محرر کھاتہ ثابت ہوئے۔ سال دو سال تک دفتر بہشتی مقبرہ میں محرر کھاتہ رہے اور پھر کئی سالوں تک دفتر محاسب میں کھاتوں کی تکمیل کا نہایت اہم اور ذمہ داری کا کام بڑی محنت اور لگن کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ خالص افغانی لہجہ میں بڑی روانی سے پشتو بول سکتے تھے۔ جب کبھی پشتو بولنے والے افراد قادیان آتے تو انہیں مکرم شیر احمد خان صاحب سے ملایا جاتا۔ آپ انہیں بہترین پیرائے میں سلسلہ کے بارہ میں معلومات بہم پہنچا کر تبلیغ کا حق ادا کرتے۔ اور ایسے افراد جماعت کے بارہ میں اچھا اثر لے کر جاتے۔ آپ شگفتہ مزاج اور کم گو تھے۔ گفتگو ظرافت کا مٹھاس لئے ہوئے ہوتی۔

جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے درویشان کو شادیاں کرنے کا حکم ہوا تو مکرم شیر احمد خان صاحب کی شادی حیدر آباد کے ایک احمدی خاندان میں محترمہ فہیمہ اصغری صاحبہ سے ہوئی۔ درویشوں کی شادیاں بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک معجزہ ہیں۔ آج جہاں لوگ رسوم اور ذات برادریوں کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسیح پاک کے غلام ہر قسم کی رسموں اور بندھنوں سے آزاد صرف احمدیت کی رسی میں سلکِ مروارید بنتے چلے جارہے ہیں۔ یہ دن بھی عجیب تھے۔ نِت نئی شادیاں، مجرد درویشوں کا ماحول جو خزاں رسیدہ باغ کی طرح ہوگیا تھا۔ حضور پرنورؓ کے اس فرمان پر اس میں بہار کے آثار نمودار ہونا شروع ہوگئے۔ اور چند مہینوں کے اندر ہی گلشن احمد میں درجنوں بلبلیں چہچہاتی نظر آنے لگے ؎

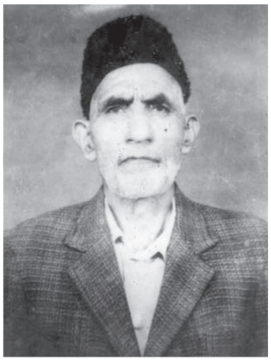
بنیں ہم بلبلیں بستانِ احمدؑ رہے برکت ہمارے آشیاں میں
ہمارا گھر ہو مثلِ باغِ جنت ہو آبادی ہمیشہ اس مکاں میں

حضور پرنور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اسی فرمان کی برکت سے درویشوں کی آبادی جو ابتداءً 313 نفوس پر مشتمل تھی۔ آج بفضلہٖ تعالیٰ ڈیڑھ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔

ہمارے اس بھائی نے گھریلو مالی مشکلات پر قابو پانے کی غرض سے گزشتہ دو سال سے دفتر کے علاوہ فالتو اوقات میں ایک چائے کی دوکان کھول رکھی تھی۔ جلسہ سالانہ 1978ء کے ایام میں خوب کام کرتے رہے۔ جلسہ کے ایام گزر جانے پر کچھ علالت کے آثار دکھائی دیئے۔ چند روز بعد دوست احباب نے ان کی آنکھوں کا رنگ غیر معمولی طور پر پیلا دیکھا۔ احباب کے مشورہ پر ہمارے اس بھائی نے یرقان کا علاج شروع کیا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مقامی معالجوں سے رجوع کیا گیا۔ حالت اصلاح پذیر نہ ہوئی۔ آخر امرتسر لے جاکر مکمل ٹسٹوں کے بعد علاج کروانے کا پروگرام بنایا گیا۔ مؤرخہ 22 جنوری 1979ء کو امرتسر ہسپتال میں داخل کرائے گئے جہاں متعدد قسم کے ٹسٹ لے کر یہ فیصلہ ہوا کہ پتہ کا آپریشن کیا جائے۔ پتہ کی خرابی خون میں ..... ملنے کا موجب تھی۔ مؤرخہ 12 فروری 1979ء کو اطلاع دی گئی کہ دو روز بعد آپریشن ہوگا۔ ہمارا یہ بھائی آپریشن سے قبل اپنے بیوی بچوں اور دوست احباب سے ملنے ایک روز چھٹی لے کر قادیان آگیا۔ یہاں آنے پر مانوس فضاء دوست احباب کی ہمدردی اور بیوی بچوں کی محبت و خدمت گزاری کے باعث بظاہر طبیعت اچھی نظر آنے لگی۔ جس کی وجہ سے یہاں ایک دن قیام کی بجائے دس روز قیام رہا۔ اور پھر تکلیف بڑھ جانے پر دوبارہ امرتسر میں داخلہ لیا گیا۔ یہ چند ایام کی آپریشن سے بچنے کی فروگزاشت آکلیز کی ایڑی ثابت ہوئی۔ بیماری جیت چکی تھی۔ بالآخر ہمارا یہ بھائی جس کی چال پر تھانیدار کا گمان ہوتا تھا چُپ چاپ بغیر کوئی آہٹ کئے مؤرخہ 5 مارچ 1979ء کو دار العمل سے دالقرار کی طرف روانہ ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ گلستانِ احمد میں آپ کی چار یادگاریں ہیں۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔ بڑا بچہ ان دنوں جرمنی میں برسرروزگار ہے۔ اور ایک بچی کی حال ہی میں پاکستان میں شادی ہوئی ہے۔ دو بچے قادیان میں زیر تعلیم ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کے مستقبل کو بھی روشن اور تابناک بنائے۔ آمین

167 مکرم خواجہ دین محمد صاحب درویش



سفید گورا کسرتی جسم۔قد اوسط درجہ کا،وجود محنت سے کمایا ہوا،چال پہلوانوں جیسی۔آپ نسلاً کشمیری تھے۔آپ کے آباء میں سے کوئی بزرگ کشمیر سے آ کر پنجاب میں بس گئے۔اور پنجاب کی دھرتی کی محبت ایسی دل میں سمائی کہ پھر وطن جانے کا خیال نہیں آیا۔اور نسلاً بعد نسل پنجاب میں رہتے ہوئے یہ بھی بھول گیا کہ ان کے بزرگ جنت ارضی کے کس مقام سے اُٹھ کر آئے تھے۔قادیان سے وڈالہ گرنتھیاں کو جاتے ہوئے نہر سے گزر کر ایک میل کے فاصلہ پر دائیں طرف ایک گاؤں بھاگی ننگل ہے۔خواجہ دین محمد صاحب اسی گاؤں کے رہنے والے تھے۔پیشہ کے طور پر آپ روئی دھننے کا کام کرتے تھے۔پنجابی میں اس کو روئی پنجنا کہتے ہیں۔روئی پینجنے کا ایک دیسی ساخت کا آلہ ہوتا ہے جس کو ایک بڑے رباب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔یہ ایک لمبا ڈنڈا ہوتا ہے جس پر ایک خاص طریقہ سے ایک تندی کی تار مڑھی ہوتی ہے۔اس کا ایک سرا چھت سے باندھ کر تار والا حصہ روئی پر رکھ کر ایک مِضراب سے اس کو دھنکا جاتا ہے۔اس ایک ارتعاش اور ایک مدھر آواز پیدا ہوتی ہے۔پے در پے ضربیں پڑنے سے کچھ اس قسم کا سماں پیدا ہوجاتا ہے جیسے ایک بالک جل ترنگ پر ناچ رہا ہو۔آپ اس روئی دھننے کے کام میں نہ صرف ماہر تھے بلکہ ارد گرد کئی دیہاتوں تک مشہور تھے۔1945ء میں آپ نے قادیان میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ 1947ء میں اپنے پیارے آقا کی تحریک پر دیارِ مسیح کی دربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

آزادی وطن کا سال بھی عجیب تصرفات الٰہیہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔اس سال اس قدر تسلسل سے بارشیں ہوئیں کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔مشیت الٰہی اس تمام تر کدورت کو زمین سے دھو دینا چاہتی تھی۔جو انسانوں نے اپنے ہی ہم جنسوں کا خون بہا کر زمین پر بکھیر دی تھی۔ایک بارش کا پانی ابھی سوکھ نہ پاتا کہ اور بارش اہل زمین کے لئے چیلنج بن جاتی تھی۔

درویش ایک جزیرہ نما صورتِ حال سے دوچار تھے۔بارشوں سے سڑک کے رستہ آمد و رفت بند تھی۔ریل کا سلسلہ اپریل 1947ء میں ٹوٹ چکا تھا۔ڈاک تار سب ذرائع سے مرکز احمدیت۔ہندوستان کی تمام جماعتوں بلکہ دُنیا بھر کی جماعتوں سے کٹ کر رہ گیا تھا۔آپ کو یاد ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح اپنی بیوی اور کم سن بچے کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑتے وقت کچھ کھانے پینے کا سامان ساتھ رکھ دیا تھا۔اسی طرح ابراہیم ثانی علیہ السلام کے فرزند دل بند نے جو حسن واحسان میں اُس کا نظیر مثیل اور خلیفہ تھا۔درویشوں کو یہاں چھوڑتے وقت کچھ خوراک کا ذخیرہ یہاں چھوڑ دیا تھا۔علاوہ اور اشیاء کے پانچ ہزار بوری گندم بھی تھی یہ گندم بھی ایک متاعِ عزیز تھی۔پتہ نہیں کب باہر کی جماعتوں سے رابطہ قائم ہو۔اس کی سنبھال کو اولیت دی جاتی۔بعض اوقات یہ خطرہ لاحق ہوتا کہ گندم جس مقام پر پڑی ہے وہاں بارش سے خراب ہونے کا خطرہ ہے۔تمام درویش دن دیکھتے نہ رات اور ہاتھوں ہاتھ اس گندم کو دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کر دیتے۔پھر چند روز بعد وہاں کوئی سقم محسوس ہوتا تو دوسری جگہ اور پھر تیسری جگہ۔اب تو یاد بھی نہیں رہا کہ ہم نے اس گندم کے اسٹاک کو کتنی جگہ ڈھو کر رکھا ہوگا۔اتنا ضرور یاد ہے کہ جب گندم ڈھونے کا کام شروع ہوتا تو خواجہ دین محمد صاحب کی کارکردگی نمایاں ہوتی۔آپ گندم کی بوری جو ڈھائی من وزن ہوتی۔کندھے پر اٹھائے یوں بھاگتے چلے جاتے جیسے روئی یا بھوسے کی بوری اُٹھا رکھی ہو۔اور جہاں رکھنی ہوتی کندھے کے ایک اشارے سے یوں شانِ بے نیازی سے اس کو ایک جھٹکا دے کر چھوڑ دیتے کہ وہ خود بخود مقام مقصود پر جا کر گرتی۔بوری اُٹھائے ہوئے وہ بوری کو ہاتھ پکڑنے کی بھی چنداں ضرورت نہ سمجھتے آپ کے جسم کا کچھ ایسا ہی توازن بنا ہوا تھا۔

1947ء میں 35۔38 کے قریب ایسے افراد بھی ہمارے قبضہ میں آئے تھے جو قافلوں کے ساتھ جاتے ہوئے قادیان کے نواح میں زخمی ہو کر گر پڑے اور بعد میں بعض خدا ترس غیر مسلم افراد نے ان کو مسلمان ہونے کے ناطے قادیان پہنچا دیا۔ان افراد کی خدمت پر چند درویش بھائیوں کے ساتھ ناچیز بھی مامور رہا ہے۔خواجہ دین محمد صاحب بھی ان افراد میں تھے۔ان افراد میں سے زخموں کی تاب نہ لا کر دوسرے چوتھے روز کوئی نہ کوئی دارِ فانی سے کوچ کر جاتا۔اس کی تجہیز اور تکفین کی ذمہ داری بھی اسی گروپ پر تھی۔قبر نکالنے میں مکرم خواجہ دینی محمد صاحب اور مستری عبد الغفور صاحب کی خدمات سب سے نمایاں ہیں۔یہ افراد تو دو ماہ تک کے عرصہ میں اپنی اپنی باری پر سفر آخرت فرما گئے۔مگر خواجہ دین محمد صاحب کے جذبہ خدمت و ہمدردی پر رشک آتا ہے۔کہ آپ 1972ء تک جب بھی کوئی درویش بھائی کامیابی سے ہم کنار ہو کر رفیق الاعلیٰ کی خدمت میں حاضری کا شرف

پاتا تو خواجہ صاحب بلا تحریک خود بخود قبر کی تیار کے لئے پہنچ جایا کرتے۔
آپ میں کام کرنے کی بے پناہ قوت تھی۔ کام کرتے ہوئے نہ تھکتے تھے۔ محنت اور مشقت ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ آپ دفاتر میں مددگار کارکن کی خدمات کے علاوہ باقی فارغ وقت میں روئی دھننے کا کام کرتے جو خاصی محنت کا کام ہے۔ اور جن ایام میں یہ کام نہ ہوتا آپ گھر کے لئے پورے سال کی لکڑی فراہم کرنے میں جٹ جاتے۔ پُرانے کاٹے ہوئے درختوں کے بیخ و بن اکھاڑ لایا کرتے تھے۔ کیونکہ درخت کاٹنے والے زیادہ مشقت سے بچنے کی خاطر یہ حصہ زمین میں چھوڑ کر اوپر سے درخت کاٹ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ آپ کمال صفائی سے انھیں اکھاڑ لاتے اور گھر میں ایندھن کی کمی نہ آنے پاتی۔ میرا خیال یہ ہے کہ شاید ہی کبھی انہوں نے ایندھن خریدا ہو۔
سلسلہ کے کام کو اپنے ذاتی اغراض پر مقدم رکھتے تھے۔ ایک واقعہ سناتا ہوں یوں آپ کی ساری زندگی اسی جذبہ سے عبارت ہے۔ حضرت منشی محمد دین صاحب جو 313 صحابہ میں سے تھے۔ 1951ء میں وفات پا گئے۔ آپ اپنے ذاتی مکان میں رہائش رکھتے تھے۔ جو بہشتی مقبرہ روڈ پر برلب ڈھاپ واقعہ ہے۔ آپ کا تمام گھریلو سامان مکان میں ہی پڑا تھا۔ جب آپ کی تدفین سے فارغ ہو کر واپس آئے تو مدرسہ احمدیہ کے سامنے محترم مولوی برکات احمد صاحب مرحوم نے جو یہاں اُن دنوں ناظر امور عامہ تھے مجھے فرمایا کہ آج رات کو اس مکان میں کوئی باخبر ڈیوٹی والا مقرر کیا جائے۔ کیونکہ مکان کا سامان سب بغیر کسی اور فہرست گنتی کے اندر ہی پڑا ہے۔ ہم دونوں ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ کس کو مقرر کیا جائے کہ اتنے میں مکرم خواجہ دین محمد صاحب پاس سے گزرے۔ میں نے پوچھا بھائی دین محمد صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں۔ فوراً برجستہ جواب دیا میں کہیں نہیں جا رہا آپ کام بتائیں۔ میں نے پھر کہا کہ آپ ہو سکتا ہے اپنی ذاتی حوائج سے کسی جگہ جا رہے ہوں۔ مجھے آپ کے پروگرام میں رکاوٹ ڈالنا نہیں ہے پھر جواب دیا کہ سلسلہ کا کام اول ہے۔ میں کہیں نہیں جا رہا۔ اور اگر جا بھی رہا تھا تو اب نہیں جاؤں گا۔ جب تک وہ کام نہ کرلوں جو آپ کے ذہن میں ہے۔ انکا یہ عزم دیکھ کر میں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور کہا کہ آج رات کو حضرت منشی محمد دین صاحب والے مکان میں سونا ہے۔ اور ذرا باخبر ہو کر رہنا ہے کہ کوئی نقصان کی صورت نہ ہو۔ آپ اسی وقت مکان کی طرف چل پڑے اور کہا میں دیکھوں گا کہ میرے ہوتے ہوئے وہاں کون نقصان کرنے آتا ہے۔ محترم مولوی برکات احمد صاحب مرحوم بھی ان کی اس ادا پر بے حد خوش ہوئے۔
طبعاً بڑے خود دار واقع ہوئے تھے۔ چند سالوں کی بات ہے کہ گھر میں گندم وقت سے پہلے ختم ہو گئی۔ میں یہ امر حضرت امیر صاحب مقامی کے نوٹس میں لایا۔ تو آپ نے خواجہ صاحب کو بلایا اور پوچھا کہ خواجہ صاحب معلوم ہوا ہے کہ گھر میں ان دنوں اشیاء خوردنی کی کمی ہے۔ کہا ہاں مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ تنگی کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ آپ مجھے دس دن کی رخصت دیں میں اس مسئلہ کو حل کر کے دکھاؤں گا۔ حضرت امیر صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے آپ کو کل سے رخصت ہے۔ پھر کیا تھا خواجہ صاحب اپنا پینجن کندھے پر رکھ کر ہر چہ باد اباد کہتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور دسویں روز مجھے گھر پر بلا کر دکھایا کہ یہ اڑھائی بوری گندم پڑی ہے یہ مقدار نئی گندم نکلنے تک ہمارے لئے کافی ہے۔ بڑھاپے میں آپ کی اس جواں ہمتی پر رشک آتا ہے۔
رمضان المبارک 1978ء کے بعد آپ کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ ابتداء میں پیشاب کی بندش اور قبض اور بعض اوقات اسہال آنے کی شکایت رہی۔ جس کا اپنے شفاخانہ سے علاج معالجہ ہوتا رہا۔ اور چند یوم صحت اور چند یوم بیماری کی صورت میں وقت گزرتا گیا۔ بیماری نے طول کھینچا تو دیگر مقامی ڈاکٹروں سے رجوع کیا گیا۔ پوری کوشش اور علاج کے باوجود حالت صحت کی طرف لوٹ کر نہ آئی۔ اور یرقان کی صورت پیدا ہو گئی۔ اور چلنا پھرنا اور سفر کرنا مشکل ہو گیا۔ پھر مقامی طور پر گلوکوز چڑھا کر اس امر پر توجہ مرکوز کی گئی کہ کسی طرح سفر کے قابل ہو سکیں تو انھیں امرتسر لے جا کر باقاعدہ داخل کر کے علاج کیا جائے۔ مگر انھیں تو اپنے پیارے خدا تعالیٰ کے حضور حاضری کا بلاوا آ چکا تھا۔ وہ اس مقام کو چھوڑ کر دوسری طرف کس طرح آمادہ سفر ہوتے۔ آخر 12 جنوری 1979ء کو گلشن احمد میں اپنی چھ یادگاریں چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کی اہلیہ اول میں سے دو بچے یادگار ہیں جو پاکستان میں ہیں۔ دوسری شادی آپ نے اُڑیسہ میں رُک کر درویشوں میں کی تھی۔ اس میں سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں قادیان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کا خود متکفل ہو اور انھیں اپنے باپ کے نقش قدم پر احمدیت حقیقی اسلام کا سچا جانثار سپاہی بنائے۔ آمین

168 مکرم قمرالدین صاحب دہلوی درویش

عجیب سلسلہ ہے عمر کے گزرنے کا　　یہ لمحہ لمحہ حسیں دھوپ کے اترنے کا



فروری 1948ء کی سہانی صبح تھی۔ جمعہ کا روز تھا۔ میں اپنے ہانڈی وال دونوں ساتھیوں کے ساتھ ناشتہ کی تیاری میں لگا ہوا تھا کہ مکرم قمرالدین صاحب درویش بڑی خوشی کے موڈ میں اس بالاخانہ پر آئے جو مسجد مبارک کے بڑے آہنی گیٹ کے سامنے تھا اور اس میں ان دنوں مکرم مرزا منور احمد صاحب، مکرم چوہدری عبدالرشید صاحب نیاز رہائش پذیر تھے۔ قمرالدین صاحب نے آتے ہی مجھے کہا کہ ذرا جلدی سے میرے ساتھ چلیں۔ میں آپ کو ایک ماجرا دکھانا چاہتا ہوں۔ میں کشاں کشاں ان کے ہمراہ ہولیا۔ اور ہم دونوں چلتے ہوئے اس مکان میں آئے جس میں آج کل مکرم فتح محمد صاحب نانبائی کی رہائش ہے۔ اب تک قادیان میں مکمل طور پر تجرد کا ماحول تھا اور دو دو چار چار درویش باہم مل کر مکانوں میں رہائش پذیر تھے۔ اس میں ایک کمرہ میں اہل خانہ کا سامان بند تھا۔ اور ایک کمرہ میں دو درویش رہائش پزیر تھے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ یہ دونوں درویش چائے کی پتی کو ابال کر اس کا پانی گرا کر پتی میں شکر ملا کر کھا رہے ہیں۔ بظاہر یہ ایک لطیفہ تھا۔ دراصل صورت حال اس طرح واقع ہوئی تھی کہ مکرم قمرالدین صاحب نے آسام سے قادیان آئے ہوئے دارجلنگ کی اعلیٰ درجہ کی چائے کی دو پیٹیاں قادیان کے لئے ریلوے سے بک کروائی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہاں دوست احباب کو تحفۃً تقسیم کردیں گے۔ ان کی قادیان آمد تک پارسل ابھی نہیں پہنچا تھا۔ بعدازاں ریلوے کی آمدورفت بند ہوگئی اور یہ پارسل رستہ میں کسی جگہ پڑا رہا۔ 1948ء کے شروع میں جب ریلوے سروس بحال ہوئی تو ان کا رکا ہوا پارسل بھی آ گیا۔ قمرالدین صاحب نے یہ چائے دوست احباب میں جو درویش ہی تھے تقسیم کردی چونکہ قمرالدین صاحب کی رہائش ساتھ والے مکان میں تھی۔ پڑوسی کا حق ادا کرتے ہوئے ایک کلو پتی ان دونوں کو بھی دے دی۔ یہ دونوں بھائی مکرم قمر الدین صاحب دہلوی اور مکرم سلیمان صاحب دہلوی تھے۔ دونوں درویش آپس میں عم زاد برادر تھے اور 1946ء کے جلسہ سالانہ پر گھر میں اطلاع دیئے بغیر قادیان چلے آئے تھے۔ ان کا گاؤں سرس پور ضلع گوڑگاؤں میں تھا۔ اور وقوعہ کے لحاظ سے دہلی کے نواح میں واقعہ تھا۔ اس مقام پر آج کل دہلی کی نئی سبزی منڈی آزاد نگر آباد ہوچکی ہے۔ اور سرس پور کا گاؤں کل آبادی زمین سمیت دہلی کارپوریشن ایریا میں آچکا ہے۔

ان ایام میں جب یہ دونوں نوجوان اس گاؤں کو خیرباد کہہ کر دارالامان کو نکل کھڑے ہوئے تھے یہ گاؤں تھا۔ دیہاتی طرز زندگی اور سادہ ماحول تھا۔ کسان اور کسانوں کے بچے دودھ، لسی، رس پینے والے تھے۔ ساگ، پات، سبزیاں ان کی خوراک تھی۔ چائے اور اس کے تکلفات سے ناواقف تھے۔ چائے کی پتی تحفہ میں پا کر انہوں نے یہی قیاس کیا کہ یہ سوکھی میتھی کی طرح پکا کر کھانے والی کوئی سوغات ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی پسند کے مطابق اس کو پکا کر کھایا۔ مکرم سلیمان صاحب دہلوی نوجوان تھے اور مکرم قمرالدین صاحب بالکل نوعمر تھے۔ ان کا سن بمشکل 18 سال ہوگا۔

1944ء میں دہلی میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت مصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اپنی منشاء کے تحت دہلی کے شہریوں کو گواہ ٹھہرا کر اعلان فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی مرقومہ وموسومہ سبز اشتہار کے مصداق آپ ہی ہیں۔ اس جلسہ میں شریک ہونے کی غرض سے سرس پور سے بھی کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ قمرالدین صاحب کے بڑے بھائی امام دین صاحب نے بیعت کی ہوئی تھی۔ اور آپ کی تحریک پر ہی سرس پور کے باقی افراد جلسہ میں دہلی آئے تھے۔ اس جلسہ کے بعد سرس پور سے مکرم محمد سلیمان صاحب کے والد مکرم رسول بخش صاحب اور بعض اور افراد نے بیعت کی۔ اور اسی جلسہ کی وجہ سے محمد سلیمان صاحب و قمرالدین صاحب کے دل میں وہ چنگاری سلگ اٹھی۔ جو شعلہ زن ہو کر ان دونوں کو اول قادیان اور پھر درویشان قادیان میں شامل کرنے کا باعث بنی۔ مکرم قمرالدین صاحب مرحوم کے والد صاحب چار بھائی تھے۔ اور راجپوت برادری میں سے تھے۔

1۔ رسول بخش صاحب والد مکرم محمد سلیمان صاحب درویش۔ 2 ۔ گھیسیا صاحب احمدی نہیں ہوئے۔ 3 ۔ منگت

4۔ سانولیا (محمد عمر صاحب) والد مکرم قمرالدین صاحب، قمرالدین صاحب مرحوم بھی پانچ بھائی تھے۔

1۔ امام دین صاحب:۔ احمدیت قبول کی اور 1947ء سے قبل وفات پا گئے۔

2۔ سراج الدین صاحب:۔ 1947ء میں ہجرت کر کے کراچی چلے گئے۔

3۔قمرالدین:۔ ابتدائی درویشان میں سے تھے۔4۔مہر دین: ۔آج کل حیدرآباد میں مقیم ہیں۔5۔عمرالدین صاحب:۔آجکل قادیان میں ہیں۔ چائے کی دوکان ہے۔ 1948ء کے جلسہ سالانہ قادیان پر ہندوستان سے پچاس افراد پر مشتمل ایک قافلہ بذریعہ ریل قادیان آیا تھا۔اس قافلہ کے امیر مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل دہلوی تھے۔اس قافلہ میں مکرم قمرالدین صاحب دہلوی کے والد مکرم محمد عمر صاحب مرحوم بھی آئے تھے۔

مکرم محمد عمر صاحب کا گاؤں میں مشہور ومعروف نام سانولیا تھا۔مکرم قمرالدین صاحب نے جب درویشی کی ابتداء میں اپنا نام لکھوایا تو اپنے خیال کے مطابق انہوں نے اپنی ولدیت کے خانہ میں اپنے والدصاحب کا اسلامی نام محمد ابراہیم لکھوادیا تھا۔ 1948ء کے جلسہ سالانہ کے لئے جب مکرم مولوی بشیر احمد صاحب نے گورنمنٹ سے قافلہ کی منظوری کی خاطر جو فہرست تیار کی اس میں قمرالدین صاحب کے والدصاحب کا اسلامی نام محمد عمر تجویز کر کے فہرست میں لکھ دیا تھا۔اور اسی کے مطابق سرکار سے منظوری ملی تھی۔ جب قافلہ قادیان پہنچا تو مکرم قمرالدین صاحب بھی اپنے والدصاحب کو لینے آئے۔ان کے والد صاحب کا نام محمد ابراہیم فہرست میں نہیں تھا۔ پھر انہوں نے کہا سانولیا نام دیکھیں۔ یہ نام بھی فہرست میں نہیں تھا۔قمرالدین صاحب واپس چلے گئے۔مگر محمد عمر نامی مہمان ابھی تک انتظار میں تھے۔ان سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ قمرالدین صاحب کے والد اور محمد سلیمان صاحب کے چچا ہیں۔تب ان دونوں کو بلاکر اپنے بزرگوار کو ساتھ لے جانے کے لئے کہا گیا۔

سرس پور میں تقسیم ملک کے بعد محمد عمر صاحب کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔ بڑے بھائی رسول بخش صاحب وفات پا چکے تھے ان کی اولاد پاکستان ہجرت کر گئی تھی۔اور دو باقی گھیسیا۔اور منگت خود اور ان کی اولاد دیں۔شدھ ہوگئی تھیں۔ان حالات میں مکرم محمد عمر صاحب نے درخواست کی کہ انہیں مع اپنی اہلیہ اور دو لڑکوں کے قادیان ہجرت کر کے آجانے کی اجازت دی جائے۔ وہ اس ماحول سے نکلنا چاہتے ہیں۔ان کی درخواست منظور ہوئی اور 23 ستمبر 1949ء کو سرس پور سے ہجرت کر کے قادیان آگئے۔اس طرح قمرالدین صاحب کی والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ مرحومہ وہ پہلی خاتون ہیں جن کو زمانہ درویشی میں قادیان آکر آباد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔قمرالدین صاحب کے والد محترم مکرم محمد عمر صاحب نے 16 اگست 1952ء میں قادیان میں وفات پائی۔اور والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ نے 1990ء کو جبکہ وہ قادیان سے اپنے بیٹے مکرم مہردین صاحب کے ہمراہ علاج اور تبدیلی آب و ہوا کی خاطر حیدرآباد گئی ہوئی تھیں وفات پائی۔

مکرم قمرالدین صاحب خاموش طبع کم گو نہایت سادہ زندگی بسر کرنے والے نہایت فرمانبردار۔قربانی کا جذبہ رکھنے والے درویش تھے۔51۔1950ء میں درویشوں کی شادیاں ہوجانے اور متاہل درویشان کے اہل وعیال پاکستان سے قادیان آجانے کی وجہ سے جب صدرانجمن احمدیہ کے خزانہ پر غیر معمولی اخراجات کا بوجھ پڑا تو صدرانجمن احمدیہ نے حضور انور کی اجازت سے درویشان میں یہ تحریک کی کہ جو درویشان خود اپنی روزی کما سکتے ہوں وہ ہمت کر کے کوئی کام کریں۔اس طرح خزانہ سے اخراجات کا بوجھ کم ہوگا۔اور ایسے افراد ثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔مکرم قمرالدین صاحب فارغ ہو کر پہلے قادیان میں کاشتکاری گھروں میں سفیدی ورنگ وروغن کرنا وغیرہ کام کرتے رہے۔ پھر اجازت لے کر 1957ء میں دہلی چلے گئے۔اور وہاں مکرم رحمت اللہ خان صاحب کے کارخانہ میں ماربل چپس کی مصنوعات جیسے سِنک بیسن، گملے وبینچ بنانے کا کام سیکھا اور 1960 ء میں قادیان میں آکر یہ کام چالو کیا۔مگر اس چھوٹے شہر میں مانگ کم ہونے کی وجہ سے کامیابی نہ ہوسکی۔ان کے چھوٹے بھائی مکرم مہردین صاحب نے جن کی شادی حیدرآباد میں ہوچکی تھی۔ یہ تجویز کیا کہ ہم حیدرآباد میں جاکر قسمت آزمائی کر دیکھیں۔ ہوسکتا ہے وہاں کامیابی ہوجائے۔ دونوں بھائی اس ارادہ کے ساتھ۔ ہر چہ باداباد کہتے ہوئے 1963ء میں حیدرآباد روانہ ہوگئے۔اور وہاں چار پانچ سال تک ان تھک محنت کرنے پر اللہ تعالیٰ نے انھیں کامیابی سے نوازا اور اچھے پیمانہ پر کاروبار چل نکلا۔اور مکرم مہردین صاحب اب تک وہاں اس کام کو نہایت عمدگی سے چلا رہے ہیں۔

مکرم قمرالدین صاحب کو قادیان سے مسلسل باہر رہنا پسند نہیں آیا۔اور آپ 1970ء کے قریب پھر قادیان چلے آئے اور تادمِ آخرین یہاں رہے۔ قمرالدین صاحب کی پہلی شادی قادیان میں ایک مرحوم درویش کی بیٹی سے ہوئی۔مگر یہ نباہ نہ ہونے کی وجہ سے قائم نہ رہ سکی۔ دوسری شادی حیدرآباد کے قیام کے دوران ہوئی تھی۔ یہ بیوی بھی ان کے ساتھ قادیان آکر آباد ہونے پر رضامند نہ ہوسکیں اور علیحدگی ہوگئی۔اس میں سے دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی ہیں جو حیدرآباد میں والدہ کے پاس ہیں۔تیسری شادی حیدرآباد سے قادیان آنے کے چند سال بعد اڑیسہ میں ہوئی۔ یہ اہلیہ اور دو لڑکے اور ایک لڑکی قادیان میں ان کی یادگار ہیں۔قمرالدین صاحب خاموش طبع کم گو اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے والے نہیں تھے۔ جو کچھ بھی پیش آتا

خاموشی سے سہہ جانے والے تھے۔ مالی تنگی کا عارضہ اندر ہی اندر گھن کی طرح انہیں کھا چکا تھا۔
مورخہ 16 جولائی 1990ء کو گھر کے صحن میں اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر چارپائی بُن رہے تھے ابھی تھوڑی سی ہی بُن پائے تھے۔قریب ساڑھے بارہ بجے کا عمل ہوگا کہ ان کے گھر سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ان کے پڑوسی خواجہ عبدالستار صاحب وخواجہ عبداللہ صاحب وہاں پہنچ گئے۔ میں بھی اطلاع ملتے ہی فوراً وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ بیوی بچے رورہے ہیں۔ اور قمرالدین صاحب چارپائی کے ایک پائے پر سر رکھے زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں نے جاتے ہی نبض دیکھی نبض ندارد پھر بغل میں نبض دیکھی تو نبض تھی۔ میں نے کہا جلدی سے ان کو اٹھا کر چارپائی پر ڈالا جائے۔ دوسری چارپائی پر ان کو لٹایا گیا۔ مُنہ میں پانی ڈالا گیا۔ میں نے ایک خادم کو بھگایا کہ فوراً ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کو بلائیں۔ ڈاکٹر صاحب سنتے ہی فوراً پہنچ گئے۔ اور آتے ہی حالت دیکھ کر کہا کہ یہ بھائی تو اب تیار ہے تاہم ایمرجنسی بیگ سے چھ سات انجکشن لمحہ لمحہ بعد لگائے جس سے نبض کی حالت بہتر قدرے بہتر ہوگئی۔ اتنی دیر میں مکرم صدر صاحب عمومی محترم مولوی محمد کریم الدین صاحب بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ آپ نے محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت کے مطابق ان کی دیکھ بھال اور علاج کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پہلے ان کو بذریعہ کار سول ہسپتال قادیان لے جایا گیا۔سول ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ انھیں فوراً بٹالہ کے سول ہسپتال لے جانا مناسب ہے۔ لہٰذا فوری طور پر بٹالہ لے جایا گیا۔ وہاں انھیں داخل کرکے ڈرپ چڑھانے کی تیاری ہورہی تھی کہ ہمارے اس بھائی نے عہد وفا کو پورا کرتے ہوئے امانت امانت دار کے حوالے کردی۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ خیابانِ احمد میں تین نوشگفتہ پھول یادگار چھوڑ کر پورے اطمینان کے ساتھ اپنے مولا کی رضا کی جنتوں میں جابسا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ آپ پر رہے اور ان کے بچوں کا مستقبل اللہ تعالیٰ روشن اور تابناک بنائے اور وہ بھی احمدیت کے شیدائی اور جاں نثار ہوں۔ آمین

169 مکرم محمد عبداللہ صاحب نانبائی درویش

آ گیا ہے کون میرے درد کی دہلیز پر   دل کے دروازے پہ کس کی یاد کا کھٹکا ہوا



میں اپنے یادوں کے شہر میں دور کہیں دور تک نکا گیا ہوں۔ اتنا پیچھے کہ مجھے اپنی یاد کی ابتدائی سرحدیں نظر آنے لگی ہیں۔ جب میں ابھی پانچ سال کا تھا اور کاروبار زندگی کی الجھنوں سے بے خبر اور بے پرواہ تھا۔ غالباً گھر کی ضروریات کے لئے کچھ دالیں اور آٹا لانا مقصود تھا۔ اور میرے والد بزرگوار میرے برادر اکبر کو اس تعلق میں ہدایات دے رہے تھے کہ فلاں جگہ جاکر مسجد اقصیٰ کے ساتھ والی گلی میں گھوم جانا۔ وہاں جاکر ایک دوکان آٹا دال نمک مرچ مصالحہ جات کی ہوگی۔ پوچھ لینا کہ یہ صدرالدین کی دوکان ہے۔ وہاں سے اپنی ضروریات کی اشیاء خرید لینا۔ وہاں دھوکہ کا امکان نہیں ہے اور تول پورا ملتا ہے۔ میں بھی ضد کرنے لگا کہ میں بھائی جان کے ساتھ ہی جاؤں گا۔ اجازت مل گئی میں ساتھ ہوں یہ دوکان اس گلی میں تھی جو مسجد اقصیٰ کے بڑے گیٹ کے سامنے ہوا کرتی تھی۔حسب ہدایت ہم آئے تو بابا صدر الدین صاحب کی بجائے وہاں ایک نوجوان تھا۔جس نے کمال صفائی سے ہر ایک ہماری ضرورت کی چیز ہمیں فراہم کی۔ یہ نوجوان محمد عبداللہ صاحب تھے۔محترم صدرالدین صاحب ان کے والد بزرگوار تھے۔ یہ وقت گزر گیا۔ میرے بڑے بھائی ایک حادثہ کا شکار ہوکر جاں بحق ہوئے۔ اور والدین ایک بار پھر قادیان رہائش ترک کرکے اپنے آبائی گاؤں جابسے۔ میرے والد صاحب ملٹری میں تھے۔ جنگ عالم گیر ثانی شروع ہوئی تو انھیں بلاوا آ گیا۔ میں نے جائزہ لیا ان دنوں بابا صدرالدین صاحب کسی بڑے نقصان کا شکار ہوکر معمولی درجہ پر صرف دالوں کا کام کیا کرتے تھے۔
ہاتھ والی ایک چکی دوکان میں پڑی رہتی تھی۔جس پر کبھی بابا صدرالدین صاحب خود اور کبھی محمد عبداللہ صاحب دالیں دلتے نظر آیا کرتے تھے۔ گو زمانہ مالی تنگی کا تھا۔ مگر ان باپ بیٹے نے اپنے اصول کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اور محنت کرکے رزق حلال پر قناعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص کو نوازا اور بابا صدرالدین صاحب جو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے تھے۔ اور ان کا بیٹا محمد عبداللہ صاحب دونوں درویشان قادیان میں چن لئے گئے اور ایک بڑا اعزاز ہے کہ صرف ایک ہی جوڑے کو جو باپ بیٹے پر مشتمل تھا یہ شرف حاصل ہوا۔ مکرم محمد عبداللہ صاحب نے تنور میں روٹیاں لگانے کا فن بھی سیکھ لیا ہوا تھا۔ اور آپ اس میں بڑے ماہر تھے۔ اچھی اور تعداد میں زیادہ روٹی لگانے کا ایک آپ کا ریکارڈ ہے۔ جلسہ سالانہ کے ایام

میں بعض اوقات دوہزار روٹیاں فی یوم لگانے کا ریکارڈ آپ نے قائم کیا۔ اور آج کل جس قدر عملہ نانبائیاں لنگر خانہ قادیان میں موجود ہے آپ ہی کا ٹرینڈ کیا ہوا ہے۔

آپ کی شادی 1947ء سے قبل اپنے رشتہ داروں میں ہوچکی تھی۔ جس میں سے ایک بچی تھی۔ اہلیہ وفات پا گئیں اور بچی اپنے ننھیال میں پلتی رہی۔ اور آپ خود اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں مصروف رہے۔ 1960ء میں حضرت بابا صدر الدین صاحب رضی اللہ عنہ وفات پا گئے۔ ان ایام میں محمد عبد اللہ صاحب کی بیٹی بھی قادیان آچکی ہوئی تھیں۔ پھر بیٹی کی شادی کی فکر میں چند سال گزرے اور 1970ء میں بچی کی شادی سے فراغت پانے کے بعد آپ نے اڑیسہ میں دوسرے شادی کی۔ جس میں سے چار لڑکے اور ایک لڑکی آپ کی یادگار ہیں۔ تنور پر کام کرنے کی وجہ سے آپ کو آکسیجن کی کمی کا سامنا رہتا تھا۔ جس سے سانس پھولنے کی شکایت پیدا ہوئی۔ اور محمد عبد اللہ صاحب نے ریٹائرمنٹ لے لی اور علاج کے ساتھ ساتھ آرام کرنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ درمیان میں بعض طبیعت زیادہ بگڑ جاتی۔ انھیں امرتسر لے جا کر ہر قسم کے ٹیسٹ کروانے پر معلوم ہوا کہ آپ کو ہارٹ انلار جمنٹ ہے۔ اور اسی کی وجہ سے دمہ کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ انھیں مزید آرام کی سہولیات دی گئیں۔ ہر قسم کے کام سے فراغت اور علاج حسبِ حالات جاری رہا۔ جلسہ سالانہ 1989ء میں آپ چلتے پھرتے تھے اور ایسا گمان نہیں ہوتا تھا کہ اتنی جلدی داغ مفارقت دے جائیں گے۔ مگر اچانک ہارٹ اٹیک ہوا اور ایک ہی دن کی علالت میں ہمارا یہ بھائی مورخہ 22 دسمبر 1989ء کو ہم سے جدا ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضاء کی جنتوں میں جابسا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

170 مکرم چوہدری فتح محمد صاحب گجراتی درویش



سادہ لباس، سفید بھورے رنگ کی مناسب داڑھی، پتلا مناسب قد، 82 سال کی طویل عمر میں بھی نوجوانوں کا سا حوصلہ ہمت۔ جفاکشی کی علامت آہنی قوت وارادہ کے مالک خدمت دین وانسانیت کی تصویر، بزرگ سادگی وقناعت، یہ چند خصوصیات تھیں۔ ان بے شمار خصوصیات میں سے جو میرے والد مکرم چوہدری فتح محمد صاحب درویش اپنے اندر رکھتے تھے۔

مؤرخہ 27 فروری 1988ء کا دن ہمارے لئے ایک صبر آزما دن تھا۔ جس روز ہمارے بزرگ والد ہم سب کو اداس اور غمگین چھوڑ کر اس دیارِ فانی سے کوچ کر کے دیار ابدی کو سدھارے۔ آج ان کی یاد میں چند آنسو بہا کر ان کی مدح میں چند الفاظ صفحہ قرطاس لکھنا مقصود ہے۔ مرحوم نے احمدیت کا ورثہ اپنے والد چوہدری محترم قطب الدین صاحب ساکن شیخ پور نے گجرات مغربی پنجاب (حالیہ پاکستان) کے ذریعہ پایا۔ جب حضرت الحاج حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول کے ابتدائی ایام خلافت کے ایک مبلغ آنریری نے ہمارے دادا جان کو تبلیغ کی۔ محترم والد صاحب اس وقت بمشکل دس سال کے تھے جب ہمارے دادا جان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہدی زماں کی بیعت کی۔ والد صاحب مرحوم اس واقعہ کو اچھی طرح ذہن میں نقش کئے ہوئے تھے اور ہم کو بار ازدیادِ ایمان کی خاطر یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں اس وقت باہر سے کھیلتے ہوئے واپس گھر آیا تھا کہ جب دادا جان نے بیعت کی اور غیر احمدی رسم و رواج کے مطابق میرے گلے میں چاندی کا ایک تعویز باندھا تھا لیکن بیعت کے بعد دادا جان نے یہ تعویز اتار کر اس چاندی کے ٹکڑے کو سلسلہ کی خدمت کے لئے دے دیا اور یوں والد صاحب نے بھی ہمارے دادا جان کے ہمراہ بیعت کر لی۔ ہمارے دادا جان اور پڑ دادا جان کی جماعت میں شمولیت سے قبل شیخ پور میں بہت ہی عزت اور فراوانی تھی۔ زمینداری شان وشوکت کی وجہ سے ہر سال خاندان کی قبروں پر عرس ہوتے تھے۔ جن میں کثیر تعداد میں غیر از جماعت مسلمان اور دیگر افراد دور دور سے اس عرس میں شرکت کرتے تھے۔ مگر جماعت احمدیہ میں شرکت کے بعد دادا جان نے ان سب سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور پھر مخالفت نے بھی کچھ شدت اختیار کر لی۔ جس کی وجہ سے خاندانی ذرائع معاش پر کافی اثر پڑا۔ مگر دادا جان نے اس دنیاوی عزت وخاندانی شوکت کی پرواہ نہ کی اور پھر احمدیت کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہی آپ اس دنیا سے فوت ہو گئے۔ مگر تربیت کا ایک ایسا گر ہمارے والد صاحب کی گھٹی میں ڈال گئے کہ آپ نے (یعنی والد صاحب نے) ان سے بھی زیادہ پریشانیوں اور مشکلات میں اپنے آپ کو جماعت

کے ساتھ وابستہ رکھا اور خلافت اولیٰ کے بعد ثانیہ اور پھر ثالثہ اور پھر رابعہ خلافت کے دور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ گو والد صاحب کی پیدائش ۔۔۔۔کی ہے مگر چونکہ اس وقت دادا جان نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آپ کی زندگی میں بیعت نہ کی تھی اور نہ ہی آپ کی زیارت کی تھی اس لئے آپ صحابی نہیں تھے۔

6-7 سال فوج میں ملازم رہے۔ 1947ء میں تقسیم ملک کے موقعہ پر درویشان قادیان میں شامل ہو کر مرکز احمدیت میں رہائش اختیار کر لی۔

محترم والد صاحب ابتدائی درویشوں میں سے تھے۔ چونکہ آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدمت کی غرض سے آئے تھے اس لئے پھر اسی سرزمین قادیان کے ہو گئے۔ یہ کئی سال تک اپنی اولاد سے جو کہ پہلی بیوی سے تھی دور رہے اور اسی دوری میں ہماری پہلی والدہ وفات پا گئیں۔

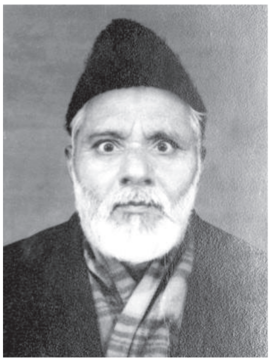
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور پھر والد صاحب مرحوم نے دوسری شادی ایک احمدی بستی پنکال ضلع کٹک اُڑیسہ میں کی جن سے اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا عطا کیا۔ فالحمد للہ۔ والد صاحب مرحوم نہایت محنتی اور جفاکش واقع ہوئے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں بالخصوص نظارت علیاء میں امپرسٹ کلرک کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ بیوگان اور ضرورت مند احباب کی ذاتی طور پر بھی خدمت کرتے تھے۔ بڑھاپے میں بھی آپ کا حوصلہ، آپ کی ہمت، محنت جفاکشی ہم نوجوانوں کے لئے مثال تھی۔ سردی ہو یا گرمی۔ دھوپ ہو یا برسات۔ آپ نے کھیتوں میں جا کر اپنے ہاتھوں سے زراعت کا کام کیا۔ اور وزنی بوجھ اُٹھا کر ہم کو شرمسار کیا۔

سلسلہ کی خدمت کا جذبہ طبعی طور پر تھا۔ ہمیشہ سلسلہ کے مبلغین مربیان کی عزت افزائی کی اور ان کی خدمت کو اپنا حق سمجھا۔ واجبی چندوں کے علاوہ طوعی چندوں اور اسکیموں میں بھی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لیا اور اپنی ماہانہ تنخواہ سے وضع کرواتے رہے۔ تمام خدام و اطفال و انصار کے یا مرکزی جلسوں میں باقاعدہ حاضر ہو کر سُننا اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر لنگر خانہ میں کھانا پکانے کی ڈیوٹی سرانجام دینا اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے کہ مہمانوں کی خدمت کی سعادت مل جائے اور اُن کی دعائیں حاصل ہو جائیں۔ ایک خوبی اور وصف جس کا کہ ہر کوئی جو قادیان میں رہتا ہے اور فجر کی نماز میں شامل ہوتا ہے، اعتراف کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مدیحانہ رنگ میں بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سات لوگوں پر اپنا سایہ کرے گا جو ایسا کریں گے اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں لٹکا رہے گا۔ اور وہ مسجد میں ہو۔ چنانچہ ہم نوجوانوں کے لئے یہ بات بہت رشک کی ہے کہ تہجد کے وقت جب ہم سب لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہوتے تھے۔ ہمارے بزرگ والد صاحب اپنے بستر کو چھوڑ کر فجر کی نماز کے درس کے خاتمہ کے بعد مسجد میں روزانہ تلاوتِ قرآن کرنا آپ کا مشغلہ یا روحانی غذا بن چکی تھی۔ آپ نے ہمارے اپنے سب خاندان کے لئے جماعت کے احباب کے لئے جنھوں نے آپ کو دعا کی درخواست کی مبلغین کے لئے اسیرانِ راہ مولیٰ کے لئے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اور عالمِ اسلام کے لئے انسانیت کے لئے اور خلفاء کرام کے لئے بے شمار دعائیں کیں۔ اور بے شمار قبولیتِ دعا کی مثالیں اس کی زندہ ثبوت ہیں۔

ہمارے والد صاحب ذاتی طور پر کوئی زیادہ دنیاوی تعلیمی ڈگریاں نہیں حاصل کئے ہوئے تھے۔ مگر آپ نے اپنی اولاد کی تعلیم کی طرف خاص توجہ کی اور عموماً کہا کرتے تھے کہ میں تو کج (کچھ) نہیں پڑھیا ہو یاں واں تسی تاں پڑھ جاؤ۔ یعنی میرے پاس تو کوئی دنیاوی ڈگری نہیں ہے مگر تم تو اعلیٰ تعلیم حاصل کرلو۔ اور پھر اسی کوشش جدوجہد دعاؤں کا نتیجہ ہی ہے کہ آپ کی دوسری بیوی کی ساری اولاد ماشاء اللہ خوب پڑھی لکھی ہیں۔ پانچ بیٹیوں میں سے چار بیٹیاں باقاعدہ ٹیچر ہیں۔ جن میں تین شادی شدہ ہیں اور دو قابل شادی ہیں۔ آخری بیٹی بھی ایم اے کی طالبہ ہے۔ اور خاکسار قاہرہ یونیورسٹی میں متعلم ہے۔ اور پہلی بیوی میں سے ایک بیٹا مکرم بشارت احمد صاحب کوثر ربوہ میں معلم وقفِ جدید ہیں۔ اور دو بیٹے زراعت کا کام کرتے ہیں۔ اور ایک بیٹی بھی شادی شدہ ہے۔

مرحوم درویشی کے ابتدائی زمانہ سے موصی تھے۔ دسمبر میں بیمار ہوئے اور فروری کو وفات پائی۔ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

171 مکرم قریشی عبد القادر صاحب اعوان درویش



دوسری عالمگیر جنگ اپنی پوری فتنہ سامانیوں کے ساتھ ہنگامہ کارزار گرم کئے ہوئے تھی۔ ملک فتح ہو رہے تھے۔ اور آبادیاں ویران ہو رہی تھیں۔پچھڑی ہوئی قومیں ابھر رہی تھیں اور عیش وعشرت میں غرق قومیں اندھے منہ قعر مذلت میں گر رہی تھیں۔ یورپ میں جنگ عظیم دوم نے تباہی کا بازار گرم کر رکھا تھا تو ایشیا میں اس کے شعلے ہندوستان کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے۔ انڈونیشیا فتح ہوا۔ پھر سنگاپور، ملایا، ہند، چینی اور برما کی فتح کے بعد جاپانی فوجیں ہندوستان کے دروازہ پر دستک دے رہی تھیں۔کلکتہ میں حفاظتی ہوائی غبارے لہرا رہے تھے اور عوام کے دل سینوں میں خوف کے مارے دھڑک رہے تھے۔ ان ایام میں خدا تعالیٰ کے فرستادہ امام الزمان کی بستی دار الامان خدا تعالیٰ کے فرشتوں کے پہرہ میں ترقی کی منزلیں طے کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔نت نئے کارخانے کھل رہے تھے۔ انہی ایام کی بات ہے کہ ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لکڑی کے کھلونے بنانے کا ایک کارخانہ ”نصرت انڈسٹریز“ کے نام سے جاری فرمایا تھا۔ ان کھلونوں پر رنگ و روغن اور نقش و نگار بنانے کے انچارج مکرم مرزا محمد حیات صاحب درویش مرحوم تھے۔ آپ کی نگرانی میں نو آموز لڑکوں کا ایک گروپ رنگ و روغن کرنے کا کام سیکھتا تھا جنہیں کچھ مشاہرہ بھی دیا جاتا تھا۔ میرے ایک عم زاد چوہدری عبد الماجد بھٹہ مرحوم بھی اس گروپ میں شامل تھے۔ ان کے ساتھ ان کے ایک دوست بھی کبھی کبھار ہمارے ہاں آجایا کرتے جن کے متعلق بتایا گیا کہ یہ پرندوں کی آنکھ بنانے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ اور بڑی خوبصورت آنکھیں بناتے ہیں۔

میانہ قد موٹے موٹے شیشوں کی عینک لگائے ہوئے مضبوط جسم اس نوجوان کا نام پوچھنے پر معلوم ہوا کہ قریشی عبد القادر صاحب اعوان ہے۔ آپ کے والد محترم قاری محمد امین صاحب محلہ ناصر آباد نزد بہشتی مقبرہ قیام رکھتے ہیں۔ 1945ء میں جنگ ختم ہوئی۔جنگی قیدی آزاد ہوئے۔ آزاد ہند فوج کے جرنیلوں پر مقدمہ کا ہنگامہ گرم ہوا۔ پھر اسی آواز کے ساتھ مکمل آزادی کا شور شامل ہو کر بلند ہوتا چلا گیا۔ وزارتی وفد آنے لگے۔ ہندوستانی لیڈر لندن میں گول میز کانفرنسوں میں جمع ہو کر مذاکرات کرنے لگے اور پھر دو آزاد مملکتوں کی سرحدیں ابھرنے لگیں اور آخر وہ دن بھی آن پہنچا جس کا سب کو انتظار تھا۔ 15 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر دو آزاد حکومتوں کا اضافہ ہوا۔ہجرت شروع ہوئی۔ دونوں حکومتوں کے افراد اپنے وطن اور گھر بار چھوڑ کر اپنی اپنی محفوظ جگہوں کی طرف جانے لگے۔ اور پھر وہ عظیم ہجرت جو موعود اقوام عالم کے الہامات میں داغ ہجرت کے نام سے مقدر تھی وقوع پذیر ہوئی۔ دونوں ملکوں سے کم وبیش سات کروڑ انسانوں نے ہجرت کی۔ تاریخ عالم پر ہجرت کا یہ انمٹ داغ ہے جو بھلایا نہیں جاسکے گا۔

قادیان کی مقدس بستی سے قدوسیوں کے قافلے ٹرکوں اور بسوں کے ذریعہ روانہ ہوتے رہے اور پھر وہ ساعت آن پہنچی کہ جب ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت المصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے تحت قادیان میں آباد رہنے کی خاطر 313 قربانیوں کا انتخاب عمل میں آیا۔ ہر ایک سینہ تانے اس اعزاز کو پانے کا امیدوار کھڑا تھا مگر کچھ پابندیوں کی وجہ سے بعض افراد کو یہ سعادت نصیب نہ ہوسکی۔ ان پابندیوں اور قواعد میں یہ بھی مدنظر رکھا گیا تھا۔ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا اور دو سگے بھائی یا باپ اور بیٹا اکٹھے اس انتخاب میں نہ چن لئے جائیں۔ مگر احتیاط کے باوجود چار جوڑے سگے بھائیوں کے قادیان میں رہنے والے درویشان میں منتخب کر لئے گئے۔ ان چار میں سے دو جوڑے اپنی بعض مجبوریوں کے باعث واپس جاچکے ہوئے ہیں۔ جو دو جوڑے قادیان میں رہے ان میں سے ایک جوڑا حین حیات خدمت سلسلہ میں مصروف ہے۔ اور ایک جوڑا خدمت کرتے ہوئے اپنے عہد وفاء کو پورا کرتے ہوئے سرخرو اپنے مولا حقیقی کے حضور اس کی رضا کی جنتوں میں آرام کر رہا ہے۔ یہ جوڑا مکرم قریشی عطاء الرحمان صاحب ناظر بیت المال خرچ صدر انجمن احمدیہ قادیان اور مکرم قریشی عبد القادر صاحب اعوان لائبریرین مرکزی لائبریری صدر انجمن احمدیہ قادیان ہیں(مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب کی وفات پر مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی نے نوٹ لکھا جو بدر میں شائع ہوا۔ اور اب کتابی صورت میں وہ پھول جو مرجھا گئے حصہ دوم میں چھپ رہا ہے۔ اس طرح دونوں بھائیوں کے حالات کی اشاعت بھی یکجا ہوگئی ہے۔)

مکرم قریشی عبد القادر صاحب اعوان کی نظر ابتداء سے ہی کمزور تھی آپ کو مائی اوپیا کا عارضہ لاحق تھا اور درویشی کے ایام میں انھیں عام دیکھنے کے لئے 13-00SPH لنز لگانا پڑتا تھا۔ جسمانی طور پر مضبوط اور ارادہ بھی مضبوط رکھتے تھے مجھے یاد آتا ہے کہ جن دنوں ابتداء درویشی میں ہم بہشتی مقبرہ کے

گرداگرد کچی دیوار بنانے میں مصروف تھے جنوبی دیوار کے قریب مٹی میسر تھی۔ اس لئے وہاں سے ہم کو زیادہ دور نہیں لے جانا پڑتی تھی۔ اس آسانی کی وجہ سے ہم نے جنوبی دیوار چھ فٹ چوڑی اور دس فٹ اونچی بنائی مغربی اور مشرقی دیوار میں نسبتاً کم چوڑائی بنائی گئیں کیونکہ مٹی خاصی دور سے اٹھا کر لانا پڑتی تھی۔ مشرقی دیوار جنوب مشرقی کونہ سے پرانے گیٹ بہشتی مقبرہ تک چار فٹ چوڑی بنائی گئی اور گیٹ سے لے کر محلہ ناصر آباد کی سیدھ تک دو فٹ چوڑی تیار ہو پائی جب مشرقی دیوار تعمیر ہو رہی تھی تو مٹی سروں پر اٹھا کر دور سے لانا پڑتی تھی۔ مٹی ڈھونے کے لئے ایک طریقہ (پنجابی میں اس کو جھامبر کہتے ہیں) یہ تھا کہ دو بانسوں کے درمیان میں پھٹیاں لگا کر اس میں بہت سی مٹی رکھ کر دو آدمی اٹھا کر لے جاتے تھے اور یا پھر ٹوکریوں میں مٹی ڈال کر اٹھا کر دیوار کی تعمیر والی جگہ پر لے جائی جاتی تھی۔ عبدالقادر صاحب اعوان ایک ٹوکری اٹھانے پر راضی نہ ہوتے تھے بلکہ ان کے سر پر خوب بھر کر دو ٹوکریاں رکھی جاتی تھیں ٹانگیں کانپتی تھیں قدم ڈگمگاتے تھے مگر یہ باہمت اس کو اٹھا کر منزل پر پہنچ جاتا واپسی پر یہ خیال ہوتا کہ شاید اگلے پھیرے میں اس قدر بوجھ اٹھانے سے گریز کریں گے۔ مگر ایک ٹوکری ان کے سر پر رکھ دی جاتی تو پھر اصرار کرتے کہ دوسری بھی رکھ دو۔ اگر احتیاط کے طور پر ٹوکریوں میں مٹی کم رکھی جاتی تو پھر بھی اصرار کرتے کہ اچھی طرح بھر دو۔

جب صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کی تنظیم نو ہو کر باقاعدہ کام شروع ہوا تو عبدالقادر صاحب اعوان کو بھی بطور کلرک مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی۔ دفاتر میں کام کے ساتھ ساتھ فارغ ٹائم میں دوکان پر بھی کئی ایک شغل اپنا رکھے تھے۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں چائے کا سٹال بھی لگاتے رہے۔ فوٹو فریم کرنے کا کام بھی بخوبی جانتے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو اور دیگر بزرگان کے فوٹو فریم کر کے فروخت کرلیا کرتے تھے۔ چند سالوں سے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے فوٹو کا ایک سیٹ خود چھپوایا تھا۔ اسی طرح دعائیہ قطعات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار قطعات کی صورت میں خوبصورت چھپوا کر فریم کر کے فروخت کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ سٹیشنری کا سامان اور کتب فروشی بھی جاری تھی۔ مفید اور نایاب کتابیں آپ کے پاس قابل فروخت موجود تھیں۔

حضور انور کے ارشاد کے تحت جب درویشان کی شادیاں شروع ہوئیں تو انھیں بھی تحریک کی جاتی تو جواب ملتا مجھے کون رشتہ دے گا آپ اس ذکر کو نہ چھیڑیں۔ کئی سال گزرنے پر جب شادی کے لئے راضی ہوئے تو ایک جگہ رشتہ کے لئے سلسلہ جنبانی جاری ہوا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس ناکامی سے دلبرداشتہ ہو کر پھر 1978ء تک شادی کے بارہ بات چیت کرنے سے بھی منع کر دیتے رہے۔ 1978ء میں اپنے بڑے بھائی محترم مکرم قریشی عطاء الرحمان صاحب کی وفات کے بعد پھر سنجیدگی سے شادی کا مسئلہ پر غور شروع ہوا۔ کئی سال قبل جن خاتون سے رشتہ کی بات چلی تھی اور ناکام ہوگئی تھی۔ ان خاتون کا رشتہ کسی اور جگہ طے ہو کر ان دنوں پھر یہ بیوہ ہو کر ایک بچی کی ماں تھیں۔ دوبارہ اسی جگہ بات چیت ہو کر معاملہ طے پا گیا۔ اور اس طرح امروہہ میں آپ کی شادی ہوگئی۔ شادی کے بعد بڑے خوش تھے اور پرمسرت زندگی گزارتے تھے اور بیان کیا کرتے تھے کہ شادی کر کے مجھے بڑا آرام ملا ہے۔ اپنی ربیبہ سے بڑی محبت کرتے ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی لڑکی عطا فرمائی۔ اولاد کی نعمت پا کر بڑے ہی خوش اور مسرور نظر آتے تھے۔

دو سال قبل انھیں فالج کا ایک معمولی جزوی اٹیک ہوا تھا جو علاج معالجہ سے جلد ہی کنٹرول ہوگیا۔ مگر زبان پر تھوڑا اثر باقی رہا۔ بچی کی پیدائش کے چند روز بعد دوبارہ ان پر اسی نوعیت کا حملہ ہوا جس سے قوت گویائی بہت متاثر ہوئی۔ چند روز جب مقامی معالجین سے علاج کروانے پر جب فائدہ نظر نہ آیا۔ تو زیادہ بہتر علاج کی خاطر انھیں امرتسر گورونانک ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ وہاں بڑی توجہ سے علاج ہوتا رہا۔ ہر قسم کے ٹیسٹ اور ایکسرے لئے گئے اور علاج کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔ تاہم تقدیر الٰہی غالب آئی اور مورخہ 22 اپریل 1980ء کو ہسپتال میں ہی آپ کی روح داعی اجل کو لبیک کہتی ہوئی پرواز کر گئی۔ آپ کی یادگار گلشن احمدیت میں ایک ننھی کلی اور آپ کی بیوہ ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

1952ء میں جب بعض درویشوں کی بیویاں جو پاکستان میں تھیں قادیان آئیں تو آپ کی والدہ محترمہ بھی قریشی عطاء الرحمان صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ کے ہمراہ قادیان تشریف لے آئیں۔ اور قادیان میں چند سال گزار کر وفات پا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں۔ ان کو یہ بھی خصوصیت حاصل ہوئی کہ ایک ماں اور دو سگے بھائی زمانہ درویشی میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کا خود محافظ و نگہبان ہو۔ آمین

172 مکرم مولوی فتح محمد صاحب اسلم درویش

ماہ فروری 1945ء کی ایک حسین دوپہر تھی۔ ان دنوں درخت نئے پتے نکالتے ہیں اور پھل دار درخت پھولوں سے لدے ہوئے عجیب بہار دکھاتے ہیں۔ پھولوں سے بے شمار قسم کی خوشبوئیں صبا کے دوش پر رقص کرتی ہوئی آبادیوں اور ویرانوں کو بہار کا تحفہ تقسیم کرتی پھرتی ہیں۔ میں کھانے کے وقفہ میں تیارشدہ مال کی انسپکشن میں مصروف تھا ایک دیندار درویش صورت شخصیت وارد ہوئی۔

اسلا علیکم ورحمۃ اللہ وبر کاتہٗ کے تحفہ کے تبادلہ کے بعد گویا ہوئے۔ میرا نام فتح محمد ہے۔ میں دھرم کوٹ بگہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے احمدیت کو مطالعہ کر کے ڈیڑھ سال ہوا ہے قبول کیا ہے۔ اور قادیان کا مقدس روحانی ماحول مجھے یہاں کھینچ لایا ہے۔ میں نے دھرم کوٹ بگہ کی رہائش ترک کر کے قادیان میں رہائش اختیار کر لی ہے۔ اور ان دنوں بے کار ہوں۔ تلاش معاش کرتے ہوئے یہاں آیا ہوں۔ اگر آپ کے ہاں مجھے کام مل سکے تو میں کروں گا۔ میں نے ان کی نیکی سے متاثر ہو کر کہا آپ بے شک آئیں کام مل جائے گا۔ آگے یہ آپ کی ہمت پر منحصر ہے کہ کتنے عرصہ میں کام سیکھ کر ماہر بن سکتے ہیں۔ اگلے روز انہوں نے کام پر آنا شروع کر دیا مسلسل دو ماہ تک کوشش کرنے پر بھی آپ کام پر حاوی نہیں ہو سکے۔ ایک روز خود ہی کہنے لگے میں نے دو ماہ تک کوشش کر کے دیکھ لیا ہے یہ کام میرے بس کا نہیں۔ میں اب پختہ عمر میں ہوں اور کام سیکھنے کا اصل زمانہ بچپن ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر آپ بُرا نہ منائیں تو میں کسی اور کام میں کوشش کر کے دیکھوں۔ چنانچہ ان کو ان کی اپنی خواہش پر اور ان کی صاف گوئی سے متاثر ہو کر مزید ایک ماہ کا معاوضہ دے کر فارغ کر دیا گیا۔ چند ماہ بعض اور کاموں میں قسمت آزمائی کرنے کے بعد 1946ء میں حضرت المصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تحریک وقف برائے دیہاتی مبلغین میں اپنے آپ کو پیش کر دیا اور اپنی تعلیم اور ٹریننگ شروع کر دی۔ 1947ء کے پر آشوب دور میں یہ دیہاتی مبلغین کلاس قادیان میں زیر تعلیم تھی کہ داغ ہجرت کی پیشگوئی کا ظہور ہوا اور یہ ساری کلاس جس میں چالیس دیہاتی مبلغین تعلیم پا رہے تھے درویشان قادیان میں ضم کر دی گئی۔ کلاس کی تعلیم مکرم مولوی عبد القادر صاحب احسان کی نگرانی میں جاری رہی اور پانچ سال کی مسلسل ٹریننگ کے بعد 1951ء میں مبلغین کا پہلا گروپ یو پی راجستھان بنگال اور جنوبی ہند روانہ کیا گیا۔ مکرم فتح محمد صاحب جو بعد تعلیم وٹریننگ مولوی فتح محمد صاحب اسلم کے نام سے معروف ہو چکے تھے ان کا تقرر اول مرتبہ راجستھان میں کشن گڑھ کے مقام پر ہوا جہاں آپ کئی سال تک فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے بعد میں تبادلہ ہو کر آپ ساندھن (یوپی) میں جو ملکانہ علاقہ میں جماعت احمدیہ کا اہم تبلیغی مرکز ہے۔ فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے۔

تبلیغی خدمات کی انجام دہی کے عرصہ میں آپ سبز پگڑی اپنے سر پر زینت دیئے رہتے تا معلوم ہو کہ یہ احمدی مناد جا رہا ہے۔ اور سفر وحضر میں پگڑی کے روحانی طرز کے سبز رنگ سے بات شروع ہو کر جماعت احمدیہ کے عقائد اور آنے والے مسیح موعودؑ کی صداقت پر ختم ہوتی۔ 1964ء میں آپ کی صحت کی خرابی کی بنا پر آپ کو قادیان بلوالیا گیا تھا اور یہاں پر دفتر زائرین میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے آنے والوں کو مقامات مقدسہ دکھانے کے لئے بطور گائیڈ ایک عرصہ تک خدمت بجالاتے رہے۔ آپ 1977ء میں ریٹائر ہو گئے تھے۔ صحت بھی بہت خراب ہو چکی تھی کمزوری لاحق تھی۔ گھر پر ہی زیادہ وقت گزارتے تھے۔ گزشتہ چار سال سے آپ زیادہ علیل تھے۔ بخار روزانہ ہو جاتا تھا۔ علاج معالجہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی مگر پھر بھی طبیعت روز بروز روبہ انحطاط ہی رہی اور تدبیروں پر اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور ہمارے اس پیارے بھائی نے جمعرات کے روز مورخہ 3 دسمبر 1981ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور گلشن احمد میں اپنی یادگار میں اہلیہ کے علاوہ دو لڑکیاں، ایک لڑکا، دو نواسیاں، ایک نواسہ، چار پوتے اور ایک پوتی چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضاء کی جنتوں میں داخل ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کی وفات کی اطلاع آپ کی غیر مسلم بہنوں کو جو دھرم کوٹ بگہ میں مقیم تھیں بھجوائی گئی اور ان کی آمد کا انتظار کر کے ان کے قادیان پہنچ جانے پر اگلے روز بہشتی مقبرہ میں قطعہ نمبر 10 میں تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قرب خاص میں رہنے کی سعادت سے نوازے۔ آمین

173 مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب درویش

امرت دھارا ایک عجیب اور کثیر الفوائد دوائی ہے۔ زود اثر کم خرچ سر میں درد ہو تو امرت دھارا لگائیے کان میں درد ہو تو عرق گلاب میں ملا کر کان میں ڈالئے پیٹ میں درد ہو تو بتاشہ پر ڈال کر چند قطرے کھائیے اسہال ہوں تو عرق سونف میں ملا کر استعمال کریں۔ چوٹ اور موچ آجائے تو تیل میں ملا کر مالش کریں۔ آرام پہنچاتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ محترم خواجہ حسن نظامی مرحوم کی برسی منائی جارہی تھی۔ ایک شاعر نے آپ کی منقبت میں اپنی نظم پڑھنا شروع کی۔ اس میں اس مفہوم کے اشعار تھے کہ ہر دکھی کا آسرا ہیں خواجہ حسن نظامی ہو علم اور عرفان کی پیاسی روح کے لئے پانی اور رہ روگی کے پرسان حال تھے۔ ہر سوالی اور بے آسرا کی پناہ تھے خواجہ نظامی۔ مجمع میں سے ایک داد دینے والے نے سن کر کہا۔ کیا خوب خواجہ حسن نظامی نہ ہوئے امرت دھارا کی شیشی ہوئی۔ آج جن دو بھائیوں کی یاد میں یہ چند سطور لکھ رہا ہوں ان کا وجود بھی معاشرہ میں امرت دھارا کی طرح ہی تھا۔ یہ دونوں درویش کثیر الفوائد تھے۔ کم خرچ بھی تھے جلدی میسر آجاتے تھے۔ ایک تھے مستری ہدایت اللہ صاحب دوسرے صوفی علی محمد صاحب۔

مستری ہدایت اللہ صاحب ولد مہر دین صاحب امرتسر سلطان ونڈ کے رہنے والے تھے امرتسر شہر کے گرد اگرد چار دیواری ہے۔ اس میں متعدد گیٹ ہیں۔ سلطان ونڈ گیٹ کے باہر سامنے ہی بستی ہے۔ جس کا نام سلطان ونڈ ہے۔ یہی بستی مستری صاحب کا مولد و مسکن تھا۔ آپ نے مڈل تک امرتسر میں ہی تعلیم پائی اور پھر ٹیکنیکل ٹریننگ سکول امرتسر میں ہی الیکٹریشن اور کارپینٹر کا کورس کیا۔ نہایت ذہین تھے آپ کے والد صاحب بھی اہل حرف میں سے تھے ان سے بھی آپ نے اکتساب ہنر کیا اور ایک اعلیٰ درجہ کے کاریگر کے روپ میں ابھرے۔ لکڑی کے کام کے تعلق میں آپ نے سری نگر اور جموں کے متعدد سفر اختیار کئے اور کئی سالوں تک ریاست کے ایریا میں لکڑی کا کام کرتے رہے۔ دوسری عالم گیر جنگ شروع ہوئی تو آپ بطور الیکٹریشن فوج میں بھرتی ہو گئے۔ فوجی خدمات کے دوران کئی اور کاموں میں بھی تجربہ حاصل کیا۔ سب سے بڑی نعمت جو آپ کو فوجی ملازمت کے دوران نصیب ہوئی وہ تھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی نعمت۔ فوجی ملازمت کے دوران ہی آپ نے احمدیت کے بارہ میں تحقیق کی، مطالعہ کیا اور حق کھل جانے پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ اپنے گھرانہ میں اکیلے احمدی تھے۔ آپ کی شادی قادیان میں مستری فضل حق صاحب (جن کا نلکہ جات لگانے کا کام اچھا خاصہ تھا۔ اور لکڑی کا آرہ بھی ریلوے روڈ قادیان میں لگایا ہوا تھا) کی ہمشیرہ استانی ربیعہ خانم سے ہو گئی۔

فوجی ملازمت سے جنگ کے خاتمہ پر فارغ کر دیئے گئے تو آپ نے قادیان میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ اور اپنے برادر نسبتی کے ساتھ نلکہ جات کا کام اور آرہ کا کام کرنے لگے۔ لکڑی کا کام نہایت صفائی سے اور اعلیٰ درجہ کی مہارت سے کرتے تھے ہاتھ میں بڑی صفائی تھی۔

نومبر 1947ء میں جب قادیان میں مقیم رہنے کے لئے درویشان منتخب ہوئے تو آپ بھی قادیان رہنے والوں میں منتخب ہو گئے۔ ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ بعض آفات بھی آئیں۔ افراد میں ایک دوسرے کے خلاف غصہ اور نفرت فسادات کی صورت میں آفت بن کر نازل ہوا۔ نیز اس سال کثرت سے بارشیں بھی ہوئیں۔ جن سے ایک طرف تو انسانی خون کے جو دھبے زمین پر پڑے ہوئے تھے دھل گئے مگر دوسری طرف یہ صورت نمودار ہوئی کہ جو مکان کمزور تھے وہ شدید بارشوں کی تاب نہ لا کر اوندھے منہ زمین پر آ گئے۔

اصل مکینوں کے چلے جانے اور نئے نا آشنا اور ناواقف اور مشکوک ملکیت رکھنے والے افراد کی آمد سے مکانوں اور جائیدادوں کی حالت ہی دگرگوں ہوگئی۔ اچھے بھلے مکان ہیں۔ مگر کسی نے بجلی کا میٹر اکھاڑ لیا ہوا ہے۔ کسی نے باقی ماندہ وائرنگ پر ہاتھ صاف کیا۔ کسی نے دروازہ اکھاڑا اور کسی نے الماریوں پر ہاتھ مارا۔

اشیاء خورد و نوش اور ایندھن کی خاص طور پر کمی تھی۔ جلانے کے لئے بھی مکانوں کے دروازے اور کھڑکیاں تک اتار کر جلائی گئیں۔ اندر پڑا فرنیچر تو ایندھن کا اول حقدار قرار پایا۔ کچھ ایسی ہی حالت تھی۔ جب درویشی دور کا آغاز ہوا۔ جو ایریا ہمارے قبضہ میں تھا۔ یہ شہر کا پرانا حصہ تھا۔ مکان اپنی عمر گزار چکے تھے اور زبان حال سے اپنی ناپائیداری کا اعلان کر رہے تھے۔ بارشوں نے اور بھی حالت نازک کر دی تھی۔ قریباً ہر مکان بڑی مرمت چاہتا تھا۔ درجنوں مکان۔ ؎ ساغر کو میرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

کے مصداق سامنے تھا منے سے قبل ہی علیٰ عروشہا ہو چکے تھے۔ اس صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے عام آدمی فردی طاقت کے ساتھ ساتھ ہنر مند ہاتھوں کی بھی اشد ضرورت تھی۔ قادیان میں رکھے جانے والے افراد کا انتخاب کرتے وقت یہ سب باتیں مدنظر تو نہیں رکھی گئی تھیں۔ مگر مشیت الٰہی خود اس کا انتظام ساتھ کے ساتھ کرتی جارہی تھی۔ جونہی ایک ضرورت سامنے آتی۔ اس کے مقابلہ کے لئے درویشوں کے اندر سے ہی ایک جماعت کھڑی ہو جاتی۔ معماری کا کام کرنے والے تین ماہر کاریگر بھی درویشوں میں سے نکل آئے۔ اور لکڑی کا کام کرنے والے ماہر کاریگر مستری

ہدایت اللہ صاحب ومستری منظور احمد صاحب نکل آئے۔ لوہار کا کام کرنے والے صوفی علی محمد صاحب ومستری عبد الغفور صاحب بھی نمایاں ہو کر سامنے آگئے۔ ان ہنر مند ہاتھوں کے ساتھ فردی طاقت مل کر سالوں کا کام مہینوں میں تکمیل پا گیا۔ اور مکانوں کی حالت سنبھل گئی۔ بلکہ بعض نئی تعمیرات بھی کر لی گئیں۔ (ان ابتدائی کام کرنے والے ہنر مند افراد میں سے مستری محمد الدین صاحب مستری منظور احمد صاحب اور مستری دین محمد صاحب اب تک قادیان میں حین حیات ہیں۔ اور سلسلہ کی خدمات میں مصروف ہیں۔)

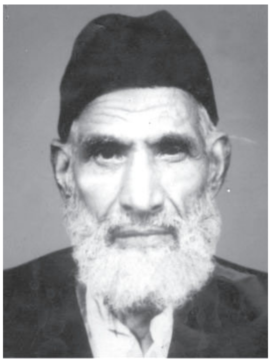
جہاں تک مکانوں میں لکڑی کے کام کی مرمت کا دار و مدار تھا۔ مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب سر فہرست ہیں۔ مکانوں کی چھتوں کی از سر نو فلنگ، الماریوں دروازوں کی مرمت، بجلی کی وائرنگ کی درستی، نلکہ جات کی درستی، سب کام مستری ہدایت اللہ بخوبی کرتے تھے۔ مستری منظور احمد صاحب بھی لکڑی کے کام کے ماہر ہیں۔ انہوں نے بھی اس دور میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور اب تک خدمات میں مصروف ہیں۔ ابتدائی سالوں کی ہنگامی ضروریات سے فرصت ہوئی تو نئی پیش آمدہ دفتری و گھریلو ضروریات کے لئے فرنیچر کی تیاری اور رنگ و روغن سب کام مستری ہدایت اللہ صاحب کی مہارت میں باحسن وجوہ پورا ہوا۔ پھر حالات نے اور کروٹ بدلی اور نئی ضروریات سامنے آئیں تو مستری صاحب کا ہنر بھی نکھر کر سامنے آیا۔ ٹیوب ویل لگانے پڑے تو مستری صاحب کو اس فن میں بھی تجربہ کار پایا۔ بجلی کے پنکھوں کی آرمیچر وائینڈنگ بجلی کی موٹروں کی مرمت جلی ہوئی موٹروں کی مرمت کتنی طاقت کی موٹر کتنی اونچائی تک کس قدر پانی پہنچا سکے گی۔ یہ سب امور ان کو ازبر تھے۔ پلمبر کا کام نہایت صفائی سے کرتے تھے۔ سینٹری فٹنگ میں بھی خاصا تجربہ رکھتے تھے۔ دار المسیح میں جس قدر ابتدائی طور پر واٹر سپلائی اور سینٹری کی فٹنگ کی گئی یہ سب ان کی ہنر مندی کی یادگار ہے۔

قادیان کے گرداگرد دس دس میل تک آپ کی شہرت تھی۔ ان مذکورہ کاموں کے لئے لوگ آپ کو بلاتے تھے۔ دو سال ہوئے آپ صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی آپ ٹیوب ویل لگانے اور مرمت کا کام کرتے رہتے تھے۔ بورنگ کا نہایت سخت کام بڑی عمدگی سے کرتے اور تھکان کا اظہار کبھی نہ کرتے۔ چند روز بعارضہ علیل رہے۔ ان ایام میں بھی خود شفاخانہ سے دوائی لینے آجایا کرتے۔ بظاہر کوئی خاص بیماری نظر نہیں آتی تھی۔ ایک روز نماز عصر کے بعد رکشا پر سوار ہو کر میرے سامنے سے گزرے تو میں نے پوچھا کہاں جانے کی تیاری ہے۔ کہا میں ڈاکٹر کیدار ناتھ کے پاس جا رہا ہوں۔ چند روز سے بیمار ہوں طبیعت زیادہ کمزور ہوگئی ہے۔ میں چاہتا ہوں اچھی طرح معائنہ ہو کر اور تشخیص ہو کر علاج ہو۔ خود اکیلے ہی بیٹھ کر جا رہے تھے بعد میں تیمار دار بھی وہاں پہنچ گئے۔ نماز مغرب کے بعد مستری صاحب کا ربیب آیا اور مجھے بتایا کہ ابا کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ اور وہ ڈاکٹر کیدار ناتھ کے شفاخانہ میں داخل ہیں۔ وہاں ان کا علاج ہو رہا ہے۔ میں نے تین چار نوجوانوں کو بھیجا کہ رات بھر باری باری جاگ کر ان کی تیمار داری کریں۔ نماز عشاء کے بعد قریب ایک گھنٹہ ہوا تھا کہ باہر دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں باہر گیا تو مستری صاحب کے تیمار داروں میں سے ایک تھا۔ اس نے بتایا کہ ڈاکٹر کیدار ناتھ صاحب نے کہا ہے کہ مریض کو آکسیجن کی ضرورت ہے۔ میرے پاس اس کا انتظام نہیں ہے۔ سول ہسپتال میں انتظام موجود ہے۔ آپ مریض کو فوراً وہاں لے جائیں۔ میں نے کہا کہ فوراً مستری صاحب کی چارپائی اٹھا کر انھیں سول ہسپتال لے کر چلیں۔ میں بھی آتا ہوں میں کپڑے تبدیل کر کے سول ہسپتال کے لئے روانہ ہوا ابھی احمدیہ چوک تک ہی میں پہنچا تھا کہ ایک نوجوان بھاگتا ہوا آیا اور بتایا کہ مستری صاحب کی سول ہسپتال پہنچنے سے قبل ہی رستہ میں وفات ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کہ پھر انھیں واپس لے آؤ۔ رات دس بجے کا عمل ہوگا کہ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

آپ کو واپس لا کر صبح تک ان کے رہائشی مکان میں رکھا گیا۔ مورخہ 31 جون 1981ء کو آپ خود رکشا پر بیٹھ کر گھر سے روانہ ہوئے اور اسی روز رات دس بجے اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔ اگلے روز صبح تدفین کے انتظامات مکمل ہونے پر انہیں بہشتی مقبرہ کی مقدس زمین کے سپرد کر دیا گیا۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ خوش طبع بھی تھے۔ بعض لطائف اب تک ان کی یادگار ہیں جن کا تذکرہ مجالس میں آتا رہتا ہے۔ مرحوم کی پہلی شادی محترمہ استانی ربیعہ خانم صاحبہ سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے ایک بچی پیدا ہوئی جو چند روز زندہ رہ کر وفات پا گئی۔ پھر کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔ استانی ربیعہ خانم صاحبہ شوگر کی مریض تھیں۔ اس وجہ سے خاصی کمزور ہو چکی تھیں۔ پھر ان پر فالج کا حملہ ہوا امرتسر ہسپتال میں داخل رہیں۔ کئی مہینوں تک علاج ہوتا رہا۔ مستری صاحب کمال ہمت سے اپنی اہلیہ کی تیمار داری کرتے رہے۔ لمبا عرصہ امرتسر ہسپتال میں زیر علاج رہ کر ہسپتال میں ہی وفات پا گئیں۔

ایک سال میں مستری ہدایت اللہ صاحب نے بہار میں ایک خاتون محترمہ عالم آراء صاحبہ سے شادی کی ان کے پہلے خاوند سے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی موجود تھے۔ ان دونوں ربیب بچوں سے آپ بڑی محبت رکھتے تھے۔ محترمہ عالم آراء صاحبہ کے بطن سے بھی مستری صاحب کا کوئی بچہ نہیں ہوا۔ یہ دونوں اور بیوہ آپ کی یادگار ہیں۔ (اب ان دونوں بچوں کی شادیاں بھی ہو چکی ہیں اور دونوں خدا کے فضل سے صاحب اولاد ہیں۔ بیٹا صدر انجمن احمدیہ کے شعبہ تعمیرات میں محرر رہے) اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے آمین

174 مکرم صوفی علی محمد صاحب حداد درویش



آپ بمقام دولت پور تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے تھے۔آپ نے اپنے گھر میں سے اکیلے ہی احمدیت قبول کی تھی۔6۔7 سال کی عمر میں آپ پر پولیو کا حملہ ہوا جس سے دونوں ٹانگیں بے کار ہوگئیں۔اس لئے آپ دونوں ہاتھوں پر چلا کرتے تھے۔آپ خاندانی طور پر حداد تھے۔اس فن میں آپ نے اپنے بھائیوں اور والدصاحب سے پوری مہارت حاصل کر لی تھی۔اورقرآن کریم باترجمہ پڑھے ہوئے تھے۔احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ کو مخالفت کا سامنا تھا۔اس لئے آپ اردگرد کی احمدی جماعتوں میں کثرت سے آیا جایا کرتے تھے۔ سفر کے لئے آپ نے ایک اونٹنی رکھی ہوئی تھی۔اس پر سوار ہو کر جہاں چاہتے آسانی سے چلے جایا کرتے۔قرب و جوار میں کسی جگہ جماعت احمدیہ کے کسی جلسہ یا مناظرہ کا علم ہوتا تو وہاں ضرور پہنچ جایا کرتے۔ کچھ عرصہ ننکانہ صاحب میں لوہار کا کام کرنے کے بعد 1940ء کے لگ بھگ قادیان چلے آئے اور یہاں بھی ریپئرنگ کی ایک دوکان کھول لی۔سلائی کی مشینوں کی آپ نہایت اچھی مرمت کیا کرتے تھے۔اسی طرح حجاموں کے اوزار ،استرا، قینچی وغیرہ تیز کرنے کے لئے آپ نے سان لگا رکھی تھی۔اوزار تیز کرنے میں آپ کا ہاتھ بہت صاف تھا۔قادیان کے گرداگرد بیس بیس میل تک آپ کی شہرت تھی۔لوگ ان اشیاء کی مرمت کے لئے دور دور سے آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔1947ء میں جب جماعت احمدیہ کو قادیان سے ہجرت کرنا پڑی تو آپ درویشان میں ٹھہر گئے یقیناً ایسا ہر فن مولا کاریگر یہاں رہنا ضروری تھا۔یہ بعد کے وقت نے ثابت کر دیا۔

1948ء کے شروع میں آپ نے یہ محسوس کر کے کہ درویش بھائیوں کو کپڑے سلانے بلکہ مرمت کرانے میں مشکل پیش آتی ہے۔اپنے ساتھ مکرم حکیم عبدالرحمان صاحب کو ملا اور نذیر احمد صاحب شاد کو ملا کر کپڑوں کی سلائی کا کام شروع کر دیا تھا۔نیز منارۃ المسیح کی بڑی گھڑی کی دیکھ بھال اس کو چابی دینا، تیل دینا، وقت درست رکھنا ان سب امور کی انجام دہی کئی سالوں تک بڑی عمدگی سے کرتے رہے آپ ہاتھوں کے بل ہی چلا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے بازوؤں میں اس قدر قوت عطا فرمادی تھی کہ آپ بازوؤں کے سہارے ہی منارۃ المسیح کے اوپر گھڑی والے حصہ تک چڑھ جایا کرتے تھے۔منارۃ المسیح کی گھڑی کا وقت درست رکھنے کی خاطر بعض اوقات ایک سے زیادہ مرتبہ ایک دن میں ہی انھیں اوپر چڑھنے کی ضرورت پیش آجاتی۔مگر آپ تھکن کی پرواہ کیے بغیر اوپر چڑھ جاتے۔بعض اوقات آپ منارۃ المسیح کے گنبد کے اندر سے مغرب کی طرف جھکنے والی کھڑکی میں سے نکل کر مینارۃ المسیح کے گنبد کے بیرونی حصہ میں گرداگرد گھوم کر تولیہ سے گنبد کی صفائی بھی کر آتے۔

قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کا آپ کو خاص شوق تھا۔سینکڑوں بچوں کو آپ نے قرآن کریم ناظرہ و باترجمہ پڑھایا۔بچے بڑے شوق سے آپ کے پاس پڑھنے جایا کرتے تھے۔آپ اپنی کمائی کا ایک حصہ بچوں کی پڑھائی پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔بچوں کو یسرنا القرآن اپنے پاس سے خرید کر فراہم کرتے۔اگر کسی بچے کی غفلت سے قاعدہ پھٹ جاتا تو اور خرید دیتے۔ بچوں کی دلچسپی قائم رکھنے کے لئے کبھی ریوڑیاں ،مرونڈا اور بعض اوقات کوئی موسمی پھل خرید کر بچوں کو کھلاتے۔بچوں سے جو پیار کا سلوک آپ روا رکھتے۔اسی کا اثر تھا کہ بچے قرآن کریم پڑھنے کشاں کشاں آپ کی طرف چلے آتے۔

بڑے حوصلہ منداور دلیر تھے۔اگر کنویں کے اندر اتر کر بھی کوئی کام درپیش ہوتا تو اس کے لئے بھی وہ تیار بر تیار ملتے۔مسجد اقصیٰ کے کنویں کی صفائی کی خاطر وہ کئی دفعہ اس عمیق کنویں میں اتر گئے جس کا پانی ایک تارہ کی طرح دور نظر آتا تھا۔کئی مرتبہ بہشتی مقبرہ کے کنویں میں بھی موٹر وغیرہ کی درستی کے لئے اترے۔ان کی حوصلہ مندی اور دلیری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ رات کو چور ان کے گھر میں گھس آیا۔آہٹ ہونے پر آپ جاگ گئے اور پکارا کون ہے۔چور کمرہ سے نکل کر بغرض فرار صحن میں آ گیا۔آپ اس کے تعاقب میں باہر صحن تک آئے۔چور نے لاٹھی سے ان پر ایک وار کیا۔جس سے سر میں بڑا زخم ہوگیا۔اورخون بہہ نکلا آپ نے زخم پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے پکارا چور چور لوگ اردگرد کے مکانوں سے نکل کر

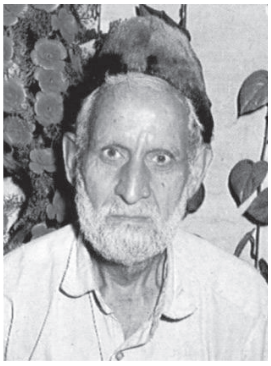
آپ کی مدد کے لئے آگئے۔ میں خود بھی وہاں گیا۔ تو کیا دیکھا کہ خون بہہ رہا ہے اور صوفی صاحب پورے ہوش میں ہیں۔ اور آنے والوں کو چور سے پیش آمدہ صورت حال بتا رہے ہیں۔ چور تو فرار ہو چکا تھا۔ صوفی صاحب کو سنبھالنا اشد ضروری تھا۔ میں نے سوچا کہ زخم کو فوری طور پر ٹانکے لگا کر بند نہ کیا گیا تو خون زیادہ نکل جانے سے حالت خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے۔ مرزا محمد اقبال صاحب جو صوفی صاحب کے پڑوسی بھی تھے وہاں موجود تھے انہوں نے کہا کہ زخم پر ٹانکے لگانے کا سامان تو گھر پر موجود ہے مگر زخم کو بے حس کرنے والی کوئی دوائی موجود نہیں ہے۔ صوفی صاحب نے کہا وقت ضائع نہ کریں نصف رات کو دوائی کہاں ملے گی۔ آپ زخم سیئیں میں برداشت کروں گا۔ چنانچہ میں نے مرزا صاحب کی معاونت سے زخم سینا شروع کیا۔ صوفی صاحب نے ایک مرتبہ بھی سی تک نہ کی۔ زخم میں پندرہ ٹانکے لگائے گئے۔ آپ کو اپنی طبیعت پر بڑا کنٹرول حاصل تھا۔ اس سانحہ کے بعد پولیس کی کوشش اور مدد سے وہ شخص پکڑا گیا جس نے صوفی صاحب کو زخمی کیا تھا۔ پولیس اس شخص کو گرفتار کر کے لے آئی۔ اس چور کے لواحقین نے ایک رقم بھی علاج معالجہ اور ضروری غذا کی خاطر صوفی صاحب کو پیش کی۔ آپ نے یہ رقم ساری چندہ تحریک جدید میں ادا کر دی اور چور کو معاف کر دیا۔

جلسوں اور کانفرنسوں میں جانے کا آپ کو بہت شوق تھا۔ مجھے یاد ہے 1944ء میں لدھیانہ میں جلسہ المصلح الموعود پر گئے ہوئے تھے۔ زمانہ درویشی میں کشمیر میں کانفرنس کرنے کا پروگرام بنا تو آپ مختلف سالوں میں دو مرتبہ کشمیر کانفرنس میں بھی شریک ہوئے حالانکہ پہاڑی سفر بڑا دشوار گزار تھا۔ صوبہ یوپی کی کئی کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے۔

کیونکہ آپ کئی ایک حرفوں میں ماہر تھے کمائی اچھی خاصی کر لیا کرتے۔ جسے وہ جلسوں کی کانفرنسوں اور بچوں کی تعلیم اور فرضی وطوعی چندوں میں خرچ کرتے۔ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی شادی اڑیسہ میں ہوئی۔ پیرانہ سالی کے باوجود آپ کی صحت غیر معمولی طور پر اچھی تھی۔ فن طب سے بھی کچھ سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ بچوں کے ختنے کرنے کے بھی ماہر تھے۔ علم دوست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شادی کے بعد دو لڑکیاں اور ایک لڑکا عطا فرمایا۔ چند روز سے بعارضہ پیچش بیمار رہے۔ اس سے کمزوری بہت بڑھ گئی مگر پھر بھی اپنی دوکان پر باقاعدہ کام کرتے رہے۔ اسہال کثرت سے آنے لگے کمزوری اور بھی بڑھ گئی۔ مورخہ 6 جنوری 1981ء کو محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت پر سول ہسپتال قادیان کے انچارج ڈاکٹر صاحب کو گھر پر بلا کر معائنہ کروایا گیا۔ جب ڈاکٹر صاحب معائنہ کے لئے آئے تو آپ بیت الخلاء گئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انتظار کیا۔ فارغ ہو کر خود چل کر آئے اور چارپائی پر ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے پوچھنے پر بتایا کہ کوئی خاص بات تو نہیں مگر کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ چند روز پہلے خونی پیچش ضرور ہوئی تھی مگر اب اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑی توجہ سے معائنہ کیا۔ اور تجویز کیا کہ کمزوری بہت ہے اسہال ہونے کے باعث جسم کی مائیت زیادہ خارج ہو گئی ہے۔ اس لئے گلوکوز کی ڈرپ چڑھائی جائے۔ حسب تجویز ڈاکٹر صاحب ڈرپ منگوا کر لگائی گئی۔ اطمینان ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے ضروری ہدایت دے کر چلے گئے۔ میں خود بھی کسی ضرورت سے گھر چلا آیا۔ چند منٹ بعد جب میں گھر سے نکل کر صوفی صاحب کی طرف ہی جا رہا تھا کہ رستہ میں مکرم عبدالکریم صاحب ملکانہ میری طرف آتے ہوئے ملے اور بتایا کہ مکرم صوفی محمد علی صاحب وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

چند منٹ پہلے میں انھیں باتیں کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا تھا اور میرے درویش بھائی نے اتنی جلدی سفر آخرت طے کر لیا۔ خدا تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب خاص میں جگہ دے۔ آمین۔ اسی روز بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ ابتداء درویشی میں دو سال تک آپ لنگر خانہ سے کھانا اور پانچ روپے نقد وظیفہ جو عام درویشوں کو ملتا تھا پاتے رہے۔ پھر جب مالی مشکلات کی وجہ سے صدر انجمن احمدیہ نے درویشان میں تحریک کی کہ جو درویش خود اپنا گزارہ پیدا کر سکتے ہوں وہ اپنا بوجھ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ سے ہلکا کر دیں۔ صوفی صاحب نے بھی کھانا اور پانچ روپے لینا ترک کر دیا۔ اور خود کفیل ہو گئے۔ شادی کے بعد جب دو بچے بھی پیدا ہو گئے اور عمر کے تقاضہ سے صحت بھی پہلے جیسی نہ رہی تھی۔ پھر صدر انجمن احمدیہ سے گزارہ کی درخواست کی جو منظور ہوئی اور آپ کو فیملی سکیل کے مطابق گزارہ ملنا شروع ہوا۔ درمیان میں 35 سال تک آپ صدر انجمن احمدیہ سے کوئی گزارہ لئے بغیر اپنا گزارہ چلاتے رہے۔

175 مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب درویش



یادش بخیر میری عمر اس وقت پانچ سال کی ہو گی۔ ہماری رہائش ان ایام میں حضرت ماسٹر عبد الرحمان صاحب رضی اللہ عنہ (سابق مہر سنگھ) کے مکان کے شمالی حصہ میں تھی۔ اسی مکان کے ساتھ کالج روڈ گزرتی ہے اور یہی سڑک کوٹھی موسومہ دار السلام سے لگتی ہوئی آگے ٹھیکری وال کی طرف چلی جاتی ہے۔ آج کل یہ سڑک پختہ بن گئی ہے۔ ان ایام میں یہ کچی سڑک ہوا کرتی تھی اور بچے گرد میں بڑی خوشی سے کھیلتے تھے۔ شام کا جھٹ پٹا تھا کہ میرے بڑے بھائی قمر الدین صاحب اور میرے تایا زاد بھائی عبد الرشید صاحب اپنے ایک دوست کو زخمی حالت میں لے کر گھر آئے۔ والدہ جو اس وقت کھانا پکانے کی تیاری میں تھیں یہ دیکھ کر گھبرا کر اٹھیں اور پوچھا کیا ہوا ہے۔ بھئی نے بتایا کہ یہ ہمارے سکول کے کلاس فیلو ہیں اور ہمارے بڑے اچھے دوست بھی ہیں۔ انھیں کبڈی کھیلتے ہوئے چوٹ لگ گئی ہے ان کا گھر دور رہے اس لئے ہم ان کو ساتھ لے آئے ہیں کہ ان کی پٹی وغیرہ کر کے پھر ان کو گھر پہنچایا جائے۔

والدہ نے فوراً ہلدی اور تیل ذرا گرم کر کے زخموں پر لگایا اور اپنے دوپٹہ میں سے ایک لمبی لیر کاٹ کر اس کے تین حصے کئے اور تینوں زخموں پر باندھ دی۔ دودھ گرم کر کے پلایا۔ اس وقت والد صاحب بھی نماز مغرب سے فارغ ہو کر گھر آ گئے تھے۔ آپ نے بھی حال دریافت فرمایا۔ یہ زخمی لڑکا مکرم ٹھیکیدار محمد عبد اللہ صاحب کا بشیر احمد تھا۔ مکرم ٹھیکیدار محمد عبد اللہ طبیعت کے سخت واقعہ ہوئے تھے۔ اور ایسی کھیل کو دسے جس میں زخمی ہونے کا بھی خطرہ ہو اپنے بیٹے کو منع کرتے رہتے تھے۔ آج ان کا بیٹا زخمی حالت میں گھر جانے سے ڈر رہا تھا کہ یہ حالت دیکھ کر والد صاحب سخت ناراض ہوں گے۔ میرے اباجان ملٹری کے ریٹائرڈ افسر تھے اور بڑے حوصلہ مند تھے اور محترم ٹھیکیدار محمد عبد اللہ صاحب سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ آپ نے اپنے بیٹے اور بھتیجے اور ٹھیکیدار کے بیٹے بشیر احمد صاحب کو ساتھ لیا اور مکرم ٹھیکیدار محمد عبد اللہ صاحب کے مکان پر جو قریب ہی دار البرکات غربی میں واقعہ تھا۔ جا کر دستک دی مکرم ٹھیکیدار صاحب کے والد صاحب نے دروازہ کھولا تو سامنے اپنے بیٹے کو زخمی حالت میں پایا۔ غصہ تو ضرور آیا اور گویا ہوئے تو آج کہاں اتنی دیر رہا ہے اور نماز مغرب کہاں پڑھی ہے۔ میں تمہیں مسجد میں دیکھتا رہا ہوں۔ والد صاحب نے کہا بھائی عبد اللہ صاحب آپ بیٹھک تو کھولیں بیٹھ کر تسلی سے بات کریں گے۔ چنانچہ بیٹھک کھول کر مکرم ٹھیکیدار محمد عبد اللہ صاحب نے ٹھنڈا مشروب بھی منگوایا اور پھر اطمینان سے والد محترم نے بتایا کہ ہم عمر بچے ہیں۔ ٹھیکری وال کے بچوں کی ٹیم سے میچ طے ہو گیا تھا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ٹیم میں ہمارے دونوں بچے بھی شامل ہیں۔ آپ کا بچہ بھی شامل ہے۔ لہٰذا میچ کھیلنا لازم تھا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ ایک کھلاڑی کو جو کبڈی ڈالنے آیا تھا۔ پکڑتے ہوئے زمین پر گر کر انہیں چوٹیں لگ گئیں مگر آفرین ہے آپ کے بچے کی پامردی پر کہ اس نے چھوڑا نہیں اور یوں بھی اجتماعی طور پر ہم اور آپ دونوں مبارک بادی کے مستحق ہیں کیونکہ ہمارے بچے آج میچ جیت کر آئے ہیں۔ آپ بچے کے زخم دیکھ کر پریشان نہ ہوں بلکہ اس کی کامیابی پر خوش ہوں اور ان کا حوصلہ بڑھائیں۔ اس واقعہ کے بعد میرے بھائیوں کے ساتھ بشیر احمد صاحب (جنہیں اب ہم محترم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب مرحوم کے طور پر ذہنوں میں موجود پاتے ہیں) آتے رہے تھے۔ اور بڑے اچھے دوست تھے۔ بچپن سے ہی ذہین اور بلا کے ہوشیار تھے۔ ازاں بعد میرے بڑے بھائی جو آٹھویں کلاس میں مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ایک حادثہ میں وفات پا گئے۔ چند ماہ بعد میرا دوسرا بڑا بھائی جو مجھ سے دو سال بڑا تھا وہ بھی نمونیہ سے وفات پا گیا۔ والدہ ان صدمات کے باعث سخت گھبرائیں۔ اور ماحول کی تبدیلی کی خاطر واپس اپنے گاؤں چک نمبر 438 گ۔ ب ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) چلی گئیں۔

چند سالوں کے بعد ہی جنگ عالمگیر ثانی کے بادل آسمانِ سیاست پر منڈلانے لگے تھے اور والد بزرگوار کو جو ملٹری کے ریٹائرڈ افسر تھے۔ پھر سے فوجی خدمات کے لئے طلب کر لیا گیا تھا۔ والدہ نے پھر ارادہ کیا کہ ہم قادیان کے مقدس ماحول میں چلے جائیں۔ جہاں امن ہے۔ پیار ہے محبت بھرا ماحول ہے اور بچوں کی بہتر تربیت کے مواقع موجود ہیں لہٰذا جن ایام میں جنگ عالمگیر عروج پر تھی ہمارا گھر پھر قادیان چلا آیا۔ قادیان آنے کے بعد جن دو لڑکوں

سے میری خاص طور پر دوستی ہوگئی۔ ان میں اول نمبر پر محمد عامل صاحب بدر ہیں ان سے اس قدر پیار کا تعلق تھا کہ ان کا آدھا نام میرے نام کا مستقل حصہ بن گیا اور میرا نام ان کے نام کا حصہ بن گیا ابھی تک خدا تعالیٰ کے فضل سے حین حیات ہیں اور نہایت مخلص اور مخلص احمدی صحابی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

مکرم محمد عامل صاحب بدر کے بہنوئی مکرم منشی محمد الدین صاحب ان ایام میں مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب کے بھٹہ پر پٹھانکوٹ میں منشی ہوتے تھے۔ مکرم ٹھیکیدار صاحب کے دو جگہ اینٹ کے بھٹے تھے۔ ایک دھاریوال میں ایک پٹھانکوٹ میں۔ زیادہ تر آپ دھاریوال میں مقیم رہتے تھے۔ اور پٹھانکوٹ بھی کثرت سے بھٹہ کی نگرانی کی غرض سے جاتے رہتے تھے۔ ان دنوں گرمیوں کا موسم تھا۔ یہ 1943ء کی گرمیوں کی بات ہے مکرم محمد عامل بدر صاحب کو ان کی ہمشیرہ زوجہ منشی محمد الدین صاحب نے بلا بھیجا کہ بچوں کو گرمیوں کی چھٹیاں ہیں تم بھی آجاؤ۔ یہاں دامن کوہ میں بہت اچھا وقت گزرے گا۔ محمد عامل صاحب بدر نے مجھے بھی مجبور کیا اور اپنے ساتھ پٹھانکوٹ لے گئے۔ دہاں واقعی بڑا حسین ماحول تھا اس سے قبل پہاڑی علاقہ کی سیر کا موقع بھی نہ ملا تھا۔ مکرم منشی محمد الدین صاحب کے بیٹے علیم الدین اور سلیم الدین اور ہم دونوں غلیل ہاتھوں میں لئے پہاڑیوں میں پرندوں کا شکار کا مزہ لیتے اور اکثر اوقات کافی تعداد میں فاختائیں، شارکیں و کبوتر شکار کر کے لے آتے۔ ان ایام میں مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب بھی پٹھانکوٹ گئے تو ان سے تعارف ہوا۔ جب میں نے یہ بتایا کہ میں آپ کے کلاس فیلو قمر الدین صاحب بھٹہ کا چھوٹا بھائی ہوں تو کمال شفقت سے مجھے گلے لگا کر ملے اور بڑی دیر تک قمر الدین صاحب کا ذکر کرتے رہے کہ وہ بڑا نیک اور ذہین لڑکا تھا۔ مجھے وہ کبھی نہیں بھولا اور پھر میرے تایا زاد بھائی عبد الرشید صاحب کے بارہ میں پوچھتے رہے کہ وہ کس حال میں ہیں اور آج کل کیا کر رہے ہیں۔ میں نے بتایا کہ قمر الدین کی وفات کے بعد انہوں نے بھی پڑھنا ترک کر دیا تھا اور اب وہ اپنا زمیندارہ کام سنبھال رہے ہیں۔ اور شور کوٹ میں مقیم ہیں۔

1944ء میں جب جلسہ سالانہ پر مکرم چوہدری عبد الرشید صاحب قادیان آئے تو میں نے انھیں خاص طور پر مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب سے ملوایا۔ دونوں دوست روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے مل گئے اور پھر گھنٹوں اپنی پرانی یادوں کو دہراتے رہے۔ مکرم ٹھیکیدار صاحب زیادہ تر قادیان سے باہر ہی رہتے تھے۔ البتہ آپ کے چھوٹے دونوں بھائیوں میں سے عبد الوہاب صاحب میرے ہم عمر تھے ان سے قادیان میں ایک ہی محلہ میں رہائش کے باعث اچھے تعلقات قائم رہے۔ عبد الوہاب صاحب تقسیم ملک سے قبل ہی وفات پا گئے تھے۔

1947ء جب قدم قدم پر مقتل کھلے تھے گلی گلی سے چیخ و پکار اور آہ وفغاں کی دل دوز آوازیں سنتے ہوئے جب ناچیز موجودہ احمدیہ ایریا میں اکتوبر کے آخری عشرہ میں وارد ہوا تو ایک ماہ کی مسلسل بغیر روٹی کھائے صرف چنے یا ابلی ہوئی گندم کھانے کا دور ختم ہوا اور لنگر خانہ سے کھانا حاصل کرنے کی غرض سے کھڑکی پر گئے تو وہاں مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تو آپ نے بڑی تسلی دی اور حوصلہ بڑھایا۔ 16 نومبر 1947ء کو جب قادیان سے ہجرت کرنے والے احمدیوں کا آخری کنوائے رخصت ہوگیا اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے والے افراد دیار حبیب کی آبادی کے لئے رہ گئے تو ان میں مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب بھی تھے۔ آپ ان چند درویشوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے گزارہ کے لئے صدر انجمن احمدیہ سے وظیفہ حاصل نہیں کیا بلکہ خود کما کر اپنا گزارہ چلاتے رہے۔ مئی 1948ء میں ایک چیک کیش کرانے کی غرض سے پہلی مرتبہ چار درویشان کا وفد پولیس کی حفاظت میں بٹالہ گیا تھا۔ اس وفد میں مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ و مکرم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال و مکرم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور مکرم فضل الٰہی خان صاحب شامل تھے۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ پہلے پولیس کی نگرانی میں پھر آپس میں چند افراد مل کر وفد کی صورت میں بٹالہ امرتسر جانے کا رستہ ہموار ہوا۔ ان ایام میں پاکستان کے ساتھ بذریعہ سڑک تجارت کا بھی معاہدہ ہوگیا تھا۔ مکرم ٹھیکیدار صاحب نے بھی لائسنس حاصل کیا اور امرتسر میں دفتر قائم کر کے پاکستان کے ساتھ تجارت شروع کی۔ اس غرض کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کی غرض سے احمدیہ ٹریڈنگ کمپنی کے نام سے ایک لمیٹڈ فرم رجسٹرڈ کروائی تھی۔ اس وجہ سے بارڈر کے عملہ سے مکرم ٹھیکیدار صاحب کے اچھے تعلقات قائم ہوگئے۔ 1949ء میں دونوں ملکوں کے افراد کو رشتہ داروں دوستوں سے بارڈر پر ملاقات کی سہولت فراہم کرنے کا معاہدہ بھی ہوا تھا۔ درویشان اپنے عزیزوں کو ملنے بارڈر پر جایا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات قادیان تک سواری نہ

مل سکنے کی وجہ سے امرتسر مکرم ٹھیکیدار صاحب کے آفس میں رات قیام کرلیا کرتے تھے۔ 1960ء تک احمدیہ ٹریڈنگ کمپنی کی صورت میں مکرم ٹھیکیدار صاحب امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار کرتے رہے پھر حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ کاروبار میں مندہ اور خسارہ کا سلسلہ شروع ہوگیا تو آپ نے دوسرے کاموں کی طرف توجہ دینا شروع کردی۔

آپ نے ٹرک بھی بنائے اور پٹھانکوٹ میں بجری ریت وغیرہ سپلائی کا کام بھی کرتے رہے۔ اس عرصہ میں ان پر بعض فوجداری مقدمات بھی مخالفین نے کئے اور اس قدر کڑا وقت آیا کہ عزم وحوصلہ کے درخت بھی مرجھائے ہوئے نظر آتے تھے مگر یہ عزم و ہمت کے پیکر کسی بھی مشکل میں نہیں گھبرائے اور مردانہ وار ان مقدمات کا سامنا کیا اور آخر باعزت کامیاب وسرخرو ہوئے۔ ان مسلسل مقدمات کی ہماہمی سے آپ نے کنارہ کشی کے طور پر یہ ٹرک وغیرہ سب فروخت کرکے قادیان کے قریب بسرائے میں زمین خرید کر اس میں زرعی فارم قائم کیا اور کئی سال تک اس کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے رکھا۔

آپ کی اہلیہ جب قادیان واپس آگئیں۔ تو پھر آپ نے زرعی زمین وغیرہ کا کاروبار چھوڑ کر اپنے احمدیہ ایریا میں رہائش اختیار کرلی اور زرعی زمین کا بڑا حصہ فروخت کرکے اس سے ایک فرشی کنڈا جو کہ بس اڈہ قادیان کے پاس تھا کسی غیر مسلم بھائی سے خرید لیا۔ مع زمین و مکان اور ایک کھاد کی دوکان بھی لے لی۔ کھاد کی دوکان تو زیادہ نہیں چل سکی۔ 6-5 ماہ بعد ہی بند کردینا پڑی البتہ کنڈہ کی آمد پر دو تین سال گزارہ کرتے رہے۔ ازاں بعد اپنی بقیہ زمین 14 کنال واقعہ رجادہ روڈ بھی فروخت کردی۔ کنڈہ بھی فروخت کردیا۔ اور احمدیہ ایریا کے ساتھ لگتا ہوا ایک پلاٹ مکان کے لئے خرید لیا۔ باقی رقم سے کنڈہ والی زمین پر دوکانیں تعمیر کردیں۔ اور بقیہ رقم سے یونٹ ٹرسٹ کے حصص خرید لئے جن کی آمد پر آپ کا گزارہ چلتا رہا۔ آپ کے بچے بھی دل کھول کر آپ کی مدد کرتے رہے ہیں۔

گزشتہ دو سال سے چندہ جات کی ادائیگی کا خاص طور پر بڑا خیال رکھتے تھے۔ ہر پانچویں چھٹے ماہ سیکرٹری مال سے اپنی رسیدات کا موازنہ کرکے حسابات بقایاجات ادا کرکے صاف کرلیتے رہے ہیں۔ میری تجویز پر کہ آپ اپنی ساری جائیداد کی قیمت تشخیص کراکے اس کا حصہ جائیداد ادا کردیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور سب جائیداد کا حصہ جائیداد ادا کردیا۔ پھر کہنے لگے کہ میرا دل چاہتا ہے یہ تو میں نے اپنے اوپر جو فرض تھا وہ ادا کیا۔ میں اس سے زائد بھی کچھ دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اپنی طرف سے 25 ہزار اور اہلیہ کی طرف سے 25 ہزار روپیہ بھی ادا کرکے اس خواہش کی تکمیل کی۔ نیز اپنی وفات سے چند روز قبل یہ کہا کہ ایک مرتبہ جب مکرم چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم ناظر بیت المال تھے۔ ان کی تحریک پر میں نے نصرت جہاں ریزروفنڈ میں اپنا وعدہ لکھوایا تھا۔ میں نے کچھ تو اسی وقت ادا کردیا تھا کچھ باقی رہ گیا تھا۔ اس کا پتہ کیا جائے اگر حساب مل جائے تو میں اس کو بھی اپنے ماہوار چندہ کے ساتھ قسط وار ادا کردوں گا۔ اس بارہ میں مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیر ناظر بیت المال آمد سے رجوع کیا گیا آپ نے بتایا کہ یہ تحریک تو اب بند ہوچکی ہے اور اس میں کوئی آمد آج کل آبھی نہیں رہی۔ تاہم آپ نے ادا کرنا ہی ہے تو محاسب میں براہ راست ادا کریں۔ اس پر مکرم ٹھیکیدار صاحب نے پانچ سو روپے خاکسار کو دیئے کہ فی الحال ایک قسط جمع کرادیں۔ وہ میں نے جمع کراکے وفات سے ایک روز قبل رسید آپ کو دے دی۔

آپ کی اہلیہ محترمہ گزشتہ تین سال سے علیل چلی آرہی ہیں۔ آپ بڑی توجہ سے ان کی تیمارداری اور دیکھ بھال کا فرض ادا کرتے چلے آرہے تھے۔ میرے پاس اکثر مطب میں آجاتے تو تھوڑی دیر بعد ہی اٹھ کر کھڑے ہوتے کہ اہلیہ کی دوائی کا وقت ہوگیا ہے میں جاتا ہوں۔ وفات سے ایک روز قبل میرے ساتھ پروگرام بنایا تھا کہ آپ کل جب مطب میں آئیں تو مجھے فون کردیں۔ میں آکر سب چندہ جات کا حساب کرکے جلسہ سالانہ سے قبل اپنا حساب صاف کرلوں گا۔ اگلے روز جب میں فون کرنا چاہتا تھا تو ایک بھائی نے آکر اطلاع دی کہ محترم ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب گزشتہ رات وفات پاگئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ نے اپنے پیچھے مغموم و بیمار اہلیہ۔ دو لڑکیاں اور دو لڑکے یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی اولاد بھی دین کی خدمت کرنے والی اور فرمانبردار اور دعاگو ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور ان سب کا مستقبل روشن اور تابناک بنائے۔ آمین

176 مکرم عبدالغفور صاحب ریڈیو میکر درویش



1943ء میں جب جنگ عالمگیر پورے عروج پر تھی اور جہاں یورپ میں میدان کارزار میں اتحادی فوجیں اور نازی افواج دادِ شجاعت دے رہی تھیں۔ ادھر مشرق بعید کی ایک طاقت جاپان نے مشرقی اقوام پر حملہ کر رکھا تھا اور جاپانی افواج انڈونیشیا ،ملایا، سیام، برما کو فتح کرنے کے بعد کلکتہ تک بمباری کرنے تک کی جرأت کر رہی تھیں ان ایام میں جاپان سے بھی عینکوں کا سامان آنا بند ہوگیا تھا۔ اس موقع پر مکرم ڈاکٹر عبد الغنی صاحب مرحوم ان کے بھائی بابو محمد صادق صاحب اور خاکسار نے مل کر اوپٹیکل انڈسٹری قادیان میں شروع کی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے چند ماہ میں کام چل نکلا تھا اور خوب شہرت ملی تھی۔ ڈیڑھ سال بعد ڈاکٹر عبد الغنی صاحب اور ان کے بھائی کے درمیان اختلاف ہوجانے کے باعث ان دونوں نے الگ الگ کام کرنے کا پروگرام بنالیا۔ سوال یہ تھا کہ میں کس کے ساتھ رہوں۔ میں نے کہا کہ جب آپ دونوں الگ الگ ہو رہے ہیں۔ تو میں بھی الگ ہوجاتا ہوں لہٰذا ایک کارخانہ تین حصوں میں بٹ گیا مگر باہمی تعلقات خوشگوار ہی رہے۔ انہی ایام میں ڈاکٹر عبد الغنی صاحب کے بہنوئی نذیر احمد صاحب زرگر بھی قادیان آکر آباد ہوگئے تھے۔ انہوں نے کام میں کافی گنجائش محسوس کرکے اپنا الگ کارخانہ چالو کرلیا تھا۔ اس کام کے لیے ٹرینڈ کاریگر تو مل نہیں سکتے تھے کیونکہ کام بالکل نیا تھا۔ خود ہی کم عمر لڑکوں کو ٹرینڈ کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ بڑوں کی نسبت نوعمر بچے جلد ٹرینڈ ہوجاتے ہیں ۔سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اطفال کے لئے جو یہ ماٹو تجویز فرمایا:۔

”نسل انسانی کی اصلاح صغر سنی میں ہی بہتر ہوسکتی ہے۔“

بڑا ہی پر حکمت ہے واقعی کوئی بھی نئی چیز ذہن میں راسخ کرنا ہو تو نوعمر افراد جلد اس کو قبول کرلیں گے۔ ہاں تو میں مکرم عبد الغفور صاحب درویش مرحوم کے بارے میں کچھ عرض کر رہا تھا۔ آپ کی عمر 13۔14 سال کی ہوگی جب نذیر احمد صاحب زرگر نے انھیں اپنی عینکوں کی انڈسٹری میں کام سیکھنے کے لئے ملازم رکھا۔ چونکہ کام ایک ہی نوعیت کا تھا ہم سب کام کرنے والے ایک دوسرے کے اوزاروں سے فائدہ اٹھالیا کرتے تھے۔ مکرم نذیر احمد صاحب کئی مرتبہ عبد الغفور صاحب کو میرے پاس کوئی اوزار لینے بھجوا دیا کرتے تھے۔ میں اس وقت سے محسوس کرتا تھا کہ لڑکا اچھا ذہین ہے۔ یہ 1945ء کی بات ہے۔ سال ڈیڑھ سال گزرنے میں ایک طرف جنگ عالمگیر جاپان پر آٹم بم گرانے کے ساتھ ایک دم ختم ہوگئی۔ اور جاپان کی مفتوحہ ایشیائی اقوام آزاد ہوگئیں۔ اور ہندوستان میں بھی آزادی کی تحریک زور پکڑ گئی۔ جوں جوں آزادی کا دن قریب آتا گیا۔ فساد اور بدامنی کا دیو کھل کر انسانی خون سے ہولی کھیلنے لگا۔ آخر نوبت ایں جا رسید کہ ادھر 15۔14 اگست کو دو آزاد مملکتوں کا ظہور ہوا۔ ادھر دنیا کی عظیم ہجرت جس میں اڑھائی کروڑ انسان ہجرت کرکے ہند سے پاکستان اور پاکستان سے بھارت آنے پر مجبور ہوگئے۔ قادیان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اکثر آبادی کے ہجرت کرجانے پر قادیان میں 313 افراد کو دیارِ مسیح کی آبادی اور خدمت کے لئے رہنے کی توفیق ملی۔ مکرم عبد الغفور صاحب ان 313 میں شامل تھے۔

لنگر خانہ میں ایک مددگار باورچی کی ضرورت تھی۔ مکرم عبد الغفور صاحب کو 1948ء میں ہی اس آسامی پر ملازمت مل گئی اور کئی سال تک آپ بطور مددگار باورچی خدمت بجالاتے رہے۔ بعد ازاں جب حضور انور خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت پر تمام دفاتر کی تنظیم نو شروع ہوئی تو مکرم عبد الغفور صاحب کا تبادلہ بطور کارکن درجہ سوم دفتر میں ہوگیا اور اس طرح متعدد دفاتر میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ 1952ء تا 1955ء کئی باصلاحیت نوجوانوں نے جن کی تعلیم کم تھی۔ رات کو مل کر پڑھنے کا پروگرام بنایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میٹرک تک تعلیم مکمل کرلی۔ مکرم عبد الغفور صاحب نے بھی انہی ایام میں میٹرک پاس کیا۔ صدر انجمن احمدیہ نے درویشان کی شادیاں ہوجانے اور متاہل درویشان کے بیوی بچے قادیان آجانے نیز ہندوستان سے بھی کچھ خاندانوں کے قادیان آبسنے کے باعث بجٹ کو ناکافی پاکر درویشوں میں تحریک کی کہ جو درویش کوئی کاروبار کرکے خود کفیل ہوسکتے ہیں۔ وہ اپنے گزارہ کا بار صدر انجمن احمدیہ سے ہلکا کردیں۔ اس تحریک پر 60۔50 افراد فارغ ہوگئے تھے۔ (مراد یہ ہے کہ ان کے گزارہ کا بوجھ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ پر نہ رہا تھا) مکرم عبد الغفور صاحب بھی ان فارغ ہونے والے افراد میں سے تھے آپ نے ریڈیو مکینک کا کام سیکھ کر اپنا گزارہ چلانا شروع کیا اور 1984ء تک اپنا گزارہ چلاتے رہے۔ بعد میں ایک مرتبہ دل کا حملہ ہونے کے باعث محسوس کیا کہ اب وہ زیادہ مشقت نہیں کرسکیں گے۔ انہوں نے اپنی دوکان ریڈیو کاروبار فروخت کردیا اور صدر انجمن احمدیہ سے گزارہ کی درخواست کی جو منظور کرلی گئی اور تاحیات اسی گزارہ پر بسر اوقات کرتے رہے۔ آپ کی اہلیہ چند سال قبل وفات پاچکی ہوئی ہیں ایک لڑکی ہے جو شادی شدہ ہے۔

اپنے حالات کے تعلق میں بتایا کہ وہ ضلع لدھیانہ کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے (گاؤں کا نام معلوم نہیں ہوسکا) یہ گاؤں ضلع لدھیانہ۔ ضلع پٹیالہ اور ضلع فیروزپور کے سنگم پر واقعہ تھا۔ مجھے ہلکا سا یاد پڑتا ہے کہ غالباً روہٹ نام کا گاؤں تھا یا اس قافیہ سے ملتا جلتا نام تھا۔ اس گاؤں میں احمدیت مکرم منشی عبد اللہ سنور

ی کے ذریعہ پہنچی تھی۔ آپ اس ایریا میں پٹواری تھے۔ اور آپ کے ذریعہ یہ جماعت قائم ہوئی تھی۔

1947ء میں جب قادیان میں رہنے والے درویشان کے لئے افراد کی فہرست مرتب کی گئی تو اس وقت یہ مدّ نظر رکھا گیا تھا کہ رہنے والے 20 سے چالیس سال تک کی عمر کے افرد ہوں۔ پھر بھی چند ایک نوجوان 18، 17 سال کی عمر کے چار نوجوان رہ پڑے تھے۔ ان میں ہی عبدالغفور صاحب بھی تھے۔ باقی تین مکرم مولوی عمر علی صاحب بنگالی، مکرم مرزا محمد اقبال صاحب اور مکرم مولوی بشیر احمد صاحب کالا افغاناں ہیں۔

عبدالغفور صاحب کو قبل ازیں دو مرتبہ ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا۔ جسم بھی خاصہ فربہ ہو گیا تھا۔ اور گزشتہ چند سالوں میں باقاعدہ علاج معالجہ ہو رہا تھا۔ تاہم ایسی کمزوری لاحق نہ تھی چلتے پھرتے تھے۔ مورخہ 2000-11-12 کو رات کو سوئے اور سوتے ہوئے ہی پھر ہارٹ اٹیک ہوا۔ اور قبل اسکے کہ انھیں طبی امداد پہنچائی جاتی داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 12 دسمبر کو ہی محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور احمدیہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

177 مکرم فخرالدین صاحب مالاباری درویش



1945ء میں جب نماز جمعۃ المبارک ادا کرنے کے لئے مسجد اقصیٰ میں آتے تھے تو میری عادت تھی میں عموماً مسجد کے برآمدہ میں بائیں طرف بیٹھا کرتا تھا کیونکہ اس طرف سے خطبہ کے دوران حضور انور کا چہرہ مبارک صاف طور پر نظر آتا تھا۔ مسجد کے صحن میں ایک شخصیت جو اجنبی سی معلوم ہوتی تھی مگر خاصی قد آور اور نمایاں نظر آجایا کرتی تھی۔ چونکہ اکثر مہمانان کرام باہر کے صوبہ جات سے قادیان آتے رہتے تھے۔ یہ سمجھا کہ یہ بھی کوئی مہمان ہیں لیکن کچھ دنوں بعد آپ کو مکرم عبدالقدوس صاحب مالاباری جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر نسبتی تھے، کے ساتھ گھومتے پھرتے دیکھا۔ محترم عبدالقدوس صاحب مالاباری سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ ایک احمدی دوست ہیں جو مالابار کے علاقہ سے ہجرت کر کے قادیان چلے آئے ہیں اور یہاں پر کوئی کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔ چند ماہ بعد آپ نے کتابوں کی دوکان شروع کی اور ابتداء میں چونکہ ہر کاروبار میں خریدار ذرا کم ہوا کرتے ہیں آپ دوکان میں اکیلے بیٹھے ہوئے مطالعہ میں مصروف نظر آتے۔ آپ کا نام فخرالدین مالاباری تھا۔ ابتداء میں انھیں یہاں بول چال اور زبان کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔ پھر آہستہ آہستہ وہ پنجابی بھی ٹوٹی پھوٹی سی بولنے لگے تھے۔

17 نومبر 1947ء کو جب تمام درویش صبح کی حاضری کے لئے لائینوں میں کھڑے ہوئے تو حلقہ مسجد مبارک میں مکرم فخرالدین صاحب مالاباری بھی لائین میں کھڑے تھے۔ آپ نے بھی سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے فرمان پر اپنے آپ کو قادیان میں رہنے والے 313 افراد میں پیش کر دیا تھا جو منظور کر لیا گیا اور آپ اس پر بہت خوش تھے۔

1947ء میں پناہ گزین ہو کر ہندو اور سکھ بھائی جنہیں قادیان میں مکان اور زمین اور دیگر جائیداد الاٹ ہوئی تھی بعض تو پاکستان سے زخم خوردہ یہاں آئے تھے اور ان کے دلوں میں ہمارے لئے بھی نفرت تھی مگر ان میں بعض وہ لوگ بھی آئے تھے جنہیں پاکستان سے احمدی احباب نے بعافیت ان کے سامان اور افراد سمیت بحفاظت کیمپ تک اور بعض کو ہندوستان کے بارڈر تک پہنچا دیا تھا۔ ان کے دل میں تشکر اور ممنونیت کے جذبات تھے۔ ایسے افراد نے یہاں احمدیہ ایریا میں آنا شروع کیا اور ان کے اس اظہار پر کہ جماعت احمدیہ کے افرد امن پسند ہیں اور عام مسلمانوں سے انکا کردار اعلیٰ اور ہمدردانہ ہے دیگر ہندو سکھ بھائیوں کا خوف اور نفرت کم ہونا شروع ہوا۔

جو لوگ اپنا سب کچھ گنوا کر یہاں آئے تھے انھیں جو مکان احمدی بھائیوں کے الاٹ ہوئے تھے ہر ایک مکان میں کتابوں اور اخباروں کا خاصہ سٹاک موجود تھا۔ چند ایک لوگوں نے تو یہ خیال کر کے کہ یہ ان کی مذہبی کتابیں ہیں بے ادبی نہ ہو، نظارت امور عامہ سے رابطہ کر کے سارا اسٹاک جماعت احمدیہ کے حوالہ کر دیا۔ مگر بعض مجبور افراد نے اپنی ضروریات کے لئے اس سٹاک کو جوان کے گھروں میں موجود تھا ردی میں بیچنا شروع کر دیا۔ اس صورت حال میں باہمی مشورہ سے یہ امر اس طرح حل پذیر ہوا کہ جماعت کی طرف سے بھی اور چند ایک وہ درویش جو کتابوں کی تجارت کا کاروبار کرتے تھے وہ غیر مسلم افراد سے سلسلہ کی کتابوں کا سٹاک بازار میں ردی کاغذ کی قیمت سے کچھ زیادہ دے کر خریدنا شروع کر دیں۔ اس طرح کتابوں کا سٹاک ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔ اس سکیم کے تحت جن بھائیوں کو کتابیں ردی میں خریدنے کی اجازت دی گئی ان میں فخرالدین صاحب مالاباری بھی تھے۔ آپ نے ایک بڑا ذخیرہ علم کا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محفوظ کر لیا۔

آپ کے دیگر خاندانی حالات اس طرح ہیں۔ آپ علاقہ مالابار کے ایک متمول تاجر گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ عالم جوانی میں ہی احمدیت قبول کی۔ اور

جیسا کہ مالابار کی تاریخ احمدیت میں مذکو رحالات سے اندازہ ہوتا ہے ابتداء میں احمدی ہونے والوں کو بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور سب نے بڑی پامردی سے اس کو برداشت کیا۔ 1909ء میں مالابار سے چند افراد جنہیں قادیان آکر خلافت اولیٰ میں فیض صحبت حاصل کرنے کا موقع ملا ان میں مکرم فخرالدین صاحب بھی شامل تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ قادیان میں گزار کر پھر واپس مالابار چلے گئے۔ آپ کو تبلیغ کا بڑا شوق تھا بلکہ جنون کہنا چاہئے۔ جہاں بھی رہے تبلیغ کرتے رہے۔ سفر میں ہوتے تو لٹریچر ساتھ رکھتے۔

1911ء میں آپ کا نکاح حضرت شیخ محی الدین صاحب کٹی کی بیٹی سے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ آپ کا وسیع کاروبار آہستہ آہستہ مخالفت کی وجہ سے خسارے کا شکار ہوتا چلا گیا۔ تاہم آپ کمال صبر سے احمدیت پر قائم رہے۔ نہ صرف خود قائم رہے بلکہ تبلیغ بھی جاری رکھی اور مالابار میں جہاں کوئی اکیلا احمدی مخالفت کا شکار ہوتا اس کی مدد اور دلجوئی کے لئے وہاں پہنچتے اور حسب حال مدد کرتے۔ خود اپنی طرف سے خرچ کر کے مالابار کے دور دراز مقامات کا سفر کرتے اور تبلیغ کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک سفر میں کنجا مو صاحب موگراں کو تبلیغ کرنے کا موقع ملا۔ گو کنجا مو صاحب خود تو احمدی نہ ہوئے مگر کئی سال بعد اسی خاندان میں سے صدیق امیر علی صاحب موگرال کو قبول احمدیت کی سعادت ملی۔ مکرم صدیق امیر علی صاحب ایک عرصہ تک صوبہ کیرلہ کے صوبائی امیر رہ چکے ہیں۔ ساحل مالابار اور چند دیگر ریاستوں جیسے ٹرونکور کو چین وغیرہ کو ملا کر آزادی ملک کے بعد صوبہ کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ اور اس صوبہ کا نام کیرلہ رکھا گیا ہے۔

آپ نے زندگی کا بڑا حصہ پینگاڈی میں گزارا۔ نماز جمعہ پڑھانا خطبہ جمعہ دینا آپ کی ہی ذمہ داری تھی۔ چندہ جات کی وصولی اور مرکز کو ترسیل کا کام بھی ایک عرصہ تک آپ کے ہی ذمہ رہا۔ آپ کی پہلی بیوی کی اولاد پانچ لڑکیاں تھیں جو سب مالابار میں ہی بیاہی ہوئی تھیں اور مخلص احمدی تھیں۔ ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

1۔ بی فاطمہ صاحبہ 2۔ بی زینب صاحبہ 3۔ بی عائشہ صاحبہ 4 ۔ بی سلیمہ صاحبہ 5۔ بی خدیجہ صاحبہ

اول الذکر چار بیٹیاں وفات پا چکی ہیں۔ صرف خدیجہ صاحبہ حین حیات ہیں۔

درویشی زندگی میں کئی سال تجربہ میں گزارنے کے بعد آپ ایک بار مالابار گئے تو وہاں آپ نے مکرم فلاسفر محمد صاحب کی بیٹی محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ سے نکاح ثانی کیا۔ محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ بنت مکرم فلاسفر محمد صاحب کو ڈالی بھی پہلے بیوہ تھیں۔ اور ان کا ایک بیٹا بھی تھا۔ محترم فخرالدین صاحب مالاباری کو اللہ تعالیٰ نے اس دوسری بیوی سے بھی ایک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام منیر احمد ہے۔

1950ء میں ہندوستان سے کچھ خاندان قادیان بلوائے گئے تھے۔ اور پاکستان سے بھی درویشان کے اہل وعیال منگوانے کا کام جاری تھا اور مزید درویشان کی شادیاں بھی ہندوستان کی جماعتوں میں ہو گئی تھیں۔ اور صدر انجمن احمدیہ پر اخراجات کا بار بڑھ گیا تھا۔ اور اس وقت کا بجٹ آمد ان سب اخراجات کا متحمل نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضور انور کی اجازت سے درویشان میں یہ تحریک کی گئی تھی کہ جو افراد اپنا گزارہ خود کوئی کام کر کے چلا سکتے ہوں وہ اپنے گزارہ کا بار انجمن کے بجٹ سے ہلکا کر دیں۔ اس پر 50۔60 درویش اس قربانی کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ ان میں مکرم فخرالدین صاحب بھی تھے۔ آپ ایک عرصہ تک خود محنت کر کے اپنا گزارہ چلاتے رہے تا آنکہ ایک حادثہ میں آپ کے کولہہ کی ہڈی میں فریکچر ہو گیا اور چلنے پھرنے سے آپ ایک حد تک معذور ہو گئے۔

حادثہ یوں ہوا کہ آپ نے دودھ دینے والی ایک گائے بھی پال رکھی تھی۔ ایک روز وہ گائے کو حسب معمول ایک لمبا رسہ باندھ کر چرا رہے تھے اور آپ مطالعہ کا بھی بہت شوق تھا۔ کوئی کتاب بھی ساتھ لے جاتے اور جب تک گائے چراتے ساتھ ساتھ کتاب بھی پڑھتے جاتے۔ آپ نے یہ خیال کر کے کہ ایسا نہ ہو کہ میں کتاب پڑھنے میں محو ہوں اور گائے کسی کھیت میں چلی جائے اور مجھے علم نہ ہو، گائے کے رسہ کو ایک درخت سے باندھ لیا تا گائے کسی اور جگہ جانے لگے تو رسہ کی وجہ سے نہ جاسکے اور میں اس کو کنٹرول کرلوں۔ آپ کھڑے ہو کر کتاب پڑھنے میں مصروف تھے۔ گائے کسی چیز سے ڈر گئی اور ایک دم بھاگ نکلی اور آپ رسہ کی زد میں آگئے اور آپ کے کولہے کی ہڈی میں فریکچر ہو گیا۔

بتقاضائے عمر آپ کمزور تو تھے ہی حادثہ کے بعد کمزوری روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ اور آپ بڑے صبر سے اس کو برداشت کرتے چلے گئے۔ آپ شگفتہ مزاج بھی تھے۔ کہا کرتے تھے کہ میں نے پنجابی زبان پوری طرح تو نہیں سیکھی مگر اس کا اصول ذہن نشین کرلیا ہے۔ چاقو کو قاچو کہہ دیں تو یہ پنجابی ہو جاتی ہے۔ وغیرہ۔ آہستہ آہستہ 1970ء کو آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں سے پیغام آنے لگے اور آپ کمال صبر اور اطمینان سے مورخہ یکم مئی 1970ء کو ایک ہی جست میں یہ طویل سفر طے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بلند درجات عطا فرمائے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡن ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 80 سال تھی اور آپ صوبہ کیرلہ کے سب سے پہلے موصی تھے۔ مقبرہ بہشتی قادیان میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے منیر احمد صاحب اور ربیب مولوی رفیق احمد صاحب نائب ناظر بیت المال آمد کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

178 مکرم بابا فضل احمد صاحب درویش

ولد میر داد صاحب ساکن گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ

1947ء میں 15 نومبر کو آخری قافلہ پاکستان جانے کے بعد جو درویشان قادیان میں رہ پڑے تھے وہ سوائے 10-12 افراد کے جو انصار اللہ کی عمر میں تھے باقی تمام درویش نوجوان تھے۔ اس لئے سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے 1948س میں جن درویشوں کا تبادلہ ناگزیر تھا ان کی جگہ تبادلہ میں معمر افراد کو بھجوایا۔ 13 مئی 1948ء میں جو قافلہ آیا وہ سب بزرگ افراد پر مشتمل تھا۔ اسی قافلہ میں مکرم چوہدری (بابا) فضل احمد صاحب آف گھٹیالیاں قادیان آکر درویشان میں شامل ہوئے تھے۔ زبان ٹھیٹھ پنجابی۔ آواز بلند رعب دار، قد لمبا، جسم بھرا ہوا۔ گاؤں میں آپ نمبردار تھے۔ چال ڈھال، بول چال اور رکھ رکھاؤ میں خالص نمبردار۔ سوال کرنے کی عادت نہیں تھی۔ اپنا چھوٹا موٹا جو بھی کام درپیش ہو خود کرتے تھے۔ بزرگوں کی روٹی لنگرخانہ سے لاکر دینے اور احمدیہ شفاخانہ سے بوقتِ ضرورت دوائی لاکر دینے کے لئے خدام ڈیوٹی پر موجود تھے مگر باباجی جب تک چلنے پھرنے کے قابل تھے یہ جملہ کام خود ہی کرلیا کرتے تھے۔ اپنے کپڑے بھی خود دھولیا کرتے۔ عمر کی کوئی پختہ تاریخ یاد نہیں تھی۔ اس بارہ میں پوچھنے پر بتایا کرتے کہ گھونا بادشاہ جب تخت پر تھا۔ میں اس وقت 25-20 سال کا گبرو جوان تھا۔

ایڈورڈ ہفتم گھونا بادشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ سبب اس کا یہ تھا کہ ملکہ وکٹوریہ کا انتقال 1905ء میں ہوا تو اس کی جگہ ایڈورڈ ہفتم جو ملکہ وکٹوریہ کا بڑا بیٹا تھا سلطنت انگلشیہ کا حکمران ہوا۔ اس زمانہ میں وہاں ایک طبقہ ان کی حکومت کے خلاف تھا۔ تاج پوشی کے لئے جو بھی پروگرام طے ہوتا اس کو بعض سازش پسند تارپیڈو کر دیتے اور بات بھی ملتوی ہو کر کسی اگلے وقت پر ڈال دی جاتی۔ دو تین دفعہ ایسا ہوا۔ آخر 1911ء میں ان کی وفات ہوگئی۔ اس طرح یہ شخص برطانیہ کا بے تاج بادشاہ رہا چونکہ تاج سر پر نہیں تھا۔ برطانیہ سکہ پر جو انڈیا میں بھی چلتا تھا بے تاج فوٹو ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے ان کو عوام الناس گھونا بادشاہ کے نام سے جانتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا جارج پنجم حکمران ہوا۔ چونکہ برطانیہ میں بعض سازشوں کے باعث ان کی والدہ کی تاج پوشی نہ ہوسکی تھی۔ اس لئے جارج پنجم کی تاج پوشی ہندوستان میں ہوئی۔

باباجی کی عمر کا اندازہ اگر ایڈورڈ ہفتم کے دورِ حکومت کے وسط سے لگایا جائے تو قادیان آنے کے وقت باباجی کی عمر 67 سال ہوتی ہے اور اس میں زمانہ درویشی کا عرصہ 22 سال جمع کیا جائے تو 89 سال ہوتے ہیں۔ بلاشبہ باباجی وفات کے وقت 90 سال کے قریب تھے۔

گھٹنوں اور جوڑوں میں درد کے باعث اور چونکہ جسم بھی خاصا بھاری تھا، آپ صاحب فراش ہوگئے۔ علاج جاری رہا مگر آپ اٹھ کر چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہوسکے۔ کئی سالوں تک آپ چارپائی پر رہے۔ نظر بھی جواب دے گئی تھی۔ اور سماعت بھی کمزور تھی۔

لیٹے لیٹے بیڈسور بھی ہوگیا تھا۔ ان سب تکالیف کو باباجی نے نہایت صبر وسکون سے برداشت کیا۔ جب بھی کوئی حال پوچھنے جاتا باباجی نہایت بلند آواز سے کہتے وعلیکم السلام۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا ہوں۔ آرام سے ہوں اور اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ہر ایک جانے والے کے سامنے یہ الفاظ دہراتے۔ وقت گزرتا گیا کمزوری غالب آتی چلی گئی۔ اور آخر 17.11.69 کی رات کو ساڑھے گیارہ بجے باباجی کو اللہ تعالیٰ کے حضور سے دعوۃ کا پیغام آگیا اور آپ یہ پیغام پانے کے بعد دارِ فانی کی تمام تر مصروفیات اور دلچسپیوں سے بے نیاز اس آواز پر لبیک لبیک کہتے ہوئے دار القرار کی جانب پرواز کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

جس طرح وہ دراز قد بلند حوصلہ تھے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسی کے مطابق آپ کو اپنے قرب میں مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

179 مکرم بابا مستری محمد اسمٰعیل صاحب (عرب بابا سر پیڑ) درویش

آپ کے بیٹے مستری محمد احمد صاحب 16 نومبر 1947ء کو قادیان میں درویشوں میں ٹھہرے تھے۔ ابتدائی طور پر یہ پروگرام تھا کہ ہر دو ماہ بعد افراد بدل جایا کریں گے مگر بعد میں دونوں حکومتوں کے درمیان بعض قانونی الجھنوں کے باعث ایسا کرنا ممکن نہ رہا تھا اور قادیان میں رہ رہے افراد میں سے اکثریت کو تاحیات قادیان میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی اور اشد مجبور افراد کے متبادل کچھ پاکستان سے تین قافلوں میں آ گئے۔ جن کی تعداد 6 تھی اور کچھ ہندوستان کی جماعتوں سے متبادل تعداد میسر آ جانے کے باعث قریباً 38 افراد کو واپس بھجوا دینا پڑا۔ مستری محمد احمد صاحب بھی واپس جانے والوں کی فہرست میں تھے۔ 5 مارچ 1948ء کو آپ کے والد صاحب بابا مستری محمد اسمٰعیل صاحب آپ کے متبادل کے طور پر قادیان پہنچ گئے۔ اس لئے اسی کنوائے میں انہیں واپس بھجوا دیا گیا۔

بابا مستری محمد اسمٰعیل صاحب کو میں نے پہلی دفعہ 1945ء کے اجتماع خدام الاحمدیہ کے موقعہ پر دیکھا تھا۔ اس اجتماع پر ایک نوجوان جو غالباً لائلپور (حال فیصل آباد) سے آئے ہوئے تھے اس نوجوان نے کلائی پکڑنے میں اوّل انعام حاصل کیا تھا۔ اس نوجوان سے محترم حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ نے بھی شوقیہ کلائی پکڑائی تھی۔ بابا مستری محمد اسمٰعیل صاحب بھی اس اجتماع میں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس نوجوان کو کہا کہ میں آپ کے ساتھ ڈنڈا پکڑنے کا شوقیہ مقابلہ کرنے کو تیار ہوں (ڈنڈا پکڑنا اس طرح ہوتا ہے کہ دونوں فریق ایک لاٹھی کو اپنے پاؤں میں دبا کر آمنے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک فریق لاٹھی کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتا ہے اور دوسرا فریق چھڑاتا ہے) اس نوجوان نے ہاں کر دی مقابلہ شروع ہوا۔ سب دیکھنے والے حیران تھے کہ ایک مضبوط پہلوان نما نوجوان اور دوسری طرف ایک نحیف جسم کا معمر بزرگ بھلا دیکھیں مقابلہ کیسے ہوتا ہے۔ مقابلہ کی جگہ پر ایک ہجوم ہو گیا۔ نوجوان نے کہا بزرگو آپ پہلے پکڑیں باباجی نے لاٹھی کو درمیان سے پکڑ لیا۔ نوجوان نے چھڑانے کی کوشش کی نہ چھڑا سکا۔ باباجی نے کہا پھر کوشش کر دیکھو جب اس نے دوبارہ باباجی کی کلائی پکڑی تو باباجی نے بلند آواز سے کہا کہ یہ کہاں چھوٹے گی اس کو تالے لگ گئے ہیں۔ واقعی کوشش بسیار کے باوجود وہ نوجوان باباجی کا ہاتھ نہ چھڑا سکا۔ سب حاضرین بڑے محظوظ ہوئے۔

باباجی ایک ماہر حداد (لوہار) تھے۔ اور گرم کام کرتے کرتے انہیں دوران سر کا عارضہ لاحق ہو گیا ہوا تھا سر پر ایک پٹکا ہر وقت مضبوطی سے باندھتے رہتے تھے۔ اسی وجہ سے عرف عام میں آپ کو بابا سر پیڑ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس عمر کے جو بزرگ قادیان آئے تھے ان کے سپرد کوئی معین ڈیوٹی نہیں تھی۔ انہیں سلسلہ کیلئے دعائیں کرتے رہنے کیلئے فارغ چھوڑ دیا گیا تھا۔ اپنی مرضی سے بعض بزرگ کوئی کام اپنے لئے خود پسند کر لیتے تھے اور وہ کرتے رہتے تھے۔ بابا مستری محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنے لئے خود بہشتی مقبرہ میں قبور کی صفائی کا کام پسند کیا تھا اور بڑی باقاعدگی سے اس کام میں لگے رہتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے بہشتی مقبرہ میں ہی پہرہ داران والے کمرہ میں رہائش رکھ لی تھی۔ 1965ء میں آپ بہشتی مقبرہ میں ہی رات کو رہتے تھے۔ صبح شام تھوڑی دیر کیلئے شہر آتے اور لنگر خانہ سے کھانا کھا کر پھر بہشتی مقبرہ چلے جاتے۔ انہیں ایام میں مکرم چوہدری محمد احمد صاحب کی ڈیوٹی بہشتی مقبرہ کے پمپ پر لگی اور آپ راتوں کو اکثر پمپ چالو یا بند کرنے بہشتی مقبرہ جاتے رہتے تھے۔

ایک روز مکرم چوہدری محمد احمد صاحب صبح فجر کی نماز کے بعد چائے کی دوکان پر مجھے ملے اور کہنے لگے عامل صاحب آج تو میں بمشکل بچا ہوں قریب تھا کہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے۔ میں نے سبب پوچھا تو بتایا کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ آج کل بابا محمد اسمٰعیل صاحب بہشتی مقبرہ میں رات کو رہتے ہیں۔ میں حسب معمول رات ساڑھے تین بجے پمپ چالو کرنے گیا۔ اس وقت چاند غروب کے قریب تھا۔ اور روشنی مدھم پڑ چکی تھی۔ میں اپنے دھیان سے جا رہا تھا کہ اچانک قبروں کے درمیان سے کوئی شخص اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ بال بکھرے ہوئے۔ میں ایک دم ڈرا اور سہم کر کھڑا ہو گیا اور میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا قریب تھا کہ میں گر جاؤں۔ میرا جسم پسینہ سے شرابور تھا۔ (یوں بھی گرمیوں کا دن تھا) اچانک باباجی کی آواز آئی محمد احمد۔ یہ مانوس آواز سن کر میری جان میں جان آئی اور میں پمپ پر جا کر نماز پڑھنے والے چبوترہ پر ہی فجر کی اذان تک لیٹا رہا۔

باباجی عزم اور ارادہ کے پکے تھے اور اپنے کاموں میں مستعد۔ بیمار تو آپ شروع سے ہی تھے دوران سر تھا۔ پھر بڑھاپے سے مزید کمزوری ہو گئی اور آپ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔ اس لئے آپ کو بہشتی مقبرہ سے لا کر حضرت نواب صاحب والے شہر والے مکان کی نچلی منزل میں رکھا گیا جہاں اور بھی تین چار بزرگ رہتے تھے۔ اس جگہ دو درویش بھی ڈیوٹی پر حاضر رہتے تھے۔ ایک دن کو ایک رات کو جوان بزرگوں کو لنگر سے کھانا اور ہسپتال سے دوائی لا کر دیتے رہتے تھے۔ علاج ہوتا رہا۔ بیماری اور کمزوری روز بروز بڑھتی چلی گئی اور آخر وہ دن آن پہنچا جس دن باباجی کا سفر آخرت مقرر اور طے شدہ تھا۔ آپ 8 دسمبر 1970ء کو سرائے فانی کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی جنتوں کی طرف پرواز کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کی جنت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ مورخہ 9 دسمبر کو آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

180 مکرم بابا محمد اسمٰعیل صاحب درویش

ولد محمد عبد اللہ صاحب ریٹائرڈ مددگار کارکن دفتر بیت المال صدر انجمن احمدیہ قادیان

آپ ان کارکنان میں سے تھے جنہیں قادیان میں رکھے جانے کا فیصلہ تھا۔ جب 1950ء میں دفاتر کی ازسرِ نو تنظیم عمل میں آئی تو بابا جی کو پھر دفتر بیت المال میں بطور مددگار کارکن مقرر کیا گیا اور آپ ریٹائرمنٹ کی عمر تک دفتر بیت المال میں ہی خدمات بجالاتے رہے۔ آپ جب دفتر بیت المال میں 1947ء سے قبل ملازم ہوئے تھے تو انہی ایام میں محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز نائب ناظر بیت المال مقرر ہوئے تھے۔ زمانۂ درویشی میں مکرم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ہی زیادہ عرصہ ناظر بیت المال رہے۔ بابا بھی ان کی ماتحتی میں کام کرتے کرتے گویا ان کے فیملی ممبر کی طرح ہو گئے تھے۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی آپ محترم شیخ عبد الحمد صاحب عاجز کی فیملی کے ساتھ اٹیچ رہے ہیں۔ آپ فتح گڑھ چوڑیاں کے رہنے والے تھے۔ قادیان میں ملازمت مل جانے کی وجہ سے آپ قادیان میں ہی آرہے تھے۔ محلہ دار الیسر میں چند مرلے زمین خرید کر اپنا مختصر سا مکان بنایا تھا جو ابھی کچا ہی تھا۔ 1947ء کی بارشوں میں ہی ڈھے گیا تھا۔ فتح گڑھ چوڑیاں میں رہائش کے ایام کی ایک بات وہ بڑا مزہ لے کر سنایا کرتے تھے۔ بتایا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع گورداسپور ایک مرتبہ فتح گڑھ چوڑیاں دورہ پر آئے اور آپ نے دیکھا کہ یہ تو اچھا خاصہ قصبہ ہے۔ یہاں میونسپل کمیٹی ہونی چاہئے۔ اس غرض سے جائزہ لینے کے لئے ڈپٹی کمشنر صاحب نے قصبہ کے معززین کو بلایا سب اکٹھے ہو گئے اور آپس میں مشورہ کر کے ایک بزرگ جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا کو مقرر کیا۔ سب نے کہا کہ جو کچھ بھی ڈپٹی کمشنر صاحب پوچھیں آپ ہی ہم سب کی طرف سے جوال دیں۔ تھوڑی دیر بعد ڈپٹی کمشنر صاحب آگئے اور انہوں نے سب سے پہلے اپنا نظریہ بیان کیا کہ یہ قصبہ اچھا خاصا آبادی والا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ یہاں میونسپل کمیٹی کا قیام ہو اس بارہ میں مشورہ کے لئے آپ کو بلوایا ہے۔ اس تعلق میں کچھ معلومات آپ لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ سب نے کہا کہ یہ بابا جی ہمارے کنوینز ہیں آپ کے سوالات کا یہی جواب ہم سب کی طرف سے دیں گے۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا کہ یہاں کپڑے کی کتنی دوکانیں ہیں۔ بابا جی نے بتایا کہ دوسو ہیں۔ پھر پوچھا کہ کریانہ کی کتنی دوکانیں ہیں بابا جی نے پھر جواب دیا کہ دوسو اور برتنوں کی دوکانیں بھی دوسو۔ ڈپٹی کمشنر صاحب حیران ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ہر ایک قسم کی دوکان دوسو ہی ہے نہ کم نہ زیادہ آخر اصل معاملہ کیا ہے۔ بابا جی نے بتایا کہ یہاں کل تجارت پیشہ ہیں ہی دوسو اور اُن میں بھیڑ چال۔ ایک دوکان والا کپڑا لے آتا ہے تو اسکے منافع کو دیکھ کر اگلے چند روز میں سب کپڑا لا کر رکھ لیتے ہیں۔ جب اسمیں کوئی منافع نظر نہیں آتا تو کوئی ایک کپڑا چھوڑ کر برتن لے آتا ہے۔ اس کی بکری کا دھیان کر کے باقی بھی سب برتن لے آتے ہیں اور جب سب کے پاس برتن ہی ہیں تو کس کس کی بکری ہوگی۔ ظاہر ہے سب خسارہ میں ہی رہیں گے۔ یہاں آبادی کافی ہے مگر سمجھ بوجھ کی کمی ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے ایسی رپورٹ لکھی کہ ہمارا قصبہ مزید تیس سال تک میونسپل کمیٹی کی برکات سے محروم رہ گیا۔

ریٹائر ہونے کے بعد بابا جی کو تھوڑی تھوڑی کھانسی رہتی تھی جس کا علاج احمدیہ شفاخانہ سے کرواتے رہتے تھے۔ مگر خاطر خواہ آرام نہ آتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو بخار بھی رہنے لگا۔ جب کچھ ہفتہ دوائی کھانے پر بھی بخار نہ اترا تو فکر ہوئی کہ کوئی اندرونی انفکشن ہے ورنہ بخار اتنا طول نہ پکڑتا۔ اس لئے امرتسر ہسپتال میں داخل کرا کے ان کے پورے ٹیسٹ چیک کرائے۔ اس پر معلوم ہوا کہ بابا جی پر T.B کا حملہ ہوا ہے۔ اب T.B قابل علاج مرض ہے۔ امرتسر کے نسخہ کے مطابق علاج شروع کر دیا گیا۔ علاج مسلسل دوسال تک ہوتا تھا جو جاری رہا اور وقتاً فوقتاً امرتسر لے جا کر معائنہ بھی کروایا جاتا رہا۔ جوں جوں علاج کیا فائدہ کی بجائے بیماری اور کمزوری بڑھتی چلی گئی اور آخر بیماری نے غلبہ پالیا اور 11 مارچ 1972ء کا دن غروب ہوتے ہوتے بابا محمد اسمٰعیل صاحب کو بھی ہم سے جدا کر کے لے گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

بابا جی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے سارا زمانہ درویشی تجرد میں ہی گزارا اہلیہ غالباً وفات پا چکی تھیں۔ اور بچے سب پاکستان جا چکے تھے۔ بابا جی کی وفات کے بعد جب آپ کے کمرہ کا جائزہ لیا گیا تو یہ راز معلوم ہوا کہ T.B کی جو دوائیاں بابا جی کو کھانے کیلئے دی جاتی رہی تھیں وہ ایک کنستر میں پھینکتے جاتے تھے اسی وجہ سے آپ کو علاج سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بہر حال جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ اگلے روز بابا جی کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حضور بلند مقام میں جگہ دے۔ اور آپ کی اولاد کو آپ کی نیکیاں زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین۔

181 مکرم مرزا بشیر احمد صاحب درویش

ولد مرزا بہادر بیگ صاحب موضع نسواوالی سوہل خورد ضلع گجرات

آپ بھی ان خدام میں سے تھے جنہیں مستقل خدمت کیلئے قادیان بلوایا گیا تھا اور انہیں صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے کچھ گزارا بھی دیا جاتا تھا۔ 1952ء میں جب دیگر درویشان کے بال بچے قادیان آئے تھے تو ان کی فیملی بھی قادیان آگئی تھی۔ کثیر العیال تھے اور گزارا تنگی سے ہوتا تھا۔ نہایت سادہ طبیعت پائی تھی۔ کئی دفاتر میں بطور مددگار کارکن خدمت کی توفیق پائی۔ 1952ء سے 1954ء تک جب خاکسار افسر لنگر خانہ تھا مکرم مرزا بشیر احمد صاحب مہمانوں کو کھانا کھلانے کی ڈیوٹی پر متعین تھے۔ تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ اپنے دستخط کر لیتے تھے۔ ٹھیٹھ پنجابی بولتے تھے مگر یہاں کے ماحول سے متاثر ہو کر اردو پنجابی ملی جلی گفتگو بھی کر لیتے تھے جو نہایت پیاری لگتی تھی۔ جس ڈیوٹی پر بھی لگایا جاتا بڑی توجہ اور فرمانبرداری سے اسے بجالاتے۔۔ خاموش طبع تھے اور کچھ اُونچا بھی سنتے تھے۔

آپ کی سادگی کا ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔ جب متاہل زندگی کا آغاز ہوا تو ہر ایک کو اشیاء خورونوش خریدنے میں بڑی احتیاط کرنا پڑتی تھی۔ تا محدود تنخواہ میں سب ضروریات پوری ہو سکیں۔ ایک شخص یہاں بکریوں کا دودھ چار آنے فی گڑوی کے حساب سے بیچا کرتا تھا۔ مرزا صاحب نے بھی اس سے روانہ ایک گڑوی دودھ لینا طے کر لیا۔ کئی ماہ گزر گئے ایک روز ایک دوسرے درویش نے پوچھا مرزا صاحب آپ بکریوں کا دودھ کس ریٹ پر لے رہے ہیں۔ میری بھی مرضی ہے کہ اس سے بکریوں کا دودھ لگالوں۔ بھینس کا مہنگا پڑتا ہے۔ مرزا صاحب نے کہا ہم تو بکریوں کا دودھ نہیں لیتے بھینس کا لیتے ہیں۔ اس نے دوبارہ کہا کہ جو دودھ آپ لے رہے ہیں بکریوں کا ہی ہے۔ مرزا صاحب نے کہا کہ میری اہلیہ جُٹی ہے اور وہ دُودھ کی بہت اچھی پہچان رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ یہاں تک جانکاری رکھتی ہے کہ دُودھ سونگھ کر بتا سکتی ہے کہ بھینس نے چارا کونسا کھایا ہے۔

چند روز بعد مرزا صاحب آرہے تھے کہ دیکھا دودھ دینے والا سکھ بھائی ایک جگہ بکریوں کا دودھ نکال رہا ہے۔ مرزا صاحب کو شک ہوا مگر خاموش رہے اور جب دودھ لے کر چلا تو اس کے پیچھے پیچھے آئے۔ وہ سیدھا مرزا صاحب کے مکان پر اور دودھ دے کر چلنے لگا تو مرزا صاحب نے پوچھا بھائی صاحب آپ دودھ کس کا لاتے ہیں۔ اس نے فوراً جواباً کہا بکری کا۔ مرزا صاحب خاموش ہو گئے اور گھر جا کر اہلیہ سے کہنے لگے تو بڑی جُٹی بنی پھر دی سیں اوہ سانوں چھ مہینے توں بکریاں دا دودھ دے رہا ہے اور تم نے ایک دن نہیں سونگھ کر دیکھا۔ ہن پینیدی رہ بکریاں داہی۔ ایک مرتبہ آپ ویزا پر پاکستان جارہے تھے ۔ آپ کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ ایک بزرگ حضرت حاجی محمد الدین صاحب درویش نے کہا کہ میری بھی اہلیہ اور بیٹیاں وہاں ہیں۔ اگر میں ان کیلئے دو چار دوپٹے خریدوں تو آپ جا کر انہیں دے دینا۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے انہیں آٹھ دوپٹے لیکر دے دیئے کہ عید کا موقعہ ہے دو پوتیوں اور نواسیوں کو بھی مل جائے گا۔ مرزا صاحب نے رکھ لیا۔ پھر محترم ملک صلاح الدین صاحب سے ملاقات ہوئی تو مرزا صاحب نے کہا کل پاکستان جارہا ہوں دعا کریں سفر خیریت سے گزرے۔ ملک صاحب نے کہا میں دعاُ کروں گا اور ساتھ ہی کہا ہفتہ بعد عید آنے والی ہے اگر میں چند دوپٹے دوں تو آپ ساتھ لے جائیں گے؟ میں اپنے بیٹے کو لکھ دوں گا کہ وہ آکر آپ سے لے جائے مرزا صاحب نے ہاں کہہ دی۔ اس پر محترم ملک صاحب نے بھی 7-8 دوپٹے دے دیئے۔ چند اور درویشوں نے بھی بوجہ عید اپنے عزیزوں کے لئے دوپٹے دے دیئے۔ (دراصل ان دنوں ایک خاص قسم کا دوپٹہ چلا تھا جو اچھا بھی تھا اور مضبوط بھی۔ اس وجہ سے خاص طور پر احباب کی توجہ ہوئی)

1965ء کی ہند پاک جنگ کی وجہ سے بارڈر کئی سال بند رہ کر کھلا تھا اور خال خال ویزا ملتا تھا اور مرزا صاحب نہایت سادہ تھے۔ ایماندار تھے۔ وفادار تھے۔ سچ بولنے والے تھے۔ جب وہ بارڈر پر پہنچے اور کسٹم میں سامان چیک کرانے لگے تو اتفاق سے سب سے پہلے وہی سوٹ کیس سامنے آیا جس میں احباب کے دیئے ہوئے دوپٹے انہوں نے خاص طور پر الگ رکھ لئے تھے تا اپنے سامان میں مل نہ جائیں۔ اور مالکان کو دیتے ہوئے کوئی الجھن نہ پیش آئے۔ انسپکٹر کسٹم نے دیکھتے ہی کہا کہ آپ کپڑے کا بیوپار کرتے ہیں۔ جو اتنے دوپٹے لئے جارہے ہیں۔ مرزا صاحب نے کہا نہیں۔ دوسرا بکس سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ میرا سامان تو یہ ہے۔ جس میں چند سوٹ زنانہ اور چار پانچ دوپٹے تھے۔ انہوں نے پوچھا تو پھر یہ کیا ہے۔ کہنے لگے یہ مختلف لوگوں نے اپنے رشتہ داروں کو دینے کیلئے دیئے ہیں۔ میں نے الگ ہی رکھ لئے ہیں۔ اسپر کسٹم والوں نے ان کی سادگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ جن جن کے ہیں ان کا نام لکھوا دیں ان کا سامان ان کو واپس مل جائے گا اور جو آپکا اپنا ہے وہ آپ بخوشی لے جائیں۔ مرزا صاحب وہ بکس وہیں چھوڑ کر اپنا سامان لیکر چلے گئے۔ دو ماہ بعد جب واپس آئے تو سب نے پوچھا کہ ہمارے دوپٹے کسی کو بھی نہیں ملے وہ کیا ہوئے۔ مرزا صاحب نے کمال سادگی سے جواب دیا کہ وہ آپکو نہیں ملے۔ میں نے تو آپ کا نام وہاں لکھا دیا تھا۔

وفا کا مادہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ افسران کی اطاعت دل و جان سے کرتے تھے۔ اپنی اولاد کو یہی نصیحت کرتے تھے۔ نہایت درجہ کے صابر تھے۔ اپنے معاملہ میں کسی غرض سے شور مچانے والے نہ تھے۔ 1965ء کی جنگ کے نتیجہ میں ایک دم قیمتیں بڑھ گئی تھیں اور مہنگائی نے اوسط درجہ کے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی اور درویش تو پہلے ہی ہینڈ ٹو ماؤتھ تھے۔ اس وقت بعض بعض گھروں میں چولہا تک نہ جلتا تھا۔ اور سالن تو اکثر گھروں میں روزانہ نہیں پکتا تھا۔

نمک مرچ اچار سے کام چلتا تھا جن درویشان کے کسی روز چولہانہ جلنے کی خبر ملتی فوراً لنگر خانہ سے ان کے طعام کاانتظام کیا جاتا۔
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا یہ حکم تھا کہ کوئی بھوکا نہ رہے۔مرزا صاحب بھی کثیر العیال تھے اور آمد بہت کم تھی۔ آپکے ہاں بھی چولہانہیں جلا اور آپ نے اپنے صبر اور وفاء پر عمل کرتے ہوئے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ دوسرے روز یہ بات معلوم ہوگئی توفوراً کھانے کا انتظام کیا گیا۔ آپ وضوء کر کے نماز کیلئے تیار تھے۔ اہلیہ نے کہا کھانا آ گیا ہے کھالیں کہنے لگے تم سالن گرم کرو میں اتنی دیر میں نماز پڑھ لیتا ہوں۔ اہلیہ سالن گرم کر کے تیار ہو گئیں کہ مرزا صاحب سجدہ سے سراٹھائیں تو کھانا پیش کر دیں۔مرزا صاحب ہیں کہ سجدہ سے سرہی نہیں اُٹھا رہے۔ آخر قریب آکر دیکھا تو مرزا صاحب ورلی زندگی کی مصنوعی لذات کو دھکا دے کر ایک ہی جست میں حقیقی دنیا میں جس کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں پہنچ چکے ہیں۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس وفادار بندے پر اور ان کی اولاد پر۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو مستقبل روشن اور تابناک بنائے اور مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ اپنے قرب خاص میں مقام عطا فرمائے۔ آپ نے 26 نومبر 1969ء کو اس دنیا کو چھوڑا اور 27 نومبر 69ء کو بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

182 مکرم عبید الرحمٰن صاحب فانی بنگالی درویش

ابن مکرم عطاء الرحمٰن صاحب بنگالی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 1944ء میں تحریک فرمائی تھی کہ کم عرصہ میں ٹریننگ دے کر معلم تیار کئے جائیں جو دیہاتی علاقوں میں بچوں کو قرآن کریم اور ابتدائی دینی مسائل پڑھا سکیں۔ مدرسہ احمدیہ میں جو مبلغ تعلیم پاتے ہیں وہ آٹھ سال میں میدان عمل میں جانے کے قابل ہوتے ہیں۔ یہ عرصہ زیادہ ہے ہمیں جلد معلمین کی ضرورت ہے۔ یہ تربیتی میدان میں کام کریں گے مدرسہ احمدیہ سے فارغ ہونے والے مرکزی مبلغین کی جگہیں پر کام کریں گے۔ اس لئے نوجوان دیہاتی معلمین کیلئے زندگیاں وقف کریں۔ اس تحریک میں 1944ء میں داخل ہونے والے ایک سال کی ٹریننگ پا کر کلاس 1945ء میں میدان عمل میں چلی گئی۔ پھر 45ء میں داخل ہونے والے ایک سال ٹریننگ پا کر 1946ء میں جماعتوں میں بھجوا دیئے گئے۔ یہ تیسری کلاس تھی جن کا داخلہ 1946ء میں ہوا اور ستمبر 1947ء میں انہیں ٹریننگ مکمل کر کے جماعتوں میں چلے جانا تھا۔ مگر حالات اپریل 1947ء میں ہی خراب ہونا شروع ہو گئے تھے اور اس تیسری کلاس کا خاصا وقت پہروں اور حفاظتی ڈیوٹیوں میں گزر گیا تھا۔ ملک تقسیم ہو گیا اور جب قادیان سے آخری کنوائے 16 نومبر 1947ء کو جا رہا تھا تو اس پوری کلاس کو بھی قادیان میں رہنے کی ہدایت ہوئی۔ یہ کل 40 طلباء تھے اور ایک ان کے اتالیق مولوی عبد القادر صاحب احسان۔ یہ جملہ افراد بھی درویشان میں شامل کر دئے گئے۔ پہلی دونوں کلاسوں کو صرف ایک سال پڑھائی اور ٹریننگ کے لئے ملا تھا مگر اس کلاس کو 1950ء تک مسلسل پڑھنے اور ٹریننگ حاصل کرنے کا موقعہ مل گیا۔ اس عرصہ میں چند طلباء نے زیادہ محنت کر کے اپنی تعلیم مولوی فاضل تک مکمل کر لی اور وہ مرکزی مبلغین میں شمار ہوئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔



1۔ مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل 2۔ مکرم مولوی محمد یوسف صاحب۔ 3۔ مکرم مولوی عمر علی صاحب بنگالی۔ 4۔ مکرم گیانی بشیر احمد صاحب ماہل پوری۔
گیانی صاحب نے پنجابی میں گیانی کا امتحان دے کر پھر انگریزی کا امتحان دے کر B.A کر لیا اور عرصہ تک تعلیم الاسلام ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر کی خدمت پر مامور رہے۔ اس کلاس میں پانچ لڑکے بنگال سے تھے۔ ان میں سے ایک مکرم عبید الرحمٰن صاحب فانی تھے۔ آپ بڑے ذہین فہیم اور ہوشیار طالب علم تھے۔ 1950ء میں جب اس کلاس کے فارغ التحصیل طلباء کو ہندوستان کے مختلف مقامات پر بھجوایا گیا۔ مکرم عبید الرحمٰن صاحب فانی کو بنگال بھجوایا گیا تھا جہاں آپ بنگال کے مختلف مقامات پر خدمت بجالاتے رہے۔ سروس کے دوران جب کبھی بھی قادیان آئے ہشاش بشاش آتے اور یہاں آکر ایک فرحت محسوس کرتے۔ آخری مرتبہ جب جلسہ سالانہ 1971ء میں شرکت کے لئے آئے تو بڑی خوشی سے ملے۔ میں نے حال احوال پوچھا تو بتایا کہ حال پوچھا ہے مگر سچ پوچھیں تو پھٹکڑی پھول ہو گئی ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے ایسی بات نہ کریں۔ کہنے لگے میں سچ کہہ رہا ہوں ویسے بات چیت میں شگفتگی بدستور تھی۔ جلسہ سالانہ کے چند روز بعد سینہ میں درد کے باعث علیل ہوئے۔ اول اپنے احمدیہ شفاخانہ میں علاج کرایا۔ فائدہ نہ ہونے پر امرتسر لے گیا جہاں بہت سے ٹسٹ ہونے پر معلوم ہوا کہ ہارٹ اٹیک ہے۔ امرتسر میں ہی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور وہاں علاج ہوتا رہا مگر جوں جوں علاج ہوتا آپ کی صحت مائل بہ انحطاط ہی رہی۔ اڑھائی ماہ علاج ہو جانے پر آخر ایک روز ہسپتال میں ہی ہارٹ اٹیک ہوا اور آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ تاریخ وفات 12 مارچ 72ء
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آپ موصی تھے بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

183 مکرم حاجی خدا بخش صاحب درویش

ولد مولاداد صاحب شادی والا گجرات

ابتداء میں جو درویشان قادیان میں ٹھہرے تھے۔ ان میں 20 کے قریب درویش انصار اللہ کی عمر کے تھے اور باقی سب خدام کی عمر کے تھے۔ اطفال کی عمر کا کوئی بھی درویش نہیں تھا۔ باباجی خدا بخش صاحب بھی انصار اللہ میں شامل تھے۔ عبادت گزار اور کم گو بزرگ تھے۔ یوں تو ان پڑھ تھے مگر زندگی میں بہت کچھ تجربہ حاصل کیا ہوا تھا۔ زندگی کے عام امور میں اور خاص کر کاشتکاری اور دودھ والے جانور پالنے میں گہرا تجربہ رکھتے تھے اور عام درویش آپ کے مشوروں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ چند درویش جنہوں نے ابتداء درویشی سے ہی کاشتکاری اور بھینس پالنے کا شغل رکھا ہوا تھا۔ وہ خاص کر آپ کے مشورہ سے مستفیض ہوتے تھے۔ چند ایک بار بیل اور بھینس خریدنے کے لیے درویشوں کو کرنال اور حصار تک جانا پڑا تو بابا خدا بخش صاحب کو خاص طور پر ساتھ لے کر جاتے رہے۔

آپ کا اصلی نام پیراں بخش تھا۔ اس نام میں ایک حد تک شرک کا پہلو پایا جاتا تھا کیونکہ پیر تو کسی کی بخشش نہیں کر سکتے وہ تو خود محتاج ہیں۔ بخشش صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ نے آپ کا نام خدا بخش رکھ دیا تھا اور یہی نام آپ کا کاغذات میں رجسٹرڈ ہو گیا۔ آپ بھی ان خدام میں سے تھے جنہیں خدام حلقہ ناصر آباد کہا جاتا تھا۔ ان خدام کو اس وجہ سے کہ یہ مستقل طور پر خدمت مرکز کے لئے بلائے گئے تھے انہیں ایک حد تک ماہوار گزارہ بھی دیا جاتا تھا۔ باباجی خدا بخش صاحب بالکل سادہ زندگی گزارتے تھے اور اپنے گزارہ میں سے بچت کرتے رہتے تھے۔ 1950ء سے درویشان کی شادیوں کا سلسلہ شروع ہوا اور 1962ء تک بڑی سرگرمی سے جاری رہا۔ ازاں بعد خال خال درویش ہی باقی رہ گئے تھے جن کی شادی نہیں ہو سکی تھی۔ باباجی خدا بخش صاحب کی بھی شادی نہیں ہو پائی۔ آپ نے باقاعدہ شرعی ڈاڑی رکھی ہوئی تھی۔ اور 50 سال کی عمر تک آپ کے تمام بال سفید ہو چکے تھے۔ بالوں کو کبھی رنگ بھی نہیں دیا۔ بدیں وجہ آپ بڈھوں میں شمار ہو کر شادی سے محروم رہے۔

1962ء میں محترم حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعت احمدیہ نے حج کیا تو اس نیک نمونہ سے دیگر درویشان میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ہمیں بھی حج کرنا چاہیئے۔ چنانچہ درویشان جو زاد راہ رکھتے تھے اگلے سال حج پر جانے کے لئے تیار ہوئے ان کے اسماء اس طرح ہیں۔ (1) مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب (2) چوہدری عبدالحق صاحب (3) مکرم افتخار احمد صاحب اشرف۔ (4) مکرم بابا خدا بخش صاحب۔

اس طرح آپ حج پر آئے اور آپ کی طبیعت پر گہرا روحانی رنگ چڑھ گیا اور عبادات اور تہجد اور دعاؤں میں آپ ایک مثالی وجود بن گئے۔ صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کی واگزاری کا کیس 1954ء سے چل رہا تھا اس کا آخری فیصلہ 1963ء میں ہو گیا اور صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادیں واگزار ہو گئیں۔ اس میں ایک بڑی زرعی زمین بھی تھی۔ 1944ء میں گورنمنٹ نے موضع بھامڑی کا ریلوے سٹیشن نیلام کر دیا تھا۔ جب ریلوے لائن قادیان سے آگے بیاس تک لے جانے کا پروگرام تھا تو بھامڑی قادیان سے اگلا سٹیشن بنانا تجویز ہوا تھا۔ وہاں تک ریلوے لائن بچھانے کے لئے بھرتی بھی ڈال دی گئی تھی اور بھامڑی ریلوے سٹیشن کے لئے زمین بھی ایکوائر کر لی گئی تھی۔

بعد میں جنگ کی وجہ سے کام رکا رہا اور جنگ کے خاتمہ پر آزادی ہند کا پروگرام پختہ ہو گیا تھا۔ اس لئے سرکار نے یہ منصوبہ ترک کر دیا اور جو زمین لائن بچھانے اور ریلوے سٹیشن کے لئے ایکوائر کی تھی وہ نیلام کر دی گئی بھامڑی ریلوے سٹیشن کی زمین 40 سٹینڈرا یکڑ تھی۔ یہ زمین نیلامی میں صدر انجمن احمدیہ نے خرید لی تھی۔ اس پر قبضہ کے لئے وہاں ایک جلسہ کیا گیا تھا جس میں قادیان سے خدام کی خاصی تعداد گئی ہوئی تھی۔ ہمارے جلسہ پر بھامڑی کے لوکل افراد نے حملہ بھی کر دیا تھا اور اس جھڑپ میں طرفین کے 80 افراد زخمی ہوئے تھے۔ خاکسار بھی اس موقعہ پر گیا ہوا تھا۔ درویشوں میں سے مولوی بشیر احمد صاحب بانگڑوی بھی گئے ہوئے تھے اور انہیں بھی زخم آئے تھے۔ یہ زمین جب واگزار ہوئی تھی اس وقت گورنمنٹ اس کو پاکستان سے آئے پناہ گزینوں میں الاٹ کر چکی تھی اب وہ زخم خوردہ تھے۔ گورنمنٹ نے صدر انجمن احمدیہ سے کہا کہ اس کے بدلہ میں آپ کو متبادل

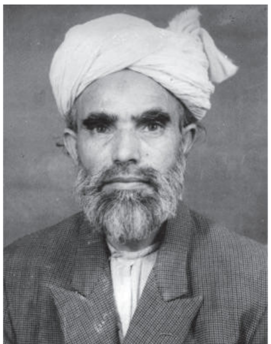
رقبہ دیا جا سکتا ہے۔ یہ زمین چاہی درجہ اول تھی اور اس کے تبادلہ میں بارانی زمین دی گئی یہ زمین موضع مانے پور میں تھی اور چونکہ بارانی تھی رقبہ میں اضافہ کر کے چالیس ایکڑ کی جگہ 1170 ایکڑ دی گئی تھی مانے پور میں اس پر قبضہ کے لئے یہ تجویز ہوا کہ باباخدا بخش صاحب کو وہاں بھجوایا جائے۔ بابا جی تیار ہو گئے اور وہاں قریب تین سال تک قیام کر کے زمین کی نگرانی اور اسے کاشت کرواتے رہے۔ یہ گاؤں مانے پور پاکستان بارڈر پر تھا۔ اور چونکہ بارڈر ایریا کے لوگ (دونوں طرف کے) سمگلنگ بھی کرتے رہتے ہیں۔

اس وجہ سے یہاں پر آنے جانے والے کو پولیس مشکوک نگاہ سے دیکھتی ہے۔ چونکہ صدر انجمن احمدیہ کے افسران اور ناظر صاحبان کو بھی زمین کے معاملات ٹھیکہ بٹائی وغیرہ کے لئے بار بار وہاں جانا پڑتا تھا۔ اس لئے جماعت نے پسند نہیں کیا کہ وہاں یہ جائیداد قائم رکھی جائے تو خود درخواست دے کر اس کا تبادلہ اور دریاس بیاس کے کنارے ایک گاؤں رجوعہ بہادر پور میں کروالیا گیا ہے۔ چونکہ یہ رقبہ بارانی تھا اس لئے برابر تبدیل ہو گیا تھا۔ رجوعہ میں یہ زمین موجود ہے جس میں سے تقریباً پینتیس ایکڑ زیر کاشت ہے اور باقی رقبہ ڈھائی ہیں۔ زیر کاشت رقبہ میں صدر انجمن احمدیہ نے ٹیوب ویل لگایا ہوا ہے۔ اس رقبہ پر بھی قبضہ و نگرانی کے لئے مکرم باباجی خدا بخش صاحب کو بھجوایا گیا اور آپ کئی سالوں تک یہ خدمت بحسن و خوبی بجالاتے رہے۔ ازاں بعد آپ نے اپنی صحت اور کمزوری کے باعث معذرت کر دی۔ آپ کی عمر بھی اب آرام کرنے کے مقام تک پہنچ چکی تھی۔ آپ کو ریٹائر کر دیا گیا۔ آپ بڑی ہمت اور حوصلہ والے تھے۔ جب تک صحت نے اجازت دی اپنے کام مثلاً لنگر خانہ میں جا کر کھانا لانا اپنے کپڑے دھولینا وغیرہ خود ہی کرتے رہے۔ جب آہستہ آہستہ صحت بہت کمزور ہو گئی تو آپ کو مکرم چوہدری ولی محمد صاحب گجراتی جو رشتہ میں آپ کے بھتیجے تھے۔ اپنے گھر لے گئے اور تادم آخر آپ نے باباجی خدا بخش صاحب کی بہت اچھے رنگ میں خدمت کی۔ علاج معالجہ میں ہر ممکن کوشش کے باوجود آپ روز بروز کمزور ہوتے چلے گئے اور آخر وہ وقت آن پہنچا جو ازل سے ہر ذی روح کے لئے مقدر ہے۔ آپ مؤرخہ 28.11.83 کو بوقت شب جبکہ اس فانی دنیا کے باغوں میں ویسے ہی موسم خزاں کا راج ہوتا ہے۔ اس دنیا سے ناطہ توڑ کر بہشتی مقبرہ کی مقدس زمین کی گود میں آسودہ ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قرب خاص میں جگہ دے۔ آمین

184 مکرم حافظ اللہ دین صاحب درویش

ولد نواب دین صاحب ساکن مگھیال ضلع کیملپور



مکرم حافظ صاحب اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔ باقی سارا خاندان مخالف تھا اور انہیں اس قدر تنگ کیا گیا کہ یہ اپنا علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ آپ نے حفظ قرآن کریم کیا ہوا تھا اور پنجاب میں حفاظ کو عموماً مساجد میں امامت کی صورت میں روزی ملا کرتی تھی۔ احمدی ہو جانے کے بعد کوئی بھی مسلم فرقہ آپ کو اپنی مسجد میں امامت کے لئے قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ آپ کی پہلی بیوی بھی آپ سے چھین لی گئی اور آپ کو گھر سے نکال دیا گیا۔ آپ پریشان حال قادیان پہنچے۔ یہ 1946ء کی ابتداء تھی۔ یہاں ماہ مئی میں دیہاتی مبلغین کی کلاس نمبر 3 شروع ہونے والی تھی۔ آپ نے اس کلاس میں داخلہ کے لئے درخواست دے دی جو منظور ہو گئی اور آپ کلاس نمبر 3 میں پڑھنے لگے۔ اس کلاس نے اگست 1947ء تک اپنی تعلیم ختم کرنی تھی۔ مگر ملک کی آزادی کی مہم کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی اور آزادی اپنے ساتھ لائی بدامنی، فساد، خونریزی، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ اور مکانات ڈھانا اور جلانا۔ ان حالات میں قادیان کی اکثر آبادی کو اپنی معمول کی مصروفیات سے توجہ ہٹا کر حفاظت کا فریضہ ادا کرنا پڑا۔ اور دیہاتی مبلغین کلاس اپنی تعلیم سے وجہ ہٹا کر محلہ جات میں پہرہ داری اور دیگر خدمات میں شامل ہو گئے۔ تاآنکہ ملک تقسیم ہو گیا اور دونوں طرف آزادی وطن کے جھنڈے اس حال میں لہرائے گئے کہ لاکھوں لاشیں بے گور و کفن پڑی آزادی کی پرمسرت تقریب پر مسکرا رہی تھیں۔

آزادی کے اعلان کے بعد بھی تین ماہ تک گلی گلی میں مقتل کھلے رہے۔ ہر دو طرف کے غنڈہ عناصر کو کھلی چھٹی تھی کہ انسانی خون سے ہولی کھیلیں۔ بچوں

کو دومنزلہ مکانوں کی چھتوں سے اچھال کر، زمین پر پٹاخہ چلا کر انسانیت کی گراوٹ کا ریکارڈ توڑیں مکان جلتے رہے۔قدرت کی طرف سے بارشوں کی بہتات سے ساتھ کے ساتھ ڈھل کر زمین صاف ہوتی چلی گئی۔نومبر کے وسط تک زمین سے انسانی خون کے رنگ کا نشان تک مٹ گیا اور جگہ جگہ انسانی ہڈیوں کے ڈھانچوں کے ڈھیر پڑے رہ گئے جس پر سے گوشت پرندوں نے نوچ نوچ کر کھالیا اور خالص ہڈیاں کئی سال تک انسانی ذہنوں کو جھنجوڑتی رہیں۔خدا خدا کر کے یہ دور وحشت کا ختم ہوا اور لوگ اپنے معمول کے کاروبار زندگی میں مصروف نظر آنے لگے۔جنوری 1948ء سے دیہاتی مبلغین کی کلاس کی پڑھائی دوبارہ شروع ہوگئی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کے تحت ہوا کہ دیہاتی مبلغین کی اس کلاس نے تقسیم شدہ ہندوستان میں میدان تعلیم وتربیت میں اہم رول ادا کرنا تھا۔ اس لئے ان کی اپنی ٹریننگ کا بھی خصوصی دھیان رکھا جانا چاہیئے تھا لہٰذا خود ایسے سامان ہوتے چلے گئے کہ اس کلاس کو پڑھائی اور ٹریننگ کے لئے ایک سال کی بجائے چار سال کا عرصہ میسر آ گیا۔ اور بعد ازاں انہیں ہندوستان کی مختلف جماعتوں میں بھجوا دیا گیا۔ یہ کل 40 معلمین تھے۔ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لے کر انہیں حسب موقعہ ومحل بھجوایا جاتا رہا۔

قادیان میں 313 افراد کا انتخاب کرتے وقت کئی باتوں کو اس وقت مدنظر نہیں رکھا گیا تھا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مخفی حکمت کے تحت وہ سب ضرورتیں ان 313 افراد میں مہیا فرمادی ہوئی تھیں۔ 1948ء میں رمضان کا مقدس مہینہ 9 جولائی کو شروع ہو رہا تھا۔عین رمضان المبارک سے چند روز قبل یہ سوال سامنے آیا کہ رمضان میں نماز تراویح میں قرآن کریم سنانے کے لئے ہمارے پاس حفاظ کرام بھی موجود ہیں یا نہیں۔جائزہ لینے پر یہ صورت حال سامنے آئی کہ ابتدائی درویشان میں دیہاتی مبلغین کلاس میں بہترین حافظ مکرم حافظ الٰہ دین صاحب موجود ہیں۔جن کی زبان نہایت صاف اور ہر طرح کی لکنت سے مبرا تھی۔قرآن کریم بھی نہایت صحت کے ساتھ پڑھتے تھے۔دوسرے مؤرخہ 5 جنوری کو پاکستان سے تبادلہ میں آنے والے افراد میں بھی ایک حافظ قرآن مکرم حافظ نور الٰہی صاحب بھی آگئے تھے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر دو مرکزی مساجد میں قرآن کریم سنانے کے لئے حفاظ کا انتظام فرمادیا۔الحمد للہ علی ذالک۔مکرم حافظ الٰہ دین صاحب نے 30 سال تک مرکزی مساجد میں، کبھی مسجد مبارک اور کبھی مسجد اقصیٰ میں نماز تراویح میں قرآن کریم سنانے کی سعادت پائی۔

1952ء سے مدرسہ احمدیہ کا بھی نئے سرے سے اجراء ہوگیا تھا۔مدرسہ میں حافظ کلاس بھی جاری کر دی گئی تھی۔مکرم حافظ الٰہ دین صاحب حافظ کلاس کے ٹیچر مقرر ہوئے تھے۔اس کلاس کو بھی 25 سال تک پڑھانے کی توفیق پائی اور حافظ صاحب کی شاگردی میں مزید چار پانچ نوجوان قرآن کریم حفظ کر کے ٹرینڈ ہوگئے اور انہوں نے یہ خدمت سنبھال لی تھی۔ 1980ء سے ہی حافظ صاحب سخت کمزوری محسوس کرنے لگ گئے تھے۔(اس جگہ یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ مکرم حافظ صاحب کی دوسری شادی حیدر آباد دکن میں ہوئی تھی۔اس بیوی کے بطن سے آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی یادگار تھے۔ایک لڑکا وفات پا چکا ہے۔ایک لڑکا اور لڑکی موجود ہیں۔لڑکا معلمین کلاس پاس کر کے پنجاب کے مختلف مقامات میں معلم کے فرائض ادا کر رہا ہے) کوئی خاص بیماری بھی نظر نہیں آتی تھی مگر کمزوری تھی کہ بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔پہلے آپ کی رہائش مسجد اقصیٰ کے مغربی جانب والے خادم مسجد کے کواٹر میں تھی بعد ازاں انہیں مسجد ناصر آباد کے قریب ایک کشادہ مکان میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔اہلیہ اور بچوں نے بڑی خدمت کی اور جماعت کی طرف سے بھی ان کے علاج میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا مگر کمزوری تھی کہ بتدریج بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔

کل من علیھا فان ہر ایک نے اپنے وقت پر سرائے فانی سے کوچ کر جانا ہے۔وقت مقدر کا انتظار ہر ایک کو کرنا پڑتا ہے۔حافظ صاحب کا بھی وقت آن پہنچا تھا مورخہ 30.12.83 کو جب ابھی جلسہ سالانہ کے مہمانان کی ایک خاصی تعداد بھی قادیان میں موجود تھی اور روحانی موسم بہار تھا دعاؤں اور قبولیت کا مہینہ تھا مکرم حافظ صاحب ہنستے کھیلتے گھر سے منہ موڑ کر آستانہ الٰہی کی محبت میں کشاں کشاں روانہ ہوگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد کا مستقبل روشن اور تابناک بنائے۔آمین مورخہ 30.12.83 کو بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی

185 مکرم محمد ابراہیم صاحب غالب درویش

ولد مکرم دلاور علی صاحب



بمقام سونیا بازار ڈاکخانہ کٹوریہ ضلع بھاگلپور بہار میں اپنی یاداشتوں میں جب پیچھے کی طرف جھانکتا ہوں تو دور بہت دور ایک ہلکا سا تصور ابھرتا ہے۔ 65 سال قبل میں دیکھتا ہوں کہ ایک پست قد نوجوان سائیکل سوار ہے۔ اس کے پاؤں پیڈل تک نہیں پہنچ پاتے وہ دائیں پیڈل کو دبانا چاہتا ہے تو آدھا جسم سائیکل سے دائیں جانب نیچے لٹک جاتا ہے۔ اور پھر بائیں طرف اسی انداز سے لٹکتا ہوا سائیکل بھگائے ہوئے چلا جارہا ہے۔ میری طبیعت میں تجسس پیدا ہوا کہ دیکھوں ان کو کون سی مہم درپیش ہے کہ اس قدر دھوپ اور گرمی میں اس قدر مشکل فریضہ ادا کر رہا ہے۔ میں نے دو چار روز باقاعدہ جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آپ دفتر تحریک جدید اور دارالمجاہدین کے درمیان چکر لگاتے رہتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آپ دفتر تحریک جدید میں بطور مددگار کارکن ملازم ہیں۔ اور آپ کی ڈیوٹی دارالمجاہدین میں لگی ہوئی ہے۔ دارالمجاہدین ان دنوں ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کی کوٹھی موسومہ بیت الحکمت میں تھا۔ یہ کوٹھی اب بھی باب الانوار میں جوں کی توں موجود ہے۔ یاد رہے کہ جس طرح دیہاتی جماعتوں کی تربیتی ضروریات کو مدنظر رکھ کر سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے دیہاتی مبلغین کلاس کا اجراء فرمایا تھا۔ اسی طرح یورپ میں تبلیغ کے لئے گریجویٹ نوجوانوں کو ٹریننگ دے کر یورپ میں بھجوانے کا بھی منصوبہ بنایا گیا تھا اور قریباً 25۔30 گریجویٹ نوجوان ٹریننگ پا رہے تھے۔ اس کلاس کو مجاہدین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور ان کا قیام بیت الحکمت میں تھا اور اسی ادارہ میں مکرم محمد ابراہیم صاحب مددگار کارکن تھے۔

سوئیا بازار بھاگل پور سے اچھا خاصا سفر پیدل چل کر دور دو پہاڑیوں کے ایک درہ کو عبور کر کے ایک پچھڑا ہوا گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں محمد ابراہیم صاحب نے آنکھیں کھولیں۔ گاؤں میں پرائمری تک کا سکول تھا وہاں ہی تعلیم حاصل کی اور بچپن گزارا۔ بلوغت کے دروازہ پر دستک دیتے ہی والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ گاؤں میں ہی محنت مزدوری کرنے لگے۔ وقت گزرتا گیا جس طرح بھی بن پڑا۔ آخر گاؤں کے ماحول سے تنگ آکر گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بھاگل پور لکھنؤ ہوتے ہوئے کانپور پہنچے۔ کانپور میں چونکہ یہ ایک تجارتی اور صنعتی شہر تھا مزدوری ملنے کے اچھے مواقع تھے۔ یہاں پر مزدوری کرتے رہے اور یہیں آپ نے احمدیت قبول کی۔ کانپور میں علاقہ سیالکوٹ کے بھی کئی لوگ مزدوری کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک تعداد احمدیوں کی بھی تھی۔ یہ لوگ جب سیالکوٹ اپنے گھروں میں ملنے کے لئے آئے تو ان کے ہمراہ محمد ابراہیم صاحب بھی چلے آئے کہ چلو اس طریقہ سے قادیان سے کچھ اور قریب ہو جاؤں گا۔ سیالکوٹ میں بھی مزدوری کی۔ وہاں مزدوری کرتے رہے اور احمدی احباب سے تعلق قائم رکھا۔ یہ 1935ء کا ذکر ہے۔ 1935ء میں جب سیالکوٹ سے احباب جماعت جلسہ سالانہ پر قادیان آئے تو آپ بھی ان کے ہمراہ جلسہ سالانہ پر قادیان آگئے اور اسی سال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر دستی بیعت کی سعادت پائی اور پھر قادیان میں ہی رہ پڑے۔ چار سال تک محنت مزدوری کر کے گزارہ چلاتے رہے۔ آخر 1939ء میں دفتر تحریک جدید میں مددگار کے طور پر ملازمت مل گئی۔

آپ کا قیام رات کو بھی دارالمجاہدین میں ہوتا تھا اور یہ سراسر علمی اور ادبی ماحول تھا۔ آپ بھی اردو میں معمولی تک بندی کرنے لگے۔ کسی نے مذاقاً کہہ دیا کہ آپ تو اچھے خاصے شعر کہہ لیتے ہیں۔ آپ کا تخلص تو ذوق مناسب رہے گا (محمد ابراہیم ذوق ایک عظیم شاعر گزرے ہیں) چنانچہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ ذوق لکھنا شروع کر دیا۔

دارالمجاہدین اور جامعہ احمدیہ کے لڑکے گرمیوں میں پہاڑی علاقوں میں معلوماتی سیر اور ٹرپ کا پروگرام بنایا کرتے تھے۔ 1944ء میں ماہ جون میں دارالمجاہدین میں زیر تعلیم لڑکوں نے ڈلہوزی جانے کا پروگرام بنایا۔ اس سفر میں پروگرام یہ تھا کہ پٹھانکوٹ تک ریل سے سفر کریں گے۔ اور آگے پہاڑی علاقہ میں سفر پیدل ہوگا۔ کھانا پکانے کا اور دیگر سامان ساتھ ہوگا۔ جہاں رات آجائے گی وہیں قیام ہوگا اور اگلے روز پھر پیدل سفر جاری رہے

گا۔مکرم محمد ابراہیم صاحب ذوق بھی ساتھ تھے۔ دوروز سفر کر کے تیسری رات ایک ایسے مقام پرٹھہرنا تھا جو ڈلہوزی سے 18 میل دور ہے۔ یہاں پہنچ کر اپنے خیمے نصب کر دیئے اور کھانے کی تیاری شروع ہوگئی۔ اس مقام سے ڈلہوزی کی لائٹیں صاف نظر آتی ہیں۔سب دیکھ رہے تھے یہ نظارہ مکرم محمد ابراہیم ذوق بھی دیکھ کرمتاثر ہو رہے تھے۔ اس پر انہوں نے شعر یوں موزوں کیا۔

جب رہ گئے ڈلہوزی کے اٹھارہ میل
ڈلہوزی آتا ہے نظر ستاروں کی طرح

اسپر واہ واہ کہہ کرسب نے داد دی اور کسی نے یہ کہہ دیا کہ آپ کے کلام میں تو غالب کا رنگ جھلکتا ہے اور آپ ذوق تخلص کرتے ہیں۔آپ کا تو تخلص غالب ہونا چاہئے۔تب سے آپ نے اپنا تخلص غالب کرلیا۔ رجائی طبیعت کے مالک تھے۔ ہر ایک سے ہنس کر ملتے اور بات چیت میں تھوڑی ہنسی بھی شامل رہتی۔ کام کو کبھی عار نہ سمجھتے اور جو کام کہا جاتا فوراً کرنے کو تیار ہوجاتے۔ پان کھانا ان کی عادت تھی۔ اردو بولتے تھے اور لمبا عرصہ پنجاب میں رہنے کی وجہ سے پنجابی اچھی طرح سمجھ لیتے تھے مگر بول نہیں سکتے تھے۔ پاجامہ قمیض اور سر پر رومی ٹوپی آپ کا لباس تھا۔ 1947ء میں جب قادیان سے لوگ جارہے تھے غالب صاحب بھی کسی قافلہ (کنوائے) میں لاہور چلے گئے تھے۔ وہاں جاکر جب یہ معلوم ہوا کہ قادیان میں کچھ لوگ بطور درویش قیام پذیر ہیں اور یہ کہ وہاں سے اشد ضرورتمند افراد کا تبادلہ متوقع ہے تو آپ نے اپنا نام قادیان آنے والوں میں لکھوا دیا اور باری آنے پر 11 مئی 1948ء کو قادیان آ گئے۔آپ نے اپنے قبول احمدیت کے بارہ میں اپنا حلفیہ بیان مولوی محمد صدیق صاحب فاضل کو نوٹ کرایا تھا جو کتاب بشارات رحمانیہ کے صفحہ نمبر 52 پر ہے۔

’’ میں مقام سوئیا بازار ضلع بھاگلپور ڈاک خانہ کٹوریہ علاقہ بہار کا رہنے والا ہوں۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے صوم وصلوٰۃ کا پابند ہوں۔ چھوٹی عمر میں ایک کتاب بہشتی زیور پڑھا کرتا تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی نشانیاں بتائی گئی تھیں کہ جب مسیح آئیں گے تو ایسے ایسے کام کریں گے ان حالات کو پڑھ کر میں دردِ دل سے دعا کیا کرتا تھا کہ خدایا جب مسیح آئے تو مجھے بھی اس کی جماعت میں داخل کرنا۔‘‘

’’ آج سے تقریباً 16-15 سال قبل کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ عید الفطر کے دوسرے روز صبح کو میرے سر میں درد شروع ہوگیا تو میں گھر میں چارپائی پر لیٹ گیا اور درود شریف بھی پڑھنا شروع کر دیا۔اسی حالت میں مجھ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی اور میں نے اس غنودگی میں ایک نظارہ دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو کہہ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آ گئے ہیں میں نے بیدار ہوتے ہی لوگوں کو یہ خواب سنایا۔قریباً تمام نے کہا خواب اچھا ہے۔تم نے نبی کے بارہ میں دیکھا ہے۔ اس کے بعد طبیعت کچھ اداس اور بے چین رہنے لگی بعض دفعہ طبیعت اتنی بے چین ہوتی تھی کہ میں الگ جاکر رونا شروع کر دیتا تھا۔ بہت لوگ میری اس حالت کا سبب پوچھتے تھے مگر میں ان کو بوجہ بے چینی کے کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکتا تھا۔ آخر کچھ دنوں کے بعد میں گھر سے باہر نکلا اور بنارس، جونپور، گورکھ پور اور لکھنؤ میں ٹھہرتا ہوا کانپور سول لائن میں ایک صاحب مسمی عبد الرزاق جو غیر احمدی تھے کا ایک بنگلہ تھا جس میں بہت سی دوکانیں تھیں جہاں چند روز مزدوری کا کام کرتا رہا۔

اس بنگلہ میں منشی سراج الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ کانپور کے لڑکے شریف احمد کی بھی دوکان تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ لوگ اکٹھے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا تو مجھ سے مسمی عبد الرزاق صاحب کے لڑکے نے دریافت کیا۔ یوں تو صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند ہو کبھی کوئی خواب بھی دیکھا ہے تو میں نے مذکورہ بالا خواب تفصیل کے ساتھ سنا دیا۔ اس پر لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے مگر شریف احمد صاحب احمدی نے کہا یہ پھر سناؤ میں نے پھر سنایا تو کہنے لگے کہ تمہارا خواب بہت سچا ہے آگے خدا تمہیں ہدایت کرے اور اس کے بعد میں اپنے کام میں لگا رہا۔

شریف احمد صاحب احمدی کے والد مجھے تبلیغ کرنے لگے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں دکھانے لگے اور علماء وقت کے حالات سے آگاہ کیا۔ آخر مجھ پر احمدیت کی صداقت کھل گئی۔ میں نے احمدیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھنا شروع کر دی۔ مکرم سراج الدین صاحب نے احمدیت سے بھی آگاہ کیا اور چندہ کا بھی ذکر کیا۔

جب میں نے احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دیں تو لوگوں نے کچھ مخالفت بھی شروع کر دی اور منع بھی کرنے لگے کہ اس طرف نہ جاؤ اس

کے بعد میں نے خدا تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ خدایا تو ہی راہ راست بتا۔ میں سخت حیران ہوں کیونکہ دونوں طرف بڑے بڑے بزرگ اور عالم ہیں۔ اب کس کی بات کا یقین کروں اور کس بات کا یقین نہ کروں اور میں اس وقت تک چندہ بھی نہیں دوں گا جب تک تو خود مجھے اس شخص کے بارے میں نہ بتائے گا کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا۔

پھر ایک رات میری طبیعت سخت بے چین رہی حتیٰ کہ نیند بھی نہ آئی۔ اسی حالت میں میرے دل میں ایک القاء ہوا کہ جب صداقت کھل گئی ہے تو کیوں جلدی بیعت نہیں کر لیتے چنانچہ میں صبح بیدار ہوتے ہی احمدیوں کے پاس گیا اور کہا میں آج سے پورا احمدی ہو چکا ہوں۔ اب چندہ بھی دوں گا۔ اس کے بعد میں نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بیعت کا خط بذریعہ امیر جماعت (احمدیہ کانپور) لکھوا دیا۔ حضور نے خاکسار کی بیعت منظور فرما کر جواب سے بھی اطلاع دی۔ ''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں (کہ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور شریر لوگوں کا کام) یہ خواب میں نے اسی طرح دیکھے تھے جس طرح کہ میں نے مولوی صدیق صاحب فاضل مجاہد تحریک جدید کو لکھوائے ہیں اور میں 1935ء کے جلسہ سالانہ میں ڈاکٹر بشیر احمد صاحب احمدی کے سامنے دستی بیعت کے موقع پر حضور پر نور سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کو بھی سنائے تھے۔''

11 مئی 1948ء کو قادیان آنے پر آپ کو بطور درویش رکھ لیا گیا۔ اور دیگر درویشان کی طرح لنگر خانہ سے روٹی اور متفرق اخراجات کے لئے۔ 5 روپے ماہوار گزارہ مقرر ہوا۔ درویشان کی جب شادیاں کرنے کی ہدایت آگئی تو اولیت ان درویشان کو ملی جو صدر انجمن احمدیہ کے باقاعدہ ملازم تھے اور اپنے گریڈ کی مقررہ تنخواہ پاتے تھے۔ باقی درویشان جو لنگر خانہ سے روٹی اور۔ 5 روپے ماہوار پاتے تھے کی فیملی کے لئے گزارہ کا فیصلہ کچھ تاخیر سے ہوا اور ان کی شادیاں بھی تاخیر سے ہوئیں۔ قادیان میں حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نمائندہ خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نمائندہ تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ جب ناظر دعوۃ و تبلیغ کی حیثیت سے موجود تھے۔ مکرم غالب صاحب دفتر تحریک جدید کے سابق مددگار کارکن ہونے کے ناطے محترم حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ ہی منسلک رہے۔ آپ کا قیام بھی الدار میں ہی تھا جب تک آپ کی شادی نہیں ہوئی آپ کھانا بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کی میس سے کھایا کرتے تھے اور محترم صاحبزادہ صاحب بھی ان پر بڑی نظر شفقت رکھتے تھے۔ جب آپ کی شادی شاہجہانپور میں طے پا گئی اور دلہن کو لے کر آنے والے تھے۔

خاکسار اور مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب ایک ضروری مشورہ کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس گئے ہوئے تھے۔ رات کا قریباً 9 بجے کا وقت ہوگا حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ایک کام ذہن سے اترا ہوا رہ گیا ہے۔ غالب صاحب شادی کے لئے گئے ہوئے ہیں کل صبح وہ آنے والے ہیں۔ اور ان کا پلنگ اور نواڑ پڑی ہے۔ کیا اس وقت کوئی بننے والا مل سکے گا۔ ہم نے عرض کیا حضرت ایک نہیں دو حاضر ہیں۔ آپ وہ پلنگ اور نواڑ دیں ہم ابھی اس کو تیار کر دیتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت سیدہ ام طاہر رضی اللہ عنہا کے مکان الموسومہ دار البرکات کے کمرہ میں وہ پلنگ اور نواڑ دکھا دی۔ ہم دونوں نے ہاتھوں ہاتھ ایک گھنٹہ کے اندر اندر پلنگ بن کر تیار کر دیا۔ محترم حضرت صاحبزادہ صاحب اتنی دیر میں ہمارے لئے چائے بنوا کر لے آئے اور یہ دیکھ کر کہ کام ہو چکا ہے۔ بہت خوش ہوئے۔ شادی کے بعد اللہ تعالیٰ نے غالب صاحب کو اولاد کی نعمت سے بھی نوازا اور آپ کو پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے عطا فرمائے۔

1982ء میں ہی آپ کی طبیعت خراب رہنے لگ گئی تھی کھانسی بھی تھی اور سانس بھی پھولتا تھا۔ بڑی توجہ سے علاج ہوتا تھا مگر فائدہ کی بجائے کمزوری بڑھتی جاتی تھی۔ امرتسر جا کر مکمل ٹیسٹ کرائے گئے تو معلوم ہوا کہ سانس کا عارضہ کھانسی کی وجہ سے نہیں بلکہ کھانسی پھولنا دونوں تکالیف ہارٹ کی وجہ سے ہیں۔ یہ تشخیص ہوجانے پر ان لائنوں پر علاج شروع ہوا۔ بیماری جیت چکی تھی۔ آخر وہ مقدر وقت آن پہنچا اور آپ ایک ہنستا کھیلتا بچوں سے بھرا ہوا گھر چھوڑ کر مورخہ 83-10-1 کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کو روانہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ شاکر صابر عبادت گزار وفادار فرمانبردار اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بھی یہ خوبیاں عطا کرے اور ان کا مستقبل روشن اور تابناک بنائے۔ آمین۔ آپ موصی تھے مورخہ 83-10-2 کو بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

186 مکرم چوہدری سردار محمد صاحب درویش

ولد محمد عبداللہ صاحب ساکن ونجواں نزد بٹالہ

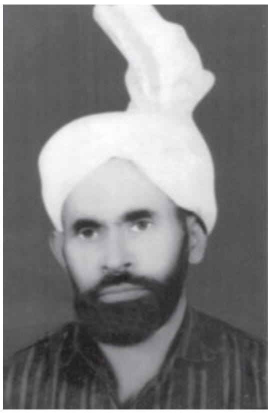
آپ بھی 1947ء میں 15 نومبر کو قادیان ٹھہرنے والے درویشوں میں سے تھے۔ آپ بٹالہ کے پاس ایک گاؤں ونجواں کے رہنے والے تھے۔ زمیندار ہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ زمین کم تھی اس لئے گزارہ تنگی سے ہوتا تھا۔ اور 25 سال کی عمر ہوجانے کے باوجود شادی نہیں کر پائے تھے۔ 1939ء میں جب جنگ عظیم ثانی شروع ہوئی تو کثرت سے لوگ فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ انہوں نے بھی سوچا کہ زمین کم ہے گزارہ مشکل سے ہوتا ہے کیوں نہ میں بھی فوج میں بھرتی ہوجاؤں۔ اس سے ایک میرا خرچ گھر سے کم ہوجائے گا، دوسرے مجھے معقول آمدنی ہوگی تو شادی بھی کرلوں گا اور اپنا گھر بسالوں گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے بھرتی کروانے والے ایک ایجنٹ سے رابطہ کیا۔ اور اس کو کہا کہ مجھے کسی اچھی لائین میں بھرتی کرادیں جس سے معقول آمد ہو۔ اس ایجنٹ نے کہا اس وقت واشرمین بھرتی کرنے کے لئے سرکار کی طرف سے آرڈر آیا ہوا ہے یہ بہت اچھی ملازمت ہے آرام دہ بھی ہے اور تنخواہ اچھی ہے۔ آپ ان پڑھ تھے پوری بات کو سمجھ نہیں پائے اور ہاں کر دی وہ شخص آپ کو جالندھر ساتھ لے گیا اور بھرتی کروادیا۔ ابتدائی ٹرینگ کے بعد جب آپ کو کپڑے دھونے کے کام پر لگایا گیا تو تب آپ کو معلوم ہوا کہ میرے ساتھ ایجنٹ نے دھوکہ کیا ہے بہرحال مجبوراً آپ اس کام میں لگے رہے اور دیگر افراد سے کام سیکھ کر خود بھی ایک اچھے ماہر دھوبی بن گئے۔

چھ سال سروس کے بعد جب جنگ بند ہوگئی تو گورنمنٹ نے فوجی عملہ کو فارغ کر واپس گھروں کو بھجوادیا چوہدری سردار محمد صاحب بھی 1947ء کے شروع میں ملٹری سے فارغ ہوکر گھر لوٹ آئے۔ چند ماہ گھر گزارنے کے بعد آپ نے سوچا کہ قادیان میں خدمت کے لئے خدام کو بلایا جارہا ہے میں یہاں فارغ ہی تو ہوں کیوں نہ میں قادیان جاکر کوئی خدمت کروں اس خیال کے آنے پر آپ قادیان چلے آئے۔ اور قادیان سے پوری آبادی انخلاء تک مختلف محلہ جات میں پہرہ کی ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ 16 نومبر 1947ء کو 313 درویشان میں آپ قادیان میں رہ پڑے۔ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضور انور کے ارشاد مبارک پر قریباً سب درویشان کی شادیاں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوگئیں مگر صرف دو افراد۔ مکرم چوہدری سردار محمد صاحب ونجواں اور مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب سیالکوٹی کی شادیاں نہیں ہوپائیں۔ آپ محنتی آدمی تھے اور اپنا کام خود ہی کرلیا کرتے تھے۔ 1981ء کے آخر میں ہی آپ کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ اپنے کمرہ میں پڑے رہتے کوئی آتا جاتا تو اس کو بھی ناپسند کرتے۔ جنوری 82ء میں زیادہ کمزور ہوگئے اور مسلسل بخار بھی رہنے لگا۔ تب آپ کی خدمت بھی دیگر بزرگ درویشان کی طرح خدام کے سپرد ہوئی۔ احمدیہ شفاخانہ سے علاج جاری رہا مگر طبیعت مائل بہ انحطاط رہی اور فروری کی دس تاریخ کو انہیں بلاوا آگیا اور آپ نے اس پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی جوان کے پاس بطور امانت چلی آرہی تھی امانت دار کے سپرد کر دی اور جسم خاکی جو زمین کی امانت تھا قادیان کی مقدس سرزمین کے سپرد کرنے کے لئے باقی چھوڑ کر خود خدا تعالیٰ کی جنتوں کو سدھار گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ آپ نمازوں کے بڑے پابند تھے۔ طبیعت کی خرابی اور کمزوری کے باوجود بڑی مستعدی سے مسجد میں نماز پڑھنے آیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین۔ درویشانہ زندگی میں جب بعض اور درویشان نے مختلف کام کر کے اپنا گزارہ چلانا شروع کیا تو آپ بھی لانڈری کا کام کھول کر اپنے گزارہ میں خود کفیل ہوگئے۔ کم وبیش 20 سال تک آپ نے یہ کام کیا، پھر عمر کے تقاضا کے تحت یہ کام چھوڑ دیا اور درویشانہ گزارہ پر انجمن کی طرف سے گزارہ پانے والے عملہ میں شامل ہوگئے اور بطور مددگار کارکن متعدد دفاتر میں خدمت کرتے رہے۔ دفتر کے بعد فارغ اوقات میں صرف کپڑے پریس کرنے کا کام کرتے تھے جس سے کچھ مزید آمد ہوکر گزارہ آسانی سے ہوتا تھا۔

187 مکرم نور محمد صاحب پونچھی درویش

ولد فضل احمد صاحب



آپ ضلع ہزارہ کشمیر کے رہنے والے تھے۔ درزی کا کام جانتے تھے 1939ء میں ملٹری میں بھرتی ہو گئے تھے۔ 1946ء میں جب جنگ بند ہو جانے پر ملٹری میں چھانٹی ہوئی تو یہ بھی ملٹری سے ریلیز ہو کر واپس آ گئے تھے۔ کشمیر میں ان کا گاؤں نہایت معمولی سا گاؤں تھا۔ وہاں ان کا کام اچھی طرح نہیں چل سکا۔ ان کے بڑے بھائی شیر محمد صاحب پونچھی قادیان میں دفتر تحریک جدید میں مددگار کارکن تھے۔ تقسیم ملک کے بعد ان کے بڑے بھائی شیر محمد صاحب نے اپنے آپ کو قادیان میں بطور درویش رہنے والوں میں پیش کر دیا تھا۔ نور محمد صاحب نے بھی اپنے گاؤں کی نسبت قادیان کو پسند کیا اور مورخہ 11 مئی 1948ء کو قادیان آنے والے قافلہ میں قادیان آکر درویشوں میں شریک ہو گئے۔ 1950ء میں جب دفاتر کی تنظیم نو ہوئی تو انہیں بھی بطور مددگار کارکن دفاتر میں خدمت کا موقعہ ملا۔ دفتری ٹائم کے علاوہ آپ ٹیلرنگ کے کام سے بھی کچھ نہ کچھ کما لیا کرتے تھے۔ یہاں پر انہوں نے ایک بہت ہی اچھی سلائی کی مشین خریدی ہوئی تھی۔ اپنے وطن میں ان کی شادی بھی تھی مگر اس سے نبھاہ نہیں ہو سکا اور علیحدگی عمل میں آ چکی ہوئی تھی۔ قادیان آنے کے بعد بھی قریب 25 سال کا زمانہ بیت گیا ان کی شادی نہیں ہو پائی۔

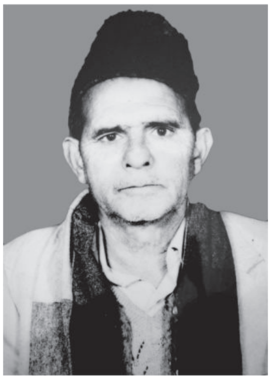
1970ء میں سردیوں کا موسم تھا۔ مسجد اقصیٰ میں فجر کی نماز مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے پڑھائی اور بعد میں درس دے کر جب اٹھ کر چلنے لگے تو نور محمد صاحب نے کہا مولوی صاحب آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ مولوی صاحب متوجہ ہوئے تو بتایا کہ میں نے دیکھا ہے میں اپنا لباس پھاڑ رہا ہوں۔ مولوی صاحب نے سن کر کہا کہ کچھ صدقہ کر دینا اور دعا بھی کرنا ہم بھی دُعا کریں گے اگر کوئی ابتلاء ہے تو اللہ تعالیٰ ٹال دے۔ اور اٹھ کر چل پڑے۔ میں نے نور محمد صاحب سے کہا کہ نور محمد صاحب اس خواب کی تعبیر مجھے آتی ہے۔ میں مسجد سے باہر جا کر بتاؤں گا وہ میرے ساتھ چل پڑے اور محترم مولوی محمد حفیظ صاحب اور چند اور دوست بھی ساتھ ہو لئے جہاں آج کل نمائش ہال ہے۔ یہاں ایک باغیچی ہوا کرتی تھی یہاں آکر میں نے نور محمد صاحب کو بتایا کہ آپ صدقہ ضرور کریں خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی شادی ہو جائے گی۔ دوست ہنس دیئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اس واقع پر ابھی دو ماہ ہی گزرے تھے کہ نور محمد صاحب میرے پاس آئے اور ذکر کیا کہ میرے لئے فلاں مقام سے رشتہ آیا ہے میں نے کہا آپ فوراً ہاں کہہ دیں چنانچہ یہ رشتہ طے پا گیا اور چند ماہ میں شادی بھی ہو گئی۔

ان کی شادی پر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک روز نور محمد صاحب میرے مکان پر آئے اور کہنے لگے کہ میں نے ایک اور خواب دیکھا ہے۔ آپ سن کر تعبیر بتائیں انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا ہے میں روپے بانٹ رہا ہوں اور میری اہلیہ رو رہی ہے میں نے کہا نور محمد صاحب کل فجر کی نماز میں مسجد اقصیٰ میں آجانا وہاں درس کے بعد مکرم مولوی حفیظ صاحب کے سامنے میں تعبیر کروں گا چنانچہ وہ اگلے روز حسب پروگرام فجر کی نماز پڑھنے مسجد اقصیٰ میں آ گئے اور درس کے بعد مولوی صاحب سے عرض کیا کہ میری ایک خواب ہے اس کی تعبیر بتائیں اور خواب بیان کی مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ بتائیں آپ اب کیا تعبیر کرتے ہیں۔ میں نے کہا میرے نزدیک اس کی تعبیر یہ ہے کہ ان کے ہاں اولاد ہو جائے گی اس کے بعد غالباً 6، 7 ماہ گزرے ہوں گے کہ نور محمد صاحب کے ہاں دو جڑواں (توام) بچے پیدا ہوئے۔

نور محمد صاحب پونچھی کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا بھی عطا فرمایا۔ جو بچے توام پیدا ہوئے تھے وہ چند ماہ کے ہو کر فوت ہو گئے تھے۔ بعد میں پیدا ہونے والی بیٹیاں اور لڑکا اللہ کے فضل سے زندہ ہیں۔ بچیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔ بیوہ بھی زندہ قادیان میں موجود ہیں لڑکے کی شادی ہونا باقی ہے۔ نور محمد صاحب کو ضیق النفس کا عارضہ لاحق تھا جس کا حملہ بار بار ہوتا رہتا تھا۔ علاج کے باوجود صحت کمزور ہوتی چلی گئی اور آخر درویشان کی نرسری میں تین کلیاں ایک نیم شگفتہ پھول اور ایک بیوہ کو چھوڑ کر یہ وجود دار فانی سے اڑان بھر گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ تاریخ وفات 82-10-12 تدفین بہشتی مقبرہ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی رضا کی جنت میں داخل فرمائے اور آپ کی اولاد کا مستقبل روشن اور تابناک بنائے۔ آمین

188 مکرم قریشی سعید احمد صاحب درویش

ولد قریشی عبدالکریم صاحب قادیان



ابتدائی درویشان میں سے تھے اور حلقہ مبارک درویشان سے تعلق رکھتے تھے یہ کئی مرتبہ بیان کیا جاچکا ہے کہ درویشان کے چار حلقہ جات تھے۔

(1) حلقہ مسجد مبارک-یہ قادیان کی مقامی آبادی میں سے قادیان میں رہنے والے تھے۔انہیں صرف لنگر خانہ سے مفت کھانا اور پانچ روپے ماہوار جنوری 1948ء سے ملنا شروع ہوئے تھے۔

(2) حلقہ مسجد اقصیٰ-وہ خدام تھے جو مختلف جماعتوں سے چند ماہ وقف کر کے آئے ہوئے تھے انہیں ان کی آمد کی ڈیٹ سے لنگر خانہ سے کھانا اور متفرق خرچ کے لئے پانچ روپے ماہوار ملتے تھے۔

(3) وہ خدام جنہیں سلسلہ کی خدمت کے لئے لمبے عرصہ کے لئے بلوایا گیا تھا انہیں عام خادم کو پچاس روپے ماہوار اور ان کے نگران افراد کو 80 روپے ماہوار بالمقطع گزارا ملتا تھا۔

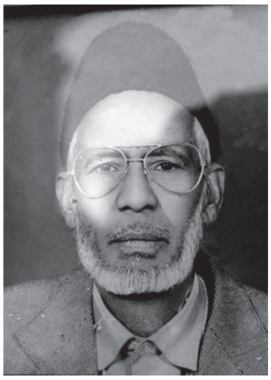
(4) وہ کارکن جو صدر انجمن احمدیہ کے مستقل ملازم تھے اور اپنے اپنے گریڈ کی تنخواہ پاتے تھے۔قریشی سعید احمد صاحب اپنے حلقہ کے دیگر درویشان کے ساتھ اپنے مفوضہ فرائض ادا کرتے رہے۔دفاتر کی تنظیم نو میں مددگار کارکن کے طور پر خدمت کرتے رہے اور جب صدر انجمن احمدیہ نے بجٹ پر بار کم کرنے کی خاطر درویشان میں تحریک کی کہ وہ کوئی اپنا کاروبار کر کے اپنا گزارہ خود چلائیں اس طرح بجٹ پر بھار کم ہوجائے گا۔

کئی اور درویشان کی طرح قریشی سعید احمد صاحب نے بھی فارغ ہو کر روئی دھننے کی مشین لگا کر روزی کمانا شروع کیا تھا اور درویشان کی شادیوں کی اجازت آجانے پر آپ کی شادی یو پی کے ایک شہر کرہل میں مکرم منشی عبدالحفیظ صاحب کی بیٹی سے ہوئی تھی۔کرہل ضلع اٹاوہ کی تحصیل ہے اور کانپور کے قریب ہے۔ان کی یہ اہلیہ شادی کے کچھ عرصہ بعد ٹی بی کے عارضہ میں مبتلا ہوگئی تھیں۔آج کل اس بیماری کا شافی علاج دریافت ہوچکا ہے۔اس وقت ابھی ایسا موثر علاج میسر نہیں آیا تھا۔چنانچہ وہ چند سال علیل رہ کر وفات پا گئی تھیں۔کچھ عرصہ تجرد میں گزارنے کے بعد آپ کی دوسری شادی ضلع انبالہ کے ایک گاؤں میں تلاکور میں مکرم حکیم محمد رمضان صاحب کی نواسی سے ہوئی۔یہ شادی ان کے لئے بڑے سکون اور برکت کا باعث ہوئی۔اس میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے عطا فرمائے۔یہ سب شادی شدہ صاحب اولاد اور اپنے گھروں میں خوش وخرم زندگیاں گزار رہے ہیں۔ دونوں بیٹے صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت میں ہیں۔اور مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

فارغ ہو کر آپ نے روئی دھننے کی مشین لگا کر جو کام شروع کیا تھا یہ کام چل نہیں پایا۔کیونکہ یہ صرف سردیوں کے سیزن کا کام تھا۔گرمیوں میں کام نہ ہونے برابر ہوتا تھا۔اس لئے آپ کام چھوڑ کر صدر انجمن احمدیہ کے گزارہ پر آ گئے تھے۔چند سال قبل آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔بروقت طبی امداد میسر آجانے سے آپ کا بائی پاس اپریشن ہو کر صحت بحال ہوگئی تھی۔اور آپ معمول کی زندگی گزار رہے تھے۔1984ء میں گورنمنٹ نے یکدم سارے پنجاب میں غیر معینہ وقت کے لئے بڑی سختی سے کرفیو لگا دیا۔یہ کرفیو کئی ہفتوں تک جاری رہا۔اس دوران قریشی سعید احمد صاحب پر دوبارہ ہارٹ اٹیک ہوا۔اور قبل اس کے کہ آپ کو کوئی طبی امداد مل پاتی آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور ایک ہنستے کھیلتے باغیچہ کو چھوڑ کر رفیق الاعلیٰ کی ابدی جنتوں کو سدھار گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حضور بلند درجات سے نوازے اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ کی خدمت کرتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔وفات مورخہ 23 جون 1984ء تدفین بہشتی مقبرہ مورخہ 24 جون 1984ء۔

189 مکرم فتح محمد صاحب نانبائی درویش



ہر گاہ کہ قادیان میں ٹھہرنے والے درویشان کے انتخاب میں عام معاشرتی ضروریات کو مدنظر رکھا گیا تھا مگر پھر بھی چند ایک ضروریات بعد میں شدت سے محسوس ہوئیں۔ ان میں سے ایک نانبائی کی ضرورت تھی درویشان میں صرف محمد عبد اللہ صاحب نانبائی تھے اور ان کی علالت کی صورت میں متبادل نانبائی موجود نہیں تھا اس ضرورت کا احساس کر کے 1947ء میں ہی ایک عزیز خدا بخش کو مکرم محمد عبد اللہ صاحب کے ساتھ لگا کر نانبائی ٹرینڈ کیا گیا تھا مگر وہ ہندوستان کے ہی ایک خانہ بدوش قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے وہ فروری 1948ء میں استعفیٰ دے کر چلے گئے تھے۔ اس لئے مرکز سے ایک ٹرینڈ نانبائی بھجوانے کی درخواست گئی تھی۔ 5 مارچ 48ء کو جو قافلہ لاہور سے آیا اس میں مکرم فتح محمد صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب کو بطور نانبائی یہاں بھجوا دیا گیا تھا۔ اس طرح ایک مسئلہ حل ہو گیا۔ اب باری باری دونوں لنگر خانہ میں کام کرتے تھے حق یہ ہے کہ ان دونوں کے دور میں درویشوں نے بہترین روٹیاں کھائیں۔

1950ء میں جب کچھ خاندان ہندوستان کی جماعتوں سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے قادیان میں بچوں کے ختنہ کرنے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی۔ مکرم فتح محمد صاحب حجام کا کام بھی جانتے تھے اور ختنہ کرنا بھی جانتے تھے۔ یہ دونوں کمیاں بھی انکی آمد سے دور ہو گئیں ان کی آمد سے قبل جو ایک حجام جنوری 1948ء کو قادیان بھجوایا گیا تھا وہ دو تین ماہ رہ کر بغیر اجازت لئے یہاں سے فرار ہو گیا تھا اور حجام کی اشد ضرورت تھی کیونکہ غیر مسلم افراد کی طرف سے کئی مرتبہ بائیکاٹ کیا گیا اور بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا رہا۔

بہت سی خوبیوں کے باوجود مکرم فتح محمد صاحب میں یہ ایک کمزوری بھی تھی کہ غصہ پر قابو نہیں رکھ سکتے تھے۔ 1991ء کے شروع میں ہی آپ کی طبیعت بوجہ جگر کی خرابی کے علیل رہنے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ مرض اور کمزوری بڑھتی چلی گئی۔ سال کے آخری تین مہینوں میں ٹانگوں اور پاؤں پر ورم بھی آ گیا تھا۔ اکتوبر کی بات ہے ایک روز میں ان کی دوکان کے سامنے سے گزر رہا تھا۔ مجھے آواز دے کر بلایا اور پوچھنے لگے کہ دیکھیں میری کیا حالت ہے۔ میں جلسہ سالانہ تک جی بھی سکوں گا یا نہیں۔ ان کی مراد یہ تھی کہ امسال جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی آمد متوقع ہے۔ میں حضور کی آمد والا جلسہ سالانہ دیکھ بھی سکوں گا یا نہیں۔ میں نے حوصلہ دلایا کہ آپ غمگین نہ ہوں۔ دعائیں کرتے رہیں۔ میں بھی دعا کروں گا انشاء اللہ آپ جلسہ سالانہ اور پیارے آقا کی آمد کی خوشی میں شریک ہوں گے۔

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند
کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا

ہر ممکن علاج پرہیز کے باوجود طبیعت گرتی چلی گئی اور 6 نومبر 1991ء کو ہی ملک الموت کی ڈگری ہو گئی اور چارہ گر ہار گئے۔ روح اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئی اور خاک کا پتلا ہمارے پاس رہ گیا۔

آپ نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں۔ پہلی شادی درویشی دور سے قبل کی تھی اس میں سے آپ کے دو لڑکے ہیں۔ اس اہلیہ کی وفات کے بعد شاہجہانپور میں دوسری شادی کی۔ اس میں سے ایک بیٹا ہے اس بیوی سے علیحدگی بصورت خلع ہو گئی۔ تیسری شادی راٹھ یوپی میں کی اس میں سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ اس بیوی کی بھی وفات ہو گئی۔ چوتھی شادی کشمیر کی اس اہلیہ سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس بیوی کی بھی وفات آپ کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل ہو گئی۔ سب بچے شادی شدہ اور برسر روزگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔

> ''جب حضرت مسیح موعودؑ فوت ہوئے تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اب لوگ آپؑ پر طرح طرح کے اعتراض کریں گے اور بڑے زور کی مخالفت شروع ہو جائے گی۔ اس وقت سب سے پہلا کام حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر کیا وہ یہ عہد تھا کہ اگر سارے لوگ بھی آپؑ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی سای دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پروا نہیں کروں گا۔''
>
> (مصلح موعودؓ۔ الحکم قادیان جوبلی نمبر 1939۔ ص۔ 11)

190 مکرم بشیر احمد صاحب شاد درویش



مکرم بشیر احمد صاحب شاد ولد خدا بخش صاحب سید والا تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ۔ آپ کی پیدائش بمقام سید والا تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں ہوئی۔ تعلیم معمولی تھی گویا ناخواندہ تھے۔ آپ کی شادی سندھ میں ہوئی تھی۔ اس لئے آپ سید والا سے سندھ جاکر سسرال کے ہاں ہی رہ پڑے تھے۔ گو ایک کاشتکار گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے مگر انہوں نے اپنا ذریعہ معاش ٹیلرنگ کو پسند کر لیا تھا۔ شادی سے قبل ہی درزی کا کام سیکھ کر گاؤں میں کپڑے سینے کا کام شروع کر لیا ہوا تھا صرف سادہ شلوار قمیض اور تہبند وغیرہ ہی سی سکتے تھے۔ کوٹ پتلون وغیرہ نہیں سی سکتے تھے۔ 1947ء میں جب قادیان میں خدمت کیلئے خدام کو بلوانے کی تحریک کی گئی تو آپ بھی خدمت کیلئے قادیان آ گئے۔ آپ کا تعلق حلقہ مسجد اقصیٰ سے تھا۔ یہ تحریک تھی تو عارضی صرف دو ماہ کیلئے مگر حالات کچھ اس طرح تبدیل ہوئے کہ دو ماہ بعد تبدیلی ممکن نہ رہی اور آپ مستقل طور پر ہی قادیان کے ہو کر رہ گئے۔ جب حضور انور کی طرف سے فیملیاں قادیان بلانے کا ارشاد ہوا تو اپنی اہلیہ کو بھی قادیان بلوا لیا۔ آپ کی اہلیہ کے ساتھ ایک بچہ تھا جو اس نے اپنے بھائیوں کے بیٹوں سے لیکر پرورش کیا ہوا تھا۔ بتایا کرتے تھے کہ شادی کے بعد لگاتار 9 بچے پیدا ہوئے جو کم عمری میں ہی وفات پا گئے اور اب جب کہ اہلیہ اولاد پیدا کرنے کی عمر کی حد کر اس کر چکی ہوئی ہیں تو اپنے بھائیوں کا ایک بچہ لیکر پرورش کیا ہے۔ یہ بچہ اچھا ہوشیار بچہ تھا اور یہاں مڈل پاس کر لینے کے بعد مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گیا تھا۔

ابتدائی درویشی میں چار ماہ تک کسی بھی درویش کو کپڑے سلانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ گھر سے جو کپڑے پہن کر آئے تھے وہی دھو کر پہن لیتے تھے اور نئے سلانے کی کسی کے پاس گنجائش ہی نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ وہ کپڑے پھٹنا شروع ہو گئے تھے اور ان کی مرمت کروانا پڑتی تھی۔ دو تین درویشوں نے مل کر ایک دوکان کھول لی تھی جس میں کپڑوں کی مرمت وغیرہ کر دی جاتی تھی۔ ایک حکیم عبد الرحیم صاحب تھے اور ایک بشیر احمد صاحب شاد تھے۔ تیسرے صوفی علی محمد صاحب تھے جو سلائی کی مشینوں کی مرمت کے ماہر کاریگر تھے۔ صوفی صاحب نے سٹور سے دو مشینیں ٹھیک کر کے ان دونوں کو دے دی تھیں۔ اور یہ کام کرتے تھے۔ دونوں بزرگ معمولی درجہ کی شلوار قمیض سے زیادہ کوئی اچھی سلائی نہیں کر سکتے تھے۔

ایک لطیفہ وقوع پذیر ہوا۔ مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب جو خود اعلیٰ درجہ کے ماہر ٹیلر تھے اور کوٹ پتلون سوٹ شیروانی اعلیٰ درجہ کی سی سکتے تھے۔ ان کی قمیض پھٹ گئی ان کے اوپر جو رضائی تھی اس کا اندرس نیلے رنگ کی پاپلین کا تھا۔ آپ نے سوچا کہ اب اپریل شروع ہو گیا ہے۔ اب رضائی کی ضرورت نہیں رہی کیوں نہ میں رضائی ادھیڑ کر اس کے اندرس سے ایک قمیض سلوا لوں۔ وہ رضائی ادھیڑ کر لے آئے اور بشیر احمد صاحب شاد کو ناپ دے کر قمیض سلانے کیلئے دے گئے۔ دو چار روز بعد آ کر پوچھا تو قمیض تیار تھی۔ آپ یہ دیکھ کر کہ قمیض تو خراب سل گئی ہے اور میرے پاس اور رقم بھی نہیں کہ بازار سے کپڑا لے آؤں۔ بہت ناراض ہوئے کہ آپ نے میرا کپڑا خراب کر دیا ہے۔ اس کی سلائی کیا ہے بتایا کہ ڈیڑھ روپیہ۔ جب روٹی کے علاوہ صرف 5 روپے ہی ملتے تھے۔ اس میں ڈیڑھ روپیہ بھی نکالنا مشکل تھا۔ آپ نے کہا تمہارے جیسا کنڈھ کاریگر کا حق نہیں کہ کپڑا بھی خراب کر دو اور سلائی بھی زیادہ لو۔ اس پر شاد صاحب نے جواباً کہا کہ آپ جیسے ساہوکار سے تو ہم صرف کاج کرانے کا ڈیڑھ روپے لے لیتے ہیں۔

بات آئی گئی ہو گئی۔ چھ ماہ بعد جب مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب نے ٹیلرنگ شاپ کھولی تو آپ کے پاس غیر مسلموں کا بھی بہت کام آنے لگا اور تین چار کاریگر بھی غیر مسلم افراد میں سے آپ کے شاگرد ہوئے تو ایک روز شاد صاحب بھی ماسٹر محمد ابراہیم صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے بھی شاگرد رکھ لیں۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ میرے جیسوں سے تو آپ کاج کروائی ڈیڑھ روپیہ لیتے ہیں اور میں تو قمیض سینے کے کل ڈیڑھ روپیہ لیتا ہوں۔

1960ء کے قریب کی بات ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی بھی قادیان جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے تھے۔ مکرم شاد صاحب بھی آپ سے ملاقات کرنے گئے تو آپ نے پوچھا کہ آپ کے کتنے بچے ہیں۔ شاد صاحب نے کہا 9 بچے ہو کر وفات پا گئے ہیں۔ اب اہلیہ اولاد پیدا کرنے کی عمر

میں نہیں ہے۔ آپ نے کہا آپ کا کیا نام ہے۔ بتایا کہ نذیر احمد شاد (آپ کا آبائی نام یہی تھا) حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنا نام بشیر احمد رکھ لیں اور دوسری شادی کرلیں۔ اولاد ہو جئے گی۔ اس پر نام بشیر احمد شاد رکھ لیا۔ اہلیہ کو معلوم ہوا کہ آپ دوسری شادی بھی کرنا چاہتے ہیں وہ ناراض ہوئی اور کہا میں اس کی اجازت نہیں دیتی۔

چند سال اسی ادھیڑ بن میں گزر گئے۔ جب یہ دوسری شادی پر مصر رہے تو واپس پاکستان اپنے بھائیوں کے پاس چلی گئی۔ پھر انہوں نے یہاں دوسری شادی کیلئے کوشش شروع کی چونکہ انکی عمر بھی کافی ہوچکی تھی۔ رشتہ ملنے میں مشکلات حائل رہیں اور کئی سال بعد کشمیر میں ان کا رشتہ طے ہوگیا۔ اور شادی بھی ہوگئی۔ ایک سال بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جو پیدا ہو کر جلد ہی فوت ہوگیا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے انہیں کہا کہ مردوں کو بھی اٹھرا کی بیماری ہوتی ہے۔ آپ کے پہلے بھی 9 بچے وفات پاچکے ہیں اور یہ دسواں ہے ایسا کرو کہ خود بھی اور اہلیہ کو بھی اٹھرا کی دوائی کھلاؤ۔ انشاء اللہ آپ کو فائدہ ہوگا۔ آپ حکیم بدرالدین صاحب عامل سے دوائی لے لیں بل میں ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ نے دوائی لی اور دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اب تک خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ ہیں۔

چونکہ تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی چند ایک دفاتر میں بطور مددگار کام کرتے رہے۔ اور عمر بھی زیادہ تھی جلد ریٹائر ہو کر درویشی فیملی سکیل گزارہ بطور پنشن پاتے رہے۔ چونکہ یہ گزارہ محض قوت لایموت کی حد تک ہی تھا۔ یہ اپنے طور پر ایک دوکان میں کبھی پکوڑے کبھی چائے کبھی پلاؤ پکا کر فروخت کرلیا کرتے جس سے کچھ سہولت سے گزارچل جاتا تھا۔ معدہ میں السر کی پرانی تکلیف تھی جس کی وجہ سے انہیں متعدد مرتبہ امرتسر ہسپتال میں داخل کراکے بھی علاج کرایا جاتا رہا۔ چٹ پٹے کھانے ان کی کمزوری تھی اور یہ اس بیماری والے کو موافق نہیں آتے۔ بیماری سے کچھ فائدہ ہوتا تو پھر جونہی گوشت میسر آتا خوب مرچ مسالحہ ڈال کر پکا کر کھاتے اور چند مرتبہ بد پرہیزی کرنے سے پھر بیماری عود کر آتی۔ 1991ء میں بھی اس بیماری سے امرتسر میں داخل تھے اور بیماری کے دوران بار بار یہ کہتے تھے کہ دعا کریں میں اپنے آقا کو قادیان میں دیکھ لوں۔ جب انہیں علم ہوا کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ 19/ دسمبر کو قادیان پہنچ رہے ہیں تو یہ ہسپتال سے چھٹی لیکر قادیان آگئے اور ارادہ یہ تھا کہ جب تک میرے آقا قادیان میں رہیں گے۔ میں بھی یہاں رہوں گا۔ حضور پرنور کے واپس جانے کے بعد پھر امرتسر ہسپتال میں داخل ہو کر بقیہ علاج کراؤں گا۔ بیمار حالت میں گھر آگئے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے تو آپ ان گھروں میں پہلے گئے جن کے ہاں کوئی موت فوت ہوچکی تھی۔ اور دوسرے نمبر پر جن درویشان کے بارہ میں معلوم ہوا کہ وہ علیل ہیں ان سے بھی ملنے گئے۔ مکرم شاد صاحب سے بھی حضور ان کے مکان پر ملنے گئے۔ اس پر شاد صاحب بہت ہی خوش ہوئے کہ میں نے اپنے آقا کو اپنے گھر میں دیکھ لیا جلسہ سالانہ کے بعد حضور چند دن کیلئے دہلی تشریف لے گئے۔ 10 جنوری 1992ء تک حضور کی واپسی متوقع تھی مگر آپ نے مورخہ 8 جنوری 1992ء کو ایک ہی جست میں دیار فانی سے جنت ابدی تک کا سفر طے کرلیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ اللہ تعالیٰ اپنے حضور بھی بلند مقام عطا فرمائے اور آپ کے دونوں بچوں کا خود کفیل ہو اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ دونوں بچے قابل شادی ہیں انہیں بہتر رشتے نصیب ہوں۔

191 مکرم مرزا محمد زمان صاحب درویش



1943ء کے جلسہ سالانہ قادیان پر میری ڈیوٹی نائب منتظم مکانات حلقہ مسجد مبارک تھی۔ اس وقت مکرم مرزا محمد زمان صاحب ولد مرزا احمد دین صاحب قادیان دفتر جلسہ سالانہ کے سٹور کیپر تھے۔ ان دنوں جو مہمان الگ مکانات میں ٹھہرتے تھے یا جلسہ سالانہ کی طرف سے حاصل کی گئی بیٹھکوں میں ٹھہرائے جاتے تھے۔ انہیں سالن لانے کے لئے برتن، سالن کھانے کے لئے مٹی کے پیالے اور پانی پینے کے لئے آبخورے اور اگر اس مکان میں بجلی نہ ہو تو روشنی کے لیمپ اور پانی سٹاک کرنے کیلئے گھڑے اور وضوء کرنے کے لئے مٹی کے لوٹے فراہم کئے جاتے تھے۔ منتظم مکانات یہ اشیاء جلسہ سالانہ کے سٹور سے حاصل کر کے مہمانوں کو فراہم کر دیتا تھا اور مہمان واپسی پر جو اشیاء محفوظ

ہوتیں وہ واپس جمع کرا جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ مٹی کے برتنوں کو استعمال کرتے ہوئے ٹوٹ پھوٹ بھی ہوجاتی تھی ٹوٹے ہوئے برتن سٹاک سے خارج کر دیئے جاتے تھے۔ میں نے مرزا صاحب سے کئی سو برتن اور لیمپ حاصل کئے تھے۔مرزا صاحب سے میری یہ پہلی ملاقات تھی۔

قادیان سے ہجرت کے بعد جن کارکنان کو قادیان رہنے کا حکم تھا۔مکرم مرزا محمد زمان صاحب بھی ان میں شامل تھے۔ گویا 313 درویشان میں آپ کا نام بھی تھا اور اب بھی دفتر لنگرخانہ میں جلسہ سالانہ کے سامان کے سٹور کیپر تھے۔ 1947ء اور 1948ء میں جلسہ سالانہ کے سٹور کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ درویشان کے علاوہ صرف چند ایک مہمان ہی آسکے تھے۔ 1949ء میں لاہور سے بھی قافلہ آ گیا تھا اور انڈیا سے بھی مہمان زیادہ آئے تھے۔جلسہ سالانہ کے سٹور کو استعمال کرنے کی ضرورت پڑی تو معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے بڑی ذمہ داری سے سٹور کو سنبھالا ہوا ہے اور ہر ایک چیز بڑی احتیاط سے محفوظ رکھی ہے۔ سامان کے سلسلہ میں بجٹ پر کوئی بوجھ نہیں پڑا۔

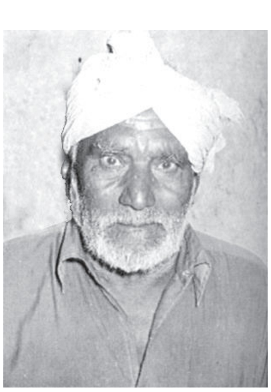
1952ء میں جب میرا بطور افسر لنگرخانہ و نائب افسر جلسہ سالانہ تقرر ہوا تو اسوقت مرزا صاحب کو جلسہ سالانہ کے علاوہ لنگرخانہ کے سٹاک کا بھی سٹور کیپر اور کلرک دفتر لنگرخانہ مقرر کر دیا گیا تھا گویا دونوں سٹوروں کو مدغم کر دیا گیا تھا۔ 52ء تا 55ء مرزا صاحب نے میرے ساتھ کام کیا۔مرزا صاحب ایک ذمہ دار کارکن تھے اور ہر طرح قابل اعتماد تھے۔مرزا صاحب غالباً 40ء میں صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت میں آئے تھے۔ اسوقت ان کی عمر 40 سال ہوچکی تھی۔ اس لئے انہیں کلرک کا گریڈ نہیں دیا گیا تھا بلکہ بالمقطعہ مشاہرہ پر ملازم ہوئے تھے۔ 1956ء میں آپ کی تبدیلی لنگرخانہ سے دفتر بہشتی مقبرہ میں ہوگئی تھی اور کچھ سال وہاں کام کرنے کے بعد جب نظر بھی کمزور ہوگئی تھی۔انہیں دفتر کی ڈیوٹی سے فارغ کر دیا گیا تھا چونکہ بالمقطعہ ملازم تھے۔پنشن کا حق آپ کو حاصل نہیں تھا۔لیکن درویش بھی تھے اس لئے ان کو فیملی سکیل گزارہ بطور پنشن دے کر فارغ کر دیا گیا تھا۔ چونکہ فارغ رہنا ان کی طبیعت کو پسند نہیں تھا۔ یہ طوعی طور پر مکرم چوہدری فیض احمد صاحب کے پاس ان کے مضامین کے مسودات کی نقول کرنے کا کام شوقیہ طور پر کرتے رہتے تھے۔یہ مسودات بعد میں ’’ وہ پھول جو مرجھا گئے ‘‘ اور ’’ اردو ادب کا احمدیہ دبستان ‘‘ کے نام سے طبع ہوئے۔مکرم چوہدری فیض احمد صاحب کی وفات کے بعد باقی زندگی فراغت میں عبادات اور دعاؤں میں گزار دی۔

آپ کی شادی پہلے ہوچکی ہوئی تھی بوقت ہجرت بیوی بچے پاکستان چلے گئے تھے۔ جب دیگر درویشان کے بیوی بچے پاکستان سے آ گئے تو چند سال بعد آپ کی اہلیہ بھی قادیان آ گئی تھیں۔ بچے چونکہ بڑے اور شادی شدہ تھے وہ نہیں آئے۔ جب آپ کی اہلیہ بھی وفات پا گئیں اور مکرم حضرت بھائی اللہ دین صاحب جو دیار مسیحؑ میں ایک کمرہ میں رہتے تھے وہ بھی وفات پا گئے تو مکرم مرزا صاحب کو دیار مسیح میں وہ کمرہ رہائش کیلئے دے دیا گیا۔ آپ کی صحت خاصی کمزور ہوچکی تھی دیار مسیح میں قیام کے دوران حضرت سیدہ ام متین صاحبہ کے مکان میں موجود بیت الخلاء کو مرزا صاحب استعمال کرتے تھے۔ ایک روز دوپہر کو جب آپ رفع حاجت کے لئے گئے تو اٹھتے ہوئے گر پڑے۔ آپ کا کندھا سیٹ میں پھنس گیا۔ کمرہ چھوٹا تھا ٹانگیں سیدھی نہ ہوسکتی تھیں اور بایاں ہاتھ جو اوپر تھا وہ کسی سہارا لینے والے کھونٹے تک نہیں پہنچ رہا تھا۔ آپ صرف زبان سے ہوں ہاں کر رہے تھے اندر سے کنڈی بھی نہیں کھول سکتے تھے۔ پتہ نہیں کتنی دیر اس حالت میں پڑے رہے۔

اگست یا ستمبر کا مہینہ تھا کسی نے آپ کی آواز سنی اور مجھے آ کر اطلاع دی (کیونکہ میں جنرل سیکرٹری تھا) میں چند خدام کو ساتھ لے کر فوراً وہاں گیا صورت حالت دیکھی۔مرزا صاحب کو آواز دی وہ کوئی جواب نہیں دے پائے غالباً تھک گئے تھے۔ میں نے دروازہ توڑنا ضروری خیال کیا اور ایک اینٹ جو صحن میں پڑی تھی اس سے دروازہ پر کئی وار کئے۔آخر اوپر والی چٹخنی ٹوٹ گئی اور دروازہ کھل گیا۔مرزا صاحب کو نیم بے ہوشی کی حالت میں وہاں سے اٹھا کر بدن صاف کر کے بستر پر لٹایا گیا۔ پانی پلایا گیا کچھ دیر بعد مرزا صاحب کے ہوش وحواس قائم ہوئے۔مرزا صاحب بھی کمزور اور بیمار تھے مگر شاد صاحب کی طرح یہ بھی منتظر تھے کہ خدایا مجھے پیارے آقا کی قادیان آمد تک مہلت دے۔سو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو پایہ قبولیت جگہ دی۔حضور پرنور آئے مرزا صاحب نے جی بھر کر اپنی انتظار دید کی پیاس بجھائی۔حضور انور کے ساتھ درویشان کرام کے فوٹو میں حضور پرنور کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا۔حضور رحمہ اللہ کی لندن واپسی کے معاً بعد 19 جنوری 1992ء کو وفات پائی اور 20 جنوری بعد نماز عصر بہشتی مقبرہ کی مقدس خاک میں آسودہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں مقام عطا فرمائے اور آپکی اولاد کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔

192 مکرم سائیں عبد الرحمٰن صاحب درویش

ولد فضل دین صاحب

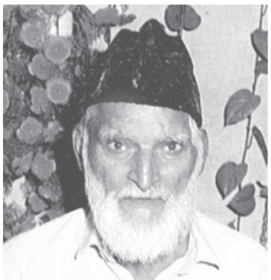


محلہ باب الانوار قادیان میں رہتے تھے۔ بکریاں پالنا آپ کا شوق اور ذریعہ معاش تھا۔ نیز بکریوں کے ساتھ ریاڑ کی علاقے میں گھومتے رہنے کی وجہ سے اس علاقہ میں پیدا ہونے والی جڑی بوٹیوں کا بھی وسیع علم اور تجربہ رکھتے تھے۔ مجھے ایک دفعہ ایک بوٹی دھوانہ کی ضرورت پڑی، ادھر شاہدرہ کے ارد گرد کثرت سے مل جاتی ہے۔ میں نے یہاں تلاش کی تو مل نہیں سکی۔ ایک روز سائیں جی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا تو بتایا کہ یہ کیڑی افغاناں میں ملے گی۔ میں نے کہا ادھر ہوتی تو قریب سب گاؤں میں ملنی چاہئے۔ کہنے لگے نہیں صرف کیڑی میں ہی ملے گی۔ ہم دونوں سائیکلوں پر ہی چل پڑے۔ رستہ میں دیکھتے گئے، کہیں نہیں ملی۔ آخر کیڑی افغاناں میں جا کر مل گئی۔ اس سفر میں چند سانپوں سے بھی سابقہ پڑا۔ آپ کو سانپوں کے بارہ میں خاصی معلومات تھیں۔ جڑی بوٹیوں کی جانکاری کی وجہ سے چھوٹا علاج معالجہ دوائیوں سے اور دم درود سے بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح دانت داڑیں اکھاڑنے کا فن بھی آپ کو آتا تھا۔ یوں تو جمور وغیرہ رکھے ہوئے تھے مگر اکثر اوقات ہاتھ سے ہی دانت نکال دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں ایک چائے کی دوکان میں بیٹھا تھا۔ وہاں ایک واقف دوست پہلے سے بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے چائے کی دعوت دی۔ میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے دانت میں درد ہے۔ میں چائے نہیں پیوں گا۔ میں نے داڑھ میں دوائی رکھی ہے۔ وہاں مکرم سائیں جی بیٹھے تھے۔ مجھے کہنے لگے بتائیے کونسی داڑھ ہے۔ میں نے انگلی سے بتایا تو انہوں نے جوں میرے منہ میں ہاتھ ڈالا، ہاتھ باہر آیا تو داڑھ ان کے ہاتھ میں تھی۔ میں نے کچھ زیادہ تکلیف بھی محسوس نہیں کی۔ واقعی وہ اچھا تجربہ رکھتے تھے۔

زمانہ درویشی کی ابتداء میں ہفتہ میں دو بار گوشت ہوا کرتا تھا۔ مکرم عبد الرحمٰن سائیں صاحب ہی گوشت سپلائی کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے اپنی بعض مجبوریوں کے باعث گوشت کا کام بند کر دیا اور پھر مکرم مستری محمد اللہ دین صاحب اور مرزا محمود احمد صاحب کئی سال تک گوشت سپلائی کرتے رہے۔ جب صدر انجمن احمدیہ نے درویشان میں تحریک کی کہ جو اپنا کام کر کے اپنے اخراجات چلا سکتے ہیں، وہ انجمن کے بجٹ سے اپنا بوجھ کم کر دیں۔ مکرم سائیں جی بھی فارغ ہو گئے تھے اور ارد گرد کے دیہات میں پھیری کے ذریعہ علاج معالجہ اور دانت داڑیں نکالنے کا کام کر کے گزارہ چلاتے تھے۔

آپ کی شادی پہلے ہو چکی ہوئی تھی بچے بھی تھے۔ 1947ء میں ہجرت کے وقت ان کی بیوی بچے بھی پاکستان چلے گئے تھے۔ پہلے آپ کی بھی یہ خواہش تھی کہ اہلیہ کو بلوالوں گا۔ اہلیہ نے بچوں کو چھوڑ کر آنا پسند نہیں کیا۔ کئی سال آپ نے تجرد میں گزار دیئے۔ آخر پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد آپ نے اڑیسہ میں شادی کر لی۔ اڑیسہ والی اہلیہ کے ساتھ ایک بچی بھی آئی تھی۔ آپ اپنی ربیبہ سے بڑی محبت سے پیش آتے اور اس کی تربیت اور پڑھائی کا خاص طور پر خیال رکھتے۔ اس اہلیہ سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ کئی سال بعد آپ کی یہ اہلیہ بھی وفات پا گئیں۔ بچی ربیبہ اب تک جوان ہو چکی تھیں۔ ایک نئے احمدی نوجوان سے اس کی شادی کر کے اس کو گھر داماد رکھ لیا۔ اس داماد نے واقعی آپ کی بڑی خدمت کی۔ آپ کمزوری کے باعث چلنے پھرنے میں بھی دقت محسوس کرتے تھے۔ داماد انہیں سہارا دے کر جہاں جانا چاہتے، لے جاتا۔ بعض اوقات مسجد جاتے تو سیڑھیاں چڑھنا مشکل ہوتا۔ آپ کے داماد آپ کو اپنی پشت پر اٹھا کر سیڑھیاں چڑھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

سائیں جی جب فارغ ہو گئے تو فارغ ہی رہے تا آنکہ آپ کی عمر 56 سال کی حد کو پار کر گئی۔ تب صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے فیملی سکیل گزارہ بطور پنشن منظور ہوا۔ اور آخر تک قائم رہا۔ سائیں عبد الرحمٰن صاحب کو بھی ضیق النفس کا عارضہ لاحق تھا۔ روزانہ ایک دو خوراکیں دوائی کھاتے تھے، تب وقت گزرتا تھا۔ آہستہ آہستہ دوائی سے بھی پورا فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ بدن دوائی کا عادی ہو جاتا ہے اور کم اثر قبول کرتا ہے، اس لئے وہ بھی ان ہیلر کے عادی ہو گئے تھے۔ اور ان ہیلر کئی دفعہ ایسے موقع پر ختم ہوتا کہ جب دوسرا مہیا کرنا مشکل ہوتا اور پھر دوسرے دوست جو ان ہیلر کے عادی تھے کو سوتے ہوئے جگا کر عارضی طور پر ان ہیلر لانا پڑتا۔ کمزوری بہت ہو گئی تھی اور ہائی بلڈ پریشر بھی تھا۔ یہ عوارض مل کر آپ کی زندگی کے درپے ہو گئے تھے۔ آخر مورخہ 16/اپریل 1995ء کو وہ وقت مقدر آن پہنچا کہ آپ کا ناطہ عالم فانی سے کٹ کر عالم جاودانی میں جا ناطے ہو چکا تھا۔ آپ ایک جست میں یہ سفر طے کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کے پیچھے قادیان میں ایک ربیبہ اور داماد سوگوار رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ سائیں جی کو اپنے حضور بلند مقام عطا فرمائے اور پیچھے رہنے والوں کو صبر دے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین



193 مکرم عبد الکریم صاحب درویش

ولد مولا بخش صاحب رعیہ ضلع امرتسر

آپ کے والد صاحب پرانے احمدی تھے۔ آپ کو بھی تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔ ان کی اپنی تعلیم گو معمولی ہی تھی مگر الفضل اخبار خریدنے اور پڑھنے کیلئے غیروں کو دیتے۔ نیز سلسلہ کا لٹریچر منگوا کر تقسیم کرتے رہتے تھے۔ آپ باورچی کا کام بھی جانتے تھے اور ایک عرصہ مکرم ملک صاحب خان نون ڈپٹی کمشنر کے ہاں باورچی رہے تھے۔ آپ کا نام عبد الکریم ڈی سی پڑ گیا ہوا تھا اور آپ نے خود بھی اس کو اپنا لیا تھا۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر ربوہ گئے ہوئے تھے۔ مکرم عبد الکریم صاحب کے والد صاحب بھی اپنے بیٹے کو ملنے ربوہ آئے ہوئے تھے۔ انہیں کچھ تکلیف ہوگئی۔ فضل عمر ہسپتال دکھایا گیا تو انہوں نے داخل کر لیا۔ ان کا اصرار تھا کہ میں نے حضور کا خطاب سننے ضرور جانا ہے۔ اس لئے انہیں انچارج صاحب فضل عمر ہسپتال نے اجازت دے دی کہ حضور کا خطاب سن کر واپس ہسپتال آجائیں۔ مکرم مولا بخش صاحب والد بزرگوار مکرم عبد الکریم صاحب حضور کا خطاب سن کر جب واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے بیڈ پر کوئی جانگلی مریض لیٹا ہوا تھا۔ انہوں نے آکر اس کو کہا کہ آپ میرے بیڈ پر کیوں لیٹے ہو۔ اس نے کہا نرس یہاں چھوڑ گئی تھی، میں خالی دیکھ کر لیٹ گیا۔ انہوں نے کڑک کر کہا کہ پتہ نہیں میں ڈی سی کا باپ ہوں۔ یہ سن کر وہ جانگلی بہت گھبرایا اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ ڈی سی کا لفظ اپنے نام کے ساتھ نہ صرف عبد الکریم صاحب نے اپنا لیا تھا بلکہ آپ کے گھر کے دیگر افراد بھی اس کو پسند کرتے تھے۔

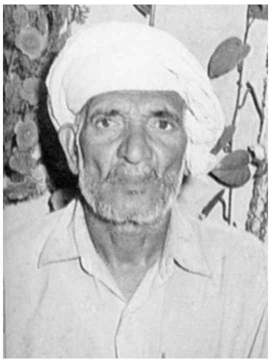
جنگ عالمگیر ثانی میں عبد الکریم صاحب بھی فوج میں بھرتی ہوگئے تھے۔ مکرم بشیر احمد صاحب خادم بھی اس کمپنی میں تھے۔ ان کا بیان ہے کہ فوج میں بھی لٹریچر پاس رکھتے تھے اور تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ جب چھٹی آتے تو مزید لٹریچر لے جاتے۔ ان کی تبلیغ سے ہی مستری محمد یوسف صاحب کھڈہ احمدی ہوئے۔ یہاں درویشی دور میں بھی تبلیغ کے لئے چھٹی کے دن باہر دیہات میں نکل جایا کرتے تھے اور تبلیغ میں مصروف رہتے۔ ہر سال ڈیرہ بابا نانک جانے والا پیدل سنگ قادیان سے گزرا کرتا ہے۔ آپ لٹریچر ساتھ لے کر ان میں شامل ہو کر چلے جاتے اور دو چار روز کے بعد لوٹتے۔ کوئی نہ کوئی آدمی ساتھ لاتے اور اس کو قادیان میں مختلف افراد جن کو تبلیغ کا شوق تھا، ملوایا کرتے اور اس کی ضیافت کرتے۔ طبیعت ذرا سخت پائی تھی۔ اپنی بات کے خلاف دوسرے کی بات نہیں سن سکتے تھے۔ اس لئے اکثر احباب سے نزاع کی صورت پیدا ہوجاتی بلکہ بعض اوقات لڑائی جھگڑے کی نوبت آئی۔ غالباً ہائی بلڈ پریشر تھا۔ جب اس کا زور ہوتا تو پھر کسی کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ اپنی طبیعت کے خلاف کوئی بات بھی سننا نہیں چاہتے تھے۔

عبادت گزار تھے۔ نمازوں میں بڑے باقاعدہ اور تہجد گزار تھے۔ نماز میں رو رو کر دعائیں کرتے۔ اُونچی اُونچی دھاڑیں مار کر رویا کرتے تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب قادیان آئے تو عبد الکریم صاحب اپنے دروازہ کے سامنے کھڑے تھے۔ جب حضور ان کے سامنے آئے تو ایک لمبی آہ مار کر حضور سے لپٹ گئے اور دیر تک روتے رہے۔ حضور نے دلاسا دلایا اور شفقت سے نوازا۔ جلسہ کے دنوں میں دیار مسیح میں ٹھہرنے والے مہمانوں کے کھانا بنانے پر کئی سال ڈیوٹی دی۔ عمر کے لحاظ سے اسی سے اوپر ہی تھے اور کمزور ہوتے جارہے تھے اور علاج معالجہ ہوتا چلا آرہا تھا۔ ماہ اکتوبر 1996ء میں خاص طور پر کمزور رہنے لگے۔ آہستہ آہستہ صحت گرتی ہی چلی گئی۔ 8 نومبر کو زیادہ تکلیف محسوس کرنے لگے تو انچارج صاحب احمدیہ ہسپتال نے داخل ہو کر علاج کرانے کی ہدایت کی، لہٰذا داخل کر لیا گیا۔ رات کو طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو اٹھ کر کبھی اندر آتے، کبھی باہر صحن میں اور سخت گھبراہٹ کا اظہار کرتے اور کہتے سر میں سخت درد ہے۔ ڈیوٹی پر موجود نرسوں نے ڈاکٹر صاحب کو فون کیا کہ عبد الکریم صاحب کی حالت خراب ہے۔ ڈاکٹر نے معذرت کرتے ہوئے فون پر ہی ہدایت دی کہ انہیں فلاں دوائی اور انجکشن دے دیں۔ میں صبح معائنہ کروں گا۔ نرسوں نے تعمیل کی اور انجکشن لگنے کے بعد کچھ غنودگی ہوگئی۔ اس سے تیماردار اور نرسوں نے یہ تاثر لیا کہ اب کچھ افاقہ ہوگیا ہے۔ مگر وہ اس غنودگی کے دوران ہی عالم بالا کے لئے روانہ ہوگئے۔ کچھ دیر بعد جب یہ محسوس کیا گیا کہ غنودگی میں بے خبری کیوں شامل ہوگئی ہے تو فوراً آکسیجن لگائی گئی۔ مگر وہاں روح تو تھی نہیں صرف جسم خاکی موجود تھا۔ روح پرواز کر چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ مورخہ 9 نومبر 1996ء کو رات یا 9 نومبر کے دن صبح بوقت سحر غالباً تین بجے وفات پائی اور اسی روز بعد نماز عصر بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

درویشان کی فیملیاں جب پاکستان سے آئی تھیں تو عبد الکریم صاحب کی اہلیہ بھی آئی تھیں۔ اس وقت دو بچے ساتھ تھے اور ایک بڑا پاکستان میں ہی رہ گیا تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں تین لڑکیاں اور ایک لڑکا عطا فرمایا۔ اس طرح کل ملا کر آپ کے 4 لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ سب اپنے گھروں میں آباد اور خوشحال ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

194 مکرم شریف احمد صاحب شیخوپوری درویش

ولد مکرم حسن محمد صاحب کوٹ رحمت خان ضلع شیخوپورہ



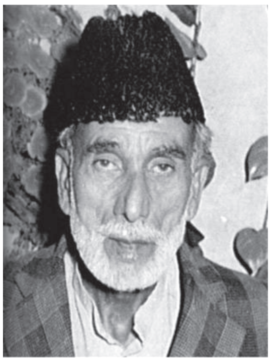
آپ کا تعلق درویشان حلقہ مسجد اقصیٰ سے تھا۔ قادیان میں 16 نومبر 1947ء کو صرف میاں مولا بخش صاحب باورچی رہ گئے تھے اور یہ بھی ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ چکے ہوئے تھے۔ اس لئے لاہور لکھا گیا تھا کہ کوئی ٹرینڈ باورچی اگلی کنوائے میں بھجوایا جائے۔ جنوری میں جو کنوائے آیا اس میں صرف دس افراد آئے تھے اور ان میں بھی کوئی باورچی نہیں آیا تھا۔ اس خیال سے کہ شاید اگلا کنوائے آنے میں دیر لگ جائے یہاں یہ تجویز کیا گیا کہ کوئی نوجوان میاں مولا بخش کے ساتھ لگا کر ٹرینڈ کرلیا جائے۔ سو مکرم شریف احمد صاحب کو میاں مولا بخش صاحب کے ساتھ لگا کر ٹریننگ دینا شروع کر دیا گیا۔ گو ماہ مارچ میں 48ء میں جو کنوائے آیا تھا، اس میں بابا نور احمد صاحب کو جو ٹرینڈ باورچی تھے، بھجوایا گیا تھا۔ مگر آپ بھی پچاس سال کے پیٹے میں تھے۔ اس لئے آپ کی آمد کے باوجود شریف احمد صاحب کو ٹریننگ دینا جاری رکھا گیا۔ میاں مولا بخش صاحب ریٹائر ہونے کے بعد بھی پانچ چھ سال تک لنگر خانہ میں ہیڈ باورچی کے طور پر خدمت بجالاتے رہے تا آنکہ شریف احمد صاحب نے پورے ٹرینڈ ہو کر انہوں نے کام سنبھال لیا۔ ان کے ٹرینڈ ہوجانے پر اس طرح تقسیم کار ہوا کہ بڑی ہانڈی دیگ خواہ ایک ہو یا چار چھ ہوں، اس کی تیاری شریف احمد صاحب کے سپرد کر دی گئی اور چھوٹی ہانڈیاں جس میں بیمار افراد کے لئے پرہیزی کھانا چاول، کھچڑی، دلیہ وغیرہ شامل تھا، اس کی تیاری بابا نور احمد صاحب کے ذمہ رہی۔ بابا نور احمد صاحب بھی اپنی عمر پوری ہونے پر ریٹائر ہوگئے اور ان کی عام صحت بھی کمزور رہی تھی۔

1973ء میں وفات بھی پا گئے۔ مکرم شریف احمد صاحب نوجوان تھے۔ خاصا لمبا عرصہ خدمت کا موقع ملا۔ جب آپ کی عمر بھی ریٹائرمنٹ کے قریب ہوئی تو اور نوجوانوں کو ساتھ لے کر ٹرینڈ کرلیا گیا۔ شریف احمد صاحب کے وقت میں ہی جلسہ سالانہ کی حاضری دو تین ہزار سے بڑھ کر 10، 8 ہزار تک ہوگئی تھی۔ آپ بڑی جواں ہمتی سے سب کام کرتے اور جب دیگر درویشان کی شادیاں ہونا شروع ہوئیں تو ان کی شادی بھی امروہہ یوپی میں ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اہلیہ کے بطن سے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں عطا فرمائیں۔ ایک لڑکا وفات پا چکا ہوا ہے۔ باقی سب بچے شادی شدہ اور اپنے گھروں میں خوش باش ہیں۔ صحت عام طور پر اچھی تھی اور شاذ و نادر ہی بیمار ہوتے تھے۔ بھینس رکھنے کا خاص شوق تھا۔ باورچی کے کام کے ساتھ ساتھ آپ نے کئی بھینسیں پال رکھی تھیں۔ دودھ فروخت کرتے تھے۔ آپ کے بچے آپ کے ساتھ پوری معاونت کرتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد بھی بچے یہ کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ بھینسوں کے چارہ کے لئے زمین ٹھیکہ پر لے کر چارہ اور غلہ و چاول کی کاشت بھی کرتے تھے۔ 1998ء کے شروع میں ایک مرتبہ ہارٹ اٹیک ہوا۔ فوری طور پر طبی امداد مل جانے سے طبیعت سنبھل گئی اور پھر پوری سرگرمی سے کاروبار زندگی گزارنے لگے۔ ماہ نومبر کے وسط میں پھر ہارٹ اٹیک ہوا اور فوری طور پر احمدیہ شفاخانہ میں داخل کرایا گیا۔ وہاں زیر علاج ہی تھے کہ پھر مورخہ 22 نومبر 1998ء کو تیسرا ہارٹ اٹیک ہوا۔ اور یہ حملہ جان لیوا ثابت ہوا اور آپ نے نہایت سکون سے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ کی وصیت گزشتہ چند سال سے منسوخ تھی۔ اور ابھی تک بحال نہیں ہوسکی تھی۔ اس لئے بچہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اور جنت میں جگہ عطاء فرمائے اور آپ کی اولادوں کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ پالکی میں بیٹھ کر قادیان سے بٹالہ تشریف لے جا رہے تھے (اور یہ سفر پالکی کے ذریعہ قریباً پانچ گھنٹے کا تھا) حضرت مسیح موعودؑ نے قادیان سے نکلتے ہی اپنی حمائل شریف کھول لی اور سورہ فاتحہ کو پڑھنا شروع کیا اور برابر پانچ گھنٹے تک اسی سورۃ کو استغراق کے ساتھ پڑھتے رہے گویا وہ ایک وسیع سمندر رہے جس کی گہرائیوں میں آپؑ اپنے ازلی محبوب کی محبت و رحمت کے موتیوں کی تلاش میں غوطے لگا رہے ہیں۔"

(سیرۃ طیبہ۔ص16۔ شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل)



195 مکرم محمد یوسف صاحب گجراتی درویش

ولد مکرم محمد اسماعیل صاحب بمقام نصیرہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

نصیرہ کھاریاں کے پاس ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ آزادی کے بعد جب کھاریاں میں چھاؤنی بنی تو یہ گاؤں چھاؤنی میں آ گیا تھا اور اس میں بسنے والے تمام افراد کچھ کھاریاں میں اور بعض دیگر کئی مقامات میں آباد ہو گئے تھے۔ نصیرہ سے دو برادران مکرم مولوی برکت علی صاحب اور محمد یوسف صاحب قادیان میں خدمت کے لئے جون 1947ء میں آئے تھے اور پھر قادیان سے جماعت کی اکثریت کے ہجرت کر جانے پر درویشان قادیان میں رہ پڑے تھے۔ محمد یوسف صاحب بڑی سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک تھے۔ جو کام کرتے بڑے توجہ اور ذمہ داری سے کرتے۔ اس لئے افسران ان پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ موضع سٹھیالی سے احمدیوں کو بحفاظت نکال کر لانے کی جن خدام کی ڈیوٹی تھی ان میں محمد یوسف بھی تھے۔

جب قادیان سے اپنا اخبار جاری کرنے کا پروگرام بنا تو دو خدام کو ربوہ بھجوا کر پریس کا کام سکھایا گیا۔ ان میں ایک محمد یوسف صاحب تھے۔ فوری طور پر قادیان میں پریس نہیں لگایا جاسکا۔ جو پریس موجود تھا وہ پرانا تھا اور بہت سی مرمت چاہتا تھا وہ فروخت کر دیا گیا اور اخبار بدر امرتسر سے چھپوانا شروع کر دیا گیا جو کم و بیش بیس اکیس سال تک امرتسر سے ہی چھپتا رہا۔ قادیان میں کوئی گاڑی کار یا وین نہیں تھی اور نہ قادیان میں ٹیکسی تھی صرف ریل گاڑی پر ہی آمد و رفت ہوسکتی تھی اور بعض اوقات کسی مریض کو فوری طور پر امرتسر لے جانا ہوتا تو کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اس مشکل کو دیکھ کر مکرم و محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی نے اپنی مملوکہ وین قادیان کے لیے وقف کر دی۔ اس وین کی ڈرائیوری کے لئے قُرعہ محمد یوسف صاحب کے نام نکلا۔ انہیں جالندھر بھجوا کر ڈرائیوری سکھائی گئی اور ٹریننگ لائیسنس دلوا کر وین سپرد کی گئی۔ آپ بڑی ذمہ داری سے یہ فرض ادا کرتے رہے۔

کچھ سالوں بعد وین ایک درخت سے ٹکرا گئی اور ناقابل مرمت ہوگئی۔ پھر انجمن کی ضروریات اور درویشوں کی ایمرجنسی ضروریات کے مدنظر مکرم و محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی نے ایک نئی ایمبیسڈر کار خرید کر وقف کر دی اور آپ اس کار کے ڈرائیو مقرر ہوئے اور آپ نے یہ گاڑی بیس سال تک بڑی حفاظت سے چلائی۔ ازاں بعد ایک اور ایمبیسڈر کار خرید لی گئی اور آپ نئی کار کے ڈرائیور مقرر ہوئے اور دوسری کار کے لئے الگ ڈرائیور رکھ لیا گیا۔ یوں تو 1981ء سے آپ کی ریٹائرمنٹ ڈیو تھی مگر آپ کی صحت اچھی تھی اور آپ کی کارکردگی بہت تسلی بخش تھی۔ اس لئے ری ایمپلائی کر کے آپ سے مزید سات آٹھ سال تک کام لیا جاتا رہا۔ پھر آپ نے خود اپنی صحت اور نظر کی کمزوری کے باعث معذرت کر کے ریٹائرمنٹ لے لی۔

آپ کبڈی کے بھی اچھے کھلاڑی تھے۔ شروع درویشی میں جہاں احمدیہ شفاخانہ نے ماحول سازگار کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ وہاں جماعت احمدیہ کی دو ٹیموں کے ذریعہ پنجاب میں آمد و رفت کے دروازے کھلے۔ ایک کبڈی کی ٹیم تھی۔ دوسری والی بال کی۔ آپ دونوں ٹیموں کے اچھے کھلاڑی تھے۔ خاص کر ہمارے سب کھلاڑی اچھے جسم والے اور اچھی کھیل پیش کرنے والے تھے اور جہاں بھی جاتے لوگ دور دور سے دیکھنے آتے تھے۔ کھیل کم دیکھتے تھے کھلاڑیوں کو زیادہ دیکھتے تھے۔

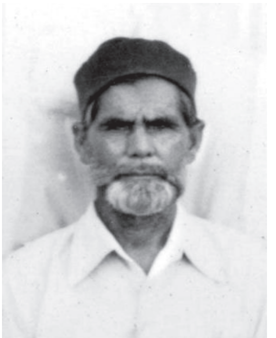
آپ دوسری عالمی جنگ کے دوران ملٹری میں بھی رہ چکے تھے۔ ملٹری سے فارغ ہو کر گھر آئے تو قادیان میں خدمت کے لیے حاضر ہو گئے۔ شادی ہو چکی ہوئی تھی۔ جب درویشان کی فیملیاں قادیان منگوانے کا پروگرام بنا تو انکی اہلیہ نے قادیان آنے سے انکار کر دیا۔ بدیں وجہ آپ نے اس کو طلاق دے دی اور یہاں بھارت میں مین پوری صوبہ یوپی میں داروغہ شاد بخش صاحب کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اس میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک لڑکا اور سات لڑکیاں عطاء فرمائیں۔ آپ کا بیٹا صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت میں ہے اور سب لڑکیاں شادی شدہ ایک بیٹی کینسر سے وفات پا گئی ہے۔ باقی سب اپنے گھروں میں خوشحالی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ان سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔

محمد یوسف صاحب عام طور پر زندگی بھر صحت سے رہے بہت کم بیمار ہوئے۔ البتہ آخری سالوں میں شوگر کے مریض بھی ہو گئے تھے۔ اچانک ایک روز پیٹ میں درد اور چند الٹیاں بھی آئیں۔ فوری طور پر احمدیہ شفاخانہ سے رجوع کیا گیا۔ انہوں نے اپنے ذرائع کے مطابق علاج کیا مگر تسلی بخش فائدہ نہیں ہوا۔ اس پر انہیں امرتسر لے جایا گیا وہاں انہوں نے معدہ کا آپریشن کیا اور علاج جاری رکھا۔ پندرہ بیس دن علاج ہوتا رہا بالآخر مورخہ 19 مارچ 1999ء کو آپ نے امرتسر ہسپتال میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

امرتسر سے نعش قادیان لائی گئی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حضور بلند درجات عطاء فرمائے اور آپ کی اولاد کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور آپ کے بچوں کا مستقبل روشن اور تابناک بنائے۔ آمین

196 مکرم محمد اسحٰق صاحب درویش

ولد مکرم مستری محمد الدین صاحب موضع گجوچک ضلع گوجرانوالہ



تلونڈی راہوالی سے گکھڑی کی طرف ایک میل چلیں تو ایک راج بہا آتا ہے اس راج بہا کے ساتھ ساتھ جدھر سے پانی آرہا ہے تین میل تک چلیں تو ایک پل راج بہا آتا ہے۔ یہاں کھڑے ہوں تو بائیں طرف تلونڈی کھجور والی اور دائیں طرف گجوچیک ہے۔اس گاؤں کی نصف سے زیادہ آبادی احمدی ہے۔ یہاں پر مکرم مستری محمد الدین صاحب گاؤں میں لوہار کا کام کرتے تھے اور خراس بھی لگایا ہوا تھا۔ بہت اچھے اور نیک طبیعت آدمی تھے۔آپ کے پانچ بیٹے تھے جو اپنے کام میں ماہر تھے۔ جب جنگ عالمگیر ثانی شروع ہوئی تو ان کے بیٹوں میں سے دو ملٹری میں بھرتی ہوگئے تھے۔ان دو میں سے ایک محمد اسحٰق صاحب تھے۔1941ء میں مکرم مستری محمد الدین صاحب گجوچیک سے ہجرت کر کے قادیان آگئے تھے اور محلہ دارالفضل کے مشرقی حصہ میں ریلوے لائین کے قریب آپ نے مکان بنایا تھا۔اس جگہ پر آج کل مارک فیڈ کے گودام ہیں۔ یہاں پر بھی آپ نے لوہار کا کام شروع کر دیا تھا اور آپ کے آنے سے اس ایریا کی ایک اہم ضرورت پوری ہوگئی تھی۔

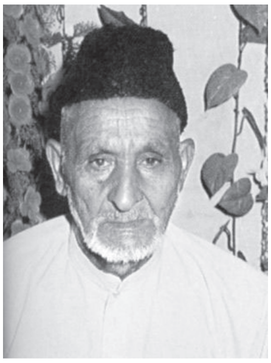
ملٹری سے لڑائی بند ہوجانے پر محمد اسحٰق صاحب واپس گھر آئے تو اس وقت حضور کی طرف سے خدام کو قادیان کے لیے بلایا گیا تھا۔آپ کے والد صاحب پہلے ہی قادیان میں موجود تھے۔قادیان سے جماعت کی ہجرت کے وقت آپ بھی بطور درویش قادیان رہ پڑے۔ دیہاتی مبلغین کلاس جاری تھی پہلے دن کا یہ خیال ہوا کہ میں بھی یہ کورس کروں۔انہوں نے پڑھنا شروع کیا مگر جلد انہیں محسوس ہوگیا کہ یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے۔انہوں نے ارادہ ترک کر دیا۔قرآن کریم بہت اچھی طرح پڑھتے تھے اور بہت سی سورتیں زبانی یاد تھیں۔ اس لیے بعض اوقات جب حافظ بیمار ہوتے تو نماز اور تراویح اور تہجد بھی پڑھا دیا کرتے تھے۔اس وجہ سے آپ درویشان میں مولوی محمد اسحٰق صاحب کے نام سے معروف تھے۔سورۃ الرحمٰن بہت اچھی آواز میں پڑھا کرتے تھے۔ملٹری میں آپ بطور منٹر بھرتی ہوئے تھے۔1955ء میں جب بارشوں کی وجہ سے ایریا کے بہت سے مکان گر گئے تھے۔ اس وقت معماروں کی اشد ضرورت تھی۔ کئی درویشوں نے یہ کام سیکھا۔مکرم مولوی محمد اسحٰق صاحب نے بھی کام سیکھ لیا اور ایک عرصہ تک معماری کا کام کرتے رہے۔کیونکہ آپ بھی صدر انجمن احمدیہ کی تحریک پر فارغ ہو چکے ہوئے تھے۔ پھر آپ بغرض ملاقات پاکستان گئے تو آپ کے بڑے بھائی محمد یوسف صاحب ایاز طب کی پریکٹس کر رہے تھے۔انہوں نے بھی ان کے ساتھ رہ کر اس فن میں مہارت حاصل کر لی۔1962ء کے بعد آپ نے بھی یونانی دواؤں کی پریکٹس شروع کی۔

جب دیگر درویشان کے اہل وعیال پاکستان سے آئے تو آپ کی اہلیہ مع ایک بچی کے قادیان آگئی تھیں۔قادیان میں اس اہلیہ سے آپ کی اور اولاد نہیں ہوئی۔ بچی کی شادی آپ نے لاہور میں کر دی تھی۔آپکی اہلیہ ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ تھی۔ایک لمبا عرصہ علیل رہ کر وہ وفات پا گئیں۔تب آپ نے دوسری شادی اڑیسہ میں کی۔اس کے بطن سے ایک بچی ہو کر فوت ہوگئی تھی اور ایک لڑکی زندہ موجود ہے۔آپ خود عموماً صحت سے رہتے رہے مگر آپ کا یہ طریقہ تھا کہ سبزی لیتے تو کتاب میں اس کے خواص اور تاثیرات دیکھ کر اس کو استعمال کرتے۔اس قدر احتیاط کے باوجود کوئی نہ کوئی خوراک ناموافق ہوجاتی۔یوں ہی حالات چل رہے تھے۔65ء سال کی عمر کے بعد آپ کو بھی فیملی سکیل گزارہ بطور پنشن مل رہا تھا اور اپنی پریکٹس سے بھی کچھ نہ کچھ کما لیتے تھے۔اس لئے آسودگی سے گزر اوقات ہو رہی تھی۔آخری دنوں آپ نے کمزوری کے باعث باہر آنا جانا ترک کر دیا ہوا تھا مورخہ 21 فروری 2001ء کو اچانک اطلاع ملی کہ مولوی محمد اسحٰق صاحب وفات پا گئے ہیں۔انکی اہلیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا تکلیف لاحق ہوئی تھی تو اس نے بتایا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیند کی حالت میں ہارٹ فیل ہو کر موت واقع ہوگئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔اللہ تعالیٰ آپ کو بلند درجات عطاء فرمائے۔آپ کی یادگار اہلیہ دوم اس کی ایک بچی قادیان میں ہیں اور اہلیہ اول میں سے ایک بچی جس کی شادی لاہور ہو چکی ہوئی ہے اور گھر خوش حال صاحب اولاد ہے۔اللہ تعالیٰ ان کا خود کارساز ہو اور اپنی رحمت کے سایہ تلے رکھے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔مولوی محمد اسحاق صاحب موصی تھے۔مورخہ 21 فروری 2001ء بعد نماز عصر آپ کا جسم خاکی بہشتی مقبرہ کی مقدس خاک کے سپرد کر دیا گیا۔

197 مکرم محمد اسمٰعیل صاحب ننگلی درویش

ولد مکرم محمد فقیر محمد صاحب ننگل باغباناں قادیان



قد درمیانہ سینہ فراخ مضبوط آہنی جسم رکھنے والے تھے۔خطرات میں بھی بڑی جرأت سے آگے بڑھنے والے تھے۔ایک مرتبہ ایک توڑی کے موسَل کو آگ لگ گئی۔کئی لوگ جمع تھے سوچ رہے تھے کہ کیا کیا جائے۔اتنے میں محمد اسمٰعیل صاحب بھی وہاں آگئے اور اپنے آتے ہی صورت حال کو دیکھا اور فوراً ایک درانتی ہاتھ میں لیکر موسَل سے کچھ فاصلہ پر جاکر وہاں سے دوڑتے ہوئے آئے اور اُونچی چھلانگ لگا کر موسَل کے اوپر والا پیٹر کاٹ دیا جس سے جل رہا نڑ سب نیچے گر گیا اور پاس کھڑے افراد نے ڈنڈوں سے کوٹ کر آگ بجھا دی اور موسَل جلنے سے بچ گیا۔

آپ تقسیم ملک سے قبل قادیان کے مشہور کارخانہ میک ورکس میں ملازم تھے۔آپ کی ڈیوٹی نکل ہونے والی باڈیز کو چمڑے کی سان پر رگڑ کر نکل کے قابل بنانے پر تھی۔آپ یہ کام بڑی توجہ اور پھرتی سے کرتے تھے اور آپ کی قوت کا یہ حال تھا کہ کارخانہ میں 250 ہارس پاور کی موٹر تھی جس کی شافٹ پر تیس مشینوں کے پٹے یکدم چلتے تھے۔آپ اپنے اڈہ کی شافٹ کو اپنے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ دباتے جاتے اور پورے کارخانہ کو بریک لگا دیا کرتے تھے۔کارخانہ کی جانب مشرق صلاح پور گاؤں تھا۔یہاں کے سکھ جاٹوں میں ایک دوسرے سے دشمنیاں تھیں۔ہر سال جب گندم کی فصل کٹتی تو یہ لوگ ایک دوسرے کے کھلواڑے کو آگ لگا دیا کرتے تھے اور اکثر اوقات جب آگ نکلتی تو کارخانہ میں گھنٹی بجتی اور تمام کاریگر آگ بجھانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوتے اور ان میں مکرم محمد اسمٰعیل صاحب آگ سے باقی فصل کو بچانے میں اہم رول ادا کرتے۔

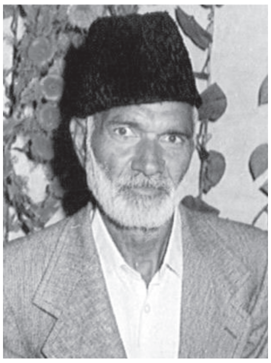
ننگل باغباناں قادیان کے جنوب میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔کاغذات مال کے لحاظ سے بندوبست اراضی 1865ء کے مطابق یہ قادیان میں شامل ہے۔سکھوں کے دور میں جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان قادیان سے ہجرت کر کے بیگووال چلا گیا تھا۔قادیان کے اردگرد اس خاندان کی جاگیر جو اس وقت تک صرف 80 گاؤں رہ گئی تھی۔جب مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب کے زمانہ میں حضرت اقدس کا خاندان آکر آباد ہوا تو مہاراجہ ہی نے پانچ دیہات بحال کر دیے تھے۔باقی دیہات بحال نہیں ہوئے تھے۔یہ پانچ دیہات ننگل باغباناں، ننگل خورد، قادر آباد، احمد آباد اور قادیان تھے۔

تقسیم ملک کے وقت جب مضافات قادیان بھی فسادات کی زد میں آ گیا تو دیہات کی آبادی اٹھ اٹھ کر قادیان میں جمع ہونا شروع ہوگئی۔ننگل باغباناں پورا گاؤں احمدی آبادی والا تھا۔یہ سب سے آخر میں اٹھ کر گیا اور جب قادیان میں 313 افراد رکھے جانے کے لیے افراد چنے گئے تو ننگل کے بھی افراد درویشان میں رہ پڑے تھے۔مکرم محمد اسمٰعیل صاحب انہی میں سے تھے۔آپ کی شادی ہو چکی ہوئی تھی۔بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بھی تھے بیوی بچے پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔وہاں جاکر آپ نے بھی اپنی دوسری شادی حیدر آباد دکن کے علاقہ میں کر لی۔اس اہلیہ کے بطن سے پانچ لڑکے اور چھ لڑکیاں ہیں۔کل ملا کر آپ کی اولاد چھ لڑکے اور سات لڑکیاں ہیں۔پہلی بیوی کے دونوں بچے پاکستان میں ہیں۔دوسری بیوی کی اولاد میں سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں بیرون ممالک میں ہیں اور باقی قادیان میں شادی شدہ برسر روزگار آسودہ حالی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

محمد اسمٰعیل صاحب پڑھے ہوئے نہیں تھے۔تاہم اپنے خاندانی کام میں بڑے ماہر تھے۔سبزیوں کی کاشت اور دیکھ بھال اور پھل دار درختوں کی پرورش اور دیکھ بھال میں ماہر تھے۔اس لیے آپ کی ڈیوٹی زیادہ تر بہشتی مقبرہ میں ہی رہی۔جہاں پرانے درخت بھی تھے اور جو باغ بوڑھا ہو چکا تھا اس کی جگہ پر نئے آم کے درخت لگا دیئے گئے اور اب وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھا پھل دے رہے ہیں۔جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی آپ خدمت کرتے رہے۔پھر آپ ریٹائرمنٹ لائف گزار رہے تھے۔آپ کو دیگر درویشان کی طرح فیملی سکیل گزارہ ملتا تھا۔آخری دو سالوں میں بڑے کمزور ہو گئے تھے۔بواسیر کا عارضہ تھا۔خون اس کثرت سے جاتا تھا کہ چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا اور قبض کی سخت شکایت تھی۔احمدیہ شفاخانہ سے علاج ہوتا رہا۔امرتسر لیجا کر بواسیر کا آپریشن بھی کرایا گیا تھا مگر اس سے بھی فائدہ نہیں ہوا۔اسی عارضہ سے چلنا پھرنا بند ہو گیا اور بستر کی زینت بن گئے۔آخر کو 16 ستمبر 2002ء کو آپ نے رات نہایت خاموشی کے ساتھ عالم جاویدانی کے لیے سفر اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔اسی روز نماز عصر آپ کے جسم خاکی کو بہشتی مقبرہ کی مقدس خاک کے سپرد کر دیا گیا۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔آمین

198 مکرم صوفی غلام احمد صاحب درویش

ولد سردار محمد صاحب سٹھیالی تحصیل وضلع گورداسپور



سٹھیالی گاؤں قادیان کے شمال مشرق میں دس کلومیٹر پر واقع ہے۔اس مقام پر نہر اپر باری دواب کی مشرقی شاخ دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ایک شاخ قادیان کے شمال مشرق سے گزرتی ہے اور دوسری شاخ جنوب مغرب سے گزرتی ہے اور یہ دونوں شاخیں تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔جنوب مغرب والی نہر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کئی مہمانوں کو الوداع کرنے جاتے رہے ہیں اور خاص کر حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کابل کو بھی اسی نہر تک رخصت کرنے گئے اور خود حضور اقدس مسیح موعود علیہ السلام بٹالہ تک پیدل سفر کرتے ہوئے سینکڑوں مرتبہ اس نہر سے گزرتے رہے۔

دوسری شاخ جو شمال مشرقی سے گزرتی ہے اس کو ہر چووال والی نہر کہہ کر بھی پکارا جاتا ہے۔سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ڈلہوزی جاتے ہوئے اس نہر کے کنارے سفر کرتے ہوئے گورداسپور تک جایا کرتے تھے اور یہ بھی ایک دو مرتبہ کی بات نہیں سینکڑوں مرتبہ حضور نے اس کے کنارے کنارے سفر کیا ہے۔جب حضور نے ڈلہوزی جانا ہوتا تھا تو اس وقت قادیان میں ہر چووال نہر تک کچی سڑک تھی حضور انور کی کار کے ساتھ ساتھ سائیکل سوار خدام نہر تک جایا کرتے۔نہر سے جب نہر کی صاف ستھری پٹڑی پر سفر شروع ہوتا تو پہلے سے چھ یا آٹھ سائیکل سوار وہاں مستعد موجود ہوتے وہ ڈیوٹی سنبھال لیتے اور قادیان سے ہر چووال تک گئے خدام واپس لوٹ آتے۔پھر ہر چوال والا دستہ سٹھیالی تک جاتا اور وہاں پر موجود تازہ دم خدام کا دستہ کار کے ساتھ ہو کر سفر شروع کر دیتا اور گورداسپور تک رہتا۔گورداسپور سے آگے پختہ سڑک تھی۔کار اس پر ڈلہوزی کے لیے رواں دواں رہتی۔

سٹھیالی ایک بڑا گاؤں ہے۔دونوں نہر کے سنگم پر واقعہ ہے۔اس گاؤں کی اکثر آبادی احمدی تھی اور یہاں اکثر جلسے مناظرے اور مباحثے ہوا کرتے تھے اور قادیان سے بھی خدام ان میں شامل ہونے کے لیے جایا کرتے تھے۔خود مجھے چند مرتبہ حضور کی کار کے ساتھ ہر چووال سے سٹھیالی تک اور کئی مناظروں اور جلسوں میں وہاں جانے کا موقع ملا ہے۔صوفی غلام احمد صاحب کی پیدائش اسی گاؤں میں ہوئی اور جیسا کہ ان دنوں رواج تھا۔زمیندار اپنے بچوں کو اتنا ہی پڑھاتے تھے کہ وہ خط و کتابت کر سکیں اور گھر کا حساب کتاب لکھ سکیں۔صوفی صاحب بھی اسی حد تک تعلیم پا کر پھر اپنے والد صاحب کے ساتھ زمیندارہ کام میں ہاتھ بٹانے لگے تھے۔جب دوسری عالمی جنگ شروع ہوئی تو آپ بھی ملٹری میں بھرتی ہو گئے اور جنگ ختم ہونے پر چھانٹی میں آ کر فارغ کر دیے گئے۔واپس گھر آئے ہوئے ابھی چند ماہ ہی گزر رہے تھے کہ آزادی وطن کے آثار نمودار ہوئے اور یہ آثار نمودار ہوتے ہی ملک کی فضاء میں بدامنی قتل و غارت ساڑ پھونک کے بادل چھا گئے۔جو دیہات میں احمدیوں کی یا عام مسلمانوں کی غالب اکثریت تھی وہ تو اپنی جگہ قائم تھے مگر جن جگہوں پر چند گھر مسلم تھے وہ اپنے گاؤں چھوڑ کر محفوظ مقامات کی طرف نکل کھڑے ہوئے تھے۔اس وقت سٹھیالی گاؤں ایک حد تک محفوظ تھا۔یہاں بھی نزدیک کے چھوٹے دیہات کے افراد آ کر جمع ہو گئے تھے۔

جب قادیان میں پناہ گزین افراد کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تو بیرونی جماعتوں سے ان کی خدمت کے لیے خدام کو طلب کیا گیا اس تحریک پر صوفی غلام احمد صاحب بھی قادیان آ گئے تھے۔آہستہ آہستہ حالات مزید خراب ہوتے چلے گئے اور پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ موضع سٹھیالی میں جمع افراد بھی گھیرے میں آ گئے ہیں۔تب انکو پولیس کی مدد لیکر بحفاظت قادیان لانے کے لیے یہاں سے بھی خدام کو بھجوایا گیا۔خدام کے پہنچنے پر وہاں فسادی افراد نے رات کے وقت شدید حملہ کر دیا جس سے قادیان سے گئے خدام میں سے ایک اور مقامی خدام میں سے کل دو خدام شہید ہو گئے اور متعدد زخمی بھی ہوئے۔اگلے روز پولیس کی مدد کے ساتھ گاؤں کے اور وہاں پناہ کی غرض سے آئے افراد کو لیکر قادیان پہنچ گئے۔الحمد للہ۔صوفی صاحب چونکہ یہاں رہنے والے تھے اور دیہات میں واقفیت بھی رکھتے تھے اور دوستوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔بیرون کی جماعتوں سے آئے خدام کی راہنمائی کے

لیے بھی ان مہمات میں ساتھ رہے اور گراں قدر خدمات کی توفیق پائی۔

فسادات کے ایام میں بعض احمدی اور مسلمان لڑکیاں اغواء کر لی گئیں تھیں۔ ان کی بازیابی میں بھی بعض اور درویشان کی طرح علاقہ میں واقفیت کی وجہ سے مکرم صوفی صاحب نے بھی گراں قدر کام کیا ہے اور متعدد لڑکیوں کی بازیابی میں یہ ممد ومعاون ثابت ہوئے۔ اسی قسم کی ایک مہم کے دوران یہ تین درویش تھے۔ مکرم صوفی غلام احمد صاحب، علی محمد صاحب ننگلی اور جلال دین صاحب بٹ ایک گاؤں میں پہنچے تو وہاں ایک سکھ بھائی نے بتایا کہ یہاں جب ایک قافلہ پر جو مسلمانوں کا قافلہ تھا حملہ ہوا اور قتل وغارت، لوٹ مار شروع ہوئی تو یہ بچہ ڈر کے مارے ایک بھٹیارن کی بھٹی میں جو اس وقت ٹھنڈی تھی اور صرف راکھ میں موجود تھی گھس گیا۔ دوسرے دن گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ بچہ سہما ہوا بھٹی سے نکل کر بیٹھا ہے۔ مجھے اس پر ترس آیا اور میں اسکو گھر لے گیا اور پیار دلاسا دیا کھانا کھلایا۔ یہ مسلمان ہے۔ اس کے والدین کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ اگر آپ لے جانا چاہیں تو لے جائیں۔ یہ 1948ء یا پھر مارچ اپریل 1949ء کا واقعہ ہے۔ یہ اس بچہ کو ساتھ لے آئے۔ ابتداء میں مکرم چوہدری عبد الغفور صاحب کوٹ الہٰ دین منٹگمری نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا پھر بعض خاندانی مجبوریوں کے باعث جب انہیں پاکستان جانا پڑا تو مکرم صوفی عبد القدیر صاحب اور ماسٹر محمد ابراہیم صاحب اکھٹے ہانڈی وال تھے۔ انہوں نے اپنے پاس رکھ لیا۔

تھوڑے عرصہ بعد صوفی عبد القدیر صاحب بھی پاکستان جانے کے لیے مجبور ہو گئے تو پھر مکرم خواجہ عبد الستار صاحب کے سپرد کر گئے۔ مکرم خواجہ صاحب نے بہت پیار اور محبت سے اس کی پرورش کی بعد میں خواجہ صاحب کی فیملی بھی پاکستان سے آگئی۔ خواجہ صاحب کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ انکی اہلیہ نے بھی اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شمار کیا کہ اس نے ہماری کمی پوری کر دی ہے۔ یہ بچہ خواجہ صاحب کی فیملی کا ایک فرد بن چکا ہوا ہے اور اب تک درویشان میں موجود ہے۔ مکرم صوفی صاحب بھی زیادہ پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ اس لیے دفاتر میں کوئی ڈیوٹی آپ کے سپرد نہیں رہی۔ پہرہ وغیرہ کی ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ صدر انجمن احمدیہ کو جب مانے پور میں زمین الاٹ ہوئی تو آپ وہاں بھی زمین پر قبضہ اور اس پر کاشت کی نگرانی کے لیے مقرر ہوئے تھے۔ اسی طرح جب بعض وجوہ کی بناء پر صدر انجمن احمدیہ نے یہ رقبہ مانے پور سے رجوعہ بہادر پور میں تبدیل کرا لیا تو آپ رجوعہ میں بھی اس زمین کی نگرانی کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ بھینس پالنے کا بھی شوق تھا۔ جب تک صحت نے اجازت دی بھینس بھی پالتے رہے۔

جب درویشان کی شادیاں ہندوستان میں ہوئیں تو آپ نے بھی حیدر آباد دکن کے علاقہ میں شادی کر لی اور اس میں سے آپ کے ایک لڑکا دو لڑکیاں ہیں۔ یہ اہلیہ چند سال بعد وفات پا گئی تھیں تو اسی خاندان نے اپنی دوسری بیٹی صوفی صاحب کے عقد میں دے دی۔ اس اہلیہ سے بھی دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ سب بچے شادی شدہ اور خوش حال ہیں۔ چند سال قبل آپکو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ علاج سے آپ سنبھل گئے اور پھر تندرستوں کی طرح عبادات اور دیگر دینی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ پھر دوبارہ ہارٹ اٹیک ہوا۔ اس مرتبہ حالت زیادہ تشویشناک ہوگئی تھی۔ پھر سنبھل گئے لیکن اب کی بار بڑی احتیاط اور پرہیز سے بسر اوقات کرتے تھے۔ تیسری مرتبہ پھر ہارٹ اٹیک ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا اور آپ نے 7 جنوری 2004ء میں جان بارگاہ الٰہی میں پیش کر دی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔ آپ موصی تھے۔ قطعہ درویشان بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور جرأت مند تھے۔ ایک مرتبہ مسجد احمدیہ ناصر آباد جو توسیع کر کے دوبارہ تعمیر کی جارہی تھی میں اخراجات کی کمی محسوس ہوئی تو آپ نے کہا کتنی ضرورت ہے بتایا گیا تو آپ نے فوراً ایک خطیر رقم پیش کر دی۔ ابتداء میں دیگر درویشان کی طرح آپ کو بھی مالی تنگی برداشت کرنی پڑی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے کہ کس کس درویش نے کس کس رنگ میں مالی مشکلات کا مقابلہ کیا۔ اب آخری ایام میں صوفی صاحب کے بچے بیرون ممالک گئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مالی فراخی بھی عطا فرما دی ہے۔ آپ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل اپنا رہائشی مکان بھی بڑا خوبصورت تعمیر کرایا تھا۔

199 مکرم مستری دین محمد صاحب ننگلی درویش

ولد محمد عبد اللہ صاحب ساکن ننگل باغباناں قادیان



ننگل باغباناں میں ایک ایسا گاؤں ہے جو درحقیقت قادیان کا ہی حصہ ہے۔اس کے مالکان اعلیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ہی خاندان ہے۔محل وقوع کے لحاظ سے یہ جانب جنوب مشرق قادیان سے جڑا ہوا ہے اور اب پھر اس میں احمدی احباب کی آبادی اکثریت کے قریب پہنچ گئی ہے۔تقسیم ملک سے قبل پورا گاؤں احمدی تھا اور دیگر سب دیہات سے آخر میں یہ لوگ گاؤں خالی کر کے قادیان آئے تھے اور قادیان کے مقامی خدام کے ساتھ مل کر پہرہ کی حفاظتی ڈیوٹیاں دیتے رہے ہیں۔ان سب کے بھی بوڑھے عورتیں اور بچے حسب ترتیب پاکستان بھجوا دیے گئے تھے اور قادیان میں 313افراد میں 14خدام ننگل باغباناں کے بھی چن لیے گئے تھے۔شروع درویشی میں ہی مخالفین کی طرف سے درویشان کا جو بائیکاٹ کیا گیا تھا اس موقع پر امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان نے ننگل کے ان خدام کو بلا کر حکم دیا کہ گندم اور دالوں کا سٹاک ہمارے پاس موجود ہے۔آپ لوگ سبزیاں اگانے کے ماہر ہیں۔بہشتی مقبرہ اور بڑے باغ کے ساتھ جو افتادہ زمین ہے۔آپ اس میں سبزیاں لگائیں۔اس سے بھی ہمیں بائیکاٹ کا مقابلہ کرنے میں مدد ملے گی۔چنانچہ ان خدام نے بلا توقف کام شروع کر دیا اور چند ہفتوں میں اپنی سبزی لنگر میں آنے لگی۔

گو کہ ننگل کے 14خدام درویشان میں شامل ہوئے تھے مگر بعد میں اپنی خانگی مجبوریوں کے باعث باقی افراد اجازت لیکر پاکستان چلے گئے۔صرف چار درویشان کو اب تک قادیان میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ان کے نام یہ ہیں۔مکرم محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم، مکرم نذیر احمد صاحب مرحوم، مکرم مستری دین محمد صاحب مرحوم اور مکرم چوہدری محمد صادق صاحب (جو حین حیات خدمت سلسلہ میں مصروف ہیں)

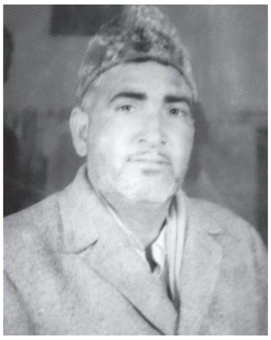
1952ء میں بجٹ کی کمی کے باعث درویشان میں فارغ ہو کر اپنا گزارہ کمانے کی جو تحریک کی گئی تھی اس میں مکرم مستری دین محمد صاحب بھی فارغ ہوئے تھے اور تین سال تک فارغ رہ کر اپنا گزارہ چلاتے رہے۔1955ء میں شدید بارشوں کی وجہ سے احمدیہ ایریا کے اکثر مکانات قابل مرمت ہو گئے تھے۔اس لیے اپنی جماعت کے جو مستری صاحبان فارغ ہو کر اپنا کام کر رہے تھے ان سب کو واپس صدر انجمن احمدیہ کی ڈیوٹیوں پر لگایا گیا۔اس طرح مستری محمد دین صاحب کو بھی صیغہ تعمیرات میں بطور معمار خدمت سپرد کی گئی اور وہ ریٹائر ہونے تک یہ خدمت بطور احسن ادا کرتے رہے۔

1952ء میں جب دیگر درویشان کے اہل وعیال پاکستان سے انڈیا آئے تھے تو ان میں چار خواتین ایسی بھی آئی تھیں جن کے نکاح بذریعہ خط وکتاب ہو چکے ہوئے تھے مگر رخصتانہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ان میں سے ایک مکرم مستری دین محمد صاحب کی اہلیہ بھی تھیں۔تین کا رخصتانہ تو یہاں قادیان میں مکرم ومحترم امیر صاحب جماعت احمدیہ قادیان کی نگرانی میں اسی روز کر دیا گیا۔مکرم مستری محمد دین صاحب کی اہلیہ کے والدین مصطفی آباد ضلع انبالہ میں تھے اور ان کے والد حکیم محمد رمضان صاحب اپنی بیٹی کو لینے قادیان آئے ہوئے تھے۔وہ اپنے ساتھ اپنی بچی کو مصطفی آباد لے گئے تھے اور پھر چند ماہ بعد قادیان سے بارات لیکر مستری صاحب مصطفی آباد گئے تھے اور اس طرح آپ کی شادی ہوئی تھی۔مارچ کا مہینہ تھا۔غالباً مستری صاحب کی بارات میں مکرم حضرت بابا سلطان احمد صاحب، مکرم محمد اسمٰعیل صاحب ننگلی، مکرم چوہدری عبد القدیر صاحب، مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی، مکرم علی محمد صاحب ننگلی اور خاکسار حکیم بدرالدین عامل بھٹہ شریک تھے۔امرتسر سے ہم ہردوار میل میں سوار ہوئے اور چونکہ اس گاڑی میں اکثر ہندو بھائی ہردوار کی یاترا کے لیے جارہے ہوتے ہیں۔

یہ اپنے اپنے گروپ کے ساتھ رات بھر بھجن گاتے ہوئے سفر کرتے ہیں اور اس طرح رات بڑی آسانی سے گزر جاتی ہے۔اس گاڑی نے ہمیں رات کو تین بجے مصطفی آباد اتار دیا اور گاڑی کے روانہ ہوتے ہی ایک دم اندھیرا چھا گیا۔یہ ایک چھوٹا سٹیشن تھا بجلی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔نہ مسافر خانہ تھا۔کھلے میدان میں ہمیں تین گھنٹہ گزارنے پڑے تب کہیں صبح کی سفیدی نمودار ہوئی۔مکرم حضرت بابا سلطان احمد صاحب کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی گئی۔وہاں وضو کے لیے پانی کی تلاش شروع کی۔ابھی خاصا اندھیرا تھا باباجی نے آواز دی کہ ادھر آجاؤ نلکہ یہاں ہے۔سب بھاگ کر گئے تو معلوم ہوا کہ وہ فرشی کنڈے کا ہینڈل ہے جسے باباجی پکڑ کر سمجھے کہ یہ نلکہ ہے۔پانی نہ مل سکنے کے باعث تیمم کر کے نماز پڑھی۔اتنی دیر میں وہاں تانگے آگئے اور شور مچانا شروع کر دیا چلو شہر چلو شہر۔ہم نے بھی دیکھا کہ ریلوے سٹیشن تو ویران جگہ پر ہے۔مصطفی آباد کی آبادی دور فاصلے پر ہے۔چلو شہر چلتے ہیں۔وہاں کوئی

نہ کوئی چائے کی دوکان ہی کھلی مل جائے گی۔ ہم نے تانگہ والوں سے پوچھا کہ شہر میں اس وقت دوکانیں کھل گئی ہوں گی تو انہوں نے بتایا کہ ہاں آج تو بازار کا دن ہے بازار لگے گا خوب رونق ہوگی۔اس پر ہم نے تین تانگے لیے اور شہر کی طرف چل پڑے۔
شہر ریلوے سٹیشن سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ جاکر دیکھا کہ ایک ویرانہ ہے اور کھنڈرات پر عارضی دوکانیں کوئی کھلونے بیچنے، کوئی دیسی جوتے بیچنے کی، کوئی دیسی کھڈی کا بنا ہوا کپڑا بیچنے کی لگی ہیں۔ کھانے پینے والی اور چائے کی کوئی دوکان نہیں ہے۔ ابھی وہاں کھڑے ہو کر سوچ رہی رہے تھے کہ دو بیل گاڑیاں آکر رکیں اور معلوم ہوا کہ یہ بارات کو لینے آئی ہیں۔ اس میں سامان رکھا اور گاؤں تلاکور کی طرف چل پڑے۔ گاڑی کے اندر ایک ترپال بھی رکھا ہوا تھا۔ یہ غالباً اس لیے لایا گیا تھا کہ باراتی ان کا گاڑی میں بچھا کر آرام سے بیٹھ جائیں گے۔ ادھر باراتی شادی کے شوق میں اس قدر جلدی میں تھے کہ جلد از جلد تلاکور پہنچ جائیں۔ ترپال کھولے بغیر ہی جھٹ گاڑیوں میں بیٹھ گئے۔ ترپال غالباً کئی ماہ سے تہہ کئے ہوئے تھے اور گھر سے چلتے ہوئے بھی ان کی تہہ کو کھول کر نہیں دیکھا تھا۔ اس کے اندر بھونڈوں (ان کو بعض علاقوں میں تتیا اور بعض میں بھڑیں بھی کہا جاتا ہے) کا چھتہ لگا ہوا تھا۔ اوپر آدمی بیٹھنے سے ہل جل ہوئی تو یہ باہر نکل پڑے سب سے پہلے چوہدری عبدالقدیر صاحب کو کاٹا۔ وہ ایک دم گاڑی سے کود کر اتر پڑے پھر ایک دو اور کو کاٹا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب گاڑیوں سے اتر پڑے سامان گاڑیوں پر ہی رہا خود پیدل چلتے ہوئے ایک گھنٹہ بعد تلاکور پہنچ گئے۔ حکیم صاحب کو معلوم ہوا تو گاڑی بانوں پر سخت ناراض ہوئے۔
حکیم صاحب نے بارات کے لیے چائے مٹھائی انڈے وافر مقدار میں تیار کئے ہوئے تھے۔ بارات کا گرد سے برا حال تھا۔ سب کو گرم پانی سے منہ ہاتھ پاؤں دھلائے گئے پھر ناشتہ کیا گیا۔ دو روز بارات تلاکور میں ٹھہری۔ محترم حکیم صاحب نے جی بھر کر بارات کی تواضع مٹھائیوں کھانوں اور دودھ انڈے چائے سے کی اور پھر تیسرے روز گاڑیاں جنہیں سکھ پال کہا جاتا ہے منگوائی۔ ایک گاڑی میں دلہا دلہن اور گھر کے چند افراد سوار ہوئے اور دوسری میں باراتی۔ یہ قافلہ تیسرے پہر مصطفیٰ آباد ریلوے سٹیشن پر پہنچا اور شام کو ڈیرہ دون ایکسپریس میں سوار ہو کر امرتسر کے لیے روانہ ہوا۔ حکیم صاحب نے رات کا کھانا پکوا کر ساتھ دے دیا ہوا تھا جو انبالہ چھاؤنی ریلوے سٹیشن پر کھایا گیا اور بچا ہوا فقراء میں تقسیم کر دیا گیا۔ صبح امرتسر پہنچ کر قادیان کی گاڑی جو دوپہر کو قادیان پہنچی قادیان آگئے اور یہ پہلی شادی تھی جو قادیان سے باہر باقاعدہ بارات لیجا کر پنجاب کی شادیوں کے طریق پر ہوئی۔ اگلے روز مستری صاحب کی طرف سے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ یہ شادی مستری صاحب کے لیے بڑی بابرکت ہوئی۔ اس میں سے اللہ تعالیٰ نے مستری صاحب کو دو لڑکے اور دو لڑکیاں عطاء فرمائیں۔ یہ سب بچے شادی شدہ صاحب اولاد اپنے گھروں میں خوشحال زندگیاں گزار رہے ہیں۔
مستری صاحب صدر انجمن احمدیہ کے صیغہ تعمیرات سے وابستہ تھے اور آپ بڑی تن دہی سے معماری کی خدمات بجالاتے رہے اور عام صحت بہت اچھی تھی۔ عموماً بیمار نہیں ہوا کرتے تھے۔ 2002ء کے شروع میں ہی آپ یک عدم علیل ہو گئے۔ بظاہر دیکھنے میں بھلے معلوم ہوتے تھے مگر پوچھنے پر بتلاتے تھے کہ جسم کا توازن ٹھیک نہیں رہا بس یوں محسوس کرتا ہوں کہ گر جاؤں گا۔ گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ کبھی کبھار بچے ساتھ ہو کر باہر لے بھی آتے تو ان کے ساتھ اچھے بھلے چلتے ہوئے معلوم ہوتے لیکن خود گھر سے نکلنے کی خواہش نہ کرتے تھے۔ اسی حال میں وقت گزارتے چلے آئے تھے۔ احمدیہ شفاخانہ سے علاج بھی باقاعدہ جاری تھا۔ احمدیہ شفاخانہ میں بعض ٹیسٹ لینے پر معلوم ہوا کہ آپ عارضہ قلب بھی لاحق ہے۔ اس کے مزید تسلی بخش علاج کے لیے آپ کو امرتسر لیے جایا گیا جہاں امراض قلب کے ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں علاج ہوا اور ڈاکٹر آپ کے علاج سے مطمئن تھے اور اظہار کیا کہ دو روز بعد ان کو ہسپتال سے چھٹی مل جائے گی۔ آپ کے بڑے بیٹے مکرم بشیر الدین صاحب پاس تھے وہ اپنے بیٹے کو امرتسر چھوڑ کر خود قادیان آئے کہ میں وہاں سے گاڑی لیکر دو روز بعد آجاونگا۔ ان کے آنے کے ایک روز بعد مستری صاحب نے اپنے پوتے کو جو پاس تھا کہا کہ میرا بازو دباؤ مجھے بائیں بازو میں سخت درد ہو رہی ہے۔ بچے نے بازو دبانا شروع کر دیا تھوڑی دیر کے بعد اس کو منع کر دیا کہ چلو بس کرو۔ اس کے چند منٹ کے بعد ہی آپ کی روح اپنے عہد وفا کو پورا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کی طرف پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن
یہ ماہ اپریل 2004ء کی 28 تاریخ تھی۔ آپ کا جنازہ امرتسر سے قادیان لایا گیا اور اگلے روز مقبرہ بہشتی میں درویشان کے لیے مخصوص قطعہ خاص میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین

200 مکرم منظور احمد صاحب چیمہ درویش



آپ کے بارہ میں محترم چوہدری بدر الدین عامل صاحب درویش مرحوم تحریر فرماتے ہیں کہ:

''1980ء کی 29/دسمبر کی شام تھی۔مسجد مبارک کے نیچے درویشوں کا ایک گروہ گردنیں جھکائے مرجھائے ہوئے چہروں کے ساتھ کھڑا تھا۔کچھ دیر خاموشی کے بعد کوئی ایک بھائی دوسرے سے کوئی بات پوچھتا اور جواب نامکمل پاکر پھر ایک گہری خاموشی ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی اور ایسا محسوس ہوتا کہ سب اس خاموشی کے سمندر میں غوطہ لگا کر کچھ تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔پھر اچانک کوئی ایک آواز اس خاموشی کو توڑ دیتی کہ فلاں سال میں بھی تو ہم نے جلسہ سالانہ ربوہ میں ایک درویش بھائی کی وفات کا صدمہ سہا تھا۔پھر اس موضوع پر چند باتیں چند یادیں دہرائی جاتیں اور پھر مجلس کی فضا پر ایک خاموشی مسلط ہو جاتی۔اداسی کا ایک سیلاب تھا جو سب ذہنوں کو گھیرے میں لئے ہوئے تھا۔
اس ساری صورت حال کا پس منظر یہ تھا کہ امسال جلسہ سالانہ ربوہ پر جو چند درویش گئے ہوئے تھے ان میں سے بعض کی واپسی 30/دسمبر 1980ء کو متوقع تھی۔اور آج 29/دسمبر 1980ء کو عصر کے بعد ایک غیر ملکی مہمان جو جلسہ سالانہ ربوہ میں شریک ہو کر قادیان آئے تھے۔انہوں نے جلسہ سالانہ ربوہ کے ایمان افروز حالات سنائے اور آخر میں یہ بھی بتایا کہ وہاں حضورؒ نے ایک درویش کا جنازہ بھی پڑھایا ہے۔میں یہ نہیں بتا سکتا کہ اس درویش کا کیا نام تھا اور ان کی وفات کا کیا سبب بنا۔اس خبر نے تمام درویشوں میں ایک غم کی لہر دوڑا دی اور ہر ایک اس سوچ میں تھا کہ آخر وہ ہمارا کون سا بھائی ہوسکتا ہے۔اس سے قبل مکرم بشیر احمد صاحب سندھی جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر وفات پا گئے تھے۔وہ جب قادیان سے جلسہ سالانہ ربوہ کے لئے روانہ ہوئے تھے تو اس وقت ہی نزلہ زکام اور بخار میں مبتلا تھے۔رستہ میں مزید ٹھنڈ کھا کر نمونیہ کی صورت پیدا ہوگئی اور علاج بسیار کے باوجود سنبھل نہیں سکے اور ربوہ میں ہی وفات پا گئے اور ربوہ کی سرزمین میں ہی بہشتی مقبرہ کی خاک میں یہ گوہر پوشیدہ ہوا۔اب جو خبر آئی ہے آخر وہ کون ہوسکتا ہے۔اندازے لگ رہے تھے کہ فلاں بھائی علیل تھے۔خدا کرے کہ وہ محفوظ ہوں۔جن گھروں سے افراد جلسہ سالانہ پر گئے ہوئے تھے سب میں غم کے بادل چھا گئے بڑی گریہ وزاری سے دعائیں کی گئیں۔آخر 30/دسمبر کی شام کو یہ عقدہ حل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ مکرم چوہدری منظور احمد صاحب منیر ربوہ میں وفات پا گئے ہیں بعد میں یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ آپ 27/دسمبر کو جلسہ سالانہ کا دوسرا اجلاس ختم ہونے پر اپنے کسی عزیز کے ساتھ بس میں جا رہے تھے کہ رستہ میں بس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔اور آپ کی وفات موقع پر ہی ہوگئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔مؤرخہ 28/دسمبر 1980ء کو ربوہ بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

چوہدری منظور احمد صاحب منیر چیمہ 15/نومبر 1947ء میں قادیان ٹھہرنے والے ابتدائی 313 درویشان میں سے تھے اور آپ کا تعلق حلقہ مسجد اقصیٰ درویشان سے تھا۔بنیادی طور پر آپ کا گھرانہ ستارپور چیمہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا تھا۔بعد میں مکرم چوہدری منظور احمد صاحب منیر چیمہ درویش کے والد چوہدری غلام قادر اور ایک ان کے چھوٹے بھائی ضلع سیالکوٹ والی زمین فروخت کر کے بہاولپور میں زمین خرید کر وہاں منتقل ہوگئے تھے اور وہاں خدا کے فضل سے خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔1947ء کے پر آشوب دور میں جب مضافات قادیان سے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں بے گھر ہو کر قادیان میں جمع ہو چکے تھے اور ان کی تعداد 50-40 ہزار نفوس تک پہنچ چکی تھی۔اس قدر تعداد کی خدمت کرنے کے لئے والنٹیرز (volunteers) درکار تھے۔اس لئے ایک سرکلر کے ذریعہ بیرونی جماعتوں سے خدام کو بلایا گیا تھا۔بہاول پور میں جب یہ سرکلر مکرم چوہدری غلام قادر صاحب کے پاس آیا تو آپ نے اپنے سب بیٹوں کو بلا کر پوچھا کہ قادیان میں خدمت کا موقع مل رہا

ہے آپ میں سے کون اس سعادت کو قبول کرے گا۔مکرم چوہدری منظور احمد صاحب منیر نے کہا میں ان میں سے سب سے بڑا ہوں پہلے میں ہی جاؤں گا(ابتدا میں یہ خیال تھا کہ خدام دو ماہ کے لئے آیا کریں اور تبدیل ہوتے رہیں)چنانچہ آپ قادیان حاضر ہو گئے۔

جب تک قادیان میں پناہ گزینوں کا اژدھام تھا۔ خدام اکثر ان کے پہرہ اور دیکھ بھال کی خدمات ادا کرتے تھے۔ جب نومبر کے وسط تک قادیان سے جانے والے چلے گئے اور جنہوں نے اپنے سروں کی قربانی بار گاہ محبت میں چڑھانا تھی۔ وہ قادیان میں شعائر اللہ کی محبت کی امانت دلوں میں لئے یہاں مقیم ہو گئے۔

یہ بارگاہ محبت ہے خانقاہ نہیں یہاں پہ پھول نہیں سر چڑھائے جاتے ہیں

313 سے زائد پروانے نقدجان لئے ہوئے اس امید پر کہ کب ہماری قربانی کی باری آتی ہے۔ دھونی رمائے ہوئے قادیان کے گلی کوچوں میں لبیک لبیک کہتے ہوئے سینے تانے ہوئے مسکراتے ہوئے امیدوں کے سہارے دِنوں کو راتوں اور راتوں کو دنوں میں تبدیل کرتے ہوئے دنوں کو ہفتوں میں اور ہفتوں کو مہینوں اور سالوں میں تبدیل کرتے چلے گئے۔ اور تین سال گزر گئے۔ تب سید نا حضرت المصلح الموعودؓ نے وقت کی ضرورت کو بھانپ کر ارشاد فرمایا کہ اب قادیان کو محض آباد رکھنے کا مرحلہ گزر گیا ہے۔ اب قادیان کو فعال مرکز بنائیں دفاتر کی تنظیم نو کریں۔ جو درویش مجرد ہیں وہ شادیاں کرلیں۔ اور جن کے اہل و عیال پاکستان میں ہیں وہ قادیان بھجوا دئے جائیں۔مکرم چوہدری منظور احمد صاحب منیر کے اہل و عیال بھی پاکستان میں تھے باقی درویشوں کے اہل و عیال قادیان آنے کے ساتھ آپ کے بیوی بچے بھی قادیان آ گئے۔

دفاتر کی تنظیم نو میں مکرم چوہدری منظور احمد صاحب کو نظارت امور عامہ میں نائب محتسب کی خدمت ملی جس پر آپ کئی سال تک قائم رہے۔ ابتدا میں دفاتر میں عہدے تو درویشان کو مل گئے تھے۔ کوئی کلرک اور کوئی معاون ناظر کوئی ناظم جائیداد کوئی انچارج احمدیہ بک ڈپو کوئی افسر تعمیرات کوئی افسر رشتہ ناطہ مگر گزارہ سب کو حسب سابق ہی ملتا تھا۔ چند سالوں کے بعد صدر انجمن احمدیہ نے سہولت دی کہ درویشان میں سے جو درویش سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے باقاعدہ سروس میں آنا چاہیں تو وہ ایسا کرسکتے ہیں۔ اس پر ایک خاصی تعداد نے سروس کمیشن کا امتحان پاس کر کے باقاعدہ سروس کر لی تھی۔ مکرم چوہدری منظور احمد صاحب منیر بھی ان میں سے ایک تھے۔ انجمن کی سروس کرتے ہوئے آپ کو کئی خدمات کا موقع ملا۔ بطور نگران تعمیرات اور صدر انجمن احمدیہ کی اراضی کے ٹھیکہ جات کی وصولی اور دکانوں و مکانوں کے کرایہ جات کی وصولی پر بھی لمبا عرصہ متعین رہے۔ ایک عرصہ تک صدر حلقہ مسجد اقصیٰ بھی رہے۔ آپ نرم مزاج سلسلہ احمدیہ سے بڑی محبت رکھنے والے اپنے افسران کے نہایت فرمانبردار تھے۔ جو کام سپرد ہوتا بڑی توجہ سے کرتے۔

1980ء میں دیگر درویشان کے ہمراہ جلسہ سالانہ ربوہ میں شرکت کے لئے گئے تھے۔مؤرخہ 27/دسمبر کو جب درمیانی روز جلسہ سالانہ کا دوسرا اجلاس ختم ہوا تو آپ اپنے تایا زاد بھائی کے ساتھ سرگودھا میں اپنے ایک دوسرے تایا زاد بھائی کی بیمار پرسی کے لئے سرگودھا جا رہے تھے۔ پروگرام یہ تھا کہ وہ 28/دسمبر کو صبح سویرے چل کر ربوہ آکر جلسہ سالانہ کا آخری دن کا اجلاس سن لیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ کی بس کا رستہ میں ایکسیڈنٹ ہو گیا اور آپ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔''

(بحوالہ وہ پھول جو مرجھا گئے جلد دوم صفحہ 301 تا 305)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ آمین۔

201 مکرم ملک نذیر احمد صاحب پشاوری درویش



مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی درویش مرحوم آپ کے حالات بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:
''حزن و ملال کی تصویر بنے قادیان کے قریباً تمام درویش بہشتی مقبرہ کے جنوب مشرقی کونے میں یہ کس کو الوداع کہنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ ہلکی پھلکی منحنی سی نعش، یوں جیسے کفن خالی ہو! کس جانباز کی ہے جس نے اپنا گوشت اور خون بھی قربانگاہ پر چڑھا دیا۔ یہ اداس محفلوں کو قہقہوں سے زعفران زار بنا دینے والا آج یکدم خاموش کیوں ہو گیا ہے ظرافت کے دریا بہا دینے والی زبان آج یکدم گنگ کیوں ہو گئی ہے۔ ہر شخص کے قریب سے گزرتے ہوئے ظرافت کی پچکاریاں چھوڑنے والا مہر بلب کیوں ہے!
وقت کی تیز آندھی نے گلدستے پر جھپٹا مارا اور ایک اور پھول توڑ کر خاک میں ملا دیا۔ وہ پھول جو اس گلدستے میں 25 سال سے سجا ہوا تھا جو اپنے رنگ و بو میں نمایاں تھا۔ جو خوش باش بھی تھا اور مسرت بخش بھی۔
اور گلدستے نے زبان حال سے شکایت کی کہ دیکھو! اب تو آدھے سے بھی کم پھول رہ گئے ہیں۔ اور وہ بھی مرورِ زمانہ کے ناگزیر اثرات سے کمھلا رہے ہیں۔
کفن سرکایا گیا۔ چہرہ نمائی ہو رہی تھی۔ میرا جی چاہا کہ اس کے کان میں کہوں ذرا دیکھ تو نذیر احمد! تیرے ارد گرد کتنے چہرے اداسیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ تو ہمیشہ ہمیں ہنسایا کرتا تھا۔ یہ آج تو نے خلافِ معمول سب کو اداس کیوں کر دیا ہے۔ تو رات کو اچھا بھلا مسجد اقصیٰ میں ہفتہ قرآن مجید کے جلسہ میں لاؤڈ اسپیکر کی ڈیوٹی پر تھا۔ تو نے کسی سے ذکر تک نہ کیا کہ آج رات کی تاریکیوں میں عزرائیل کی انگلی پکڑے تو عدم آباد کے سفر پر روانہ ہو جائے گا۔ اگلی صبح جس نے بھی تیری اچانک وفات کی خبر سنی دل مسوس کر رہ گیا۔ اور اب تو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو کر دُھند کے دبیز پردے کے پیچھے جا رہا ہے کوئی پیغام تو دیتا جا!
میرے دل کے کانوں نے اس کے نطقِ خاموش کی آواز سنی:
''میرے سات نابالغ بچے ہیں سب کے سب خلقی لحاظ سے کمزور توانائی تندرستی اور صحت سے یکسر نا آشنا۔ ایک مغموم و اُداس اور نحیف و نزار بیوی جو اس صدمے سے اب اور بھی نڈھال ہو جائے گی۔ نہ میکے میں کوئی سہارا۔ نہ سسرال میں کوئی پشت پناہ!
تم کہتے ہو کہ میں ہمیشہ سب کو ہنسایا کرتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن میں اپنی زندگی بھر ان بیوی بچوں کو نہ ہنسا سکا۔ میری ظرافت ان کے چہروں کی اداسیوں کے سامنے ہمیشہ شکست خوردہ رہی۔ میں نے اپنے گھر کی چار دیواری کے باہر اپنے دردنہاں اور صبر آزما غربت کو ہمیشہ اپنی ظرافت کی نقاب اوڑھائے رکھی۔ لیکن اپنے گھر میں قدم رکھتے ہی خود مجھ پر ان بچوں اور بیوی کی اداسیوں کی پرچھائیاں پڑ جاتی تھیں۔ تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے کمزور جسم کے ساتھ اپنی کٹھن معیشت سے طویل جنگ لڑی۔ میں نے اپنے ذرائع اور ہمت کے دائرہ میں کئی پیشے اختیار کئے لیکن آسائش و کفالت کے لمحات میری مساعی کی گرفت سے گریزاں ہی رہے۔
اب میرے یہ سات بچے اور بیوی خدا تعالیٰ اور جماعت کے حوالے ہیں۔ درویشی کی یہ قربانی اب نسلاً بعد نسلٍ چلے گی۔ ایک میں اور آٹھ یہ! تم دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول فرمائے۔ یہی میرا سرمایہ تھا اور یہی میری جائیداد!''
تدفین ہو چکی تھی۔ دعا کر کے ہم واپس ہوئے بھرے دلوں اور نمناک آنکھوں کے ساتھ۔
یہ تھے ہمارے پرانے درویش بھائی ملک نذیر احمد صاحب پشاوری۔ وہ پشاور کے رہنے والے تھے۔ خلیفۂ وقت سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی آواز پر مخلصانہ لبیک کہہ کر درویشی اختیار کی تھی اور آج اپنا عہد وفا نبھا کر سرخروئی کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہوئے تھے۔ 25 سال کا طویل صبر آزما عرصہ در حبیب پر دھونی رمائے گزار دیا۔ ایک بے روغن سا چراغ زندگی کی آندھیوں کے سامنے جھلملاتا رہا۔ اپنی تعلیمی قابلیت کے مطابق مختلف دفاتر میں کلرک کا کام کرتے رہے۔ بڑے غیور اور باہمت انسان تھے۔ اپنی کمزوریٔ صحت کے باوجود کثرتِ اولاد کے باعث اپنے فارغ اوقات میں کوئی نہ کوئی زائد کام کر کے گزارہ چلاتے تھے۔ جو ان کی وفات کے بعد معلوم ہوا کہ چلتا نہ تھا رکا ہی رہتا تھا۔ مکانوں کی سفیدی، رنگ

وروغن، مزدوری کا سہارا لے کر مہنگائی کے عفریت سے لڑتے رہے۔ ایک چھوٹی معمولی سی دکان تھی۔ دفتری اوقات کے بعد دکان کھول کر بیٹھ جاتے اور بانس کی چقیں بنایا کرتے اور راہ گزروں سے ظریفانہ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے۔ حاضر جوابی اور ہر بات میں ظرافت کا پہلو نکال لینا ان کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق ربع صدی تک سلسلہ کی خدمات بجالا کر 3/ جولائی (1972ء۔ ناقل) کو اپنے پیچھے ایک سوگوار بیوہ تین لڑکے اور چار لڑکیاں اور اپنی بذلہ سنجی کی یادیں چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔" (بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان 20/ جولائی 1972ء صفحہ 6)

آپ کی وفات پر ہفت روزہ بدر نے درج ذیل اعلان شائع کیا:

"قادیان 3/ جولائی۔ افسوس آج رات پونے تین بجے بوقت سحر مکرم ملک نذیر احمد صاحب پشاوری درویش بعمر 51 سال اچانک وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحوم کی عام طبیعت بالکل اچھی تھی۔ آج رات بعد نماز عشاء ہفتہ قرآن کریم کے سلسلہ میں مسجد اقصیٰ میں منعقدہ جلسہ میں لاؤڈ اسپیکر لگایا اور جلسہ کی کارروائی آخر تک سنی، خیریت سے گھر آئے۔ رات اڑھائی بجے کے قریب پیٹ میں درد کی معمولی شکایت کی جس پر مکرم حکیم بدر الدین صاحب عامل خود ان کے ہاں گئے۔ طبیعت پوچھی تو بتایا کہ ابھی قے آئی ہے اور اب طبیعت اچھی ہے۔ مکرم عامل صاحب نے ان کے بڑے بیٹے منیر احمد کو چند گولیاں دیں کہ طبیعت پھر متلائے تو یہ گولیاں استعمال کی جائیں۔ منیر احمد گولیاں لے جا کر ابھی اپنے گھر پہنچا ہی تھا کہ ملک صاحب کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ ان کے گھر والوں نے سمجھا کہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔ مکرم عامل صاحب کو جلد بلایا۔ راقم الحروف (مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر۔ ناقل) بھی کچھ دیر بعد پہنچ گیا۔ مکرم عامل صاحب نے آ کر دیکھا تو نبض ختم ہو چکی تھی۔ وہ تو ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس پہنچ چکے تھے۔ اتنے میں مکرم ڈاکٹر غلام ربّانی صاحب انچارج احمدیہ شفاخانہ بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ سب نے مکرم بھائی بہادر خان صاحب درویش (جو ملک صاحب مرحوم کے ہم زلف ہیں اور اسی وقت مع اہل و عیال وہ بھی آ چکے تھے) کے ذریعہ ملک صاحب کے اہل و عیال کو صبر کی تلقین کی۔ ایک گھنٹہ بعد نماز فجر کے وقت یہ خبر سارے محلہ احمدیہ میں پھیل گئی۔ جس نے بھی مرحوم کی اچانک وفات کا سنا ہکّا بکّا رہ گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بعد تجہیز و تکفین بوقت دس بجے احاطہ لنگر خانہ میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے درویشان کرام کی بھاری تعداد سمیت نماز جنازہ پڑھائی اور موصی ہونے کے باعث مرحوم کا جنازہ بہشتی مقبرہ لے جایا گیا۔ جہاں قطعہ نمبر 9 میں مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔ قبر کی تیاری پر بوقت سوا بارہ بجے حضرت بھائی الٰہ دین صاحب صحابی درویش نے اجتماعی دعا کرائی۔

مرحوم نہایت درجہ نیک، متقی، خادم دین، صابر و شاکر اور محنتی درویش تھے۔ شروع زمانہ درویشی سے تادم آخر سلسلہ کی مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کئی سال تک دفتر نظارت امور عامہ میں محرر ڈاک کی ڈیوٹی خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہوئے حال ہی میں دفتر نظارت دعوۃ و تبلیغ میں تبدیل ہوئے تھے۔ اپنے فرائض منصبی کو ہمیشہ ہی نہایت خوش اسلوبی اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کیا۔ اور کبھی کسی خدمت سے انکار نہیں کیا۔ انچارج لاؤڈ اسپیکر مسجد اقصیٰ کے رخصت پر جانے کے سبب چند روز سے علاوہ دوسری ڈیوٹی کے بطور قائم مقام انچارج لاؤڈ اسپیکر بھی خدمت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اپنی وفات سے پانچ چھ گھنٹے قبل تک ہفتہ قرآن کریم کے جلسے میں اس خدمت کے بجالانے کی سعادت پائی۔

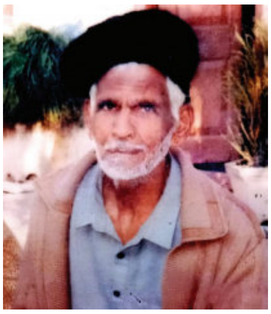
بہت شگفتہ مزاج، بزلہ سنج اور سادی طبیعت کے مالک تھے۔ جن کی حسین یاد درویشان قادیان کے دلوں سے کبھی نہ مٹ سکے گی۔

مرحوم اپنے پیچھے تین بچے اور چار بچیاں اور ایک سوگوار بیوہ چھوڑ گئے ہیں۔ بڑے بیٹے عزیز منیر احمد کی عام صحت اور دماغی حالت بھی کوئی زیادہ اچھی نہیں۔ اس سے چھوٹی بیٹی کا نکاح کر چکے ہیں۔ رخصتانہ کرنے والے تھے کہ حالیہ جنگ کے سبب اس فریضہ کی تکمیل نہ کر پائے۔ باقی سب بچے بالکل چھوٹی عمر کے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب خاص میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں بلند درجات پر فائز کرے اور آپ کے تمام اہل و عیال کو اس جانکاہ صدمہ پر صبر جمیل کی توفیق دے اور ہر طرح ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔"

(بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان 6/ جولائی 1972ء صفحہ 12)

202 مکرم محمد موسیٰ صاحب درویش قادیان

(محمد لطیف ابن محمد موسیٰ درویش قادیان)



آپ کی پیدائش 1920ء کی ہے۔آپ کا وطن پنجاب کے ضلع شیخوپورہ کے گاؤں سید والا (پاکستان) ہے۔خلافت اولیٰ کے زمانہ میں آپ کے خاندان کو جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں حاصل کی۔خاندان کا پیشہ زراعت تھا۔بعد میں آپ نے انگریز حکومت کی فوج میں ملازمت اختیار کرلی۔فوج کی سروس بک کے مطابق 2فروری 1947ء میں آپ نےفوج سے اپنی نوکری سے فراغت حاصل کر کے قادیان میں رہائش اختیار کرلی۔آپ کا وصیت نمبر 10671ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب پاکستان ہجرت کرنے والے تھےاور ہجرت سے دو روز قبل حضور مسجد مبارک قادیان میں ایک نماز کے بعد احباب جماعت سے ملاقات کر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے والد صاحب سے دریافت فرمایا:

’’آپ کیا کام کر رہے ہیں؟ جواب دیا کہ فوج میں کام کرتا تھا، سروس چھوڑ دی ہے۔‘‘ حضور کو فوج کی سروس کا علم ہونے پر آپ نے فرمایا:

’’مجھے آپ کی خدمت کی ضرورت ہے۔آپ ہجرت کر کے پاکستان نہیں جائیں گے۔قادیان میں قیام رکھیں گے۔‘‘

اس طرح حضور کے ارشاد کے روشنی میں مرکز احمدیت کی آبادی کیلئے قادیان میں قیام رکھا۔

تاریخ احمدیت بھارت جلد نمبر 1 سن اشاعت 2019ء میں درویشان کی فہرست میں آپ کا نام 197 نمبر پر درج ہے۔آپ نے بڑی سعادت اور صبر سے درویشی کے دن گزارے۔سالہاسال تک صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں بالخصوص دارالمسیح میں خدمت کی توفیق پائی۔

سال 2006ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ میں درویشان کے نمائندہ کے طور پر شرکت کی توفیق ملی۔آپ کی وفات 10 مئی 2015ء میں 95سال کی عمر میں ہوئی۔آپ نے تین بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔جن کے اسماء اس طرح ہیں: 1 بڑے بیٹے مکرم محمد لطیف احمد واقف زندگی سلسلہ کی خدمت سے ریٹائر ہوئے ہیں۔2 مکرم محمد شکیل احمد صاحب۔3 مکرم محمد ابراہیم ناصر صاحب۔

بیٹیاں: مکرمہ ثریا سلطانہ صاحبہ اور مکرمہ منصورہ سلطانہ صاحبہ ہیں۔سبھی قادیان میں آباد ہیں۔

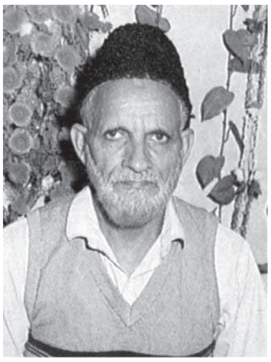
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 15 مئی 2015ء میں آپ کی خدمات کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

’’مکرم محمد موسیٰ صاحب درویش قادیان کا جو 10/ مئی 2015ء کو پچانوے سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم آخری عمر تک چلتے پھرتے رہے۔وفات سے چار روز قبل احمدیہ چوک میں ایک سڑک پر حادثے میں گرنے کی وجہ سے کنپٹی پر چوٹ لگی جس کی وجہ سے چار روز امرتسر ہسپتال میں داخل رہے اور اس کے بعد نور ہسپتال میں وفات ہوگئی۔مرحوم موصی تھے۔آپ کے خاندان کو خلافت اولیٰ کے زمانے میں بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔مرحوم ضلع شیخوپورہ کے گاؤں سیّد والا کے رہنے والے تھے۔1946ء میں جب آپ نے فوج کی ملازمت چھوڑ کر قادیان میں رہائش اختیار کی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کیا کام کر رہے ہیں تو مرحوم نے بتایا کہ فوج کی سروس چھوڑ کر ذاتی کام شروع کرنے لگا ہوں۔اس پر حضور نے فرمایا کہ مجھے آپ کی خدمت کی ضرورت ہے ہجرت کر کے آپ نے پاکستان میں نہیں جانا۔قادیان میں ہی قیام رکھیں۔یہ 47ء کی بات ہے اور اس وقت حالات پارٹیشن کے بھی ہو رہے تھے۔ چنانچہ آپ قادیان میں ہی ٹھہرے اور اس طرح آپ 313 درویشان قادیان میں شامل ہو گئے اور بڑی سعادتمندی سے درویشی کے دن گزارے۔ آپ کو سالہاسال صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر میں بالخصوص دارالمسیح میں خدمت کی توفیق ملی۔مرحوم کو 2006ء میں جلسہ سالانہ برطانیہ میں درویشوں کے نمائندے کے طور پر شرکت کی توفیق ملی اور عالمی بیعت میں بھی آپ کو ہندوستان کے نمائندہ ہونے کی توفیق ملی اور آپ سب سے آگے بیٹھے ہوئے تھے۔پسماندگان میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔آپ کے بیٹے مکرم لطیف صاحب سلسلہ کی خدمت سے ریٹائر ہوئے ہیں۔آپ کی اہلیہ کی وفات 30/ مئی 2014ء کو ہوئی تھی۔انہوں نے اپنے درویش شوہر کا ساتھ دیتے ہوئے بڑی درویشانہ زندگی بڑے صبر کے ساتھ بسر کی۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔

دو درویشان قادیان

جو خدا تعالیٰ کے خاص فضل سے ابھی تک حیات ہیں

203 محترم مولوی ایوب بٹ صاحب درویش



محترم مولوی ایوب بٹ صاحب درویش نے اپنے حالات زندگی جامعہ احمدیہ کے مقالہ شاہد کے تحت قلم بند کروائے ہیں۔آپ کے الفاظ میں آپ کے حالات زندگی پیش ہیں: ’’میرا نام محمد ایوب بٹ ابن مکرم غلام محی الدین صاحب ہے اور والدہ محترمہ کا نام کریم بی بی صاحبہ ہے۔ ہم کل تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔میری پیدائش قادیان میں 1924ء میں ہوئی۔‘‘ آپ اپنے خاندان میں احمدیت کے نفوذ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

’’مجھے اپنے والدین سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت گولڑوی شریف والے بزرگ کے مرید تھے بلکہ کسی حد تک ان کے خلیفہ تھے۔1915ء کے بعد احمدیت ہمارے خاندان میں آئی۔اس کا ذریعہ یوں ہوا کہ میری والدہ میر پور پاکستان کے علاقہ کی رہنے والی تھیں۔آپ کے نو بھائی تھے۔چھوٹے بھائی یعنی میرے ماموں مکرم سید ارشد علی صاحب قادیان سے پڑھ کر گئے تھے۔آپ کی تبلیغ کے ذریعہ میری والدہ نے احمدیت قبول کی۔جب والد صاحب کو معلوم ہوا کہ والدہ صاحبہ احمدی ہوگئیں ہیں تو کہنے لگے کہ تم قادیانی ہوگئی ہو۔والدہ صاحبہ کے بہت سمجھانے کے بعد اس بات پر راضی ہو گئے کہ اچھا تم قادیان والا قرآن مجید چھوڑ دو اور دہلی والے قرآن مجید سے دلیل پیش کرو۔اس پر والدہ صاحبہ نے دہلی والے قرآن مجید سے آیات دکھائیں۔اس پر بھی محترم والد صاحب راضی نہ ہوئے اور والدہ صاحبہ کی بحث کے دوران غصہ میں پسلیاں توڑ دیں۔والدہ صاحبہ کا علاج جاری تھا۔اس دوران محترم والد صاحب نے غور وفکر کیا اور والدہ صاحبہ کے پاس آئے کہ تم نے یہ غلط کیا کہ مجھ سے پوچھے بنا ہی بیعت کر لی۔پہلے مجھے بیعت کرنے چاہیئے تھی اور اس کے بعد محترم والد صاحب نے بھی بیعت کر لی۔بیعت کے بعد محترم والد صاحب جہاں کام کیا کرتے تھے اس آریہ مالک نے جو لیکھرام کو بہت مانتا تھا،نوکری سے نکال دیا بعدہ محترم والد صاحب قادیان تشریف لے آئے۔‘‘

پیدائش اور جوانی:

آپ کے والد محترم کام کے سلسلہ میں کراچی چلے گئے جہاں آپ بیمار ہو گئے اور چھ ماہ تک بیمار رہے۔یہ چھ ماہ محترم مولوی صاحب پر انتہائی سخت گزرے۔آپ نے ایام جوانی میں خواب میں آنحضرت ﷺ کو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔اس خواب کی تعبیر آپ کی والدہ محترمہ نے یہ کی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے دین کا کام لے گا اور اس کے بعد آپ کو خصوصیت سے قرآن شریف پڑھانا شروع کر دیا۔قرآن مجید آپ نے اپنی والدہ محترمہ سے پڑھا۔1939ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی۔آپ کو زندگی وقف کر کے ایران جانے کا حکم ہوا۔

ایران کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے آپ تحریر کرتے ہیں کہ:

’’جب خاکسار ایران گیا تو بارڈر پار کرنے کے بعد مجھے ایک ہوٹل لے جایا گیا۔میں سوچوں سارے انتظامات کس نے کئے ہیں اور کیوں کئے ہیں؟ وہاں ایک آدمی تھا جس کا نام علی احمدی تھا۔میں نے سوچا شاید کوئی احمدی خاندان ہو گا لیکن دل میں پریشان کہ میرے آنے سے پہلے یہاں احمدی کس طرح پہنچ گئے۔چنانچہ اس سے بات چیت شروع ہوئی وہ مجھے ناشتہ پر اپنے گھر لے گیا۔میں نے اس کو دوران گفتگو بتایا کہ میں بھی احمدی ہوں اس پر بہت خوش ہوا اور شام کو جشن رکھا۔اس کا باپ شہر کا قاضی تھا۔انہوں نے مجھ سے پوچھا۔آپ کہاں کے احمدی ہیں؟ میں نے کہا قادیان کا۔اب وہ سوچنے لگے کہ احمدی خاندان وہاں کیسے پہنچ گیا۔پھر کہنے لگے کہ حضرت علی کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے اور کیا عقیدہ ہے؟ میں نے کہا کہ قرآن شریف میں تو حضرت علی کا نام کہیں نہیں پڑھا۔اس نے کہا کیا آپ نے اللہ ولی الذین امنوا نہیں پڑھا۔میں نے اس آیت کے متعلق حضرت غلام رسول راجیکی صاحبؓ کی تفسیر پڑھی تھی۔میں نے کہا کہ آپ ولی سے کیا مراد لیتے ہیں؟ کہنے لگے حاکم۔میں نے کہا کیا کبھی حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ پر حاکم ہوئے تھے؟ کہا نہیں۔اس پر میں نے کہا میرا اور آپ کا اعتقاد برابر ہے۔میں وہاں تقریباً 5 سال تک رہا۔‘‘

درویشی کی سعادت:

ایران میں پانچ سال خدمت کے بعد آپ کو ارشاد ہوا'' کہ کابل چلا جاؤں۔ وہاں کے لئے میں کوئٹہ پہنچا تو کوئٹہ کے امیر صاحب نے فرمایا کہ آپ کو قادیان بلایا ہے۔ چنانچہ میں لاہور آ گیا وہاں مجھے بتایا گیا کہ یہ آخری ٹرک جارہا ہے اس میں بیٹھ جاؤ اور اس طرح قادیان آ گیا۔ اس سے قبل حضور نے فرمایا کہ کیا آپ نے والدین سے ملاقات کر لی ہے۔ میں نے کہا نہیں ۔ چنانچہ حضور نے فرمایا والدین سے ملاقت کر لیں۔ میں وہاں سے جہلم گیا جہاں والدین رہ رہے تھے۔ ایک رات وہاں رہا اور پھر صبح حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بعد میں قادیان آ گیا۔''

دیہاتی مبلغین کلاس:

1948ء اور 1949ء میں آپ کو دیہاتی مبلغین کلاس میں پڑھنے کی توفیق ملی۔ 1950ء میں آپ کو جھانسی یوپی میں بھیجا گیا۔ آپ لکھتے ہیں۔

''میں جھانسی کے علاقہ میں گیا وہاں سنسکرت اور ہندی زبان کی بڑی کثرت تھی اور میں وہ زبان جانتا نہیں تھا۔ میں فکرمند تھا کہ یہاں تبلیغ کیسے ہو۔ کیونکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ یہاں آریہ سماجی بہت لوگ رہتے ہیں میں وہاں ایک ایک گھر اور دکانوں میں گھومتا اور لوگوں کو کہتا کہ مجھ سے سادہ قرآن مجید تفسیر وغیرہ پڑھ لیں میں مفت میں پڑھا دوں گا وہاں ایک ڈاکٹر مدن لعل صاحب تھے۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئے۔'' جھانسی میں رہتے ہوئے آپ نے بید ناتھ کارخانہ کے مالک سے حکمت سیکھی۔

جین مذہب ہندستان کا قدیمی مذہب ہے۔ اس کے ایک مذہبی رہنما آخری عمر میں دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور جنگلات میں چلے جاتے ہیں۔ ایک جین سادھو سے ملاقات کے متعلق مولوی صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں کہ:

''میں نے جنگلوں میں جانا شروع کر دیا اور ان سادھوؤں سے تعلقات بڑھانے شروع کر دیئے۔ ان میں اچھے عالم پڑھے لکھے بھی تھے جو عمر ہونے پر دین کی راہ میں جنگلوں میں وقف کر آ جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان کے ایک بزرگ تھے ان کو بخار آ گیا ڈاکٹر حکیم وغیرہ دوائیاں دیتے رہے میرے پاس ہومیوپیتھی دوائیاں تھیں انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے گوروجی بیمار ہیں کیا تمہارے پاس کوئی دوائی ہے میں نے کہا صبح دونگا۔ رات میں نے دعا کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خواب میں آئے اور خواب میں میں نے اپنا دوائیوں کا بکس کھولا تو آپ نے ایک شیشی کا بتایا کہ اس میں سے دوائی دیں میں نے اس میں سے شیشی نکال لی صبح جب میں بیدار ہوا تو واقعہ میں وہ شیشی میرے ہاتھ میں تھی۔ پھر میں نے اس میں سے تین خوراکیں دے دیں۔ اللہ کے فضل سے وہ جلد ٹھیک ہو گئے۔''

محترم مولانا صاحب کو ہندوستان کے مختلف مقامات میں تبلیغ کا موقع ملا۔ خصوصاً گڑگاوں میں آپ کو آریہ سماجیوں کے ساتھ تبلیغ کا خاص موقعہ ملا۔ اس کے بعد آپ کو جموں کشمیر کی جماعت ہاری پاری گام میں دس سال کام کیا۔ جہاں آپ کو مودودی فرقہ کے ساتھ تبلیغ کا خاص موقع ملا۔ بعدہ آپ کو دیوبند میں رہ کر تبلیغ کا موقع ملا۔ بعدہ آپ کو پنجاب میں مالیر کوٹلہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ میدان تبلیغ میں ہی آپ نے ہومیوپیتھی میں M.D کی ڈگری کلکتہ سے حاصل کی۔ ایک لمبا عرصہ میدان تبلیغ میں رہ کر 1992ء میں آپ قادیان تشریف لائے اور ریٹائر ہوئے۔ بعد ریٹائرمنٹ اکثر آپ لنگر خانہ مسیح موعود علیہ السلام میں تشریف لانے والے احباب کو جا کر تبلیغ کرتے رہے ہیں۔

محترم مولانا صاحب کی شادی 1956ء میں بھدرواہ جموں کشمیر میں ہوئی۔ اللہ تعالی نے آپ کو چھ بیٹے اور ایک بیٹی سے نوازا۔ بچوں کے اسما اس طرح ہیں۔ مکرم مبارک احمد بٹ صاحب ایڈوکیٹ، مکرم ڈاکٹر محمود احمد بٹ صاحب واقف زندگی، مکرم منور احمد بٹ صاحب، مکرم ناصر احمد بٹ صاحب، مکرم مظفر بٹ احمد صاحب، مکرم وسیم احمد بٹ صاحب۔ آپ بے شمار خوبیوں کے مالک ہیں۔ خصوصاً آپ کو قرآن مجید سے عشق ہے۔ جب بھی موقعہ ملتا ہے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ ہر ایک مسئلہ کا حل آپ قرآن مجید کی آیات سے پیش کرنے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم مولانا صاحب کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

204 محترم طیب علی صاحب درویش

(مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری، ایڈیٹر بدر قادیان)



محترم طیب علی صاحب درویش بنگلہ دیش کے ضلع میمن سنگھ کے ایک چھوٹے سے گاوں مرماچیٹ میں 1927ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم عبد البارق صاحب تھے۔ والد صاحب کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ آپ کے چھ بھائی اور ایک بہن تھی۔ آپ نے گھر کے کام کاج میں والد محترم کا ہاتھ چھوٹی عمر میں ہی بٹانا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں حاصل کی جبکہ آٹھویں کلاس شہر کے اسکول میں پڑھی۔ آپ انتہائی ذہین تھے مگر گھریلو حالات ایسے نہ تھے جو تعلیم آگے جاری رکھ سکتے۔ محترم والد صاحب کی مالی مدد کی غرض سے آپ کام کی تلاش میں شہر آئے۔ انجان شہر میں بسا اوقات رات فٹ پاتھ پر گزاری۔ بالآخر ایک کارخانہ میں نوکری مل گئی۔ آپ نے اس کارخانہ میں دو سال تک کام کیا۔

احمدیت سے تعارف:

ایک دن آپ کو کہیں سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے قادیان میں امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ آپ اس خبر کی تحقیق میں لگ گئے۔ کارخانہ کی نوکری سے جب آپ گاؤں آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ گاؤں میں ایک فیملی احمدی ہے۔ آپ نے ان سے میل جول اور رابطہ پیدا کیا۔ ابتدائی تحقیق کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ جماعت احمدیہ ہی اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے اور دل میں احمدیت کی محبت گھر کرنے لگی۔ 1942ء میں دوبارہ آپ روزگار کی تلاش میں ڈھاکہ گئے۔ جہاں احمدیہ جماعت کے مشن میں آنا جانا شروع کیا۔ اور اُسی سال آپ نے باقاعدہ بیعت فارم پر کر کے احمدیت قبول کی۔

بیعت کے بعد آپ کے دل کی کیفیت یک دم بدل گئی آپ دیار مسیح کی زیارت کے لئے بے چین رہنے لگے اور رات دن آپ کو یہی خیال رہنے لگا کہ کسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس بستی میں پہنچ جاؤں۔ گھر کی مالی حالت ایسی نہیں تھی کہ قادیان کے لئے سفر اختیار کیا جائے اس پر گھر کی ذمہ داری کا بوجھ بھی آپ کے کندھوں پر تھا۔ اس بیقراری کے عالم میں خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاوں کو قبول کیا۔ گھر کے مالی حالات بہتر ہونے پر آپ نے کارخانہ کی نوکری چھوڑ کر قادیان کی جانب سفر اختیار کیا۔ 1945ء میں پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ کے دوسرے دن قادیان آنے کا موقع ملا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دیدار کا شرف نصیب ہوا۔ قادیان کے پاکیزہ ماحول کو دیکھ کر انتہائی سکون حاصل ہوا اور آپ کے دل میں اس پاک بستی کی محبت اس قدر پیدا ہوگئی کہ دوبارہ آپ نے اپنے وطن جانے کا خیال ترک کر دیا۔ آپ کہتے ہیں:

”قادیان آنے کے بعد پھر واپسی کا خیال کبھی دل میں نہیں آیا۔ یہاں کا ماحول ایسا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی سے بے پناہ پیار ہو گیا۔ 1962ء میں ایک بار اپنے وطن گیا تھا اور فوراً واپس آ گیا۔“

والد صاحب کی وفات:

آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی ہیں۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد سب عزیز و اقارب آپ کے مخالف ہو گئے تھے اس لئے جب آپ کے والد صاحب کی وفات ہوئی تو ان لوگوں نے آپ کو آپ کے والد محترم کی وفات کی اطلاع وقت پر نہ دی۔ آپ کو والد صاحب کی وفات کی اطلاع ایک لمبے عرصہ بعد ہوئی۔ آپ کو صرف بنگلہ زبان ہی آتی تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب مبارکہ پڑھنے کی خاطر آپ نے اردو زبان سیکھی۔ آپ نے دو سال دیہاتی مبلغین کلاس میں بھی تعلیم حاصل کی۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ صدر انجمن احمدیہ کے مختلف ادارہ جات میں خدمت کا موقعہ ملا۔ خصوصاً دفتر دعوت و تبلیغ و دفتر زائرین میں آپ کو خدمت کا موقع ملا اور دفتر زائرین سے ہی آپ ریٹائر ہوئے۔ دفتری اوقات کے بعد آپ نے گیٹ دار المسیح کے سامنے چائے کا ایک ہوٹل بھی کھولا تھا، جس سے معقول آمد ہو جاتی تھی۔ آپ نے اس بات کو اپنا مطمح نظر بنا رکھا ہے کہ بہر صورت سلسلہ پر بوجھ نہیں بننا ہے۔ اس غرض کے لئے آپ اس عمر میں بھی اپنی ٹافیوں کی دکان چلا رہے ہیں۔

ازدواجی زندگی:

1962ء میں آپ نے مالابار کی ایک مطلقہ خاتون محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ سے شادی کی۔ان کی ایک ننھی سی بچی بھی تھی۔آپ نے صرف اس خیال سے شادی کے لئے حامی بھری کے اس سے دونوں ماں بیٹی کوسہارا مل جائے گا۔آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں ہے۔آپ نے اس بچی کو اس قدر پیار دیا کہ آج وہی آپ کی حقیقی اولاد کا کام کر رہی ہے۔آپ کے ابتدائی زمانہ درویشی کے پڑوسی محترم منیر احمد صاحب خادم کی اہلیہ محترمہ آپ کی بچی سے شفقت اور پیار کے متعلق کہتی ہیں کہ آپ چھوٹی بچی عائشہ کو ہردم اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور ایک باپ کی تمام محبت اس پر لٹاتے تھے۔آپ کی اس بیٹی کی شادی مکرم محفوظ الرحمٰن فانی صاحب ساکن قادیان سے ہوئی ہے۔

کھیلوں اور شکار کا شوق:

آپ کو بچپن سے ہی کھیلوں میں بہت دلچسپی تھی۔اپنے گاؤں میں بھی فٹ بال اور والی بال کے اچھے کھلاڑی شمار کئے جاتے تھے۔درویشوں کی والی بال ٹیم کا آپ بھی حصہ تھے۔آپ کو مچھلی پکڑنے کا انتہائی شوق تھا۔شروع زمانہ درویشی میں اکثر درویشان اور ان کے بچے ڈھاب سے مچھلیاں پکڑا کرتے تھے اور مچھلیاں بھی اس قدر ہوتی تھیں کہ حیرت ہوتی ہے۔تقریباً ہر گھر میں مچھلیاں مل جایا کرتی تھیں۔آپ کا شمار ماہر شکاریوں میں ہوا کرتا تھا۔اس کے علاوہ آپ دریائے بیاس پر بھی مچھلیاں پکڑنے جایا کرتے تھے۔

گھٹنے کی تکلیف اور معجزانہ شفایابی:

وقت کے ساتھ ساتھ آپ کو گھٹنے میں تکلیف رہنے لگی یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا۔دونوں ٹانگوں کے سہارے پر کھڑا ہونا بھی ممکن نہ رہا۔مجبوراً وہیل چیئر پر بیٹھ کر بمشکل گھر سے باہر آتے تھے۔لیکن اپنی دکان پر آنا جانا جاری رکھا۔آپ نے یہ دکھ اور تکلیف کا دور انتہائی صبر اور حوصلہ کے ساتھ گذارا۔ڈاکٹروں نے آپریشن کا مشورہ دیا اور تین لاکھ روپیہ کا خرچہ بتایا مگر آپ نے آپریشن نہیں کروایا۔دل میں یہ خیال تھا کہ ممکن ہے کہ آپریشن کے بعد بھی چل پھر نہ سکوں اور جماعت کا پیسہ ضائع ہو۔آپ نے خدا تعالیٰ کے حضور بکثرت دعائیں کیں۔گھر پر ہی مالش اور ورزش کرتے رہے۔اور دعاؤں میں زور لگا دیا۔ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور بہشتی مقبرہ کی چند جڑی بوٹیاں کھلائی ہیں۔اس کے بعد رفتہ رفتہ آپ کے گھٹنوں میں آرام آنے لگا اور آج اللہ کے فضل سے آپ پنج وقتہ نماز مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک کی سیڑھیاں چڑھ کر پڑھنے جاتے ہیں۔

آپ کو خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت ہے۔جلسہ سالانہ قادیان پر جب سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان تشریف لائے اور اسی طرح سیدنا حضور انور 2005ء میں جب قادیان تشریف لائے تو آپ کی ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ خلیفہ وقت کے قریب سے قریب تر رہیں۔سیدنا حضور انور کا خطبہ جمعہ بغور سنتے اور حضور کی نصائح پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔آپ صوم صلوۃ کے پابند ہیں باوجود موسم کی سردی گرمی کے ہر حال میں نماز مسجد میں ادا کرنے آتے ہیں۔قادیان میں آنے والے نئے خاندانوں کی مدد ابتدائی زمانہ درویشی میں کرتے رہے۔خاکسار ایڈیٹر بدر کے والد محترم شیخ عبد المومن صاحب مرحوم اکثر بتایا کرتے تھے کہ محترم طیب علی صاحب ہمیشہ آپ کی ہر ممکن مدد کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے۔آپ کی عمر 84 سال ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور آپ کی خدمت کو قبول فرمائے اور انجام بخیر فرمائے۔آمین

آپ 2017 میں درویشان قادیان کی نمائندگی کرتے ہوئے یوکے کے جلسہ سالانہ میں لندن حضور انور سے ملاقات کر کے بھی آئے ہیں۔

قادیاں تیرے لئے

جان و تن حاضر ہیں یہ دارالامان تیرے لئے
وقف ہے یہ زندگی اے قادیاں تیرے لئے

اپنا سب کچھ مال و زر اور آشیاں و گلستاں
چھوڑ کر ہم آئے ہیں اے قادیاں تیرے لئے

تیری آبادی کی خاطر ہم رہے بچ کر یہاں
زندگی ہم کو ملی ہے قادیاں تیرے لئے

ہم جئیں گے اور مریں گے تیری ہی آغوش میں
عہد یہ دل سے کیا ہےقادیاں تیرے لئے

مسکن و مدفن بنا ہے تو مسیح موعودؑ کا
یہ فضیلت کس قدر ہے قادیاں تیرے لئے

تیری عظمت کا بیاں ہو کس طرح الفاظ میں
محو حیرت ہے زباں یہ قادیاں تیرے لئے

خود بنے شاہد زمین و آسماں تیرے لئے
ماند پڑ گئے چاند سورج قادیاں تیرے لئے

تو بنی ارض حرم دارالاماں جنت نشاں
عظیم تر اعزاز ہیں یہ قادیاں تیرے لئے

اسمیں کیا شک ہیکہ سٹیلائٹ پہ ایم ٹی اے بھی آج
یہ بنے ہیں سارے ساماں قادیاں تیرے لئے

جان کا نذرانہ لایا ہے مبشر شوق سے
یہ تن خاکی بھی ہے قادیاں تیرے لئے

(مکرم چوہدری محمود احمد مبشر صاحب درویش)

قادیاں کے درویش

گھر سے جب نکلے فدائے قادیاں
پھر نہ کچھ دیکھا ، سوائے قادیاں

جمع ہیں درویش ذی ہمت یہاں
مدعا ہے، مدعائے قادیاں

اتنے مخلص اس قدر غم خوار قوم
مل نہیں سکتے،سوائے قادیاں

غیر بھی کہتے ہیں ان کو دیکھ کر
ایسے ہوتے ہیں، فدائے قادیاں

اب کہاں جائیں گے اس کو چھوڑ کر
سن کے آئے ہیں، ندائے قادیاں

اور کس لائق ہیں ہم جیسے غریب
جان حاضر ہے، برائے قادیاں

دشمنان حق کو اک مدت کے بعد
لے گئی آخر بلائے قادیاں

بستی محمود ہے رونق فزوں
لہلہاتا ہے، لوائے قادیاں

پنج وقتہ مسجد و مینار سے
نشر ہوتی ہے، ندائے قادیاں

روضہ اقدس پہ اک مجمع کے ساتھ
دیکھئے آکر، دعائے قادیاں

کب سنیں گے ہم کہ بانیل مرام
آرہے ہیں پیشوائے قادیاں

(مکرم حافظ سخاوت علی صاحب شاہجہانپوری)

درویشان قادیاں

دھونی رمائے بیٹھے ہیں درویش قادیاں
ان ظلمتوں میں دولت ایماں لئے ہوئے

ان تلخیوں میں شورش طوفاں سے بے خطر
ان تنگیوں میں وسعت داماں لئے ہوئے

بیٹھے رہیں گے کوچہ جاناں میں اے جنوں
سوائے عشق چاک گریباں لئے ہوئے

ہم ہیں اسیر پنجہ آفات عارضی
اک عمر لازوال کا ساماں لئے ہوئے

ہم جانتے ہیں موج تلاطم سے کھیلنا
سینے میں ایک شوق کا طوفاں لئے ہوئے

اے ہم سفر بلندی مقصد پہ رکھ نظر
اک دائمی حرارت ایماں لئے ہوئے

آساں ہیں ہم پہ راہ محبت کی سختیاں
تقریب دید یار کا ساماں لئے ہوئے

یا رب دن نصیب ہو آئیں بصد نیاز
بچھڑے ہوؤں کو یوسف دوراں لئے ہوئے

(مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دانش دہلوی درویش)

خود خدائے دو جہاں ہے پاسبان قادیان

سامنے نظروں کے اجڑا گلستان قادیان
اک حدیث خونچکاں ہے داستان قادیان

دل کے ویرانے میں لے کر ایک شوق نا صبور
عمر بھر ڈھونڈا کئے نام ونشان قادیان

شام غربت، داغ محرومی مسلسل اضطراب
حسرتوں کے خوں سے رنگیں ہے جہان قادیان

دن کے ہنگاموں میں پنہاں کیف محرومی کے رنگ
شب کی تنہائی میں تازہ داستان قادیان

کچھ پریشانی کا باعث ہے دل درد آشنا
پھر سے یاد آنے لگے ہیں دلستان قادیان

سوز باطل نے اگرچہ پھونک ڈالا آشیاں
غیر ممکن ہے مٹے نام و نشان قادیان

ایک پیغام مسرت ایک منزل کا غبار
دھندلکوں میں دیکھتے ہیں عاشقان قادیان

اک تمناوں کی دنیا اک جہان آرزو
اپنے سینوں میں لئے ہیں زائران قادیان

قادیان پر چشم بد سے دیکھنے والو سنو!
خود خدائے دو جہاں ہے پاسبان قادیان

صد مبارکجذبہ ہائے باوفا درویش حق
زندہ باد دور بزم ساکنان قادیان

(مکرم شیخ عبدالحمید عاجز صاحب درویش) (بحوالہ ریگ رواں ص379)

زمین ہند پہ اسلام کا نشاں درویش

حیات ملت بیضا کا پاسباں درویش
زمین ہند پہ اسلام کا نشاں درویش

حریم عشق و محبت رازداں درویش
رضا و مرضی مولا کی داستاں درویش

دعا وسجدہ و تحمید میں سدا مصروف
فغان نیم شبی میں ہے ہر زماں درویش

محب قوم، محب خدا، محب رسولؐ
خدا کے دین کی خدمت میں شادماں درویش

محل صدق و صفا جان عزت و ناموس
شعائر اللہ کا حافظ ہے جاوداں درویش

خدا کی معرفت نام سے ہے بہرہ ور
حدیث مہدی دوراں کا ترجماں درویش

لئے ہے قلب میں گنجینہ یقین وعمل
گلوں سے زہد کے صدر شک بوستاں درویش

اسی سے آج ہے روشن جبیں زمانے کی
کتاب وقت میں ہے زیب داستاں درویش

دیار یار میں دھونی رما کے بیٹھ گیا
ضعیف ہوتے ہوئے شوق ہے جواں درویش

(محترم عبدالحمید خان صاحب شوق لاہور)

درویش قادیاں کے

جگنو اندھیری شب کے تارے ہیں کہکشاں کے
ٹھہرے ہیں مرد غازی درویش قادیاں کے

مرکز کے وہ محافظ، ایک خوف کی فضا میں
ہنس کر گزارے سب نے وہ لمحے امتحاں کے

دل کے لگا کے رکھیں دارالمسیح کی اینٹیں
دربان کے بیٹھے مہدی کے ہر مکاں کے

تھے بھوکے پیاسے لیکن ہمت کبھی نہ ہاری
وہ نا تواں مجاہد، مہدی کے گلستاں کے

آب بقا کیا جو جاری مسیح نے آکر
وہ پینے والے پانی اس چشمۂ رواں سے

تارے دل و نظر کے، چین وسکوں کسی کے
تھے لاڈلے بہت ہی کسی مہربان ماں کے

یہ عہد خونچکاں کی تاریخ کے ورق ہیں
زریں حروف ہیں یہ ہجرت کی داستاں کے

ویراں دنوں میں انکی تنہائیوں کا صدقہ
جو رواں دواں ہیں قدسی یہ ہجوم دوستاں کے

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب، ربوہ پاکستان

درویشان قادیان

درویشان قادیان ہیں لائق صد احترام
ان کی درویشی پہ قرباں عزوجاہ و احتشام

ہو چکا تھا دار داغ ہجرت مو عودؓ کا
ہو رہا تھا اک نئی دنیا کا پھر سے انصرام

مصلح مو عودؓ کے وہ ایک حکم کن کے ساتھ
کردیا قربان راہ حق میں مال و جاں تمام

مسجد اقصیٰ، بہشتی مقبرہ، الدار سب
حق تعالیٰ کے شعائر ہیں یہ سب عالی مقام

ان شعائر کی حفاظت کیلئے درویش سب
قادیان میں ہی رہے ان کے مسیحا کے غلام

جو دیکھایا تھا خدا نے مہدی مو عودؑ کو
کیا ہی پیارا نان تھا اور اس پہ درویشی کا نام

ننگ انسانی مناظر سے ہوا تھا شرمسار
قریہ قریہ، کوچہ کوچہ،چپہ چپہ، گام گام

وہ زمانہ جب مسلمان جارہے تھے چھوڑ کر
خانقاہوں، مسجدوں اور اپنے پیروں کے مقام

تخت گاہ احمد مو عودؑ کی عظمت لئے
آرہے تھے اس طرف عشاق مہدی تیز گام

وہ مسیحا کے سپاہی سر بکف درویش تھے
نفرتوں کی آگ میں کودے خدا کالے کے نام

گولیاں چلتی رہیں لیکن اذاں دیتے رہے
سب مساجد سے بلند ہوتارہا اللہ کا نام

وہ جو اس بستی کے ہر دم درپئے آزار تھے
کر دیا مولیٰ نے دنیا سے انہیں کا انعدام

پار کرکے تنگ ظرفی مذاہب کی خلیج
ساری دنیا کو دیا انسانیت کا پھر پیام

دعوت و تبلیغ کی خاطر دیہاتوں میں بھی گئے
اولکھ دسوچاں، گرائیاں، بھینی بانگر اور بھام

سارے ہی درویش آپس میں بہت غم خوار تھے
دشمن حق کیلئے لیکن تھے تیغ بے نیام

جذبہ ایثار و قربانی کے پیکر تھے تمام
تاک تھے زہد و ورع میں اور طاعت میں تھے تام

انقطاع و ابتہال و انشراح و اتقاء
حق تعالیٰ نے انہیں بخشے تھے یہ اعلیٰ مقام

اے خدا سایہ کرم کا ان پہ رکھنا تو ہمیش
ناصر خستہ کا پہنچے دائما ان کو سلام

(مکرم تنویر احمد ناصر، نائب ایڈیٹر ہفت روزہ بدر قادیان)

درویشوں کو سلام

بہت بڑا ہے تمہارا مقام درویشو! کرو قبول ہمارا سلام درویشو!
نہ پی سکے جسے دنیا کے زور و زر والے پیا ہے فقر کا تم نے وہ جام درویشو
رہے گا زینت تاریخ احمدیت جو خدا نے تم سے لیا ہے وہ کام درویشو
ریاض قدس کے اشجار کی عنادل ہو زہے نصیب ، زہے صبح و شام درویشو
ہے بادشاہی سے افضل تمہاری درویشی رہے گا زندہ ہمیشہ یہ نام درویشو
نہیں ہے آج اگرچہ تمہاری کچھ وقعت بنو گے تم ہی جہاں کے امام درویشو
خدا کے واسطے کرنا دعا ظفر کے لئے نظر سے گزرے جو اس کا کلام درویشو

مکرم ظفر محمدؐ ظفر صاحب، پاکستان

درویشان قادیان کی خدمت میں نذرانہ عقیدت

خدا کا فضل ہو تم پر ہمارے مہرباں تم ہو ہمیں محبوب ہو پیارو ہماری جان جاں تم ہو
تمہارے دم سے وابستہ ہے رونق اس گلستاں کی مسیحائے محمدؐ کے مکاں کے پاسباں تم ہو
ہوا کیا اگر نہیں تم کو میسر دولت دنیا مکاں والوں سے بہتر ہو بظاہر بے مکاں تم ہو
تمہارے کام نے انسانیت کی لاج رکھ لی ہے خلوص و طاعت و مہر و وفا کا اک نشاں تم ہو
مبارک ہو تمہیں یہ حالت درویشی احمد غلامان مسیح پاک ہو فخر شہاں تم ہو
محبت ہے ہمیں اس قادیاں کی ہر عمارت سے محبت ہے ہمیں تم سے کہ اہل قادیاں تم ہو
مسیح پاک کے فرزند تم پر فخر کرتے ہیں نہیں تھکتی ہے جن کے ذکر سے ان کی زباں تم ہو
دعائے شمس ہے ہر دم رہو تم فی اماں اللہ رہو دارالاماں میں اور اس کے پاسباں تم ہو

ڈاکٹر محمدؐ جلال شمس صاحب، ہمبرگ جرمنی

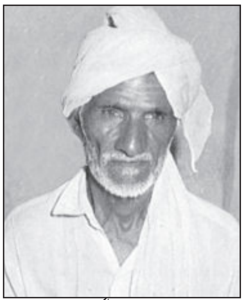
ان درویشان کے زندگی کے حالات موجود ہیں
لیکن فوٹو گراف موجود نہیں

2۔حضرت بابا محمد احمد خان صاحبؓ
8۔حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ
12۔حضرت بابا عبد السبحان صاحبؓ
18۔حضرت بابا بشیر محمد صاحبؓ
26۔حضرت میاں اللہ دتا صاحبؓ
29۔حضرت منشی محمد الدین صاحب واصلباقیؓ
57۔مکرم مولوی سراج الحق صاحب
97۔مکرم میاں محمد حسین صاحب
128۔مکرم شیخ محمد یعقوب صاحب چنیوٹی
136۔مکرم نذر محمد خان صاحب افغان
142۔مکرم میاں احمد دین صاحب آف دبے بالی
145۔مکرم میاں شیر محمد صاحب پونچھی
151۔مکرم میاں فضل دین صاحب ماشکی
154۔مکرم حاجی فضل محمد صاحب کپورتھلوی
163۔مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب
166۔مکرم میجر محمد عبد اللہ خان صاحب
180 مکرم ملک خیر الدین صاحب
182۔مکرم مرزا بشیر احمد صاحب
185۔مکرم بابا محمد اسمٰعیل صاحب

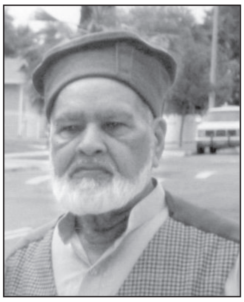
6۔حضرت بابا اللہ بخش صاحبؓ
11۔حضرت بابا شیخ احمد صاحبؓ
14۔حاجی ممتاز علی خان صاحب
19۔حضرت چوہدری فضل احمد صاحبؓ گجراتی
27۔حضرت بابا کرم الٰہی صاحب
32۔صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب
63۔مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب
111۔مکرم میاں احمد دین صاحب
129۔مکرم شمس الدین افغان صاحب معذور
141۔مکرم نیاز علی صاحب کھاریاں
143۔مکرم میاں غلام محمد صاحب شہید
147۔مکرم صوفی علی محمد صاحب نارووالی
152۔مکرم عبد الرحیم صاحب ملکانہ
160۔مکرم حافظ نور الٰہی صاحب
165۔مکرم بابا اللہ دتا صاحب
175۔مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب
181۔مکرم بابا فضل احمد صاحب
184۔بابا مستری محمد اسمٰعیل (عرب بابا)
190۔مکرم چوہدری سردار محمد صاحب

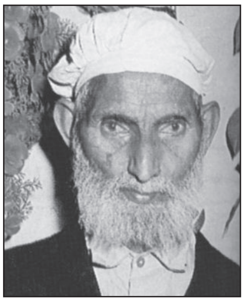
ان درویشان کے فوٹو گراف موجود ہیں لیکن زندگی کے حالات موجود نہیں


مکرم محمد خضر باجوہ صاحب

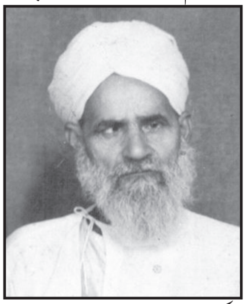

مکرم نذیر احمد ننگلی صاحب


مکرم صادق عارف صاحب


مکرم چوہدری عمر دین صاحب


مکرم مولوی عبدالواحد صاحب


مکرم غلام رسول صاحب

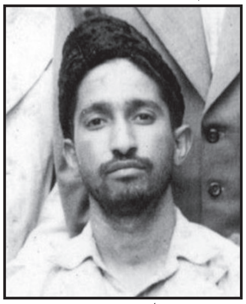

مکرم میاں سراج الدین صاحب


مکرم شریف خان صاحب

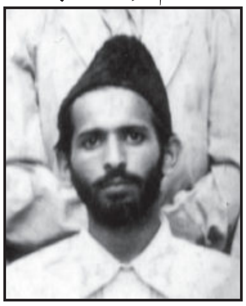

مکرم میر رفیع صاحب


مکرم عبدالقادر خان صاحب

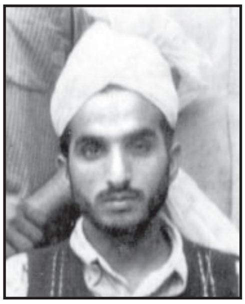

مکرم چوہدری محمد عبداللہ لائلپوری صاحب

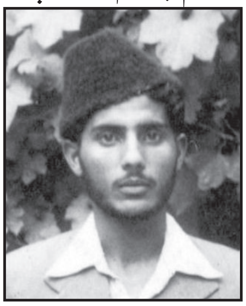

مکرم عبدالکریم خالد صاحب

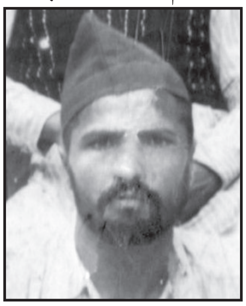

مکرم محمد رمضان صاحب

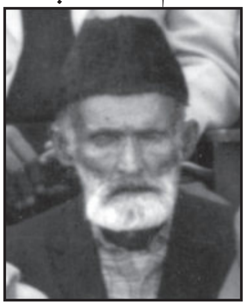

مکرم محمود احمد صاحب


مکرم عبدالحمید بانگا صاحب


مکرم مجید احمد صادق صاحب

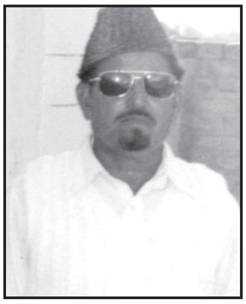

مکرم میر غلام رسول صاحب


مکرم حکیم نعمت اللہ صاحب


مکرم چوہدری حسن دین صاحب


مکرم نذیر احمد لائلپوری صاحب

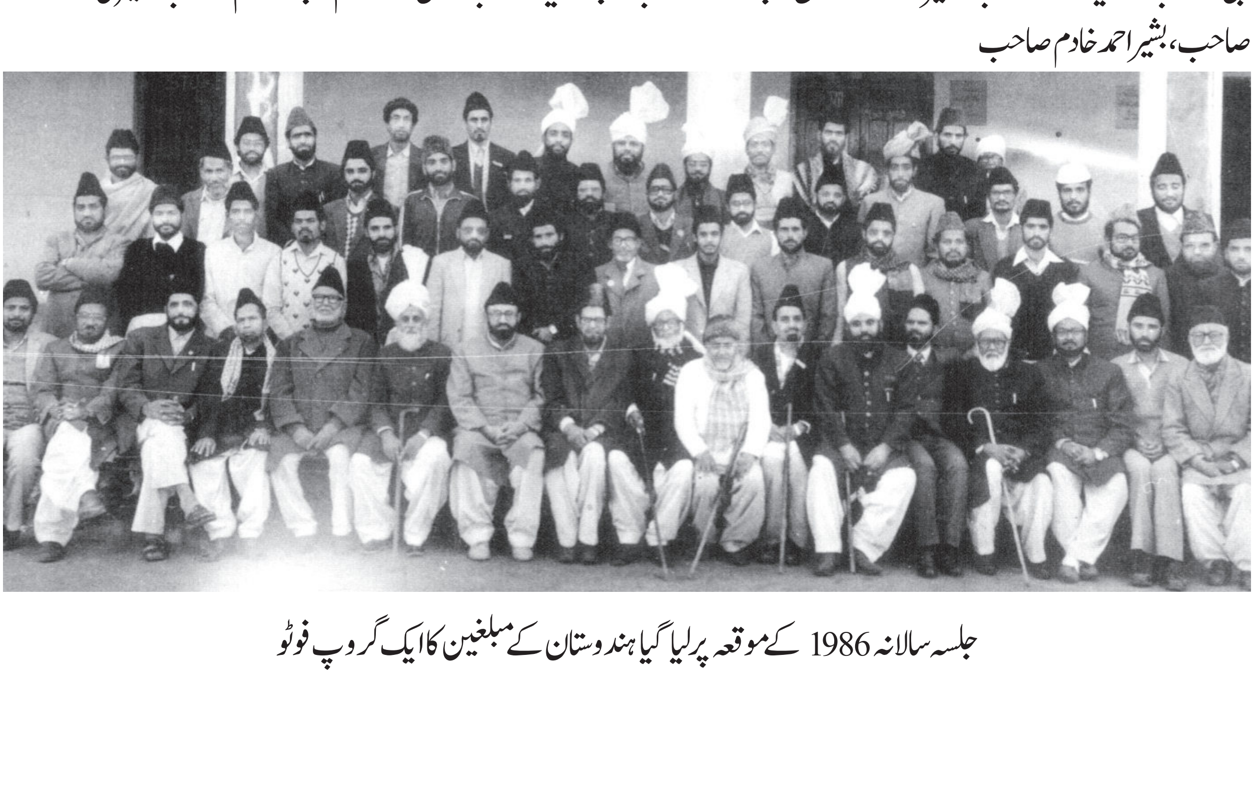

مکرم شریف احمد صاحب


مکرم صادق ناقد صاحب



زمین پر بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں: فیض احمد صاحب، حافظ اللہ دین صاحب، نامعلوم، نامعلوم، منظور شاہ صاحب، عثمان احمد بنگالی، نامعلوم، محمد اسلم صاحب، نامعلوم، نواب خان صاحب

کرسیوں پر دائیں سے بائیں: حکیم سراج الدین صاحب، محمد حفیظ صاحب بقاپوری، غلام احمد ارشد صاحب، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؓ، محمد ابراہیم احمد فاضل، نامعلوم، نامعلوم، نامعلوم۔ **کرسیوں کے پیچھے کھڑے ہوئے:** عبد السلام صاحب بنگالی، نامعلوم، غلام محمد صاحب ننگلی، محمد احمد صاحب کالاافغاناں، قریشی محمد شفیع عابد صاحب، عبید الرحمٰن صاحب فانی، نامعلوم، نامعلوم، فیروز الدین صاحب، فتح محمد اسلم صاحب، بشیر احمد بانگروی۔ **سب سے پیچھے کھڑے ہوئے:** طیب علی صاحب، سراج الحق صاحب، نامعلوم، عبد الحق صاحب فضل، غلام نبی صاحب، محمد یوسف صاحب، بشیر احمد کالاافغاناں، عبد الستار صاحب، عبد الحمید صاحب مومن، نامعلوم، عبد الرحیم صاحب کشمیری، نعمت اللہ صاحب، بشیر احمد خادم صاحب

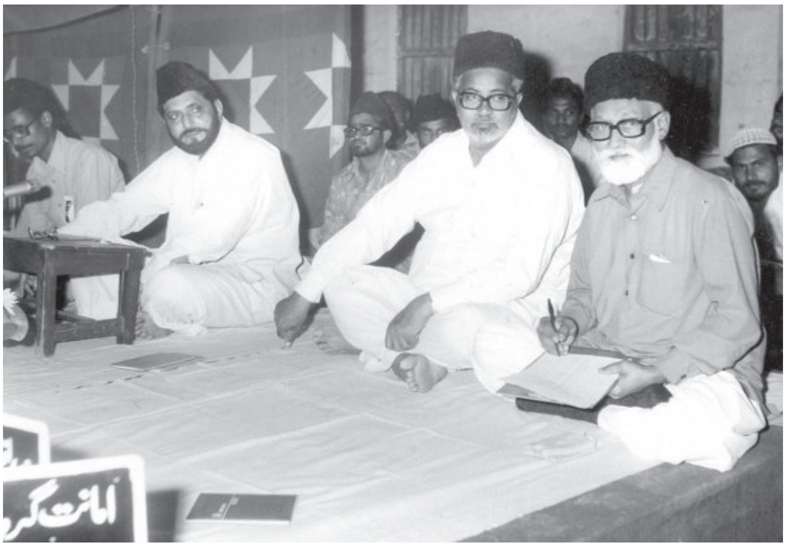


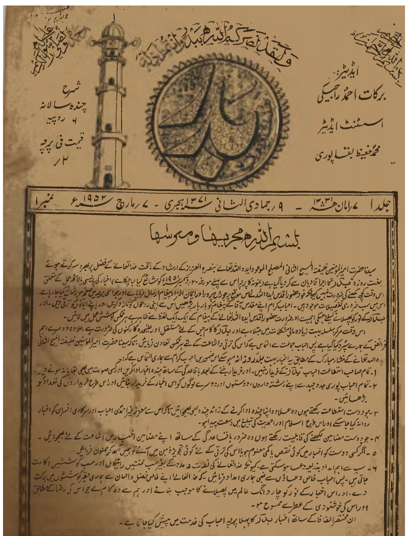
جلسہ سالانہ 1986 کے موقعہ پر لیا گیا ہندوستان کے مبلغین کا ایک گروپ فوٹو











ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

بدر

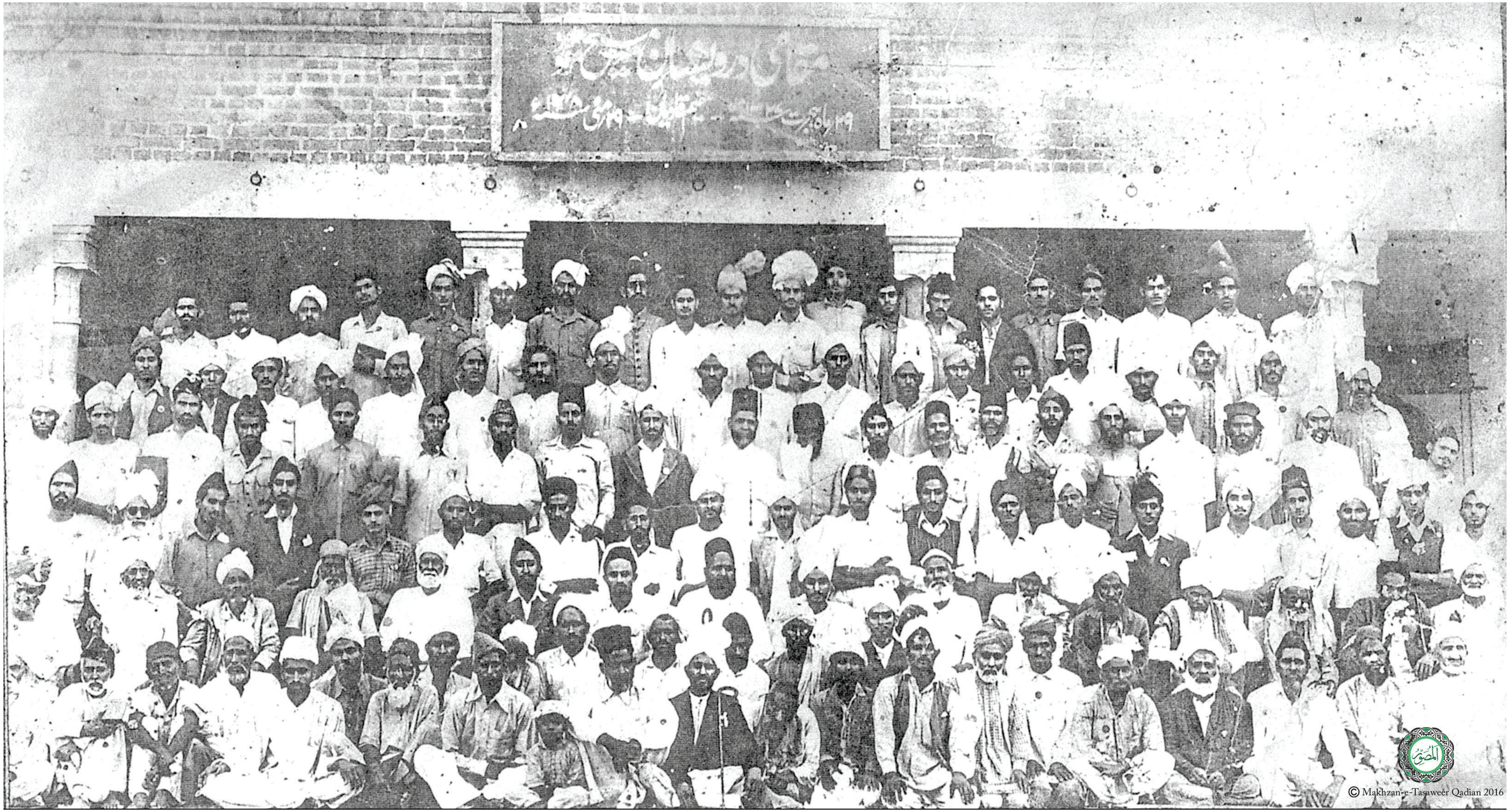
ایڈیٹر:
برکات احمد راجیکی
اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد حفیظ بقاپوری

شرح
چندہ سالانہ
۶ روپیہ
قیمت فی پرچہ
۲ر

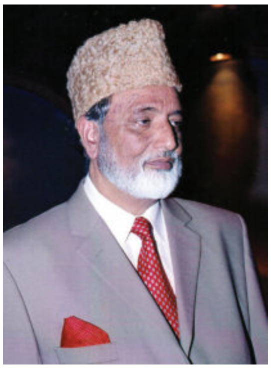
جلد ۱ ۷ر امان ۱۳۳۱ھش - ۹ر جمادی الثانی ۱۳۷۱ ہجری - ۷ر مارچ ۱۹۵۲ء نمبر ۱

بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا





درویشان قادیان کی ایک یادگار تصویر 29 مئی 1948ء



مصنف کے متعلق

آپ کی پیدائش 1935ء میں پاکستان میں ہوئی۔ آپ نے بنیادی تعلیم ہائی اسکول شاہدرہ ٹاؤن لاہور سے حاصل کی۔ 1952ء سے 1955ء تک آپ نے میوسکول آف آرٹس لاہور میں آرکیٹیکچر کی تعلیم حاصل کی جو اب نیشنل کالج آف آرٹس کے نام سے مشہور ہے۔ اس تعلیم کے دوران آپ کو اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے سکالرشپ بھی ملتا رہا 1958ء میں آرکیٹیکچر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان چلے گئے۔ وہاں سے آپ نے 1962ء میں نیشنل کالج آف آرٹ مانچسٹر سے Royal Institute of British Architects کا فائنل امتحان پاس کیا اور 1964ء میں آپ کو اس ادارے کی رکنیت مل گئی۔ 1966ء سے 1968ء تک آپ پاکستان میں انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں ریڈر کی حیثیت سے پڑھاتے رہے۔ 1969ء میں آپ نے لندن واپس آکر سنٹرل پولی ٹیکنیک۔ ریجنٹ سٹریٹ لندن سے ٹاؤن پلاننگ میں پوسٹ گریجویٹ کا کورس مکمل کیا۔ آپ دوسرے پاکستانی اور پہلے احمدی تھے جن کو بیک وقت یہ دونوں ڈگریاں حاصل کرنے کی توفیق ملی۔

1972ء میں تعلیم مکمل کر کے آپ نے پاکستان میں پرائیویٹ پریکٹس شروع کی اور ایک نامور فرم الیری ایسوسی ایٹس کے مینیجنگ ڈائریکٹر رہے۔ اس دوران آپ نے ہسپتال، سپورٹس کمپلیکس، آفس بلڈنگ اور کئی قسم کے ہاؤسنگ کے پروجیکٹ کئے۔ ان میں سے سٹیٹ بینک آف پاکستان فیصل آباد، وارث شاہ کا مقبرہ اور ورلڈ بینک آفس اسلام آباد کی شاندار عمارات آپ کے ظاہری علوم میں معرفت کی سند ہیں۔ اس دوران آپ نیشنل کالج آف آرٹ میں بطور ویزیٹنگ پروفیسر بھی رہے۔ اور انسٹیٹیوٹ آف آرکیٹیکٹ آف پاکستان، پنجاب چیپٹر کے صدر بھی رہے اور پاکستان میں پہلے ٹیکنیکل رسالے انوائرنمنٹ کے مدیر اعلیٰ تھے۔ 1980ء میں پاکستان میں ایک بہت بڑی کمپنی نے آپ کو آرکیٹیکچرل خدمات پر گولڈ میڈل پیش کیا تھا۔

آپ کو متعدد جماعتی و ذیلی تنظیموں کے عہدیدار کی حیثیت سے کام کرنے کی توفیق بھی ملی ہے۔ انگلستان جانے سے پہلے اپنے حلقے شاہدرہ ٹاؤن میں زعیم تھے۔ انگلستان میں ممبر مجلس عاملہ۔ واپس جب لاہور آئے تو زعیم انصار اللہ حلقہ دارالذکر، صدر مسجد کمیٹی اور لمبا عرصہ سیکریٹری ضیافت ضلع لاہور کے طور پر خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ احمدیہ آرکیٹیکٹ ایسوسی ایشن کے نہ صرف بانی ممبر ہیں بلکہ ایسوسی ایشن کے پہلے صدر بھی ہیں۔ بعد میں جب احمدیہ آرکیٹیکٹ انجینئرز کی مشترکہ انٹرنیشنل ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا تو آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایڈیشنل چیئرمین نامزد فرمایا۔ 1983ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو صدسالہ جوبلی کے سلسلہ میں ربوہ میں نئے جلسہ گاہ کا ڈیزائن کرنے والی کمیٹی کا صدر مقرر فرمایا۔ 1985ء میں آپ کے مستقل انگلستان تشریف لے آنے کے بعد احمدیہ آرکیٹیکٹ ایسوسی ایشن کے یورپین چیپٹر کے 20 سال تک چیئرمین کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ آپ گھروں کے ڈیزائن، قادیان دارالامان، قرآن کریم و رسول اللہ ﷺ اور مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے مجموعے انگریزی اور اُردو میں، حج اور عمرہ، میری پسندیدہ بستی قادیان دارالامان، ربوہ دارالہجرت، درویشان قادیان کے حالات، قادیان پر انگریزی اور اُردو میں گائڈ بک، مرزا وسیم احمد صاحب کی سوانح عمری بھی تصنیف کر کے شائع کروا چکے ہیں۔

ربوہ میں مسجد اقصیٰ کے ڈیزائن کے علاوہ آپ گیسٹ ہاؤس انصار اللہ، دفتر وقف جدید، خلافت لائبریری کی توسیع، بک ڈپو (ایم ٹی اے سٹوڈیو)، دفتر پرائیویٹ سیکریٹری کے پراجیکٹ کے ذمہ دار تھے۔ مکان حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور احمد نگر کی ڈویلپمنٹ جو کہ مغل آرکیٹیکچر اور موجودہ فن تعمیر کی ایک دلکش مثال ہے انہی کی نگرانی میں مکمل کئے گئے ہیں۔ قادیان میں جتنی نئی ڈویلپمنٹ ہوئی ہے جس میں یورپین گیسٹ ہاؤسز، چارمنزلہ فلیٹس، نیا نور ہسپتال، سرائے طاہر، مسجد انوار اور مقدس مقامات کی رینوویشن کی ذمہ داری وہ سب انہی کی نگرانی میں مکمل کئے گئے ہیں۔ یہ کام مکمل کرنے میں آپ پوری محنت اور تندہی سے مصروف عمل رہے۔ آپ کو دنیا کے مندرجہ ذیل ممالک میں احمدیہ مساجد و مشن ہاؤسز، میڈیکل سینٹر اور گیسٹ ہاؤسز ڈیزائن کرنے کی توفیق ملی۔ آسٹریلیا، لندن، سکاٹ لینڈ، بریڈفورڈ، برمنگھم، واشنگٹن، شکاگو، لاس اینجلز، ٹیکساس، ورجینیا، گواٹیمالا، دہلی، انڈونیشیا، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، فرانس، بیلجیئم، ہالینڈ، جرمنی، پولینڈ، گھانا، آئیوری کوسٹ، برکینا فاسو، گنی بساؤ، قزاکستان، لیتھوانیا، کازان، ماریشس، سری لنکا، البانیا اور دنیا کے متعدد ممالک۔ آپ نے اپنے اوقات کو مکمل طور پر جماعت کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ خلفاء سلسلہ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ آپ کی ان خدمات کو سراہا ہے۔ جو آپ نے پوری دنیا میں پھیلی ہوئی اہم عمارات و مساجد کے ڈیزائن اور تعمیر کے لئے سرانجام دی ہیں۔ آپ 1994ء سے فل ٹائم واقف زندگی ہیں۔ اس طرح آپ پہلے آرکیٹیکٹ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کیا۔ آپ 1966ء سے مسلسل خلیفۃ المسیح کی ہدایات کے مطابق خدمات بجالانے کی سعادت پا رہے ہیں۔

قادیان دارالامان

درویشان قادیان

آپ کے دور میں
حضرت اقدس مسیح موعود
علیہ السلام کا الہام
"داغ ہجرت" پورا ہوا۔
اور آپ نے باذن الٰہی
قادیان سے ہجرت فرما کر
ربوہ کے عظیم الشان مرکز کا
قیام فرمایا۔



ارشاد حضرت مصلح موعودؓ

"تم لوگ جن کو اس موقعہ پر
قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا
ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار
کرو گے تو تاریخ احمدیت میں
عزت کے ساتھ یاد کئے
جاؤ گے اور آنے والی نسلیں
تمہارا نام ادب و احترام سے لیں
گی اور تمہارے لئے دُعائیں
کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے
جو دوسروں نے نہیں پایا۔"

(پیغام بر موقع جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۴۷ء)

"اگر سلسلہ کی ضروریات مجبور نہ کرتیں تو مَیں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوتا لیکن زخمی دل اور افسردہ افکار کے ساتھ آپ سے دُور اور قادیان سے باہر بیٹھا ہوں۔ نہ معلوم وہ دن کب آتا ہے کہ مَیں بھی اِس مقام پر پہنچ سکوں جو خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے اور احمدیوں کا دائمی مرکز ہے۔ آپ لوگ وہ ہیں جو ہزاروں سال تک احمدی تاریخ میں خوشی اور فخر کے ساتھ یاد رکھے جائینگے اور آپ کی اولادیں عزّت کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور خدا کی برکات کی وارث ہوں گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل بلا وجہ کسی کو نہیں چُنتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کی قربانی کو کبھی ضائع نہ ہونے دے اور برکتوں سے آپ کا خانۂ اعمال بھرتا چلا جائے اور کبھی ایسی ٹھوکر آپ کو نہ لگے جو اس قربانی کو ضائع کر دے۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن

آپ لوگ دعا میں لگے رہیں تا خدا تعالیٰ جلد قادیان پھر ہمارے ہاتھوں میں دے اور پھر قادیان اور اس کے نواح میں احمدی ہی احمدی نظر آئیں۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن" (۱۱ مئی ۱۹۴۸ء بحوالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ نمبر ۵)